اہلبیتؑ اطہار کے فضائل و مصائب پر مشتمل ایک شہرہ آفاق کتاب

بحور الغمہ

جلد دوم

تالیف

سلطان العلماء علامہ محمد علی لکھنوی

تدوین

علامہ عابد عسکری فاضل قم

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.
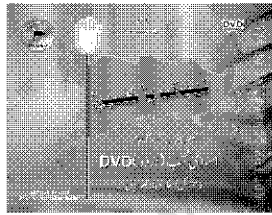
منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان

اہلبیت اطہارؑ کے فضائل و مصائب پر مشتمل ایک شہرہ آفاق کتاب
بحور الغمۃ
جلد دوم
تالیف
سلطان العلماء علامہ محمد علی لکھنوی
تدوین
علامہ عابد عسکری فاضل قم
ناشر
تراب پبلیکیشنز لاہور

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب .... نجوم الغمۃ (جلد دوم)

تالیف .... سلطان العلماء علامہ محمد عیسیٰ لکھوی

تدوین .... علامہ عابد عسکری قاری قم

زیر اہتمام .... حسنین اقبال

ناشر .... تراب پبلیکیشنز

اشاعت .... اول 2012

تعداد 1100

ہدیہ ....

ملنے کا پتہ
تراب پبلیکیشنز لاہور
Ph: 0313-8512972

[illegible]	اسد بک ایجنسی۔ رحمت اللہ بک ایجنسی۔ محفوظ بک ڈپو
[illegible]	افتخار بک ڈپو۔ رضا بک ڈپو۔ ضامن بک ڈپو
[illegible]	محمد علی بک ایجنسی

فہرست

عنوانات	صفحہ نمبر
حرف ناشر	
مصائبِ کربلا	
مجلس نمبر 1	38
تاریخ ہائے ولادت وغیرہ جناب رسول خدا ﷺ:-	38
حکایت اعرابی و سوسمار:-	40
احوال وفات جناب رسول خدا ﷺ:-	41
روایت سوادہ بن قیس:-	42
روایت کافورِ جنت:-	44
مجلس نمبر 2	47
روایت قندیل:-	47
تاریخ ولادت و وفات جناب سیدہؑ:-	48
وفات جناب سیدہ معصومہ فاطمہؑ:-	50
مجلس نمبر 3	55
جناب امیر علیہ السلام کا ایک نام موذن ہے:-	55
قیامت میں جناب امیر سات ناموں سے پکارے جائیں گے:-	56
فضائل و شہادت جناب امیرؑ:-	57
مجلس نمبر 4	62
تاریخ ولادت جناب امام حسن علیہ السلام:-	62
تاریخ وفات جناب امام حسن علیہ السلام:-	63
فضائل امام حسن علیہ السلام:-	63
وفات جناب امام حسن علیہ السلام:-	64
مجلس نمبر 5	69
بیان اعراف:-	69
تاریخ ولادت جناب امام حسین علیہ السلام:-	70
فضائل جناب امام حسین علیہ السلام:-	71
روایت فطرس:-	72

فخر کرنا امام حسین علیہ السلام کا جناب امیرؑ پر:-	72
مجلس نمبر 6	77
تاریخ ہائے ولادت ووفات جناب امام زین العابدین علیہ السلام:-	78
فضائل جناب امام زین العابدین علیہ السلام:-	78
دوبارہ قید ہونا بیمار کربلا کا:-	79
گریہ بے شمار کرنا:-	80
بیمار کربلا کے ناقہ کا مرنا:-	82
روایت ذوالجناح:-	82
مجلس نمبر 7	85
تاریخ ولادت ووفات امام محمد باقر علیہ السلام:-	86
معجزہ امام محمد باقر علیہ السلام:-	86
وفات جناب امام محمد باقر علیہ السلام:-	88
جناب امام محمد باقر علیہ السلام کا تیر لگانا:-	88
داخلہ اہلِ بیتؑ دربارہ یزید:-	92
زہیر کا جناب اُمّ کلثوم کو طلب کرنا:-	93
مجلس نمبر 8	95
تاریخ ولادت ووفات جناب امام جعفر صادق علیہ السلام:-	96
شہادت جناب امام جعفر صادق علیہ السلام:-	96
روایت پسر علویہ:-	98
مجلس نمبر 9	101
تاریخ ولادت وشہادت جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام:-	102
روایت شقیق بلخی:-	102
شہادت جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام:-	105
مصائب جناب سید الشہداء:-	109
مجلس نمبر 10	112
حدیث اعانت مومن میں:-	112
تاریخ شہادت جناب امام رضا علیہ السلام:-	113
تاریخ وفات جناب امام رضا علیہ السلام:-	113
فضائل زیارت:-	114

احوال معصومہ قم:-	118
مجلس نمبر 11	121
تاریخ ولادت وشہادت امام محمد تقی علیہ السلام:-	122
دربار ابن زیاد میں اہل بیت کا جانا:-	126
مجلس نمبر 12	129
فضائل جناب امیر:-	129
تاریخ ولادت وشہادت امام علی نقی علیہ السلام:-	130
معجزہ امام علی نقی علیہ السلام:-	130
شہادت امام علی نقی علیہ السلام:-	131
یزید کا جناب امام سجاد کے قتل کا حکم دینا:-	134
روایت خالد پسر یزید:-	135
مجلس نمبر 13	137
تاریخ ولادت وشہادت امام حسن عسکری علیہ السلام:-	138
معجزہ امام حسن عسکری:-	138
معجزہ دیگر:-	139
شہادت امام حسن عسکری علیہ السلام:-	140
نماز جنازہ پڑھنا صاحب الامر علیہ السلام کا:-	140
روایت دیر نصرانی:-	143
مجلس نمبر 14	145
تاریخ ولادت جناب صاحب الامر علیہ السلام:-	146
روایت نرجس خاتون:-	147
معجزہ ایک شخص کا زخم پا اچھا ہونا:-	151
روایت زید بن صوحان:-	153
مجلس نمبر 15	156
ہارون رشید اور بہلول دانا:-	157
تعداد خلفائے بنی عباس:-	157
روانگی امام از مدینہ:-	158
سوار ہونا امام کا پہلی مرتبہ کربلا میں:-	161
دوسری مرتبہ سوار ہونا امام کا کربلا میں:-	162

مجلس نمبر 16	167
ابن عباسؓ کا صلاح دینا کہ اہل بیت کا ساتھ لینا مناسب نہیں:-	169
وقت شہادت امامؑ جناب زینبؑ کا خیمہ سے نکلنا:-	171
مجلس نمبر 17	173
جناب امیرؑ کا بدکار شخص کو سزا دینے میں پانچ طور سے حکم فرمانا:-	173
آیت دیگر:-	174
شجاعت جناب امیر علیہ السلام:-	174
سخاوت حضرت امیر علیہ السلام:-	174
صفت کرم:-	175
بیان زہد حضرت علیہ السلام:-	175
جناب امیرؑ کا ایک ضعیفہ کی مشک اُٹھانا:-	176
مصائب امام:-	178
مجلس نمبر 18	181
حکایت لقمان اور اُن کے بیٹے کی:-	182
حکایت مومن سبد فروش کی:-	182
تمہید مصائب:-	185
مجلس نمبر 19	188
اخلاق نظام الملک:-	189
حکایت بوڑھے اور لڑکوں کی:-	189
حکایت اُن قیدیوں کی جنہیں ایک بادشاہ نے بسبب پانی پلانے کے رہا کر دیا:-	189
تمہید:-	190
مختصر شہادت جناب امام حسین علیہ السلام:-	191
رقیہ ؑ کا پانی لے کر مقتل کی طرف جانا:-	192
مجلس نمبر 20	194
جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مومنوں کو یاد کرنا:-	194
فضائل اہل بیت نظم میں:-	196
جناب صاحب الامر علیہ السلام کا علی اکبر نامی زائر کی مدد کرنا:-	197
توجیہ درد دیدار صاحبؑ:-	199

فقرات زیارت:-	200
مجلس نمبر 21	203
فضائل درود شریف:-	203
فضائل درود و حکایت کاتب:-	204
فضائل درود و گذرنا صراط سے:-	204
بعد نماز دس مرتبہ درود پڑھنا:-	205
فضائل درود اُٹھ جانا عذاب کا قبرستان سے:-	205
دعبل کا جناب امام رضاؑ کے حضور میں مرثیہ پڑھنا:-	206
مصائب اہل بیتؑ:-	209
مجلس نمبر 22	211
حکایت قاضی کی:-	212
تمہید:-	212
حکایت حمال کی:-	213
حکایت مرد صالح کی:-	213
تمہید:-	214
مقابلہ مصائب امام حسینؑ:-	214
مصائب انبیاء و دیگر:-	214
مجلس نمبر 23	219
آیت نیک بندوں کے اوصاف میں:-	219
فضائل جناب امیرؑ ضمن فضائل شیعہ میں:-	220
روایت نامہ بنام ملا محمد باقرؒ داماد:-	222
حضرت کے پاس قاصد آئے وہ عبداللہ وہابی تھے:-	223
تمہید:-	223
شہادت جناب مسلمؑ:-	224
مصائب اہل بیتؑ:-	225
مجلس نمبر 24	228
ثواب آیت شہادت:-	228
فضائل اُس جوان کی جس نے پتھروں کو اپنے ایمان پر گواہ کیا:-	229
تمہید:-	230

روایت اُس کافر کی جس نے ایک مومن پر احسان کیا تھا:- 230
شہادت پسران مسلم:- 231
یہ مومن کا گھر ہے بے فکر سو جاؤ:- 232
گھوڑا مر گیا:- 232
ہم نبی ﷺ کی عترت ہیں:- 233
ہمارے خون بھرے کپڑے سونگھ کر جیتی رہے گی:- 234
میں اللہ و رسول سے ایسے ملوں گا:- 234
مجلس نمبر 25 237
انسان کی زندگی کی تفصیل:- 237
شیخ عبداللہ کے غلام کی روایت:- 238
روایت شب عاشوراء:- 240
مجلس نمبر 26 244
فضیل عیاض کی حکایت:- 244
حکایت منصور عمار:- 245
تمہید:- 246
شب عاشور کی روایت:- 247
فخر کرنا شمر کا یزید کے سامنے:- 250
مجلس نمبر 27 253
جناب خضر علیہ السلام کی حکایت:- 254
تمہید:- 255
حکایت عہد جناب موسیٰؑ:- 255
تمہید:- 256
عروہ غفاری کی شہادت:- 256
علی اصغرؑ کی شہادت:- 259
مجلس نمبر 28 262
حسن بصری رضی اللہ عنہ کی روایت:- 263
تمہید:- 263
مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ و حبیب ابن مظاہر رضی اللہ عنہ کی روایت:- 263
مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:- 266

حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ کی شہادت:-	268
سر حبیب رضی اللہ عنہ کی روایت:-	269
مجلس نمبر 29	272
پانچ لڑکوں کا کلام کرنا:-	272
جریج کی حکایت:-	273
حکایت مشاطہ دختر فرعون کی:-	274
شہادت وہب بن عبداللہ کلبی:-	276
مجلس نمبر 30	281
جناب ابراہیمؑ کا مراتب پنجتن وشیعہ دیکھنا:-	281
نمرود کا جناب ابراہیمؑ کو پانی پلانا:-	284
نمرود کا جناب آسمان جانا:-	284
تمہید:-	285
فقیر کا پانی لانا:-	286
نصرانی کی شہادت:-	288
جناب امیرؑ کا قصاب یمن کے دو لڑکوں کا زندہ کرنا:-	292
دو طفل کا پیاس سے ہلاک ہونا:-	297
مجلس نمبر 32	301
بلبل کی حکایت:-	301
تمہید:-	302
آیت دیگر فضیلت دُعا میں:-	303
ایک گبر کی حکایت:-	304
تمہید:-	304
دس لڑکوں کی شہادت:-	305
مجلس نمبر/33	308
حکایت اصمع اور دزد اعرابی:-	308
تمہید:-	310
حکایت لطیف فضیلت نیمہ شعبان میں:-	310
تمہید شہادت جناب قاسم علیہ السلام:-	311
رجز جناب قاسمؑ:-	312

مجلس نمبر 34 317
جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشک ضعیفہ اُٹھانا:- 317
شہادت جناب عباس علیہ السلام:- 319
مجلس نمبر 35 323
جناب امیرؑ کا آیات سورہ براۃ لے جانا:- 323
جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تشریف لے جانا استقبال
جناب امیر علیہ السلام کو:- 324
تمہید:- 324
شہادت جناب عباس علیہ السلام:- 325
جناب عباس علیہ السلام کی وصیت:- 326
مجلس نمبر 36 329
حکایت بہلولؒ اور ایک صاحبزادہ کی:- 329
تمہید:- 331
جناب عباس علیہ السلام کے گھوڑے کی روایت:- 332
مجلس نمبر 37 336
ثواب وروز شب وروز جمعہ:- 337
چار مخلوق اپنا ذکر سنتے ہیں:- 338
جناب امام حسن علیہ السلام کا ایک لڑکے کی آنکھ سے کانٹا نکالنا:- 339
شہادت جناب علی اکبر علیہ السلام:- 340
مجلس نمبر 38 345
زلیخا کی حکایت:- 345
انسان عبادت کے لیے پیدا ہوا ہے:- 347
متقی کی عبادت قبول ہوتی ہے:- 347
شرف انسان اتقا میں:- 348
ایک فاسق تائب کے سر پر ابر کا سایہ کرنا:- 349
داخلہ اہل بیتؑ دربار یزید میں:- 351
بیان کیفیت حضرت علی اکبر علیہ السلام دربار یزید میں:- 351
مجلس نمبر 39 354
حکایت اُس شخص کی جس نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی:- 354

حکایت پدر و پسر جو آپس میں مشابہ تھے:-	355
تمہید:-	356
شہادت علی اصغر علیہ السلام:-	357
تیروں سے امام علیہ السلام کا جسم چھن جانا:-	358
مجلس نمبر 40	361
جناب امیر علیہ السلام سے ایک سائل کا چار اور دوسرے کا سات سوال کرنا:-	361
جناب امیر علیہ السلام کا ایک عورت کو تہمت زنا سے بچانا:-	364
علی اصغرؑ کا سر جدا کرنا:-	366
مجلس نمبر 41	368
اُس عطار کی روایت جس کے پاس ایک شہزادے نے امانت رکھی تھی:-	368
تمہید:-	371
شہادت عبداللہ بن الحسنؑ:-	371
مجلس نمبر 42	374
اُس عابد کی حکایت جس نے اپنے نفس کی ملامت کی:-	374
تمہید:-	375
اُس عابد کی حکایت جو دھوپ میں عبادت کرتا تھا:-	375
نماز یاد دلانا ابو ثمامہ کا:-	376
شہادت مختصر امام حسینؑ:-	377
مجلس نمبر 43	381
حدیث فضائل جناب امیرؑ میں:-	382
روایت بشار معجزۂ جناب امام جعفر صادق میں:-	382
تمہید:-	385
مقام اول بولنا ذوالجناح کا دیکھنا ہاتھوں کا:-	385
مقام چہارم امام کا فرات پر پہنچنا:-	387
مجلس نمبر 44	391
حکایت تین لڑکوں اور تین بھائیوں کی:-	392
تمہید:-	394
پانی لانا مومنہ زینب نام کا:-	395

مجلس نمبر 45	400
دلائل جواز تعزیہ داری میں:-	401
حدیث فضیلت مجلس میں:-	403
اشعار مصائب:-	404
چند مرتبہ پانی ملنا اور امامؑ کا نہ پینا:-	405
اول پانی لانا فقیر کا:-	406
فرات میں امامؑ کا داخل ہونا:-	406
وقت شہادت چشمہ کا ظاہر ہونا:-	408
منہ بند کر لینا امام علیہ السلام کا:-	409
مجلس نمبر 46	411
حدیث فضیلت علما میں:-	413
حکایت اُس جوان کی جس نے ننانوے خون کیے:-	413
تمہید:-	415
امام حسینؑ کا چار سمت چار نگاہ کرنا:-	415
مجلس نمبر 47	419
حدیث بیان اُس ثواب کے جو فقط بیت سے حاصل ہوتا ہے:-	419
جناب امیرؑ کا دو زایرہ کا مدد کرنا:-	421
تمہید:-	423
چار مرتبہ جناب زینبؑ کا امام حسینؑ کو بیدار کرنا:-	423
مجلس نمبر 48	427
جناب عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ہیزم فروش کی روایت:-	427
حکایت اُس عابد کی جس نے مچھلی کے پیٹ سے موتی پایا:-	428
تمہید:-	429
پانچ دوستوں کا فخر کرنا:-	430
وردائیل کا فخر کرنا:-	431
جبرئیلؑ و میکائیلؑ کا فخر کرنا:-	431
پانچ دشمنوں کا فخر کرنا:-	432
مجلس نمبر 49	436
کوئی شخص بے نوشتہ جناب امیرؑ صراط سے نہ گذرے گا:-	436

عنوان	صفحہ
تمہید:-	439
جناب سیدہ ؑ کا میدان حشر میں تشریف لانا:-	439
مجلس نمبر 50	443
حکایت اُس شخص کی جو ایک مومن کی ملاقات کو جایا کرتا تھا:-	444
تمہید:-	445
روایت قاصد مغربی:-	445
مجلس نمبر 51	451
حدیث اکرام سادات میں:-	451
حدیث سادات کے ساتھ احسان کرنے کے ثواب میں:-	452
اُس شخص کی حکایت جس نے سادات کو اپنے عیال پر ترجیح دی تھی:-	454
تمہید:-	455
حکایت حاجی سید مہدی کا موتی:-	456
ایک عالم کے خواب کی روایت:-	456
مجلس نمبر 52	459
روایت منصور عمار:-	459
تمہید:-	461
تعریف اصحاب امام حسینؑ:-	461
اجساد سرہائے شہدا سے کرامت ظاہر ہونا:-	462
مجلس نمبر 53	466
حکایت میاں بیوی اور فرزند کا بچنا اور ہلاک ہونا چوروں کا:-	466
حکایت قاسم آہن گری:-	467
تمہید:-	469
روایت مختصر حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ:-	469
سبب گلوئے مبارک پر خنجر کے رُکنے کا:-	470
مجلس نمبر 54	473
حدیث فضیلت جناب امیر علیہ السلام میں:-	473
ضرار کا معویہ سے فضائل جناب امیرؑ بیان کرنا:-	474
تمہید:-	477
وقت شہادت امام حسینؑ کا نماز عصر پڑھنا:-	477

مجلس نمبر 55	480
ایک جوان کے موت کی حکایت:-	480
تمہید:-	481
زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں ایک فاسق کا غربت میں مرنا:-	481
تمہید:-	483
جناب زینبؑ کا وقت شہادت امام مقتل میں آنا:-	484
مجلس نمبر 56	487
زمانہ جناب داؤد علیہ السلام کی گائے کی حکایت:-	487
تمہید:-	490
مجلس نمبر 57	494
گناہوں کا نیکیوں سے بدل جانا:-	494
معجزہ جناب امیرؑ حسب خواہش قنبر:-	495
تمہید:-	499
جناب امام حسینؑ کا تین سوال کرنا ابن سعد سے:-	499
جناب زینبؑ کا شمر کی وقت شہادت امامؑ منت کرنا:-	500
مجلس نمبر 58	504
روایت مباہلہ:-	504
تمہید و مصائب امامؑ:-	506
ریگ کربلا جمع کرنا امامؑ کا:-	507
وجہ تسمیہ باب زینبیہ:-	508
مجلس نمبر 59	511
ستارے کا جناب امیرؑ کے گھر میں نزول کرنا:-	511
کلام کرنا آفتاب کا جناب امیرؑ سے:-	512
مصائب جناب امام حسینؑ:-	513
جناب زینبؑ کا خیمے سے نکلنا:-	514
مجلس نمبر 60	517
سلیمان اعمش کی حکایت:-	517
اشعار فضائل جناب امیرؑ:-	519
کنیز نابینا کی روایت:-	520

روایت آدمی:- 521

مجلس نمبر 61 527

حق تعالیٰ نے پانچ چیزوں کو پانچ مقاموں میں رکھا ہے:- 527

اشعار و مدح جناب امیرؑ:- 529

ایک عروس کا سانپ سے بچنا:- 529

حق تعالیٰ نے جن کو چار چیزوں کی توفیق دی ہے ان کو چار نعمتوں سے محروم نہیں کیا ہے:- 531

غلام کا شر نمرود سے بچنا:- 532

تمہید:- 532

جناب رقیہؑ کا مصلیٰ بچھانا:- 533

نزول محمود فرشتہ:- 533

جناب زینبؑ کا اہل بیت کو اونٹوں پر سوار کرنا:- 534

تمہید:- 535

لاش امامؑ پر قصد گھوڑے دوڑانے کا:- 535

مجلس نمبر 62 538

روایت ابونواس:- 538

اُس جوان گنہگار کی حکایت جو ایک فقرہ دُعا پر بخشا گیا:- 540

تمہید مصائب:- 541

روایت پامالئی لاش شہدا فضہ سے:- 542

مجلس نمبر 63 546

ولادت جناب ابراہیمؑ:- 546

ولادت جناب موسیٰؑ:- 547

ولادت حضرت یحییٰؑ:- 547

جناب امام حسینؑ کا شکم مادر میں کلام کرنا:- 548

وصیت جناب امام حسینؑ:- 550

عریانی و پامالی لاش مبارک امامؑ:- 551

مجلس نمبر 64 554

جناب رسول خداؐ کے فرش پر جناب امیرؑ کا آرام کرنا:- 554

روایت انگشتری جناب رسول خداﷺ- 556

دہن قاسمؑ میں انگوٹھی دینا:- 557
علی اکبرؑ کے منہ میں انگوٹھی دینا:- 558
امامؑ کا انگوٹھی اپنے منہ میں رکھنا:- 561
امامؑ کی اُنگلی سے انگوٹھی اُتار لینا:- 562
مجلس نمبر 65 564
حکایت ابوذر با مہمان:- 564
حدیث صدقہ دینے میں:- 565
اشعار بے ثباتی دنیا میں:- 566
حدیث بے ثباتی دنیا اور کیفیت وقت مرگ میں:- 566
حدیث انسان کے تین خلیل ہیں:- 568
ایک شخص کا اعمال نیک و بد کو دیکھنا:- 569
اسمٰعیل حمیری کے واسطے کفن آنا:- 571
تمہید:- 571
ربابہ کا گم ہونا:- 572
شہیدوں کا سر بلند ہونا:- 572
مجلس نمبر 66
576
ایک فاسق کا زمانہ جناب موسیٰؑ میں بسبب محبت جناب جناب رسول خدا
ﷺ نجات پانا:- 577
تمہید:- 578
روایت فرنگن:- 578
مجلس نمبر 67 585
جناب امیرؑ کی ایک کنیت ابوالنواۃ تھی:- 586
تمہید:- 591
امامؑ کا لب و چشم بند کرنا:- 592
مجلس نمبر 68 596
روایت گہوارہ جناب رسولِ خدا ﷺ:- 597
تاراجی خیام فاطمہ صغریٰؑ سے روایت:- 598
مجلس نمبر 69 602

اُس شخص کی حکایت جس کی نصف عمر راحت میں اور نصف زحمت میں مقدر تھی:- 602
تمہید:- 603
امامؑ کے مصائب سن کر ارمنی کا رونا:- 604
تمہید:- 604
بچوں کا امامؑ کی قبر تلاش کرنا:- 605
مجلس نمبر 70 607
حکایت طول بہشت میں:- 607
ایک زاہد کی حکایت:- 608
عبدالطاہر کی حکایت:- 608
تمہید:- 610
اہلبیتؑ کو لوٹنا:- 611
خیمہ عصمت میں آگ لگانا اور اضطراب جناب زینبؑ:- 612
مجلس نمبر 71 614
اُس مجوسی کی دعوت قبول ہونے کی حکایت جس نے سادات کو کھانا پہنچایا:- 614
تمہید:- 617
امامؑ کا چادر و گوہر خرید کرنا:- 617
مجلس نمبر 72 620
حدیث فضائل مومنین میں:- 620
حکایت ایک مخالف کا ایک منقبت خوان کو زدوکوب کرنا:- 622
تمہید:- 624
سکینہؑ کا لاشِ امامؑ پر جانا:- 624
امامؑ کے حلق بریدہ سے آواز آنا:- 624
شمر کا سکینہؑ کو لاشِ امامؑ سے جُدا کرنا:- 625
مجلس نمبر 73 627
جناب امیرؑ میں فضائل حدیث منزلت:- 627
شفقت جناب امیرؑ کی نابینا کے ساتھ روایت صفت حلم جناب امیرؑ میں:- 628
حکایت عابد عہد جناب موسیٰ:- 629
حکایت قصاب:- 630

اہلبیتؑ کو لاش امامؑ پر لے جانا:- 631

مجلس نمبر 74 634

تمہید:- 635

ایک مومنہ کے ہاتھ کٹنے کی حکایت:- 636

تمہید:- 639

سات ہاتھ کٹنے کی روایت:- 639

مجلس نمبر 75 642

قصاب مدائن و کنیز احمد کوفی کی روایت:- 642

تمہید:- 646

امامؑ کا ہاتھ کٹنا:- 646

مجلس نمبر 76 649

تفسیر لفظ سائل و شہید:- 649

جناب امیرؑ کا ایک سائل کو نان جویں دینا:- 650

تمہید:- 651

عمر سعد کا اہل بیتؑ کو آب و طعام بھجوانا:- 652

مجلس نمبر 77 657

رغصہ دختر نمرود کی حکایت:- 657

چار شخص تمام دنیا کے بادشاہ ہوئے ہیں:- 658

حکایت مشاطہ دختر فرعون:- 658

حکایت حزبیل:- 660

حکایت آسیہ:- 660

تمہید:- 661

عمر سعد کا یزید کو فتح نامہ لکھنا:- 662

مجلس نمبر 78 665

فضائل جناب امیرؑ:- 665

ایضاً فضائل:- 666

جناب امیرؑ کا ایک قلندر مناقب خوان کو جلنے سے بچانا:- 668

تمہید:- 670

فوج شام پر جناب زینبؑ کا قصد نفرین کرنا:- 670

مجلس نمبر 79	674
فضیلت علماء میں حدیث:-	674
دس شخصوں کا جناب امیرؑ سے سوال کرنا:-	675
روایت جناب ابراہیمؑ احترام علما میں:-	677
تمہید:-	678
ایک ضعیفہ کا قبر مسلمؑ پر رونا:-	678
روایت زید بن ارقم:-	680
مجلس نمبر 80	684
جناب امیرؑ کا حضرت رسول خداؐ سے سوال کرنا:-	684
جناب امیرؑ سے حضرت زینبؑ کا سوال کرنا:-	686
جناب امیرؑ وسیدہؑ کا جناب زینبؑ پر سایہ کرنا:-	687
روضۂ جناب رسول خداؐ پر جناب زینبؑ کا جانا:-	688
مصائب:-	689
مجلس نمبر 81	694
بیان آیہ ہُم خیر البریہ:-	694
حکایت راضی ظالمی:-	695
پیوند:-	698
روایت نصرانی:-	699
مجلس نمبر 82	704
حکایت عبدالمومن کہ ایک قاطرچی بشکل خوک ہوگیا:-	704
تمہید:-	706
بیان جلالت شان جناب زینبؑ:-	707
سر امامؑ پر حجام کا پتھر مارنا:-	707
مجلس نمبر 83	710
جناب امیرؑ کا ایک آیت سے چھ سائلوں کو جواب دینا:-	711
فضائل جناب امیرؑ:-	711
کلام جناب امیرؑ:-	712
حکایت اُس زن فاحشہ کی جس نے ایک عابد کے ساتھ نیکی کی اور بخشی گئی:-	713
اُم حجام واطفال کا سر امامؑ پر پتھر مارنا:-	716

مجلس نمبر 84	719
حدیث دو مومن کے اصلاح کرنے کے بارے میں:-	719
کس کار خیر میں کتنی دور جانا چاہیے:-	720
پیوند مصائب:-	720
جناب امام رضاؑ کا قاطرو زادوراہ سے زائروں کی مدد کرنا:-	721
تمہید:-	723
مجلس نمبر 85	726
حکایت درویش بنی اسرائیل:-	727
تمہید:-	728
امامؑ کا سر زیر نقارر کھنا:-	728
مجلس نمبر 86	732
حکایت ایک درویش و طفل تونگری:-	732
تمہید:-	734
جناب سکینہ کو راہ شام میں پانی نہ دینا:-	735
مجلس نمبر 87	738
روایت عبداللہ بن مبارک:-	739
تمہید:-	742
روایت اُن بی بی کی جو حاملہ تھیں:-	743
مجلس نمبر88	746
منافق قیافہ سے پہچانا جاتا ہے:-	746
ناصبی مستقلی کی حکایت:-	747
تمہید:-	750
سہل بن سعد سہروردی کی روایت:-	750
مجلس نمبر 89	755
عبداللہ کی حکایت:-	755
حکایت ضعیفہ:-	756
آیت جہنم کے سات دروازے ہیں:-	756
تمہید:-	757
بیماروں کا برکت غرائے امامؑ سے شفا پانا:-	757

یک عورت کا مجلس عزا میں ہنسنا:- 758
تمہید:- 760
روایت شیریں:- 760
مجلس نمبر 90 764
روایت اصحاب اخدود:- 764
تمہید:- 768
عبداللہ بن قیس انصاری کی روایت:- 769
مجلس نمبر 91 773
ایک عابد کی حکایت:- 773
جو شخص تین کام کرے بہشت میں داخل ہوگا:- 773
خلیفہ بغداد اور بہلول کی حکایت:- 774
جناب امام رضاؑ کا ایک زائر کی مدد کرنا:- 774
تمہید:- 777
جناب زینبؑ کا شمر سے حاجت طلب کرنا:- 778
مجلس نمبر 92 782
ثواب بعد پانی پینے کے صلوات بھیجنے کا:- 782
اُس شخص کی نجات جو حق تعالیٰ سے حسن ظن رکھتا ہے:- 782
ایک شخص کی شہادت عزا گان سے مغفرت:- 783
اشعار مصائب:- 784
زریر خزاعی کی روایت:- 786
مجلس نمبر 93 790
شاہ عباس ثانی کی حکایت:- 790
تمہید:- 792
دربار یزید کی طرف اہل بیتؑ کا لے جانا:- 792
داخلہ اہل بیتؑ دربار یزید میں:- 793
مجلس نمبر 94 797
فضائل جناب امیرؑ نظم میں:- 797
فضائل جناب امیرؑ:- 799
جناب امیرؑ کا خواجہ محمد رجا کشمیری کی مدد کرنا:- 800

تمہید:- 801
جنابِ سکینہؑ کا دربار یزید میں اضطراب کرنا:- 802

مجلس نمبر 95 805
جنابِ رسولِ خدا ﷺ کا پانچ سجدے کرنا:- 805
خواب مردِ صالح:- 807
عبداللہ خان اوزبک کی حکایت:- 807
تمہید:- 809
دربار یزید میں اہلِ بیتؑ کا داخلہ:- 810
شمر کا دو مقام پر رحم آنا:- 810

مجلس نمبر 96 813
حدیث اس بیان میں کہ پیغمبر کے اہلِ قرابت کون لوگ ہیں:- 813
حدیث فضائل اہلِ بیتؑ میں:- 814
حدیث کساء:- 814
تمہید:- 818
اہلِ بیتؑ کا خم ہو کر چلنا:- 818
اہلِ بیتؑ کا حال خراب سے دربار یزید میں جانا:- 819
روایت جاثلیق:- 820

مجلس نمبر 97 823
فقرہ فضیل بن عیاض:- 824
اُس جوان کی نجات کی حکایت جس کی عیادت کو کوئی نہ آیا تھا:- 824
تمہید:- 825
وکیل روم کی روایت:- 826

مجلس نمبر 98 830
فضائل جنابِ امیرؑ:- 830
تمہید:- 832
جنابِ سکینہؑ کا زندانِ شام میں رونا:- 833

مجلس نمبر 99 836
مذمتِ دنیا:- 836
لذتِ دنیا چھ چیزیں ہیں:- 836

ابوالبقا کی حکایت:- 838
تمہید:- 839
داخلہ اہل بیتؑ دربار یزید میں:- 840
زندان میں زوجہ عبداللہ حلبی کا آنا:- 841
مجلس نمبر 100 846
اُس جوان کی حکایت جس کے سینہ پر سانپ بیٹھا تھا:- 846
تمہید:- 848
ایک مومنہ کا زندان شام میں کھانا لانا:- 850
مجلس نمبر 101 854
فضائل جناب امیرؑ:- 854
نجب اشرف میں پے درپے چار معجزوں کا ہونا:- 856
معجزہ اول نجف اشرف کا اول دفعہ دروازہ کھلنا:- 857
معجزہ دوم طفل کا شفا پانا:- 859
معجزہ تیسرا نجف اشرف کا دوسری بار دروازہ کھلنا:- 860
تمہید:- 861
روایت منہال:- 862
مجلس نمبر 102 865
فضائل شیعہ:- 866
معجزہ جناب امیرؑ شہر بریر میں:- 867
تمہید:- 870
مجلس ماروکثر دم میں اہل بیتؑ کا اسیر ہونا:- 871
مجلس نمبر 103 874
اُس مومن کی حکایت جو کسی سید کے ساتھ سلوک کرتا تھا خرچ میں جناب امیرؑ کے نام لکھتا تھا:- 874
تمہید:- 876
ہند کا خواب دیکھنا:- 876
مجلس عزا میں سرہائے شہدا کا آنا:- 878
مجلس نمبر 104 881
صدقہ دینے کا ثواب:- 881

بیان سخاوت جناب امام حسینؑ:-	881
تمہید مصائب:-	883
وفات جناب سکینہؑ:-	884
مجلس نمبر 105	887
اُس جوان کی حکایت جسے حیدر کاشغری نے قتل کیا تھا:-	887
تمہید:-	889
امامؑ کے سر کا امام زین العابدینؑ سے کلام کرنا:-	890
مجلس نمبر 106	893
حکایت اُس جان صالح کی حکایت جس نے خوف خدا سے جان	893
تمہید:-	897
دفن شہداء کی روایت:-	897
مجلس نمبر 107	901
اُس جوان کی حکایت جس نے ایک میت کو دفن کیا اور غنی ہو گیا:-	901
دفن امام حسین علیہ السلام:-	905
مجلس نمبر 108	909
تمہید:-	909
فضیلت درود سفیان ثوری سے:-	910
ہارون کے سیاہ رو ہونے کی روایت:-	913
شقاوت متوکل:-	914
روایت ابراہیم دیزج:-	915
مجلس نمبر 109	919
تمہید:-	919
حکایت منور عمار:-	920
تمہید:-	922
رہائی اہل بیتؑ:-	922
مجلس نمبر 110	927
روایت عبداللہ بن مبارک:-	929
تمہید:-	930
گریہ بیمار کربلاؑ:-	930

نعمان بن منذر کی روایت:-	931
مجلس نمبر 111	935
سگ یہودی کی روایت:-	936
حکایت جوان بلخی کی جس نے قید سے رہائی پائی:-	937
جناب زینبؑ کی عبداللہ کے ساتھ ملاقات ہوئی:-	940
مجلس نمبر 112	944
حدیث اس بیان میں کہ حق تعالیٰ روز قیامت اتنے گنہگاروں کو بخشے گا کہ جناب رسالت مآبؐ راضی ہو جائیں گے:-	944
حال مومن بعد دفن:-	946
کیفیت مومن در قبر:-	948
نوازش حق تعالیٰ ہر مومن بروز قیامت:-	949
تمہید:-	949
مجلس نمبر 113	953
جناب فضہ کا آیات قرآنی میں کلام کرنا:-	953
تمہید:-	957
وفات جناب زینبؑ:-	957
مجلس نمبر 114	962
ثواب ادخال سرور دل مومن ہیں:-	963
رہائی اہل بیتؑ:-	964
محمد حنفیہ کی بیمار کربلاؑ سے ملاقات کا ہونا:-	965
جناب زینبؑ کے ہاتھوں پر نشان رسی کا پانا:-	966
مجلس نمبر 115	969
ایک جوان یہودی کا ایمان لانا:-	969
احمد آباد گجرات کا معجزہ:-	970
آسمان و زمین وغیرہ کا غم امام میں رونا:-	974
قبر رسول ﷺ پر امام حسینؑ کا سر رکھنا:-	975

"انتساب"

اپنے والدین کے نام

جن کا سایہ رب العزت محمدؐ و آلِ محمدؐ

کے صدقے میں

ہم پر قائم رکھے۔

دعا گو:

حسنین اقبال

علی بوتراب

حرفِ ناشر

قارئین کرام! بعد از تسلیم و دُعا گذارش ہے کہ فضائل و مصائب' آل محمدؐ پر مشتمل اُردو زبان میں سب سے بڑی اور مستند کتاب ''بحور الغمہ'' جلد دوم پیش خدمت ہے۔ بحور الغمہ یعنی ''غموں کا سمندر'' کتاب چھ جلدوں پر مشتمل ہے پہلی جلد قبل ازیں منظر عام پر آ کر اپنی مقبولیت کی سند حاصل کر چکی ہے اور دوسری جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے اور آپ اس کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ انتہائی معتبر حوالے' مستند باتیں اور مقبول ترین مذہبی و دینی سلسلے جو کہ اپنے قاری کو محو مطالعہ رکھتے ہیں۔ مصنف کتاب علامہ محمد علی لکھنوی'' کا انداز تحریر اور اسلوب بیان دوسرے علماء سے ہٹ کر ہے۔ اگرچہ اس نوع کا اسلوب بعد میں آنے والے علماء نے اپنایا تاہم بحور الغمہ جیسی علمی و تحقیقی کاوش آج تک منظر عام پر نہیں آ سکی۔ نہ جانے مصنف علامہ نے کس خلوص نیت سے اس کتاب کو تحریر فرمایا ہے کہ اس کتاب کو بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ کس قدر اعجاز آمیز اور ایمان افروز انداز تحریر ہے کہ آپ جب بھی اس کا مطالعہ کریں آپ کو اسی طرح محسوس ہوگا جیسا کہ از سر نو مطالعہ کر رہے ہیں۔ ہر مرتبہ جدت و ندرت کا انوکھا شاہکار نظر آئے گی۔ اس کے مدون و مرتب علامہ عابد عسکری فاضل قم ہیں۔ آپ اعلیٰ پایہ کے محقق اور صاحب طرز ادیب ہیں۔ قبل ازیں ماشاء اللہ آپ کی تحریر کردہ کتب سند قبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے زور بیان کے ساتھ ساتھ زور قلم کو اور بھی زیادہ فرمائے۔ آمین۔

قارئین کرام! یہ کتاب ایک سو پندرہ مجالس پر مشتمل ہے۔ ہر مجلس کی ابتداء ایک آیہ مجیدہ سے ہوتی ہے اس کی مختصر سی تشریح و تفسیر بیان کی جاتی ہے اس کے بعد مختلف سبق آموز حکایات و واقعات درج کیے جاتے ہیں پھر ان کو مصائب کے ساتھ منطبق کیا جاتا ہے اور اس کے بعد واقعات' کربلا و شام بیان کیے جاتے ہیں۔ گویا یہ کتاب علوم و معارف کا ایک انمول خزینہ ہے اس میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اہل بیتؑ کی فضیلت کو نمایاں کر کے بیان کیا جاتا ہے خاص طور پر ابوالائمہ حضرت علی علیہ السلام کے فضائل و مناقب کو انتہائی احترام و عقیدت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ ہر دور میں مخالفین ولایت نے مولائے کائنات کے فضائل کو چھپانے کی بھرپور کوشش کی ہے اس لیے مقدس ترین عالم دین نے اپنے پاکیزہ ترین قلم کو

فضائل علیؑ پر وقف کر دیا ہے۔ مستند حوالوں سے مزین کر کے اس قدر مدلل و موثر بات تحریر کی ہے کہ ہر شخص متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ واقعتاً یزیدی و شیطانی قوتوں نے ہر دور اور ہر عہد میں ائمہ معصومین علیہم السلام اور اُن کے ماننے والوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی کوشش کی ہیں لیکن وہ شمع کیوں بجھے جسے روشن خدا کرے۔ علامہ محمد علی صاحب قبلہ ؒ نے مختلف ادوار میں مومنین کے ساتھ پیش آنے والے حالات و واقعات کو انتہائی ذمہ داری کے ساتھ پیش کیا ہے اور یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اہل بیت اطہارؑ اپنے ماننے والوں کی مختلف وقتوں میں کس طرح مدد فرماتے ہیں۔ زائرین کربلا و نجف و کاظمین و سامرہ جا رہے ہیں زیارتوں سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ کسی کو شفا مل رہی ہے، کسی کو غربت امارت میں بدل رہی ہے، کسی کو جنت کی بشارت دی جا رہی ہے اور کسی کو پنجۂ ظلم سے چھڑایا جائے گا اور کسی کا کٹا ہوا ہاتھ باعجازِ امامت دوبارہ جسم سے منسلک کیا جا رہا ہے۔

سبحان اللہ کیا طاقتور نظام امامت ہے دنیا جس طرح چاہے سمجھے اور جس طرح چاہے کرے مگر یہ پاک و پاکیزہ نظام کبھی تبدیل نہیں ہو سکتا ہے اور نہ ہی کسی کی سمجھ میں آ سکتا ہے خدا ہی جانے خدا کی باتیں۔

میں ایک عرصہ سے مختلف دینی و علمی کتب کا مطالعہ کر رہا ہوں اور بڑے بڑے جید علماء کی محفل نصیب ہوئی ہے۔ خداہ گواہ ہے جو مزہ اور لطف اس کتاب کو پڑھنے کا آیا ہے اتنا لطف اور کسی کتاب کو پڑھنے میں نہیں آیا محسوس یوں ہوتا ہے کہ جس خلوص و عقیدت کے ساتھ انہوں نے یہ کتاب تحریر کی ہے شاید کسی اور نے نہ لکھی ہو یا آئمہ طاہرینؑ نے اس کو شرف قبولیت عطا کر دی ہے۔ میں اس مقام پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتا ہوں کہ اس بابرکت ذات نے مجھ ایسے بے بضاعت شخص کو عزاداری اہل بیتؑ کی بابت ایک مستند علمی کتاب کو شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے ہر صاحب ایمان شخص کی طرح میرا بھی ایمان ہے کہ روز قیامت حضرات محمدؐ و آل محمد علیہم السلام میری شفاعت فرمائیں گے۔ دُعا ہے خداوند کریم میری اس کوشش کو قبول فرمائے اور حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ کا جلد ظہور ہو اور پوری دنیا پر عدل و انصاف کی حکمرانی ہو۔ اسی اُمید کے ساتھ...... میں ہوں آل محمدؐ کا ادنیٰ سا غلام۔

علی بوتراب

مصائبِ کربلا

نواسۂ رسولؐ جگر گوشۂ علیؑ و بتولؑ اپنے اہل بیتؑ کو لے کر ۲۸ رجب کو اس وقت مدینہ سے نکل پڑے جب مسافر وطن پلٹتے ہیں۔ اس لئے کہ ولید بن عتبہ کے سامنے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا تھا۔ حاکم شام کی وفات کے بعد یزید نے ولید کو خط لکھا تھا کہ عبداللہ ابن عمرؓ اور عبداللہ ابن زبیرؓ کے ساتھ ساتھ حسینؑ بن علیؑ سے بیعت لے اور اگر حسینؑ بیعت سے انکار کریں تو اس خط کے جواب میں حسینؑ کا سر بھیج۔ مروان نے ولید کو دربار میں امام حسینؑ کو قتل کرنے کا مشورہ دیا۔ جس کو ولید نے ماننے سے انکار کر دیا۔ حسینؑ نے رخت سفر باندھا۔ زوجہ رسولؐ مقبول اُمّ سلمہؓ نے کہا بیٹا حسینؑ تمہارے نانا فرماتے تھے جب میرا بیٹا سفر عراق کرے گا زندہ واپس نہیں آئے گا۔ کیا ممکن نہیں اس سفر کو ملتوی کر دیں۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا نانی اماں حکم الٰہی اور مشیت قدرت یہی ہے۔ امام حسینؑ نے نانا سے وداع کیا، ماں کی قبر اور بھائی کی قبر سے خدا حافظ کی اور اپنے بھائیوں، بہنوں، بیٹوں، بیٹیوں، بھتیجوں، بھتیجیوں سمیت مختصر قافلہ لے کر عازم کوفہ ہوئے۔

مجھے اہل مدینہ سے حیرت ہے کہ سوائے چند افراد کے کسی کو احساس نہ ہوا کہ صرف ۵۰ سال پہلے اسی مدینہ میں رسولؐ اسی شہزادے کو اپنے کندھے پر اُٹھا کر ناز برداری کرتے تھے۔ اسی مدینہ میں اس شہزادے کے لئے رضوان جنت کپڑے اور کھانے لایا کرتے تھے۔ اسی مدینہ کی مسجد میں یہی شہزادہ رسول اکرمؐ کی پشتِ اطہر پر سوار ہو گیا تھا تو نبی نے ۷۰ مرتبہ تسبیح بڑھا دی تھی۔ کوفے کے بے وفاؤں کا کیا رونا جب

نبیؐ کے دور کے دارالحکومت کا یہ حال ہو تو علیؑ کے دور کے دارالحکومت کے لوگوں کی بے حسی کا کیا شکوہ۔ اہل یثرب کو چاہئے تھا وہ ٹکرا جاتے اور اولاد نبی کو وطن نہ چھوڑنے دیتے۔ کاروان حسینی ۳ شعبان کو مکہ پہنچا جہاں سے حج کے بندھے احرام کے باوجود لوگوں نے امام حسینؑ کو حج نہ کرنے دیا۔ جس پر ذبح عظیم کے مصداق نے کوفہ کا رُخ کیا اور نظرِ امامت سے کوفہ کی بجائے کربلا کو ترجیح دی۔ اس دوران آپؑ کے سفیر حضرت مسلمؑ ابن عقیل کوفہ میں شہید کر دیئے گئے تھے۔ ۸ ذی الحجہ یوم ترویہ آپؑ نے مکہ کو ترک کیا۔ منزل حاجر سے خط لکھ کر امامؑ نے مکہ والوں کو ان کا وعدہ یاد کرایا۔ یہیں پر عبداللہ بن مطیع سے ملاقات ہوئی جب کہ قصری بنی مقاتل پر عبد ابن جعفی سے ملاقات ہوئی۔ ۲ محرم بروز جمعرات آپؑ وارد کربلا ہوئے۔ آپؑ کے گھوڑے نے چلنے سے انکار کر دیا آپؑ نے چھ سواریاں بدلیں جب کوئی سواری نہ چلی تو آپؑ نے یہ کہہ کر پڑاؤ کیا کہ ہمارے وعدہ وفا کرنے کی جگہ آ گئی۔ ہم یہاں اُتریں گے یہیں ہمارے بچے ذبح ہونگے یہیں ہمارے مرد مارے جائیں گے۔ یہیں ہمارا خون بہے گا۔ اپنے فرزند علی اکبرؑ اور بھتیجے قاسمؑ سے خلیل کربلا بن کر رائے پوچھی۔ فرزند نے قربان گاہ میں اسماعیلؑ بننے کی تمنا کی اور بھتیجے نے راہِ خدا میں موت کو شہد سے زیادہ میٹھا کہا۔ اپنے بھائی عباسؑ سے کہا اس بستی والوں میں سے کچھ لوگوں کو بُلا کر لاؤ۔ جب بنی اسد آئے تو ان سے ۱۶ مربع میل اراضی ۶۰ ہزار درہم میں خرید کر کے چند ایکڑ کے علاوہ ساری زمین انہیں واپس کر دی اور کہا اس زمین کے بدلے جب ہمارا کوئی زائر ہماری قبروں کے نشان پوچھتا ہوا آئے تو تم اُسے انگلی پکڑ کر ہماری قبروں پر پہنچا دینا۔ ہمارے زائر کو تین دن مہمان رکھنا اور جب ہماری لاشیں بے گور و کفن پڑی ہوں تو اُن پر خاک ڈال دینا۔ بنی اسد کی اولاد میں آج تک یہی رسم مہمان نوازی چلی آ رہی ہے۔ جب پہلی مرتبہ زیارت پر گیا تو مجھے ایک بنی اسد نے یہی کہہ کر مہمان رکھا کہ ہم حسینؑ کی زمین کے خادم ہیں۔ زمین کی خریداری کے بعد سادات کرام نے خیمے نصب کئے۔ ۷ محرم کو فوج یزید

نے سادات کا پانی بند کر دیا۔ ۹ محرم یوم جنگ قرار پایا مگر امام حسینؑ نے فوج اعداء کو ایک رات کی مزید مہلت دی تا کہ وہ فرزند رسولؐ کے قتل میں ہاتھ نہ ڈالیں۔ صبح عاشورا حرؓ آ کر تائب ہوا۔ شب عاشور سے ہی وہ بوکھلا گیا تھا اور اپنے کیے پر ندامت ہوئی تھی۔ اس نے راستے میں ایک سفید ریش کو عالم خواب میں یہ کہتے دیکھا تھا کہ اس رسولؐ زادے کے قتل میں ہاتھ نہ ڈال۔ مؤرخین لکھتے ہیں یہ حضرت خضرؑ تھے اور اس کے کانوں میں کسی بی بی کے رونے کی آواز بھی آتی تھی۔ شب عاشورا اس کا بیٹا بکیر ابن حر خیام حسینی کے قریب سے گزرا اور آ کر اپنے بابا سے کہا بابا میں تجھے نہ کہتا تھا اس غریب کو گھیر کر بلا نہ لے آؤ۔ میں ابھی ابھی خیام حسینی کے قریب سے گزر رہا تھا تو مجھے آوازیں سنائی دیں' بابا پانی' چچا پانی' ماموں پانی' اماں پانی۔ بس یہ سُن کر حُر نے یہ کہا اس نے اپنے بھائی کو بلایا بیٹے کو ہمراہ لیا آنکھوں پر پٹی باندھی اور ہاتھوں کو قیدی کی طرح باندھ لیا اس نے کہا فرزند رسولؐ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ امامؑ نے فرمایا تو دنیا و آخرت میں حُر ہے۔ البتہ نئے آنے والے مہمان سے کہا بھائی ہم شرمندہ ہیں تو اُس وقت آیا ہے جب ہم تیری خدمت نہیں کر سکتے جب تو دشمن بن کر آیا تھا تو ہم نے تیرے لشکر والوں اور ان کی سواریوں کو بھی پانی پلایا تھا اور جب تو دوست بن کر آیا تو ہمارے پاس ایک جام آب نہیں ہے اس سے ان احمق مؤرخین کو سبق سیکھنا چاہیئے جو کہتے ہیں نعوذ باللہ کہ خیام حسینؑ میں عاشور کے روز پانی تھا۔ اگر پانی ہوتا تو حسینؑ جیسا کریمؑ ابن کریمؑ امامؑ اپنے مہمان کو کیوں نہ پانی پلاتا اور خیموں سے العطش یعنی پیاس کی آوازیں کیوں بلند ہوتیں اور امام مظلومؑ اپنے چھ ماہ کے بچے کو میدان میں کیوں لے جاتے۔

حرؓ اگرچہ سب سے آخر میں آیا تھا مگر سب سے پہلے طالب اذن جہاد ہوا۔ بکیرؓ بن حرؓ اور خود حرؓ کے برادر حرؓ سے پہلے شہید ہوئے۔ اس کے بعد حرؓ نے گرز کھایا اور لمحوں میں جنت میں پہنچ گیا۔ حرؓ کی قسمت پر دنیا رشک کرے گی۔ شہدائے کربلا میں حرؓ کو یہ اعزاز ملا کہ امام حسینؑ نے اپنی ماں کے ہاتھ کے بنے ہوئے

رومال سے فرق مبارک حر ؑ کو باندھا۔ شاہ اسماعیل صفوی حاکم اصفہان نے حکومت عراق سے اجازت لے کر حر ؑ کی قبر کھودی تھی جب کہ حر ؑ کو تازہ میت کی صورت میں دیکھا اور اس رومال سے ایک تار نکلوا کر اپنے کفن میں رکھنے کی وصیت کی۔ شاہ اسماعیل کا کہنا تھا کہ ایسے لگتا تھا جیسے شاہ اسماعیل صفوی سے خطوی بن گئے ہوں کہ حر ؑ کی قبر کھود کر خطا کی مگر حر ؑ کی تازہ میت دیکھ کر اعجاز خاندان رسول ؐ پر ایمان پختہ ہوا۔ کربلا میں جہاں اہل بیت ؑ کی عظیم قربانیاں ہیں ۹۰' ۹۰ سال کے بوڑھے صحابی بھی شامل ایثار تھے۔

جب عاشور کی شب ایک بوڑھے صحابی نے مذاق کیا تو اس کے دوست نے کہا تو سردار قبیلہ ہو کر اور صحابی رسول ؐ ہو کر آج کی شب میں مذاق کر رہا ہے تو اس نے کہا مجھے خوشی ہے کہ جنت میں اور ہم میں چند گھنٹوں کا فاصلہ رہ گیا ہے۔ امام حسین ؑ نے لوگوں کے اذہان میں انقلاب برپا کر دیا۔ یہی وجہ ہے ہر ایک روز عاشورا قربان ہونے میں سبقت لینا چاہتا تھا۔ اصحاب نے تو جوہر دکھائے ہی مگر اٹھارہ بنی ہاشم نے بدر و حنین' خندق و خیبر کی یادیں تازہ کر دیں۔ اولاد عقیل ؑ، اولاد جعفر ؑ، اولاد علی ؑ نے جی بھر کر امام حسین ؑ کی نصرت کی۔ حضرت زینب ؑ کے فرزندان عون و محمد نے کم سنی کے باوجود ایسی جنگ لڑی کہ فرات پر قبضہ کر لیا مگر ماں کا حکم تھا خیمے کا رُخ کر کے کہنے لگے اماں ہم نے پانی نہیں پیا۔ حضرت علی ؑ کے فرزندان عون' عبداللہ، عثمان اور عباس ؑ علمدار نے دُور دُور تک فوج کو بھگا دیا۔ حضرت عون کی قبر تو کربلا سے کافی دُور ہے کہتے ہیں وہ فوج کو بھگاتے وہاں تک پہنچ گئے تھے۔ حضرت عباس ؑ دلاور نے فرات پر قبضہ کر لیا تھا۔ حضرت قاسم ؑ ابن حسن ؑ نے ارزق شامی کے بیٹوں کو قتل کیا اور ارزق بڑا جنگجو تھا مگر ۱۴ سال کے بچے سے شکست کھا گیا فوجوں کی بھگدڑ میں حضرت قاسم ؑ شہید ہوئے۔ اُمّ فروہ قاسم ؑ نے اپنے یتیم بیٹے کو تعویذ پہنایا کہ بچہ شہید ہو جائے حالانکہ مائیں تعویذ پہناتی ہیں کہ بچے بچ جائیں۔ حضرت عباس ؑ کے دونوں بازو قلم ہو گئے

تھے۔امامؑ نے انہیں جنگ کی اجازت نہ دی تھی ورنہ کربلا کا نقشہ اور ہوتا اس لئے کہ ان میں حیدریؑ شجاعت تھی۔

امام حسینؑ کے درمیانی صاحبزادے حضرت علی اکبرؑ کی شکل رسولِ پاکؑ سے مشابہ تھی۔اس شہزادے کی زیارت کے لئے دُور دُور سے دنیا آتی تھی صبح عاشور میں جب اس صاحبزادے نے اذان کہی تھی تو بیبیوں میں کہرام مچ گیا تھا۔حضرت عباسؑ کی شہادت کے بعد اس شہزادے نے بڑے جوہر دکھلائے اور سینے میں نیزہ پیوست ہوا جسے حصین بن نمیر نے مارا تھا۔زین اسپ سے زمین پر آنے تک فوج اعداء نے تلواروں کی بوچھاڑ کر دی۔امام حسینؑ اپنے اٹھارہ سالہ کڑیل جوان بیٹے کی لاش پر چل کر نہ جاسکے۔عباسؑ کی شہادت پر کمر تھامی تھی مگر علی اکبرؑ کی شہادت پر گر گر جاتے تھے۔ بڑی مشکل سے فرزند زہراؑ اپنے جوان بیٹے کی لاش کو خیموں تک لا پائے۔اس فرزندِ حسینؑ کو یوسف آل محمدؑ کہا جاتا تھا۔ان کی والدہ جناب لیلیٰؑ شاہ حلب کی صاحبزادہ تھیں۔یہیں منزل ورد پر نوک نیزہ پر سر دیکھ کر کسی عورت نے کہا تھا اے چاند! اللہ کرے تیری موت سے پہلے تیری ماں مرگئی ہو۔پشت ناقہ سے لیلیٰؑ نے آواز دی تھی میں تو کربلا سے بیٹے کے قاتل کو دیکھتی آرہی ہوں۔امام حسینؑ نے سن میں سب سے چھوٹے علی اصغرؑ کی قربانی اس وقت دی جب آپ نے فوج اشقیاء سے کہا تھا میں اس بچے کے لئے تم سے پانی نہ مانگتا مگر اس کی ماں کا دودھ خشک ہوگیا ہے۔کسی کلمہ گو کو احساس نہ ہوا کہ فرات کے کنارے پر جانور تک پانی پی رہے ہیں اور ذریت رسولؑ بھوکی و پیاسی ہے۔حرملہ نے وہ تیر سہ شعبہ چھ ماہ کے بچے کو مارا جو جنگ میں گھوڑوں کو مارا جاتا ہے۔ تیر علی اصغرؑ کے گلے سے اُتر کر امام حسینؑ کے ہاتھ میں جا لگا۔جس سے امام حسینؑ کا ہاتھ شدید زخمی ہوگیا۔عاشوراء کے روز اہل ایمان امام حسینؑ کی تقلید میں سات قدم آگے جاتے ہیں اور سات قدم پیچھے ہٹتے ہیں۔یہ حجِ کربلا کی سعی تھی جب علی اصغرؑ شہید ہوگئے تو امام حسینؑ خیموں میں لاش کو لے جانے میں ہچکچا رہے تھے۔سات مرتبہ

آگے بڑھے پھر پیچھے ہٹے بالآخر امامؑ خیمہ میں داخل ہوئے۔علی اصغرؑ کی والدہ شاہ عرب کی صاحبزادہ تھیں۔جنہوں نے ایک بَین کیا جس سے اُن کے سر کے بال سفید ہو گئے بیٹا تیرا قاتل کیا صاحب اولاد نہ تھا؟ مجھے نہیں معلوم تھا اصغر چھ ماہ کے بچے بھی قربان ہو جاتے ہیں۔

امام حسینؑ اور اُمّ رباب ؑ نے مل کر اس بچے کی لاش کو دفن کیا مگر اعداء نے سروں کی گنتی کے وقت اس معصوم کی لاش کو نہ پا کر نعل بندی کی اور نوک نیزہ پر لاش کو بلند کیا اور چھوٹا سا سر کاٹ کر نوک نیزہ پر لٹکا دیا۔

امام حسینؑ نے کہا تھا اے پہلی کے چاند! تو افق پر نمودار ہوا ہی تھا کہ غروب ہو گیا۔ موچی دروازہ لاہور میں ۱۹۵۰ء میں ایک حسینؑ کانفرنس ہوئی تھی جس میں ہندوستان کے وزیر تجارت نے ایک ایسا جملہ کہہ دیا تھا کہ کانفرنس ختم ہو گئی اور لوگ رُو رُو کر نڈھال ہو گئے۔ انہوں نے کہا تھا ”مجھے کربلا کا مسلمان سمجھ میں نہیں آیا ایک ایسے بچے کو تیر مارا جسے یہ شعور نہ تھا کہ تیر کھا کر ہنستے ہیں یا روتے ہیں۔ بچہ تیر کھا کر مسکرانے لگے۔“ امام حسنؑ کے فرزند عبداللہ دس سال کے تھے وقت آخر امام کے استغاثے پر لبیک کہتے ہوئے قریب پہنچے ظالم نے تیر مارا اور بچہ وہیں شہید ہو گیا۔

آخری قربانی فرزند فاطمہؑ نے دی جس پر ارواح انبیاء نے شکریہ ادا کیا اور ظالموں کا ظلم دیکھ کر انبیاء کی ارواح لرز گئیں۔ امام حسینؑ کو شہید کرنے کے میں ایک نے ہر حربہ استعمال کیا۔ امام حسینؑ زخموں سے چور تھے مگر ایسی جوان مردی سے لڑے کہ لوگوں کو اوائل اسلام کی جنگوں میں حیدر کرارؑ کا لڑنا یاد آ گیا۔ کربلا کے رن میں جب یہ آواز بلند ہوئی اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف پلٹ آ۔ تو امام نے تلوار نیام میں رکھی سر سجدے میں رکھا۔ شمر ذی الجوشن نے ۱۳ ضربوں کے ساتھ امامؑ کو شہید کیا۔ سر نوک نیزہ پر سوار کیا گیا جو کوفہ وشام کے بازاروں میں قرآن پڑھتا رہا۔ شہادت کے بعد سرخ آندھی چلی جو پتھر اُٹھایا جاتا اس کے نیچے سے خون نکلتا۔ زمین کربلا کو زلزلہ آیا

آفاق پر سرخی چھائی۔ اسی اثناء میں ان قاتلان حسینؑ نے خیام حسینی کو لوٹنا شروع کیا۔ شمر نے بیمار امام زین العابدینؑ کے نیچے سے بستر کھینچا امامؑ زمین پر گر پڑے۔ ظالموں نے خیام حسینیؑ کو آگ لگا دی، تبرکات لوٹے، چادریں چھین لیں۔ بچوں کو طمانچے مارے، گوشوارے چھینے۔ کربلا کے رن میں رات ہوئی سیدانیوں نے بڑی مشکل سے بچوں کو سنبھالا۔ زینبؑ عالیہ نے عباسؑ بن کر پہرہ دیا۔ رات کو نجف کا والی ملنے آیا۔ بی بی نے مظلومیت کی شکایت کی۔ گیارہ محرم کو اہل بیتؑ و اصحابؓ و انصارؓ کی ازواج اور اطفال کو قیدی بنا کر عبداللہ ابن زیاد کے دربار میں لے جایا گیا جہاں مختار ثقفیؓ قید تھے۔ انہیں قید سے بلا کر ابن زیاد نے کہا تمہیں کون چھڑائے گا۔ کہا میرا مولا حسینؑ مکہ سے آتا ہوگا۔ کہا یہ طشت میں دیکھ تیرا مولا ہے۔ یہ دیکھ کر مختارؓ نے زنجیروں کو منہ مارا، زنجیریں ٹوٹ گئیں اور فوارۂ خون جاری ہوا اور زخمی مختارؓ نے کہا مولا! مجھے موت نہ آئے جب تک آپ کا بدلہ نہ لے لوں۔ بالآخر یہ دُعا قبول ہوئی اور مختارؓ نے چن چن کر قاتلانِ حسینؑ کو سزا دی اور آل محمدؐ کا لقب پایا۔

ماہ صفر میں ۳۶ شہروں سے گزرتا ہوا اسیروں کا قافلہ دَیرِ راہب سے ہوتا ہوا شام پہنچا جہاں تقریباً ایک سال صعوبت میں رکھا گیا۔ اسی زندان میں امام حسینؑ کی چھوٹی صاحبزادی رقیہؑ بنت الحسینؑ جسے پیار سے امام عالی مقام سکینہؑ پکارتے تھے وفات پا گئیں۔ قید سے رہا ہوئے تو امام زین العابدینؑ نے اپنی پھوپھی زینبؑ کے مشورے سے یزید سے ایک حجرہ خالی کرانے کا مطالبہ کیا جہاں تین دن مجلس و ماتم ہوا۔ شام کے لوگ امام زین العابدینؑ کے خطبوں سے بہت متاثر تھے۔ سیدہ زینبؑ نے بھی اپنے خطبے سے دربار یزید کے لوگوں کے اذہان میں انقلاب بپا کیا تھا۔ عزاداری سے مظلوم کی حمایت اور ظالم سے نفرت کا برملا اظہار کیا۔ قبر سکینہؑ سے الوداع کر کے بہت مختصر سا قافلہ چلا اکثر بچے راہ کوفہ اور شام میں اونٹوں سے گر کر مر گئے تھے۔ سیدانیوں نے کربلا کا رُخ کیا یہاں بھی تین دن تک ماتم ہوا نوحہ خوانی اور سینہ زنی ہوئی۔ مجالس عزا منعقد

ہوئیں۔ بیبیاں غش کر جاتیں۔ جب ۲۳ صفر کو کارواں چلنے لگا تو اُمِ رباب ؑ نے حضرت زینب ؑ سے درخواست کی کہ انہیں مدینہ لے جایا جائے اس لئے کہ ان کا وارث اور بیٹا کربلا میں اور بیٹی شام میں رہ گئیں۔ باصرار اُمِ رباب ؑ چلیں مگر عاشور کے روز لاشِ حسین ؑ سے یہ کہہ کر چلی تھیں جب تک زندہ رہوں گی سایہ میں نہ بیٹھوں گی۔ مرتے دم تک بی بی دھوپ میں بیٹھی رہیں۔ جب کاروان مدینہ پہنچا تو بشیر ابن جزلم نے ندا دی اے یثرب والو! تم ابھی زندہ ہو تمہارا آقا تو کربلا میں شہید ہو گیا۔ اس کا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا اور سر نوک نیزہ پر قرآن پڑھ رہا تھا۔ بنی ہاشم کے محلے سے بچے بڑے مرد و عورتیں نکلے۔ مدینہ کے باہر سادات بنی ہاشم کا قیام تھا لوگ تعزیت دینے آئے۔ حضرت زینب ؑ کے بھائی جناب محمد حنفیہ ؑ جو امام کے حکم پر وطن رہ گئے تھے اور مکہ میں امام کے نمائندہ کے فرائض انجام دیتے رہے تھے۔ اپنی بہن زینب ؑ کو پہچان نہ سکے اس لئے کہ تمازت آفتاب اور مصائب دہر نے بیبیوں کو بہت کمزور کر دیا تھا۔ حضرت عباس ؑ کی والدہ بے تاب تھیں کہ امام حسین ؑ کی جنگ سنیں۔ امام زین العابدین ؑ نے تفصیلات بتلائے۔ جب تک اُم البنین ؑ مادر حضرت عباس زندہ رہیں یہ کہہ کر قبرِ فاطمہ ؑ پر روتی رہیں کہ بی بی جب تک میرا عباس رہا۔ تیرے حسین ؑ پر کسی نے ہاتھ نہ اُٹھایا۔ جب بیبیاں مدینہ میں داخل ہوئیں تو حضرت اُم کلثوم ؑ نے کہا "اے نانا کا مدینہ ہمیں قبول نہ کر ہم اُجڑ کر آئے ہیں جب گئے تھے سب ساتھ تھے جب آئے ہیں بچے بھی نہیں رہے۔ روضۂ رسول ؐ پر قیامت کا منظر تھا جب نواسیاں آئیں اور سیدہ زینب ؑ نے کہا "نانا! جب کوئی پردیس جاتا ہے تو اپنے رشتہ داروں کے لئے تحفے لاتا ہے نانا! یہ ہمارے بازوں پر رسیوں کے نشان شامیوں کا تحفہ ہیں۔" روضۂ رسول ؐ پر پہنچ کر ایک خون بھرا کرتا نکالا یہ یوسف کربلا کا کرتا ہے ماں کی قبر پڑ گئیں بھائی حسن ؑ کو پرسہ دیا۔ محلہ بنی ہاشم میں اوقات نماز و قرآن و عبادت کے علاوہ ہمیشہ نوحہ مجلس و ماتم کی صدا بلند رہتی۔ آفرین ہو تم پر اے بنی ہاشم تم نے مدینہ سے مدینہ تک سب کچھ قربان کر دیا مگر اسلام کو زندہ جاوید کر دیا۔

مجلس نمبر 1

- آیت خُلق جناب رسول خداؐ میں اور تاریخ ہائے ولادت وغیرہ
- تاریخ وفات اور آیت دیگر اس بیان میں کہ پیغمبر خداؐ کا امر و نہی عین خدا کا امر و نہی ہے
- حکایت اعرابی و سوسمار
- کیفیت وفات پیغمبر خداؐ اور روایت سوادہ اور کافورِ جنت کا آنا

نے کہا کہ یہ کپڑے اُتار ڈال کہ محرم کو اس کا پہننا حرام ہے اُس نے کہا کوئی آیت قرآن کی اس بارے میں مجھے دکھاؤ تو میں البتہ مانوں۔ ابن مسعود نے یہی آیت پڑھی اور کہا کہ پیغمبر ﷺ کا فرمانا عین ارشادِ خداوند ہے۔ مومنین خوشا حال اُس کا جو آپ ﷺ کی اطاعت و فرماں برداری میں رہے اور آپ ﷺ کے احکام پر بصدق دل عمل کرے انسان اگر بچشم بصیرت دیکھے تو بیشک نبی ﷺ برحق ہونا آپ کا معلوم ہو جائے اگر فقط اخلاق و عادات پر آپ کے خیال کرے جب بھی ایمان لانے کے واسطے کافی ہے۔

حکایت اعرابی وسوسمار:۔

صاحب منہج الصادقین ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا ﷺ خدا کا خلق اس درجہ تھا کہ ایک روز حضرت مع کچھ اصحاب کے مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک اعرابی ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں سوسمار لیے مسجد میں داخل ہوا اور بے ادبی سے بولا:

مُحَمَّدُ اِنَّکَ کَاذِبٌ

یعنی معاذ اللہ اے محمد (ﷺ) تم کاذب اور ساحر ہو

اصحاب نے چاہا اُس کو اس گستاخی کی سزا دیں۔ آپ ﷺ نے منع کیا اور اعرابی سے فرمایا:

یَا اَخَا الْعَرَبُ مَنْ تُرِیْدُ

''اے بھائی تو کس کے پاس آیا ہے؟'' بولا محمد ساحر و کذاب کے پاس آیا ہوں۔ ارشاد کیا میں کاذب و ساحر تو نہیں لیکن محمد ﷺ خدا کا پیغمبر ہوں اُس نے کہا:

وَاللَّاتِ لَوْ لَا جَمَالُ وَجْهِکَ اَ لَمَلَأْتُ سَیْفِیْ مِنْکَ
وَالْلَاتِ لَا اُوْمِنُ بِکَ حَتّٰی یُوْمِنَ بِکَ ھٰذَا الضَّبُّ

''اپنے خداوند لات کی قسم کھاتا ہوں اگر تم حسین و جمیل نہ ہوتے تو اپنی تلوار کو

تمہارے خون سے رنگین کرتا قسم ہے مجھ کو اپنے دین کی جب تک یہ جانور تمہاری رسالت کی گواہی نہ دے گا میں تم پر ہرگز ایمان نہ لاؤں گا یہ کہہ کر سوسمار کو زمین پر ڈال دیا۔" رسالت مآب ﷺ نے اُس کی طرف خطاب کر کے فرمایا:

اَیُّھَا الضَّبُّ مَنْ اَنَا

"اے سوسمار میں کون ہوں۔"

بحکم خدا اُس حیوان نے بفصاحت جواب دیا:

اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

"آپ ﷺ خدا کے رسول اور پیغمبر ہیں۔"

اُس بے زبان کے گویا ہوتے ہی نور معرفت اعرابی کے دل میں پیدا ہوا اور بصدق دل کلمہ طیب زبان پر جاری کیا۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ جس وقت میں مسجد میں داخل ہوا تھا تمام عالم میں آپ ﷺ سے زیادہ کسی کو دشمن نہ جانتا تھا اور اب کہ یہاں سے جاتا ہوں آپ ﷺ سے زیادہ کسی کو دوست نہیں رکھتا غرض آپ کے مکارم اخلاق ومحاسن اوصاف اگر لکھے جائیں تو اس کتاب میں کیا لاکھوں دفتر میں بھی گنجائش نہیں ہوسکتی ذاکر کو اس وقت کچھ تھوڑا سا احوال وفات اُس جناب کا بیان کرنا منظور ہے۔

احوال وفات جناب رسولِ خدا ﷺ:-

منقول ہے جب رسالت مآب ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر آخری حج فرمایا کچھ دنوں کے بعد آپ ﷺ علیل ومریض ہوئے اور حضرت کو معلوم ہوا کہ یہ مرض مرض موت ہے پس اپنی وفات سے چند روز قبل سب اصحاب رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور منبر پر تشریف لائے اور بعد حمد وثنائے خدائے عزوجل کے فرمایا:

يٰا مَعْشَرَ النَّاسِ اِنِّیْ مُخْلِفٌ فِيْكُمُ اللّٰهِ كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ

یاایھا الناس آگاہ ہو جاؤ کہ میرا زمانہ وفات کا قریب آپہنچا مگر تم لوگوں میں دو چیزیں بزرگ چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب خدا اور دوسرے میری عترت اور اولاد ہے۔

مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا بَعْدِیْ لَنْ تَضِلُّوْا فَاِنَّهُمَا لَنْ يَفْتَرِقَا حَتّٰى يَرِدَ عَلَیَّ الْحَوْضَ وَلَا تَقَدَّمُوْا فَتَهْلِكُوْا وَلَا تَأَخَّرُوْا فَتَحْرَقُوْا (حدیث ثقلین)

''اگر تم ان دونوں سے متمسک ہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اس لئے کہ یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے سے اس طرح ملے ہوئے ہیں کہ کبھی ان دونوں میں جدائی نہ ہو گی یہاں تک کہ یہ دونوں روز قیامت کو حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں گے کوئی امر ان دونوں کے خلاف نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو گئے۔'' اور میں خاتم الانبیا ہوں اب میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا اور کبھی کسی پر ظلم نہ کرنا کسی کا حق غصب نہ کرنا اور اگر کسی کا میرے ذمہ کوئی حق یا قصاص ہو تو وہ شخص مجھ سے اس وقت لے لے قیامت پر نہ رکھے۔

روایت سوادہ بن قیس:۔

یہ ارشاد سن کر سوادہ بن قیس اٹھ کھڑا ہوا اور عرض کی یا حضرت ایک دفعہ آپ ﷺ نے چاہا تھا کہ تازیانہ ناقہ عضبا پر لگائیں اتفاقاً وہ تازیانہ میرے شکم پر پڑا فوراً حضرت ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ میرا تازیانہ فاطمہ علیہا السلام سے مانگ لاؤ جب بلال رضی اللہ عنہ نے سیدہ علیہا السلام سے وہ تازیانہ طلب کیا آپ علیہا السلام نے فرمایا اے بلال آج حضرت ﷺ کی سواری کا دن نہیں تازیانہ کیوں طلب کیا ہے بلال رضی اللہ عنہ نے کیفیت عرض کی سنتے ہی آپ علیہا السلام نے ایسی آہ کی قریب تھا کہ روح اطہر تن مطہر سے مفارقت کر جائے غرض بلال رضی اللہ عنہ وہ تازیانہ لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اُدھر حسنین علیہما السلام بھی اپنی ماں

مجلس نمبر 1

- آیت خُلق جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اور تاریخ ہائے ولادت وغیرہ
- تاریخ وفات اور آیت دیگر اس بیان میں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امر و نہی عین خدا کا امر و نہی ہے
- حکایت اعرابی و سوسمار
- کیفیت وفات پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور روایت سوادہ اور کافورِ جنت کا آنا

مجلس نمبر 1

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۵

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ ن میں پروردگار عالم ارشاد فرماتا ہے۔ اے رسول ﷺ! خلق آپ کا تمام دنیا کے صاحبان اخلاق سے بڑھا ہوا ہے۔''

تاریخ ہائے ولادت وغیرہ جناب رسولِ خدا ﷺ:-

آگاہ ہوں مومنین کہ یہ اسم مبارک حضرت کا محمد ﷺ ہے اور کنیت ابوالقاسم اور لقب مصطفےٰ ہے اور حضرت کے والد ماجد کا اسم شریف عبداللہ ہے کہ وہ عبدالمطلب کے بیٹے اور یہ بیٹے ہاشم کے اور ہاشم بیٹے عبدمناف کے ہیں اور والدہ ماجدہ آپ کی حضرت آمنہ ہیں اور سات ہزار نوسو برس چار مہینہ سات روز اور بنا بر ایک روایت کے نو ہزار نو برس چار مہینے سات روز وفات حضرت آدم علیہ السلام کو گزرے تھے کہ جناب رسول خدا ﷺ ماہ ربیع الاوّل کی سترھویں بروایت بارھویں تاریخ جمعہ کے دن وقت زوال اور بروایت قریب طلوع فجر و چالیس برس قبل مبعوث ہونے کے مکہ معظمہ میں شعب حضرت ابی طالب میں پیدا ہوئے اور جس زمانہ میں اصحاب فیل خانہ کعبہ گرانے کے واسطے ہاتھی لائے تھے اُس کو پچپن دن گزرے تھے اور بعضوں نے پینتالیس دن اور بعضوں نے اُسی دن کہا ہے کہ حضرت پیدا ہوئے اور مشہور یہ ہے کہ حضرت اُسی سال متولد ہوئے جب سینتیس برس اور بنا بر مشہور چالیس برس کا سن مبارک ہوا تو بنا براجماع شیعہ کے ستائیسویں ماہ رجب کو وقت شب کہ نوروز کا دن تھا حضرت منجانب اللہ تمامی خلق پر مبعوث

ہوئے اور پچیس برس کی عمر میں جناب خدیجہ ؑ سے آپ ﷺ کا عقد ہوا اُس وقت حضرت خدیجہ ؑ کی عمر چالیس برس اور بروایت اٹھائیس برس کی تھی اور جناب خدیجہ ؑ نے پینسٹھ برس کی عمر میں رحلت کی اور چھ مہینے قبل از ہجرت بعضوں نے کہا ہے شب ہفتہ کو سترھویں یا اکیسویں ماہ رمضان میں آپ ﷺ کو معراج ہوئی اور بعضوں نے کہا ہے کہ ربیع الاول کے مہینہ میں سترہ روز بعد ہجرت اور دو سال بعثت کے بعد اور بروایت ماہ رجب کی ستائیسویں دو ہجری میں آپ ﷺ کو معراج ہوئی اور بنابر مشہور۔ اٹھائیسویں صفر روز پیر دس ہجری میں آپ ﷺ نے انتقال فرمایا اور روایت دوسری اور بارھویں ربیع الاول کی غیر مشہور ہے اور مدینہ منورہ میں اپنے حجرہ طیبہ میں حضرت ﷺ دفن ہوئے اور ایک روایت میں ہے کہ جو زہر ایک عورت یہودیہ عبید نامی نے بزغالہ کے گوشت میں آپ ﷺ کو کھلایا تھا اکثر اُسی گوشت کا زہر حضرت ﷺ کو ایذا دیتا تھا بلکہ چار برس کے بعد دنیا سے جو رحلت فرمائی تو وہی زہر باعث وفات ہوا۔

راوی کہتا ہے جب حضرت بہشت عنبر سرشت میں تشریف لے گئے اہل بیت کی نظروں میں عالم سیاہ ہوگیا بیت الشرف میں قیامت برپا ہوئی ہر طرف سے شور:

وَا مُحَمَّدَاہُ وَ ا نَبِیَّاہُ

کا بلند ہوا اور جناب امیر علیہ السلام نے حضرت کو غسل دیا اور کفن پہنایا۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا

''اور حق سبحانہ و تعالیٰ سورۂ حشر میں فرماتا ہے اے اہل اسلام میرا رسول ﷺ تمہیں جن اُمور کے بجا لانے کو حکم کرے اُسے عمل میں لاؤ اور جن امروں کو منع کرے اُس سے باز رہو۔'' اس لئے کہ آپ ﷺ کا امر و نہی عین خدا کا امر و نہی ہے۔ صاحب کشاف لکھتے ہیں ابن مسعود نے ایک محرم کو دیکھا کہ لباس غیر احرام پہنے تھا اُنہوں

نے کہا کہ یہ کپڑے اُتار ڈال کہ محرم کو اس کا پہننا حرام ہے اُس نے کہا کوئی آیت قرآن کی اس بارے میں مجھے دکھاؤ تو میں البتہ مانوں۔ ابن مسعود نے یہی آیت پڑھی اور کہا کہ پیغمبر ﷺ کا فرمانا عین ارشادِ خداوند ہے۔ مومنین خوشحال اُس کا جو آپ ﷺ کی اطاعت و فرماں برداری میں رہے اور آپ ﷺ کے احکام پر بصدق دل عمل کرے انسان اگر بچشم بصیرت دیکھے تو بیشک نبی ﷺ برحق ہونا آپ کا معلوم ہو جائے اگر فقط اخلاق و عادات پر آپ کے خیال کرے جب بھی ایمان لانے کے واسطے کافی ہے۔

حکایت اعرابی و سوسمار:-

صاحب منہج الصادقین ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا ﷺ خدا کا خلق اس درجہ تھا کہ ایک روز حضرت مع کچھ اصحاب کے مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک اعرابی ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں سوسمار لیے مسجد میں داخل ہوا اور بے ادبی سے بولا:

مُحَمَّدُ اِنَّكَ كَاذِبٌ

یعنی معاذ اللہ اے محمد (ﷺ) تم کاذب اور ساحر ہو

اصحاب نے چاہا اُس کو اس گستاخی کی سزا دیں۔ آپ ﷺ نے منع کیا اور اعرابی سے فرمایا:

يَا اَخَا الْعَرَبُ مَنْ تُرِيْدُ

''اے بھائی تو کس کے پاس آیا ہے؟'' بولا محمد ساحر و کذاب کے پاس آیا ہوں۔ ارشاد کیا میں کاذب و ساحر تو نہیں لیکن محمد ﷺ خدا کا پیغمبر ہوں اُس نے کہا:

وَاللَّاتِ لَوْ لَا جَمَالُ وَجْهِكَ اَلَمَلَاتُ سَيْفِي مِنْكَ
وَاللَّاتِ لَا اُوْمِنُ بِكَ حَتّٰى يُوْمِنَ بِكَ هٰذَا الضَّبُّ

''اپنے خداوند لات کی قسم کھاتا ہوں اگر تم حسین و جمیل نہ ہوتے تو اپنی تلوار کو

سے کیفیت سُن کر روتے ہوئے نانا کے پاس حاضر ہوئے آپ ﷺ نے نواسوں کو گلے لگا کر آنسو پونچھ کر پوچھا کیوں روتے ہو؟ عرض کی ہم نے سنا ہے سوادہ بن قیس آپ ﷺ سے طالب قصاص ہے اس لئے ہم حاضر ہوئے ہیں کہ آپ ﷺ کے عوض ہم سے قصاص لے لے حضرت ﷺ نے فرمایا اس امر میں ایک دوسرے کا عوض نہیں ہوسکتا یہ فرما کر ارشاد کیا اے سوادہ مجھ سے قصاص لے اُس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ کا تازیانہ میرے برہنہ بدن پر پڑا تھا۔ حضرت ﷺ نے بھی پیراہن بطن مبارک سے ہٹادیا اُس وقت مسجد میں عجب طلاطم برپا ہوا سوادہ نے دوڑ کر اپنا منہ شکم مبارک پر رکھ دیا اور عرض کی یا حضرت ﷺ مجھے ہرگز قصاص لینا منظور نہیں اُس وقت حضرت ﷺ نے فرمایا خداوند سوادہ بن قیس کے گناہوں سے درگزر کر جس طرح وہ اپنے قصاص سے دست بردار ہوا۔ الغرض مسجد سے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف لے گئے جب اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے حال حضرت ﷺ کا نہایت ہی متغیر پایا عرض کی میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں یا رسول اللہ ﷺ! کیا سبب ہے کہ اس وقت میں آپ ﷺ کا حال متغیر پاتی ہوں حضرت ﷺ نے فرمایا اب میری وفات کا وقت قریب ہے اور بعد آج کے تو کبھی محمد ﷺ کی آواز نہ سُنے گی انہوں نے جب یہ کلمہ حسرت دیا اس سُنا رونے لگیں حضرت ﷺ نے فرمایا اے اُم سلمہ اب جا میرے پارۂ جگر نورِ نظر فاطمہ علیہا السلام کو بُلا لا کہ میں اُس سے رخصت ہولوں جب جناب سیدہ علیہا السلام حاضر خدمت ہوئیں حضرت ﷺ نے اپنے سینہ سے لگا لیا اور کچھ باتیں اسرار کی فرمائیں بعد اُس کے حضرت ﷺ نے فرمایا اے فاطمہ علیہا السلام میرے فرزند حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام کو جلد بلاؤ تا کہ میں اُن سے بھی رخصت ہولوں اور وہ مجھ سے رخصت ہولیں جب حسنین علیہما السلام اپنے نانا کے قریب پہنچے حضرت ﷺ نے ہاتھ پھیلا کر بہ اشتیاق عالم سینہ اقدس سے لگا لیا اور بار بار ہر ایک کی خوشبو سونگھتے تھے اور پیار کرتے تھے اور اس قدر روئے کہ حضرت ﷺ کو غش آ گیا دونوں صاحبزادے بھی نانا کو غش میں دیکھ کے رونے لگے جناب امیر علیہ السلام نے بخیال اس کے کہ حضرت ﷺ کو تکلیف نہ ہو چاہا کہ

صاحبزاددوں کوسینہ اقدس سے اُٹھالیں دفعتہً رسول خدا ﷺ نے چشم ہائے مبارک کھول دیں اور فرمایا یا علیؑ ابھی میرے نور چشموں کو میرے سینہ سے جُدا نہ کرنا میں ان کو خوب پیار کرلوں اور اُن کی خوشبو سونگھ لوں اور یہ میری خوشبو سونگھ لیں کہ اب وقت رخصت ہے اور بعد میرے اب یہ کس کے سینہ سے لپٹیں گے منقول ہے کہ سب اہل بیت علیہم السلام گرد رسول خدا ﷺ کے حلقہ کیے رو رہے تھے اس اثناء میں جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور بعد تسلیم عرض کی حق سبحانہ وتعالیٰ نے یہ کافور جنت بطریق ہدیہ آپ علیہ السلام کے لیے بھیجا ہے اور بعد تحفہ سلام ارشاد فرمایا ہے کہ پہلے آپ علیہ السلام اس کافور بہشت سے اپنے حنوط کے واسطے لیجیے اور باقی اپنے اہل بیت علیہم السلام پر تقسیم کیجیے۔

روایت کافورِ جنّت:۔

مشہور ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے اُس کافور جنت کے چار حصے کیے ایک حصہ اُس میں سے واسطے اپنے حنوط کے لیا اور ایک جناب امیر علیہ السلام اور ایک جناب سیدہ علیہا السلام اور ایک جناب امام حسن علیہ السلام کو عنایت کیا راوی کہتا ہے جب اُس کافور جنت سے امام حسن علیہ السلام بھی حصہ پا چکے اور کچھ اُس میں سے امام حسین علیہ السلام کو مرحمت نہ فرمایا بنظر حسرت ویاس اپنے نانا کی طرف دیکھا اور رو دیا اور عرض کی اے نانا تعجب ہے کہ آپ ﷺ نے اُس کافور جنت سے سب کو مرحمت کیا لیکن مجھے اس میں سے باوجود اس محبت و شفقت کے کچھ نہ دیا آیا میں اس کے لائق نہ تھا جب رسول خدا ﷺ نے یہ کلامِ جگر خراش اپنے فرزند مظلوم سے سُنا تاب ضبط نہ لا سکے بے اختیار گلے سے لگا لیا اور لب و دندان کے بوسے لینے لگے اور کچھ نہ کہا وہ شہزادہ مچل کر رونے لگا پیغمبر خدا ﷺ اپنے نواسے کو روتا دیکھ کر بے چین ہو گئے اور رو رو کر فرمایا۔

جان من غمگین شو روز شہادت دور نیست
کشتہ راہ خدا را حاجت کافور نیست

اے حسینؑ تو وہ مظلوم ہے کہ صحرائے کربلا میں تین دن کا بھوکا پیاسا مثل گوسفند کے ذبح کیا جائے گا تجھے کافور کی ضرورت نہیں حنوط تیرا صحرا کی ریت ہے اور غسل تیرا تیرے ہی بدن کے خون سے ہوگا۔ فضل بن عباس کہتے ہیں جب ملک الموت قبض روح کو آئے تو رسول خدا ﷺ نے فرمایا اتنی مہلت دو کہ ایک بار پھر میں ان دونوں فرزندوں کو گلے لگالوں غرض جناب رسول خدا ﷺ کبھی جناب فاطمہ علیہا السلام کو سینے سے لگاتے تھے کبھی حسنین علیہما السلام کو پیار کرتے تھے کبھی جناب امیر علیہ السلام کو کچھ باتیں اسرار کی تعلیم فرماتے تھے کبھی اُمّت کے واسطے دُعائے مغفرت کرتے تھے اس اثناء میں ملک الموت نے آپ ﷺ کی اجازت سے اپنا کام کیا اور آپ ﷺ نے دنیا سے رحلت فرمائی۔

مجلس نمبر 2

- آیت دامادیٔ جناب امیر علیہ السلام میں
- تاریخ ولادت وشہادت جناب سیدہ علیہا السلام
- روایت قندیل روضہ جناب امیر علیہ السلام
- روایت جناب فضہ رضی اللہ عنہا ومصحف فاطمہ علیہا السلام
- تذکرہ شہادت جناب سیدہ علیہا السلام

مجلس نمبر 2

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّ صِھْرًا

حق سبحانہ وتعالیٰ سورہ فرقان میں ارشاد فرماتا ہے ''اور خدا وہ ہے جس نے انسان کو پانی سے خلق کیا پھر انسان کو اہل نسب وصاحب دامادی کیا۔'' سدی کہ معتبرین روایت و مشاہیر مفسرین اہل سنت سے ہے نقل کرتا ہے کہ آیت مذکورہ حضرت پیغمبر خدا ﷺ اور جناب امیر علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے اور جناب امیر علیہ السلام کی جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے ساتھ زوجیت اور حضرت رسالت مآب ﷺ کے ساتھ دامادی کو بیان کرتا ہے۔

روایت قندیل:۔

مومنین! کون جناب امیر علیہ السلام؟ جو رسول خدا ﷺ کے چچازاد بھائی بھی تھے اور آپ ﷺ کے داماد بھی تھے اور ہر رنج ومصیبت میں شریک حال بھی تھے اور کون جناب سیدہ سلام اللہ علیہا؟ جو پیغمبر خدا ﷺ کی صاحبزادی تھیں جن کو آپ ﷺ نے فرمایا پارۂ میری جگر ہے جن کا اسم مبارک فاطمہ سلام اللہ علیہا اور کنیت اُم الحسن واُم الحسین واُم الائمہ ہے اور مشہور لقب صدیقہ سلام اللہ علیہا وطاہرہ سلام اللہ علیہا وسیدہ سلام اللہ علیہا ومعصومہ سلام اللہ علیہا آپ کے والد بزرگوار جناب محمد مصطفےٰ ﷺ اور والدہ ماجدہ جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا بنت خویلد ہیں۔

تاریخ ولادت و وفات جناب سیدہؑ :-

بیس جمادی الآخر بروز جمعہ پانچ سال بعد بعثت جناب رسول خداﷺ کے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں اور تیسری جمادی الاخر سال گیارہ ہجری میں بروز منگل کے روز رحلت فرمائی ایام حیات آپ علیہا السلام کا اٹھارہ سال لکھا ہے کتاب قصص العلما میں منقول ہے کہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک فقیر نادار دوست دار اہل بیت علیہم السلام اطہار مدح و ثنا کرتا ہوا روضۂ جناب امیر علیہ السلام میں داخل ہوا آداب زیارت بجالا کر عرض کی یا امیر المومنینؑ یہ قندیلیں نقرئی و طلائی جو رواق مبارک میں آویزاں ہیں ان سے آرائش و زینت کی حضرت علیہ السلام کو حاجت نہیں اور میرا فقر و افلاس روشن و ظاہر ہے اگر ایک قندیل بھی اس میں سے مرحمت ہوتی تو میری زندگی بہ آرام تمام بسر ہو جاتی ناگاہ ایک قندیل اپنے مقام سے جدا ہو کے درویش کے سامنے آگئی اُس نے چاہا کہ اُٹھا لے خدام روضہ مانع ہوئے اور قندیل کو اپنے مقام پر لٹکا دیا دو روز تک ایسا ہی واقعہ گذرا تیسرے روز خادموں نے جا کر خدمت سید مرتضیٰ میں یہ کیفیت بیان کی انہوں نے بھی یہی حکم دیا کہ قندیل رواق سے کسی کو دینا روا نہیں آخر درویش نا اُمید ہو کے چلا گیا اُسی روز جب رات کو سید مرتضیٰ اپنے فرش خواب پر گئے تو عالم خواب میں جناب سیدہ علیہا السلام کو دیکھا کہ آپ تشریف لائی ہیں اور فرماتی ہیں اے فرزند ہر فرقہ میں دیوانہ ہوتا ہے یہ درویش دیوانہ آل محمدﷺ ہے جو قندیل امیر المومنین علیہ السلام نے اُس کو عنایت کی ہے تم دے دو اور اُس کو اپنے سے جس طرح ہو سکے راضی کرو تا کہ میں بھی تم سے راضی ہوں اللہ اکبر اپنے دوستوں کی کیا خاطر داری منظور ہے اُس فقیر کے خواب میں بھی جناب سیدہ علیہا السلام تشریف لے گئیں ارشاد فرمایا اے درویش سید مرتضیٰ تیرے پاس آ کے تجھے قندیل دے گا تو اُس قندیل کو لے کر علاوہ جس قدر منظور ہو پہلے لے لینا اُس کے بعد اُس سے راضی ہونا۔ غرض جب سید مرتضیٰ یہ خواب دیکھ کے بیدار ہوئے قندیل لے کر ڈھونڈتے ہوئے اُس فقیر کے

پاس پہنچے اور قندیل دے کر معذرت کی اور عفو تقصیر چاہا۔ اُس فقیر نے کہا میں واقف ہوں جس کی ہدایت سے آپ یہاں آئے ہیں اُسی نے مجھے بھی آ کے خواب میں ہدایت کی ہے میں ہرگز راضی نہ ہوں گا جب تک اس قدر مال نہ پاؤں گا۔

جناب سید طاب ثراہ اُس گھڑی نہ دیتے تو کیا کرتے جناب سیدہ ﷺ کا حکم تھا کیونکر بجا نہ لاتے فوراً اپنے مکان سے حسب خواہش فقیر کے مال منگا دیا اُس کو اپنے سے راضی اور جناب سیدہ ﷺ کو خوشنود کیا۔

حضرات فضائل و مناقب میں آپ کے اس قدر کافی ہے کہ اُن معصومہ کی کنیزوں تک وہ مراتب جلیلہ رکھتی تھیں کہ بڑے بڑے عابدوں اور زاہدوں کو نصیب نہیں۔

فِي الْبِحَارِ عَنْ مَالِكِ بْنِ دِيْنَارٍ اَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ فِي مُوَدَّعِ الْحَجِّ اِمْرَأَةً ضَعِيفَةً عَلٰى دَابَّةٍ نَحِيفَةٍ وَالنَّاسُ يَنْصَحُوْنَهَا لِتَنْكُصَ وَهِيَ لَاتَنْكُصُ ۔

کتاب بحار الانوار میں مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے ایک سال میں نے قصد حج کیا جب میں اُس جگہ پہنچا جہاں حاجیوں کو وداع کرتے ہیں ایک ضعیفہ کو دیکھا کہ وہ ایک مرکب لاغر پر سوار ہے اور گرد اُس کے بہت آدمی جمع ہیں ہر ایک اُس ضعیفہ کو سمجھاتا ہے گھر واپس لوٹ چلو قصد حج نہ کرو مرکب تمہارا اس مسافت دُور دراز کو طے نہ کر سکے گا لیکن وہ کسی کا کہنا نہیں مانتی آخر قافلہ کے ہمراہ روانہ ہوئی ایک صحرا میں پہنچ کر مرکب اُس کا چل نہ سکا گر پڑا اُس ضعیفہ نے آسمان کی طرف سر بلند کیا اور عرض کی اے پروردگار! تو نے نہ مجھے میرے گھر میں رہنے دیا اور نہ اپنے گھر آنے دیا قسم تیرے عزت و جلال کی اگر کوئی اور شخص مجھ سے اس طرح پیش آتا تو میں شکوہ اُس کا تجھی سے کرتی لیکن تیرا شکوہ کس سے کروں بجز اس کے کہ تجھی سے عرض کروں۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتا ہے کہ وہ ضعیفہ جناب باری میں ابھی عرض کر رہی تھی کہ ناگاہ ایک شخص مہار ناقہ کی پکڑے پس سر

سے سامنے آیا اور ناقہ کو بٹھا کر کہا سوار ہو پس وہ ضعیفہ اُس ناقہ پر سوار ہوئی میں نے دیکھا
کہ وہ ناقہ چشم زدن میں مثل برق جہندہ کے نظروں سے غائب ہو گیا جب میں بعد قطع
منازل کے مکہ معظمہ میں داخل ہوا اور طواف کے واسطے خانہ کعبہ گیا دیکھا کہ وہی ضعیفہ
طواف کر رہی ہے دیکھ کر تعجب ہوا۔ کہا تمہیں اُس خدا کی قسم ہے جس نے تمہیں یہ رتبہ عطا
کیا ہے کچھ بیان کرو تم کون ہو؟ تمہارا نام کیا ہے......؟ ضعیفہ نے فرمایا: اے شخص میں مسکہ
کی بیٹی شہرہ مشہور نام فضہ دختر رسول خدا ﷺ کی کنیز ہوں۔ جناب امام جعفر صادق
علیہ السلام سے منقول ہے کہ بعد وفات جناب رسول خدا ﷺ جناب سیدہ علیہا السلام اپنے
پدر بزرگوار کے فراق میں نہایت محزون و مغموم رہا کرتی تھیں جبرئیل علیہ السلام آپ علیہا السلام کی
خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور تشفی و تسلی دیا کرتے تھے اور اُن کے دل کو خوش کرتے
تھے اور آپ علیہا السلام کے پدر بزرگوار کے حالات اور اُن کے مقامات عالیہ سے اور جو کچھ اُس
معصومہ کے بعد اُن کی اولاد طاہرین پر ہونے والا تھا خبر دیتے تھے اور جناب امیر
علیہ السلام اُسے لکھتے جاتے تھے اُسی کو مصحف فاطمہ کہتے ہیں۔

وفات جناب سیدہ مصحف فاطمہؑ:۔

کتاب محرق القلوب میں منقول ہے کہ بعد وفات سرور کائنات وہ معصومہ ۷۵
روز زندہ رہیں جب جناب سیدہ علیہا السلام کے حیات کی آخری شب آئی تو آپ کو بالہام معلوم ہوا
کہ وفات میری قریب ہے جب صبح ہوئی حسنین علیہما السلام کے کھانے' نہلانے پوشاک بدلوانے
کا سامان مہیا کیا اس اثناء میں جناب امیر المومنین علیہ السلام داخل بیت اشرف ہوئے اور فرمایا
اے دخترِ رسول (ﷺ)! اے بہترین زنان عالم اول روز سے میں نے تم کو دو کام دنیا کے
ایک وقت کرتے اب تک نہ دیکھا تھا آج کیا ہے کہ تم ضعف و ناتوانی کے باوجود تین
کاموں میں مصروف ہو۔ جناب سیدہ علیہا السلام رونے لگیں اور عرض کی یا اباالحسنؑ ہنگام مفارقت
قریب ہے چاہتی ہوں کہ بچوں کو نہلا دُھلا کر کھانا کھلا دوں کیونکہ جب میں دنیا سے گزر

جاؤں گی تو تم میرے غم میں رہو گے اوران اطفال کی کون خبر لے گا یہ کلمات حسرت ویاس کے سُن کر جناب امیر علیہ السلام رونے لگے اور فرمایا:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اے دختر رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! جیسے تمہارے پدر بزرگوار نے انتقال فرمایا فی الجملہ تم سے تسکین تھی اب تم بھی دنیا سے جاتی ہو مجھے غم بالائے غم ہوگا کیونکر تحمل ہو سکے گا۔ معصومہ علیہا السلام نے عرض کی اے ابوالحسن جس طرح تم نے مصیبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صبر کیا اُسی طرح میری مصیبت میں بھی صبر کرنا کہ سوائے صبر کے کچھ چارہ نہیں ہے۔ راوی کہتا ہے وہ مخدومہ سلام اللہ علیہا یہ کہہ رہی تھیں کہ حال متغیر ہوا اور نقاہت وضعف غالب ہوا لیکن محبت مادری سے اپنے فرزندوں کے کام میں اُسی طرح مشغول رہیں بار بار بچوں کو دیکھتی تھیں اور روتی تھیں بعد اس کے وصی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا یہ وصیّت کا وقت ہے چاہتی ہوں کچھ تم سے بیان کروں ایک یہ کہ میں سالہا سال تمہارے ساتھ رہی ہوں اگر کوئی قصور ہوا ہو تو معاف کردو۔ آپؑ نے جواب دیا اے فاطمہ سلام اللہ علیہا تم زنان عالم سے بہترین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی خدا کی برگزیدہ ومعصومہ ہو تم سے کیونکر خطا ہو سکتی ہے۔ سیدہ سلام اللہ علیہا نے دوسری وصیّت فرمائی میرے بعد اگر حسنین علیہما السلام سے آپ علیہ السلام کے خلاف طبع کوئی امر واقع ہو تو آپ علیہ السلام یتیم جان کر رحم کریں اور اُن کی خطا سے درگزر کریں۔ تیسری عرض یہ ہے کہ میں گھر میں تنہا کبھی نہیں رہی اور اب اُس غیر مکان میں جاتی ہوں جہاں کوئی مونس وہمدم نہیں اُس عالم تنہائی میں کون ساتھ دے گا چاہتی ہوں کہ آپ مجھے بھول نہ جائیں میری قبر کو فاتحہ خوانی سے محروم نہ رکھیں۔ چوتھی التماس یہ ہے کہ اگر آپ میرے بعد کوئی عقد کرنا چاہیں تو امامہ دختر زینب سے نکاح کیجیے گا کہ وہ میری بھانجی ہے اور میری اولاد سے بہت محبت رکھتی ہے۔ جناب امیر علیہ السلام یہ حسرت آمیز باتیں سُن کر بہ آواز بلند رونے لگے اور فرمایا جب تم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچنا تو میری طرف سے تسلیم عرض کرنا اور جو مصیبتیں مجھ پر گزری ہیں بیان کر دینا بعد اس کے جناب

سیدہ علیہا السلام غش کر گئیں حسنین علیہما السلام دیکھتے ہی چلا چلا کر رونے لگے معصومہ علیہا السلام نے بیٹوں کی آواز سن کر آنکھیں کھول دیں اور ہاتھ پھیلا کر سینے سے لگا لیا۔ جناب امیر علیہ السلام نے جو دیکھا کہ ماں بیٹوں سے بیٹے ماں سے لپٹے رو رہے ہیں حسنین علیہما السلام کو کسی طرح جُدا کر کے اپنے ساتھ لیے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ پر چلے گئے۔ معصومہ علیہا السلام نے اسماء کو بُلا کر کہا میرے پاس نہ آنا اور ایک ساعت کے بعد مجھے پکارنا جب آواز نہ آئے تو سمجھنا کہ میں دنیا سے گزر گئی اسماء کہتی ہیں کہ میں حجرہ سے باہر آئی تو سُنا کہ فرماتی ہیں خداوند! میرے شیعوں کو بخش دے غرض میں نے ایک ساعت کے بعد آواز دی کچھ جواب نہ سُنا حجرے میں جا کر چہرہ مبارک سے گوشہ چادر اُٹھایا دیکھا کہ وہ معصومہ انتقال کر گئی ہیں۔ میں رونے پیٹنے لگی ناگاہ حسنین علیہما السلام داخل حجرہ ہوئے پوچھا ہماری ماں کا کیا حال ہے؟ اسماء کہتی ہیں مجھے تاب ضبط باقی نہ رہی عرض کی اے شہزادو ماں تمہاری خدمت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچیں صاحبزادوں نے چھوٹے چھوٹے عمامے سروں سے پھینک دیئے اور روتے ہوئے مسجد رسولؐ کی طرف روانہ ہوئے اور جناب امیر علیہ السلام کو خبر دی سنتے ہی حضرت علیہ السلام کو غش آ گیا جب افاقہ ہوا روتے ہوئے بیت الشرف میں آئے اور حسب وصیت شب تاریک میں اُن معصومہ علیہا السلام کو حضرت نے غسل و کفن دیا اور اُس کافور بہشت سے حنوط کیا جو جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حنوط سے باقی رہ گیا تھا جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں جب میں نے چاہا بندِ کفن باندھوں اہل بیتؑ کو آواز دی:

يَا اُمَّ كُلْثُوْمٍ يَا زَيْنَبُ يَا فِضَّةُ يَا حَسَنُ يَا حُسَيْنُ هَلُمُّوْا تَزَوَّدُوْا مِنْ اُمِّكُمْ فَهٰذَا الْفِرَاقُ وَاللِّقَاءُ فِي الْجَنَّةِ

"اے ام کلثومؑ و زینبؑ و فضہؑ اور اے حسنؑ و حسینؑ آؤ اور اپنی ماں کا دیدار آخری کر لو کہ پھر قیامت تک ملاقات نہ ہو گی۔" سنتے ہی دوڑ کر سب نے گرد جنازے کے ہجوم کر لیا رونا پیٹنا شروع کیا اور حسنین علیہما السلام رُو رُو کر کہنے لگے اے اماں جب آپ علیہا السلام نانا

کے پاس جائیے تو ہماری طرف سے کہیے گا کہ ہم نے آپ ﷺ کے بعد بڑے بڑے ظلم اٹھائے دو مہینے بھی نہ گزرے کہ یتیم ہو گئے۔

فَقَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنِّیْ اُشْهِدُ اللّٰهَ اَنَّهَا قَدْ حَنَّتْ وَاَنَّتْ وَمَدَّتْ یَدَیْهَا وَضَمَّتْهُمَا اِلٰی صَدْرِهَا مَلِیًّا

"جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ اُس وقت سیدہ علیہا السلام کی لاش نے حرکت کی اور حسنین علیہما السلام کی طرف میلان کیا اور آواز ضعیف سے آہ کی اور دونوں ہاتھ پھیلا کر حسنین علیہما السلام کو دیر تک سینہ سے لگائے رہیں۔" ناگاہ ہاتف نے آواز دی یا علی علیہ السلام جلد حسنین علیہما السلام کو ہٹاؤ کہ ملائکہ آسمان پر رُو رہے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی کے بہت مشتاق ہیں غرض جناب امیر علیہ السلام نے تسکین و دلاسا دے کر بیٹوں کو ان کے سینے سے جُدا کیا اور بند کفن باندھ کر جنازہ ہاتھوں پر اٹھا کر روضۂ پیغمبر میں لائے اور دفن کیا اور از روئے روایت دیگر جب آپ علیہ السلام نے چاہا کہ دفن کریں ایک جگہ سے جنت البقیع کی آواز آئی یہاں لاؤ یہاں لاؤ حضرت نے جو اُس طرف نگاہ کی دیکھا کہ ایک قبر کھدی ہوئی تیار ہے آپ علیہ السلام نے وہیں دفن کر دیا اور فرمایا اے زمین تجھے اپنی امانت سپرد کرتا ہوں اور ایک روایت میں ہے جب آپ علیہ السلام نے چاہا کہ سیدہ علیہا السلام کو قبر میں اُتاریں اُس وقت دو ہاتھ کہ دستہائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ تھے ظاہر ہوئے اور نعش جناب سیدہ علیہا السلام کو لے لیا اور قبر میں اُتارا غرض جناب امیر علیہ السلام اُس نور خدا کو خاک میں چھپا کر روتے ہوئے گھر کی طرف واپس تشریف لائے۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

مجلس نمبر 3

- آیت جناب امیر علیہ السلام کا ایک نام مؤذن ہے
- قیامت میں آپ سات ناموں سے پکارے جائیںگے
- تاریخ ولادت وغیرہ جناب امیر علیہ السلام کی
- فضائل وشہادت حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام

مجلس نمبر 3

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ اَنْ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ۝

روزِ قیامت کے حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ اعراف میں ارشاد فرماتا ہے پس پکارے گا درمیان اہل بہشت واہل دوزخ کے پکارنے والا کہ لعنت خدا ہے ایسے ظالموں پر جو لوگوں کو باز رکھتے ہیں راہ خدا سے اور اپنی کجروی سے چاہتے ہیں کہ لوگوں کو راہ راست سے منحرف کریں اور یہ ظالمین روز جزا کے منکر ہیں۔'' ابن عباسؓ کہتے ہیں۔

اِنَّ لِعَلِيٍّ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ اَسْمَاءٌ لَا يَعْرِفُهَا النَّاسُ

تحقیق کہ علی ابن ابی طالبؑ کے واسطے کتاب خدا میں بہت ایسے نام ہیں جنہیں لوگ نہیں جانتے ہیں۔

مِنْهَا قَوْلُهٗ تَعَالٰى فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ فَهُوَ الْمُؤَذِّنُ بَيْنَهُمْ

جناب امیر علیہ السلام کا ایک نام موذن ہے:۔

منجملہ اُن ناموں کے ایک یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے پس پکارے گا پکارنے والا درمیان اُن لوگوں کے یعنی درمیان بہشتیوں اور دوزخیوں کے پس وہ پکارنے والے جناب امیرؑ ہیں اخطب خوارزمی کہ اکابر علمائے اہل سنت سے ہے کتاب اربعین میں

لکھتا ہے کہ انس بن مالک نے کہا کہ میں نے جناب رسول خداؐ سے سنا ہے آپ نے فرمایا:

قیامت میں جناب امیر سات ناموں سے پکارے جائیں گے:-

اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ یُنَادُوْنَ عَلِیَّ ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ
لِسَبْعَةِ اَسْمَاءٍ یَاصِدِّیْقُ یَادَآلُّ یَاعَابِدُ یَاهَادِیُّ
یَامَهْدِیُّ یَافَتٰی یَاعَلِیُّ مُرَّاَنْتَ وَشِیْعَتُکَ اِلَی الْجَنَّةِ

یعنی قیامت کے دن فرشتے جناب امیر علیہ السلام کو سات ناموں سے پکاریں گے۔

۱۔ صدیق ۲۔ دال ۳۔ عابد
۴۔ ہادی ۵۔ مہدی ۶۔ فتیٰ
۷۔ علی

آپ اپنے شیعوں کو لے کر بہشت میں تشریف لے جائیں مومنین یہ اسمائے متبرکہ آپ کے وہ ہیں جن اسماء سے روزِ قیامت فرشتے آپ کو خطاب کریں گے اور اس عالم شہود میں اسم مبارک حضرت کا علیؑ اور کنیت ابوالحسن اور القاب بہت ہیں امیر المومنین و مرتضیٰ و حیدر و صفدر و اسد اللہ ہیں آپؑ کے والد بزرگوار کا اسم مبارک ابوطالب ہے جو حقیقی چچا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے اور آپؑ کی والدہ ماجدہ کا نام پاک فاطمہ بنت اسد ہے جناب امیر علیہ السلام چچازاد بھائی اور داماد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے تاریخ ولادت باسعادت میں اختلاف ہے روایت مشہور یہ ہے کہ وہ حضرت کعبہ میں تیرھویں رجب بروز جمعہ تیسویں سال عام الفیل میں پیدا ہوئے اور ایک روایت میں ساتویں۔ ایک روایت میں تیسویں شعبان ہے اور بعضوں نے ساتویں ذی الحجہ لکھا ہے۔ آپؑ کی ولادت کے وقت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن شریف تیس برس کا تھا۔ حضرت ہی نے جناب امیر علیہ السلام کو پرورش کیا حتیٰ کہ گہوارہ بھی آپ کا خود ہلاتے تھے

اور ہر وقت اپنے قریب رکھتے تھے اور نکاح حضرت امیر علیہ السلام کا جناب فاطمہ بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شب جمعرات محرم کی اکیسویں تاریخ ہجرت کے تیسرے سال واقع ہوا جب جناب امیر علیہ السلام دس برس کے تھے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے اور سب کے پہلے جناب امیر علیہ السلام نے آپ کی نبوت کا اقرار کیا اور بعد بعثت تیرہ برس مکہ معظمہ میں اور دس برس مدینہ منورہ میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے سولہ برس کے سن سے جہاد کرنا شروع کیا اُنیس برس کے سن میں بڑے بڑے شجاعان عرب کو قتل کیا بائیس برس کی عمر میں درخیبر اُکھاڑا قریب تیس برس کے ظاہر و باطن خلافت آپ کو رہی دو برس چار مہینے حضرت ابوبکرؓ اور دس برس سے کچھ زیادہ حضرت عمرؓ اور بارہ برس حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بعد اس کے قریب پانچ برس کے حضرت نے امر خلافت کو اعلانیہ انجام دیا۔

فِی الْبِحَارِ اَنَّ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وُلِدَ بِمَکَّۃَ فِیْ بَیْتِ اللّٰہِ الْحَرَامِ وَلَمْ یُوْلَدْ قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ مَوْلُوْدٌ فِیْہِ سِوَاہُ اِکْرَامًا مِنَ اللّٰہِ لَہٗ بِذٰلِکَ

"بحار الانوار میں منقول ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے اور قبل از ولادت باسعادت اور نہ بعد ولادت اُن حضرت کے کوئی خانہ کعبہ میں پیدا ہوا اور حق سبحانہ وتعالیٰ نے یہ شرف بھی آپ ہی کی ذات اقدس کے ساتھ مخصوص کیا۔"

اِنَّمَا اَکْسِبُ مِنْ مَدْحِ عَلِیٍّ شَرَفًا
لَیْسَ یَبْدُوْ بِمَدِیْحِیْ شَرَفٌ مِنْہُ خَفِی

فضائل وشہادت جناب امیرؑ:۔

مومنین میں اس لئے مدح ومنقبت جناب حیدر کرار علیہ السلام کی بیان کرتا ہوں کہ مجھے یہ شرف وافتخار حاصل ہو اور نہ کوئی شرف اُن حضرت کا پوشیدہ ومخفی نہیں ہے کہ میرے بیان کرنے سے ظاہر ہو۔

منقول ہے سن چالیس ہجری میں ماہ رمضان کی اُنیسویں شب کو جب ایک ثلث شب باقی تھی جناب امیر علیہ السلام نے تجدید وضو کی اور مکان سے صحن میں تشریف لائے اُس وقت مرغابیوں نے آپ کو گھیر لیا اور اپنی زبان میں کچھ کہنے لگیں آپ نے فرمایا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یہ وہ آوازیں ہیں جن کے بعد گریہ و ماتم کی آواز بلند ہوگئی اور جناب اُم کلثوم سے کہا اے نور چشم! ان کے آب و دانہ کا خیال رکھنا بعد اُس کے حضرت مسجد میں تشریف لے گئے اُس وقت مسجد کی قندیلیں گل ہوگئی تھیں آپ نے بعد ادائے نماز تہجد گلدستہ پر جا کے اس طرح اذان کہی کہ کوفہ کے ہر گھر میں آواز پہنچی عبدالرحمان بن ملجم اذان کی آواز سن کر مسجد میں آیا اور جہاں لوگ سوتے تھے وہیں آ کے پڑ رہا بعد فراغت اذان سونے والوں کو جگا کے حضرت نماز صبح میں مشغول ہوئے جس وقت آپ نے سجدہ اول سے سر مبارک اُٹھایا اُس وقت ابن ملجم شقی نے اس زور سے تلوار فرق مبارک پر لگائی کہ پیشانی اقدس تک شگافتہ ہوگئی حضرت نے فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ

جب یہ آواز لوگوں کے کانوں میں پہنچی تو سب وہاں جمع ہو گئے حضرت کو زخمی دیکھ کے سر و سینہ پیٹنے لگے اور زار زار رونے لگے مسجد کے دروازے آپس میں ٹکرانے لگے زمین کو لرزہ ہوا عالم میں اندھیرا چھا گیا جبرئیل علیہ السلام نے مابین زمین و آسمان ندا کی قسم بخدا وصی پیغمبر شہید ہوا اور رکن دین گر پڑا حسنینؑ یہ آواز سنتے ہی روتے ہوئے مسجد کی طرف دوڑے اور حضرت کو زخمی دیکھ کے غش میں پا کے بہت روئے جب آپ کو غش سے افاقہ ہوا خود اشارہ سے نماز پڑھی اور امام حسن علیہ السلام کو نماز جماعت پڑھانے کے واسطے فرمایا اور سب لوگ آپ کو دیکھنے کو جمع ہو گئے ناگاہ حذیفہ یمانی بھی ابن ملجم کو راہ سے پکڑ کے مسجد میں لائے ساری خلقت اُس ملعون پر لعنت کرتی تھی حضرت نے اُسے دیکھ کر فرمایا اے بدبخت میں نے ہمیشہ تجھ پر احسان کیے یہ تو نے کیا کیا وہ کھڑا رو رہا تھا آپ نے جناب امام حسنؑ سے فرمایا اسے آب و طعام دیا کرنا اور آرام سے رکھنا اگر میں اچھا ہوا تو مجھے عفو یا قصاص کا اختیار ہے اور اگر میں دنیا سے رحلت کر جاؤں تو اسے تم فقط ایک ضرب شمشیر لگانا کیونکہ اس

نے بھی مجھے ایک ہی ضرب لگائی ہے الغرض حسنینؑ ایک کمبل پر حضرت کو لٹا کر دوالقسر امیں آپ کی عبادت گاہ تک لائے اُس وقت اہل بیت میں ایک قیامت عظیم برپا تھی کہ ہر درودیوار سے فریاد وَاعلیّاہُ وَااِماماہ کی بلند تھی نعمان جراح نے زخم آپ کا دیکھ کے عمامہ سر سے پھینک دیا اور کہنے لگا یہ تلوار زہر کی بجھائی تھی اس کا زخم علاج پذیر نہیں ہے بہرکیف اکیسویں ماہ صیام شب جمعہ کو زہر کا اثر تمام بدن مبارک میں پھیل گیا اُس وقت آپ نے لوگوں کو بلا کر وعظ و پند فرمائے اور جناب امام حسن علیہ السلام کو اپنا خلیفہ و جانشین کر کے رموز امامت بتائے اور کچھ وصیتیں فرمائیں۔

منقول ہے اُس وقت حسنینؑ ایک پیالہ دودھ حضرت کی خدمت میں لائے آپ نے وہ سب نوش فرمایا بعد اُس کے ابن ملجم کی پیاس یاد کی اور حسنینؑ سے ارشاد کیا تمہیں خدا کی قسم جس طرح کا دودھ میرے لیے لائے تھے اُس طرح کا دودھ ابن ملجم کے لیے بھی لے جانا بعد اُس کے حضرت اپنی اور اولاد کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں وصیت فرمائی کہ تم بھی اولاد جناب فاطمہؑ سے مخالفت نہ کرنا اور اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں اور اپنے حبیب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جاتا ہوں یہ فرما کر قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور زبان مبارک سے کلمہ شہادتین جاری کیا اور رنگ مبارک حضرت کا مائل بہ سفیدی ہوا تا آنکہ آپ نے وفات پائی آپ کے اہل بیت میں کہرام برپا ہوا اور کوفہ کے سب مرد و زن روتے پیٹتے در دولت پر حاضر ہوئے کہ اُن کے ماتم اور کثرت بکا سے تمام کوفہ ہل رہا تھا الغرض جب آپ کو غسل دینے لگے تو امام حسینؑ پانی ڈالتے تھے اور امام حسنؑ آپ کو غسل دیتے تھے کسی تیسرے شخص کی حاجت نہ تھی بلکہ نعش مبارک خود بخود ایک جانب سے دوسری جانب پھر جاتی تھی اور جسم مطہر سے مشک سے بہتر خوشبو آتی تھی بعد اُس کے امام حسنؑ نے اُس جناب کو اُس کافور جنت سے حنوط کیا جو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حنوط سے بچ رہا تھا۔ لکھا ہے کہ ہر کوچہ و بازار کوفہ میں ایک مدت تک خوشبو اُس کافور کی باقی رہی پھر امام حسن علیہ السلام نے پانچ پارچوں سے اُس جناب کا کفن کیا اور نماز جنازہ پڑھی اور تابوت لے چلے۔

منقول ہے جس کوچہ و بازار سے نعش مطہر کا گذر ہوتا تھا اُس طرف کے مکانات
اور اشجار تعظیماً جھکتے تھے اور پھر سیدھے ہوتے تھے چنانچہ بعض دیواریں جو اُس وقت خم ہوئیں
اُسی حالت پر خمیدہ رہیں غرض وہ عجب وقت تھا کہ ہر در و دیوار سے آثار حزن و ملال پیدا تھے
الغرض اثناء راہ میں ایک سوار کو دیکھا کہ اُس سے خوشبو بہتر مشک و عنبر سے آتی تھی قریب آیا
اور حسنینؑ پر سلام کیا اور کہا یہ تابوت مجھے دو امام حسنؑ نے کہا اے شخص میرے پدر بزرگوار
نے وصیت کی ہے کہ اس تابوت کو سوائے جبرئیل علیہ السلام یا خضر کے کسی اور کو نہ دینا تم کون ہو
یہ سن کر اُس سوار نے چہرۂ انور سے نقاب اُٹھا دی دیکھا کہ خود جناب امیر علیہ السلام ہیں۔

امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں جب ہم مقام دفن پر اُس جناب کے پہنچے اور قبر کھودنی
شروع کی تو ایک لوح پائی جس پر لکھا تھا یہ وہ قبر ہے جس کو نوح پیغمبر علیہ السلام نے بندۂ صالح علی
ابن ابی طالب کے واسطے بنائی ہے۔ جب ہم نے چاہا کہ اُس جناب کو قبر میں اُتاریں ہاتف
کی آواز سنی کہتا تھا کہ حضرت کو جلد قبر میں اُتارو کہ دوست اپنے دوست کا نہایت مشتاق
ہے۔ بہرکیف جب ہم قبر میں حضرت کو اُتار چکے تو میں نے حسب الحکم اپنے پدر بزرگوار
کے قبر کے اندر نگاہ کی دیکھا کہ تمام قبر مطہر سندس بہشت سے پوشیدہ ہے جب اُس پارچہ
بہشت کو سرہانے کی جانب سے اُٹھایا اپنے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب آدمؑ و ابراہیمؑ
کو دیکھا کہ میرے پدر بزرگوار سے باتیں کر رہے ہیں اور امام حسین علیہ السلام نے پاؤں کی
جانب سے اُس پارچہ بہشتی کو اُٹھا دیا دیکھا کہ جناب سیدہؑ و حواؑ و مریمؑ و آسیہؑ موجود ہیں۔

پس حسنینؑ نے اُس جناب کو نجف اشرف میں جو مسجد کوفہ سے ایک
فرسخ پر اور وادی السلام سے قریب واقع ہے دفن کر کے محزون و مغموم دولت سرا کی طرف
مراجعت فرمائی۔ مومنین! جس وقت جناب امیرؑ نے رحلت فرمائی اُس وقت عمر شریف
تریسٹھ (۶۳) برس کی تھی۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر 4
آیت ناس وخاسدین کے بارے میں
تاریخ ولادت وشہادت جناب امام حسن علیہ السلام
حدیث آپ کی فضیلت میں
آپ کا ایک ضعیفہ کے ساتھ احسان کرنا
تذکرہ شہادت حسن مسموم علیہ السلام

ہو گیا اور آپ لوگ تشنگی اور گرسنگی سے بے تاب ہوئے ناگاہ ایک خیمہ میں ایک ضعیفہ دکھائی
دی اُس سے آپ نے پانی مانگا اُس نے دُنبیوں کا دودھ حاضر کیا اور فوراً ایک دُنبہ ذبح کر
کے آپ لوگوں کی دعوت کی ان حضرات نے کھانا تناول فرمایا اور جب وہاں سے رُخصت
ہونے لگے تو اُس ضعیفہ سے فرمایا کہ ہم مدینہ میں رہتے ہیں۔ بنی ہاشم سے تعلق رکھتے ہیں
اب حج کو جارہے ہیں اگر کبھی ضرورت ہو تو مدینہ آجانا۔ ہم حج سے فراغت کے بعد واپس
مدینہ پلٹ جائیں گے۔ جب اُس عورت کی غربت اپنی انتہا کو پہنچ گئی تو عازم مدینہ ہوئی۔
جب مدینہ میں آئی تو امام حسن علیہ السلام نے اُسے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ آپ نے اُس کی مہمان
نوازی کے بعد اُس سے آنے کا سبب دریافت فرمایا۔ اُس نے اپنا حال بیان کیا۔ آپ نے
اُسے ایک ہزار بکری دی اور اسی طرح حضرت امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ ابن جعفر علیہ السلام نے
بھی ایک ایک ہزار بکریاں دیں۔

وفات جناب امام حسن علیہ السلام:۔

منقول ہے کہ جب جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے رحلت فرمائی اور تمام اہل
بیت طاہرین و فرزندان امیر المومنین علیہ السلام دفن و کفن سے فارغ ہوئے تو صبح کو جناب امام
حسن علیہ السلام نے مسجد میں منبر پر رونق افروز ہو کے بعد حمد و نعت بہت سے فضائل اپنے پدر
بزرگوار کے بیان کیے اُس وقت چار ہزار افراد نے آپ سے بیعت کی جب یہ خبر معاویہ کو
پہنچی تو بعزم جنگ لشکر گراں لے کے عراق کی طرف روانہ ہوا جب امام حسن علیہ السلام کو یہ حال
معلوم ہوا تو آپ بھی کوفہ سے روانہ ہوئے ایک منزل پر دونوں لشکر مقابل ہوئے اور اکثر
لوگ آپ کی فوج کے معاویہ سے مل گئے حتیٰ کہ اُن لوگوں نے آپ کا اثاث البیت لوٹ لیا
یہاں تک کہ ردائے مبارک دوش اقدس سے کھینچ لی الغرض آپ نے اپنے رفقا کی بے وفائی
دیکھ کے چند ماہ کے بعد معاویہ سے صلح کر لی اور مدینہ میں حضرت نے سکونت اختیار کی مگر
معاویہ نے اپنے عہد پر وفا نہ کی اور ہمیشہ آپ کے درپے آزار رہا اور لوگوں سے بھی حضرت

مجلس نمبر 4

- آیت ناس وخاسدین کے بارے میں
- تاریخ ولادت وشہادت جناب امام حسن علیہ السلام
- حدیث آپ کی فضیلت میں
- آپ کا ایک ضعیفہ کے ساتھ احسان کرنا
- تذکرہ شہادت حسن مسموم علیہ السلام

مجلس نمبر 4

قَالَ اللّٰهُ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ج

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۃ النساء میں ارشاد فرماتا ہے آیا حاسدین حسد کرتے ہیں اُن لوگوں سے جنہیں خدا نے اپنے کرم سے فضیلت و بزرگی عطا کی ہے۔'' امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ناس سے مراد محمد ﷺ وآل محمد ﷺ ہیں اور حاسدین سے وہ لوگ مقصود ہیں جو پیغمبر خدا ﷺ کی نبوت اور ائمہ اطہار کی امامت پر حسد کرتے ہیں۔

تاریخ ولادت جناب امام حسن علیہ السلام:۔

مومنین کرام! حسد ونفاق سے کوئی زمانہ خالی نہ تھا ہر امام کے زمانہ میں موافق کم اور منافق زیادہ تھے اگر ایسا نہ ہوتا تو امام دوم کو مصالحت کے نام سے گوشہ نشینی اختیار کرنے کی نوبت نہ آتی امام زمانہ سے لوگ منحرف ہو کے دوسری طرف کیوں میلان کرتے امام بھی وہ امام جو خود امام اور باپ امام ہو اور بھائی امام ہو اور جس نبی کا کلمہ لوگ پڑھتے ہوں اُس نبی کا نواسا ہو سامعین تو سمجھ گئے ہوں گے وہ کون امام جناب امام حسن علیہ السلام دوسرے امام ہیں اسم مبارک حسن علیہ السلام اور کنیت ابو محمد ﷺ ہے اور القاب بہت ہیں مشہور سبط علیہ السلام و مجتبیٰ علیہ السلام اور ذکی علیہ السلام ہے والد بزرگوار آپ کے جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور والدہ ماجدہ جناب فاطمہؑ بنت رسولؐ خدا ہیں ولادت باسعادت حضرت کی مدینہ طیبہ میں پندرھویں شب ماہ مبارک رمضان کو سال تین ہجری میں واقع ہوئی امام حسینؑ سے چھ مہینہ اور بروایت دس مہینے بیس روز بڑے تھے اور تاریخ وفات میں آپ کی اختلاف ہے۔

تاریخ وفات جناب امام حسن علیہ السلام:۔

بعض سات صفر سال پچاس ہجری لکھتے ہیں اور بعضوں نے اٹھائیس صفر دوشنبہ روز اور بعضوں نے اُنتیس صفر بعضوں نے سات ربیع الاول سال اُنچاس ہجری لکھا ہے ایام حیات میں بھی حضرت کے اختلاف ہے بعض سینتالیس برس بعض اڑتالیس برس لکھتے ہیں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سات برس اور کئی مہینہ اور براویت آٹھ برس اور اپنے پدر بزرگوار کے ہمراہ تیس برس رہے اور نو ماہ اور بروایت دس برس خود امامت فرمائی اور قبرستان بقیع میں قریب مزار اپنے جدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد کے مدفون ہوئے اور کل چار مہینے تین دن حضرت خلیفہ کہلائے اور اکتالیس ہجری میں معاویہ سے صلح کی۔

فضائل امام حسن علیہ السلام:۔

رُوِیَ عَنِ الْبَرَاءِ بِنْ عَازِبٍ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاضِعاً لِلْحَسَنِ عَلٰی عَاتِقِهٖ وَ یَضَعُ فَمَهٗ عَلٰی فِمِهٖ وَ یَقُوْلُ مَنْ اَحَبَّنِیْ فَلْیُحِبَّهٗ۔

"براء بن عازب سے منقول ہے وہ کہتا ہے دیکھا میں نے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسن علیہ السلام کو شانہ اقدس پر لئے ہوئے تھے اور منہ اپنا اُن کے مُنہ پر رکھے ہوئے تھے اور فرماتے تھے جو شخص مجھے دوست رکھے چاہیے کہ وہ حسن علیہ السلام کو دوست رکھے۔"

وَ کَانَ الْحَسَنُ علیہ السلام حَجَّ خَمْسًا وَ عِشْرِیْنَ حَجَّةً مَا شِیًا وَ قَاسَمَ مَالَهٗ لِوَجْهِ اللّٰهِ مَرَّتَیْنِ۔

اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے پچیس حج پیادہ پا کیے اور دو مرتبہ تمام مال اپنا راہ خدا میں تقسیم کیا۔ منقول ہے ایک سال امام حسن علیہ السلام و امام حسین علیہ السلام وعبداللہ بن جعفر حج کو جاتے تھے اتفاقاً ایک منزل میں وہ اونٹ جس پر زادراہ لدا ہوا تھا گم

ہو گیا اور آپ لوگ تشنگی اور گرسنگی سے بے تاب ہوئے ناگاہ ایک خیمہ میں ایک ضعیفہ دکھائی دی اُس سے آپ نے پانی مانگا اُس نے دُنبیوں کا دودھ حاضر کیا اور فوراً ایک دُنبہ ذبح کر کے آپ لوگوں کی دعوت کی ان حضرات نے کھانا تناول فرمایا اور جب وہاں سے رُخصت ہونے لگے تو اُس ضعیفہ سے فرمایا کہ ہم مدینہ میں رہتے ہیں۔ بنی ہاشم سے تعلق رکھتے ہیں اب حج کو جارہے ہیں اگر کبھی ضرورت ہو تو مدینہ آجانا۔ ہم حج سے فراغت کے بعد واپس مدینہ پلٹ جائیں گے۔ جب اُس عورت کی غربت اپنی انتہا کو پہنچ گئی تو عازم مدینہ ہوئی۔ جب مدینہ میں آئی تو امام حسن علیہ السلام نے اُسے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ آپ نے اُس کی مہمان نوازی کے بعد اُس سے آنے کا سبب دریافت فرمایا۔ اُس نے اپنا حال بیان کیا۔ آپ نے اُسے ایک ہزار بکری دی اور اسی طرح حضرت امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ ابن جعفر علیہ السلام نے بھی ایک ایک ہزار بکریاں دیں۔

وفات جناب امام حسن علیہ السلام:۔

منقول ہے کہ جب جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے رحلت فرمائی اور تمام اہل بیت طاہرین و فرزندان امیر المومنین علیہ السلام دفن و کفن سے فارغ ہوئے تو صبح کو جناب امام حسن علیہ السلام نے مسجد میں منبر پر رونق افروز ہو کے بعد حمد و نعت بہت سے فضائل اپنے پدر بزرگوار کے بیان کیے اُس وقت چار ہزار افراد نے آپ سے بیعت کی جب یہ خبر معاویہ کو پہنچی تو بعزم جنگ لشکر گراں لے کے عراق کی طرف روانہ ہوا جب امام حسن علیہ السلام کو یہ حال معلوم ہوا تو آپ بھی کوفہ سے روانہ ہوئے ایک منزل پر دونوں لشکر مقابل ہوئے اور اکثر لوگ آپ کی فوج کے معاویہ سے مل گئے حتیٰ کہ اُن لوگوں نے آپ کا اثاث البیت لوٹ لیا یہاں تک کہ ردائے مبارک دوش اقدس سے کھینچ لی الغرض آپ نے اپنے رفقا کی بے وفائی دیکھ کے چند ماہ کے بعد معاویہ سے صلح کر لی اور مدینہ میں حضرت نے سکونت اختیار کی مگر معاویہ نے اپنے عہد پر وفا نہ کی اور ہمیشہ آپ کے درپے آزار رہا اور لوگوں سے بھی حضرت

کو اکثر ایذا پہنچائی ایک شقی نے آپ کی ران پر ایسا خنجر مارا کہ استخوان تک اُتر گیا اور آپ نے بہت تکلیف اُٹھائی اور مدائن میں علاج کر کے اچھے ہوئے موصل میں ایک نابینا کو رباطن نے اپنے عصا کی انی جسے زہر میں بجھایا تھا اس زور سے حضرت کے پشت پا پر رکھ کے دبائی کہ تلوے سے پار ہو گئی بہت مشکل سے وہ زخم اچھا ہوا ایک دفعہ موصل میں جس شخص کے گھر آپ مہمان تھے اُس نے کھانے میں زہر دیا اُس سے بھی حق تعالیٰ نے شفا دی

آخر معاویہ نے الیسونیہ دلالہ کی معرفت جعدہ بن اشعث مشہور باسماء کو جو آپ کی حرم تھی اپنے سے موافق کیا اور طمع دیا اور وعدہ عقد یزید دے کر اُسے حضرت کو زہر دینے پر راضی کیا اُس ملعونہ نے چند مرتبہ آپ کو زہر دیا اور ہر دفعہ حضرت نے اپنے نانا رسول خدا ﷺ کی تربت سے اپنے شکم مبارک کو مس کیا اُس کی برکت سے اچھے ہوئے الغرض آخری مرتبہ امام حسن علیہ السلام موصل سے مدینہ میں تشریف لائے تو اس دفعہ آپ اسماء ملعونہ کے گھر میں نہ رہے جب حاکم مدینہ یعنی مروان نے سُنا کہ حضرت پھر یہاں تشریف لائے ہیں تو وہ زہر جو روم سے معاویہ نے طلب کر کے اُس کے پاس بھیجا تھا مع ایک مالائے مروارید اسماء کو دیا اور اشتیاق وصل یزید پلید ظاہر کیا الغرض اٹھائیسویں صفر سال پچاس ہجری میں شب جمعہ کو اسماء وہ زہر لے کر حضرت کے حجرے میں گئی دیکھا سب اہلبیت طاہرین داہنے بائیں آرام فرماتے ہیں اور کنیزیں پائیں فرش سو رہی ہیں اور ایک کوزۂ آب ڈھکا ہوا رکھا ہے اُس ملعونہ نے اُسی کوزہ کے مُنہ پر تھوڑا سا زہر رکھ کے چھان دیا اور اپنے گھر لوٹ گئی یہاں جناب امام حسن علیہ السلام جو خواب سے بیدار ہوئے تو سب کو جگا کر فرمایا وضو کو پانی لاؤ وہی کوزہ آپ کے ہاتھ میں دیا گیا آپ نے دیکھا کوزہ سر بمہر ہے آپ نے اُس میں تھوڑا سا نوش کیا حلق سے پانی فرو ہوا تھا کہ تاثیر زہر سے کلیجہ چاک چاک ہو گیا آپ نے کوزہ رکھ کر فرمایا آہ آہ یہ کیسا پانی تھا کہ جس نے حلق سے تا ناف پارہ پارہ کر ڈالا اہلبیتؑ یہ حال دیکھ کر بے اختیار رونے اور سر و سینہ پیٹنے لگے۔ جناب امام حسین علیہ السلام سنتے ہی بے تابانہ دوڑے آ کے کیا دیکھتے ہیں کہ جناب امام حسن علیہ السلام بستر پر تڑپ رہے ہیں اور امام حسن علیہ السلام بھائی کو دیکھتے

ہی گلے سے لپٹ گئے اور فرمایا اے بھائی اب یہ دیدار ہمارا دیدار آخری ہے کیونکہ ابھی میں نے اپنے جد بزرگوار اور پدر عالی مقدار کو خواب میں دیکھا ہے کہ ایک طرف بہشت میں میرا ہاتھ تھامے ٹہل رہے ہیں اور جد نامدار مجھ سے فرماتے ہیں اے فرزند اب تو نے دشمنوں کے ہاتھ سے رہائی پائی شب کو تو میرے پاس ہوگا اور دوسری طرف بہشت میں اپنی مادر گرامی کو دیکھا کہ باحال پریشان کھڑی ہیں مجھے دیکھ کر فرمایا اے فرزند یہ قصر زمردی تیرے واسطے آراستہ ہے کل کی شب تو میرے پاس ہوگا خواب سے چونک کر جو اس کوزہ سے تھوڑا پانی پیا اُس پانی نے حلق سے فرو ہوتے ہی تا ناف پارہ پارہ کر ڈالا۔ یہ سُن کر امام حسین علیہ السلام نے چاہا کہ اُس پانی کا ذائقہ دریافت کریں یہ دیکھتے ہی جناب زینبؑ بے اختیار ہو کر ایسا دوڑیں کہ گر پڑیں اور امام حسن علیہ السلام نے وہ کوزہ بھائی کے ہاتھ سے لے کر زمین پر ٹپک دیا فوراً تاثیر زہر سے زمین جوش کھانے لگی اور شق ہوگئی اور امام حسن علیہ السلام درد جگر سے ایسے بے تاب تھے کہ کبھی بہنوں پر تکیہ کرتے تھے اور کبھی بھائیوں کے آغوش سے لپٹ جاتے تھے جب آفتاب طلوع ہوا آپ نے استفراغ کیا تو باختلاف روایات ستر یا ایک سو ستر ٹکڑے جگر کے مُنہ سے طشت میں گرے اور آپ کا رنگ مبارک مائل بہ سبزی ہوگیا اُس وقت حضرت نے اپنے ہاتھ بھائی کی گردن میں ڈال دیے اور منہ پر منہ رکھ کے بے اختیار دونوں بھائی زار زار رونے لگے پھر آپ نے اہل بیت طاہرین کو بُلا کر ایک ایک کو وداع کیا اور جناب ام کلثومؑ سے فرمایا میرے فرزند قاسم کو بُلا لاؤ جب قاسمؑ حاضر ہوئے آپ نے گلے سے لگایا رُخساروں پر بوسے دے کر زار زار رونے لگے اور اُن کا ہاتھ امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ میں دے کر فرمایا اے بھائی اسے تم کو سپرد کرتا ہوں اس پر ہمیشہ نظر لطف رکھنا اور ہم نے فاطمہ کبریٰ علیہا السلام کو اس سے نامزد کیا ہے جب وہ وقت پہنچے تو اس کی امانت اس کو دے دینا امام حسین علیہ السلام نے قبول کیا۔

حضرات! یقین ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام نے اپنے فرزند کو بھی وصیت کی ہو گی کہ اے فرزند یاد رکھنا اپنے چچا کو اپنا آقا اور امام سمجھنا اور جب کوئی وقت مصیبت تمہارے

چچا پر آئے تو اپنی جان کو عزیز نہ کرنا علی اکبر علیہ السلام سے پہلے اپنی جان کو چچا پر نثار کرنا غرض اس بیان پر اک شور واویلا اور ہنگامہ گریہ وبکا اہلِ بیت علیہم السلام میں برپا ہوا الغرض جب اُنتیس صفر کی شب آئی تو حال آپ کا دگرگوں ہو گیا اور بار بار بے ہوش ہو جاتے تھے تھوڑی دیر کے بعد کلمۂ طیب زبان مبارک پر جاری کیا اور آسمان کی طرف اشارہ کر کے رحلت فرمائی۔ اہل بیتؑ میں ایک کہرام برپا ہوا الحاصل امام حسین علیہ السلام بعد غسل وکفن مع سائر بنی ہاشم تابوت مبارک لے کر طرف روضۂ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ ہوئے اُس وقت مروان بے ایمان نے ممانعت کی اور چند تیر اندازوں کو لے کر سدّ راہ ہوا اور تیر باران کرتے لگا راوی کہتا ہے ستر تیر آپ کے تابوت میں پیوست ہو گئے تھے امام حسین علیہ السلام بھائی کی وصیت سے مجبور رہ گئے اور تابوت جنت البقیع میں دفن کرنے لے گئے جب لاش اطہر تابوت سے نکالی تو آہ آہ سات تیر جسد اقدس میں تابوت توڑ کر پیوست ہو گئے تھے الغرض آپ کو وہیں دفن کر کے سب بنی ہاشم نے خوب گریہ وزاری کی۔

حضرات! بعد وفات جناب امام حسن علیہ السلام سات تیر جسم اطہر میں پیوست ہو گئے تھے اُس پر بھائیوں نے رو رو کے اپنا حال تباہ کیا آہ آہ کہاں تھے وہ برادران خیر خواہ کہ روز عاشورا اپنے آقا اور بھائی جناب سید الشہدا علیہ السلام کو اس حال سے دیکھتے کہ بعد شہادت اُس جناب کو تابوت تیروں ہی کا میسر ہوا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ؕ

مجلس نمبر 5

- آیت بیان میں اُن بزرگواروں کے جو مقام اعراف پر تشریف رکھیں گے۔
- تاریخ ولادت وشہادت جناب امام حسین علیہ السلام وحدیث آپ کے فضائل میں۔
- روایت فطرس اور فخر کرنا امام حسین علیہ السلام کا جناب امیر علیہ السلام پر۔
- اشعار آپ کے مصائب میں۔

مجلس نمبر 5

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ بَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَ عَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ ۚ

''حق سبحانہ وتعالیٰ! سورۃ اعراف میں ارشاد فرماتا ہے''اور درمیان بہشت دوزخ کے ایک پردہ حائل ہےاور مقام اعراف پر کئی بزرگوار ایسے ہوں گے کہ لوگوں کو اُن کی صورتوں سے پہچان لیں گے۔'' یعنی اہل بہشت کو اُن کے نورانی چہروں سے اور دوزخیوں کو اُن کی روسیاہی سے جان لیں گے۔''

بیان اعراف:-

ثعلبی نے اپنی تفسیر میں ضحاک اور ابن عباس سے نقل کی ہے کہ

اَلْاَعْرَافُ مَوْضِعٌ عَالٍ مِنَ الصِّرَاطِ عَلَيْهِ حَمْزَةُ وَ الْعَبَّاسُ وَ عَلِيٌّ وَ جَعْفَرٌ يَعْرِفُوْنَ مُحِبِّيْهِمْ بِبَيَاضِ الْوُجُوْهِ وَ مُبْغِضِيْهِمْ بِسَوَاءِ الْوُجُوْهِ۔

''یعنی اعراف ایک مقام ہے جو صراط سے بلند ہے اُس پر بروز قیامت حضرت حمزہ علیہ السلام و جناب عباس علیہ السلام اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام و جعفر طیار علیہ السلام تشریف رکھتے ہوں گے اور یہ حضرات اپنے دوستوں کو اُن کے چہرہ ہائے نورانی سے اور اپنے دشمنوں کو اُن کی صورت ہائے زشت سے پہچان لیں گے اور محمد بن جعفر بن راشب نے کہ

علمائے اہل سنت سے ہے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن الکوا نے جناب امیر علیہ السلام سے پوچھا یا حضرت آپ مجھے آگاہ فرمائیں تفسیر وَ عَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ سے۔ آپ نے ارشاد کیا اے ابن الکوا آگاہ ہو کہ بروز قیامت ہم اہلبیتؑ رسالت کو حق سبحانہٗ مختار کرے گا کہ بہشتیوں کو جنت میں اور دوزخیوں کو جہنم میں داخل کریں۔

فَمَنْ نَصَرَنَا عَرَفْنَاهُ بِسِيْمَاهُ وَ اَدْخَلْنَا الْجَنَّةَ وَمَنْ اَبْغَضَنَا عَرَفْنَاهُ بِسِيْمَاهُ وَ اَدْخَلْنَاهُ النَّارَ

یعنی جن لوگوں نے دنیا میں ہماری نصرت و اعانت کی ہے اور ہماری محبت و مودّت اختیار کی ہے اُن کو ہم اُن کے چہرے سے پہچان لیں گے اور داخل بہشت کریں گے اور جن اشخاص نے دار دنیا میں ہم سے عداوت و دشمنی کی ہے اور ہم کو اور ہمارے شیعوں کو آزار پہنچایا ہے اُن لوگوں کو بھی اُن کی شکل سے پہچان لیں گے اور انہیں دوزخ میں بھیج دیں گے۔

حضرات! آخرت میں تو ائمہ اطہار اپنے دوستوں کو خود پہچان لیں گے مگر دنیا میں حضرت کے دوست دار کیونکر پہچانے جاتے ہیں کہ اُن حضرات کے فضائل و مناقب سُن کر خوش و مسرور ہوتے ہیں اور اُن کے آلام و مصائب پر مغموم و محزون ہوتے ہیں خصوصاً حال خامس آلِ عبا پر جناب مفتی سید عباس صاحب اعلی اللہ مقامہ فرماتے ہیں:

يُفَرِّحُ خَاطِرِيْ بَدْوُ الْحُسَيْنِ
وَ اٰخِرُ اَمْرِهٖ مُبْكٍ لِعَيْنِيْ

تاریخ ولادت جناب امام حسین علیہ السلام:-

یعنی ابتدائے حالات امام حسین علیہ السلام کے میرے دل کو مسرور و شاد کرتے ہیں اور جب آخر عمر کا آپ کے تصور کرتا ہوں فرط قلق سے آنکھیں رونے لگتی ہیں اب مومنین کچھ حالات حضرت کے سماعت فرمائیں کہ آپ تیسرے امام ہیں اور اسم مبارک حسین علیہ السلام

اور کنیت ابوعبداللہ ہے اور القاب آپ کے بہت ہیں سید وسبط وشہید اورذکی وغیرہ ہیں والد ماجد آپ کے جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور والدہ ماجدہ جناب فاطمہ زہرا بنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ولادت حضرت کی مدینہ منورہ میں بنابراشہر کے تین شعبان بروز جمعرات روز سال چار ہجری میں ہوئی اور بعض روایات میں پانچ شعبان بروز جمعرات یا منگل سال مذکور ثابت ہوتا ہے اور بعض روایات سے آخر ربیع الاوّل اور بعض سے تیرہ ماہ رمضان بروز جمعرات اور بعض سے پانچ جمادی الاولیٰ سال تین ہجری میں آپ کی ولادت ثابت ہوتی ہے اور آپ بظلم یزید بن معاویہ جو ملک شام کا بادشاہ تھا اور شمر کے خنجر سے شہید ہوئے اور یہ واقعہ جان سوز دسویں محرم روز جمعہ یا پیر سن اکسٹھ ہجری میں واقع ہوا ستاون برس کی عمر میں شہید ہوئے اور کربلا سے معلی میں حضرت مدفون ہیں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تخمیناً چھ برس اور جناب امیر علیہ السلام کے ہمراہ تقریباً تیس برس اور امام حسن علیہ السلام کے ساتھ اندازاً دس برس رہے اور دس برس خود امامت فرمائی۔

فضائل جناب امام حسین علیہ السلام:۔

فِی الْبِحَارِ وَغَیْرِهٖ مِنْ کُتُبِ الْاَخْبَارِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ کَثِیْرًا مَا یُقَبِّلُ الْحُسَیْنَ علیہ السلام وَ یَقُوْلُ حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ علیہ السلام مَنْ یُحِبُّنِیْ فَلْیُحِبَّهٗ اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ یُحِبُّهٗ۔

کتاب بحار الانوار اور کتب اخبار میں منقول ہے کہ اکثر جناب رسالت مآبؐ اپنے فرزند حسین علیہ السلام کو پیار کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرا حسین علیہ السلام مجھ سے ہے اور میں حسین علیہ السلام سے ہوں جو شخص کہ دوست رکھے مجھے چاہئے کہ دوست رکھے میرے فرزند حسین علیہ السلام کو اور جو اُسے دوست رکھتا ہے حق سبحانہ وتعالیٰ اُسے دوست رکھتا ہے اور کلینی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے جناب سیدہؑ بلکہ کسی عورت کا دودھ نہیں پیا

ہمیشہ آپ کو جناب سیدہ سلام اللہ علیہا خدمت رسول خدا ﷺ میں بھیج دیتی تھیں وہ حضرت اپنا انگوٹھا اپنے نواسے کے مُنہ میں دیتے تھے اور امام حسین علیہ السلام اُسے چوس چوس کے اس قدر سیر ہو جاتے تھے کہ پھر دو تین دن بھوکے نہ ہوتے تھے غرض آپ کا گوشت پیغمبر خدا ﷺ کے گوشت سے روئیدہ ہوا اور سوائے جناب یحییٰ علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کے کوئی شکم مادر سے چھ مہینہ کا پیدا ہو کے زندہ نہیں رہا حضرت کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں کوئی اُس کا احاطہ نہیں کرسکتا۔

روایت فطرس:-

فطرس فرشتہ کی روایت تو مشہور ہے وہ حاملانِ عرش سے تھا کسی وجہ سے معتوب خدا ہو کے مدتوں سے ایک جزیرہ میں بے پر و بال پڑا تھا جبرئیل علیہ السلام حضرت امام حسین علیہ السلام کی پیدائش کی مبارک باد دینے کو جانب خدا سے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آتے تھے اُس کو بھی جزیرہ سے حسب استدعاء اپنے ساتھ لے لیا فطرس نے آ کے اپنا حال پیغمبر خدا علیہ السلام سے عرض کیا اور دعا کا اُمیدوار ہوا حضرتؐ نے فرمایا اپنا بدن میرے اس فرزند کے بدن سے مس کر اُس نے جوں ہی اپنے کو امام حسین علیہ السلام کے جسم اقدس سے ملایا حق تعالیٰ نے اس کی برکت سے فوراً اُسے پر و بال عنایت فرمائے اور وہ خدا کا شکر اور اہلبیت علیہم السلام کی ثنا کرتا ہوا اُڑ کے چلا گیا اور آسمان پر جا کے فخر کرنے لگا کہ کون فرشتہ میرے برابر ہے کہ میں حسین ابن علی علیہما السلام کا آزاد کردہ ہوں۔

فخر کرنا امام حسین علیہ السلام کا جناب امیرؑ پر:-

مومنین! فطرس کے فخر کرنے پر مجھے روایت کتاب ارشاد الواعظین کی جسے ملا اسمٰعیل کاشانی نے حضرت سلمان سے حکایت کی ہے یاد آ گئی روایت طولانی ہے اُس میں سے چند فقرے بیان کرتا ہوں ایک دن رسول خدا ﷺ اپنے دولت خانہ میں محزون ومغموم لیٹے تھے جناب امیر علیہ السلام بھی حاضر خدمت تھے چاہا کسی طرح اُس

جناب کو بُلائیں اور رنج و ملال خاطر اقدس سے دفع کریں اسی اثناء میں امام حسین علیہ السلام کہیں سے کھیلتے ہوئے سامنے آ گئے آپ نے اشارہ سے بلایا وہ شاہزادہ سمجھ گیا دوڑ کر اپنے نانا کے قریب جا کے سینہ پر بیٹھ گیا جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا تمہیں مناسب نہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایسی بے ادبی کرو میں تو کہیں تم سے افضل ہوں مگر کبھی ایسا امر مجھ سے واقع نہیں ہوا اپنے نانا سے پوچھ لو وہی اس کے شاہد ہیں اے فرزند میں وہ ہوں جس نے پہلے خدا کی وحدانیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار کیا اگر میں نہ ہوتا تو کبھی دین خدا رواج نہ پاتا شب ہجرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرش خواب پر بے تکلف سو رہا اپنی جان کا کچھ خیال نہ کیا جنگ خندق میں جب عمر بن عبدود لڑنے آیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار فرمایا لشکر اسلام سے کون اس کے مقابلہ کو جائے گا کسی نے جواب نہ دیا میں ہر مرتبہ اُٹھ کھڑا ہوتا تھا اور کہتا تھا لبیک لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اَنَا عَبْدٌ مِنْ عَبْدِكَ

''یعنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے غلاموں سے ایک غلام ہوں مجھے اجازت دیجئے کہ اپنی جان نثار کروں آخر میں تنہا پیادہ پا اُس عمر قلیل میں لڑنے گیا اور عمر بن عبدود کو قتل کیا اُسی وقت جبرئیل علیہ السلام وحی لائے۔''

ضَرْبَةُ عَلِيٍّ يَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ

یعنی ''روز خندق ایک ضرب علی علیہ السلام کی تمام جن وانس کی عبادت سے بہتر ہے'' اے فرزند میں وہ ہوں کہ جب تمہارے نانا سے جناب باری نے شب معراج تکلم کیا تو میرے لہجے میں کلام کیا' میں وہ ہوں کہ تمہارے نانا کو شب معراج فقط میرے ہی محبت کا حکم ہوا اے فرزند ماں میری فاطمہ بنت اسد باپ میرے ابو طالب ہیں اور دادا عبد المطلب بادشاہ مکہ تھے بھائی میرے جعفر طیار جنہیں خدا نے یاقوت کے شہپر عنایت فرمائے ہیں۔ اے فرزند میں وہ ہوں جس نے حمایت دین کے واسطے متعدد غزوات میں

ایک ہزار نو سو پچاس زخم کھائے۔ سلمان کہتے ہیں جناب رسول خداﷺ نے جب یہ کلمات سنے فرمایا اے حسین علیہ السلام جس قدر تمہارے پدر نے بیان کیا یہ اُن مراتب کا عشرہ عشیر نہیں ہے جو خداوند عالم نے ان کے لئے مقرر فرمائے ہیں مگر تم بھی جواب کیوں نہیں دیتے کس لئے خاموش ہو تمہارا حسب ونسب اعلیٰ بلکہ مجھ سے بھی بہتر ہے۔ شہزادے نے عرض کی کیونکر پدر بزرگوار کا جواب دوں خلاف ادب ہوتا ہے فرمایا خدا اور رسولﷺ اُس کا خوش ہے کچھ بیان کرو اُس وقت امام حسین علیہ السلام دو زانو ہو بیٹھے اور باوجودیکہ سن شریف کل تین برس کا تھا بکمال فصاحت بزبان حال کہنے لگے

یَا اَبَتَاہُ ھَلْ تُفَاخِرُنِیْ۔

کیوں پدر بزرگوار آپ مجھ سے فخر کرتے ہیں بھلا آپ کے پدر بزرگوار میرے پدر عالی مقدار کی طرح کہاں تھے اور آپ کے نانا میرے نانا کی طرح بہترین عالم اور خاتم الانبیاء کہاں تھے آپ کی والدہ ماجدہ میری ماں کی طرح زنان عالم کی سردار اور خاتون جنت نہ تھیں اگر آپ کی جنگ سے دین خدا جاری ہوا تو میری شہادت سے دین کا استحکام ہوگا اگر آپ کے بھائی کو شہپر یاقوت کے ملے ہیں تو میرے بھائی عباس علیہ السلام کو بھی شہپر زمرد کے ملیں گے اور آپ نے تو غزوات متعددہ میں ایک ہزار نو سو پچاس زخم کھائے ہیں اور میں روز عاشوراء چند ساعت میں اتنے زخم کھاؤں گا کہ جس کا شمار نہ ہو سکے گا آپ کسی جنگ میں پیاسے نہ رہے کوئی جوان بیٹا آنکھوں کے سامنے مارا نہیں گیا کوئی شیر خوار گود میں شہید نہیں ہوا مجھ پر یہ سب مصیبتیں ہونے والی ہیں مسافرت میں ضعیفی کا عالم بھوک کا صدمہ۔ پیاس کی شدت آفتاب کی گرمی دشمنوں کی کثرت دوستوں کا عزیزوں کا جُدا ہونا، صبح سے تین پہر میں دیکھتے دیکھتے بھرا گھر خالی ہو جائے گا گودیوں کے کھلائے بچے آنکھوں کے سامنے دم توڑ توڑ کے مرجائیں گے میری شہادت کے بعد بھی اعدا ظلم وستم سے باز نہ آئیں گے سر کو کاٹ کے نیزے پر لئے اہلبیت کو قید کیے شہروں میں جنگلوں میں کہاں

کہاں پھرائیں گے لاش بے سر وکی دن کی دھوپ رات کی اوس میں عریاں پڑی رہے گی کئی دن تک گور و کفن بھی میسر نہ ہوگا آخر اہل قریہ رحم کھا کے دفن کر دیں گے۔ مومنین! ان مصائب پر فخر کرنا امام حسین علیہ السلام کا بجا تھا تحقیق کہ اُس جناب پر وہ مصیبتیں پڑی ہیں کہ ابتدائے آدمؑ سے تا ایندم کسی برگزیدہ باری نے نہ اُٹھائیں۔

بِنَفْسِیْ شِفَاهًا نَابِلَاتٍ بِنَیْنَوٰی
بِنَفْسِیْ بُطُوْنًا جَائِعَاتٍ بِنَیْنَوٰی

جاں قربان شیعوں کی اُن لبہائے نازنین پر جو روز عاشوراء کربلا میں تین دن کی پیاس سے سوکھ گئے تھے اور فدا ہو جان شیعوں کی اُن شکم ہائے گرسنہ پر جو بھوک کی شدت سے پیٹھ کو لگ گئے تھے۔

بِنَفْسِیْ رُؤُسًا قُطِّعَتْ مِنْ جُسُوْمِهَا
بِنَفْسِیْ جُسُوْمًا مُصْرَعَاتٍ بِنَیْنَوٰی

قربان اُن سرہائے بریدہ پر جو اپنے بدنوں سے جُدا ہو کر پھر نہ ملے اور قربان اُن بدنوں پر جو اپنے سروں سے جُدا ہو کے کئی دن تک کربلا کی زمین پر بے گور و کفن پڑے رہے۔

افسانہ کہ کس نتواند شنید نش
یا رب بر اہلبیت چہ آمد زدید نش

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۵

مجلس نمبر 6

- آیت صادقین سے مراد جناب امیر علیہ السلام ہیں۔
- تاریخ ولادت وشہادت جناب امام زین العابدین علیہ السلام
- آپ کے فضائل کا بیان
- دوبارہ قید ہونا آپؑ کا اور چالیس برس آپؑ کا گریہ کرنا
- روایت آپ علیہ السلام کے ناقہ اور ذوالجناح کی

مجلس نمبر 6

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُو اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ

''حق سبحانہ وتعالٰی سورۂ توبہ میں ارشاد کرتا ہے اے گروہ مومنین خدا سے ڈرو اور اُس کی نافرمانی سے اپنے کو بچاؤ یعنی کوئی فعل اُس کی مرضی کے خلاف نہ کرو اور دین خدا میں راستی اختیار کرو'' یعنی محمدؐ و آل محمدؐ کی پیروی کرو حافظ ابونعیم نے کہ علمائے اہل سنت سے ہے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے اور صادقین سے جناب امیر علیہ السلام مراد ہیں اور نافع نے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عمر واپنے اصحاب سے کہتا تھا کہ

اَمَرَ اللّٰہُ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِاَجْمَعِھِمْ اَنْ یَخَافُوا اللّٰہَ ثُمَّ قَالَ لَھُمْ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ یَعْنِی مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ اَھْلَ بَیْتِہٖ۔

حق تعالٰی نے تمام اصحاب رسولؐ کو حکم فرمایا ہے کہ گناہوں سے اجتناب و پرہیز کرو اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے اہلبیت علیہم السلام کی پیروی ومتابعت کرو اور کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ سے مراد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کی عترت ہے۔

تاریخ ہائے ولادت ووفات جناب امام زین العابدین علیہ السلام:۔

حضرات! عترت رسول سے اہلبیت طاہرین و ائمہ معصومین علیہم السلام مراد ہیں مجلسوں میں محفلوں میں اکثر فضائل ومناقب وحالات مصائب امام حسین علیہ السلام اور آپ کے آبائے کرام کے پڑھے جاتے ہیں لیکن خامس آل عبا کے بعد اور اماموں کے احوال ذاکرین کم پڑھتے ہیں اگر چہ امام چہارم سید الساجدین علیہ السلام کے بھی حالات جناب سید الشہداء علیہ السلام کے مصائب کے ساتھ بیان ہوتے ہیں مگر میں اُن سب سے علیحدہ آپ کی مجمل کیفیت بطور اختصار لکھتا ہوں جناب امام زین العابدین علیہ السلام چوتھے امام ہیں اسم شریف علی علیہ السلام کنیت ابو محمد علیہ السلام اور ابو الحسن ہے اور القاب زین العابدین علیہ السلام وسجاد اور زکی وغیرہ ہیں' پدر بزرگوار آپ کے جناب امام حسین علیہ السلام والدہ ماجدہ جناب شہر بانو دختر یزدجرد بن شہریار بن کسریٰ بادشاہ عجم ہیں۔ سال چھتیس ہجری میں پندرہ جمادی الاولیٰ روز جمعہ یا پندرہ جمادی الاخریٰ بروز جمعرات کو مدینہ منورہ میں آپ پیدا ہوئے اور شیخ مفیدؒ نے پانچ شعبان بروز ہفتہ لکھا ہے اور بروایت کشف الغمہ سال اڑتیس ہجری میں شہادت جناب امیر علیہ السلام سے دو سال قبل آپ پیدا ہوئے اور ولید بن عبد الملک و بروایت ہشام بن عبد الملک نے آپ کو زہر سے شہید کیا اٹھارہ یا اُنیس یا پچیس محرم کو سال چورانوے یا پچانوے ہجری میں آپ کی شہادت ہوئی دو برس جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ اور بیس برس امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ اور پینتیس برس خود امام رہے کُل ستاون برس زندگانی پائی۔ بعض روایات سے اٹھاون برس بعض سے اُنسٹھ سال بھی ثابت ہوتی ہے اور قریب قبر مطہر اپنے عم بزرگوار جناب امام حسن علیہ السلام کے بقیع میں دفن ہوئے۔

فضائل جناب امام زین العابدین علیہ السلام:۔

اللہ اکبر مومنین خیال کریں اعدائے دین نے کیسے امام صابر وشاکر کے ساتھ کینہ رکھا اور کس برگزیدہ باری کو زہر دغا سے شہید کیا۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

میرے پدر بزرگوار کسی نعمت خدا کو یاد نہ کرتے تھے مگر سجدۂ شکر بجالاتے تھے اور جب کلام اللہ میں آیہ سجدہ تلاوت فرماتے تھے یا نماز واجب سے فارغ ہوتے تھے سجدہ کرتے تھے اور جب حق تعالیٰ کسی امر خوفناک سے یا کسی مکار کے مکر سے آپ کو بچاتا تھا جب دو آدمیوں میں صلح ہوتی تھی تو سجدہ کرتے تھے حضرت کے ہر موضع سجود سے سجدہ کا نشان ظاہر تھا اس وجہ سے حضرت کو سجاد کہتے ہیں اور کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ ایک روز وہ حضرت محراب عبادت میں کھڑے ہوئے پروردگار عالم سے مناجات کر رہے تھے شیطان اژدہے کی صورت بن کے ظاہر ہوا چاہا کہ حضور قلب میں خلل ڈالے حضرت ملتفت بھی نہ ہوئے پھر اُس لعین نے قریب آ کے پائے مبارک کے انگوٹھے پر کاٹا حضرت نے اس پر بھی خیال نہ کیا جب نماز سے فارغ ہوئے اُس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ یہ شیطان ہے فرمایا کہ دُور ہو اے ملعون پھر عبادت میں مشغول ہوئے اُس وقت ہاتف غیبی نے تین مرتبہ کہا

أَنْتَ زَيْنُ الْعَابِدِيْنَ۔

یعنی "تم دنیا کے سب عابدوں سے بہتر ہو" اسی وجہ سے حضرت کا لقب زین العابدین ہوا۔

دوبارہ قید ہونا بیمار کربلا کا:۔

صاحب نور الایمان زہری سے روایت لکھتے ہیں وہ کہتا ہے کہ عبد الملک بن مروان نے حاکم مدینہ کو لکھا کہ جناب زین العابدینؑ کو گرفتار کر کے یزید کے پاس بھیج دے۔ اُس ملعون نے حضرت کو طوق و زنجیر میں مسلسل کیا اور بہت سے اشقیاء حفاظت کو معین کیے جب میں نے آپ کی گرفتاری کا حال سُنا چاہا کہ حضرت کو جا کے سلام کروں بدقت تمام نگہبانوں سے اجازت لے کے اُس جناب کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ پائے مبارک میں زنجیر اور گلے میں طوق ہے میں بہت رویا اور عرض کی کاش آپ کی جگہ میں ہوتا اور آپ محفوظ رہتے حضرت نے فرمایا اے زہری تمہیں گمان ہے کہ یہ سب مجھ پر شاق

ہے اور میں اسے دفع نہیں کر سکتا ایسا نہیں ہے اگر چاہوں تو ابھی دفع کر دوں لیکن خود چاہتا ہوں کہ اسی حال میں رہوں تا کہ عذاب خدا مجھے یاد رہے یہ فرما کے ہاتھ پاؤں زنجیر سے نکال لیے پھر اُسی طرح زنجیر پہن لی اور فرمایا کہ دو منزل سے زیادہ ان کے ساتھ نہ جاؤں گا زہری کہتے ہیں کہ چار دن کے بعد دیکھا کہ جو لوگ حضرت پر مؤکل تھے وہ مدینہ میں آئے ہیں اور آپ کو ڈھونڈتے ہیں۔ میں نے جا کے کیفیت پوچھی کہنے لگے کہ عجب حال ہے ہم سب تمام شب جاگتے رہے اور حفاظت کرتے رہے جب صبح ہوئی تو محمل میں سوائے زنجیر کے کچھ نظر نہ آیا زہری کہتے ہیں کہ میں اُس کے بعد عبد الملک کے پاس گیا اُس نے آپ کا حال پوچھا جو سنا تھا بیان کیا عبد الملک نے کہا کہ جس روز حضرت نگہبانوں کے پاس سے غائب ہو گئے تھے اُسی دن میرے پاس آئے اور کہا کہ مجھ سے تجھے کیا کام ہے اُس وقت مجھ پر ایسا خوف غالب ہوا کہ اُن حضرت کے بہ نسبت کسی ضرر پہنچانے کا ارادہ نہ کر سکا بلکہ کہا اگر منظور ہو تو آپ میرے پاس تشریف رکھیں کہ میں آپ کو بہت عزت و احترام سے رکھوں گا حضرت نے کہا کہ مجھے منظور نہیں ہے یہ فرما کے وہ جناب چلے گئے پھر میں نے نہیں دیکھا حضرات یہ قید ہونا آپ کا پہلی مرتبہ نہ تھا قید اول کا حال تو سب جانتے ہیں کیا کیا مصائب آپ نے اُس قید میں اور معرکہ کربلا میں اُٹھائے ہیں جن مصیبتوں کو یاد کر کے عمر بھر آپ روتے رہے۔

عابد سے غم شاہ میں سونا چھوٹا — سُوئے بھی تو خاک پر بچھونا چھوٹا
کھانا پانی نشاط و عیش و آرام — سب چھوٹ گئے مگر نہ رونا چھوٹا

گریہ بے شمار کرنا:-

وَرَدَ فِي الْحَدِيْثِ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ عَلَيْہِ السَّلَام بَكٰى عَلٰى اَبِيْهِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً۔

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار پر چالیس برس روئے جب آپ کے سامنے کھانا آتا تھا تو روتے تھے اور جس وقت پانی آتا تھا تو اس قدر روتے تھے کہ آنسوؤں سے مل کر مضاف ہو جاتا تھا۔

وَمَا اَكَلَ رَاسَ الضَّانِ اَبَدًا مُدَّةَ عُمْرِهٖ۔

اور تمام زندگی حضرت نے کلّہ گوسفند نہ کھایا منقول ہے کہ کسی نے آپ سے پوچھا یا مولا کہاں تک روئیں گے؟ حضرت نے فرمایا کہ اے شخص یعقوب علیہ السلام پیغمبر کے بارہ بیٹے تھے اُس میں سے ایک گم ہوا یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کو اس قدر روئے کہ آنکھیں سفید ہو گئیں حالانکہ یوسفؑ زندہ تھے اور اے شخص میں نے تو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ سترہ اہلبیتؑ جو رُوئے زمین پر اپنا نظیر نہ رکھتے تھے ایک ساعت میں مثل گوسفندانِ قربانی کے ذبح ہو گئے اور سر اُن کے نیزوں پر چڑھا کے شہر بشہر پھرائے گئے بخدا کبھی غم اُن کا دل سے دُور نہ ہوگا اور اُن کی لاشہائے خون آلودہ اور گلوئے بریدہ نظر سے غائب نہ ہوں گی اور ذکر اُن کا زبان سے موقوف نہ ہوگا جب تک کہ خدا مجھے اُن سے ملائے اور کبھی خوان طعام اُس جناب کے آگے نہ رکھا گیا مگر یہ کہ اس شدت سے روتے تھے کہ وہ طعام آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا یہاں تک کہ روتے ہی روتے وہ جناب دنیا سے سدھارے۔ صاحب بصائر الدرجات لکھتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد کیا جب امام زین العابدین علیہ السلام کا وقتِ وفات قریب آیا آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا اور مجھ سے فرمایا اے فرزند آج کی شب وہ شب ہے جس میں پدر مظلوم تمہارا وفات پائے گا چاہئے کہ آج میرے اس ناقہ کو جس پر میں نے بائیس حج کیے ہیں اور آج تک کبھی اُس کو ایک تازیانہ بھی نہیں لگایا مکان کے اندر باندھو اور آب ودانہ وگیاہ سبز اُس کے واسطے مہیا کرو اور میری وفات کے بعد اُس بے زبان کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچانا اور برابر آب ودانہ کی خبر رکھنا۔ امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جب ہم اپنے پدر عالی

مقداد کے دفن سے فارغ ہوئے دیکھا کہ وہ ناقہ رسیاں توڑ کر خاک اُڑاتا آنسو بہاتا قبر مطہر کی طرف چلا آتا ہے باوجودیکہ اُس کو مقام قبر معلوم نہ تھا مگر قریب قبر مطہر آں کر سینہ اپنا مرقد سے لگا کر فریاد و نالہ کرنے لگا اور اپنی زبان سے بے زبانی میں ایسے بیان کرتا تھا کہ سننے والوں کے دل بے چین ہوتے تھے۔

بیمار کربلا کے ناقہ کا مرنا:۔

اُس وقت امام محمد باقر علیہ السلام قریب اُس ناقہ کے جا کر مہار تھام کے ارشاد فرمانے لگے اے میرے پدر مظلوم کے ناقہ خاموش ہو اور صبر کر کہ تیری اس بے قراری و اضطراب سے تاب ضبط ہم لوگوں میں باقی نہیں یہ سُن کر وہ ناقہ اُٹھا اور مغموم و محزون سر جھکائے سیدھا اپنے مقام پر چلا آیا بعد تھوڑی دیر کے پھر اپنے آقا کی قبر پر جا کے اُسی طرح نالہ و فریاد کرنے لگا اور زار زار رونے لگا جب امام محمد باقر علیہ السلام کو خبر پہنچی فرمایا اُس ناقہ کو اپنے حال پر چھوڑ دو کہ وہ بہت بے تاب ہے غرض اُس ناقہ نے تین دن کے بعد اُسی حال میں قضا کی۔ مومنین ناقوں کا تو دستور ہے جب چلنے میں کمی کرتے ہیں تو تازیانہ بھی کھاتے ہیں دوڑائے بھی جاتے ہیں باایں ہمہ امام زین العابدین علیہ السلام نے بائیس حج کیے کبھی اپنے ناقہ کو تازیانہ نہ لگایا اور تیز نہ دوڑایا مگر آہ آہ اس رحم دلی پر آپ نے کربلا سے شام تک راستے میں خود تازیانے پر تازیانے کھائے' جنگلوں میں پہاڑوں میں طوق و زنجیر پہنے تمازت آفتاب میں پیادہ پا دوڑائے گئے حضرات اس ناقہ نے اپنے مالک کے واسطے اتنا غم کیا کہ اُسی غم میں ہلاک ہو گیا۔

روایت ذوالجناح:۔

کسی اور راہوار نے بھی اپنے سوار کے ماتم میں جان دی ہے۔ وہ ذوالجناح تھا لکھا ہے کہ جب راکب دوش رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پُشتِ مرکب سے زمین پر آیا اور شمر ملعون نے اپنا کام تمام کیا فرط قلق سے ذوالجناح کا یہ حال ہوا کہ گرد لاش مبارک کے پھرتا تھا اور

گلوے بریدہ کے خون سے اپنی پیشانی کو ملتا تھا اور اس شدت سے روتا تھا کہ آنسو آنکھوں سے بہہ بہہ کر سموں تک پہنچے تھے اس حال تباہ سے روتا خاک اُڑاتا خیمہ گاہ تک آیا اور خیمۂ امام کے دروازے پر پہنچ کے اس طرح آواز دی کہ سب بیبیاں بچے روتے پیٹتے مضطربانہ خیمہ سے دروازے پر دوڑ آئے دیکھا کہ زین واژگون ہے باگیں کٹی ہیں جا بجا بدن پر زخم ہیں اور زخموں سے خون جاری ہے۔ دیکھتے ہی سب کو یقین ہو گیا کہ آقا ہمارے شہید ہو گئے یہ گھوڑا خبر شہادت دینے آیا ہے۔

مومنین! وہ غربت کا عالم وارث کا ماتم' اپنے بھائی کا غم کیا کیا مصیبتیں پیش نظر تھیں اہلبیت علیہم السلام کا مضطرب ہونا بے قرار ہو کے رونا بیان نہیں ہو سکتا۔ کوئی بی بی گردنِ فرس میں باہیں ڈال کے بین کرتی تھی اے راہوار ہمارے سردار اور اپنے سوار کو کہاں چھوڑ کے اکیلا آیا ہے' کوئی دامن زین کو تھامے فریاد کرتی تھی اے گھوڑے ہمارے آقا پر قتل گاہ میں کیا گذری' کوئی سموں سے لپٹی جان کھوتی تھی' کوئی خاک پر پچھاڑیں کھاتی تھی اور گھوڑا سر جھکائے چپکا کھڑا تھا اور برابر آنکھوں سے آنسو جاری تھے اسی اثنا میں فوج اعداء کے کچھ لوگ تاراجی خیام کے قصد سے قریب آ پہنچے اُس وقت اہلبیتؑ کہاں جاتے کیونکر اپنے کو چھپاتے گھبرا گھبرا کے خیمہ کے اندر چلے گئے۔ گھوڑا وہاں سے پھرا اور روتا ہوا دریا کی طرف چلا دشمن فوج کے سواروں نے پیچھے سے تعاقب کیا آگے سے سدراہ ہوئے مگر ذوالجناح کسی کے قابو میں نہ آیا اُسی طرح نالاں و گریاں ساحل تک پہنچا اور مضطربانہ اپنے کو فرات میں ڈال دیا پھر اُس گھوڑے کا حال کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہوا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر 7

- آیت خیر البریہ
- تاریخ شہادت امام محمد باقر علیہ السلام۔
- آپ کا جابر بن یزید کو معجزہ دکھلانا۔
- سبب شہادت اور داخلہ اہل بیت دربار یزید میں۔
- زہیر کا اُم کلثومؑ کو کنیزی میں مانگنا۔

مجلس نمبر 7

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوْا الصّٰلِحَاتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ۔

''حق سبحانہٗ وتعالیٰ سورۃ البینہ میں ارشاد فرماتا ہے بدرستیکہ وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور کارہائے شائستہ کئے ہیں وہی لوگ بہترین بندگانِ خدا سے ہیں۔'' ابن عباسؓ کہتے ہیں:

اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ نَزَلَتْ فِیْ عَلِیٍّ وَ اَهْلِبَیْتِهٖ۔

کہ یہ آیت شان میں جناب امیر علیہ السلام اور اہلبیت علیہم السلام کے نازل ہوئی ہے اور بنا بر دوسری روایت کے ابن عباس کہتے ہیں کہ جب یہ آیہ نازل ہوا اُس وقت جناب رسالت مآبؐ نے جناب امیر علیہ السلام کی طرف مخاطب ہو کے فرمایا:

یَا عَلِیُّ (علیہ السلام) هُوَ اَنْتَ وَ شِیْعَتُكَ تَاْتِیْ اَنْتَ وَ شِیْعَتُكَ اِلٰی یَوْمَ الْقِیٰمَةِ رَاضِیْنَ مَرْضِیِّیْنَ۔

اے علی (علیہ السلام) مراد خَیْرُ الْبَرِیَّةِ سے تم اور تمہارے شیعہ ہیں جس روز قیامت برپا ہوگی اور لوگ اپنی قبروں سے اُٹھیں گے پس اُس روز ہولناک میں تم اور تمہارے شیعہ خدا سے راضی وخوشنود ہوں گے اور حق تعالیٰ تم سے اور تمہارے شیعوں سے راضی وخوشنود ہوگا۔ حضرات! یہ آیت جناب امیر علیہ السلام اور حضرت کے شیعوں کی شان میں

نازل ہوئی لیکن سمجھنا چاہیے کہ ہر امام اپنے زمانے میں جناب امیر علیہ السلام کی طرح ہر امر میں بہترین خلائق تھے اور شیعہ بھی فی الحقیقت وہ ہی ہیں جوان سب حضرات کو متحد النور ایک کے بعد دوسرے کو بہترین عالم اور واجب الطاعت سمجھے اور علامت تشیع کیا ہے یہ ہے کہ اُن کے فضائل سُن کر مسرور اور اُن کے مصائب سے رنجور ہوں۔ اس مجلس میں امام محمد باقر علیہ السلام کا حال لکھتا ہوں مومنین سماعت فرمائیں اور ثواب حاصل کریں۔

تاریخ ولادت و وفات امام محمد باقر علیہ السلام:-

جناب امام محمد باقر علیہ السلام پانچویں امام ہیں اسم مبارک محمد علیہ السلام کنیت ابو جعفر ہے اور القاب شریف باقر و شاکر و ہادی ہیں۔ پدر بزرگوار آپ کے امام زین العابدین علیہ السلام والدہ ماجدہ فاطمہ علیہا السلام صاحبزادی امام حسن علیہ السلام کی ہیں۔ سال ستاون ہجری میں پہلی رجب روز جمعہ یا پیر یا تیسری ماہ صفر کو مدینہ میں آپ پیدا ہوئے اور شہادت آپ کی مدینہ ہی میں ہوئی اکثر علماء سال وفات ایک سو چودہ ہجری بروز پیر سات ذی الحجہ لکھتے ہیں بعضوں نے ایک سو سولہ بعضوں نے ایک سو سترہ ہجری سال وفات لکھا ہے بعض ماہ ربیع الاول بعض ماہ ربیع الثانی لکھتے ہیں اور شہادت آپ کی بعض عبدالملک بعض ہشام بن عبدالملک بعض ابراہیم بن ولید ملعون کے حکم سے لکھتے ہیں وقت شہادت عمر شریف ستاون برس کی تھی امام حسینؑ کے ساتھ چار برس امام زین العابدینؑ کے ہمراہ چونتیس برس دس مہینے رہے اور اُنیس برس آپ خود امام رہے۔ جنت البقیع میں اپنے پدر بزرگوار کے پہلو میں دفن ہوئے اور جس گھر میں آپ نے وفات پائی تھی امام جعفر صادق علیہ السلام اُس مکان میں ہر روز روشنی کرنے کا حکم دیا تھا اور کیفیت وفات آپ جناب کی کہ کس سبب سے اور کس طرح انتقال فرمایا پہلے ایک معجزہ آپ کا عرض کر کے بیان کروں گا۔

معجزہ امام محمد باقر علیہ السلام:-

صاحب نور الایمان لکھتے ہیں کہ جابر بن یزید کہتا ہے ایک روز میں نے جناب امام

محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ حق تعالیٰ نے جو قرآن مجید میں فرمایا ہے

وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔

ملکوت ساوات اور ارض سے کیا مراد ہے۔جس کو حق تعالیٰ نے جناب ابراہیم علیہ السلام کو دکھایا۔حضرت نے دست ہائے مبارک آسمان کی طرف بلند کیئے اور فرمایا دیکھ میں نے جو نظر کی تو دیکھا کہ آپ کے دست مبارک سے آسمان تک ایک نور ساطع ہے کہ آنکھیں خیرہ کرتی ہیں۔اُس کے بعد حضرت نے فرمایا اسی طرح جناب ابراہیمؑ نے ملکوت سما اور ارض کو دیکھا پھر ہاتھ میرا تھام کے ایک حجرہ میں لے گئے۔وہاں آپ نے لباس تبدیل کیا اور مجھے فرمایا آنکھیں بند کر لے میں نے آنکھیں بند کر لیں ایک لحظہ کے بعد مجھ سے پوچھا تو کہاں ہے میں نے عرض کی میری آنکھیں بند ہیں مجھے کچھ خبر نہیں کہ میں کہاں ہوں فرمایا اس وقت تو اُس ظلمات میں ہے جہاں ذوالقرنین کا گذر ہوا تھا میں نے عرض کی حکم ہو تو آنکھیں کھولوں حسب حکم جو آنکھیں کھولیں تو ایسی تاریکی تھی کہ مقام قدم بھی معلوم نہ ہوتا تھا پھر حضرت نے تھوڑی دور لے جا کے پوچھا اب تو کہاں ہے؟ عرض کی مجھے کچھ خبر نہیں فرمایا اُس سرچشمہ پر ہے جس سے خضرؑ نے آب حیات پیا تھا اسی طرح پانچ عالموں میں مجھے لے گئے اور فرمایا اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی ملکوت آسمان و زمین دیکھے تھے جس طرح تو نے دیکھا اور معلوم ہو کہ بارہ عالم ہیں جو امام دنیا سے گذرتا ہے انہیں عالموں میں سے ایک عالم میں رہتا ہے اُس وقت تک کہ صاحب الامر علیہ السلام ظہور کریں اس کے بعد حضرت نے فرمایا آنکھیں بند کر لے تھوڑی دیر بعد فرمایا اب آنکھیں کھول دے جب آنکھیں کھولیں تو خود کو آپ کے در دولت پر پایا پھر حضرت نے اپنا لباس اول پہن لیا اور جہاں پہلے بیٹھے تھے وہاں تشریف لائے۔جابر کہتے ہیں جب تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ مدت سیر تین ساعت تھی۔

وفات جناب امام محمد باقر علیہ السلام:۔

آہ آہ مومنین ایسے امام معجز نما کو ہشام بن عبد الملک نے زہر سے شہید کیا امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں ایک سال ہشام بن عبد الملک حج کو آیا تھا میں بھی اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ حج کو گیا تھا بعد فراغت مناسک حج میں نے حرم میں جہاں حجاج کا مجمع تھا یہ بیان کیا شکر اُس خدا کا جس نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث بہ رسالت اور ہم اہلبیت علیہم السلام کو آپ کی وجہ سے بزرگ و مکرم کیا پس خوشا حال اُس کا جو میری اطاعت و متابعت کرے اور بد بخت و شقی وہ ہے جو مجھ سے عداوت و مخالفت کرے۔ اُس انبوہ میں ہشام کا بھائی بھی تھا اُس نے ہشام کو یہ خبر پہنچادی وہ اُس مقام پر تو کچھ کر نہ سکا دمشق میں پہنچ کر عامل مدینہ کو خط لکھا اُس نے مجھ کو پدر بزرگوار کے ساتھ دمشق روانہ کیا وہاں تین دن تک ہشام نے ہم سے ملاقات نہ کی چوتھے روز اپنے دربار میں جہاں دورویہ فوج مسلح کھڑی تھی اور خود تخت پر بیٹھا تھا ہم کو بلایا دیکھا کہ وہاں لوگ ایک تودہ پر تیر لگا رہے ہیں۔

جناب امام محمد باقر علیہ السلام کا تیر لگانا:۔

میرے پدر بزرگوار کو بھی تیر لگانے کی تکلیف دی گئی پہلے آپ نے عذر کیا جب ہشام نہ مانا کمان اُٹھا کے پے در پے نو تیر ایسے لگائے کہ ایک کا پیکان دوسرے کے سوفار میں پیوست ہوتا گیا اُس نے ایسی تیر اندازی کبھی سُنی بھی نہ تھی دیکھتے ہی رنگ فق ہو گیا معلوم ہوتا تھا وہ سب تیر اُس کے جگر پر لگے ہیں۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں اُس گھڑی تک میں اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ اُس شقی کے سامنے کھڑا تھا جب ہمارے قیام کو طول ہوا میرے والد کے چہرۂ مبارک پر آثار غضب نمایاں ہوئے۔ ہشام نے اُس وقت خائف ہو کے ہم کو اپنے قریب بلایا اور اُٹھ کے معانقہ کیا اور حضرت کو اپنے داہنے اور آپ کے داہنے مجھے بٹھایا اور دیر تک گفتگو کرتا رہا آخر میں کہنے لگا آپ کو جو حاجت ہو بیان کیجئے پدر بزرگوار نے فرمایا میرے اہل و عیال میری جدائی سے متردد و خائف ہیں تجھ سے

رخصت چاہتا ہوں۔ اُس نے اجازت دی وہاں سے آپ چلے تھے کہ شہر میں آدمیوں کا ہجوم دیکھا بعد دریافت معلوم ہوا یہ سب قوم نصاریٰ سے ہیں ہر سال ان کا معمول ہے کہ ایک دفعہ اپنے بڑے عالم کے پاس جو اس پہاڑ پر رہتا ہے جاتے ہیں اور مسائل ضرور پوچھتے ہیں آج وہ ہی روز ہے یہ سُن کر حضرت بھی وہاں پہنچے اور وہ عالم آپ سے قائل ہو کر مسلمان ہو گیا اور یہ خبر شام میں عام ہوئی کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے نصاریٰ کے عالم کو قائل کیا الغرض جب ہر شخص آپ کے اور آپ کے علم و فضل کی مدح و ثناء کرنے لگا اُس وقت ہشام نے حضرت کا زیادہ توقف کرنا شام میں مناسب نہ سمجھا فوراً مدینہ جانے کا حکم دیا اور بروایت آپ کو قید کیا مگر جب معلوم ہوا کہ تمام اہل زندان آپ کے معتقد ہو گئے ہیں فوراً امام علیہ السلام کو مدینہ روانہ کر دیا اثناء راہ میں کچھ اور بھی زحمت اُٹھا کے حضرت مدینہ پہنچے یہ حدیث بہت طولانی تھی میں نے یہاں بقدر حاجت اور مختصر لکھا ہے۔ بروایت دیگر امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بہ نسبت اوقاف تبرکات رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زید بن حسن علیہ السلام کو میرے پدر بزرگوار سے مخاصمہ تھا وہ کہتا تھا میں امام حسین علیہ السلام کی اولاد سے تبرکات رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مستحق زیادہ ہوں کیونکہ میرے باپ امام حسن علیہ السلام فرزند اکبر تھے ایک روز میرے چچا زید میں اور زید بن حسن میں قاضی کے گھر ایسی بحث ہوئی کہ پھر میرے چچا نے اُس سے ہم کلام ہونا مناسب نہ سمجھا اور اس معاملہ کو میرے پدر بزرگوار کے سپرد کیا ایک دن زید بن حسنؑ میرے والد کے پاس آ کے کہنے لگا قاضی کے گھر چلیے اور دل میں خوش تھا کہ حضرت کو وہاں خفیف کروں گا جب آپ تشریف لے چلے تو راہ میں سمجھایا کہ ناحق دوستانِ خدا سے خصومت نہ کر واگر تو چاہے تو میں معجزہ دکھاؤں یہ چھُری جو تیرے پاس ہے یہ سنگ جس پر تو کھڑا ہے وہ درخت جو سامنے ہے اگر میرے حق پر گواہی دیں تو تجھے یقین ہوگا اُس نے تینوں چیزوں کی شہادت منظور کی اور بحکم خدا باری باری چھُری و سنگ و درخت سے آواز آئی اے زید کیا کرتا ہے امام محمد باقر علیہ السلام حق پر ہیں ان سے نزاع نہ کر ورنہ ہم تجھ کو ہلاک کر ڈالیں گے اور ہر دفعہ زید بے ہوش ہو کے گر پڑا اور ہر مرتبہ امام علیہ السلام نے ہاتھ پکڑ کر اُٹھایا

آخر میں اُس نے قسم کھائی کہ اب حضرت سے مخاصمت نہ کروں گا اور اُسی روز شام روانہ ہوا
اور جا کے عبدالملک سے کہا ایک جادوگر کے پاس سے آتا ہوں تجھے مناسب ہے کہ امام محمد
باقر علیہ السلام کو ہلاک کر اور جو کچھ دیکھا تھا بیان کیا پہلے عبدالملک نے پوچھا اگر تجھے حکم دوں تو
اُس جناب کو قتل کرے گا اُس نے کہا ہاں بعد اس کے والیِ مدینہ کو لکھا امام محمد باقر علیہ السلام کو
قید کر کے میرے پاس بھیج دے۔ اُس نے جواب میں لکھا یہ بات ازروئے نافرمانی و
مخالفت نہیں بلکہ برائے دولت خواہی و نصیحت کے عرض کرتا ہوں کہ تو نے جسے قید کر کے بھیجنے
کو لکھا ہے تمام روئے زمین پر اُس بزرگوار سے زیادہ عابد و زاہد و متقی و پرہیزگار کوئی نہیں ہے
جس وقت محراب عبادت میں بیٹھتا ہے تو اُس خضوع و خشوع سے عبادت و تلاوت کرتا ہے
کہ مرغانِ وحشی اور جانورانِ صحرائی اُس کے ذکر و آواز سُننے کو جمع ہوتے ہیں اور اس کی
صدائے داؤدی پر محو ہو جاتے ہیں تیری بقائے دولت کیلئے مناسب نہیں سمجھتا کہ ایسے دانا
ترین و نرم دل شخص سے معترض ہو اور تیری عمر و دولت پر کوئی صدمہ پہنچے اس واسطے کہ خدا اپنی
نعمت کو عباد سے تغیر نہیں دیتا ہے جب تک بندے خود کفرانِ نعمت کر کے متغیر نہ کریں۔ عبد
الملک نے اُس کی تحریر پند آمیز کو پسند کیا زید نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ حاکم مدینہ نے کچھ
رشوت لے کے ایسا لکھا ہے عبدالملک نے پوچھا تیرے پاس کوئی عمدہ حیلہ ہے جس بہانہ
سے حضرت کو ہلاک کروں اُس نے کہا حضرت کے پاس جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہتھیار
و تبرکات ہیں وہ چیزیں اُن سے طلب کر یقیناً وہ نہ بھیجیں گے اُس وقت تجھے اُن کے قتل
کرنے کا معقول حیلہ ہاتھ آئے گا اور کوئی تجھے الزام بھی نہ دے گا پس عبدالملک نے والیِ
مدینہ کو لکھا کہ ایک لاکھ درہم حضرت کے نذر کر اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبرکات اُن سے
لے کر میرے پاس بھیج دے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں حاکم مدینہ ایک لاکھ درہم
اور وہ خط لیے میرے پدر بزرگوار کے پاس آیا آپ نے چند روز کی مہلت لی اور کئی دنوں
میں تلوار و زرہ و عصا و انگشتری وغیرہ مہیا کر کے حاکم کے پاس بھیج دیئے۔ اُس نے وہ سب
چیزیں خلیفہ کے پاس روانہ کر دیں وہ شقی اُن اسباب کو دیکھ کر بہت خوش ہوا مگر جب زید نے

دیکھا بولا ان میں جناب رسول خداﷺ کے تبرکات سے کوئی چیز نہیں ہے عبدالملک نے میرے پدر بزرگوار کو لکھا کہ آپ نے میرا مال بھی لیا اور جو طلب کیا تھا نہ بھیجا آپ نے جواب میں لکھا جو چیزیں میں نے دیکھی تھیں وہ بھیج دیں تجھے یاد ہو یا نہ ہو پس عبدالملک نے بہ ظاہر آپ کے تصدیق کی اور اہل شام کو برائے مفاخرت وہ چیزیں دکھلائیں اور ظاہر میں زید کو قید کیا اور کہا میں نہیں چاہتا کہ بنی فاطمہ کے خون میں مبتلا ہوں ورنہ تجھے قتل کرتا اور میرے والد کو خط لکھا کہ آپ کے چچازاد بھائی کو آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں جس طرح مناسب ہو آپ اُس کو تادیب فرمائیں اور حضرت کے واسطے ایک زین بھی بطور ہدیہ بھیجی اور لکھا کہ آپ اس پر سوار ہوں جب زید امام کی خدمت میں آیا تو وہ جناب بہ نور امامت سمجھ گئے کہ یہ سب میرے شہید کرنے کا حیلہ ہے زید سے فرمایا وائے ہو تجھ پر تو نے کس امر عظیم کا قصد کیا ہے اور کیا فعل بد تیرے ہاتھ سے جاری ہوتا ہے تو گمان کرتا ہے کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ تو کیا کرتا ہے اور یہ زین کس لکڑی سے بنایا گیا ہے اور کیا چیز اس میں تعبیہ کی ہے مگر میری شہادت اسی طور سے مقدر ہے کیا کروں کوئی چارہ نہیں الغرض اُس زین کو گھوڑے پر رکھ کے آپ سوار ہوئے اُس میں ایسا زہر تعبیہ کیا تھا کہ فوراً تمام بدن میں سرایت کر گیا جب واپس تشریف لائے اُسی سم قاتل کے زہر سے سارا جسم مبارک ورم کر گیا اور آثار موت ظاہر ہوئے پس اپنا کفن منگوایا اُس میں وہ چادر بھی تھی جسے پہن کے احرام باندھا تھا فرمایا مجھے یہی کفن دینا اور تین روز تک درد سے تڑپتے رہے آخر تیسرے روز رحلت فرمائی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ زین اب تک میرے پاس ہے جب اُسے دیکھتا ہوں اپنے پدر بزرگوار کی شہادت یاد آتی ہے اور اسی طرح رہے گی جب تک دشمنوں سے اس خون کا عوض نہ لوں زید بن حسن علیہ السلام بھی چند دنوں کے بعد دیوانہ ہو کے دنیا سے گذر گیا اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے امام جعفر صادق علیہ السلام سے وصیت کی کہ میرے مال سے رونے والوں کے واسطے کچھ وقف کرنا کہ دس برس تک ایام حج و مقام منیٰ میں میری مظلومیت پر گریہ کیا کریں۔

حضرات! ہشام باوجودیکہ خاندان نبوت سے کینہ رکھتا تھا مگر جب امام محمد باقر علیہ السلام کو اپنے دربار میں طلب کیا تو آپ کے ساتھ کس طرح پیش آیا کہ تعظیم وتکریم بھی کی گلے سے بھی لگایا اپنے پاس بھی بٹھایا مگر آہ آہ مومنین یزید کو خاندانِ نبوت سے کیسی عداوت ہوگئی تھی باوجودیکہ تمام خاندان رسالت کو کربلا میں تباہ و برباد کر چکا تھا اس پر بھی اُس کی رگ شقاوت وعداوت کو سکون نہ ہوا کہ کربلا سے اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے دربار میں بلایا اور بلایا بھی تو کس حالت سے بلایا۔

داخلہ اہلِ بیتؑ دربارہ یزید:۔

راوی کہتا ہے کہ میں دربار یزید میں موجود تھا دفعتاً دروازے سے ایک شور ماتم و آواز گریہ ایسی پیدا ہوئی کہ دل میرا ابھر آیا اور آنسو جاری ہوئے تھوڑی دیر کے بعد دیکھا چند بیبیاں جن کے چہرے مثل آفتاب درخشاں ہیں مگر تمازت آفتاب و مشقت سفر سے مرجھا گئے ہیں بالوں سے مُنہ چھپائے ہاتھوں میں شانوں میں رسیاں بندھی ہوئی سامنے سے نمودار ہوئیں اور آگے آگے اُن کے ایک نوجوان بیمار طوق و زنجیر میں گرفتار کثرت ضعف و نقاہت سے ڈگمگاتا چلا آتا ہے جب اسیران ستم قریب تخت پہنچے یزید ملعون فرط مسرت سے اس قدر متبسم ہوا کہ دندان نحس باہر نکل آئے اور سر اپنا اُٹھا کر ایک ایک قیدی کی طرف دیکھ کے پوچھنے لگا یہ بی بی کون ہے اور یہ خاتون کون ہے وہ اشقیاء ایک ایک کا نام بتاتے تھے ناگاہ یزید کی نظر سکینہؑ پر پڑی پوچھنے لگا یہ لڑکی کون ہے۔

فَقَالَتْ لَهُ وَيْلَكَ يَا يَزِيْدُ اَنَا مَنْ لَا يَخْفٰى حَسَبُهُ وَ لَا يُجْهَلُ نَسَبُهُ

جناب سکینہؑ نے کہا وائے ہو تجھ پر اے یزید میرا حسب و نسب کس پر چھپا ہے میں اُس حسین علیہ السلام کی بیٹی ہوں جسے تیری فوج نے قتل کیا یزید نے کہا اے سکینہؑ تیرے باپ نے حق کو بھلا دیا اور میری سلطنت میں نزاع کی۔

فَقَالَتْ لَهُ وَيْحَكَ يَا يَزِيْدُ أَتَفْرَحُ بِقَتْلِ أَبِي

جنابِ سکینہ رُو کے بولیں وائے ہو تجھ پراے یزید میرے باپ کے قتل سے تو خوش ہوتا ہے۔

زہیر کا جناب اُمّ کلثوم کو طلب کرنا:۔

راوی کہتا ہے اس اثنا میں ایک شخص زہیر نامی مجلس یزید میں آیا اور دست بستہ ہو کر بولا اے امیر ان قیدیوں میں سے ایک کنیز مجھے دے دو اور جناب اُم کلثومؑ کی طرف اشارہ کیا اور ہاتھ بڑھا کر چاہا کہ چادر سر سے اُتارے جناب اُم کلثومؑ اُس کی بے ادبی دیکھ کر بولیں۔

قَطَعَ اللّٰهُ يَدَكَ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ۔

''خدا تیرے ہاتھ کو کاٹے اے دشمن خدا'' تو مجھے کنیز بنائے گا زہیر کو گمان تھا کہ یہ عورتیں ترک و روم سے مقید ہو کر آئی ہیں۔ جناب زین العابدین علیہ السلام کو تاب نہ رہی رو کے بولے یا زہیر

هٰذِهٖ بِنْتُ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔

''اے زہیر جسے تو کنیز بنانا چاہتا ہے یہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کی بیٹی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی ہے'' اور یہ عورتیں جو اس حال خراب سے کھڑی ہیں سب کی سب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں ہیں اور میں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام کا بیٹا ہوں زہیر یہ سُن کر روتا ہوا باہر گیا اور داہنا ہاتھ کاٹ کے بائیں ہاتھ میں لے کر جناب ام کلثوم سلام اللہ علیہا کے پاس آیا اور رو رو کے عرض کرنے لگا برائے خدا اے دُخترِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے بخش دو کہ میں نے تمہیں نہ پہچانا تھا یہ عرض کر کے نکل گیا پھر اُسے کسی نے نہ دیکھا۔

أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر 8

- آیت شمس سے جناب رسول خدا ﷺ
- قمر سے جناب امیر علیہ السلام مراد ہیں۔
- فضائل و تاریخ ولادت و شہادت و سبب شہادت جناب امام جعفر صادق علیہ السلام۔
- روایت پسر علویہ اور فقرے مصائب کے۔

مجلس نمبر 8

قَالَ اللّٰہُ تعَالیٰ وَ الشَّمْسِ وَضُحٰھَا وَ الْقَمَرِ اِذَا تَلٰھَا

حق سبحانہٗ وتعالیٰ سورۃ الشمس میں ارشاد فرماتا ہے کہ میں آفتاب کی اور اُس کی طلعت اور تابندگی کی قسم کھاتا ہوں اور مجھے قسم ہے مہتاب کی جس وقت کہ وہ بعد آفتاب کے طالع ہوتا ہے اور عالم کو منور کرتا ہے۔ جناب امام حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر میں منقول ہے۔

اِنَّہٗ رَوٰی عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ الْحُسَیْنِ اَنَّہٗ قَالَ اَلْمُرَادُ بِالشَّمْسِ النَّبِیُّ وَ بِالْقَمَرِ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْطَالِبٍ

ابوبصیر رحمۃ اللہ علیہ نے جناب امام حسین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت نے فرمایا شمس سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں اور قمر سے جناب امیر علیہ السلام مقصود ہیں حضرات جس طرح وہ جناب بعد رسالت مآبؐ کے ماہتاب ہیں اُسی طرح اور گیارہ امام بھی ایک کے بعد ایک نور ہدایت سے عالم کو روشن کرنے والے ہیں شاعر کہتا ہے:

فَلَکٌ فِیْ فَلَکٍ فِیْہِ نُجُوْمٌ صَدَفٌ فِیْ صَدَفٍ فِیْہِ دُرَرٌ

یعنی ائمہ معصومینؑ یکے بعد دیگرے اس طرح ہیں جس طرح آسمان زیر آسمان ہے اور اُس میں ستارہ ہائے تابدار ہیں یا جس طرح صدف کے اندر صدف ہو اور اُس میں گوہر آبدار ہوں۔ جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے کسی نے پوچھا آپ کے بعد کون امام ہوگا فرمایا محمد باقر علیہ السلام شگافندۂ علم ہے پھر سائل نے پوچھا بعد اُن کے کون امام ہوگا آپ نے فرمایا جعفر اور اہل آسمان اُنہیں صادق کہتے ہیں سائل نے عرض کی اُن کے نام میں

صادق کی خصوصیت کیوں ہے جبکہ آپ سب معصوم اور صادق ہیں۔ حضرت نے فرمایا میرے پدر بزرگوار نے جناب امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب فرزند میرا جعفر بن محمد علیہ السلام پیدا ہو تو اُس کا صادق نام رکھنا اس لئے کہ اُس کی اولاد سے پانچویں پشت میں ایک فرزند ہوگا اُس کا نام بھی جعفر ہوگا جھوٹی امامت کا دعویٰ کرے گا خدا کے نزدیک وہ جعفر کذاب یعنی خدا پر افتراء کرنے والا ہے۔

تاریخ ولادت ووفات جناب امام جعفر صادق علیہ السلام:۔

مومنین! جناب امام جعفر صادق علیہ السلام چھٹے امام ہیں اسم مبارک جعفر علیہ السلام کنیت ابو عبد اللہ ہے اور القاب صادق و فاضل و صابر و طاہر ہیں۔ پدر بزرگوار آپ کے امام محمد باقر علیہ السلام والدہ ماجدہ اُمّ فردہ ہیں کہ وہ قاسم بن محمد بن ابی بکر کی بیٹی تھیں اور فاطمہ بھی نام تھا بنا بر مشہور کے سن تراسی ہجری میں سترہ ربیع الاول یا رجب روز پیر یا جمعہ کو مدینہ منورہ میں آپ پیدا ہوئے۔

شہادت جناب امام جعفر صادق علیہ السلام:۔

منصور دوانقی کی حکومت کے سال دوم یا دہم میں بروایت مشہور سن ایک سو اڑتالیس ہجری ماہ شوال میں آپ نے شہادت پائی اور بعض روایت میں پندرہ رجب روز پیر ہے۔ عمر شریف بعضوں نے اڑسٹھ اور بعض نے اکہتر برس لکھی ہے اور اکثر کا قول ہے عمر شریف پینسٹھ برس کی تھی۔ آپ نے جدامجد کے ساتھ بارہ برس اپنے پدر بزرگوار کے ہمراہ اُنیس سال گزارے اور چونتیس برس خود امام رہے۔ بقیع میں اپنے والد ماجد کے پہلو میں دفن ہوئے منقول ہے کہ ایک سو بتیس ہجری میں بنی امیہ کے ہاتھ سے نکل کر بنی عباس کے خاندان میں سلطنت آئی ابو العباس سفاح نے جو بنی عباس کا پہلا خلیفہ تھا اور جس نے چار برس آٹھ مہینے سلطنت کی امام جعفر صادق علیہ السلام کو مدینہ سے عراق میں بلایا اور آپ کے معجزات و مکارم اخلاق دیکھ کے مدینہ رخصت کر دیا کچھ اذیت نہ دی جب اُس کے بعد اُس

کا بھائی منصور دوانقی خلیفہ ہوا جس نے بیس برس اور گیارہ مہینے بادشاہت کی جب اُس نے شیعوں کی کثرت سُنی حضرت کو بلا بھیجا اور پانچ بار بلکہ زیادہ مرتبہ آپ کے قتل کا ارادہ کیا لیکن ہر دفعہ حضرت کے معجزات دیکھ کے باز رہا بلکہ ایک دفعہ تلوار و فرش چرمی اپنے پاس رکھوا کے حضرت کو بہ ارادۂ قتل بلوا بھیجا اور اپنے حاجب ربیع سے کہا جب حضرت آئیں اور میں اُن سے باتیں کرنے لگوں اور اپنا ہاتھ اپنے سر پر ماروں اُس وقت تو اُن کو قتل کر ڈالنا۔ ربیع کہتا ہے جب حضرت تشریف لائے منصور بے اختیار اُٹھ کے مرحبا کہتا ہوا دوڑا اور بہت باتیں عذر و خوشامد کی کر کے کہنے لگا اے ابوعبداللہ میں نے آپ کو اس لئے تکلیف دی کہ آپ کا قرض ادا کروں اور جو حاجت ہو روا کر دوں یہ کہہ کے ربیع کو تاکید کہ حضرت کو تین دن کے بعد مدینہ روانہ کر دے اور آپ کو رخصت کیا۔ ربیع کہتا ہے جب میں امام کو لے کر باہر آیا تو عرض کی یا حضرت یہ تلوار و نطع جو آپ نے ملاحظہ کیا آپ ہی کے قتل کرنے کو اس شقی نے منگوایا تھا۔ آپ نے کون سی دعا پڑھی جو اس ظالم کے شر سے محفوظ رہے۔

حضرت نے وہ دعا بتادی اور بروایت منصور نے ربیع سے بیان کیا جب حضرت میرے سامنے آئے تو ایک اژدہا منہ کھولے دانت پیستا ہوا ظاہر ہوا اور بہ زبان فصیح گویا ہوا اے منصور اگر امام کو کچھ بھی تکلیف دی تو تیرا گوشت ہڈی سے جُدا کر دوں گا اس خوف سے میں نے حضرت کی تکریم کی اور کچھ ایذا نہ دے سکا۔ ایک دفعہ اس ملعون نے اسی طرح جناب رسول خدا ﷺ کو دیکھا اور ڈر کے امام کو چھوڑ دیا غرض کئی دفعہ اس نے حضرت کو بہ ارادۂ قتل طلب کیا اور ہر مرتبہ معجزہ دیکھ کر خائف ہوا اور رخصت کر دیا الحاصل جب آپ کی شہادت کا زمانہ آیا اُس وقت منصور نے کچھ انگور زہر آلود والیِ مدینہ کو بھیجے کہ کسی حیلہ سے حضرت کو کھلائے اُس ظالم نے وہ انگور آپ کو تحفہ دیئے جب آپ نے اُس میں سے نوش فرمایا فوراً زہر کے آثار ظاہر ہوئے اور حضرت نے شہادت پائی لکھا ہے کہ آپ کی شہادت کے بعد منصور لعین ایسا سفاک اور دشمن اولاد رسول ﷺ ہو گیا کہ صدہا سادات بنی فاطمہ کو قتل کیا اور صدہا کو دیواروں میں چنوا دیا۔

روایت پسر علویہ:۔

چنانچہ منقول ہے کہ ایک روز ایک سید زادے حسنی کو منصور کے ملازم پکڑ لائے اُس شقی نے معمار کو حکم دیا کہ اسے دیوار میں چن دے اور کئی نگہبان بھی اس خیال سے مقرر کئے کہ شاید معمار اس طفل صغیر پر رحم کھا کے چھوڑ دے جب معمار اُس صاحبزادے کو دیوار میں چننے لگا اُس وقت اُس لڑکے نے رونا شروع کیا اور کہا کہ اے معمار میری بیوہ والدہ سوائے میرے دوسرا فرزند نہیں رکھتی اُس کی ضعیفی پر رحم کر اور میرے جد بزرگوار جناب رسول خدا ﷺ سے شرم کر یہ سُن کر وہ معمار کانپنے لگا اور آہستہ سے کہا اے صاحبزادے کچھ خوف نہ کرو میں اس ستون میں سانس کی آمد و شد کے واسطے ایک سوراخ چھوڑے دیتا ہوں شب کو جب نگہبان چلے جائیں گے میں آ کے تمہیں نکال دوں گا۔ پس بحکمت عملی اُس صاحبزادے کو ستون میں چن دیا جب رات ہوئی اور مخالفوں سے مکان خالی ہوا تو وہ معمار آیا اور اُس طفل مظلوم کو اُس ستون سے باہر نکالا اور کہنے لگا اے صاحبزادے میں نے یہ خدمت اس واسطے کی کہ روز قیامت جد امجد تمہارے مجھ سے دشمنی نہ کریں لیکن اب تم بھی میری جان و مال و آبرو و عیال پر رحم کرو اس شہر سے اسی وقت نکل جاؤ کہ مبادا خلیفہ یہ خبر سُنے اور مجھے مع زن و فرزند قتل کر دے۔ اُس طفل نے کہا خدا تجھے جزائے خیر دے انشاءاللہ میں ایسے ہی کروں گا لیکن تو ایک کام کر میری دونوں زلفیں کاٹ کر میری والدہ ضعیفہ کے پاس لے جا اور اُنہیں میری سلامتی کی خبر دے تا کہ اُن کے دل بے قرار کو تسکین ہو معمار اُس کی بے کسی پر رو دیا اور زلفیں کتر لیں اور اُسی شب تاریک میں اُس غریب کو شہر بغداد سے باہر نکالا اور سید زادہ اس کے حق میں دعائے خیر کرتا معلوم نہیں کس طرف نکل گیا۔ صبح کو وہ معمار دروازہ پر اُس کی مادر گرامی کے دروازہ پر گیا ناگاہ آہ و نالہ کی اُس کے کان میں آواز آئی کہ وہ عاجزہ اپنے فرزند کو یاد کر کے زار زار روتی ہے اور سر اپنا دیوار پر دے دے مارتی ہے۔ معمار کہتا ہے میں نے دستک دی آواز سُن کر وہ بی بی روتی دروازے پر آئی میں نے تمام ماجرا

اُن سے بیان کیا اور زلفیں دے کے اخفائے راز کی بہت تاکید کی جب اُس سیدہ ستم دیدہ نے اپنے فرزند کی زلفیں دیکھیں بے قرار ہو کر آنکھوں سے لگائیں اور بہت روئیں اور اُس معمار سے فرمایا خدا تجھے جزائے خیر دے کہ تو نے مجھے کچھ تسلی دی۔ کیوں حضرات! مقام تامل ہے کہ وہ سیدانی تو گیسوؤں کو اپنے فرزند کے دیکھ کر دل کو تسکین دیتی تھیں مگر آہ کیا حال ہوا ہوگا اُمّ لیلیٰؑ مادر علی اکبر علیہ السلام کا اپنے فرزند جگر بند کے گیسوؤں کو نوک نیزہ سے بندھا اور چوب نیزہ سے سر اطہر کو ٹکراتے دیکھتی کربلا سے تا شام گئیں اور جناب زینبؑ اپنے برادر کی اُن زلفوں کو جسے فاطمہ زہراؑ اپنے دست اقدس سے شانہ کرتی تھیں خاک و خون میں آلودہ نیزہ خولی ملعون سے بندھا دیکھتی ہیں۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ٥

مجلس نمبر 9

- آیت رسولؐ ہونے کی قابلیت میں۔
- تاریخ ولادت وشہادت جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
- آپ کا معجزہ شفیق بلخی کو دکھانا۔
- کیفیت شہادت حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام۔
- تذکرہ مصائب جناب سید الشہداءؑ۔

مجلس نمبر 9

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ

حق سبحانہٗ وتعالیٰ سورۃ انعام میں ارشاد فرماتا ہے "اللہ بہتر جانتا ہے اُس شخص کو جو رسول ہونے کی قابلیت رکھتا ہے۔" تفسیر منہج الصادقین میں منقول ہے کہ ولید مغیرہ نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی اگر نبوت امر حق ہے تو آپ سے زیادہ میں اس عہدہ کا سزاوار ہوں اس لئے کہ آپ سے عمر میں، مال میں، جمعیت میں سب چیز میں زیادہ ہوں۔ پس حق تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی یعنی خدا خوب بہتر جانتا ہے اُس شخص کو جو صلاحیت رکھتا ہے رسول ہونے کی یعنی یہ عہدۂ جلیلہ کثرت مال وزیادتی عمر وفراوانی جمعیت پر موقوف نہیں ہے بلکہ جس کو حق تعالیٰ لائق رسالت وقابل نبوت جانتا ہے اور جو شخص اس کی قابلیت وصلاحیت رکھتا ہے اُسی کو اپنی پیمبری کی خدمت میں سرفراز وممتاز فرماتا ہے۔ مومنین! جس طرح امر رسالت ہے اُسی طرح امر امامت بھی ہے جو اس کے لائق ہوتا ہے اُسی کو حق تعالیٰ کی جانب سے یہ منصب جلیل عنایت ہوتا ہے امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد فرقہ اسماعیلیہ نے اسمٰعیل بن جعفر صادق علیہ السلام کو امام جانا اور فرقہ امامیہ اثنا عشریہ بعد امام جعفر صادق علیہ السلام کے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو امام برحق سمجھتے ہیں اور فی الواقع آپ ہی اپنے پدر بزرگوار کے جانشین ہیں اخلاق وعادات وفضائل ومناقب کو آپ کے ابتدائے ولادت سے آخر عمر تک اگر غور سے خیال کیجئے تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ بغیر امام برحق کے دوسرے سے یہ امور ممکن نہیں پس جاننا چاہئے کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ساتویں امام ہیں۔

تاریخ ولادت وشہادت جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام:۔

آپ کا اسم شریف موسیٰ اور کنیت ابوالحسن اور ابوابراہیم ہے اور القاب کاظم و صالح وامین وصابر وغیرہ ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار جناب امام جعفر صادقؑ اور والدہ ماجدہ ام ولد تھیں اور اُن کا نام حمیدہ بربریہ بھی تھا۔ ولادت آپ کی بنابر مشہور منزل ابوامین ہے جو درمیان مکہ ومدینہ کے واقع ہے ساتویں ماہ صفر روز اتوار سال ایک سو اٹھائیس ہجری میں اور بعضوں نے ایک سو اُنتیس ہجری بھی لکھا ہے اور شہادت آپ کی ایک سو تراسی ہجری میں ماہ رجب کی پچیسویں جمعہ کے روز واقع ہوئی اور بعضوں نے سال وفات ایک سو اکاسی بعضوں نے ایک سو چھیاسی لکھا ہے اور تاریخ وفات بھی بعضوں نے پانچ رجب لکھی ہے پچپن برس زندگانی پائی بیس برس اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ رہے اور پینتیس برس خود امامت کی اور مقبرہ قریش میں کہ اب وہ جگہ بہ اسم کاظمین مشہور ہے جہاں آپ دفن ہوئے۔

روایت شقیق بلخی:۔

ابن جوزی حنبلی کہ علمائے اہل سنت سے ہیں شقیق بلخی سے روایت کرتے ہیں کہ سن ایک سو اُنچاس ہجری میں ایک مرتبہ ایک جماعت کے ساتھ میں حج کو چلا منزل قادسیہ پر پہنچا دیکھا ایک جوان زیبا صورت گندم گوں لباس پشمینہ پہنے قافلہ سے علیحدہ ایک طرف اکیلا بیٹھا ہے۔ میں سمجھا فرقہ صوفیہ سے کوئی منسوب ہے۔ چاہتا ہے گدائی و درویشی کے لباس میں رہ کے لوگوں سے مال حاصل کرے اور اسی طرح کھاتا پیتا مکہ تک جائے۔ مجھے یہ امر خلاف معلوم ہوا چاہا قریب جا کے سمجھاؤں اور سرزنش کروں جب اس ارادہ سے نزدیک پہنچا اُس مرد باخدا نے نظر اُٹھائی اور ہر چند مجھ سے شناسائی نہ تھی مگر میرا نام لے کر فرمایا:

يَا شَقِيقُ اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

حاصل مطلب یہ ہے اے شقیق قرآن میں کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اکثر مظنہ سے پرہیز کرو بہ تحقیق کہ بعض ظن وگمان خطا و معصیت ہے۔ مجھے یقین ہوا جو میں سمجھا تھا اور جیسا میرا گمان تھا صحیح نہ تھا یہ تو خدا کا کوئی بڑا مقرب بندہ ہے کہ جو کچھ میرے دل میں تھا بغیر بیان کیے خود اُس نے سمجھ کے جواب دیا یہ امر ذہن میں گذرتے ہی وہ بزرگوار نظروں سے غائب ہو گئے۔ میں تلاش میں ہوا کہ اگر مل جائے تو اپنی اس بدگمانی کا عذر کرتا کہیں پتا نہ ملا برابر یہی خیال رہا یہاں تک کہ منزل بواقصہ پر آیا دیکھا وہ ہی جوان برگزیدہ نماز میں مشغول ہے اس طرح کہ آنکھوں سے دو نہریں اشکوں کی جاری ہیں اور سب اعضائے بدن خوف خدا سے بید کی طرح لرزاں ہیں میں دل میں خوش ہوا کہ اب چل کے عفو تقصیر کیلئے عرض کروں جب نماز سے فارغ ہوئے میری طرف نگاہ کی ہنوز میں کچھ کہنے نہ پایا تھا کہ فرمایا:

یَا شَقِیقُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی

''اے شقیق خداوند تواب فرماتا ہے میں اُن لوگوں کا مغفرت کرنے والا ہوں جنہوں نے گناہوں سے توبہ کی اور ایمان لائے نیک اعمال کیے اور راہ حق پر ثابت قدم رہے'' یہ کیفیت دیکھ کر میں نہایت متحیر ہوا اور دل میں کہنے لگا یہ خدا رسیدہ کوئی ابدال یا اوتار ہے کہ دو مرتبہ میرے مافی الضمیر سے آگاہ ہوا بہر کیف جب میں منزل زبالہ پر پہنچا پھر اُسی جوان خداشناس کو دیکھا کہ ایک کنوئیں پر ڈولچی ہاتھ میں لیے کھڑا ہے چاہتا ہے کہ پانی بھرے دفعتاً وہ ڈولچی کنوئیں میں گر پڑی اُس وقت سر آسمان کی طرف بلند کر کے کہنے لگا:

اَنْتَ رَبِّیْ اِذَا ظَمِئْتُ اِلَی الْمَاءِ وَ قُوْتِیْ اِذَا اَرَدْتُ الطَّعَامَ یَا سَیِّدِیْ مَالِیْ سِوَاكَ

''اے پروردگار جب میں پیاسا ہوتا ہوں تو سیراب کرنے والا ہے اور جب بھوکا ہوتا ہوں تو روزی پہنچانے والا ہے مجھے تیرے سوا کوئی دوسرا وسیلہ نہیں۔''شقیق کہتا ہے قسم بخدا میں نے دیکھا کہ پانی اُس کنوئیں کا بلند ہونے لگا یہاں تک کہ لب چاہ آیا اُس جوان نے اپنی ڈولچی بھر لی اور وضو کر کے اُسی جگہ چار رکعت نماز پڑھی اس کے بعد ریگستان میں ایک ٹیلے پر بیٹھ گئے اور تھوڑی سی ریگ اُٹھا کے ڈولچی میں ڈالی اور بے تکلف نوش فرمانے لگے یہ حال دیکھ کے میرا تعجب منزل پائے گذشتہ سے بھی زیادہ ہوا اور عرض کی اے بندۂ مقبول تجھ پر کیا خدا کا فضل ہے کہ ایسے مراتب عالیہ عنایت فرمائے ہیں یہ سُن کے ارشاد کیا:

يَا شَقِيقُ لَمْ تَزَلْ نِعَمُ اللّٰهِ عَلَيْنَا ظَاهِرَةً وَ بَاطِنَةً فَأَحْسِنْ ظَنَّكَ بِرَبِّكَ

''اے شقیق ظاہر و باطن خدا کی نعمتیں اپنے بندوں پر ہمیشہ ہیں چاہیے اُس کے ساتھ ایمان اپنا درست رکھے اس کے بعد جو کچھ نوش کرتے تھے اُس میں سے تھوڑا مجھے بھی مرحمت کیا جب میں نے کھایا شکر ملا ہوا ستو تھا بخدا کوئی چیز ایسی لذیذ و خوشبو دار تمام عمر نہ کھائی تھی اُسے کھا کے ایسا میں سیر ہو گیا کہ چند روز تک پھر نہ کھانے کی خواہش ہوئی نہ پانی کی حاجت ہوئی پھر میں نے اثناء راہ میں کہیں اُس جوان کو نہ دیکھا تا آنکہ داخل مکہ ہوا اتفاقاً وہاں ایک مرتبہ نصف شب کو میں مشغول طواف تھا اُسی جوان مقبول کو دیکھا کہ زیر منبر اب کمال خضوع و خشوع سے نماز پڑھ رہا ہے اُسی طرح صبح تک عبادت خدا میں مشغول رہا صبح کو سات مرتبہ طواف کعبہ بجالانے کے بعد باہر نکلا میں بھی ساتھ ہو لیا جب وہ بزرگوار اپنے فرودگاہ تک گئے میں نے دیکھا کہ برخلاف منازل راہ کے یہاں گھوڑے اور غلام اور موالیان و خدام بہت سے ہیں جوق جوق انبوہ انبوہ لوگ ہر طرف سے آتے ہیں آداب سلام و مراسم اعزاز و اکرام بجالاتے ہیں۔ یہ دیکھ کر حیرت

سی ہوئی اُس میں سے ایک شخص سے پوچھا یہ برگزیدہ باری کون ہے اُس نے کہا تو نہیں جانتا یہ امام زمانہ حجت اللہ جناب موسیٰ کاظمؑ ہیں یہ سُن کے میں نے کہا البتہ ایسے ہی بزرگوار سے اس طرح کے امور عجیبہ ظہور میں آسکتے ہیں۔ کیوں حضرات جو امام ایسا معجز نما اور صاحب اوصاف حمیدہ ہو غدار زمانے کو یہی مناسب تھا کہ اُس پر جفائیں بے انتہا اور ستم ہائے شدیدہ کرے جو بزرگوار دوسرے کے مافی الضمیر کو سمجھ جائے اُس کا کینہ دشمنوں کے دلوں میں پوشیدہ رہے۔ جس کے واسطے پانی چاہ سے کنارے تک آئے وہ مدتوں زندان میں زندگانی بسر کرے جس زاہد کیلئے ریگ زمین غذائے لطیف بن جائے اعداء اُس کی غذا میں زہر ملائیں۔

شہادت جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام:۔

منقول ہے کہ منصور دوانقی جس نے آپ کے پدر بزرگوار جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کو دانہ انگور میں بذریعہ والیِ مدینہ زہر دلوا کے شہید کیا تھا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا ظاہر میں معترض نہ ہوا۔ منصور کے بعد مہدی نے دس برس سے کچھ زیادہ خلافت کی اس نے حضرت کو قید کر کے عراق میں بلوایا مگر اکثر معجزات دیکھ کے خائف ہوا اور آپ کے قتل پر جرأت نہ کر سکا اس کے بعد ایک سال سے زیادہ ہادی نے خلافت کی اُس نے بھی حضرت کو کچھ اذیت و آسیب نہ پہنچایا جب ہارون رشید تخت خلافت پر بیٹھا تو اس نے چاہا کہ چودہ بیٹوں میں سے تین کو یکے بعد دیگرے اپنا جانشین ولی عہد کرے پہلے بڑا بیٹا محمد امین جو زبیدہ کے بطن سے تھا محمد امین کے بعد عبد اللہ مامون اُس کے بعد قاسم موتمن خلیفہ ہو یحییٰ برمکی جو ہارون کا وزیر اعظم تھا خائف ہوا کہ اگر محمد امین خلیفہ ہو گا تو مجھ سے وزارت جاتی رہے گی اور جعفر وزیر ہو گا اس لئے جعفر کی خرابی کا درپے ہوا اور ہارون سے کہا کہ جعفر شیعہ ہے۔ موسیٰ کاظم علیہ السلام کو امام جانتا ہے اور اُن کے پاس اپنے مال کا خمس بھیجتا ہے یہ سُن کے ہارون حضرت کی جانب سے بدظن ہوا اور علی بن اسمٰعیل اور

بروایت محمد بن اسمٰعیل کو جو حضرت کا بھتیجا تھا مدینہ سے بلوایا جب وہ بغداد جانے لگا تو امام نے اُس سے کہا کہ میں تیرا کل قرض ادا کر دوں گا اور تیرے کل اخراجاتِ آئندہ کا بھی متکفل ہوتا رہوں گا بغداد نہ جا اور حضرت نے تین سو اشرفیاں اور چار ہزار درہم اُس وقت عنایت بھی کیے مگر وہ نہ مانا جب آپ نے اُسے بغداد جانے پر مصر پایا فرمایا کہ برائے خدا میرے خون میں شریک نہ ہونا میرے بچوں کو یتیم نہ کرنا المختصر اُس بدبخت نے بغداد جا کر باغوائے یحییٰ برمکی و بہ طمع دنیوی ہارون کو اور بھی حضرت کی طرف سے بدگمان کیا۔ آخر وہ مال جو ہارون سے ملا محمد اسمٰعیل کو کھانا بھی نصیب نہ ہوا گھر پہنچتے ہی مر گیا اور وہ مال پھر ہارون ہی کے خزانہ میں داخل ہوا۔ الحاصل سن ایک سو اُناسی ہجری میں ہارون رشید نے حضرت کی ایذا رسانی اور اپنے اولاد کے استحکام خلافت کے قصد سے حج کا سفر کیا پہلے مدینہ میں آیا اور امام کے گرفتار کر لینے کا حکم دیا حضرت اپنے جد بزرگوار کے روضہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ فضیل بن ربیع نے آ کر گرفتار کر لیا اور چاہا کہ کھینچتا ہوا باہر لائے حضرت اپنے نانا کے مزار کی طرف متوجہ ہو کے عرض کرنے لگے یا جداہ آپ دیکھتے ہیں کہ حضرت کی اُمت ہم اہلبیتؑ پر کیا کیا ظلم و ستم کرتی ہے۔ لکھا ہے کہ اُس وقت ہر طرف سے رونے اور فریاد کی آوازیں بلند ہوئیں عورتیں پیٹتی تھیں بچے خاک پر لوٹتے تھے الغرض ہارون نے دو محملیں ایک طرح کی تیار کیں تا کہ کسی کو یہ تحقیق نہ ہو کہ امام کس محمل میں ہیں ایک محمل بغداد دوسرے کو جس میں حضرت تھے حسان سروی کے ساتھ بصرہ روانہ کیا پس حضرت بصرہ میں عیسیٰ بن جعفر کے پاس جو ہارون رشید کا بھتیجا تھا ایک سال تک مقید رہے ہر چند اُس کو لکھا کہ امام کو شہید کرے مگر وہ اُس جناب کو سوائے نماز و مناجات کے اور کسی کام میں مشغول نہ پاتا تھا سبقت نہ کر سکا جب ہارون نے دیکھا کہ عیسیٰ سے یہ کام نہ ہو سکے گا تب امام کو بغداد میں بُلوا کر فضیل بن ربیع کے پاس مقید کیا۔ عبداللہ قزوینی کہتا ہے کہ ایک روز میں فضیل بن ربیع کے پاس گیا اُس نے مجھے ایک حجرے کی طرف اشارہ کر کے کہا روزنِ در سے دیکھ اس میں کیا ہے میں نے

دیکھ کے کہا ایک سفید کپڑا پڑا ہے بولا غور کر کے دیکھ جب غور سے نظر کی معلوم ہوا کہ ایک
مرد نہایت لاغر و نحیف سجدہ میں افتادہ ہے۔ فضیل نے پوچھا اسے پہچانتا ہے میں نے کہا
نہیں کہنے لگا یہی تیرا امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ہے شب و روز اس کا حال کرتا ہوں ہر وقت
اسی حال میں پاتا ہوں نماز صبح کے وقت تعقیبات پڑھتا ہے اور طلوع آفتاب سے دوپہر
تک سجدے میں پڑا رہتا ہے جب خادم زوال شمس کی خبر دیتا ہے بلا تجدید وضو ظہرین کی
نماز نوافل و تعقیبات کے ساتھ ادا کر کے پھر سجدے میں جاتا ہے جب مغرب کا وقت آتا
ہے سجدے سے سر اُٹھا کے بلا تجدید وضو مغربین کی نماز مع نوافل و تعقیبات پڑھتا ہے اس
سے معلوم ہوا کہ صبح سے عشا تک کسی وقت غافل نہیں ہوتا۔ عشا کے بعد کچھ تھوڑا سا کھا
لیتا ہے بعد افطار تجدید وضو کر کے پھر سجدہ کرتا ہے بعد سجدہ کے تھوڑی دیر سو جاتا ہے کچھ
رات باقی رہتی ہے اُٹھ کے بعد وضو پھر دعا و نماز میں مشغول ہوتا ہے جیسے ہمارے پاس
آیا ہے اُس کا یہی حال ہے سوائے عبادت کے اور کوئی شغل نہیں رکھتا اکثر ہارون نے
اس کے ہلاک کرنے کے واسطے لکھا مگر میں ہرگز اس معصیت کا مرتکب نہ ہوں گا بہر کیف
جب ہارون رشید نے دیکھا کہ فضیل بن ربیع بھی آپ کے شہید کرنے پر اقدام نہیں کرتا
تو فضیل بن یحییٰ برمکی کے گھر میں قید کیا اور آپ کے شہید کرنے کی تاکید کی وہ بھی جرأت
نہ کر سکا بلکہ اعزاز و اکرام سے پیش آتا تھا۔ آخر الامر یحییٰ برمکی قلعہ بنانے کے حیلہ سے
بغداد میں آیا اور سندی بن شاہک کو اپنے ساتھ ملا کر چند دانے رطب زہر آلود اُس شقی کو
دیئے اُس میں نو یا دس دانے اُس ملعون نے نہایت مبالغہ سے حضرت کو کھلائے' کھاتے
ہی تمام بدن میں زہر پھیل گیا۔ منقول ہے کہ تین روز قبل حضرت نے میسب بن زہیر کو جو
آپ پر مؤکل تھا بلا کے ارشاد کیا اے میسب میں آج کی شب مدینہ جاتا ہوں تا کہ اپنے
فرزند علی علیہ السلام کو وداع اور اپنا وصی کر لوں اور ودایع امامت جس طرح میرے پدر
بزرگوار نے میرے سپرد کیا تھا میں اُنہیں تفویض کراؤں۔ میسب نے عرض کی اے آقا
آپ طوق و زنجیر میں مسلسل دروازے مقفل اور نگہبان دروازے پر مؤکل ہیں کیونکر قفل

کھولوں اور کس طرح آپ جائیں گے حضرت نے فرمایا اس وقت خدا کو اُس نام سے یاد
کرتا ہوں جس اسم کی برکت سے آصف بن برخیا نے دو مہینے کی راہ سے بلقیس کا تخت
چشم زدن میں سلیمانؑ کے پاس منگوا لیا تھا۔ میتب کہتا ہے یہ فرما کے حضرت دعا میں
مشغول ہوئے پھر جو میں نے خیال کیا تو مصلی پر طوق و زنجیر رکھی تھی اور امام نہ تھے میں
حیرت ہی میں تھا کہ دیکھا مولا جانماز پر بیٹھے طوق و زنجیر پہن رہے ہیں مجھ سے فرمانے
لگے اے میتب تین روز میری حیات کے باقی ہیں میرے بعد میرا فرزند علی رضا تیرا امام
ہے اُس کی متابعت کرنا کہ ہرگز گمراہ نہ ہوگا۔ الغرض جب تیسرا دن آیا امام نے مجھے یاد
کیا اور فرمایا جس روز کی میں نے خبر دی تھی وہ روز میرے سفر آخرت کا آج ہی ہے جب
میں تجھ سے پانی مانگوں اور پیوں اور زہر کے اثر سے شکم میں نفخ تمام بدن میں ورم چہرہ کا
رنگ متغیر ہو جائے اُس وقت مجھ سے کلام نہ کرنا۔ میتب کہتا ہے کہ میں مغموم و محزون
منتظر کھڑا تھا کہ ایک دم کے بعد آپ نے مجھ سے پانی مانگا تھوڑا سا پی کر فرمایا کہ سندی
بن شاہک کو گمان ہوگا کہ وہ ہمارے غسل و کفن کا متکفل ہے حالانکہ ایسا ہرگز نہ ہوگا اس
واسطے کہ انبیاء و اوصیا کو سوائے نبی یا اُس کے وصی کے اور کوئی غسل نہیں دے سکتا ایک
لحظہ کے بعد دیکھا کہ ایک خوبصورت جوان جس کی پیشانی سے سیادت کا نور ظاہر تھا اور
امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے بہت مشابہ تھا آیا اور حضرت کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ میں نے چاہا
امام سے اس جوان کا نام پوچھوں کہ حضرت نے بآواز بلند فرمایا میں نے تجھ سے نہیں کہا
تھا کہ مجھ سے بات نہ کرنا پس میں خاموش ہو رہا' ایک دم کے بعد امام علیہ السلام نے اپنے
دلبند کو رخصت کیا اور رحلت فرمائی اور امام رضا علیہ السلام میری نظروں سے پوشیدہ ہو گئے
جب ہارون رشید کو اطلاع دی سندی بن شاہک کو آپ کی تجہیز و تکفین کا حکم دیا جس وقت
اہل بغداد نے حضرت کے انتقال کی خبر سُنی چھوٹے بڑے سب حاضر ہوئے اور دھاڑیں
مار کے رونے لگے تمام شہر میں ماتم پڑ گیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اہل آسمان و اہل زمین سب
ماتم کرتے ہیں۔ میتب کہتا ہے جس وقت سندی مع تابعین آپ کے غسل و کفن میں

مشغول ہوا تو میں دور سے دیکھ رہا تھا کہ کسی کا دستِ خبیث آپ کے جسد مطہر پر نہ لگتا تھا اور وہ لوگ یہی جانتے تھے کہ وہ اشقیا غسل دیتے ہیں حالانکہ کل کام امام رضا علیہ السلام کرتے تھے جب حضرت اپنے پدر بزرگوار کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو چکے میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے اے مسیب! اب میں مقتدا و پیشوا ہوں میری امامت میں ہرگز شک نہ کرنا اور میری اطاعت سے کبھی ہاتھ نہ اُٹھانا۔ بہرکیف اب سندی بن شاہک کی مکاری و شقاوت کو دیکھئے کہ جب آپ نے وفات پائی تو اس شقی مکار نے بغداد کے رؤساء و علماء کو جمع کر کے آپ کا بدن مبارک دکھایا کہ کہیں کوئی زخم یا کسی طرح کا آسیب تن اطہر پر نہیں ہے حضرت کی وفات میں ہارون کا کچھ گناہ نہیں اور بعد فراغت غسل و کفن اُس شقی نے امام مسموم علیہ السلام کا جنازہ دجلہ بغداد کے پل پر رکھ دیا اور چہرۂ مبارک کھول دیا اور پکار کے کہنے لگا کہ موسیٰ بن جعفر نے جسے رافضی کہتے تھے کہ ہرگز نہ مرے گا وفات پائی جو شخص دیکھنا چاہتا ہو آ کے دیکھ لے پس ہزاروں آدمی آتے تھے اور زیارت و نماز کر کے چلے جاتے تھے۔

مصائب جناب سید الشہداء:-

منقول ہے جب سندی ملعون کو آپ کے شہادت کا یقین کامل ہوا اُس وقت آہن گر کو بُلا کر ہاتھ پاؤں کی زنجیریں نکلوائیں۔ مومنین! مقام غور ہے کہ بادشاہ وقت حضرت کا دشمن تھا کیسا دشمن کہ شہید کر ڈالا مگر باوجود اس کے سندی بن شاہک کو غسل و کفن کے واسطے بھیجا اہل شہر مرد و زن روتے ہوئے جنازہ پر حاضر ہوئے مگر۔

فریاد از غریبی و بے یاری حسینؑ

آہ آہ ابن سعد ملعون کیسا دشمن تھا کہ جب اُس مظلوم کی خبر شہادت معلوم ہوئی غسل و کفن کے بدلے پامالی لاش کا حکم دیا، راوی کہتا ہے اُس وقت میں موجود تھا میں نے دیکھا۔

عَلَيْهِ الْخَيْلُ تَجْرِيْ رَاكِضَاتٍ
فَقَدْ دَارَتْ بِهٖ دَوْرَ الرَّحَاءِ

یعنی قتل گاہ میں اشقیا برابر گھوڑے دوڑاتے تھے اور مظلوم کربلا علیہ السلام کی لاش پاش پاش کا یہ حال تھا جیسے چکی میں دانہ کو پیستے ہیں۔ بغداد میں اہلِ شہر گریاں و نالاں ہوئے صحرائے کربلا میں اہل فوج نے نوحہ و ماتم کے بجائے خوشی کی نوبتیں، فتح کے نقارے بجائے جسد بے سر پر کوئی رونے والا نہ تھا خیمہ عصمت میں بے وارث بیبیاں یتیم بچوں کے گریہ و زاری سے کہرام برپا تھا۔

شور دف دنی بو دمیان سپہ شام　　در خیمۂ فرزند نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سینہ زنی بود

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر 10

- آیت حق تعالیٰ مومنوں کی اعانت کرتا ہے۔
- حدیث اعانت مومن میں۔
- تاریخ ولادت وشہادت وفضائل زیارت وسبب شہادت امام رضا علیہ السلام۔
- احوال معصومہ قم ومختصر مصائب اہل بیت۔

مجلس نمبر 10

قَالَ اللّٰہُ تعالٰی وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ۔ رُسُلًا اِلٰی قَوْمِهِمْ فَجَآؤُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا وَ كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ

''حق تعالٰی سبحانہٗ وتعالٰی اس آیت کو اپنے حبیب سے مخاطب ہو کر سورہ روم میں ارشاد فرماتا ہے جس کے ملخص معنی یہ ہیں ''اے میرے رسول ﷺ آپ سے قبل ہر گروہ اور قوم پر ہم نے انبیاء اور رُسل بھیجے ہیں اور اُن پیمبروں نے اپنی قوم کو معجزے دکھلائے ہیں مگر اُن کی اُمت سے بعض لوگ تو اُن پر ایمان لائے اور بعض کافر رہ گئے جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ ہماری عقوبت کے مستحق ہوئے اور ہم نے اُن سے انتقام لیا اور ہلاک کیا اور جو جماعت ایمان لائی تھی اُن کی مدد و یاری کی اور ہم کو سزاوار ہے کہ مومنوں کی اعانت و کمک کریں'' ابو درداء کہتے ہیں:

حدیث اعانت مومن ہیں:۔

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَا مِنْ اِمْرِءٍ مُسْلِمٍ يَرُدُّ عَنْ عِرْضِ اَخِيْهِ اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يَرُدَّ عَنْهُ نَارَ جَهَنَّمَ ثُمَّ تَلَا ذٰلِكَ

میں نے خود جناب رسول خدا ﷺ سے سُنا کہ حضرت فرماتے تھے نہیں ہے کوئی

مرد مسلمان جو کسی برادر مومن کی جان و آبرو بچائے مگر یہ کہ حق تعالیٰ پر واجب ہے کہ اُس شخص کو آتش جہنم سے بچائے اس کے بعد یہی آیت تلاوت فرمائی۔ حضرات! اس حدیث سے ظاہر ہے کہ مومن کو برادر مومن کی اعانت کرنے میں ثواب عظیم حاصل ہوتا ہے کیا مراتب عالیہ ہیں اُن کے جنہوں نے سردار مومنین جناب سید المرسلین ﷺ کی حفاظت جان اور حمایت دین میں اپنی عمر صرف کر دی۔ وہ کون بزرگوار ہیں......! مظہر العجائب و مظہر الغرائب اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالبؑ کہ ہر حال میں جناب رسول خدا ﷺ کے شریک رہے اور ہر سختی و صعوبت کو جہاں تک ممکن ہوا آپ سے دفع کیا اور بنظر ترویج دین مدینہ منورہ کو چھوڑ کے کوفہ میں قیام فرمایا۔ مومنین! جناب امیر المومنین علیہ السلام کے ہم نام ایک اور بھی معصوم ہوئے ہیں جو مدینہ رسول ﷺ سے ہجرت کر کے خراسان میں تشریف لے گئے۔ وہ کون معصوم تھے......! جناب امام رضا علیہ السلام تھے کہ مثل امیر علیہ السلام کے اسم مبارک آپ کا علی علیہ السلام تھا۔

تاریخ شہادت جناب امام رضا علیہ السلام:-

آپ آٹھویں امام ہیں اور کنیت ابو الحسن اور القاب بہت ہیں مشہور لقب رضا علیہ السلام صابر اور رضی ہے۔ اسم شریف آپ کے والد بزرگوار کا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہے اور والدہ ماجدہ آپ کی ام ولد تھیں اور نجمہ تکتم اور ام البنین بھی نام تھا اور بعضوں نے خیزران بھی لکھا ہے۔

تاریخ وفات جناب امام رضا علیہ السلام:-

سال ایک سو ترپن (۱۵۳) ہجری میں بروز جمعرات اور بقول ربیع الاول کی گیارہ بروز جمعہ کو جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے پانچ برس بعد مدینہ منورہ میں آپ متولد ہوئے اور بعض روایات سے ایک سو اڑتالیس (۱۴۸) ہجری ثابت ہوتا ہے اور بعضوں نے تاریخ ولادت گیارہ ذی الحجہ لکھی ہے اور طبرسی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ جمعہ کے

روز گیارہ ذیقعدہ کو سن ایک سو ترپن ہجری میں حضرت پیدا ہوئے اور بقول مشہور حضرت کی شہادت صفر کے مہینے سال دو سو تین ہجری میں واقع ہوئی بعض سترہ صفر روز منگل بعض چودہ بعض آخر ماہِ صفر لکھتے ہیں اور بعضوں نے سال دو سو ایک بعضوں نے دو سو دو ہجری لکھا ہے بعضوں نے سات ماہ رمضان بعضوں نے ذی قعدہ کی سترہویں یا بیسویں لکھی ہے بقول ابن بابویہ اکیس ماہ رمضان جمعہ کے روز سال دو سو تین ہجری میں آپ شہید ہوئے۔ اُنچاس برس چھ مہینے زندگانی پائی اور ایک روایت سے پچپن سال بھی ثابت ہوتا ہے اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ اُنتیس برس دو مہینے رہے اور ایام امامت بیس برس چار مہینے ہیں۔ آپ کا مزار شہر طوس میں ہے۔

فضائل زیارت:۔

قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ سَیُقْتَلُ وَ لَدِیْ فِیْ اَرْضِ طُوْسٍ اِسْمُهٗ اِسْمِیْ وَ اِسْمُ اَبِیْهِ اِسْمُ ابْنِ عِمْرَانَ مُوْسٰی

جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا قریب ہے کہ میرے فرزندوں میں سے ایک فرزند شہر طوس میں قتل ہوگا اُس کا نام میرا نام ہوگا اور اُس کے باپ کا نام وہ ہوگا جو فرزند عمران کا نام تھا یعنی موسیٰ ہوگا۔

فَمَنْ زَارَفِیْ غُرْبَتِهٖ غَفَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی ذُنُوْبَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْهَا وَ مَا تَاَخَّرَ وَ لَوْ کَانَتْ مِثْلَ عَدَدِ النُّجُوْمِ وَ قَطْرَاتِ الْاَمْطَارِ وَ اَوْرَاقِ الْاَشْجَارِ

"پس جو شخص کہ ہمارے شیعوں سے اُس میرے فرزند غریب کی زیارت کرے گا حق سبحانہٗ وتعالیٰ تمام گناہ گذشتہ وآئندہ اُس زائر کے بخش دے گا اگرچہ اُس کے گناہوں کی کثرت مثل ستارہ ہائے آسمان وقطرات باران اور برگہائے اشجار کے ہو۔" منقول ہے کہ

جب مامون ملعون بادشاہ ہوا تو مرو کو اپنا تخت گاہ قرار دیا اور حسن بن سہیل کو والی عراق مقرر کیا۔ اُس زمانے میں بعض سادات نے دعوائے خلافت کیا جب یہ خبر مامون کو پہنچی تو فضل بن سہیل سے جو اُس کا وزیر تھا مشورہ کیا بہت فکر کے بعد یہ صلاح ٹھہری کہ امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولی عہد مقرر کرے تا کہ سادات اُس کے مطیع رہیں پس چند ملازمین مخصوصین کو حضرت کے لانے کے واسطے مدینہ روانہ کیا اور ایک اشتیاق نامہ بھی لکھا۔ حضرت مجبور ہو کے آمادۂ سفر ہوئے جب یہ خبر وحشت اثر مدینۂ منورہ میں پھیلی ہوئی اُس روز مدینہ کے ہر گھر میں ایسا کہرام برپا ہوا کہ قریب تھا صدائے گریہ و بکا سے مدینہ اُلٹ جائے۔ پس امام غریب نے اپنے عزیز و اقربا کو جمع کیا اور اُن سے فرمایا میں نے تم سب کو خدائے عزوجل کے سپرد کیا اور تم سب سے رخصت ہوتا ہوں اور اس کے بعد پھر تم سے کبھی ملاقات نہ ہوگی یہ فرما کر حضرت نے بارہ ہزار دینار اپنے عزیز و اقربا پر تقسیم کیے اُس وقت جو قیامت حرم سرا میں برپا تھی اور جو شور گریہ و بکا عزیز و اقربا و اہل و عیال میں سے حضرت کے وقت وداع بلند تھا ایسا شور و ماتم کسی مصیبت میں کسی کے گھر میں بلند نہ ہوگا غرض حضرت سب اہلبیت علیہم السلام سے رخصت ہو کر اور سب کو روتے پیٹتے چھوڑ کر خود روتے ہوئے روضۂ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رخصت ہونے گئے راوی کہتا ہے اُس وقت میں دیکھتا تھا کہ وہ امام مسموم بار بار قبر مطہر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وداع ہوتے تھے اور باہر نکل کر بیتابانہ پھر قبر حضرتؐ سے لپٹ کر روتے تھے اور اس حسرت و یاس سے روضۂ اقدس کی طرف دیکھتے تھے جیسے وہ شخص دیکھتا ہے کہ پھر ملنے کی اُمید نہ رکھتا ہو آخر روتے ہوئے مدینہ سے خراسان کی طرف روانہ ہوئے جب آپ طوس میں پہنچے تو ہارون رشید کی قبر کے پہلو میں ایک خط کھینچا اور فرمایا میں یہیں دفن ہوں گا اور شیعہ میری زیارت کو آئیں گے اور ہم اہلبیت علیہم السلام پر اُن کی شفاعت واجب ہوگی وہاں سے مرو میں تشریف لائے۔ مامون نے بہت تعظیم و تکریم کی پہلے خلافت قبول کرنے کی تکلیف دی جب آپ نے منظور نہ کیا تو دو مہینے کے بعد جبراً اپنا ولی عہد مقرر کیا اور اپنی بیٹی اُمّ حبیبہ سے آپ کا عقد کر دیا اور دوسری بیٹی اُمّ الفضل کو امام محمد تقی سے نامزد کیا

الحاصل تھوڑے دنوں کے بعد لوگوں کے دلوں میں آپ کا علم وفضل دیکھ کر آپ کی محبت مستقر ہونے لگی اور اُس شقی کے دل میں آتش حسد مشتعل ہوئی اور آپ کی اہانت و ہلاکت کے درپے ہوا ایک دفعہ ہر مذہب کے علماء کو جمع کیا کہ آپ سے مباحثہ کریں اس سے مقصود یہ تھا کہ آپ ملزم اور لوگوں کی نظروں میں بے قدر ہو جائیں مگر بوقت مقابلہ وہی سب ملزم ہوئے اور آپ کی فضیلت کا سب نے اقرار کیا غرض روز بروز اُس شقی کا کینہ بڑھتا گیا ایک مرتبہ شب کو اُس نے صبیح کو جو اُس کے معتمدین خاص سے تھا بلا کر کہا میرے ان غلاموں کو ساتھ لے کر علی رضا علیہ السلام کے حجرہ میں جاؤ اور اُن کو تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے آؤ۔ غرض اُن غلاموں نے جا کے اپنی دانست میں حضرت کے جسم اقدس کو تلواروں سے ریزہ ریزہ کیا اور آ کے مامون کو آپ کی شہادت کی خبر دی صبح کو یہ ملعون دل میں خوش مگر بظاہر میں اپنے کو ماتم زدہ کی صورت بنا کے روتا ہوا اپنے دربار میں بیٹھا اور رسم تعزیت بجالایا پھر اُسی طرح سر و پا برہنہ سامان تجہیز و تکفین لے کے حضرت کے حجرہ کی طرف چلا قریب پہنچا تھا کہ کسی کے بولنے کی آواز سنی۔ صبیح کو دریافت حال کیلئے بھیجا وہ خبر لایا کہ حضرت نماز پڑھتے ہیں اور جسم مبارک پر کہیں زخم کا نشان بھی نہیں ہے یہ شقی نہایت برہم و خفیف ہوا اور کہا جو اُمرا و اعیان مملکت تعزیت کو آئے ہیں اُن سے کہہ دو کہ حضرت کو غش آ گیا تھا میں یہ سمجھا کہ آپ جناب نے انتقال فرمایا۔ الحمدللہ! حضرت تندرست ہیں اور ابوصلت ھلی کی روایت میں منقول ہے وہ کہتا ہے کہ ایک روز مامون رشید نے حضرت کو بلا بھیجا میں بھی آپ کے ساتھ تھا دیکھا کہ چند طبق میووں کے اُس کے سامنے رکھے ہیں اور ایک خوشہ انگور کا اُس کے ہاتھ میں تھا کہ جس کے بعض دانہ زہر آلود تھے حضرت کو دیکھتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا اور بہت تپاک سے معانقہ و دیدہ بوسی کی اور کوئی دقیقہ تعظیم و تکریم کا اُٹھا نہ رکھا اور اپنے پہلو میں مسند پر بٹھایا اور وہ ہی خوشہ انگور کا آپ کے ہاتھ میں دے کر کہنے لگا یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ انگور نہایت تحفہ ہیں ایسے کبھی نہ دیکھے تھے میں نے چاہا کہ تنہا نہ کھاؤں آپ نے فرمایا کہ شاید بہشت کے انگور ان سے بہتر ہوں اور اس وقت اس کے کھانے کو دل نہیں چاہتا اُس نے بہت مبالغہ کیا اور

رفع تہمت کے واسطے چند دانے اُس میں سے جو زہر آلود نہ تھے خود زہر مار کیے باقی آپ
کے دست مبارک میں دیے۔ آپ نے تین دانے نوش کیے تھے کہ حال متغیر ہوا فوراً اُٹھ
کھڑے ہوئے۔ اُس شقی نے کہا یا ابن عم کہاں چلے آپ نے فرمایا جہاں تو نے بھیجا ہے۔ ابو
صلت کہتے ہیں کہ وہاں سے حضرت نہایت مکدر و محزون حجرہ طاہرہ میں تشریف لائے اور
فرش خواب پر بیماروں کی طرح لیٹے اور مجھے دروازہ بند کر دینے کا حکم دیا میں دروازہ بند کر
کے حیران و غمگین کھڑا تھا کہ دیکھا ایک جوان خوش رُو جن کی پیشانی مبارک سے نور امامت
ظاہر تھا اور امام رضا علیہ السلام سے بہت مشابہ تھے تشریف لائے میں نے بڑھ کے پوچھا آپ
کون ہیں اور مکان دربستہ میں آپ کیوں کر اور کس لیے تشریف لائے؟ فرمایا جس قادرِ
مطلق نے مدینہ سے ایک لحظہ میں مجھے پہنچایا اُسی نے بند مکان میں بھی داخل کیا اور میں
حجتِ خدا محمد تقی علیہ السلام ہوں اور اپنے پدر مسموم علی رضا علیہ السلام کے وداع کو آیا ہوں یہ فرما کر اپنے
پدر بزرگوار کے حجرے میں تشریف لے گئے جونہی امام نے اپنے فرزند کو دیکھا بے اختیار
اُٹھ کے آغوش میں لے لیا اور سینہ سے لگا کے خوب پیار کیا پھر تبرکاتِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سپرد کیے اور اسرار امامت تعلیم فرمائے بعد اس کے امام رضا علیہ السلام نے رحلت کی۔ اُس وقت
امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا اے ابو صلت! اس کوٹھری سے سامان غسل و کفن لے آ میں جو اُس
حجرے میں جاتا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ تمام چیزیں موجود ہیں حالانکہ قبل اس کے کوئی شے
بھی وہاں نہ تھی جب حضرت غسل و کفن دے چکے اور نماز جنازہ بھی پڑھ چکے اُس وقت مجھ
سے فرمایا تابوت لے کر آ۔ میں نے عرض کی نجار سے بنوا لاتا ہوں۔ ارشاد کیا جہاں سے
سب چیزیں لایا ہے وہیں سے تابوت بھی لے آ جب میں حجرے میں گیا تو دیکھا کہ ایک
تابوت جسے دست قدرت نے چوب طوبیٰ سے بنایا ہے رکھا ہے اُٹھا کے لے آیا آپ نے
لاش مبارک اُسی تابوت میں رکھی اور دو رکعت نماز علیحدہ پڑھنی شروع کی ہنوز نماز تمام نہ
ہوئی تھی کہ تابوت زمین سے اُٹھا اور چھت اُس مکان کی شق ہوگئی اور تابوت آسمان کی طرف
بلند ہو کر میری نظروں سے غائب ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد پھر زمین پر آیا۔ غرض امام نے

نعش مطہر کو تابوت سے نکال کر پھر بستر پر رکھ دیا اس وقت مجھے محسوس ہوا کہ غسل دیا ہے نہ کفن کیا ہے اور امام مجھ سے یہ فرما کر کہ دروازہ کھول دے مامون کھڑا ہے غائب ہو گئے۔ میں نے جو دروازہ کھولا دیکھا کہ مامون مکار مصیبت زدوں کی صورت بنائے سر و پا برہنہ گریبان چاک کھڑا زور رہا ہے الغرض اُس شقی نے امام علیہ السلام کی میت کو غسل و کفن دے کے اپنے باپ ہارون کے پہلو میں دفن کیا اور جو جو باتیں امام رضا علیہ السلام نے فرمائی تھیں قبر میں پانی کا بھر جانا مچھلیوں کا پیدا ہونا پتھر کا نکلنا سب باتیں بلا تفاوت ظہور میں آئیں اور جب مامون پر وہ سب رموز و اسرار منکشف ہوئے تو خاک اُڑانے اور سر و سینہ پیٹنے لگا اور کہنے لگا ہائے میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا جواب دوں گا مگر اب اُس کی ندامت کیا ثمرہ و نفع پہنچا سکتی تھی یہ روایت بہت طولانی تھی چونکہ اختصار منظور تھا اسی پر اکتفا کیا۔

احوالِ معصومہ قمؑ :-

منقول ہے فاطمہؑ بہن امام رضا علیہ السلام کی کہ اپنے بھائی کی عاشق زار تھیں جب ایک مدت دراز مفارقت میں اپنے بھائی کے روتی رہیں اور وہ حضرت سفر سے واپس نہ آئے بے تاب ہو کر مدینہ سے شہر طوس کی طرف روانہ ہوئیں جب منزل ساوہ میں پہنچیں بیمار ہو گئیں اور وہاں کے باشندوں سے پوچھا یہاں سے شہر قم کتنی دور ہے؟ لوگوں نے عرض کی دس فرسخ ہے فرمایا مجھے جلد شہر قم میں پہنچاؤ جب وہ مخدومہ قریب پہنچیں اور اہل قم کو خبر معلوم ہوئی سب اشراف استقبال کے واسطے شہر سے باہر آئے اور سب سے پہلے موسیٰ بن خزرج کہ رئیس قوم تھا خدمت معصومہ میں پہنچا اور مہار ناقہ فاطمہؑ کی اُس نے ہاتھ میں لی اور سب اہل شہر پیادہ بکمال تعظیم ہمراہ رکاب ہوئے جب وہ معظمہ داخل شہر ہوئیں دیکھا سارا شہر ماتم دار ہے ہر گھر سے صدائے گریہ و بکا بلند ہے اور سب مرد و زن لباس سیاہ پہنے ہیں یہ دیکھ کر نہایت متوحش ہوئیں اور پوچھا اس شہر میں کس رئیس قوم کا ماتم ہے؟ کسی نے کچھ جواب نہ دیا فرمایا قسم ہے تمہیں ہمارے حق کی جلد بتاؤ یہ ماتم عظیم کس شخص کا برپا ہے جب اُن معظمہ نے

بہت اصرار کیا تمام اہل شہر رونے لگے اور عمامے اپنے سروں سے زمین پر پھینک دیئے اور عرض کی آج کئی روز گذرے ہیں کہ مامون رشید نے آپ کے بھائی علی رضا علیہ السلام کو شہید کیا جس وقت سے ہم نے یہ خبر سُنی ہے ہمارے ہر گھر میں ماتم برپا ہے۔ وہ معظمہ سنتے ہی غش کھا کر زمین پر گر پڑیں جب افاقہ ہوا رونا شروع کیا۔ منقول ہے کہ وہ شہزادی رات دن ہر وقت اس مصیبت میں رویا کرتی تھیں یہاں تک کہ روتے روتے سترہویں دن دنیا سے رحلت کر گئیں اس سانحہ سے شہر قم میں اور قیامت برپا ہوئی اور اُن پاک اعتقاد مومنین نے اُس معظمہ کو بکمال اہتمام جائے پاکیزہ میں دفن کیا بعد چند سال کے زینب خاتونؑ دختر امام محمد تقی علیہ السلام نے اُن معظمہ کا مزار قبہ دار بنوادیا حضرات! فاطمہؑ خواہر امام رضا علیہ السلام نے اپنے بھائی کو شہید ہوتے نہ دیکھا تھا فقط خبر شہادت سُن کے یہ حال کیا کہ روتے روتے دنیا سے گذر گئیں مگر قربان صبر جناب زینبؑ خواہر امام حسین علیہ السلام کے کہ اپنے بھائی کو اپنی آنکھوں کے سامنے خنجر ظلم سے ذبح ہوتے دیکھا اور فاطمہؑ نے اپنے بھائی کے بعد کوئی مصیبت نہ اُٹھائی جناب زینبؑ نے تو بعد امام حسین علیہ السلام کے کیا کیا مصیبتیں اُٹھائیں قید ہوئیں سر برہنہ شہروں میں بازاروں میں پھرائی گئیں وہاں اہل قم نے یہ عزت وتوقیر کی کہ استقبال کو آئے مہمان بنا کر خاطر داریاں کیں یہاں اہل شام استقبال کے عوض اپنے گھروں سے نکل نکل کر تماشا دیکھنے آئے توقیر کے بدلے ہر شخص ذلت کا خواہاں تھا غرض جناب زینب سلام اللہ علیہا نے جو جو ظلم اُٹھائے بیان نہیں ہو سکتے۔

مجلس نمبر 11

- آیت نبا عظیم سے جناب امیر علیہ السلام مراد ہیں

- تاریخ ولادت وشہادت وسبب شہادت
جناب امام محمد تقی علیہ السلام

- اہل بیت علیہم السلام کا داخلہ دربار ابن زیاد میں۔

مجلس نمبر 11

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ الَّذِیْ ھُمْ فِیْہِ مُخْتَلِفُوْنَ

حق سبحانہ وتعالیٰ سورۃ النبا میں ارشاد فرماتا ہے کفار مکہ آپس میں کیا بحث کرتے ہیں کیا بات پوچھتے ہیں ہاں خبر عظیم کا سوال کرتے ہیں جس میں وہ لوگ باہم مختلف ہیں حافظ ابونعیم اصفہانی کہ اکابر علمائے اہل سنت سے ہے سدی سے روایت کرتا ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا مراد نباء عظیم سے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت ہے کہ خلائق سے قبر میں اُس کا سوال ہوگا تمام عالم میں جہاں اور جس جگہ کوئی مرتا ہے اُس کی قبر میں منکر ونکیر آ کے جس طرح خدا اور رسول ﷺ کا سوال میت سے کرتے ہیں اُسی طرح علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت کے بارے بھی پوچھتے ہیں۔

فَطُوْبٰی لِلْمُصَدِّقِ بِوِلَایَتِہٖ وَ الْوَیْلُ لِلْمُکَذِّبِ بِوِلَایَتِہٖ

پس خوشحال اُس مومن کا جس نے آپ کی امامت وولایت کی تصدیق کی ہو اور وائے اُس منکر پر جو آپ کی ولایت سے بے بہرہ و بے نصیب ہو۔ کیوں مومنین کرام! جس قدر حق تعالیٰ نے اور رسول خدا ﷺ نے محبت وولایت جناب امیر علیہ السلام کی تاکید فرمائی تھی اُسی قدر بنی امیہ و بنی عباس نے آپ سے اور آپ کی اولاد سے دشمنی و عداوت کی اور تمام خاندان نبوت وولایت کو تباہ و ویران کر ڈالا۔ منقول ہے جب مامون رشید عباسی نے جناب امام رضا علیہ السلام کو شہید کیا اُس وقت امام محمد تقی علیہ السلام سات یا نو

برس کے تھے کم سنی کے باعث اکثر شیعوں کو آپ کی امامت میں شک واشتباہ تھا مگر اُسی سال بعد حج مدینہ منورہ میں بہت سے علماء آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معجزے و کرامتیں دیکھ کر آپ کی امامت کے معترف ہوئے ایک مجلس میں کئی روز تک لوگوں نے تیس ہزار مسئلے مشکل آپ سے پوچھے اور اس کا جواب شافی پایا۔

تاریخ ولادت وشہادت امام محمد تقی علیہ السلام:۔

جناب امام محمد تقی علیہ السلام نویں امام ہیں اسم شریف محمد اور کنیت ابو جعفر ہے القاب آپ کے بہت ہیں مشہور لقب تقی و جواد ہے والد بزرگوار آپ کے جناب امام علی رضا علیہ السلام والدہ ماجدہ حضرت کی ام ولد ہیں سکینہ وسکینہ مشہور تھیں بعض نے خیزران و ریحانہ وفریسہ بھی لکھا ہے مشہور یہ ہے کہ نوبیہ اقران ماریہ قبطیہ سے تھیں سال ایک سو پچانوے میں پندرہ یا اُنیس ماہ رمضان روز جمعہ کو مدینہ میں پیدا ہوئے اور شیخ طوسیؒ نے دس رجب لکھی ہے اور بروایت مشہور امام محمد تقی علیہ السلام نے آخر ماہ ذیقعدہ سال دوسو بیس ہجری میں شہادت پائی۔ بعضوں نے گیارہ ذیقعدہ روز منگل بعضوں نے چھ ذی الحجہ روز ہفتہ لکھا ہے۔ ایام زندگانی پچیس برس دو مہینے چند روز اور بروایت پچیس برس تین مہینے بارہ روز ہیں اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ سات برس چار مہینے دو روز اور بروایت سات برس تین مہینے رہے اور بیس روز کم اٹھارہ برس خود امامت کی۔ منقول ہے جب مامون ملعون کو جناب امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد لوگوں نے لعنت وملامت کی تو اُس نے چاہا کہ اپنے کو کسی طرح اس الزام سے بری کرے جب وہ خراسان سے بغداد میں آیا تو خط لکھ کر امام محمد تقی علیہ السلام کو باعزاز و اکرام بلایا جب آپ بغداد میں پہنچے ہنوز مامون سے ملاقات نہ ہوئی تھی کہ وہ لعین ایک روز شکار کے ارادہ سے سوار ہوا راہ میں جتنے لڑکے کھڑے تھے اُس کی سواری دیکھ کے پراگندہ ہو گئے مگر امام علیہ السلام اُسی مقام پر کھڑے رہے۔ مامون نے آپ کی جلالت ومہابت دیکھ کے گھوڑا روک لیا اور پوچھنے لگا اے صاحبزادے سب لڑکے میری سواری دیکھ کر بھاگ گئے تم

کیوں کھڑے رہے؟ حضرت نے ہر چند آپ گیارہ برس کے تھے مگر نہایت بُردباری سے
فرمایا اے خلیفہ نہ راستہ تنگ تھا نہ میں نے کوئی خطا کی تھی نہ ایسا گمان تھا کہ تو بے جرم کسی کو
ستائے گا پھر میں کیوں بھاگتا؟ مامون آپ کی لطف تقریر و حسن جمال کو دیکھ کر محو ہو گیا اور
پوچھنے لگا آپ کا اور آپ کے والد کا نام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میں محمد تقی (علیہ السلام) بیٹا علی
رضا علیہ السلام کا ہوں چونکہ اُس شقی نے امام رضا علیہ السلام کو شہید کیا تھا آپ کا اسم مبارک سنتے ہی
منفعل و خجل ہوا اور درود پڑھنے لگا جب شکار کر کے واپس لوٹا تو کوئی چیز مٹھی میں لیے تھا پھر
اُسی مقام پر پہنچا اُسی طرح سب لڑکے بھاگ گئے اور حضرت وہیں کھڑے رہے۔ آپ
سے کہنے لگا اے محمد بتلاؤ تو میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ حضرت نے علم امامت سے فرمایا حق
تعالیٰ نے چند دریا خلق کیے ہیں کہ ابر اُن دریاؤں سے بلند ہوتا ہے اور چھوٹی مچھلیاں ابر کے
ساتھ کھینچ جاتی ہیں اور بادشاہوں کے باز اُن کو شکار کرتے ہیں اور بادشاہ اُسے ہاتھ میں
چھپا کر برگزیدگانِ خاندان نبوت کا امتحان کرتے ہیں۔ مامون سنتے ہی کہنے لگا بے شک
آپ امام رضا علیہ السلام کے فرزند ہیں پس حضرت کو نہایت اعزاز و اکرام سے اپنے ساتھ لے
گیا اور ارادہ کیا کہ اپنی بیٹی ام الفضل سے آپ کا عقد کر دے جب بنی عباس اُس کے قصد
سے مطلع ہوئے مامون کے پاس سب آ کے کہنے لگے یہ ریاست جو مدتوں کے بعد اب بنی
عباس پر مستحکم ہوئی ہے تو چاہتا ہے کہ اُسے اولادِ علیؑ کے حوالہ کر دے حالانکہ تجھے خوب معلوم
ہے کہ ہمارے اور اُن کے درمیان میں ہمیشہ سے عداوت ہے تو نے جب امام رضا علیہ السلام کو
اپنا ولی عہد کیا تھا اُس وقت بھی ہم پر گراں گزرا تھا اُن کے شہید ہونے سے ہمارے دل
مطمئن ہوئے۔ مامون نے کہا یہ عداوت تمہارے بزرگوں کی طرف سے ہے نہ کہ خاندان
علی کی جانب سے اور بے شک یہی لوگ خلافت کے سزاوار ہیں یہ جواب شافی سُن کر
عباسیوں نے کہا اگر تجھے یہی منظور ہے تو اتنا صبر کر کہ یہ لڑکا کچھ علم و کمال حاصل کر لے اس
کے بعد عقد کرنا مامون نے کہا ان کا علم کسب تحصیل پر موقوف نہیں بلکہ خدا کی جانب سے
ہے اگر چاہو امتحان کر لو الغرض عباسیوں کے کہنے سے مامون رشید نے ایک مجلس

معین کی اور یحییٰ بن اکثم قاضی بغداد کو جس کے علم و کمال کا ہر شخص معترف تھا اور کل علماء و فضلاء کو جمع کیا مباحثہ کے وقت ہر چھوٹے بڑے نے حضرت کے علم و فضل کا اعتراف و اقرار کیا اور اُسی مجلس میں آپ کا عقد ام الفضل کے ساتھ کیا گیا اور بہت دنوں تک مامون نے آپ کو اپنے پاس باعزاز و اکرام رکھا لیکن ام الفضل کو آپ سے موافقت نہ ہوتی تھی اس لئے کہ حضرت اور کنیزوں کی طرف رغبت رکھتے تھے اور جناب امام علی نقی علیہ السلام کی والدہ کو اُس پر ترجیح دیتے تھے اکثر ام الفضل ملعونہ اپنے باپ سے شکایت جا کر حضرت کی کرتی تھی چونکہ امام رضا علیہ السلام کو شہید کر کے وہ ملعون نہایت شرمندہ و خجل تھا اس لئے بیٹی کی شکایت پر اعتنا نہ کرتا تھا اور حضرت سے کچھ معترض نہ ہوتا تھا ایک روز اُس ملعونہ نے جا کے مامون کو جس وقت وہ شراب کے نشہ میں مدہوش تھا ایسی باتیں کہیں کہ وہ چند خدام کو ساتھ لے کر امام علیہ السلام کی خوابگاہ میں آیا اور اپنے دانست میں حضرت کو تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کیا مگر جب یاسر سے صبح کو اُسے معلوم ہوا کہ شب کو اُس سے شراب کے نشہ میں ایسی حرکت ہوئی تو اپنا سر اتنا پیٹا کہ بیہوش ہو گیا جب ہوش میں آیا فوراً یاسر کو امام کے دریافتِ حال کیلئے بھیجا جب وہ خبر لایا کہ آپ صحیح و سالم ہیں کہیں خط تک بھی جسم مبارک پر نہیں پڑا ہے مامون نے سجدۂ شکر کیا اور ہزار دینار یاسر کو انعام دیے اور بیس ہزار اشرفی و بروایت پچیس ہزار اشرفی اور ایک گھوڑا عمدہ اور وہی تلوار جو شب کو اُس کے ہاتھ میں تھی حضرت کو ہدیہ بھیجا جب یاسر امام کی خدمت سے واپس آیا تو مامون خود آپ کے پاس گیا اور آپ کو گلے سے لگایا آپ نے وہ دعا جس کی برکت سے آپ شب کو محفوظ رہے تھے اُسے بتا دی اور ترک خمر کی نصیحت کی اُس روز سے پھر اُس نے کوئی شکایت ام الفضل کی گوش زد نہ کی بلکہ اُس سے کہا کہ اب اگر کبھی کوئی حرف بھی شکوہ آمیز کہے گی تو میں تجھ کو قتل کروں گا الغرض جب وہ جناب صحبت مامون سے منزجر ہوئے تو اُس سے رخصت ہو کے پہلے مکہ معظمہ تشریف لے گئے وہاں سے آ کے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی جب سال دو سو اٹھارہ ہجری میں مامون مر گیا تب اُس کا بھائی معتصم خلیفہ ہوا اور وہ شقی حضرت کے درپے ہلاکت ہوا اور آپ کو بغداد میں طلب کیا۔

اُس وقت آپ نے امام علی تقی علیہ السلام کو اپنا وصی کیا اور کل تبرکات انبیاء سپرد کیے اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جا کے بہت روئے اور زیارت پڑھ کے رخصت ہوئے اور اپنی شہادت پر آمادہ ہو کے بغداد تشریف لے گئے اٹھائیسویں محرم سال دوسو بائیس ہجری میں وہاں پہنچے اور اُسی سال معتصم نے بروایت اُس کے بھائی واثق باللہ نے جو معتصم کے بعد خلیفہ ہوا تھا آپ کو شہید کیا بروایت عیون المعجزات معتصم کو معلوم تھا کہ ام الفضل حضرت سے برگشتہ و منحرف ہے پس اُس کو اپنے سے باہم کر کے حضرت کے زہر دینے پر آمادہ کیا اُس ملعونہ نے انگور زراقی زہر دے کے کھلایا وہ زہر ایسا قاتل تھا کہ فوراً اثر کر گیا اور آپ نے انتقال فرمایا اور بروایت دیگر معتصم نے دعوت کے حیلہ سے آپ کو باصرار تمام اپنے گھر لے جا کر طعام زہر آلود کھلایا کھاتے ہی زہر کا اثر معلوم ہوا جب آپ دولت خانہ تشریف لائے تمام بدن میں زہر کا اثر پھیل گیا اور آپ نے شہادت پائی اور ایک روایت میں ہے معتصم نے افشورہ زہر آمیز مع برف اشناس غلام کے ہاتھ بھیجا ہر چند آپ نے عذر کیا کہ بعد افطار پیوں گا مگر اشناس نے اُسی وقت باصرار تمام پلایا کہ پیتے ہی زہر نے اپنا کام کیا اور حضرت شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ امام علی نقی علیہ السلام اُس وقت سات برس چار مہینے کے تھے اعجاز باعجازِ امامت مدینہ سے بغداد میں تشریف لائے اور اپنے پدر بزرگوار کو غسل و کفن دے کے بغداد میں مقابر قریش میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پہلو میں دفن کیا جو مقام اب بنام کاظمین مشہور ہے اور پھر اُسی روز مدینہ میں واپس آئے۔ حضرات! یہاں تو امام محمد تقی علیہ السلام کو اُن کے صاحبزادے امام علی نقی علیہ السلام نے غسل دیا کفن کیا نماز پڑھی اور دفن بھی کیا مگر خیال کیجئے مظلومی و بے کسی کو امام حسین علیہ السلام کے کہ بعد شہادت حضرت کو دفن و کفن بھی نصیب نہ ہوا کفن کہاں سے ہوتا کہ آپ کے جسد پاش پاش سے لباس بی بیوں کے سروں سے چادریں تک تو ملاعین اُتار لئے گئے تھے دفن کون کرتا؟ سب لوگ تو مارے جا چکے تھے ایک امام زین العابدینؑ بچ گئے تھے اُن کو بھی اعداء طوق و زنجیر میں گرفتار کر کے اہل بیت رسولؐ کو برہنہ اونٹوں پر بٹھا کے کربلا سے کوفہ لے گئے تھے۔

دربار ابن زیاد میں اہل بیتؑ کا جانا:-

راوی کہتا ہے جب اہلبیتِ رسولؐ داخل دربار ابن زیاد ہوئے تو پہلے اُس لعین نے جناب امام حسین علیہ السلام کا سرِ مبارک طلب کیا اور سامنے اپنے طشت طلا میں رکھوایا وہ شقی اُس سر بریدہ کو دیکھتا تھا اور ہنستا تھا اور ہاتھ میں اُس کے ایک چھڑی تھی اُسے دندان شریف پر لگاتا تھا اور کہتا تھا:

لَقَدْ اَسْرَعَ الشَّيْبُ اِلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ

''اے ابا عبداللہ تم جلد ضعیف ہو گئے۔'' یہ بے ادبی اُس شقی کی دیکھ کر زید بن ارقم بولے اے ابن زیاد کیا غضب کرتا ہے چھڑی ہٹالے۔ واللہ میں نے خود دیکھا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دانتوں کو میٹھی چیز کی طرح چوستے تھے۔

آن لب کہ بوسہ داد برد بارہا رسول
سویش بچوب کردن اشارت کجا رواست
آن سر کہ درکنار نبی داشتے وطن
در طشت زر نہادہ بہ پیشت کجا رواست

یہ کہہ کے بہ آواز بلند رونے لگے وہ لعین بولا اے زید تو روتا ہے خدا تیری آنکھوں کو رُلائے اگر تو ضعیف نہ ہوتا اور عقل تیری زائل نہ ہوتی تو میں تجھے قتل کرتا:

ثُمَّ اُدْخِلَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ عَلِيٍّ وَعَلَيْهَا اَرْذَلُ ثُوَابِهَا

راوی کہتا ہے بعد اس کے جناب زینب سلام اللہ علیہا لباس بوسیدہ پہنے۔ شانوں میں رسیاں بندھی سر کھلے، گردن جھکائے دربار میں داخل ہوئیں اُس شقی کی شان وشوکت رؤسائے شہر اور حاضرین مجلس کی کثرت دیکھ کر شرم سے عرق عرق ہوگئیں کیا کرتیں کہاں چھپتیں ایک طرف خاک پر بیٹھ گئیں اور کنیزیں گرد حلقہ باندھ کر پردہ داری کو کھڑی ہو گئیں۔ وہ شقی کہنے لگا یہ عورت جو بے حکم بیٹھ گئی کون ہے؟ کسی نے جواب نہ دیا جب کئی

مرتبہ پوچھا ایک لونڈی نے کہا کیا پوچھتا ہے یہ وہ بی بی ہے جس کی ماں کا جنازہ رات کو نکلا تھا اور ایک دن اسی شہر میں شہزادی کہلاتی تھیں فرشتوں کی بھی مجال نہ تھی کہ بغیر اجازت گھر میں داخل ہوں آج وطن آوارہ ہوکر کوچہ بہ کوچہ پھرا کر اس ذلت وخواری سے تیرے سامنے آئی ہیں وائے ہو تجھ پر خدا سے شرم نہیں کرتا آنکھیں بند کر لے یہ زینبؑ دختر علی علیہ السلام وفاطمہ سلام اللہ علیہا ہے۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر 12

- آیت عذاب خدا کفار کو زشت رو کر دے گا
- فضائل جناب امیر علیہ السلام
- تاریخ ولادت و شہادت جناب امام علی نقی علیہ السلام
- حضرت امام علی نقیؑ کا معجزہ و سبب شہادت
- یزید کا جناب امام سجادؑ کے قتل کا حکم دینا
- حکایت خالد پسر یزید

مجلس نمبر 12

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَلَمَّا رَاَوْہُ زُلْفَۃً سِیْئَتْ وُجُوْہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا

''سورۃ الملک میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے پس جس وقت عذاب الٰہی کو دیکھیں گے کہ نزدیک ہوگیا ہے اُس وقت وہ عذاب موعود کفار کو زشت رو کریہہ المنظر کردے گا۔''

فضائل جناب امیرؑ:۔

حاکم ابوالقاسم سکانی نے باسناد صحیحہ شریک سے نقل کی ہے کہ اعمش نے کہا اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ

لَمَّا رَاَوْ لِعَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ علیہ السلام عِنْدَ اللّٰہِ مِنَ الزُّلْفٰی سِیْئَتْ وُجُوْہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔

یعنی منکران ولایت نے جب جناب امیر علیہ السلام کے اُس قرب و منزلت کو دیکھا جو وہ جناب پیش خدا رکھتے تھے تو آتش رشک و حسد سے جل بھن گئے اور اُن کے منہ سیاہ ہو گئے اور امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے:

فَلَمَّا رَاَوْ مَکَانَ عَلِیٍّ مِنَ النَّبِیِّ سِیْئَتْ وُجُوْہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَیْ کَذَّبُوْا بِفَضْلِہٖ۔

یعنی جب لوگوں نے اُس قرب و مرتبہ کو جو جناب امیر علیہ السلام کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک حاصل تھا دیکھا پس مخالفین و حاسدین جو فضائل حضرت کے منکر تھے متغیر و

روسیاہ ہو گئے۔

تاریخ ولادت وشہادت امام علی نقی علیہ السلام:۔

مومنین! ائمہ طاہرین میں جناب امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے ہم نام اور بھی تین معصوم ہیں ایک علی بن الحسین امام زین العابدین علیہ السلام دوسرے علی بن موسیٰ امام رضا علیہ السلام تیسرے علی بن محمد امام علی نقی علیہ السلام ہیں کہ وہ جناب دسویں امام ہیں۔ آپ کا اسم شریف علی علیہ السلام اور کنیت ابو الحسن علیہ السلام ومشہور لقب نقی علیہ السلام و ہادی ہے۔ والد ماجد حضرت کے امام محمد تقی علیہ السلام والدہ ماجدہ ام ولد سمانیہ مغربیہؑ ہیں۔ بقول مشہور سال دوسو بارہ ہجری میں پندرہ ذی الحجہ کو حوالی مدینہ کے ایک قصبہ میں جسے صُربا کہتے ہیں ولادت باسعادت ہوئی اور ملا احمد اردبیلی نے سال دوسو چودہ رجب کا مہینہ مقام ولادت مدینہ منورہ لکھا ہے اور بعض نے دوسری یا تیسری رجب روز منگل اور بعض نے ستائیس ذی الحجہ بھی لکھا ہے اور بعض روایت سے روز ولادت جمعہ بھی ثابت ہوتا ہے اور سال شہادت باتفاق علما دو سو چون ہجری ہے۔ روز وماہ شہادت میں اختلاف ہے بروایت ابن عباس تین رجب روز پیر و بروایت دیگر پچیسویں یا چھبیسویں یا ستائیسویں جمادی الثانیہ ہے اور بروایت چالیس برس اور بروایت دیگر اکتالیس برس کئی مہینہ زندگانی فرمائی تقریباً سات برس کی عمر میں امام ہوئے اور تخمیناً چونتیس سال امامت کی۔ تقریباً تیرہ چودہ برس مدینہ میں قیام پذیر رہے اور بیس برس سرمن رائے میں جس حجرے میں مدفون ہیں مقید رہے۔ اللہ اکبر کیسے امام معجز نما کو بنی عباس نے بیس برس تک مقید رکھا۔

معجزہ امام علی نقی علیہ السلام:۔

آپ کے معجزات میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ ابو ہاشم جعفری امام علی نقی علیہ السلام کی ملاقات کو جارہا تھا کہ اثنائے راہ میں دیکھا حضرت بیٹھے حدیثیں بیان فرمارہے ہیں وہ بھی وہیں بیٹھ گیا اور اپنی تنگدستی کی شکایت کی آپ نے ایک مشت ریگ اُٹھا کے اُسے دی اور

فرمایا اس سے اپنی اوقات بسر کرنا وہ اپنے گھر آ کے جو دیکھتا ہے تو اُس مشت ریگ کو سونا پایا زرگر کو بُلا کے کہا اُسے گلا دے اُس نے دیکھتے ہی کہا ایسا سونا عمدہ و خالص میں نے کبھی نہ دیکھا تھا غرض ابو ہاشم کا افلاس اُسی طلا کی بدولت دفع ہوا۔ اسی طرح آپ کے معجزات بہت ہیں کہ اُن کی تفصیل دشوار ہے زمانہ قید میں بھی وقت شہادت تک آپ سے بہت معجزے ظاہر ہوئے اُن میں سے دو معجزے حال شہادت میں بیان ہوں گے۔

شہادت امام علی نقی علیہ السلام:-

آپ کی شہادت کا حال یوں لکھا ہے کہ محمد بن عبداللہ والیِ مدینہ اکثر حضرت کو ایذا و تکلیف دیا کرتا تھا ایک دفعہ اُس دشمن خدا نے متوکل کو لکھا کہ اگر تو مکّہ و مدینہ کی حکومت کی خواہش رکھتا ہے تو علی بن محمد علیہ السلام کو یہاں سے اور کہیں بھجوا دے کہ سب لوگ اُن کے مطیع و منقاد ہو گئے ہیں جب حضرت کو اُس کے خط لکھنے کا حال معلوم ہوا تو آپ نے بھی ایک نامہ متوکل کو لکھا کہ والی مدینہ مجھ کو آزار پہنچایا کرتا ہے اور جو کچھ اُس نے لکھا ہے وہ محض کذب و افتراء ہے اُسے فقط میری ایذا رسانی مقصود ہے۔ متوکل نے مصلحتاً ایک دوستانہ خط بکمال تعظیم و تکریم آپ کے جواب میں لکھا کہ جب مجھے معلوم ہوا کہ محمد بن عبداللہ آپ سے نامناسب سلوک کرتا ہے اُسے موقوف و معزول کیا اور اُس کی جگہ پر محمد بن فضل کو منصوب و بحال کرتا ہوں اور اُسے بہت تاکید کی ہے کہ آپ کے اعزاز و اکرام میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرے اور ابراہیم بن العباس کو بُلا کے کہا کہ تو اپنی طرف سے علی نقی علیہ السلام کو اس مضمون کا خط لکھ بھیج کہ خلیفہ آپ کی زیارت کا بہت مشتاق ہے اگر مناسب جانیں اور تکلیف نہ ہو تو اس طرف تشریف لائیں اور اپنے خویش و اقرباء و ملازمین و خدمہ سے جسے چاہیں بہ اطمینان تمام اپنے ہمراہ لائیں اور جب جی چاہے روانہ ہو جائیں اور جہاں جہاں ٹھہرنا مقصود ہو قیام فرمائیں اور یحیٰی بن ہرثمہ کو آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں اور اُسے بہت تاکید کی ہے کہ راہ میں برابر آپ کی خدمت کرتا آئے اور ہر کوچ و مقام میں آپ کا مطیع

اور فرماں بردار رہے اور یحییٰ کو بھی کہہ دیا کہ تو اپنی طرف سے حضرت کو کہنا کہ خلیفہ کے نزدیک جس قدر عزت وحرمت آپ کی ہے اُتنی وقعت وتوقیر کسی اُس کے خویش وفرزند کی بھی نہیں ہے۔ حضرت کو جب یہ نامہ پہنچا فوراً اسباب سفر درست کرکے یحییٰ ہرثمہ کے ساتھ سرمن رائے روانہ ہوئے جب وہاں پہنچے تو متوکل ملعون مطمئن ہوا اور کئی دن تک ملاقات نہ کی اور اُس کارواں سرا میں جہاں غربا وفقراء اُترتے تھے حضرت کو جگہ دی چند دنوں کے بعد دوسرا مکان آپ کیلئے معین کیا اور ایک روایت میں ہے زراقہ حاجب کے گھر میں اور دوسری روایت میں ہے کہ سعید حاجب کے مکان میں امام کو مقید ونظر بند کیا اور بیس برس تک وہ جناب محبوس رہے اور ہر چند متوکل لعین نے اپنی زندگی میں آپ کی ہلاکت کے بہت حیلے کیے مگر آپ محفوظ رہے۔ منقول ہے کہ ایک روز نہایت تپشِ آفتاب میں متوکل مع اپنے وزیر فتح بن خاقان کے گھوڑے پر سوار ہوا اور حکم دیا کہ تمام علما وسادات واشراف پیادہ پا سواری کے ہمراہ دوڑیں اُس انبوہ میں امام علی نقی علیہ السلام بھی تھے زراقہ کہتا ہے میں نے حضرت کو پسینے میں غرق دیکھ کر عرض کی کہ آپ نے کیوں تکلیف کی امام علیہ السلام نے فرمایا اے زراقہ اس حرکت سے متوکل کی غرض فقط میری اہانت تھی لیکن حق تعالیٰ کی بارگاہ میں میری حرمت ناقہ صالح سے کم نہیں ہے اور بروایت دیگر آپ نے فرمایا میرے ایک ناخن کا ٹکڑا خدا کے نزدیک ناقہ صالح اور اُن کے فرزندوں سے گرامی تر ہے۔ زراقہ کہتا ہے میں نے اپنے مکان پر آکر اپنے بیٹے کے معلم سے کہ وہ شیعہ مذہب تھا یہ ذکر کیا اُس نے کہا اگر امام کی زبان سے یہ کلمہ نکلا ہے تو متوکل تین روز کے بعد ضرور مارا جائے گا اس لئے کہ جن لوگوں نے ناقہ صالح کو پے کیا تھا تین دن کے بعد ہلاک ہوئے تھے میں نے اُس کے کلام پر کچھ اعتنا نہ کی اور اُس کو نکال دیا تیسرے روز مستنصر بن متوکل بہت سے ترکوں اور غلاموں کو لے کر گھر میں گھس گیا اور اپنے باپ متوکل کو مع فتح بن خاقان وزیر کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اُس وقت مجھے حضرت کی امامت کا یقین ہوا اور آپ کے پاس جا کے معلم کی حکایت بیان کی۔ امام نے فرمایا اُس نے سچ کہا تھا میں نے اُس پر نفریں کی تھی اور حق تعالیٰ نے میری دعا

مستجاب کی۔ صقر بن ولف کہتا ہے ایک روز میں متوکل کے حاجب زراقی کے گھر گیا جہاں امام علی نقی علیہ السلام قید تھے اُس نے پوچھا کیوں آئے ہو......؟ میں نے کہا تیرے دیکھنے کو حاضر ہوا ہوں جب تنہائی ہوئی زراقی نے کہا تو اپنے صاحب و امام علیہ السلام کی خبر کو آیا ہے۔ میں نے ڈر سے کہا میرا صاحب تو خلیفہ ہے اُس نے کہا خوف نہ کر میں بھی تیری طرح شیعہ اور حضرت کی امامت کا قائل ہوں ذرا صبر کر جب دربان باہر جائے تو میں تجھے امام کی خدمت میں پہنچا دوں گا جب دربان باہر گیا تو ایک آدمی کے ہمراہ امام علیہ السلام کے پاس مجھے بھیج دیا وہاں میں نے دیکھا کہ حضرت ایک بوریے پر بیٹھے ہیں اور ایک قبر سامنے کھدی تیار ہے۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا اور رونے لگا۔ فرمایا روتا کیوں ہے؟ میں نے عرض کی کیونکر نہ روؤں کہ یہ قبر آپ کیلئے کھودی گئی ہے۔ فرمایا کچھ تردد نہ کر ابھی مجھے کوئی ضرر نہ پہنچے گا صقر بن ولف کہتا ہے کہ دو روز کے بعد متوکل مارا گیا الحاصل متوکل کے ہلاک ہونے کے بعد اُس کا بیٹا واثق تین برس تین مہینے تخت حکومت پر بیٹھا جب وہ بھی مرگیا تو متوکل کا بھتیجا خلیفہ ہوا اُس کے مرنے کے بعد معتمد دوسرا بیٹا متوکل کا خلیفہ ہوا اور اُس ملعون نے امام کو زہر سے شہید کیا اور بروایت ابن بابویہ معتمد عباسی نے حضرت کو زہر دے کے شہید کیا وقت شہادت بجز امام حسن عسکری علیہ السلام کے عزیزوں میں کوئی پاس موجود نہ تھا آپ ہی نے اپنے پدر بزرگوار کو غسل و کفن دیا اور نماز جنازہ پڑھ کے آپ کی عبادت گاہ میں دفن کیا اور حضرت کے جنازہ کے ساتھ کل علماء و اُمراء اور اشراف شہر تھے اور خلیفہ کے اراکین سلطنت بھی موجود تھے سب کے سب جنازہ کے مشایعت میں حاضر تھے اور امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار کے ماتم میں اپنا گریبان چاک کر دیا تھا حضرات! متوکل نے کئی مرتبہ چاہا کہ امام علی نقی علیہ السلام کو شہید کرے یہاں تک کہ آپ کے دفن کے واسطے قبر تک کھودی گئی مگر حق تعالیٰ نے اُس وقت آپ کو قتل ہو جانے سے بچالیا۔ کیوں مومنین اور کسی شقی نے بھی کسی امام کے واسطے قبر کھودی ہے اور پروردگار عالم نے اُس کی محافظت کی ہے وہ بیمار کربلا امام زین العابدین علیہ السلام ہیں۔

یزید کا جناب امام سجادؑ کے قتل کا حکم دینا:۔

منقول ہے جب اہلبیتؑ طاہرین دربار یزید لعین میں داخل ہوئے اُس وقت سات سو کرسی نشین دائیں بائیں اُس دشمن دین کے حاضر تھے اور وہ مے خوار بادہ کبر و نخوت و نشہ دولت و حکومت سے سرشار تخت پر بیٹھا کلمات فخر و مباہات کے بک رہا تھا۔ جب نگاہ اُس روسیاہ کی بیمار کربلا پر پڑی نخوت سے حضرتؑ کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ قَتَلَ اَبَاکَ

"یعنی اُس خدا کا شکر جس نے تمہارے باپ کو ہلاک کیا۔" حضرتؑ نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ قَتَلَ اَبِی

"خدا کی لعنت ہے اُس پر جس نے میرے پدر مظلوم کو قتل کیا۔" اے پسر ہندہ سوچ تو سہی کہ نبوت ہمارے جد امجد محمد مصطفیٰ ﷺ کو ملی تھی یا تیرے جد کو اور روز بدر و احد اسلام کا پرچم ہمارے جد عالی مقام علی بن ابی طالب علیہ السلام کے ہاتھ تھا یا تیرے جد ناکام کے ہاتھ میں اور جبرائیل علیہ السلام ہمارے گھر میں آتے تھے یا تیرے خانہ نحس میں اور آیۂ تطہیر ہماری شان میں آیا ہے یا تیرے بزرگوں کی شان میں اور مودت ذوی القربیٰ ہمارے باب میں ہے یا تیرے باب میں۔ یہ سنتے ہی غضب میں آ کر اُس شقی نے جلاد کو حکم دیا کہ اس بیمار کا سر کاٹ کر لاش کو دفن کر دے۔ جلاد حضرت کا ہاتھ تھام کر لے چلا جناب زینبؑ بے تاب ہو کر یزید سے کہنے لگیں اے پسر ہندہ اب اس فرزند علیل کے سوا کوئی ہمارا وارث اور محرم نہیں ہے پہلے مجھے قتل کر لے تو اس کی ہلاکت کا قصد کرنا اور جناب ام کلثومؑ مدینہ کی طرف متوجہ ہو کے کہنے لگیں

اُنَادِیْکَ یَا جَدَّاہُ یَا خَیْرُ مُرْسَلٍ
حُسَیْنُکَ مَقْتُوْلٌ وَ نَسْلُکَ ضَائِعٌ

"اے نانا ان ظالموں نے ہمارے وارثوں کو کربلا میں قتل کیا آپ کے حسین علیہ السلام کا سر اطہر بطور ہدیہ لائے ہیں مردوں میں کوئی باقی نہ رہا ایک فرزند علیل بچ رہا ہے اُس

کو بھی یہ ملعون زندہ دیکھ نہیں سکتا قتل کرنا چاہتا ہے خبر لیجئے قریب ہے کہ نسل آپ کی منقطع ہو جائے۔" امام زین العابدینؑ نے فرمایا اے پھوپھی اس قدر بے تاب نہ ہو جایئے کسی کی کیا مجال جو مجھے قتل کرے آپ اس وقت مجھے اپنے حال پر چھوڑ دیں اور دیکھیں کہ قدرت حق تعالیٰ سے کیا ظہور پذیر ہوتا ہے۔ غرض جلاد آپ کو لے کر ایک مقام پر آیا اور جلدی جلدی ایک گڑھا بطور قبر کھودنے لگا اور سید الساجدین علیہ السلام نماز میں مشغول ہوئے جب قبر تیار ہو چکی اُس بے رحم نے ارادہ قتل کا کیا ناگاہ ایک ہاتھ غیب سے نمودار ہوا اور ایسا طمانچہ لگایا کہ وہ ملعون جہنم واصل ہو گیا۔

روایت خالد پسر یزید:۔

منقول ہے خالد پسر یزید کہ اپنی جگہ سے یہ سارا ماجرا دیکھتا تھا خوفناک ہو کر اپنے باپ کے پاس دوڑا گیا اور کیفیت بیان کی وہ بھی خائف ہوا اور حکم دیا اُس جلاد کو اُسی قبر میں دفن کر دو اس کے بعد امام زین العابدین علیہ السلام کو اپنے سامنے بُلا کر اور خالد کو اپنے پہلو میں تخت پر بٹھا کر کہنے لگا اے فرزند حسین علیہ السلام آپ میں اتنی طاقت ہے کہ میرے اس فرزند خالد سے کشتی لڑو۔ آپ نے فرمایا یہ امر خلاف تہذیب ہے اگر تجھے امتحان منظور ہے تو دو چھریاں ایک مجھے ایک خالد کو دے دو جو غالب ہوگا دوسرے کو ہلاک کرے گا۔ یہ سُن کر اُس سے کچھ جواب نہ بن پڑا اتنا بولا کیوں نہ ہو صلب مار سے مار ہی پیدا ہوتا ہے یہ کہہ کر اپنے فرزند خالد کو گلے سے لگایا اور پیار کرنے لگا مگر فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسی طرح سامنے کھڑے رہے۔ آہ آہ اُس وقت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں تھے کہ اپنے پارۂ جگر کو سینہ سے لگا کر پیار کرتے اور پیشانی پر بوسہ دیتے۔ یقین ہے کہ اُس وقت امام مظلوم کا سر بریدہ جو طشت طلا میں زیر تخت رکھا تھا یہ بے کسی دیکھ کر تڑپ گیا ہوگا اگر زندہ ہوتے تو کیونکر گوارا کرتے کہ یزید اپنے بیٹے کو تو گلے لگائے اور آپ اپنے فرزند کو گلے نہ لگائیں۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر13

- آیت سابقون سے جناب امیر علیہ السلام مراد ہیں۔
- تاریخ ولادت وشہادت جناب امام حسن عسکری علیہ السلام
- حضرت کے معجزات وسبب شہادت
- روایت دیر نصرانی کی

مجلس نمبر 13

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَ السّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝

حق سبحانہ وتعالیٰ سورۃ الواقعہ میں ارشاد فرماتا ہے ''اے میرے رسول ﷺ سابق الایمان وہ لوگ ہیں جنہیں تم خوب جانتے ہو بیان کی حاجت نہیں وہ ہی گروہ سابق الایمان جنات نعیم میں مقربان درگاہ احدیت ہیں۔'' ثعلبی نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے کہ ابن عباس کہتے ہیں میں نے علی بن ابی طالب علیہ السلام سے سُنا کہ اُس جناب نے فرمایا:

اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَ اَخُوْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ اَنَا الصِّدِّيْقُ الْاَكْبَرُ لَا يَقُوْلُهَا بَعْدِيْ اِلَّا كَذَّابٌ مُفْتَرٍ صَلَّيْتُ قَبْلَ النَّاسِ لِسَبْعِ سِنِيْنَ

''میں بندۂ خدا اور برادر رسولؐ خدا ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں میرے سوا جو شخص یہ لفظ زبان پر لائے وہ دروغ گو اور مفتری ہے پس سوائے میرے کوئی اس کا ادعا نہیں کر سکتا کیونکہ تمام اصحاب سے سات برس پہلے میں نے ایمان قبول کیا اور نبوت رسالت مآبؐ کی تصدیق کی اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔'' حضرات! مثل جناب امیر علیہ السلام کے گیارہ فرزندانِ معصومین اُن کے قائم آل عبا تک سب کے سب امام برحق ومقرب درگاہ الٰہی ہیں۔

تاریخ ولادت وشہادت امام حسن عسکری علیہ السلام:۔

میں اس مجلس میں اُن کے گیارہویں فرزند امام یعنی امام حسن عسکری علیہ السلام کے حالات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں اسم مبارک آپ کا حسن علیہ السلام اور کنیت ابومحمد اور القاب ذکی و ہادی و عسکری علیہ السلام ہے والد بزرگوار آپ کے امام علی نقی علیہ السلام ہیں اور والدہ ماجدہ کا اسم مبارک ام ولد تھا اور بعض نے سوسن بعض نے سلیل اور ملا احمد اردبیلی نے غزالہ نوبیہ لکھا ہے۔ سال ولادت دوسوتیں اور بعضوں نے دوسو اکتیس بھی لکھا ہے روز و ماہ ولادت میں اختلاف ہے مشہور آٹھویں ربیع الآخر جمعہ کا روز ہے بعض نے چہارم ربیع الثانی بروز ہفتہ بعض دس ذی العقد مذکور کرتے ہیں اور شیخ مفیدؒ نے ماہ ربیع الاوّل سال دوسوتیں ہجری لکھا ہے اور مکان ولادت مدینہ منورہ اور بعضوں نے سرمن رائے لکھا ہے اور شہادت آپ کی باتفاق اکثر محدثین و مؤرخین آٹھویں ربیع الاول سال دوسو ساٹھ ہجری میں واقع ہوئی اور شیخ طوسیؒ نے محرم لکھی ہے اور روز وفات اکثروں نے جمعہ اور بعضوں نے بدھ اور ہفتہ لکھا ہے۔ عمر شریف اُنتیس برس بعضوں نے اٹھائیس سال کی لکھی ہے اور چھ سال تقریباً آپ نے امامت کی اور سرمن رائے میں اپنے پدر بزرگوار کے پہلو میں دفن ہوئے۔ اکثر علماء نے لکھا ہے کہ معتمد عباسی نے حضرت کو زہر دیا۔

معجزۂ امام حسن عسکریؑ:۔

معجزات سے آپ کے ایک یہ ہے صاحب نورالایمان سلمہ الرحمان بحار سے نقل کرتے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ ایک روز امام حسن عسکری علیہ السلام خط لکھ رہے تھے میں بھی حاضر تھا کہ نماز کا وقت آ گیا۔ امام علیہ السلام اُس نوشتہ کو ناتمام چھوڑ کے مشغول نماز ہوئے میں نے دیکھا کہ کاغذ زمین پر رکھا ہوا ہے اور قلم خود بخود لکھ رہا ہے اور کوئی لکھنے والا دکھائی نہیں دیتا ہے۔

معجزہ دیگر:۔

دوسرا معجزہ یہ ہے کہ جس سال معتمد عباسی نے آپ کو قید کیا اُس سال پانی نہ برسا اور سامرہ میں قحط ہوا وہاں کے لوگ تین روز تک نماز استسقاء کو گئے لیکن کچھ اثر بھی ظاہر نہ ہوا بعد اس کے جاثلیق نصرانی اپنی قوم لے کر صحرا میں گیا اُن نصرانیوں میں ایک راہب تھا کہ جب وہ دعا کیلئے ہاتھ اُٹھاتا تھا فوراً ابر پیدا ہوتا تھا اور پانی برسنے لگتا تھا دو روز پیہم یہی ہوا یہ دیکھ کے خلق کے دلوں میں تزلزل واقع ہوا اور اکثر دین نصاریٰ کی طرف مائل ہو چلے جب یہ کیفیت معتمد نے سُنی اُسے اپنی مملکت کے زوال کا اندیشہ ہوا بہت گھبرایا آخر کار امام علیہ السلام کو زندان سے بُلا کے کہنے لگا اپنے جد کی اُمت کی خبر لیجئے اہل اسلام تین دن تک نماز استقاء کو گئے لیکن کچھ اثر نہ ہوا اور نصاریٰ دو دن گئے دونوں دن پانی برسا اگر تیسرے روز بھی ایسا ہی ہوا تو اکثر مسلمان نصاریٰ ہو جائیں گے حضرت نے فرمایا غم نہ کھا کل لوگوں کا شک دفع کر دوں گا یہ فرما کے اہل زندان کی رہائی کیلئے سفارش کی اکثر شیعہ و سادات تھے سب رہا ہو گئے۔ دوسرے روز معتمد لعین اہل شہر کے خورد و کلاں کو لے کر امام کے ساتھ صحرا میں گیا۔ نصاریٰ بھی وہاں جمع تھے حضرت نے فرمایا راہب سے کہہ دعا کرے جب راہب نے دعا کی فوراً ابر پیدا ہوا اور پانی برسنے لگا امام علیہ السلام نے ایک شخص کو حکم دیا کہ جاؤ اور جو چیز کہ راہب کے ہاتھ میں ہو لے آ؛ وہ شخص جا کے ایک ہڈی جس کو وہ راہب اپنی اُنگلیوں میں چھپائے ہوئے تھا نکال لایا آپ نے اُسے کپڑے میں لپٹوا دیا فوراً ابر منتشر ہو گیا۔ حضرت نے راہب سے فرمایا اب تم دعا کرو ہر چند اُس نے دعا کی پھر کوئی اثر ابر کا پیدا نہ ہوا ساری خلقت متعجب ہوئی۔ آپ نے معتمد سے کہا کہ یہ ہڈی ایک نبی کی ہے قاعدہ ہے کہ جب کسی پیغمبر کی ہڈی ظاہر ہو گی تو باران رحمت نازل ہو گا اگر چاہو امتحان کر لو چنانچہ پھر جو استخوان کپڑے سے نکال کر ہاتھ پر رکھا تو ابر ظاہر ہوا پانی برسنے لگا اس کے بعد حضرت نے اُس ہڈی کو لپیٹ دیا اور اپنے طور پر نماز استسقاء پڑھی اور دعا کی فوراً ابر آیا اور خوب پانی برسا

اُس وقت معتمد لعین نے ظاہر میں حضرت سے عذر خواہی کی اور اعزاز و اکرام کرنے لگا مگر باطن میں درپے ہلاکت ہوا آخر آپ کو زہر دیا۔

شہادت امام حسن عسکری علیہ السلام:-

ایک مردقمی اپنے باپ کی زبانی بیان کرتا ہے کہ جب زہر کے اثر سے حضرت بہت مضمحل ہوئے اور میرے باپ کو کہ معتمد کا با اعتماد وزیر تھا اطلاع ہوئی تو اُس نے فوراً جا کے خلیفہ کو خبر کی اُس شقی نے پانچ آدمیوں کو کہ اُن میں تحریر کنندہ خادم بھی تھا کہ جو خلیفہ کے محرمانِ خاص سے تھا حکم دیا کہ تم سب برابر حضرت کے پاس حاضر رہنا اور خبر لیتے رہنا اور ایک طبیب کو معین کیا کہ دونوں وقت آپ کو دیکھا کرے دو روز کے بعد جب آپ کا مرض زیادہ ہوا خود وہ لعین صبح کو امام کے پاس آیا اور طبیبوں کو بُلا کے تاکید کی کہ آپ کے پاس برابر حاضر رہیں اور قاضی القضات کو حکم دیا کہ دس عالموں کو لے کر حضرت کی خدمت میں موجود رہیں اس اہتمام سے اُس کی غرض یہ تھی کہ کوئی شخص مجھے زہر دینے کا الزام نہ دے بلکہ سب لوگ یہ جانیں کہ میں نے علاج و مداوا میں کوشش بلیغ کی الغرض چند روز ماہ ربیع الاول سے گذرے تھے کہ اُن جناب نے رحلت فرمائی جب امام کی شہادت کی خبر سامرہ میں مشہور ہوئی تو تمام اہل شہر نے آپ کے ماتم میں وہ نوحہ و شیون کیا کہ اُس روز سامرہ اُن لوگوں کے گریہ و شیون سے صحرائے قیامت ہو رہا تھا خلیفہ ملعون پہلے حضرت کی اولاد کا متلاشی ہوا باہر مردوں کو متعین کیا عورتوں میں زنان قابلہ کو بھیجا مگر کہیں پتا نہ لگا بعد اُس کے حضرت کے غسل و کفن میں مصروف ہوا اُس روز کل بازار سامرہ کا معطل ہو گیا تھا اور چھوٹے بڑے وضیع و شریف سب جنازے پر حاضر ہوئے تھے۔

نماز جنازہ پڑھنا صاحب الامر علیہ السلام کا:-

الغرض خلیفہ نے ابوعیسیٰ کو نماز جنازہ پڑھنے کو بھیجا اُس نے جنازہ کے پاس آ کر چہرۂ مبارک سے کفن جُدا کیا اور بنظر رفع تہمت خلیفہ نے کل اعیان سلطنت و علماء و سادات و

اشراف شہر کو بلا کر کہا کہ تم سب دیکھو حسن عسکری علیہ السلام نے اپنی موت سے وفات کی ہے کسی نے کوئی آسیب ضرر نہیں پہنچایا ہے اور آپ کے حال مرض میں خلیفہ نے طبیب و خدمت گاروں کو کو علاج و خدمت کے واسطے معین کیا تھا وہ سب بھی اس امر کے شاہد ہیں پھر ابو عیسیٰ نے نماز جنازہ پڑھ کے حضرت کو اُن کے پدر بزرگوار کے پہلو میں دفن کیا اور آپ کی میراث موافق مذہب اہلسنت درمیان حضرت کی والدہ اور جعفر تواب بھائی کے تقسیم ہوئی اور ہمیشہ خلیفہ آپ کے فرزند کا متلاشی رہا مگر کچھ نشان نہیں پایا اور ابو دیان کی روایت میں ہے وہ کہتے ہیں میں اکثر امام حسن عسکری علیہ السلام کے خطوط شہروں میں لے جایا کرتا تھا ایک روز آپ نے مجھے چند خطوط مدائن لے جانے کو عنایت کیے اور فرمایا کہ پندرہ دن کے بعد پھر تم یہاں آؤ گے تو میرے مکان سے رونے کی آواز سنو گے اور لوگ مجھے غسل دیتے ہوں گے میں نے پوچھا آپ کے بعد امام کون ہوگا فرمایا جو تم سے جواب نامہ طلب کرے اور میرے جنازے پر نماز پڑھے اور کیسہ کے اندر کی خبر دے جب میں پندرھویں روز مدائن سے سامرہ پہنچا تو حضرت کے حرم سرا سے رونے کی آواز سُنی اور دروازے پر دیکھا کہ جعفر تواب بیٹھا ہے اور سب شیعہ اُسے وفات کی تعزیت اور امامت کی تہنیت دے رہے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا اس کو ہمیشہ شراب پیتے یا جوا کھیلتے یا باجا بجاتے دیکھا ہے یہ امام کیونکر ہو سکتا ہے اس حیرت میں تھا کہ عقید حضرت علیہ السلام کا خادم باہر آیا اور جعفر تواب سے کہا تمہارے بھائی کو کفن دیا جا چکا ہے چلو نماز پڑھاؤ وہ سب شیعوں کے ساتھ اندر گیا میں نے دیکھا کہ لاش اقدس صحن میں رکھی ہے جعفر آگے کھڑا ہوا اور پیچھے صفیں درست ہوئیں چاہتا تھا کہ تکبیر نماز کی کہے کہ ایک صاحبزادہ جلیل القدر پیچیدہ رُو جس کی پیشانی مبارک سے نور ہویدا تھا حجرہ سے باہر آیا اور جعفر کو ہٹا کے کہنے لگا کہ چچا پیچھے کھڑے ہو جاؤ کہ باپ کے جنازے پر نماز پڑھانے کا تم سے میں سزاوار تر ہوں اور اُس صاحبزادے نے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور مجھ سے اُن خطوں کا جواب طلب کیا اور یہ دونوں علامتیں امامت کی پا کے کیسہ کی علامت کا منتظر رہا پھر آ کے جعفر سے پوچھا یہ لڑکا کون تھا اُس نے کہا میں واقف نہیں اور آج کے دن کے علاوہ کبھی نہ دیکھا تھا اُس عرصہ میں قم سے ایک قافلہ آیا اور

جب اُن کو معلوم ہوا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے وفات فرمائی اور جعفر امام ہوا ہے تو وہ جعفر کے پاس آ کے کہنے لگے ہمارے پاس خطوط اور مال ہے بتاؤ کہ خطوط کس کے ہیں اور مال کس قدر ہے؟ جعفر نے کہا کہ غیب کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں اُس وقت ایک خادم اندر سے باہر آیا اور جناب صاحب الامر کی طرف سے اہل قافلہ کو کہا کہ فلاں فلاں شخصوں کے خطوط ہیں اور تمہارے پاس کیسہ میں ہزار اشرفیاں ہیں کہ اُس میں دس اشرفیاں مغشوش ہیں۔ اہل قافلہ نے خطوط اور کیسہ خادم کے حوالہ کر دیا جب میں نے علامت سومی بھی دیکھی حضرت کی امامت کا یقین ہو گیا اور جعفر تو اب نے اہل قافلہ کی حکایت معتمد لعین سے جا کر کہی اُس شقی نے اپنے خادموں کو متعین کیا کہ اُس صاحبزادے کا حال دریافت کریں اُن سب نے ہر چند تمام مکان میں تلاش کیا اور لونڈیوں سے پوچھا مگر کچھ پتا نہ چلا۔ مومنین! مقام غور ہے کہ حضرت سے معتمد باللہ آپ سے دشمنی تو رکھتا تھا کہ آپ کو بلا جرم پہلے قید کیا اس کے بعد زہر سے شہید کیا مگر جب آپ کے مریض ہونے کا حال سُنا تو اگرچہ ظاہر داری کی بناء پر تھا مگر علاج کے واسطے اطباء خدمت کے واسطے خدام نگرانی حال کیلئے قاضی و علماء متعین کئے اور خود بھی عیادت اور حال پُرسی کو گیا لیکن نہ معلوم یزید اور اُس کے اہل کار کو کیسی دشمنی تھی کہ امام زین العابدین علیہ السلام کو تپ میں مبتلا دیکھ کے علاج و حال پرسی کے بدلے قید کر لیا۔ کربلا سے کوفہ کوفہ سے شام تک کبھی پیادہ پا کبھی شتر برہنہ پر بٹھا کے کشاں کشاں لے گئے سامرہ میں ہر چھوٹے بڑے نے نوحہ و شیون کیا۔ بازار بند کر دیا گیا اہل شام کیسے قسی القلب تھے رونے کے بدلے سب چھوٹے بڑے اہل بیتؑ کی اسیری کی خوشیاں کرتے تھے۔ ایک دوسرے کو مبارک باد دیتا تھا اہل بازار نے دوکانیں آراستہ کیں تھیں ابو مخنف کہتا ہے جب اہلبیت رسولؐ منزل تکریت میں پہنچے باشندے وہاں کے نہایت خوش ہوئے اور حکم دیا کہ تمام شہر میں آئینہ بندی ہو اور سب زن و مرد زینت کریں اور پھر یرے علموں کے کھولے جائیں چنانچہ تمام شہر آراستہ و مزین ہوا اور بکمال زینت و سرور اُن اشقیاء کی ملاقات کے واسطے شہر سے باہر نکلے اور اُس لٹے ہوئے قافلہ کو دیکھ کر کمال مسرور ہوئے۔

روایت دیر نصرانی:-

راوی کہتا ہے قریب اُس کے نصرانیوں کا ایک دیر تھا جب قوم نصاریٰ نے اس قدر فرحت و سرور اُس مجمع کفار سے مشاہدہ کیا نہایت متعجب ہوئے اور اُن سے پوچھا آج اتنی خوشی کا کیا سبب ہے اُس فرقۂ اشرار نے جواب دیا ایک شخص نے یزید پر خروج کیا تھا ہم سب نے اُس کو مع اقرباو انصار کے قتل کیا اور اُن کے عیال و اطفال کو مقید کر کے شہر شام میں لے جا رہے ہیں۔ نصاریٰ نے پوچھا اُس کا نام کیا تھا؟

قَالُوا حُسَیْنُ علیہ السلام ابْنُ عَلِیٍّ علیہ السلام

"اُن ملعونوں نے کہا اُس کا نام حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام تھا۔"

قَالُوا مَا اسْمُ اُمِّهٖ

پھر اُن سب نے پوچھا اُس کی ماں کا نام کیا تھا؟

اُن بے حیاؤں نے بیان کیا کہ ماں اُن کی فاطمہ علیہا السلام زہرا دخترِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں

قَالُوا هَلْ هِیَ بِنْتُ نَبِیِّكُمْ

نصرانیوں نے پوچھا آیا وہ حسین علیہ السلام جو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسہ ہے۔ اُن کافروں نے کہا ہاں وہی حسین علیہ السلام یہ سُن کر اُن سب نصرانیوں نے ہاتھ پر اپنے ہاتھ مارے اور کہا تم پر اور تمہارے فعل پر لعنت خدا کیسے مسلمان ہو کہ تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند کو قتل کیا اور دختران رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقید اور سرہائے شہداء کو مع اہلبیت اور اس طرح ذلت و خواری سے لیے پھرتے ہو اور اس پر فخر و مباہات کرتے ہو یہ کہہ کر وہ سب اپنے دیر میں چلے گئے اور دروازہ بند کر دیا اور مظلوم کربلا کی مصیبت پر روتے رہے۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

مجلس نمبر 14

- آیت خلافت جناب صاحب الامرؑ میں۔
- تاریخ ولادت قائم آل محمد علیہ السلام۔
- روایت نرجس خاتونؑ۔
- معجزہ سے ایک شخص کے پاؤں کا زخم اچھا ہونا۔
- زید بن صوحان کی روایت۔

مجلس نمبر 14

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَ لَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا

حق سبحانہ وتعالٰی سورۂ نور میں ارشادفرماتا ہے"حق تعالٰی نے اُن لوگوں سے جوتم میں سے ایمان لائے ہیں اوراعمال شائستہ بجالائے ہیں وعدہ کیا ہے کہ ضرور اُن کوزمین پر اپنا خلیفہ قرار دے جس طرح خدا نے اُن لوگوں کو جوقبل اُن کے گذرے ہیں یعنی بنی اسرائیل اپنا خلیفہ کیااور البتہ خدامضبوط و مستحکم کرے گا اُن کے اُس دین کو جسے پسند کیا خدا نے اُن کے لئے یعنی دین اسلام بدرستیکہ اُن کے خوف کو ساتھ امن واطمینان کے بدل دے گا۔"منقول ہے کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے اس آیت کو پڑھا اور فرمایا خدا کی قسم اس آیت سے ہم اہل بیت علیہم السلام مراد ہیں کہ حق تعالٰی ہم میں سے ایک شخص کو کہ نام اُن کا مہدی علیہ السلام ہوگا خلیفہ کرے گا

هُوَ الَّذِیْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوْ لَمْ یَبْقَ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا یَوْمٌ لَطَوَّلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ الْیَوْمَ حَتّٰی یَاْتِیَ رَجُلٌ مِنْ عِتْرَتِیْ اِسْمُهُ اِسْمِیْ وَ کُنْیَتُهُ کُنْیَتِیْ یَمْلَأُ الْاَرْضَ

قِسطًا وَعَدلًا کَمَا مُلِئَت ظُلمًا وَجَورًا

اور یہ مہدی علیہ السلام وہ ہیں جن کے بارے میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر ایک روز بھی قیامت کو باقی رہے گا تو ضرور حق تعالیٰ اُس دن کو اس قدر طولانی و دراز کرے گا کہ ظہور کرے میری اولاد میں سے ایک شخص کہ نام اُس کا میرا نام ہوگا اور کنیت اُس کی میری کنیت ہوگی اور وہ شخص ایسا ہوگا کہ زمین کو عدل وانصاف سے مملو کر دے گا جس طرح کہ پہلے زمین ظلم وجور سے بھر گئی ہوگی۔

تاریخ ولادت جناب صاحب الامر علیہ السلام:۔

مومنین! اس سے مراد جناب صاحب الامر علیہ السلام ہیں کہ وہ جناب بارہویں امام ہیں۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو اسم مبارک اور کنیت ہے وہ ہی نام اور کنیت آپ کی بھی ہے جس طرح وہ جناب خاتم الانبیاء تھے اُسی طرح آپ خاتم الاوصیاء ہیں۔ زمانہ غیبت میں آپ کے اسم مبارک کو کنیت سے ملا کے نہ کہنا چاہئے اس کی حکمت سے خدا واقف ہے اور القاب حضرت کے مہدی علیہ السلام اور قائم اور حجت علیہ السلام اور منتظر علیہ السلام اور صاحبؑ ہیں۔ والد بزرگوار آپ کے جناب امام حسن عسکری علیہ السلام اور والدہ ماجدہ نرجس خاتونؑ ہیں۔ سال دوسو پچپن ہجری میں شب جمعہ پندرہ ماہ شعبان کو ولادت باسعادت حضرت کی سر من راء میں ہوئی اور بعضوں نے آٹھویں بھی لکھا ہے وہ جناب بحکم خدا برابر زمانہ ولادت سے غائب رہے یہاں تک کہ پرورش بھی آپ کی پوشیدہ طور پر ہوئی اور بعد امامت بھی برابر غائب رہے بہت کم ظاہر ہوئے چنانچہ غیبت صغریٰ میں ساٹھ برس تک خلق کی نظروں سے پوشیدہ رہے۔ بعضوں نے چوہتر برس بھی لکھا ہے اُس زمانہ میں بھی بہت سے معجزات اُس جناب سے ظاہر ہوئے اکثر شیعہ بذریعہ وکلاء اپنی مشکلیں حل کرتے تھے حضرت کے وکیلوں سے پہلے عثمان بن سعید عمریؒ تھے اُن کے بعد اُن کے بیٹے ابو جعفر محمد بن عثمان اور اُن کے بعد ابو القاسم حسین بن روح اُن کے بعد شیخ ابوالحسن علی بن محمد السمری تھے۔ توقیعات اور احکام

حضرت کے ان بزرگوں کے پاس آتے تھے اور بذریعہ انہیں وکلاء کے مومنین مسائل پوچھتے تھے اُس کے بعد غیبت کبریٰ ہوئی اور محرم کی دسویں تاریخ سال طاق میں روز جمعہ یا ہفتہ کو مسجد کوفہ میں انشاء اللہ تعالیٰ آپ ظہور فرمائیں گے۔

روایت نرجسؑ خاتون:۔

صاحب نور الایمان لکھتے ہیں کہ بشیر بن سلمان بردہ فروش کہتے ہیں کہ ایک دن جناب امام علی نقیؑ کا خادم جس کا نام کافور تھا مجھے بلا کے لے گیا جب میں حاضر خدمت ہوا فرمایا کہ تم فرزندانِ انصاری سے ہو اور ہم اہلبیت علیہم السلام کے دوست اور محل اعتماد ہو چاہتا ہوں کہ تمہیں ایک راز پنہاں سے اطلاع دوں۔ یہ فرما کے حضرت نے بخط ولغت فرنگی ایک نامہ لکھا اور اُس پر مہر لگائی اور ایک زرد کیسہ کہ جس میں دو سو بیس اشرفیاں تھیں عنایت کیا اور ارشاد فرمایا بغداد میں فلاں ساحل پر اسیروں کی کشتیاں آئیں گی اُن میں کچھ لونڈیاں ہوں گی تو میری طرف سے وکیل بیع ہو کے جا اگرچہ خریدار بہت ہوں گے لیکن ایک کنیز کسی خریدار سے راضی نہ ہوگی اور بھی چند علامتیں آپ نے بیان فرمائیں اور کہا کہ یہ خط اُسی کو دینا۔ الختصر جب میں نے وہ خط اُس کنیز کو پہنچایا پڑھتے ہی بے ساختہ رونے لگی اور اپنے مالک سے کہا مجھے اس کے ہاتھ بیچ ڈال الغرض بہت گفتگو کے بعد اُسی قدر اشرفیوں پر راضی ہوا جس قدر حضرت نے عنایت کی تھیں میں اُس کو اپنے گھر لایا اور حجرۂ محفوظ میں رکھا وہ بار بار اُس خط کو اپنی آنکھوں سے لگاتی تھی اور خوش ہوتی تھی میں نے پوچھا تو نے صاحب خط کو ابھی تک دیکھا نہیں اُس کا ایسا اعزاز کس وجہ سے کرتی ہے کہنے لگی انبیاء اور اوصیا کی معرفت کچھ دیکھنے پر موقوف نہیں ہے اگر تو سُنے تو اپنا حال مفصل بیان کروں میں بادشاہ روم کی فرزند یسوعا کی بیٹی ہوں میرا نام ملیکہ ہے اور ماں میری جناب شمعون کی اولاد سے ہیں جو جناب عیسیٰؑ کے وصی تھے جب میرا سن تیرہ برس کا ہوا میرے دادا نے چاہا کہ اپنے بڑے بھتیجے سے میری شادی کرے جب دن معین اور سامان جشن مہیا ہوا اشراف و اکابر و راہب جمع ہوئے

اور تخت وسیع جس پر بہت سے بت اور جواہر نصب کیے گئے تھے مجلس میں رکھا اور اپنے بھتیجے کو اُس پر بٹھایا جس وقت چاہا کہ رسم عقد ادا کریں دفعتہً تخت اُلٹ گیا اور جو اُس پر بیٹھے تھے سب گر پڑے ایک راہب نے اُٹھ کر کہا یہ آثار نحوست ہیں میرے دادا نے پھر حکم دیا کہ تخت درست ہو جب درست ہوا تو دوسرے بھتیجے کو اُس پر بٹھا کے چاہا کہ عقد پڑھے پھر وہ ہی کیفیت گذری آخر سب رخصت ہو گئے اور میرا جد مغموم و محزون جا کر سو رہا میں بھی اپنے فرش خواب پر سو رہی عالم رویا میں دیکھا کہ جہاں تخت رکھا گیا تھا وہیں ایک نور کا منبر نصب ہوا اور حضرت مسیح اور شمعون اور حواریین تشریف لائے پھر جناب رسالت مآب مع اپنی اولاد امجاد کے رونق افروز ہوئے اور ارشاد کیا یا روح اللہ میں آیا ہوں کہ تمہارے وصی شمعون کی اولاد میں سے جو ملیکہ ہے اُسے اس فرزند ارجمند کے واسطے خواستگاری کروں اور جناب امام حسن عسکری علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمایا جناب مسیح نے حضرت شمعون سے ارشاد کیا کہ تم اپنی لڑکی کو اولاد خاتم الانبیاءؑ سے پیوند کرو کہ دونوں جہاں کا شرف ہے اُنہوں نے قبول کیا بعد اُس کے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور اپنے نور عین جناب امام حسن عسکری علیہ السلام کے ساتھ میرا عقد پڑھا۔ حاضرین محفل گواہ ہوئے اُس روز سے جناب حسن عسکری علیہ السلام کی آتش محبت ایسی میرے دل میں مشتعل ہوئی کہ کھانا پینا حرام ہو گیا روز بروز میں لاغر و کاہیدہ ہونے لگی ہر چند اطباء علاج کرتے رہے کچھ نفع نہ ہوا اور خوف سے اپنے دل کا حال والدین سے کہہ نہ سکی چند روز کے بعد پھر خواب میں دیکھا کہ جناب سیّدہ اور جناب مریمؑ تشریف لائی ہیں اور حضرت مریمؑ مجھ سے کہتی ہیں کہ یہ بی بی تیرے شوہر کی جدہ ماجدہ ہیں۔ میں نے اُن معصومہ کا دامن پکڑ لیا اور عرض کی آپ کے فرزند مجھ پر ستم کرتے ہیں کبھی اپنی صورت بھی نہیں دکھاتے فرمایا تو ابھی دین نصاریٰ پر ہے اگر اُن کی زیارت جمال چاہتی ہے تو مسلمان ہو جا میں فوراً کلمہ پڑھ کر بصدق دل اسلام سے مشرف ہوئی اُن مخدومہ نے اپنے گلے سے لگا لیا اور فرمایا اب میں اپنے فرزند سے کہہ دوں گی کہ تیرے پاس آیا کریں غرض دوسری شب سے آج تک ہر شب میں جناب امام حسن عسکری

علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوتی ہوں۔ بشیر نے پوچھا تم اسیروں میں کیونکر آئیں کہا ایک شب حضرت نے مجھے خواب میں فرمایا کہ تیرا دادا مسلمانوں سے لڑنے کیلئے لشکر بھیجے گا تم لونڈیوں کی شکل بنا کر فوج کے پیچھے ہو لینا میں نے ویسا ہی کیا اثنائے راہ میں لشکر اسلام نے قید کر لیا جس کے حصہ میں پڑی اُس نے نام پوچھا میں نے اصل نام پوشیدہ رکھا نرجس بتایا اُس نے کہا کہ یہ نام کنیزوں کے ہوتے ہیں۔ غرض اسی طرح یہاں تک آئی المختصر امام علی نقی علیہ السلام نے نرجس خاتون کو جناب امام حسن عسکری علیہ السلام کے حوالہ کیا۔ جناب حکیمہ خاتون فرماتی ہیں جب میرے بھائی امام علی نقی علیہ السلام نے رحلت فرمائی اور حسن عسکری علیہ السلام امام ہوئے میں عادت کے موافق اپنے بھتیجے کے پاس جایا کرتی تھی ایک روز جو شام کے وقت واپس لوٹنے کا قصد کیا حضرت نے فرمایا اے پھوپھی آج شب کو یہیں رہ جاؤ کہ وہ فرزند گرامی قدر پیدا ہونے والا ہے جس سے خداوند عالم تمام زمین کو ایمان اور ہدایت سے معمور کرے گا غرض میں رات کو نرجس خاتون کے پاس سو رہی اور اُس کے پیٹ اور پشت کو جو دیکھا تو مطلق حمل کے آثار نہیں پائے میں نے آپ سے آکر کہا۔ حضرت مسکرائے اور فرمایا جب صبح ہوگی تو اثر ظاہر ہوگا اور ان کا حال مانند مادر موسیٰ کے ہے کہ تا ہنگام ولادت کسی طرح کا تغیر اُن پر ظاہر نہ ہوا اور کوئی اُن کے حال سے مطلع نہ ہوا۔ حکیمہ خاتون کہتی ہیں جب میں نماز شب پڑھنے کے مصروف دعا ہوئی تو نرجس خاتون نے بھی وضو کیا اور نماز شب پڑھی اتنے میں صبح کاذب ہوئی اُس وقت تک کوئی اثر وضع حمل کا معلوم نہ ہوا میرے دل میں شک گذرا ناگاہ امام نے اپنے حجرہ سے صدا دی کہ اے پھوپھی شک نہ کرو کہ اب وقت قریب آیا ہے اُسی وقت نرجس خاتون کو ایک اضطراب پیدا ہوا۔ میں اسمائے الٰہی پڑھ کے دم کرنے لگی حضرت نے فرمایا سورۂ انا انزلناہ پڑھو جب میں نے سورہ شروع کیا تو لڑکے نے بھی اپنی ماں کے بطن سے سورہ کے پڑھنے میں میری ہمراہی کی۔ میں بہت خائف ہوئی اتنے میں نرجس خاتون میری آنکھوں سے غائب ہو گئیں میں روتی ہوئی حضرت کے پاس دوڑی گئی آپ نے فرمایا کچھ اندیشہ نہ کیجئے وہیں جائیے جب میں واپس

گئی تو نرجس خاتون کو موجود پایا اور اُس وقت اُن کے چہرہ پر ایسا نور تھا کہ آنکھیں خیرہ ہوئی جاتی تھیں اور دیکھا کہ ایک طفل روبقبلہ سجدۂ خدا میں شہادتیں پڑھ رہا ہے اُس کے بعد ایک ایک امام کا نام لیا جب اپنے نام تک پہنچا تو کہا خداوندا جو تو نے نصرت کا وعدہ میرے ساتھ کیا ہے وفا کے ساتھ امر خلافت اور امامت کو تمام کر پھر جناب امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے فرزند کو لے آؤ۔ حکیمہ خاتون کہتی ہیں جب میں آپ کی خدمت میں لے گئی آپ نے زبان مبارک اُس معصوم کے مُنہ میں دی پھر میں نے دیکھا کہ بہت سے جانور آپ کے سر اقدس پر جمع ہوئے۔ آپ نے ایک جانور سے فرمایا اس لڑکے کو لے جا اور حفاظت کر ہر جمعہ کو میرے پاس لانا وہ جانور جناب صاحب الامرؑ کو لے کے آسمان کی طرف اُڑ گیا نرجس خاتون رونے لگیں حضرت نے بہت سی تشفی دی اور فرمایا نہ گھبراؤ تمہارے سوا یہ کسی کا دودھ نہ پیے گا حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ بعد وفات امام حسن عسکری علیہ السلام میں ہمیشہ جناب صاحب الامر علیہ السلام کی خدمت میں جایا کرتی تھی جس وقت کہ جناب حسن عسکری علیہ السلام نے شہادت پائی تھی جناب صاحب الامرؑ کا سن پانچ برس کا تھا۔ معتمد لعین نے بعد شہادت جناب حسن عسکری علیہ السلام کے تین آدمیوں کو اور بروایت پانچ آدمیوں کو جناب صاحب علیہ السلام کی تلاش کے واسطے حضرت کے مکان پر بھیجا جب وہ سب مکان میں داخل ہوئے تو اُن کو ایک سرداب نظر آیا جب اُس کے اندر جانے کا قصد کیا تو دیکھا کہ ایک دریا ہے اُس کے درمیان میں ایک مرد بوریا بچھائے نماز پڑھ رہا ہے ایک نے قدم آگے بڑھایا غرق ہو گیا دوسرا بھی اسی طرح ہلاک ہوا تیسرے نے جا کر خلیفہ سے یہ حال بیان کیا اُس نے کہا کسی پر ظاہر نہ کرنا ورنہ تجھے قتل کروں گا۔ مومنین! غیبت کبریٰ میں بھی اکثر معجزے آپ سے ظاہر ہوئے ہیں اور اکثر مومنوں کو ملازمت حاصل ہوئی ہے کہ اس کا ذکر کتابوں میں لکھا ہے منجملہ اُس کے ایک حکایت لکھی جاتی ہے۔

معجزہ ایک شخص کا زخم پا اچھا ہونا:۔

صاحب نور الایمان لکھتے ہیں کہ عہد مستبصر عباسی میں اسمٰعیل بن حسین علیہ السلام کے پاؤں میں کہ وہ ہر قل تو ابع حلی کا رہنے والا تھا ایک بہت بڑا زخم پیدا ہوا کہ ہر فصل بہار میں وہ شق ہو جاتا تھا اور اُس میں سے ریم وخون جاری ہوتا تھا اُس درد والم سے زندگانی اس کی تلخ ہو جاتی تھی۔ حلی کے بغداد کے جراحوں نے سب نے متفق ہو کر کہا کہ یہ زخم رگ اکحل پر ہے نشتر دینے میں خوف ہلاکت ہے اور بے نشتر کے اچھا ہونا ممکن نہیں۔ صاحب کشف الغمہ اُس کی بیٹی سے روایت لکھتے ہیں وہ کہتا ہے کہ میرا باپ بیان کرتا تھا کہ جب میں مایوس ہوا تو بقصد زیارت سامرہ گیا وہاں بعد زیارت امامینؑ ہما میں رات کو سرداب جناب صاحب الامر علیہ السلام میں جا کے استغاثہ کیا اور دیر تک روتا رہا چونکہ کپڑے زخم کے خون سے آلودہ ہو گئے تھے علی الصباح دجلہ پر جا کے دھوئے اور اس قصد سے غسل کیا کہ دوبارہ زیارت کرلوں تو گھر چلوں۔ جب غسل کر کے سرداب کی طرف روانہ ہوا اثناء راہ میں چار سوار دیکھے کہ چلے آتے ہیں۔ میں سمجھا کہ شرفائے اطراف سے ہوں گے قریب آئے تو دیکھا کہ دو آدمی تلواریں باندھے ہیں کہ ایک اُن میں سے کم سن خط نودمیدہ ہے اور ایک اُن چاروں سے بوڑھا نیزہ ہاتھ میں لیے ہے اور ایک نقاب پوش تحت الحنک باندھے تلوار حائل کیے ہوئے ہے جب وہ سب قریب آئے تو مجھے سلام کیا میں نے جواب سلام دیا۔ نقاب پوش نے پوچھا کہ کل تیرا قصد جانے کا ہے میں نے کہا ہاں اُس نے گھوڑے سے جھک کر میرے زخم کو اس طرح فشار دیا کہ اُس وقت مجھے کچھ تکلیف ہوئی بوڑھے سوار نے پکار کے کہا

اَفْلَحْتَ یَا اِسْمٰعِیْلُ

مجھے نہایت تعجب ہوا کہ اس کو میرا نام کیونکر معلوم ہوا پھر اُس نے مجھ سے کہا کہ تم اس مرض سے خلاص اور رستگار ہو جس نے تیرا زخم دبایا وہ امام علیہ السلام ہیں میں نے دوڑ کے رکاب کو بوسہ دیا حضرت روانہ ہوئے میں پیچھے پیچھے جزع فزع کرتا ہوا دوڑا جاتا تھا۔

آپ نے فرمایا واپس لوٹ جا میں نے عرض کی کہ ہرگز آپ کی خدمت سے جُدا نہ ہوں گا۔ پھر فرمایا کہ واپس لوٹ جا مصلحت یہی ہے پھر میں نے وہ ہی کہا اُس مردِ ضعیف نے کہا کہ امام علیہ السلام نے دومرتبہ تجھے فرمایا کہ پھر جا تو خلاف حکم امام علیہ السلام کرتا ہے۔ یہ سُن کے ناچار کھڑا ہو رہا حضرت نے پھر کے ارشاد کیا جب تو بغداد جائے تو مستبصر تجھے بُلا کے بہت زرو مال دے گا لیکن کچھ نہ لینا میرے فرزند رضی سے کہنا کہ تیرے بارے میں علی بن عوض کو لکھے اور میں اُس سے تیری سفارش کروں گا جو کچھ تیرا مطلب ہو گا بر آئے گا۔ میں اُس جگہ متحیر کھڑا تھا کہ امام غائب ہو گئے۔ دستِ تاسف ملتا رہا پھر وہاں سے سامرہ گیا وہاں کے لوگوں سے پوچھا یہ تو بتاؤ کہ تم سب نے بھی یہ جو چار سوار ابھی گئے اُن کو دیکھا تھا سب نے کہا کہ ہاں شرفائے اطراف سے ہوں گے میں نے کہا نہیں یہ امام زماں تھے۔ سب نے پوچھا کہ تم نے اپنا زخم دکھایا تھا میں نے کہا ہاں حضرت نے خود اُسے دست مبارک سے دبا دیا اب مجھے کچھ درد والم نہیں ہے سب نے میرا پاؤں کھول کے دیکھا تو کہیں زخم کا نشان بھی نہ تھا یہاں تک کہ مجھے بھی شک گذرا کہ میرے کس پاؤں میں زخم تھا اس عرصہ میں بہت سے آدمی جمع ہوئے اور ہر شخص مجھ سے پوچھتا تھا اور میرے کپڑے کو تبرکاً سب پھاڑ پھاڑ کے لئے جاتے تھے میں رات کو وہیں رہ گیا اور دوسرے کپڑے پہنے جب صبح ہوئی تو ہزاروں خلائق جمع ہوئی اور مشایعت کر کے مجھے بغداد لے چلے جب میں شہر کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ ہزارہا آدمی پُل پر جمع ہیں اور ہر شخص آ کے میرا نام اور حسب ونسب پوچھتا ہے اور کپڑا میرا پھاڑ پھاڑ کے لئے جاتا ہے وہاں اس قدر ہجوم تھا کہ میرا نفس تنگی کرنے لگا اس عرصہ میں سید رضی الدین بن طاؤس بہت سے آدمی ساتھ لئے ہوئے تشریف لائے اور خلائق کو میرے پاس سے جُدا کیا اور مجھ سے سب کیفیت پوچھی جو حال گذرا تھا بیان کیا وہ سن کے غش کر گئے۔ جب افاقہ ہوا فرمایا وزیر نے مجھے بُلا کے کہا کہ مشہد سے یہ خبر لکھی آئی ہے اگر آپ اُس شخص سے آشنا ہوں تو جلد میرے پاس لے آیئے۔ سید مجھے اپنے ساتھ وزیر کے گھر لے گئے اور فرمایا یہ میرا بھائی ہے اور دوست ہے وزیر نے مجھ سے حقیقت حال سن کے

تصدیق کلام کیلئے اُن جراحوں کو جنہوں نے میرے زخم کو دیکھا تھا طلب کیا اور پوچھا کہ تم سب نے اس کا زخم دیکھا تھا سب نے کہا دیکھا تھا۔ اس کے علاج میں خوف ہلاکت ہے وزیر نے جراحوں کو قریب بلایا اور میرے دونوں پاؤں کھلوا کے خود دیکھے اور جراحوں کو دکھایا سب کو تعجب ہوا۔ اُس وقت ایک طبیب نصرانی حاضر مجلس تھا اُس نے کہا یہ کام حضرت مسیح علیہ السلام کا ہے پھر وزیر مجھے مستنصر کے پاس لے گیا میں نے اُس سے بھی اپنا قصہ بیان کیا اُس نے ہزار دینار مجھے دیئے۔ میں نے حسب ارشاد امام علیہ السلام قبول نہ کیا اُس نے پوچھا تم کس کے خوف سے نہیں لیتے ہو میں نے کہا جس نے مجھے اچھا کیا اُس نے کہا تھا اگر بادشاہ تجھے کچھ دے تو ہرگز نہ لینا یہ سن کر مستنصر رونے لگا۔

روایت زید بن صوحان:-

حضرات! اس مرد مومن کے پاؤں کا زخم تو جناب صاحب الامر علیہ السلام کے اعجاز سے اچھا ہو گیا مگر افسوس ہزار افسوس کہ اُن کے جد بزرگوار جناب امام زین العابدین علیہ السلام کے پاؤں مبارک کا زخم مدت دراز تک اچھا نہ ہوا۔ زید بن صوحان کہتا ہے واقعہ کربلا کے تین سال بعد مجھے سفر مدینہ کا اتفاق ہوا جب میں وہاں پہنچا باشتیاق زیارت دولت خانہ جناب سید الساجدین علیہ السلام پر حاضر ہوا دیکھا کہ وہ جناب حجرۂ عبادت میں مصروف عبادت ہیں لیکن دونوں پائے مبارک کو ایک حال پر قرار نہیں کبھی داہنے پہلو کبھی بائیں پہلو حرکت دیتے ہیں اور بہت بے چین اور بے قرار ہیں۔ میں نے دست ادب جوڑ کے عرض کی آج حضرت کا مزاج مبارک کیسا ہے یہ کیا کیفیت ہے جو کسی پہلو آرام نہیں ملتا۔ آپ نے فرمایا اے زید میرے ان دونوں پاؤں کے زخموں نے بہت تکلیف دی ہے میں نے عرض کی اے مولا میری جان فدا ہو یہ کیسے زخم ہیں جسے تین سال کا عرصہ گذرا اور ہنوز مندمل نہیں ہوتے۔ حضرات! کس درد سے آپ نے اُن زخموں کی وجہ بیان کی۔ ارشاد کیا اے زید بعد شہادت پدر بزرگوار اور تاراجیِ اہلبیت اطہار علیہم السلام قوم جفا کار نے چاہا کہ ذریت رسول مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

مقید و گرفتار شتران بے کجاوہ پر سوار کر کے شام کی طرف لے جائے جب میری نوبت پہنچی تو ایک ناقہ لاغر و برہنہ پر سوار کیا کہ اُس کی پشت کی ہڈیاں مجھے ایذا دیتی تھیں دو قدم نہ چلا تھا کہ بیماری و ناتوانی کے سبب میں سنبھل نہ سکا زمین پر گر پڑا پھر کسی نے ہاتھ پکڑ کے سوار کر دیا آگے بڑھ کے اُسی طرح گر پڑا یہاں تک کہ چند بار یہی کیفیت گذری آخر اُن بے رحموں نے کچھ خدا اور رسول ﷺ سے شرم نہ کی اونٹ پر بٹھا کے زنجیر آہن ایک پاؤں میں میرے ڈالی اور شکم ناقہ کی طرف سے نکال کر دوسرے پاؤں میں اس طرح جکڑ کر باندھ دی کہ میں ہل نہ سکتا تھا اور محض بقصد ایذا رسانی اونٹ کو تازیانہ مار کر صحراؤں میں پہاڑوں میں خوب دوڑاتے تھے اور وہ زنجیر آہن تمازت آفتاب سے گرم ہو کر شعلہ آتش ہو جاتی تھی اور ساقین پا کو گزند پہنچاتی تھی اس کے بعد پاہائے مبارک بڑھا کر آپ نے فرمایا اے زید اگر تو چاہتا ہے کہ وہ مقام جہاں زنجیر باندھی تھی دیکھے تو دیکھ یہی ہے۔ حضرات! زید کہتا ہے جب آقا نے اپنے پائے اقدس بڑھائے تو آہ آہ کیا دیکھا میں نے کہ وہ پاؤں جو بارہا سفر حج میں پیادہ گئے تھے زنجیروں نے اُنہیں ایسا سوختہ کر دیا ہے کہ گوشت تک اُس مقام کا جل گیا ہے اور استخوان نظر آتے ہیں اور خون زخم سے جاری ہے اور ہنوز وہ زخم مندمل نہیں ہوئے ہیں یہ کیفیت دیکھ کر میں نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پیٹ لیا اور فریاد وا سیداہ و اماماہ کی کرنے لگا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر 15

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ وَ کَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَآءِ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

حق سبحانہ وتعالیٰ سورہ ہود میں زبانی جناب رسالت مآب ﷺ کے اپنی قدرت کاملہ کو بیان کرتا ہے ''اور وہی ہے جس نے آسمان وزمین کو چھ دن میں پیدا کیا اور خلقت آسمان وزمین کی پہلے عرش اُس کا پانی پر تھا تا کہ تم لوگوں کا امتحان کرے کہ کون شخص تم میں سے اچھا کام کرتا ہے۔'' مومنین! اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ خدا نے جس وقت آسمان وزمین کو پیدا کیا اُس وقت مخلوقاتِ خدا سے سوائے عرش و پانی کے کوئی چیز موجود نہ تھی اور اخبار سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے تمام مخلوقات میں انسان کو اشرف و برگزیدہ گردانا ہے اور اسی انسان کی راحت و معاش کیلئے کتنے اسباب پیدا کیے ہیں کیا خوب کسی شاعر نے نظم کیا ہے:

ابر و باد دمہ و خورشید و فلک درکار اند
تاتو نانی بکف آری و بغفلت نخوری
این ہمہ بہر تو سرگشتہ و فرمان بردار
شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری

پس ہم لوگوں کو چاہیے کہ احکام خدا بجا لائیں اور ہر وقت اُس کی

مجلس نمبر15

- آیت آسمان وزمین چھ دن میں پیدا ہوئے ہیں
- ہارون رشید و بہلول کی حکایت۔
- امام علیہ السلام کی مدینہ سے روانگی
- سواری کربلا کی کیفیت۔

نعمتوں کا شکر کرتے رہیں تا کہ جب دنیا سے انتقال کریں تو ہمارے ساتھ کچھ توشۂ آخرت و سرمایہ نیک ہو نہ کہ وبال عقبیٰ اور مظلمۂ دنیا اپنے ساتھ لے جائیں۔

ہارون رشید اور بہلولؒ دانا:۔

منہج الصادقین میں منقول ہے ایک سال بعض مواقف حج میں ہارون رشید عباسی ایک ہودج پر سوار جاتا تھا اور چاروں طرف سے ہودج کے حجاب اور اہل لشکر آدمیوں کو مار مار کر ہٹاتے جاتے تھے حسب اتفاق بہلولؒ دانا بھی وہاں موجود تھے یہ کیفیت دیکھ کر کہنے لگے میں نے سُنا ہے کہ جب اس مقام پر جناب رسول خداؐ پہنچے تھے تو اُن حضرت کی سواری میں ایک گدھا تھا اور کوئی خادم اُن حضرت کا آدمیوں کو نہ مارتا تھا نہ ہٹاتا تھا۔ ہارون رشید نے پوچھا یہ شخص کون ہے جو حدیث بیان کر رہا ہے لوگوں نے کہا بہلولؒ ہیں سنتے ہی اپنی سواری روک لی اور بلا کے پوچھا تم کیا کہتے تھے۔ بہلولؒ نے وہی حدیث بیان کی ہارون نے اُن کے کلام کی تصدیق کی اور کہا چاہتا ہوں کہ کوئی وعظ مختصر بیان کرو اُنہوں نے کہا:

اِنَّ الَّذِی فِیْ یَدِکَ کَانَ فِیْ یَدِ غَیْرِکَ ثُمَّ انْتَقَلَ اِلَیْکَ وَ عَنْ قَرِیْبٍ یَنْتَقِلُ اِلٰی غَیْرِکَ

یہ ملک و بادشاہی جو آج تیرے قبضہ میں ہے پہلے دوسرے کے ہاتھ میں تھی اس کے بعد تجھ کو ملی اور عنقریب تجھ سے نکل کر دوسرے کے ہاتھ میں جائے گی یہ سُن کر ہارون رُو دیا اور ہزار دینار اُن کو پیشکش کیے اُنہوں نے کہا مجھ کو اس کی حاجت نہیں۔ ہارون نے کہا فقیروں کو بانٹ دینا بہلول نے کہا بہتر ہے کہ یہ جن لوگوں کا مال ہے اُنہیں واپس کر دے۔

تعداد خلفائے بنی عباس:۔

حضرات! ہر فرد بشر کو ضرور و لازم ہے کہ حق خدا و رسولؐ اور حق الناس ادا

کرتا رہے اور دوسروں کو اپنے سے راحت پہنچائے خیال کیجئے کیا خسران دنیا و آخرت بنی عباس و بنی امیہ کیلئے ہوگا کہ ان دونوں اقوام نے سردار انبیاء ﷺ کی ذریت و سید الاوصیا علیہ السلام کی اولاد کا حق ادا نہ کیا بلکہ حق ادا کرنے کے عوض میں اُن پر برابر ظلم پر ظلم کرتے رہے۔ علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ خلفائے بنی عباس سینتیس نفر ہوئے ہیں کہ اول اُن کا ابوالعباس احمد سفاح اور آخر اُن کا مستعصم باللہ تھا جسے ہلاکو خان نے جو چنگیز خان کے خاندان سے تھا بہ اشارہ محقق طوسی علیہ الرحمہ کمبل میں لپیٹ کر ہلاک کیا اور اُن سینتیس نفر خلفائے بنی عباس میں سے گیارہ شخص آئمہ معصومین کے ہم عصر تھے اور اُن لوگوں نے اس قدر ظلم و ستم اولاد علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام پر کیے ہیں کہ اُس کا بیان کسی سے ممکن نہیں۔ اسی ہارون رشید نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور اسی کے فرزند نا رشید مامون رشید نے امام علی رضا علیہ السلام کو شہید کیا اور آپ کے اجداد طاہرین کو بنی امیہ نے ہلاک کیا خصوصاً جناب سید الشہداء علیہ السلام اور آپ کے اہلبیت علیہم السلام کا واقعہ تو سب جانتے ہیں آہ آہ راحت رسانی کے بدلے بنی امیہ نے ہمیشہ ایذا رسانی کی ایسے امام تارک الدنیا اور گوشہ نشین کو ایک جگہ چین سے رہنے بھی نہ دیا قبر رسول ﷺ کے مجاور پر ایسا عرصہ تنگ کیا کہ وہ جناب گھبرا کے روضۂ رسول ﷺ چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے اور ذریت اطہار اور چند عزیز و انصار کو ساتھ لے کر وطن سے باہر نکل پڑے۔

روانگی امام از مدینہ:-

ایک زن کوفیہ کہتی ہے کہ جس روز امام مظلوم کا مدینہ سے سفر آخر تھا میں اُس شہر میں موجود تھی بیت الشرف کے قریب اس ارادہ سے گئی کہ دیکھوں حضرت کس سامان سے سوار ہوتے ہیں دیکھا کہ در دولت سے علیحدہ ایک طرف کرسی پر وہ جناب رونق افروز ہیں داہنے بائیں کچھ اصحاب کچھ عزیز حاضر خدمت ہیں گرد و پیش اہل شہر کا ہجوم ہے رخصت ہونے کو آخری زیارت کرنے کو سب کے سب جمع ہیں دُور ہٹ کر کچھ گھوڑے زین

بندھے کھڑے ہیں، درِ عصمت کے قریب چند ناقے جن پر محملیں اور کجاوے میں پردہ دار ہیں اُن کی مہاریں تھامے جمال موجود ہیں دفعتاً ایک جوان رعنا نے مثل چودھویں کے چاند کے بیت الشرف سے باہر نکل کر قدم بڑھائے اونٹوں کی طرف چلا اور بہ آواز بلند پکار کر کہا جو لوگ نزدیک ہیں دُور ہو جائیں اور جو دُور ہیں وہ نزدیک نہ آئیں کہ ذریت رسول ﷺ کے سوار ہونے کا وقت ہے یہ کہہ کے ایک اونٹ کی مہار جمال کے ہاتھوں سے خود اُس جوان نے لے لی اور متصل دروازۂ عصمت کے لا کر اونٹ کو بٹھا دیا اُس وقت میں نے دیکھا دو بیبیاں دروازہ سے برآمد ہوئیں جن کی شان سے شکوہ و وقار اور انداز قدم سے سرداری کے آثار نمایاں تھے۔ بُرقے سروں کے زمین تک لٹک رہے تھے دائیں بائیں خرد سال دو لڑکیاں ساتھ تھیں کچھ کنیزیں گرد و پیش حلقہ کیے ہوئے تھیں وہ ہی جوان دروازہ تک استقبال کو آیا اور اپنے ساتھ ایک بی بی کو متصل محمل لایا پھر اپنا زانو نیچا کر دیا کہ بطور زینہ کے ہو گیا اور وہ خاتون محمل پر سوار ہوئی اسی طرح اُس جوان نے دوسری معظمہ کو بھی محمل پر سوار کر دیا اس کے بعد اُن دونوں لڑکیوں کو باری باری دونوں طرف محمل میں بٹھا دیا۔ وہ عورت کہتی ہے میں نے کسی سے پوچھا یہ جوان کون ہے اور کیوں سوار ہونے کیلئے اس نے اتنا اہتمام کیا۔ اُس نے جواب دیا تو نہیں پہچانتی کہ یہ عاشق حسین علیہ السلام جناب عباس علیہ السلام ہیں اور یہ دونوں مخدرات عظمیٰ ایک جناب زینب علیہا السلام دوسری جناب اُم کلثومؑ رسولِ خدا ﷺ کی نواسیاں اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کی بیٹیاں ہیں اور یہ دونوں بچیاں امام حسین ؑ کی صاحبزادیاں سکینہؑ و رقیہ ؑ ہیں۔ غرض جب وہ اونٹ وہاں سے علیحدہ ہوا دیکھا ایک صاحبزادہ جو ہنوز سن شباب کو نہیں پہنچا اُسی دروازہ سے باہر نکلا اور ایک اونٹ کو در کے قریب لا کر بٹھایا اور ایک مخدرہ جلیل الشان کو جو دروازے پر آ کر کھڑی تھیں بڑے اہتمام اور پردہ داری سے سوار کیا میں نے دریافت کیا یہ سوار کرنے والا لڑکا کون ہے اور سوار ہونے والی بی بی کون ہے؟ معلوم ہوا کہ وہ صاحبزادہ قاسم علیہ السلام بن الحسن اپنی مادر گرامی ام فروہ کو اونٹ پر سوار کیا ہے۔ اسی طرح میں نے دیکھ

بیبیاں عصمت سرا سے باہر آئیں اور اُن کے ایک ایک محرم نے اُن کو سوار کیا سب سے آخر میں ایک جوان صاحب شباب جس کا سبزہ رخسار نمود ہوتا آتا ہے درِ دولت سے نمایاں ہوا آگے آگے وہ جوان اور پیچھے پیچھے لونڈیاں ہیں اُن لونڈیوں کے حلقہ میں ایک خاتون باوقار برقع اوڑھے ہوئے شرم وحیا سے آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتی ہوئی چلی آتی ہیں ہاتھوں پر نہالچہ اُس نہالچہ پر ایک طفل شیر خوار ہے اُس جوان ماہ طلعت نے لونڈیوں کو ہٹا دیا اور اُس معظّمہ کو خود ساتھ لے کر ناقہ کے پاس آیا پہلے ناقہ کو بٹھایا بعد اُس کے محمل ناقہ میں اہتمام بلیغ سے اُنہیں سوار کیا۔ میں نے پوچھا یہ جوان اور یہ مخدرہ عالی شان اور یہ طفل بے زبان کون ہیں؟ کسی نے کہا کہ یہ فرزند امام شبیہ پیغمبر شاہزادہ علی اکبر علیہ السلام ہیں اور یہ اُنہیں کی مادر گرامی زوجہ امام حسین علیہ السلام جناب ام لیلیٰؑ ہیں اور یہ نہالچہ پر جو بچہ ہے اُنہیں کے چھوٹے بھائی علی اصغرؑ ہیں ابھی زمین پر گھٹنوں بھی نہیں چلتے تھے کہ فصل گرما میں اس طرح نہالچہ پر ایسے گھر سے باہر آئے ہیں۔ مومنین! جناب علی اصغرؑ کی کیفیت سفر کے بعد یاد آ گیا ہوگا کہ جب روز عاشور بعد زوال سفر جنت کیلئے باپ کے ہاتھوں تمازت آفتاب میں خیمہ سے باہر نکل کر میدان جنگ میں آئے تھے مگر اس سفر میں اور اُس سفر میں یہ فرق تھا کہ مدینہ میں وقت سفر وہ شاہزادہ بھوکا نہ تھا اور میدان میں وقت آخر کی حالت تو سب جانتے ہیں کئی دن گذر گئے تھے کہ دودھ کیسا پانی کا بھی ایک قطرہ ننھے سے لبہائے خشک تک نہ پہنچا تھا پیاس کی شدت سے چھوٹی سی سوکھی زبان ہونٹوں پر پھرانے کی طاقت نہ تھی بہر کیف وہ زن کوفیہ کہتی ہے کہ جب سارے ناموس اونٹوں پر سوار ہو چکے امام مظلوم نے اپنے برادر وفا شعار عباس نامدار علیہ السلام کو طلب کیا اور فرمایا

یَا اَخِیْ قَدِمْ جَوَادِیْ۔

''یعنی اے بھائی میری سواری کا گھوڑا کہاں ہے منگاؤ کہ اب میں بھی سوار ہو

قَالَ الْعَبَّاسُ سَمعًا وَ طَاعَةً

''جناب عباسؑ نے عرض کی گھوڑا حاضر ہے ابھی لاتا ہوں۔'' یہ کہہ کے آگے بڑھ گئے اور خود لگام تھامے ہوئے ذوالجناح کو سامنے لائے۔ حضرتؑ بادلِ غمناک کرسی سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور روضۂ رسول ﷺ کی طرف بنگاہ حسرت دیکھ کے رونے لگے یہاں تک کہ قطرات اشک آنکھوں سے باہر نکل کے ریش مبارک تک پہنچے تمام حاضرین میں کہرام پڑ گیا رونے والوں کی صدائے گریہ سے شور قیامت برپا تھا امام کا وہ روز سفر اُس روز کی طرح ہو گیا تھا جب پیغمبر خدا ﷺ نے دنیا سے سفر کیا تھا غرض روتے ہوئے امام ذو الجناح کے پاس آئے جناب عباس علیہ السلام نے رکاب تھامی اور دوش رسول ﷺ کے سوار کو پشت فرس پر سوار کیا بعد اس کے خود جناب عباس علیہ السلام اور تمام عزیز و انصار اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو ہو کے شان و شوکت سے ادب کے تقاضا سے پیچھے پیچھے آقا کے ساتھ چلے۔

سوار ہونا امامؑ کا پہلی مرتبہ کربلا میں:۔

حضرات! یثرب میں اُس روز کی سواری کا شکوہ تجمل تو آپ لوگوں نے سُنا اب کربلا کی سواری کا بھی حال سُنیے کہ ایک دن میں دو مرتبہ وہ جناب کس کس سامان سے سوار ہوئے۔ ایک مرتبہ اُس وقت کہ شب شہادت عبادت الٰہی میں آپ نے شام کو صبح کیا اور صبح کو اُس فوج قلیل کے ساتھ جو اُس وقت تک پھر جانے والوں کے بعد ہم رکاب حضرت کے رہ گئے تھے بجماعت نماز فریضۂ سحری کو ادا کر کے خیمہ عصمت میں اہلبیت علیہم السلام سے رخصت ہونے گئے سارے عزیز و انصار کمریں کس کس کے در خیمہ پر حاضر ہوئے سب کے گھوڑوں کو خادموں نے زین کس کے تیار رکھا جب عباس علیہ السلام سفر یثرب کی طرح ذو الجناح کی لگام تھامے ہوئے حضرت کے برآمد ہونے کے انتظار میں متصل خیمہ آ کھڑے ہوئے تھوڑی دیر کے بعد جناب سید الشہداء علیہ السلام آنکھوں کے آنسو رومال سے پوچھتے

ہوئے دائیں بائیں شاہزادہ علی اکبر علیہ السلام اور قاسم علیہ السلام بن الحسن علیہ السلام بیت الشرف سے باہر تشریف لائے۔ حاضرین نے بڑھ بڑھ کر مصافحہ کیا اور باری باری دست حق پرست کو بوسہ دے کے آنکھوں سے لگایا حضرتؑ کی مرضی اقدس پا کر ذوالجناح کو جناب عباس علیہ السلام سامنے لائے اور اپنے ہاتھ سے رکاب سعادت انتساب تھام کے امام تشنہ کام کو پشتِ زین پر سوار کیا اس کے بعد اپنے گھوڑے پر خود سوار ہوئے اور علم سعادت شیم کو ہاتھ میں لے کے پھریرا کھول دیا اور فوج اسلام کو آواز دی

اِرْکَبُوْا یَا خَیْلَ اللّٰہِ

"یعنی اے مردان خدا مرنے پر تیار ہو اور اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ" سُنتے ہی سب کے سب یکے بعد دیگرے سوار ہو ہو کر امام کی جلوداری میں شان وشوکت سے میدان کارزار کی طرف روانہ ہوئے۔

دوسری مرتبہ سوار ہونا امامؑ کا کربلا میں:۔

اب مومنین! اُس روز حضرت کے دوسری مرتبہ سوار ہونے کے سامان کو خیال کریں کہ کس وقت اور کس طرح سوار ہوئے وہ وقت تھا کہ حضرت رخصت آخر کے واسطے خیام اہلبیت علیہ السلام میں تشریف لائے اُس وقت چھوٹے چھوٹے بچے چلاتے ہوئے اپنی جگہ سے دوڑے ہر طرف سے روتی پیٹتی بیبیاں پہنچیں سب نے گرد امام علیہ السلام کے حلقہ باندھ لیا اور اس زور وشور سے ماتم کیا کہ صدائے گریہ سے خیمہ کی قناتیں ہلنے لگیں زمین و آسمان میں تزلزل پیدا ہوا۔ امام صابر خود بھی بے تاب ہو کر رونے لگے آخر سب کو امر بہ صبر فرمایا اور ایک ایک کو وداع کر کے در خیمہ کی طرف بڑھے عورتوں کا وہ قافلہ گریاں و نالاں پیچھے پیچھے دروازہ تک ساتھ آیا حضرت علیہ السلام نے باہر نکل کے جو دیکھا۔ تو کیا دیکھا؟ صبح کو وقت سواری جہاں اقربا و رفقا جمع تھے وہاں ایک ہو کا عالم ہے سامنے نہ وہ اہل فوج ہیں نہ وہ علمدار دائیں بائیں نہ وہ عزیز ہیں نہ وہ انصار۔

نہ لشکر ہے نہ سپاہ ہے نہ کثرت الناس ہے
نہ قاسم ہے نہ علی اکبر ہے نہ عباس ہے

اکیلا ذوالجناح سر جھکائے اس طرح رو رہا ہے کہ اشک چشم سے زمین وہاں کی تر ہو رہی ہے۔ امام علیہ السلام ساتھ والوں کی جدائی اپنی غربت و تنہائی پر دیر تک بآواز بلند روتے رہے پھر چاہا کہ سوار ہوں مگر مومنین کیونکر سوار ہوتے کون باقی تھا جو رکاب تھام کر سوار کرتا مدینہ میں وقت سفر گرد و پیش دوستوں کا مجمع 'الوداع والفراق کا غل' گریہ و بکا کا شور تھا یہاں اس وقت آنکھوں کے سامنے لاکھوں دشمنوں کا ہجوم کسی طرف هَلْ مِنْ مُبَارِزْ کسی جانب اُقْتُلُوا الْحُسَيْنَ علیہ السلام کی صدا بلند تھی ہر طرف کوس حربی و نقارہ جنگی کی آواز میدان کارزار میں پھیلی ہوئی تھی بارگاہ حسینی میں تنہائی و مظلومی کے سوا کوئی نہ تھا خیمۂ عصمت سے در دولت تک بیبیوں کے نالہ و فریاد سے قیامت کا ہنگامہ برپا تھا۔

شور دف و نے بود میان سپہ شام
در خیمۂ فرزند نبیؐ سینہ زنی بود

روایت میں آیا ہے جناب زینب علیہا السلام در خیمہ پر موجود تھیں حضرت کا عالم بے کسی دیکھ کر تاب ضبط باقی نہ رہی' بے تابانہ روتی ہوئی دروازہ سے دوڑیں آخر اُسی خواہر غم دیدہ نے خود رکاب تھام کے اپنے مظلوم بھائی کو گھوڑے پر سوار کیا اُس کے بعد روتی ہوئی جناب زینب علیہا السلام خیمہ کو پھریں۔ جناب سید الشہداء علیہ السلام بہ قصد شہادت یکہ و تنہا میدان قتال کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرات! اس وقت تو جناب زینب علیہا السلام نے امام حسین علیہ السلام کو عالم تنہائی میں گھوڑے پر سوار کیا چند ساعت کے بعد اُسی دن مجمع عام میں جہاں ہزاروں دشمنوں کا ہجوم تھا زینت امام کو آپ نے شتران برہنہ پر سوار کیا۔ وہ کون سا وقت تھا اور کس طرح سوار کیا تھا؟ وہ وقت تھا کہ عالم کے سردار اُس لٹے ہوئے قافلہ کے سالار یعنی امام مظلوم علیہ السلام کربلا کی منزل پر اپنے اہل حرم کے قافلہ کو چھوڑ کر تنہا جنت کا سفر کر گئے تھے اور اُس کاروان پس ماندہ کو اسیر کر کے سفر کوفہ و شام میں جانے کا سامان ہو رہا تھا۔ ابن سعد نے

اپنی فوج کو حکم دیا وہ خیمہ عصمت جہاں سے وقت آخر بہن نے بھائی کو سوار کیا تھا جلا دیں اور وہ اہل حرم جو وقت وداع روتے پیٹتے آقا کو دروازہ خیمہ تک پہنچانے آئے تھے اُنہیں پہلے لوٹ کر اسیر کر لیں اس کے بعد شترانِ بے کجاوہ و بے عماری پر بٹھا کے کوفہ تک پہنچا ئیں۔

حضرات! ان اہلبیت علیہم السلام کا حال تو آپ سُن چکے ہیں کہ مدینہ میں کس عزت واحترام سے سوار ہوئے یہاں کربلا میں اس ذلت وخواری سے کیونکر سوار ہوں جب دشمن اونٹوں پر سوار کرنے کیلئے آگے بڑھے جناب زینب علیہا السلام کا چہرۂ مبارک شدتِ غضب سے سرخ ہو گیا جھڑک کے سب کو ہٹا دیا اور ابن سعد سے فرمایا اتنا تو خیال کر کہ ہم تیرے نبیؐ کے ناموس ہیں ان اہل فوج کو منع کر دے کہ ہمارے نزدیک نہ آئیں اگر تجھے یہی منظور ہے تو ہمیں اپنے حال پر چھوڑ دے جس طرح ممکن ہوگا خود ہم سوار ہو لیں گے۔ وہ ملعون سر جھکا کے خاموش رہ گیا اور لشکر کے لوگ وہاں سے دُور ہو گئے۔ جناب زینب علیہا السلام نے ایک ایک بی بی اور بچے کو آواز دی اے اُمّ کلثومؑ دام فروہ وائے سکینہؑ وائے رقیہؑ یہاں آؤ کہ میں تم سب کو سوار کر دوں یہ کہہ کے اُس مخدومہ نے باری باری سب کو سوار کیا۔ اہلبیت علیہم السلام کے بعد فضہؓ کو پکارا آؤ تمہیں بھی سوار کرا دوں فضہؓ کو جناب سیدہ علیہا السلام کا زمانہ یاد آ گیا کہ اُس زمانہ میں یہ شہزادیاں کس عزت وحرمت سے رہتی تھیں اور کس ناز ونعمت سے پالی گئیں تھیں۔ آج یہاں ایسے حال خراب میں مبتلا ہیں یہ خیال کر کے بے تابانہ زمین پر پچھاڑیں کھانے لگیں اور رُو رُو کر عرض کی کیونکر ہو سکتا ہے کہ عالم کی شہزادیاں اپنی لونڈیوں کو سوار کریں۔ ابتدا سے خدمت گزاری میں حاضر رہی ہوں اس ضعیفی میں یہ بے ادبی مجھ سے نہیں ہو سکتی ہرگز سوار نہ ہوں گی پا پیادہ ہی قافلہ کے ساتھ چلوں گی جناب زینب علیہا السلام نے بھی اُن کے رونے پر رو دیا اور فرمایا تم کو کنیزی فاطمہ علیہا السلام کی وجہ سے خدا نے بڑے درجے دیئے ہیں اور تمہارا یہ سن کہاں ہے کہ پیدل چلو تھوڑی ہی دُور میں چلتے چلتے ہلاک ہو جاؤ گی۔ اب فضہ کیا کریں حکم سے بھی مخالفت نہیں کر سکتی ہیں مجبور ہو گئیں جس طرح آپ نے فرمایا اونٹ پر سوار ہوئیں۔

مومنین! جناب زینب علیہا السلام نے تو سب کو سوار کیا اور وہ معظمہ خود کیونکر سوار ہوئیں عباس علیہ السلام

سا بھائی، عون ومحمد علیہم السلام سے فرزند، علی اکبر علیہ السلام اور قاسم علیہ السلام سے بھتیجے ایک بھی ان میں سے باقی نہیں ہے۔ کون سوار کرے؟ کوئی لب دریا اپنے خون میں نہائے خاک پر پڑا ہے کوئی صحرا میں زخم نیزہ سینہ پر کھائے فرش زمین پر موت کی نیند سو رہا ہے کبھی مضطرب وہاں جا کے فریاد کرتی تھیں جہاں نوک نیزہ پر امام کا سر نصب تھا کبھی قتل گاہ میں اُس جگہ جا کے سر و سینہ پیٹتی تھیں جس جگہ بھائی کی لاش بے سر زخموں سے چور خاک وخون میں غلطان پڑی تھی۔ بیمار کربلا نے جو یہ حال دیکھا ہر چند شدتِ ضعف ونقاہت سے ہلنے کی بھی طاقت نہ تھی کسی طرح زنجیر کو ہاتھوں سے سنبھال کے کانپتے ہوئے بدن سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور لڑکھڑاتے ہوئے قدم سے آہستہ آہستہ اونٹ کے قریب آ کے کہنے لگے اے پھوپھی ہر بلا میں خدا پر توکل چاہئے، مضطرب ہونے سے مقدرات میں تغیر نہیں ہوتا آیئے میں آپ کو سوار کیے دیتا ہوں اس قدر زبان سے تو کہا مگر بدن میں اتنی بھی طاقت نہ تھی کہ کھڑے رہ سکتے آنکھوں میں اندھیرا آ گیا اور غش کھا کر زمین پر گر پڑے اب سوار ہونا کیسا جناب زینب علیہا السلام اپنے بھتیجے کے بالینِ سر خاک پر لوٹنے لگیں اور اس درد وقلق سے چیخیں مار مار کر رونے لگیں کہ فوجِ دشمن کا بھی دل پانی ہو گیا، سب کے سب گردنیں جھکا جھکا کے رونے لگے لیکن شمر بے رحم نے جو دیکھا کہ قافلہ کی روانگی میں توقف ہوتا ہے اپنی جگہ سے جلدی وہاں آیا اور آگے کیا کہوں اُس امام بے پدر کو تشفی کے بدلے وہ ایذا پہنچائی کہ آپ نے غش سے آنکھیں کھول دیں اور اس خیال سے کہ یہ ظالم زیادہ نہ ستائے جہاں تک جلد ممکن ہوا اُٹھ کھڑے ہوئے۔ الغرض مومنین! امام حسین علیہ السلام کے بعد جو کچھ مصیبتیں اہلبیتؑ پر گزریں کوئی نہیں بیان کر سکتا۔ کسی طرح جناب زینب علیہا السلام اونٹ پر سوار ہوئیں اور وہ ظلم رسیدہ قافلہ کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر16

◀ روانگی امام حسین علیہ السلام

◀ جناب ابن عباس کا صلاح دینا کہ اہل بیت کاساتھ لینا مناسب نہیں۔

◀ امام حسین علیہ السلام کے وقت کی شہادت جناب زینب علیہا السلام کا خیمہ سے نکلنا۔

مجلس نمبر 16

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ۔

حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ نور میں اپنے حبیب ﷺ سے ارشاد فرماتا ہے۔ ''دو مومنوں سے کہو آنکھوں کو نامحرموں سے چھپائیں اور اپنے آپ کو بدکاری سے بچائیں۔'' منہج الصادقین میں عبادہ بن صامت سے منقول ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا اگر تم لوگ چھ امروں کی پابندی کرو تو میں تمہارے واسطے بہشت کا ضامن ہوتا ہوں اول جھوٹ نہ بولا کرو دوسرے اپنے وعدوں کو وفا کیا کرو تیسرے جن لوگوں کی امانتیں تمہارے پاس ہوں اُن تک پہنچا دو چوتھے اپنے فروج کو حرام سے محفوظ رکھو پانچویں آنکھوں کو نامحرموں کے دیکھنے سے بچاؤ چھٹے لقمۂ حرام سے پرہیز رکھو۔ سبحان اللہ ہمارے پیغمبر ﷺ کیا امت نواز ہیں اور کیا کیا آسان طریقے جنت میں پہنچنے کے ہم کو بتائے ہیں اس نعمت ہدایت کے عوض میں شکر گذاری ہم سے کیا ہو سکتی ہے سوائے اس کے کہ دن رات آپؐ اور آپ کے اہل بیت اطہارؑ پر درود بھیجا کریں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

اور یہ درود محض بنظر شکر گزاری نہیں بلکہ انشاء اللہ موجب دستگاری بھی ہے چنانچہ کتاب مدارج النبوۃ میں ابن عمر سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک روز جناب رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا روزِ قیامت ہماری امت سے ایک مرد کے بارے میں حکمِ خدا ہوگا کہ اُسے

دوزخ میں لے جائیں جب فرشتے کشاں کشاں لے چلیں گے اور اُسے چارۂ کار معلوم نہ ہوگا رونے لگے گا اور کہے گا مجھ کو کہاں لے جاتے ہو؟ وہ جواب دیں گے جہنم کی طرف۔ اُس وقت وہ ملائکہ عذاب سے درخواست کرے گا کہ مجھے مہلت دو کہ اپنے حال پر رُو لوں۔ اُس وقت فرشتے کہیں گے اے بندۂ خدا اگر یہ تیرا رونا دنیا میں ہوتا تو تجھے کام بھی دیتا۔

دریغ سود ندارد چو رفت کار از دست علاج واقعہ پیش از وقوع باید کرد

غرض وہ بندۂ گنہگار کہے گا اے ملائکہ میں انسان خاکی سرشت ہوں آتش دوزخ کی تاب کیونکر لا سکوں گا اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی اُمت مرحومہ سے ہوں اپنے پروردگار سے ایسا گمان نہ رکھتا تھا۔ فرشتے پوچھیں گے تیرا کیا گمان تھا وہ کہے گا اپنے خالق سے یہ اُمید رکھتا تھا کہ جس کی اُمت میں ہوں اُسی کے ساتھ محشور ہوں گا نہ یہ کہ جہنم میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ رہوں۔ فرشتے کہیں گے تو جس پیغمبر ﷺ کی اُمت سے ہے وہ ارحم الرحمین کے حضور میں حاضر ہے شفاعت کا موقع ہے اُن سے کیوں فریاد نہیں کرتا؟ یہ سن کر اس گنہگار کو ایک بھروسا ہوگا اور بے تابانہ مجھ سے استغاثہ کرے گا۔ میں اُس کی فریاد پر فرشتوں سے کہوں گا۔ اس بندے کو میرے حوالے کرو کہ دوبارہ اس کے عمل کا وزن کروں۔ وہ تامل کریں گے کہ خدا کا حکم نبی ﷺ کا حکم ہے۔ بارگاہِ پروردگار سے کیا ارشاد ہوتا ہے اُس گھڑی میں جناب الٰہی میں عرض کروں گا اے پروردگار! آج تو نے مجھے قاسم جنت و نار بنایا ہے۔ سفارش و شفاعت کا اختیار دیا ہے۔ یہ فرشتے میرے اور اس شخص کے جو میری اُمت سے ہے جدائی چاہتے ہیں۔ حکم الٰہی ہوگا اے فرشتو! تم علیحدہ ہو جاؤ میرے حبیب ﷺ کو اختیار ہے کہ اس گنہگار کے بارے میں جو چاہے سو کرے۔ اُس وقت میں اس بندہ کو لئے ہوئے قریب میزان آؤں گا دوبارہ اُس کے اعمال کا وزن کروں گا اگر پلڑا عمل نیک کا اُس کے سُبک ہوگا اُس وقت میں ایک صحیفہ روشن جیب سے نکال کر رکھ دوں گا اُس کے حسنات کا پلہ گراں ہو جائے گا اور وہ بندہ جنت میں داخل ہوگا اس کے بعد جنت میں جا کر اُس سے پوچھوں گا تو پہچانتا ہے کہ میں کون ہوں وہ عرض کرے گا میرے ماں باپ فدا

ہوں آپ کون بزرگوار ہیں کہ عجب حسن و جمال اور خوشبو ظاہر و باطن رکھتے ہیں۔ اُس وقت کہوں گا میں وہ ہی پیغمبر آخر الزماں ہوں تو جس کی اُمت میں ہے اور وہ صحیفہ جس نے تیرے حسنات کو گناہوں پر غالب کیا وہ صحیفہ ایک درود کا تھا جو تو نے دار دنیا میں مجھ پر اور میری آل پر بھیجا تھا۔ یہ سُن کے وہ بندہ قدموں پر گر پڑے گا اور عرض کرے گا اگر آپ شفاعت نہ فرماتے تو میں دوزخ میں جا ہی چکا تھا۔ مومنین! ثواب درود سُنا کہ وہ بندۂ مومن ایک دفعہ پیغمبر خدا ﷺ اور اُن کی آل پاک پر درود بھیجنے سے کس طرح رستگار ہوا اب خیال کیجئے کہ کیا حال ہوگا یزید پلید کا کہ درود بھیجنے کے بدلے اُنہیں آل اطہار کی ایذا رسانی کے واسطے نامہ بھیجا۔ حاکم مدینہ کو لکھا اگر حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام میری بیعت کریں تو کریں ورنہ اُن کا کاٹ کر سر میرے پاس روانہ کرنا جب حضرت کو یہ امر معلوم ہوا مصلحت سمجھے کہ وطن چھوڑ دیں اور کہیں جا رہیں۔ اہل حرم سے فرمایا آمادۂ سفر ہو جاؤ' خادموں سے ارشاد کیا سامان راہ مہیا کرو اقرباء و اصحاب سے کہا کہ اُس منزل کا سفر ہے جہاں سے کوئی پھر نہیں آتا جس جس کو چلنا ہو ساتھ چلے جس کو رہ جانا ہو رہ جائے۔ یہ سنتے ہی جناب عباس و شاہزادۂ علی اکبر علیہ السلام' امام زین العابدین علیہ السلام اور اولاد امام حسن علیہ السلام و فرزندان مسلمؓ بن عقیلؓ' بھائی' بیٹے' بھتیجے' بھانجے سب کے سب کمریں کسے تلواریں باندھے ہوئے حاضر خدمت ہوئے۔ چند انصار بھی ساتھ چلنے' جان دینے گھروں سے وداع ہو کے زاد راہ کے بدلے محبت و اخلاص کو ہمراہ لئے در دولت پر موجود ہو گئے۔ خادموں نے گھوڑوں کو زین کس کے حمالوں نے ناقوں کو کجاوے باندھ کے درست کر دیا۔ زنانِ بنی ہاشم عصمت سرا میں' مردانِ شہر دروازے پر رخصت کو آنے لگے۔ منقول ہے اُس وقت محمد بن حنفیہؒ اور ابن عباسؓ بھی آئے اور عرض کرنے لگے یا ابن رسول اللہ ﷺ یہ کیا سامان ہے' زمانہ خاندانِ رسالت سے برگشتہ ہے کوئی دوست معلوم نہیں ہوتا کیوں حضرت عازم سفر ہوتے ہیں۔

ابن عباسؓ کا صلاح دینا کہ اہل بیت کا ساتھ لینا مناسب نہیں:۔

فرمایا ابن عباس علیہ السلام کب مجھے گوارا تھا کہ نانا کے مزار اقدس' ماں کی قبر مطہر

بھائی کی مرقد انور سے جُدا ہوں لیکن جس مظلوم کا وطن میں بھی کوئی یار و مددگار نہ ہوا عدا چاہتے ہوں کہ گھر ہی میں قتل کر ڈالیں وہ مظلوم بے کس صحرائے غربت اختیار نہ کرے تو کیا کرے جب ابن عباس علیہ السلام سمجھے کہ امام کو سوائے سفر کرنے کے کوئی چارۂ کار نہیں ہے رُو کر عرض کی اگر آپ تشریف لے جانے کا قصد رکھتے ہیں تو مخدرات عظمیٰ و اطفال خردسال کو ریگستان و کوہستان کی راہ میں کہاں کہاں لے جائیں گے ننھے ننھے بچوں کی حفاظت، ہر مقام پر پانی ملنا بہت دُشوار ہوگا مناسب وقت یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں یہیں چھوڑ کے تنہا روانہ ہوں۔ امام مظلوم علیہ السلام نے ارشاد کیا میں بھی اس امر کو خوب سمجھتا ہوں اور انجام سفر سے بھی جو ہونے والا ہے خوب آگاہ ہوں مگر تین وجہوں سے مجبور ہوں ایک یہ کہ میرے جد بزرگوار نے فرمایا ہے کہ اس سفر میں اہل حرم کو بھی ساتھ ہی لے جانا کیونکر اس کے خلاف کر سکتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ

اِنَّ هُنَّ وَدَآئِعُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا اٰمِنُ عَلَيْهِنَّ اَحَدًا

یہ سب کے سب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانت ہیں کسی کو ایسا امین نہیں پایا کہ انہیں سپرد کر کے کہیں جاؤں کیا کروں کس پر چھوڑ جاؤں۔ تیسرے یہ کہ

اِنَّ هُنَّ اَيْضًا لَا يُفَارِقْنَنِيْ مَا دُمْتُ حَيًّا

میرے اہلبیت علیہم السلام بھی مجھ سے ایسے مانوس ہیں کہ جب تک زندہ ہوں کسی جگہ کسی حال میں، کسی طرح جُدا ہونا گوارا نہ کریں گے لکھا ہے ابھی یہ باتیں ناتمام تھیں کہ قریب در سے ایک مخدومہ کی آواز آئی برہم ہو کر کہنے لگیں کیوں ابن عباس علیہ السلام تمہیں یہی مناسب ہے کہ ہمارے آقا اور سرپرست کو ایسا مشورہ دو کہ ہمیں یہاں چھوڑ کے اکیلے چلے جائیں کیا نہیں جانتے کہ اب سوائے حسین علیہ السلام کے کوئی دوسرا ہمارا خبر لینے والا حفاظت کرنے والا نہیں ہے۔ انہیں کے سہارے پر ہم سب کی زندگی ہے خدا وہ گھڑی نہ دکھلائے کہ ہم سے یہ علیحدہ ہوں۔ آپ چاہتے ہیں کہ ان کی جُدائی سے پہلے ہماری روحیں بدن سے جُدا ہو جائیں۔

وقت شہادت امامؑ جناب زینبؑ کا خیمہ سے نکلنا:۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں یہ کلام سن کر میں اپنے کلام پر نہایت نادم ہوا اور رونے لگا اور سمجھا کہ اپنے بھائی کی شیدا جناب زینب علیہا السلام دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام ہیں' حضرات! رونے کا مقام خاک اُڑانے کی جگہ ہے جناب زینب علیہا السلام کو اس سفر میں ذکر مفارقت بھی گوارا نہ ہوا ایسا ملال ہوا کہ ابن عباس علیہ السلام پر برہم ہوئیں حالانکہ سن چکی تھیں اہلبیت علیہم السلام کو بھی امام مظلوم علیہ السلام ضرور ساتھ لے جائیں گے۔ کیا صدمہ گذرا ہوگا اُس وقت کہ جب بھی امام علیہ السلام سفر جنت کے ارادہ سے انہیں اہلبیتؑ سے رخصت ہونے آئے ہوں گے اور یقین ہوا ہوگا کہ یہ وہ سفر ہے جس میں کوئی کسی کے ساتھ نہیں جاتا اس گھڑی قیامت تک کی جدائی اور جدائی کے بعد مصیبت اور تنہائی کا سامنا ہے۔ مومنین! جس بہن کو بھائی کا ایک دم جدا ہونا گوارا نہ تھا اُس بہن نے کیونکر دیکھا ہوگا کہ اُسی بھائی کا سر آنکھوں کے سامنے بدن سے جدا کیا گیا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے جب مظلوم کربلا زخموں کی کثرت سے زمین پر آئے چاروں طرف سے اہل فوج نے قریب آ کے ہجوم کرلیا قتل حسین علیہ السلام پر ایک دوسرے سے سبقت چاہتا تھا۔ میں نے دیکھا خیمۂ حسین علیہ السلام سے ایک مخدومہ بے تاب ہو کے باہر نکل آئی نہ سر پر مقنع نہ پاؤں میں نعلین تھی اس طرح بدحواس قتل گاہ کی طرف دوڑی کہ گوشۂ چادر زمین پر لٹکتا جاتا تھا۔ میں نے کسی سے پوچھا یہ بی بی کون ہے کہنے لگا اے حمید اپنی آنکھیں بند کر لے یہ زینبؑ بنت امیر المومنین علیہ السلام ہیں اپنے بھائی کے ماتم میں پردے کا بھی ہوش نہ رہا بے قرار ہو کے باہر نکل آئی غرض جب زینبؑ خاتون مقتل میں پہنچیں کثرت فوج سے بھائی کے پاس جانے کا راستہ نہ ملا ہر طرف دائیں بائیں دوڑتی پھرتی تھیں آخر ایک بلندی پر چڑھ گئیں وہاں سے وہ حال دیکھا کہ خدا کسی بہن کو کسی بھائی کا وہ حال نہ دکھائے' شمر ملعون نے اپنا کام تمام کیا بہن کے دیکھتے ہی دیکھتے بھائی کا سر بدن سے جدا کرلیا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○

مجلس نمبر17

- بدکار شخص کی سزا میں آیت۔
- جناب امیر علیہ السلام کا بدکار کو سزا دینا میں پانچ مختلف حکم فرمانا اور آیت دیگر۔
- جناب امیر علیہ السلام کی شجاعت وسخاوت وکرم وزہد وغیرہ کا مختصر بیان۔
- حضرت علی علیہ السلام کا ایک ضعیفہ کی مشک اٹھانا۔
- امام مظلوم علیہ السلام کے مختصر مصائب

مجلس نمبر 17

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی الزَّانِیَۃُ وَ الزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ

جناب امیرؑ کا بدکار شخص کو سزا دینے میں پانچ طور سے حکم فرمانا:۔

حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ نور میں ارشاد فرماتا ہے اے حاکمانِ شریعت عورت زانیہ اور مرد زانی اگر غیر محصن ہوں تو ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔ صاحب تفسیر منہج الصادقین لکھتے ہیں کہ ایک روز جناب امیر علیہ السلام کے سامنے پانچ شخصوں کو لائے اور لوگوں نے ان سب کے زنا کرنے پر گواہی دی حضرت نے ایک کو رجم کرنے کا دوسرے پر پوری حد تیسرے پر نصف حد جاری کرنے کا چوتھے کو تعزیر دینے کا پانچویں کو چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ کسی نے عرض کی یا امیر المومنین علیہ السلام سب کا جُرم ایک تھا اور حکم آپ نے مختلف فرمائے ہیں۔ حضرت نے فرمایا اگرچہ جرم سب کا ایک ہے مگر احوال مختلف ہیں جس کو میں نے رجم کا حکم دیا وہ محصن یعنی صاحب زوجہ تھا اور جس پر پوری حد جاری کی وہ محصن نہ تھا اور جس کو نصف حد کیلئے کہا وہ غلام تھا اور جسے تعزیر دی وہ لڑکا تھا اور جسے چھوڑ دیا وہ دیوانہ تھا۔ حضرات! اُس جناب کے فضائل و مناقب کہاں تک کوئی بیان کر سکتا ہے ابتدائے عمر سے ہمیشہ راہ خدا میں جان و مال صرف کرتے رہے۔

آیت دیگر:۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ ۚ أُولٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَ قَاتَلُوا ۚ

حق سبحانہ وتعالیٰ سورۃ حدید میں یہ آیت ارشاد فرماتا ہے جس کے حاصل معنی یہ ہیں "اے اہل اسلام جس نے قبل فتح مکہ کے اپنے مال و جان کو راہ خدا میں صرف کیا وہ لوگ افضل و بزرگ تر ہیں اُن لوگوں سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اپنا مال راہ خدا میں صرف کیا اور جہاد کیا۔" مومنین! اس آیت میں شجاعت و سخاوت کا بیان ہے اور یہ دونوں صفتیں جیسے جناب امیر میں تھیں، کسی دوسرے میں نہ تھیں۔

شجاعت جناب امیر علیہ السلام:۔

شجاعت حضرت کی تو ظاہر ہے کہ جس معرکہ میں گئے مظفر و منصور پھرے آپ کی جنگ سے ملائکہ متعجب ہو گئے اور آسمان پر کہنے لگے

لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفِقَارِ وَ لَا فَتٰى إِلَّا عَلِيٌّ

یعنی دنیا میں کوئی تلوار مثل ذوالفقار اور کوئی جوان مانند حیدر کرار علیہ السلام نہیں اور سخاوت بھی آپ کی اس درجہ تھی کہ سب جانتے ہیں وہ جناب خود اکثر بھوکے رہتے تھے اور بھوکوں کو سیر کرتے تھے چنانچہ سورۂ دہر میں یہ آیت آپ کی شان میں نازل ہوئی۔

سخاوت حضرت امیر علیہ السلام:۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَّ يَتِيمًا وَّ أَسِيرًا

یعنی "اور وہ لوگ کھانا کھلاتے ہیں فقیر اور یتیم اور قیدی کو باوجودیکہ خود اُس کھانے کی احتیاج رکھتے ہیں اور دل اُن حضرت کا ایسا غنی تھا کہ دنیا کی ہر چیز سے مستغنی

تھے آپ کے نزدیک سونا چاندی پتھر سب یکساں تھا۔

صفت کرم:۔

چنانچہ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ ایک روز کسی اعرابی نے آپ سے سوال کیا حضرت نے اپنے وکیل کو فرمایا:

أَعْطِ الْأَعْرَابِيَّ أَلْفًا

''اس اعرابی کو ایک ہزار دے دو'' اور آپ نے درہم یا دینار کی کچھ تعیین نہ فرمائی وکیل نے عرض کی سونا یا چاندی ارشاد کیا:

كِلَاهُمَا عِنْدِيْ حَجَرَانِ

''میرے نزدیک یہ دونوں دو سنگ ریزے ہیں۔'' جس چیز سے اعرابی کی حاجت روا ہو وہ دے دو اور صفت کرم میں آپ کے صاحب منہج الصادقین لکھتے ہیں کہ ایک روز کوئی شخص ایک طبق حلوہ بطور ہدیہ آپ کے پاس لایا حضرت نے ایک اُنگلی اُس میں ڈبو کر نکال لی اور فرمایا بُو اور رنگ اس حلوہ کا اچھا ہے مگر نہیں معلوم شیرینی و مزا اس کا کیسا ہے۔ اس کے بعد انگشت مبارک دُھو ڈالی اور فرمایا اس طبق کو میرے سامنے سے اُٹھا لو کسی نے عرض کی یا امیر المومنینؑ آیا یہ چیز آپ پر حرام ہے۔ فرمایا حرام تو نہیں ہے (مگر مجھے سزاوار نہیں ہے) کہ میرے قرب و جوار میں لوگ بھوکے رہیں اور میں یہ حلوہ کھاؤں اور اس سخاوت و کرم پر زہد و تقویٰ بھی ایسا تھا کہ لکھا ہے روٹی کے ساتھ کبھی آپ نے دو چیزیں نہ کھائیں اور تمام عمر کبھی کوئی چیز سیر ہو کے نوش نہ فرمائی۔

بیان زہد حضرت علیہ السلام:۔

جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں قسم بخدا کہ امیر المومنین علیہ السلام مثل غلاموں کے کھانا نوش فرماتے تھے اور خود بازار جا کے دو پیراہن خرید کرتے تھے اُن دونوں میں جو

اچھا ہوتا تھا غلام کو دیتے تھے دوسرا خود لیتے تھے اور اگر آپ کے پیراہن کی آستین بڑی ہوتی تھی یا وہ پیراہن آپ کے قد سے لانبا ہوتا تھا تو اُتنا پھاڑ ڈالتے تھے اور جب بوسیدہ اور پُرانا ہو جاتا تھا تو لیفِ خرما کے پیوند کرتے تھے اور پانچ برس آپ حاکم ظاہری رہے مگر اپنے رہنے کیلئے کوئی مکان نہ بنایا اور وقت انتقال طلا و نقرہ سے کچھ میراث نہ چھوڑی اور ہمیشہ لوگوں کو گیہوں کی روٹی اور گوشت کھلاتے تھے اور خود جو کی روٹی اور روغن زیت یا سرکہ نوش فرماتے تھے اور کبھی اُسی نان جویں کو دودھ کے ساتھ تناول فرماتے تھے اور مزدوری کے مال سے ہزار غلام آپ نے خریدے اور سب کو راہ خدا میں آزاد کر دیا اور عبادت آپ کی طاقتِ بشری سے زیادہ تھی۔ ہر شب ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے اور اکثر دنوں کو روزہ رکھتے تھے۔ رحم دل ایسے تھے کہ دوسروں کی تکلیف و زحمت دیکھ نہ سکتے تھے چنانچہ تفسیر منہج الصادقین وغیرہ میں منقول ہے کہ ایک دن راہ میں جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام آتے تھے ایک زن مومنہ کو دیکھا کہ پانی کی مشک بھرے ہوئے دوش پر رکھے خستہ حال یہ کہتی ہوئی چلی جاتی ہے:

اَللّٰھُمَّ احْکُمْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ

''خداوندا میرے اور علی بن ابی طالب علیہ السلام کے درمیان انصاف کرنا۔''

جناب امیرؑ کا ایک ضعیفہ کی مشک اُٹھانا:۔

حضرت نے اُس کے پاس جا کے پوچھا اے نیک بخت علی علیہ السلام نے تیرے ساتھ کیا بدسلوکی کی ہے جو اُن کا شکوہ خدا سے کرتی ہے۔ وہ حضرت کو پہچانتی نہ تھی کہنے لگی ابو تراب نے میرے شوہر کو کہیں بھیجا ہے اور خدمت آب کشی کی اُسی سے متعلق تھی اُس کے نہ ہونے سے پانی بھرنے میں مجھے نہایت تکلیف ہوتی ہے۔ حضرت نے فرمایا یا امت اللہ یہ گھڑا پانی کا مجھے دے کہ میں تیرے گھر تک پہنچا دوں اور علی علیہ السلام سے بھی سفارش کروں گا کہ کسی شخص کو بھیج کر تیرے شوہر کو بلوا دیں اور بروایت دیگر جب آپ نے اُس ضعیفہ کو دیکھا کہ پانی کی مشک سر پر رکھے چلی جاتی ہے تو آپ کو اُس پر رحم آیا اُس کے پاس جا کر فرمایا

اے کنیزہ خدا یہ مشک مجھے دے کہ تو تھک گئی ہے میں اُسے تیرے گھر تک پہنچا دوں۔ اُس نے مشک حضرت کو دی حضرت اُسے خوشی خوشی دوش مبارک پر اُٹھا کر لے چلے یہاں تک کہ اُس کے گھر تک پہنچا دی پھر اُس سے پوچھا تو کون ہے اور تیری معاش کس طور پر ہے۔ اُس نے کہا میرے شوہر کو علی بن ابی طالب علیہ السلام نے جہاد پر بھیجا تھا وہ مارا گیا کئی یتیم ننھے ننھے میرے پاس ہیں محنت و مشقت و آب کشی کرتی ہوں پس اس میں جس قدر میسر آتا ہے اُس میں بہ ہزار مشقت و مصیبت اُن کی پرورش کرتی ہوں۔ جناب امیر علیہ السلام نے جب یہ حال سُنا رنگ مبارک غم سے متغیر ہو گیا اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے گھر تشریف لائے۔ حضرت کو مارے رنج و اضطراب کے رات بھر نیند نہ آئی جب صبح ہوئی تو اُس کے واسطے اناج اور گوشت چادر میں باندھ کر پشت مبارک پر رکھ کر لے چلے راہ میں حضرت کے صحابی ملے عرض کی یا مولا زنبیل مجھے دیجئے کہ میں اُٹھا کر ہمراہ لے چلوں۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا آج دنیا میں تو نے میرا بوجھ اُٹھا لیا کل قیامت کو میرا بوجھ کون اُٹھائے گا یہ کہہ کر اُس مومنہ کے دروازے پر آئے اور آواز دی اُس نے کہا تو کون ہے۔ حضرت نے فرمایا میں وہی بندۂ خدا ہوں جو کل تیری مشک پہنچا گیا تھا وہ بولی کہ خدا تجھ سے راضی ہو اور تجھ پر اپنا کرم و لطف کرے اور میرے اور علی علیہ السلام کے درمیان انصاف کرے۔ حضرت یہ سن کر چپ رہے غرض جب دروازہ کھلا حضرت گھر میں گئے اور وہ اناج روبرو اُس کے رکھ دیا اور فرمایا میں ایک بندۂ خدا ہوں چاہتا ہوں کہ کچھ کار ثواب کروں اس نیت سے تیری خدمت کرنے آیا ہوں یا تو بچوں کو رکھ اور میں کھانا پکاؤں یا بچوں کو میں بہلاؤں اور تو کھانا پکا وہ بولی میں خمیر کرتی ہوں اور تو میرے اطفال کو بہلا اور گوشت بھی پکاتا جا حضرت علیہ السلام نے فرمایا بچشم پس آپ نے گوشت چڑھا دیا اور بچوں کو بہلانے لگے بلکہ بچے جس کام میں خوش ہوتے تھے وہی کام کرتے تھے اور اُن کے مُنہ میں روٹی دیتے تھے اور دست شفقت سر پر پھیرتے تھے اور رُو رُو کے فرماتے تھے اے یتیمو! اے میرے فرزند! علی علیہ السلام کو بخشو کہ علی نے تمہاری خبر نہ لی جب وہ عورت خمیر سے فارغ ہوئی پکاری اے بندۂ خدا جلد تنور کو روشن کر حضرت فوراً اُٹھے

اور تنور میں آگ سلگائی جب شعلۂ تنور بھڑکا اور اُس کی گرمی سے حضرت علیہ السلام کو ایذا پہنچی تو فرمانے لگے:

ذُقْ یَا عَلِیُّ هٰذَا جَزَآءُ مَنْ ضَیَّعَ الْاَرَامِلَ وَ الْیَتَامٰی

''اے علی علیہ السلام اس حرارت آتش کا مزہ چکھ یہ اُس شخص کی جزا ہے جو بیواؤں کی یتیموں کی خبر نہ لے اور اُن کو ضائع اور برباد کرے۔'' اور ساتھ اس کے روتے جاتے تھے ناگاہ ایک عورت محلّہ کی گھر میں آئی اور متعجب ہو کر صاحب خانہ سے پوچھنے لگی تو پہچانتی ہے یہ کون ہیں اُس نے کہا میں نہیں جانتی مگر بہت مرد با خدا ہے مجھ پر رحم کرتا ہے میرے کام کو آتا ہے وہ بولی افسوس ہے تجھ پر اے بے ادب یہ تو امیر المؤمنین برادر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شوہر بتولؑ جناب علی بن ابی طالبؑ ہیں ان سے تو کام لیتی ہے جب اُس عورت کو معلوم ہوا کہ یہ جناب امیر علیہ السلام ہیں دوڑ کر پاؤں پر گر پڑی اور رُو رُو کر عرض کی ہائے شرمندہ ہوئی آپ سے اور خجالت اُٹھائی آپ سے اے امیر المومنین علیہ السلام افسوس ہے کہ آپ کی عزت و توقیر کو نہ پہچانا ہائے مجھ سے کیا ترک ادب ہوا کہ میں نے اپنے آقا سے کام لیا۔ منقول ہے کہ اُس وقت جناب امیر المومنین علیہ السلام نے شرم سے سر مبارک جھکا لیا اور آہستہ سے فرمایا:

وَ اَحَیَائِیْ مِنْكِ یَا اَمَةَ اللّٰهِ فِیْمَا قَصَّرْتُ اَمْرَكِ

''اے کنیز خدا تو کیوں شرمندہ ہوتی ہے اور کیوں روتی ہے میں خود تجھ سے شرمندہ ہوں کہ میں نے تیرے حق میں تقصیر کی اور تیرے یتیموں کی خبر نہ لی اور تو مصیبت میں تھی تیرا شکوہ بجا ہے۔'' اب تو علی علیہ السلام کو دل سے بخش دے۔

مصائب امام:-

کیوں مومنین! انصاف کا مقام ہے جو امام ایسا غریب نواز ہو اور رحم دل ہو کہ عاجز و مسکینوں کی راحت رسانی میں خدمت آب کشی تک اختیار کرے روز عاشورا کربلا کے میدان میں اُسی کے فرزند کو ایک جرعہ آب نہ ملے بلکہ پانی کے بدلے اُس پر تیروں کا مینہ

برسے۔ منقول ہے کہ سید الشہداء علیہ السلام کے جسم مبارک پر ایک سو اسّی زخم نیزہ و شمشیر کے اور
چار ہزار تیر کے لگے تھے اور یہ سب جراحت مقابل میں سر مبارک سے ناف تک لگے تھے
پشتِ انور پر کوئی حربہ نہ پڑا تھا کیونکہ آپ نے میدان جنگ سے کسی وقت رُخ نہ پھیرا تھا۔
حضرات! خیال کریں کہ ناف سے سر تک دو ہاتھ سے بھی کم فاصلہ ہے پس اتنی اتنی جگہ میں
چار ہزار ایک سو اسّی زخم جس بدن پر لگے ہوں گے اُس کا کیا حال ہوا ہوگا پس سارا تن اطہر
مظلوم کربلا کا نیزہ و شمشیر سے چور اور پیکان تیر سے مشبک ہو گیا۔ بیمار کربلا امام زین
العابدینؑ فرماتے ہیں جب میرے بابا آخری وداع کو خیمہ میں تشریف لائے میں شدت
علالت سے غش میں پڑا تھا سب بیبیوں سے رخصت ہو کر میرے بالیں سر بیٹھ کے رونے
لگے جس وقت قطراتِ اشک مبارک میرے چہرے پر ٹپکے میں نے آنکھیں کھول کے دیکھا
تو ایسا معلوم ہوا کہ ایک عقاب بزرگ میرے سرہانے پر کھولے بیٹھا ہے جب غور سے
دیکھا تو پہچانا کہ میرے پدر بزرگوار تیروں میں گُتھے ہوئے بیٹھے ہیں۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر 18

- آیت اپنے آپ کو اور اپنے متعلقین کو عذاب سے بچانے میں
- جناب لقمان اور اُن کے بیٹے کی حکایت۔
- مومن سید فروش کا واقعہ۔
- مختصر تمہید مصائب میں۔

مجلس نمبر 18

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ

حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ حشر میں ارشاد فرماتا ہے ''اے گروہ مومنین ترک گناہ اور ادائے واجبات کر کے اپنی جانوں کو بچاؤ اور نصائح اور تعلیم واجبات کر کے اپنے اہل وعیال وخادمان ومتعلقان کو محفوظ رکھو اُس آتش سوزاں سے جو آدمیوں سے اور پتھروں سے روشن و افروختہ کی جائے گی۔''

حکایت لقمان اور اُن کے بیٹے کی:-

حدیث میں وارد ہوا ہے:

اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَنْ جَهِلَ اَهْلُهٗ۔

تحقیق کہ سخت ترین عذاب روز قیامت اُس شخص کیلئے ہے جس کے اہل وعیال جاہل ہوں یعنی جس نے اپنے اہل وعیال کو علوم دینیہ تعلیم نہ کیے ہوں۔ انوار نعمانیہ میں منقول ہے کہ جناب لقمان نے اپنے بیٹے کو وصیت کی اے فرزند! تم کسی شخص کی تعریف و مذمت کا خیال نہ کرنا کسی نے اچھا کہا تو کیا بُرا کہا تو کیا کیونکہ بہت مشکل ہے کہ انسان خلائق کی زبان سے بچ سکے ہمارے ساتھ چلو کہ اس کلام کی صداقت تم پر ظاہر ہو جائے الغرض جناب لقمان گھوڑے پر سوار ہوئے اور لڑکا پیدل ساتھ ہولیا راہ میں کچھ لوگ ملے

وہ انہیں دیکھ کر کہنے لگے یہ مرد پیر نہایت قسی القلب ہے خود تو گھوڑے پر سوار ہے اور لڑکے کو پیدل لیے جاتا ہے۔ آپ نے بیٹے سے فرمایا تم نے ان لوگوں کا کلام سُنا اب تم سوار ہو میں پیدل چلتا ہوں غرض لڑکے کو سوار کیا اور خود پیدل چلے تھوڑی دور کے بعد جو لوگ ملے کہنے لگے پدر و فرزند دونوں بد عقل ہیں باپ کی بد عقلی یہ ہے کہ اپنے فرزند کو تعلیم نہیں کیا ادب نہیں سکھایا اور لڑکے کی نادانی صاف ظاہر ہے کہ خود تو سوار ہے اور بوڑھا باپ پیادہ جاتا ہے۔ جناب لقمان نے بیٹے سے کہا ان لوگوں کی باتیں بھی سنی اب ہم اور تم دونوں سوار ہوتے ہیں پس دونوں باپ بیٹے سوار ہو کر ایک جماعت کے سامنے سے گذرے جب اُن لوگوں نے باپ بیٹے کو باہم سوار دیکھا کہنے لگے ان دونوں کے دلوں میں نہ رحم ہے نہ خوف خدا ہے ایک جانور پر دو آدمی سوار ہیں مناسب تھا کہ ایک سوار ہوتا ایک پیدل چلتا۔ آپ نے فرزند سے فرمایا کہ تم نے ان کی بھی گفتگو سنی اب آؤ ہم تم دونوں پیادہ ہو لیں اور مرکب کو خالی لے چلیں جب اس ہیئت سے ایک گروہ کی طرف سے گذرے وہ لوگ دیکھ کے کہنے لگے عجب عقل کے یہ دونوں شخص ہیں کہ خود تو پیدل ہیں اور گھوڑے کو خالی لیے جاتے ہیں۔

فَقَالَ لِوَلَدِہٖ تَرٰی فِیْ تَحْصِیْلِ رِضَاھُمْ حِیْلَةَ الْمُحْتَالِ فَلَا تَلْتَفِتْ اِلَیْھِمْ وَ اشْتَغِلْ بِرِضَی اللّٰہِ۔

اُس وقت جناب لقمان نے اپنے فرزند سے فرمایا تم نے دیکھا کہ کوئی انسان کسی طرح خلائق کو راضی نہیں کر سکتا ہے اس لئے مناسب ہے کہ ان لوگوں کی مدح و مذمت کی طرف خیال نہ کرو بلکہ رضائے خدا کے جویا و طالب رہو کہ اس میں دنیا کی بہتری ہے اور آخرت میں بھی یہی کام آئے گا۔

حکایت مومن سبد فروش کی:۔

حضرات! جو شخص رضائے خدا کے واسطے کوئی کام کرے گا تو وہ کام کیسا ہی سخت

دُشوار کیوں نہ ہو حق تعالیٰ آسان ہی کر دے گا چنانچہ

فِیْ اَنْوَارِ النُّعْمَانِیَّۃِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّہٗ کَانَ فِیْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ عَابِدٌ وَ کَانَ قَدْ اُوْتِیَ جَمَالًا وَ حُسْنًا وَّ کَانَ یَعْمَلُ الْقِفَافَ بِیَدِہٖ وَ یَبِیْعُھَا

کتاب انوار نعمانیہ میں شفیع روز جزا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد نہایت حسین جمیل رہتا تھا کہ اپنے ہاتھوں سے ٹوکریاں بُن کر شہر میں بیچتا تھا اور اُس سے اوقات بسر کرتا تھا حسب اتفاق ایک روز ٹوکری لے کر بادشاہ کی ڈیوڑھی پر پہنچا وہاں ایک کنیز کھڑی تھی عابد کو دیکھتے ہی اندر گئی اور زوجۂ بادشاہ سے اُس عابد کے حسن و جمال کی تعریف کی۔ ملکہ نے سنتے ہی اُس نے کہا جس طرح ہو سکے اُسے میرے پاس لے آؤ۔ وہ کنیز اُس عابد پارسا کو ٹوکری خریدنے کے حیلہ سے محل میں لے گئی ملکہ دیکھتے ہی فریفتہ ہوگئی کنیز کو روغن لانے کا حکم دیا۔ عابد سے کہا تم اس بستر پر زیر لحاف آرام کرو وہ مرد یہ سامان بد دیکھ کر بہت گھبرایا اور بولا ہم سے کبھی ایسا فعل نہ ہوگا۔ ملکہ نے کہا میری حاجت روائی کے بغیر یہاں سے تمہارا جانا دُشوار بلکہ بالکل غیر ممکن ہے اور کنیز کو حکم دیا کہ سب دروازے بند کر دے۔ عابد نے جب کسی طرح اپنی خلاصی نہ دیکھی پوچھا اس بالا خانہ پر مقام طہارت بھی ہے۔ خاتون نے کنیز سے کہا ساتھ جا کر طہارت کی جگہ بتا دے جب وہ دیندار بالائے سقف پہنچا اُس مکان کو بہت بلند پایا اور کوئی چیز ایسی نہ پائی جس کے ذریعہ سے نیچے اُتر سکے پس اپنے نفس سے خطاب کر کے کہنے لگا اے نفس امارہ ستر برس تو نے عبادت و رضائے حق سبحانہ وتعالیٰ میں بسر کی اور شب و روز اُسی کی بندگی میں مشغول رہا اگر اس وقت تجھ سے یہ فعل بد ہوگا تو ساری عمر کی محنت و ریاضت خاک میں مل جائے گی کسی طرح اس معصیت سے بچ نہیں سکتا بہتر ہے کہ اپنے کو اس بالا خانہ سے گرا دے اور ہلاک ہو جا تا کہ امر خیر کے ساتھ پروردگار عالم سے تو ملاقات کرے۔

پیغمبر خدا ﷺ فرماتے ہیں اُس مرد صالح نے دفعتاً اپنے تئیں کوٹھے سے گرادیا ہنوز زمین تک نہ پہنچا تھا کہ پروردگار عالم نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا ایک بندہ میرا معصیت سے اپنے نفس کو بچانے کے لئے خود ہلاک کرنا چاہتا ہے اپنے بازو پر لے کر گرنے سے محفوظ رکھو فوراً جبرئیل امین علیہ السلام نے اُس کو اپنے پروں پر اس طرح لے لیا جیسے باپ اپنے بیٹے کو شفقت سے گود میں لے لیتا ہے جب عابد نے اپنے کو صحیح وسالم پایا شکر خدا بجالایا اور شام کو خالی ہاتھ مکان پر آیا۔ زوجہ نے پوچھا آج ٹوکری کی قیمت کہاں ہے اُس نے کہا آج قیمت نہ ملی۔ بی بی نے کہا آج کی شب روزہ کس چیز سے افطار کریں عابد نے کہا آج اسی طرح رہ جائیں گے کل خدا کوئی سامان کر دے گا مگر مناسب ہے تنور روشن کر دو تا کہ ہمسایہ میں کوئی یہ نہ سمجھے کہ ان کے ہاں فاقہ ہے۔ وہ عورت تنور روشن کر کے شوہر کے پاس آبیٹھی حسب اتفاق ہمسایہ کی ایک عورت آگ لینے آئی جب تنور کے قریب گئی دیکھا روٹیاں اُس میں پک کر تیار ہیں قریب ہے کہ جل جائیں۔ یہ کیفیت دیکھتے ہی صاحب خانہ کے پاس دوڑی گئی اور کہنے لگی اے بی بی تم تنور میں روٹیاں لگا کر یہاں کیا بے خبر بیٹھی ہو جلد خبر لو ایسا نہ ہو روٹیاں جل کر رہ جائیں یہ سن کر وہ نہایت متعجب ہوئی اور تنور کے پاس دوڑی گئی دیکھا فی الواقع تنور میں روٹیاں نہایت سرخ پکی تیار ہیں نکال کر شوہر کے پاس لائی اور کہنے لگی حق تعالیٰ تم پر نہایت مہربان ہے چاہتی ہوں اُس کی درگاہ میں دعا کرو کہ خدا ہمارے رزق میں وسعت دے شوہر نے کہا جو حق تعالیٰ دیتا ہے اُسی پر صبر وقناعت کر عورت نے نہ مانا مجبور ہو کر نصف شب کو عابد نے بعد نماز کے یوں دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اِنَّ زَوْجَتِیْ قَدْ سَاَلَتْنِیْ فَاَعْطِھَا مَا تَتَوَسَّعُ بِہٖ فِیْ بَقِیَّۃِ عُمْرِیْ۔

''پروردگار! میری عورت چاہتی ہے کہ تو اُس کے رزق میں وسعت عطا کرے کہ بقیہ عمر اپنی آرام سے بسر کرے۔'' ہنوز دعا تمام نہ ہوئی تھی کہ مکان کی چھت سے ایک

ہاتھ نمایاں ہوا جس میں ایک یاقوت بے بہا ایسا روشن تھا جس کی ضو سے سارا مکان منور ہو گیا۔ عابد نے عورت کو آواز دی آؤ اور اپنی چیز لے لو حق تعالیٰ نے میری دعا قبول کی اور تیری خواہش پوری ہوئی۔ عورت نے کہا ٹھہر جا ابھی میں نے خواب میں دیکھا ہے ایک قصر بہشت میں بہت سی کرسیاں سونے اور چاندی کی یاقوت و زمرد سے مرصع و مکلل بچھی ہوئی ہیں مگر ایک کرسی میں ایک مقام پر جواہر نہیں ہے اُس کے نہ ہونے سے سوراخ نمایاں ہے میں نے پوچھا یہ کرسیاں کس کے واسطے بچھی ہیں وہاں کے خادموں نے کہا یہ کرسی تیرے شوہر کے بیٹھنے کی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہی یاقوت اُس جگہ نصب تھا پس میں نہیں چاہتی کہ تمہاری کرسی عیب دار رہے دعا کرو کہ حق تعالیٰ اس کو واپس کر لے یہ سن کر عابد نے دعا کی اور وہ ہاتھ مع یاقوت کے غائب ہو گیا۔

تمہید مصائب:۔

حضرات! ایک عابد کی قدر و منزلت پیش خدا یہ تھی کہ جب کوٹھے سے اپنے کو گرا دینے کا قصد کیا جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا اپنے پروں پر روک لیں مگر کیا مصلحت تھی کہ جس کے گھر سے بنائے دین و عبادت ہوئی اور جس کو ہمیشہ بچپنے سے وہی جبرائیل علیہ السلام اپنے پروں پر گودیوں میں کھلاتے رہے جب ظالموں نے اُس کو زخموں میں چور کر کے چاہا نیزہ لگا کے گھوڑے سے زمین پر گرائیں اُس وقت جبرائیل علیہ السلام کو حکم نہ ہوا کہ اپنے پروں کا فرش کریں، پر جبرائیل علیہ السلام کے بدلے نوک ناوک پیوست ہو ہو کے تیروں کے پروں سے تمام بدن چھپا ہوا تھا اور جب وہ راکب دوش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑے سے جُدا ہوا آغوش روح الامین کے عوض جسم مبارک کئی ساعت تیروں پر ہی معلق رہا۔ آہ آہ جب خدنگ پار ہو ہو کے سریان بدن میں ڈوب گئیں اُس وقت وہ زمین پر تشریف لائے اسی امر کی طرف صاحب الامر علیہ السلام زیارت میں اشارہ فرماتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ السِّہَامُ نَعْشُہٗ

یعنی ''سلام ہو اُس شہید بے تابوت پر جس کو تیروں کا تابوت میسّر ہوا'' ایک امر اس مقام پر اور بھی قابل غور ہے کہ جبرائیل علیہ السلام اُس وقت حاضر نہ ہوئے مگر امام حسین علیہ السلام جس ماں کے پارۂ جگر تھے اور جس کی گود میں پل کر بڑے ہوئے تھے وہ مادر غمدیدہ بہشت سے نکل کے روتی پیٹتی اپنے فرزند کے قتل گاہ میں آئی اور آ کے کیا کیا؟ حضرتؑ تو گھوڑے سے جُدا ہو چکے تھے فقط سر کا بدن سے جُدا ہونا باقی تھا اُس خاک و خون بھرے ہوئے سر کو اپنے آغوش میں لے لیا اِدھر ماں نے تو بیٹے کا سر گود میں لیا اُدھر شمر بے حیا نے خنجر ہاتھ میں لیا حضرت نے نماز کی نیت کی قاتل نے ذبح کا ارادہ کیا آپ نے نماز بھی تمام نہ کی تھی کہ اُس شقی نے اپنا کام تمام کیا

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ؕ

مجلس نمبر19

- آیت جواب سلام میں۔
- بیان اخلاق نظام الملک۔
- حکایت بوڑھوں اور لڑکوں کی۔
- حکایت اُن قیدیوں کی جنہیں ایک بادشاہ نے بہ سبب پانی پلانے کے رہا کر دیا۔
- حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا مختصر تذکرہ۔

مجلس نمبر 19

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ

"حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ النساء میں ارشاد فرماتا ہے اور جب کوئی شخص تم کو سلام کرے یا دعا دے تو تمہیں مناسب ہے کہ تم اُس سے بہتر کلمہ میں اُس کو جواب اور دعا دو یا وہی کلمہ کہو جو اُس نے کہا ہے۔"

اخلاق نظام الملک:۔

صاحب تفسیر منہج الصادقین لکھتے ہیں کہ حُيِّيْتُمْ سے فقط سلام ہی مراد نہیں ہے بلکہ ہر تحیت واحسان ہے صاحب خلاصہ الاخبار لکھتے ہیں کہ نظام الملک کے حسن اخلاق سے یہ تھا کہ جب کوئی شخص اُس کے پاس کچھ تحفہ لاتا تھا تو وہ حاضرین مجلس پر تقسیم کرتا تھا ایک مرتبہ ایک باغبان تین کھیرے غیر فصل میں لایا۔ نظام الملک نے اُن تینوں کھیروں کو یکے بعد دیگرے خود کھایا کسی کو اُس میں سے نہ دیا اور باغبان کو ایک خلعت فاخرہ اور سو اشرفیاں انعام دیں جب وہ جا چکا تو اہل دربار سے ایک شخص نے عرض کی اس کا کیا سبب تھا جو آپ نے آج خلاف دستور ان کھیروں کو خود تنہا نوش کیا اور اہل جلسہ میں سے کسی کو کچھ عنایت نہ فرمایا۔ اُس نے کہا میں نے جو ایک کھیرے کو تراشا تو وہ تلخ تھا دوسرے کو کاٹا وہ بھی کڑوا نکلا تیسرے کو چکھا وہ بھی ویسا ہی تھا میں نے خیال کیا اگر کسی کو اس میں سے دوں اور وہ اس کی

تلخی ظاہر کردے تو یہ بے چارہ باغبان جو انعام کی اُمید لے کر آیا ہے منفعل و خجل ہوگا اور انعام سے بھی نا اُمید و مایوس ہو جائے گا پس مجھے شرم آئی کہ کوئی شخص میرے پاس تحفہ لائے اور یہاں سے شرمندہ و محروم پھر جائے اس لئے میں نے وہ کھیرے خود کھائے اور دوسرے کو نہ دیئے۔ حضرات خوشا حال اُن لوگوں کو جو اس آیت کے موافق عمل کرتے ہیں بلکہ اپنے سارے اعمال کو کلام ربانی کے مطابق بجالاتے ہیں اور وائے ہو اُن لوگوں پر جو اپنی عمر عزیز کو خدا کی نافرمانی و معصیّت میں ضائع و برباد کرتے ہیں معصیّت وہ شے ہے کہ قیامت میں جب اُس کا سوال کیا جائے گا عاصیوں سے کچھ جواب نہ ہو سکے گا بلکہ دنیا میں بھی معصیّت کی وجہ سے ملزم ہو جاتے ہیں اور کچھ جواب نہیں دے سکتے۔

حکایت بوڑھے اور لڑکوں کی:-

خلاصۃ الاخبار میں منقول ہے کہ ایک مقام پر کچھ بوڑھے لوگ بیٹھے تھے اور اُن کے سامنے کچھ لڑکے کھیل رہے تھے اور شوخیاں کرتے تھے ایک ضعیف مرد نے اُن کو ڈانٹ کر کہا تم لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ بوڑھوں کے سامنے اس طرح کھیلتے اور بے ادبی کرتے ہو۔ ایک لڑکے نے جواب دیا اگر بوڑھے خدا سے شرم کرتے اور اُس کی نافرمانی نہ کرتے تو البتہ ہم بھی وہی طریقہ اختیار کرتے اور یہ گستاخی نہ کرتے۔ حضرات! بعض اوقات لڑکوں کو ایسی بات سوجھتی ہے جو بوڑھوں کے خیال میں بھی نہیں آتی اور اُس بات سے لڑکے بڑا کام نکال لیتے ہیں۔

حکایت اُن قیدیوں کی جنہیں ایک بادشاہ نے بسبب پانی پلانے کے رہا کر دیا:-

چنانچہ خلاصۃ الاخبار میں منقول ہے کہ ایک بادشاہ کی فوج نے تین سو باغیوں کو اسیر کیا جب سلطان کے سامنے وہ قیدی آئے اُس نے چاہا کہ اُن سب کے قتل کا حکم دے اُن اسیروں میں ایک طفل نہایت چالاک و زیرک تھا اپنی تیز فہمی کے سبب سے بادشاہ کے قصد پر مطلع ہو کے بولا اے بادشاہ میں پیاسا ہوں پانی پلوا دے تشنہ لب قتل نہ کر جب ظرف

آب اُس لڑکے کے ہاتھ میں دیا گیا کہنے لگا اے سلطان یہ تمام قیدی پیاسے ہیں مروّت سے بعید ہے کہ میں پانی پی لوں اور میری قوم پیاسی رہ جائے جب ہم لوگوں کو قتل ہی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو حکم دے کہ ان سب اسیروں کو پانی پلا دیں الغرض اُن سب کو بادشاہ نے پانی پلوایا جب تمام قیدی سیراب ہو چکے اُس وقت یہ لڑکا اُٹھ کھڑا ہوا اور دست بستہ ہو کے عرض کرنے لگا اے امیر اب ہم سب آپ کے مہمان ہوئے اور مہمان کی تعظیم ضروری ہے مہمان کا قتل کرنا کسی مذہب اور ملت میں روا نہیں بادشاہ کو اُس طفل کی تقریر بہت پسند آئی اُن سب کے قتل سے باز آیا اور رہا کر دیا۔

تمہید:-

حضرات یہاں دو امر قابل غور ہیں ایک یہ کہ کسی دین وملت میں اپنے مہمان کو تکلیف دینی جائز نہیں مگر آہ آہ۔

از آب ہم مضائقہ کردند کوفیاں

خوش داشتند حرمت مہمان کربلا

اس بادشاہ نے اُن اسیروں کو جو واجب القتل تھے دھوکے سے ناخواندہ مہمان بن گئے تھے پاسِ مہمانی سے رہا کر دیا۔ وائے ہو اُس قوم پر جس نے اپنے نبی ﷺ کے نواسے کو خود خط لکھ لکھ کے بہ اصرار تمام بلایا پھر کیا سلوک کیا۔

مَنَعُوهُ مِنْ مَّآءِ الْفُرَاتِ وَ اِنَّمَا

جَعَلُوْا ضِيَافَتَهٗ بِمَآءِ الْخَنْجَرِ

”یعنی وہ آبِ فرات جو حیوانات وکفار کیلئے بھی جائز وحلال تھا اپنے مہمان پر کئی دن بند وحرام کر دیا اور شدت تشنگی میں ضیافت ومہمانی کے بدلے آب خنجر سے سیراب کیا۔“

اور دوسرا امر قابل غور یہ ہے کہ بادشاہ نے عین غضب میں جن کو قتل کا حکم دیا تھا سوال آب سے محروم نہ رکھا اور پیاسا قتل کرنا گوارا نہ کیا۔ خدا لعنت کرے شمر ملعون پر کہ وقت شہادت

بھی مظلوم علیہ السلام کربلا پانی مانگتے رہے اور اُس نے نہ دیا چنانچہ منقول ہے:

لَمَّا وَقَعَ الْحُسَيْنُ عَنْ ظَهْرِ الْجَوَادِ وَ اَرَادَ شِمْرٌ اَنْ يَجُزَّ رَاْسَهٗ

''یعنی جب راکب دوش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ زین سے زمین پر آئے اور شمر بے حیا آمادۂ قتل ہوا۔''

مختصر شہادت جناب امام حسین علیہ السلام:۔

حضرت نے اُس وقت غش سے آنکھیں کھول دیں اور فرمایا:

يَا شِمْرُ اِنْ كَانَ لَا بُدَّ لَكَ مِنْ قَتْلِيْ فَاسْقِنِيْ شَرْبَةً مِّنَ الْمَاءِ

''یعنی اے شمر اگر تجھے میرا قتل ہی کرنا منظور ہے تو پہلے ایک گھونٹ پانی پلا دے کہ شدت تشنگی سے کلیجہ خشک ہو گیا ہے۔'' آہ آہ اُس بے رحم نے پانی تو نہ دیا مگر یہ جواب دیا اے حسین علیہ السلام اگر تمام روئے زمین پانی ہو جائے جب بھی تمہیں ایک قطرۂ آب نہ دوں گا یہ کہہ کے اپنے کام میں مصروف ہوا اور امام علیہ السلام تشنہ کام کو پیاسا ہی ذبح کر ڈالا۔ مومنین! آیت سابق سے مستفاد ہوتا ہے کہ احسان کا عوض یہ ہے کہ محسن کے ساتھ زیادہ احسان کیا جائے اب میں پوچھتا ہوں جو امام ایسا محسن ہو کہ تمام عالم پر جس کا احسان ہو کیا اُس کے احسانات کا یہی عوض تھا کہ ظالموں نے انواع ظلم وستم سے شہید کیا اس پر بھی اکتفا نہ کی سر اطہر کو بدن سے جُدا کیا' اُنگلی کو ہاتھ سے' ہاتھوں کو بند دست سے علیحدہ کر ڈالا جسد پاش پاش پر اس طرح گھوڑے دوڑائے کہ کئی استخوان پہلو شکستہ ہو گئے۔ بالفرض اُس جناب سے اگر جنگ واقع ہوئی اور عین جنگ میں آپ نے شہادت پائی تو اُس جناب کی وہ اولاد صغیرہ جو قابل جنگ نہ تھی اُن پر اعداد نے کیوں ظلم کیے کسی کے کانوں کے گوشوارے چھین کر مجروح کر ڈالا' کسی کے ننھے گلے سے تیر ستم پار کیا چھ

مہینے کے بے زبان بچے کو مرتے دم بھی ایک بوند پانی کی نہ دی۔

رقیہ علیہا السلام کا پانی لے کر مقتل کی طرف جانا:۔

منقول ہے شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد جب ابن سعد ملعون کو لوگوں نے غیرت دلائی اس وقت مجبور ہو کر اُس شقی نے چند خوان طعام و چند مشکیزۂ آب اسیران اہلبیت علیہم السلام کی خدمت میں بھیج دیئے اُن بے وارثوں کو رنج و غم کھانے اور خون جگر پینے کے سوا آب و غذا سے کیا کام تھا مگر چھوٹے چھوٹے بچوں کا خیال کر کے جناب زینب علیہا السلام نے ایک کوزۂ آب پہلے رقیہ یتیمہ حسین علیہ السلام کے ہاتھ میں دیا اُس صاحبزادی نے پوچھا اے پھوپھی اس ستم رسیدہ قافلہ میں تو سب کے سب پیاسے ہیں پہلے آپ نے مجھی کو کیوں پانی دیا فرمایا جو چھوٹا ہوتا ہے اُسے بھوک اور پیاس کی برداشت کم ہوتی ہے کھانے پینے کی چیز پہلے اُسی کو دیتے ہیں تم سب میں چھوٹی ہو اس واسطے تمہیں کو پہلے دیا یہ سنتے ہی وہ صاحبزادی اُٹھ کھڑی ہوئی اور وہ کوزہ آب لئے ہوئے زار زار روتی ہوئی مقتل کی طرف اس طرح بیتابانہ دوڑی کہ پانی چھلک چھلک کر گرتا جاتا تھا۔ جناب زینب علیہا السلام نے دوڑ کر بازو تھام لیا اور پوچھا کہ تم نے پانی کیوں نہ پیا یہ کوزہ لیے کہاں جاتی ہو۔ آہ آہ مومنین! اُس صاحبزادی نے عجب طرح کا دلخراش جواب دیا اے پھوپھی ابھی آپ ہی نے فرمایا ہے کہ جو سب میں چھوٹا ہوتا ہے کھانے پینے کی چیز پہلے اُسی کو دیتے ہیں میرا بھائی علی اصغر علیہ السلام تو مجھ سے بھی چھوٹا ہے اُسی کو پہلے پانی پلانے کے واسطے یہ کوزۂ آب لیے جاتی تھی یہ کلمہ سن کر اسیروں میں ماتم علی اصغر علیہ السلام تازہ ہو گیا چھوٹے بڑے واعلیاہ واصغراہ کہہ کر رونے لگے۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر20

- آیت حق تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا ہے
- رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مومنوں کو یاد کرنا۔
- فضائل اہل بیتؑ نظم میں۔
- جناب صاحب الامرؑ کا علی اکبر نام زائر کی مدد کرنا۔
- خاتمہ فقرات زیارت پر۔

مجلس نمبر 20

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ ۚ وَ اِنْ تَکُ حَسَنَۃً یُّضٰعِفْھَا وَ یُؤْتِ مِنْ لَّدُنْہُ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورہ النساء میں ارشاد فرماتا ہے بدرستیکہ حق تعالیٰ کسی پر ذرّہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی شخص کچھ بھی نیکی کرتا ہے تو خداوند عالم اُس مومن کے نامہ اعمال میں ثواب اُس کا دو چند بلکہ دہ چند یہاں تک کہ ایک کا سات سو تک ثبت فرماتا ہے اور اپنی جانب سے اُس شخص کو اجر عظیم عطا کرتا ہے۔''

جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مومنوں کو یاد کرنا:-

حضرات! یہ سب اجر وثواب اُسی کو ملے گا جو صاحب ایمان ہے کیونکہ بغیر ایمان کے کوئی عمل صحیح وقبول نہیں ہوتا خدا ہم سب کو اُن مومنوں کے زمرہ میں داخل کرے جن کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے زمانہ میں یاد کیا ہے۔

رُوِیَ ابْنَ بَابَوَیْہِ بِاَسْنَادِہٖ عَنْ اَبِیْ اِمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طُوْبٰی لِمَنْ رَاٰنِیْ وَ اٰمَنَ بِیْ وَ طُوْبٰی ثُمَّ طُوْبٰی یَقُوْلُھَا سَبْعًا لِمَنْ لَّمْ یَرَنِیْ وَ اٰمَنَ بِیْ

صاحب معالم الزلفیٰ بروایت ابن بابویہ نقل کرتے ہیں کہ جناب سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد کیا خوشا حال اُن لوگوں کا جنہوں نے مجھے دیکھا اور مجھ پر

ایمان لائے اور سات مرتبہ فرمایا خوشا حال و زہے نصیب اُن اشخاص کے جو لوگ بدوں حصول میری زیارت کے مجھ پر ایمان لائے ہیں۔

وَ رُوِیَ فِیْ مَجَالِسِ الْمُفِیْدِ عَنْ عُرْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ یَوْمٍ۔

اور اُسی کتاب میں بروایت مجالس المفید عرفؓ بن مالک سے منقول ہے کہ ایک روز جناب رسالت مآب ﷺ گروہ اصحاب میں تشریف رکھتے تھے کہ دفعتہً اپنی زبان فیض ترجمان پر یہ فقرہ جاری فرمایا:

یَا لَیْتَنِیْ قَدْ لَقِیْتُ اِخْوَانِیْ

"اے کاش کہ میں اپنے بھائیوں کو دیکھتا۔"

فَقَالَ لَهٗ بَعْضُ اَصْحَابِهٖ اَوَ لَسْنَا اِخْوَتَكَ اٰمَنَّا بِكَ وَ هَاجَرْنَا مَعَكَ

"پس اُس گروہ میں سے بعض اصحاب بولے یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم لوگ آپ کے بھائی نہیں حالانکہ ہم حضرت کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور ہجرت کی ہے۔"

قَالَ قَدْ اٰمَنْتُمْ وَ هَاجَرْتُمْ وَ یَا لَیْتَنِیْ قَدْ لَقِیْتُ اِخْوَانِیْ فَاَعَادَ الْقَوْلَ

پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا البتہ تم لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے اور میرے ساتھ بھی ہجرت کی ہے لیکن کاش کہ میں اپنے بھائیوں سے ملاقات کرتا اُنہوں نے پھر وہی کلمہ عرض کیا:

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَنْتُمْ اَصْحَابِیْ لٰكِنَّ اِخْوَانِیَ الَّذِیْنَ یَاْتُوْنَ مِنْ بَعْدِكُمْ یُؤْمِنُوْنَ بِیْ وَ یُحِبُّوْنَنِیْ وَ۔

يَنْصُرُوْنَنِيْ وَ يُصَدِّقُوْنَنِيْ وَ مَا رَاَوْنِيْ فَيَالَيْتَنِيْ قَدْ لَقِيْتُ اِخْوَانِيْ

''اس دفعہ جناب ختمی مآب ﷺ نے صاف کر کے ارشاد کیا کہ تم سب میرے اصحاب ہو لیکن میرے بھائی وہ لوگ ہیں جو تمہارے بعد پیدا ہوں گے اور اُن کے یہ اوصاف ہیں کہ وہ دیندار اگرچہ دنیا میں مجھے نہ دیکھیں گے مگر بصدق دل ایمان لائیں گے اور میری محبت ونصرت وتصدیق کریں گے اور تیسری بار پھر وہی کلمہ فرمایا اے کاش کہ میں اپنے بھائیوں سے ملاقات کرتا۔

فضائل اہل بیت علیہم السلام نظم میں:۔

مَحَبَّۃُ اَوْلَادِ الرَّسُوْلِ وَسِيْلَۃٌ
اِلٰى نَيْلِ رِضْوَانٍ وَّ مُلْكٍ مُّؤَبَّدٍ

مومنین ہم گنہگاروں رضائے ربانی وملک جاودانی یعنی بہشت عنبر سرشت تک پہنچنے کا وسیلہ کیا ہے سوائے اس کے کہ خاندان رسالت ودودمان ولایتؑ کی محبت ومودّت میں کامل ومستحکم رہیں۔

فَطُوْبٰى لِمَنْ اَبْدٰى مُوَدَّۃَ عِتْرَۃٍ
بِصِدْقٍ وَ اِخْلَاصٍ وَ عَزْمٍ مُّؤَكَّدٍ

پس خوشا حال اُس بندۂ نیک انجام کا کہ اولاد رسول ﷺ وعترت علیؑ وبتولؑ کی دوستی میں بخلوص نیت وصدق دل اپنی زندگی بسر کرے۔

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الْمَعِيْشَۃِ سُؤْلِيْ
وَ اعْفُ عَنِّيْ بِحَقِّ اٰلِ رَسُوْلٍ

وَ اسْقِنِیْ شَرْبَۃً بِکَفِّ عَلِیٍّ
سَیِّدِ الْاَوْصِیَآءِ زَوْجِ بَتُوْلٍ

خداوندا تجھے خاتم النبیین ﷺ اور اُن کی اولاد طاہرین علیہم السلام کا واسطہ دیتا ہوں کہ دنیا میں میری حاجتوں کو برلا اور آخرت میں جب خلائق کا حساب و کتاب پیش ہو میرے کثرتِ گناہ سے درگذر کر کے صحیفہ سیئات پر قلم عفو جاری کر آفتاب حشر کی شدت حرارت میں غلبہ تشنگی سے جب لوگوں کے جگر کباب ہوں مجھے وصی رسول ؐ زوج بتول ؑ مظہر العجائب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ہاتھوں سے جام کوثر دے کے سیراب کر۔

جناب صاحب الامر علیہ السلام کا علی اکبر نامی زائر کی مدد کرنا:۔

کتاب مظہر العجائب میں ایک مرد مومن علی اکبر نام سے منقول ہے وہ کہتا ہے ایک سال میں عجم سے بقصد زیارت حرمین شریفین ایک قافلہ کے ساتھ روانہ ہوا جب جنگل میں پہنچا ایک شب نماز تہجد پڑھ کے اوراد میں مشغول تھا کہ پڑھتے پڑھتے نیند آگئی سو گیا بعد طلوع آفتاب جو آنکھ کھلی قافلہ کا اثر و نشان تک نہ پایا عالم اضطرار میں ادھر اُدھر دوڑنے لگا چونکہ میرا بدن بلغمی تھا تھوڑے ہی تگاپو میں عرق عرق پسینہ میں غرق ہو گیا آخر اپنی حیات سے نا اُمید ہو کر ریگ پر بیٹھ گیا اور حضرت آئمہ معصومینؑ کی جناب سے متوسل ہو کر فریاد کرنے لگا۔ ناگاہ ایک جانب سے گرد اُڑتی نظر آئی جب گرد بیٹھی معلوم ہوا کہ ایک سوار ہاتھ میں نیزہ لیے چلا آتا ہے پہلے تو ڈر گیا کہ کوئی دشمن مجھے مارنے آتا ہے لیکن جب قریب پہنچا پوچھنے لگا کہ اے شخص تو کون ہے اور کہاں سے آتا ہے کدھر جاتا ہے اور اس تنہائی میں کیونکر منزل مقصود تک پہنچے گا میں نے جو غور سے نظر کی دیکھا کہ ایک جوان رعنا ماہ تمثال ہے دیکھتے ہی دل سے وہ خوف اور گمان جاتا رہا بلکہ قلب کو آرام و اطمینان ہو گیا اُس سے اپنی کل حقیقت بیان کی کہنے لگا اگر کوئی شخص تجھے تیرے مال و غلاموں تک پہنچا دے تو اُس کے ساتھ کیا سلوک کرے گا میں نے کہا جو کچھ میرے پاس نقد و جنس ہے سب اُس کی تواضع کروں گا وہ

بولا یہ مناسب نہیں پھر تو راہ میں کیا خرچ کرے گا چاہیے کہ ایک مقدار کا تعین کر جس میں تجھے بھی تکلیف و جبر نہ ہو میں نے جواب دیا سو اشرفیاں خوشی سے نذر کروں گا۔ کہا کب دے گا میں نے کہا جب اپنے مال و غلاموں تک پہنچوں گا۔ یہ سُن کے وہ راضی ہوا اور اپنے گھوڑے پر مجھے اپنا ردیف کر لیا۔ علی اکبر کہتا ہے اس سوار سے ایسی خوشبو آتی تھی کہ میں نے کبھی کسی پھول یا مشک و عنبر میں بھی یہ بو نہیں پائی تھی اور ہر چند کہ قافلہ اوّل صبح کو روانہ ہوا تھا اور میں پورے نو گھنٹے کے بعد چلا لیکن چشم زدن میں اُس سے جا ملا پس ایک تیر کے فاصلے پر وہ سوار ٹھہر گیا اور مجھ سے فرمایا کہ جا اپنے لوگوں سے مل لے وہ تشویش اور تردد میں ہیں۔ میں نے دریافت کیا آپ ہمراہ نہ چلو گے؟ اُس نے کہا میں وہاں نہ جاؤں گا۔ میں نے عرض کی اے ہادی زر موعود تو لیتا جا۔ ارشاد کیا تم خود پہنچا جانا الغرض میں جو قافلہ میں آیا دیکھا کہ وہ لوگ ایک کنوئیں پر قیام کرنے کی فکر میں ہیں اور میرے عیال و غلام میرے لئے رو پیٹ رہے ہیں مجھے دیکھتے ہی وہ سب دوڑے اور کہنے لگے کہ آج کی منزل بارہ فرسخ کی تھی باوجود تیز روی کے ہم لوگ تین پہر میں پہنچے ہیں تو اس فربہی پر پیادہ پا کیونکر برابر پہنچا میں نے کل حقیقت بیان کی قافلہ کے اکثر لوگ اُس سوار کی زیارت اور ادائے شکر کیلئے چلے میں بھی سو اشرفیاں لے کر گیا وہاں پہنچ کر اُس کو نہ پایا میں اُن کی جدائی سے بے اختیار رونے لگا اور تمام شب رنج و قلق میں مبتلا رہا صبح کے قریب جو آنکھ لگ گئی۔ اُس بزرگوار کو خواب میں دیکھا کہ فرمارہے ہیں اے شخص تو کیوں اتنا پریشان و مغموم ہوتا ہے آخر تم لوگ ہمارے شیعہ نہیں ہو اور اپنا صاحب و امام موجود نہیں رکھتے ہو جو ہر مشکل و سختی میں تمہاری مدد و کمک کو موجود ہے اور تمہارے امام کو ضروری ہے کہ وقت حاجت اور درماندگی اپنے شیعوں کی خبر لے اور اپنے محبوں کو شدائد و مہالک سے نجات دے۔ اُس وقت میں نے عرض کی یا مولا وہ زر موعود کس کو دوں فرمایا اُس کا مستحق کل کی منزل میں تیرے پاس جا کے تعداد مقدار معین کی بتلا دے گا اُسی کو دے دینا الحاصل دوسری منزل میں عصر کے وقت میں اپنے خیمہ کے باہر بیٹھا تھا کہ ایک پیر مرد میرا نام پوچھتا آیا اور مجھ کو سلام کر کے بیٹھ گیا اور کہا کہ امام

علیہ السلام نے سو اشرفیاں نذر کی مجھے دلوائی ہیں میں نے کہا اشرفیاں تو حاضر ہیں مگر یہ تو بتلا کہ تو کیونکر اس کرامت کو پہنچا وہ کہنے لگا کہ دو بیٹیاں ناکت خدار کھتا ہوں۔ اُس کے کار خیر کے بارے میں مضطر تھا شب گذشتہ خواب میں امام صاحب الزماں علیہ السلام نے فرمایا کہ کل ایک قافلہ عجم کا یہاں اُترے گا اُس قافلہ میں ایک محب میر اعلی اکبر کا نام ہے اُس سے سو اشرفیاں نذر کی لے لینا۔ میں نے اُس کو بھی حکم دیا ہے اس سبب سے تیرے پاس آیا ہوں الغرض علی اکبر نے اُٹھ کے اُس مرد پیر کو گلے سے لگالیا اور سجدۂ شکر کیا اور سو اشرفیاں حوالے کر دیں۔

توجیہ درد یدار صاحبؑ:۔

مومنین! اس روایت کے ظاہر مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس مومن نے جناب صاحب علیہ السلام کے جمال پاک کی بلا حجاب اور بغیر نقاب زیارت کی یہ امر اُس روایت مشہور کے خلاف ہوتا ہے کہ کوئی شخص اُس جناب کو غیبت کبریٰ میں بالمشافہ نہیں دیکھ سکتا یہاں دونوں قولوں کی تطبیق میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ روایت ممانعت دیدار کی زمانہ غیبت کبریٰ میں ہے اور وہ مومن جو صورت مبارک کی زیارت سے مشرف ہوا شاید غیبت صغریٰ کا زمانہ ہو دوسرے یہ کہ غیبت کبریٰ میں اُس جناب کو نہ دیکھیں گے اُس کے یہ معنی ہیں کہ کوئی شخص آپ کو پہچان کے زیارت نہیں کر سکتا اس طرح کہ دیکھے اور سمجھ جائے کہ آپ ہی امام زماں علیہ السلام ہیں بلکہ یوں دیکھنا کہ نہ سمجھے کہ آپ کون ہیں اس روایت کے منافی نہیں ہے اگرچہ بعد چند ساعت یا بعد چند روز ثابت بھی ہو کہ میں نے جن کی زیارت کی تھی وہی امام علیہ السلام زمانہ تھے بہر کیف حضرت اس زمانہ میں موجود و غائب ہیں لیکن ہر حال میں اپنے دوستوں کی امداد کیلئے حاضر ہیں جو مومن جو کچھ کرتا ہے آپ کو معلوم ہو جاتا ہے بعض روایت میں ہے کہ صبح و شام چند فرشتے خدمت صاحب العصر و الزماںؑ میں حاضر ہوتے ہیں اور جو کچھ دن بھر مومنین و موالیان نیک و بد اعمال کرتے ہیں اُسے شام کے وقت اور جو کچھ حسنات و سیئات تمام شب عمل میں لاتے ہیں اُنہیں صبح کے وقت حضرت سے من و عن بیان کرتے

ہیں اور وہ جناب اعمال بد کو سن کے محزون ہوتے ہیں اور افعال حسنہ کو سن کے مسرور ہوتے ہیں پس یقین کامل ہے کہ آپ لوگ جو اس وقت اس مجلس میں بیٹھے اُن کے جد بزرگوار کو روتے ہیں کس قدر امام زماں علیہ السلام شاد و خرم ہوتے ہوں گے لازم ہے کہ اُس مومن کی طرح جہاں تک ممکن ہو آپ کی خوشنودی و رضا مندی میں کوشش کیجئے اور رو لیجئے اُس مظلوم کی مصیبت پر جس پر خود صاحب الامر علیہ السلام روئے ہیں اور اُن کی مصیبتوں کو زیارت ناحیہ میں بیان کیا ہے۔

فقرات زیارت:۔

بعض فقرات یہ ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلٰی غَرِیْبِ الْغُرَبَاءِ

"میرا سلام ہو اُس غریب پر جو غریب الغربا ہے۔" یعنی جو مظلوم وطن سے دُور مہینوں کی راہ پر عالم غربت میں شہید ہوا

اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنْ مَسْکَنُہٗ کَرْبَلَاءَ

میرا سلام ہو اُس برگزیدۂ باری پر جو اپنے نانا کے مزار اور ماں کی تربت سے علیحدہ ہے اور زمین کربلا جس کا محل اقامت ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَی الْمَقْطُوْعِ الْوَتِیْنِ

سلام ہو اُس شہید راہ خدا پر کہ جس کی رگ ہائے گردن قطع کی گئیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَی الْمُحَامِیْ بِلَا مُعِیْنٍ

"سلام ہو اُس مظلوم بے کس پر جسے ہر طرح سے مجبور و ناچار بے ناصر و مددگار کر کے قتل کیا۔"

اَلسَّلَامُ عَلَی الْبَدَنِ السَّلِیْبِ

سلام ہو اُس شہید راہ خدا پر جس کے تن اطہر سے بعد شہادت لباس تک اُتار لیا اور بلا غسل وکفن ریگ گرم پر چھوڑ دیا۔"

اَلسَّلَامُ عَلَى الْخَدِّ التَّرِيْبِ

"سلام اُس مظلوم پر جس کے رخسارہ ہائے اطہر زمین ماریہ پر خاک آلودہ ہوئے۔"

اَلسَّلَامُ عَلٰى مَنْ سُبِيَ اَهْلُهُ كَالْعَبِيْدِ اَلسَّلَامُ عَلٰى مَنْ صُفِدَ اَهْلُهُ فِي الْحَدِيْدِ

سلام ہو اُس مظلوم پر جس کے اہل حرم کو بے دینوں نے زنجیروں سے مقید کیا اور اُن بے کسوں کو مثل لونڈیوں کے قید کر کے شتران بے کجاوہ وعماری پر سر برہنہ سوار کر کے کوہ و صحرا میں لیے پھرے اور جس کے اہل بیت علیہم السلام کو زندان شام میں مدتوں تک قید رکھا۔"

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ٥

مجلس نمبر21

آیت درود اور چند روایتیں فضائل درود میں۔

دعبل کا جناب امام علی رضا علیہ السلام کے حضور میں مرثیہ پڑھنا۔

مصائب اہل بیت علیہم السلام۔

مجلس نمبر 21

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ احزاب میں فرماتا ہے بدرستیکہ ''حق سبحانہ وتعالیٰ اور اُس کے ملائکہ درود بھیجتے ہیں اوپر نبی ﷺ کے پس اے مومنین درود وسلام بھیجو تم نبی ﷺ پر جو حق ہے درود بھیجنے کا۔'' ہر چند مومنین ثواب اور فضائل درود کے لاتعد ولاتحصٰی ہیں لیکن پانچ روایتیں بنظر ثواب عرض کرتا ہوں۔

فضائل درود شریف:-

تفسیر منہج الصادقین میں منقول ہے کہ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ پیغمبر خاتم الانبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا جب شب معراج میں بالائے آسمان گیا ایک فرشتہ عجیب الخلقت دیکھا کہ اُس کے ہزار ہزار ہاتھ اور ہر ہاتھ میں ہزار ہزار اُنگلیاں ہیں اُن انگلیوں سے بیٹھا کچھ حساب کر رہا ہے۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ملک ہے کیا کر رہا ہے؟ اُنہوں نے کہا یہ وہ فرشتہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اسے باران پر موکل کیا ہے جس قدر باران کے قطرے زمین پر گرتے ہیں اُن کا شمار کرتا ہے یہ سن کے میں نے اُس فرشتے سے پوچھا کہ ابتدائے خلقت سے آج تک جتنے قطرے باران کے زمین پر گرے ہیں تجھے یاد ہیں بتا سکتا ہے؟ اُس نے جواب دیا قسم اُس خدا کی جس نے آپ کو خلق پر بحق مبعوث کیا ابتدائے آفرینش سے الی الآن ہر ہر قطرۂ باران صحرا یا دریا میں آبادی خواہ ویرانہ میں جہاں

جہاں زمین پر گرا ہے وہ سب مجھے یاد ہے اُن سب کو بتا سکتا ہوں اس کلام سے اُس کے حافظہ اور ذکاوت پر مجھے حیرت ہوئی وہ فرشتہ کہنے لگا یہ سب حساب تو میں کر لیتا ہوں لیکن ایک حساب ایسا ہے کہ وہ باوجود اتنے ہاتھ اور اس قدر اُنگلیوں کے مجھ سے نہیں ہو سکتا میں نے کہا وہ کیا ہے وہ بولا جس جگہ آپ کی اُمت سے کچھ لوگ مجتمع ہوتے ہیں اور وہاں حضرت کے ذکر و فضائل پر وہ سب مل کر آپ اور آپ کی اولاد امجاد پر درود بھیجتے ہیں تو اُس کے ثواب کا حصر و شمار مجھ سے نہیں ہو سکتا۔

فضائل درود و حکایت کاتب:۔

صاحب معارج النبوۃ فضائل درود میں یہ حکایت لکھتے ہیں کہ ایک شخص کوفہ میں لوگوں کی کتابیں لکھا کرتا تھا جب اُس نے رحلت کی کسی نے اُس کے دوستوں میں سے اُسے خواب میں دیکھا پوچھا اے شخص یہ تو بتلا کہ تیرا انجام کار کیا ہوا اور تیرے ساتھ خدا نے کیا سلوک کیا؟ اُس نے جواب دیا حق تعالیٰ نے مجھ کو فقط اتنی بات پر بخش دیا کہ میرا دستور و معمول تھا کہ جب میں کتابت میں جناب رسول خدا ﷺ کا اسم مبارک لکھتا تھا اُس وقت اُس جناب پر درود و سلام بھیجتا تھا۔

فضائل درود و گذرنا صراط سے:۔

اُسی کتاب میں کتاب نوادر الاصول سے منقول ہے عبد الرحمان ثمرہ کہتا ہے کہ ایک روز جناب رسالت مآب ﷺ نے گروہ اصحاب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا میں نے شب کو ایک خواب دیکھا ہے کہ ایک شخص میری امت سے پل صراط پر عجب زحمت کے ساتھ جاتا ہے چلنے میں اُس کے پاؤں لغزش کرتے ہیں کبھی جھک جاتا ہے کبھی سنبھل جاتا ہے کسی طرح وہ راہ طے نہیں ہو سکتی ناگاہ ایک درود جو اُس نے دار دنیا میں مجھ پر اور میری آل پر بھیجا تھا مجسم ہو کر سامنے آیا اور اُس شخص کا ہاتھ پکڑ کے چشم زدن میں صراط کے پار کر دیا۔

بعد نماز دس مرتبہ درود پڑھنا:-

پھر اُسی کتاب میں چند کتابوں سے یہ حدیث لکھی ہے کہ ایک روز حبیب خدا جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت اوّل جس شخص کو بہشت کا حلّہ پہنا کر عرش کے پہلو میں کرسی نور پر بٹھائیں گے وہ جناب ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہوں گے بعد اُس کے میں دوسرا جامہ بہشت کا پہن کر اُسی طرح اور اُسی جگہ بائیں طرف بیٹھوں گا۔ اصحاب میں سے ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اُس مقام پر آپ لوگوں کے سوا اور بھی کوئی ہو گا؟ ارشاد کیا البتہ میری اُمت سے جو شخص بعد ہر نماز کے دس بار مجھ پر اور میری اولاد پر درود بھیجا کرے گا اُس کو بھی حلہ پہنا کر میرے سامنے بٹھائیں گے کہ وہ مجھ کو دیکھے گا اور میں اُسے دیکھوں گا اور اُس روز مثل ماہ شب چہاردہ کے اُس کا چہرہ منوّر اور روشن ہو گا۔

فضائل درود اُٹھ جانا عذاب کا قبرستان سے:-

اُسی کتاب میں کتاب زہرۃ الریاض سے یہ حکایت لکھی ہے کہ ایک روز ایک ضعیفہ نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے آکر کہا میری ایک جوان لڑکی مر گئی ہے اُس کے فراق میں بُرا حال ہے کسی طرح آرام نہیں آتا کوئی ایسی نماز یا دعا تعلیم کیجئے کہ جس عمل کے بجالانے سے لڑکی کو خواب میں دیکھوں تا کہ الجملہ دل بے تاب کو تسکین ہو۔ اُنہوں نے ایک عمل بتا دیا وہ ضعیفہ اُس عمل کے بجالانے کے بعد سو گئی خواب میں کیا دیکھتی ہے کہ اُس کی لڑکی بدن میں لباس آتشی گردن میں زنجیر پاؤں میں بیڑیاں پہنے سامنے کھڑی ہے یہ صورت خوفناک دیکھتے ہی ڈر کے چونک پڑی اور صبح کو حسن بصریؒ کے پاس جا کر اپنے خواب کی حقیقت بیان کی وہ بھی یہ کیفیت سن کر نہایت غمگین ہوئے۔ قضائے کار کچھ دنوں کے بعد خود حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عورت خوبصورت بدن میں پاکیزہ لباس پہنے سر پر تاج عمدہ رکھے بہشت کے باغ میں ٹہل رہی ہے جب اُس کے پاس پہنچے وہ ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگی آپ مجھ کو پہچانتے ہیں میں کون ہوں؟ اُنہوں نے جواب دیا میں تجھ

سے ہرگز واقف نہیں تو ہی بیان کر کون ہے۔ اُس نے کہا میں فلاں ضعیفہ کی بیٹی ہوں جسے آپ نے عمل تعلیم کیا تھا کہ مجھے خواب میں دیکھے اُس وقت حسن بصریؒ کو خیال آ گیا کہنے لگے تیری ماں کا خواب سن کر مجھے ملال گذرا تھا کہ اُس نے تجھے عذاب میں مبتلا دیکھا تھا اب یہ تو بیان کر کہ اُس عذاب سے نجات اور اس نعمت سے مستفیض کیونکر ہوئی۔ اُس نے جواب دیا میری ماں کا خواب دروغ نہ تھا میں جس گورستان میں دفن تھی وہاں پانچ سو پچاس آدمی مثل میرے عذاب میں مبتلا تھے اتفاقاً ایک مرد دیندار اُس گورستان میں آیا اور جناب رسول خدا ﷺ اور اُن کی آل پاک پر ایک مرتبہ درود بھیجا ناگاہ ہم لوگوں نے ایک ہاتف کی آواز سنی کہ وہ کہتا ہے:

اِرْفَعِ الْعَذَابَ عَنْهُمْ بِبَرَكَةِ صَلَوَاتِ هٰذَا الرَّجُلِ

"اے فرشتو اس درود کی برکت سے جو اس مرد نے ہمارے حبیب ﷺ پر بھیجا ہے اس گورستان کے کل مردوں سے عذاب اُٹھا لو۔" مومنین! جن اہلبیتِ رسول ﷺ پر درود بھیجنے کی جزا و برکت آپ لوگوں نے سنی اُن خاصان خدا کے ساتھ اس چرخ سفلہ پرور اور اُمتِ جفا کار نے کیا سلوک کیا کسی کو تیغ جفا سے کسی کو زہر دغا سے شہید کیا۔ اس ظلم پر بھی اکتفا نہ کی اُن برگزیدگانِ خدا کی قبریں بھی ایک جا نہ ہونے دیں۔

دعبل کا جناب امام رضاؑ کے حضور میں مرثیہ پڑھنا:-

منقول ہے جن دنوں خامس آل عبا جناب سید الشہداء علیہ السلام اور اُن کے اہلبیت اطہار علیہم السلام پر مصیبتیں واقع ہوئیں اُنہیں ایام میں یعنی ماہ محرم میں ایک دن امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام محزون و مغموم بیٹھے تھے ناگاہ دعبل خزاعی حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے فرمایا قریب آ جب وہ نزدیک گئے پھر ارشاد کیا اور قریب آ یہاں تک کہ اپنے پہلو میں بٹھایا اور فرمایا خوشا حال تیرا کہ تو ہم اہلبیت علیہم السلام کا مداح اور مرثیہ گو ہے اس وقت چاہتا ہوں کہ میرے جد بزرگوار امام حسین علیہ السلام کے مصائب میں تو کچھ مرثیہ پڑھے بہ تحقیق کہ یہ ایام

ہماری مصیبت ورنج اور ہمارے دشمنوں کے عیش وعشرت کے ہیں۔ اس کے بعد حکم دیا پس پشت پردہ گھیرا جائے اور سب مخدرّات وعورات جمع ہوں پھر دعبل کی طرف حضرت متوجہ ہوئے وہ رورو کر یہ مرثیہ پڑھنے لگے:

أَفَاطِمُ لَوْ خِلْتِ الْحُسَيْنَ مُجَدَّلًا
قَدْ مَاتَ عَطْشَانًا بِشَطِّ فُرَاتٍ

فَإِذًا لَطَمْتِ الْخَدَّ فَاطِمُ عِنْدَهُ
وَ أَجْرَيْتِ دَمْعَ الْعَيْنِ فِي الْوَجَنَاتِ

''اے فاطمہ زہرا علیہا السلام کیا حال ہوتا آپ کا اگر اپنے حسین علیہ السلام کو اس حال سے دیکھتیں کہ نہر فرات کے کنارے تین دن پیاسے رہے اور اس طرح شہید کیے گئے کہ مرتے دم تک ایک قطرہ پانی کا میسّر نہ ہوا یقین ہے یہ دیکھ کے تاب ضبط باقی نہ رہتی بے قرار ہو ہو کے روتیں اور منہ پر طمانچے مارتیں۔''

أَفَاطِمُ قُوْمِيْ يَا ابْنَةَ الْخَيْرِ فَانْدُبِيْ
نُجُوْمُ سَمٰوَاتٍ بِأَرْضِ فَلَاتٍ

''اے فاطمہ اے بہترین عالم کی بیٹی آپ جنت البقیع میں کیا سوتی ہیں اُٹھیے خدا سے فریاد کیجئے کیسے کیسے آپ کی آنکھوں کے تارے عرش کے ستارے کس کس ویران زمین پر کہاں کہاں پڑے ہیں۔''

قُبُوْرٌ بِبَطْنِ النَّهْرِ مِنْ جَنْبِ كَرْبَلَاءَ
مُعَرَّسُهُمْ فِيْهَا بِشَطِّ فُرَاتٍ

''دیکھیے وہ حسین علیہ السلام جسے آپ نے راتوں کو جاگ جاگ کر تکلیفیں اُٹھا اُٹھا کر پالا تھا اُسی حسین علیہ السلام کو مع عزیز وانصار ظالموں نے دشت غربت میں شہید کیا قبریں بھی

اُن آوارہ وطنوں کی بنائی گئیں تو کربلا کے جنگل میں کنارے نہر فرات کے کئی دنوں کے بعد بنائی گئیں۔"

قُبُورٌ بِکُوْ فَانٍ وَ اُخْرِیٰ بِطَیْبَۃٍ
وَ اُخْرِیٰ بِفَخٍّ نَالَھَا صَلَوَاتٍ
وَ قَبْرٌ بِبَغْدَادٍ لِنَفْسٍ زَکِیَّۃٍ
تَضَمَّنُھَا الرَّحْمٰنُ لِلْغُرُفَاتِ

"خود جناب امیر علیہ السلام تو نجف میں آرام کرتے ہیں اُن کی ذریت سے کئی خاصان خدا مدینہ میں سوتے ہیں امام زین العابدین علیہ السلام تو بقیع میں تشریف رکھتے ہیں اُن کی بعض اولاد سے مقام فخ میں دفن ہوئے اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام جن سے خدا نے بہشت کو زیب و زینت دی ہے اُن کو شہر بغداد میں قبر نصیب ہوئی ان اماکن مقدسہ کے آرام کرنے والوں پر میرا درود و سلام پہنچے۔" دعبل کہتے ہیں جب میں یہاں تک پڑھ چکا خاموش ہو رہا حضرت نے فرمایا آگے کیوں نہیں پڑھتا میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ

بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ

آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں آگے کیا پڑھوں؟ ارشاد کیا اس شعر کو بھی تو اپنے مرثیہ میں داخل کر دے:

قَبْرٌ بِطُوْسٍ یَا لَھَا مِنْ مُصِیْبَۃٍ
اَلَحَّتْ عَلَی الْاَحْشَاءِ بِالزَّفَرَاتِ

"یعنی اے فاطمہ علیہا السلام عراق و حجاز سے منزلوں دُور مقام طوس میں ایک اُس غریب کی جائے قبر ہے جس کی غربت و مصیبت پر سننے والوں کے دل و جگر جلتے ہیں اور آنکھوں سے آنسو نکلتے ہیں۔" دعبل کہتے ہیں یہ شعر سن کے میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں واقف نہیں کہ طوس میں کون سی قبر ہے اور وہ صاحب مزار کون مظلوم و غریب ہیں؟ فرمایا وہ میں

ہی بے کس و آوارہ وطن ہوں کہ مسکن کیا مدفن بھی آبائے طاہرین کے نزدیک میسّر نہ ہوگا مجھی کو اعدا روضۂ رسول ﷺ سے چھڑا کر اتنی دُور بلائیں گے اور مکر و دغا سے زہر دے کر تنہائی و مسافرت میں اس طرح شہید کریں گے کہ دوستوں سے عزیزوں سے کوئی لاش پر رونے والا بھی نہ ہوگا یہ فرما کر اس شدت سے روئے کہ تمام ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی اور سارے اصحاب میں رونے کا غل اُٹھا پسِ پردہ بھی بیبیوں کے ماتم کی آواز آنے لگی۔

مصائب اہل بیتؑ :-

مومنین! یہ بیبیاں تو فقط حال سن کے اس قدر بے قرار ہوئیں کہ پس پردہ سے نوحہ وزاری کی آواز باہر آئی حالانکہ خود ان پر کوئی جور و ستم نہ ہوا تھا اور امام رضا علیہ السلام پر بھی ہنوز کوئی مصیبت واقع نہ ہوئی تھی۔ قربان صبر پر اُن مخدرات عظمٰی کے جنہوں نے پردیس میں ظلم پر ظلم اُٹھائے مصیبتوں پر مصیبتیں جھیلیں۔

گھر لُٹا خیمہ جلا وارث مرے قیدی ہوئے
ایک دن میں عترت حیدرؑ پر کیا کیا ہوگیا

خیال کیجئے جناب زینب علیہا السلام و ام کلثوم علیہا السلام کا کیا حال ہوا ہوگا جب اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے سامنے ذبح ہوتے دیکھا ہوگا اور ام لیلٰی علیہا السلام پر کیا گذری ہوگی جب خیمہ میں اٹھارہ برس کے جوان بیٹے کا لاشہ آیا ہوگا۔ ام فروا علیہا السلام نے کیا صورت بنائی ہوگی جب دیکھا ہوگا تیرہ برس کا فرزند ایک رات کا بیاہا اپنے خون میں نہائے خاک پر آرام کرتا ہے۔ جناب ربابؑ کی کیا کیفیت ہوئی ہوگی جب دیکھا ہوگا چھ مہینے کا شیر خوار بچہ گلے پر تیر ستم کھائے آغوش اجل میں سو رہا ہے۔ آہ آہ اہلبیت علیہم السلام کی کن کن مصیبتوں کو لکھوں مسافرت کا عالم' تنہائی کا غم' دشمنوں کا جور و ستم' عزیزوں کا ماتم تین پہر میں سروں سے وارثوں کا سایہ اُٹھ گیا بچوں سے گودیاں خالی ہوگئیں۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ہ

حکایت قاضی کی:-

صاحب جواہر الاخبار ابو حمزہ ثمالی سے روایت کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا زمانہ بنی اسرائیل میں ایک قاضی تھا کہ اُن لوگوں کے درمیان میں حق و انصاف سے حکم کیا کرتا تھا جب اُس کی موت کا زمانہ قریب آیا اپنی زوجہ سے یہ وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو مجھ کو غسل و کفن دینے کے بعد میرے مُنہ کو خوب چھپا کے تابوت میں رکھنا پھر میرے چہرے کو نہ کھولنا ایسا نہ ہو کہ تو مجھے بُری حالت میں دیکھے الغرض جب اُس قاضی نے قضا کی تو اُس کی زوجہ نے غسل و کفن دے کر مُنہ کو خوب ڈھانپ کے تابوت میں رکھا پس بقول مشہور

اَلْاِنْسَانُ حَرِیْصٌ فِیْ مَامُنِعَ

''یعنی انسان کو جس شے کے ترک کرنے کا حکم ہوتا ہے اُسی چیز کی خواہش اُس کو زیادہ ہوتی ہے۔'' اُس عورت نے اپنے شوہر کے مُنہ پر سے چادر اُٹھا کے جو اُس کی صورت پر نظر کی تو کیا دیکھتی ہے کہ ایک کیڑا اُس میت کے دماغ کو کاٹ رہا ہے ڈر کے جلدی سے چادر ڈال دی وقت شب شوہر کو خواب میں دیکھا کہ وہ کہتا ہے اے عورت میری کیفیت جو تو نے دیکھی تیرے ہی بھائی کے سبب سے یہ بلا مجھ پر نازل ہوئی ہے یعنی ایک روز تیرا بھائی اور ایک دوسرا شخص یہ دونوں میرے پاس ایک امر میں مستغیث آئے۔ اُس وقت میں نے براہ بشریت دل میں دعا کی خداوندا ایسا کر کہ میری زوجہ کے بھائی کی طرف حق ہو۔

تمہید:-

الحاصل جب اُن دونوں نے اپنا اپنا قصہ پیش کیا تو حق تیرے بھائی کا ٹھہرا پس اے نیک بخت ہر چند حق اُسی کے ساتھ تھا اور حکم بھی میرا ناحق نہ تھا مگر چونکہ قبل انفصال کے میرے دل میں یہ بات آئی تھی کہ حق ایک شخص خاص کے ساتھ ہو فقط اُس قدر خیال گذرنے کی پاداش میں یہ کیڑا مجھ پر مسلط کیا گیا۔ مومنین! ہر فرد بشر کو ضرور ہے کہ حق العباد

کا بڑا خیال رکھے کہ دوسرے کے مظلمہ کا اس کی گردن پر بار نہ ہو کیونکہ بندوں کا حق ومظلمہ جب تک وہ ہی صاحب حق ومظلوم نہ بخشے گا حق تعالیٰ معاف نہ کرے گا چنانچہ

فِي الْاَنْوَارِ اَنَّ عِيْسٰى دَعَا عَلٰى قَبْرٍ فَاَحْيَا اللّٰهُ مَنْ فِيْهِ فَسَئَلَهُ عَنْ حَالِهٖ

حکایت حمال کی:-

انوار نعمانیہ میں منقول ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے ایک قبر پر جا کے دعا کی حق تعالیٰ نے اُس قبر کے مردہ کو زندہ کیا۔ روح اللہ نے پوچھا اے شخص تو کون ہے اور مآل کار تیرا کیا ہوا۔

حکایت مرد صالح کی:-

اس نے عرض کیا یا حضرت میں مزدور تھا لوگوں کا اسباب پہنچایا کرتا تھا ایک روز ایک شخص کی لکڑیاں لیے جاتا تھا اثناء راہ میں اُس میں سے ایک تنکا توڑ کر خلال کیا جس روز سے مرا ہوں اُس روز سے برابر یہی پوچھا جاتا ہے کہ بے اجازت تو نے غیر کے مال کو کیوں تصرف کیا اور اُسی کتاب میں منقول ہے کہ ایک فقیر نہایت صالح و پرہیز گار تھا جب اُس نے قضا کی تو اُس کے جنازے کے ساتھ اس قدر لوگ تھے کہ راہ میں اتنی جگہ نہ تھی کہ اُس کا جنازہ بہ آسانی جلد جا سکے صبح سے شام ہو گئی اُس وقت فراغت ہوئی شب کو کسی نے اُس کو خواب میں دیکھا پوچھا اے شخص تجھ پر کیا گذری اُس نے کہا حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے بخش دیا البتہ مجھ سے ایک امر کا حساب لیا گیا وہ یہ ہے کہ ایک روز میں روزہ سے تھا اور ایک دوست کے مکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ افطار کا وقت آ گیا میں نے ایک دانہ گیہوں کا اُس کی دوکان سے اُٹھا کر دانتوں میں دو ٹکڑے کیا فوراً مجھے خیال آیا کہ یہ مال غیر کا ہے اُسی وقت دونوں ٹکڑے نکال کر رکھ دیے پس جس قدر اُس ایک دانہ گندم کے توڑنے سے میرے منہ

میں رہ گیا اور اُس کا نقصان ہوا اُس قدر نیکیاں حق تعالیٰ نے میرے اعمال حسنہ سے لے کر اُس کو دے دیں۔

تمہید:۔

کیوں حضرات! مقام تصور ہے کہ اُس حمال نے فقط مال غیر سے بلا اذن بمقدار ایک خلال کے تنکا لیا تھا اور اس مرد صالح نے فقط ایک دانہ گندم دانتوں سے توڑ کر پھر رکھ دیا تھا اتنے امر خفیف پر دونوں سے باز پرس ہوئی کیا جواب دیں گے وہ اشقیا جنہوں نے اپنے نبی ﷺ کی اولاد پر ظلم پر ظلم کیے تمام خاندان رسالت ﷺ کو تباہ و برباد کر ڈالا۔ اللہ اکبر کیا کیا مصیبتیں جناب سید الشہداء علیہ السلام پر واقع ہوئیں انبیاء علیہم السلام و اوصیاء سے کوئی ایسی آفتوں میں جتلا نہ ہوا۔

مقابلہ مصائب امام حسینؑ:۔

انوار الشہادۃ میں کتاب محرق الفواد وغیرہ سے منقول ہے کہ عزیز و انصار کی شہادت کے بعد جب خود امامؑ غریب عازم جہاد ہوئے۔ رخصتِ آخر کے واسطے در خیمہ پر تشریف لائے ہر طرف سے بیبیوں نے بچوں نے ہجوم کر لیا وا اماماہ وا مظلوماہ کہہ کے فریاد کرنے لگے خصوصاً جناب زینب علیہا السلام کا فرط قلق سے عجب حال ہوا۔

بے تاب تھا یہ دل کہ تسلی نہ ہوتی تھی
خواہر لپٹ لپٹ کے برادر سے روتی تھی

مصائب انبیاء و دیگر:۔

اُسی عالم اضطراب میں حضرت سے پوچھنے لگیں کیوں بھائی انبیاء گذشتہ پر جو بلائیں نازل ہوئی ہیں آپ کی مصیبت اُن بلاؤں کے برابر ہے یا اُس سے زیادہ ہے؟ مومنین! ایسے عالم میں جناب زینب علیہا السلام کے اس پوچھنے سے کیا مراد تھی یہ مطلب ہو تو عجب

ہی بے کس و آوارہ وطن ہوں کہ مسکن کیا مدفن بھی آبائے طاہرین کے نزدیک میسّر نہ ہوگا مجھی کو اعدا روضۂ رسول ﷺ سے چھڑا کر اتنی دُور بلائیں گے اور مکر و دغا سے زہر دے کر تنہائی و مسافرت میں اس طرح شہید کریں گے کہ دوستوں سے عزیزوں سے کوئی لاش پر رونے والا بھی نہ ہوگا یہ فرما کر اس شدت سے روئے کہ تمام ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی اور سارے اصحاب میں رونے کا غل اُٹھا پسِ پردہ بھی بیبیوں کے ماتم کی آواز آنے لگی۔

مصائب اہل بیتؑ:۔

مومنین! یہ بیبیاں تو فقط حال سن کے اس قدر بے قرار ہوئیں کہ پس پردہ سے نوحہ وزاری کی آواز باہر آئی حالانکہ خود ان پر کوئی جور و ستم نہ ہوا تھا اور امام رضا علیہ السلام پر بھی ہنوز کوئی مصیبت واقع نہ ہوئی تھی۔ قربان صبر پر اُن مخدرات عظمٰی کے جنہوں نے پردیس میں ظلم پر ظلم اُٹھائے مصیبتوں پر مصیبتیں جھیلیں۔

گھر لُٹا خیمہ جلا وارث مرے قیدی ہوئے

ایک دن میں عترت حیدرؑ پر کیا کیا ہو گیا

خیال کیجئے جناب زینب علیہا السلام و ام کلثوم علیہا السلام کا کیا حال ہوا ہوگا جب اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے سامنے ذبح ہوتے دیکھا ہوگا اور ام لیلٰی علیہا السلام پر کیا گذری ہوگی جب خیمہ میں اٹھارہ برس کے جوان بیٹے کا لاشہ آیا ہوگا۔ ام فروا علیہا السلام نے کیا صورت بنائی ہوگی جب دیکھا ہوگا تیرہ برس کا فرزند ایک رات کا بیاہا اپنے خون میں نہائے خاک پر آرام کرتا ہے۔ جناب ربابؑ کی کیا کیفیت ہوئی ہوگی جب دیکھا ہوگا چھ مہینے کا شیر خوار بچہ گلے پر تیر ستم کھائے آغوش اجل میں سو رہا ہے۔ آہ آہ اہلبیت علیہم السلام کی کن کن مصیبتوں کو لکھوں مسافرت کا عالم' تنہائی کا غم' دشمنوں کا جور و ستم' عزیزوں کا ماتم تین پہر میں سروں سے وارثوں کا سایہ اُٹھ گیا بچوں سے گودیاں خالی ہوگئیں۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر22

- آیت تقویٰ
- ایک قاضی وحمال اور ایک مرد صالح کی حکایت۔
- مصائب امام حسین علیہ السلام بمقابلہ مصائب دیگر انبیائے کرام۔

مجلس نمبر 22

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ

حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ آل عمران میں ارشاد فرماتا ہے ''اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو جس طرح ڈرنے کا حق ہے۔'' ابن مسعود وغیرہ سے منقول ہے کہ مراد حقّ تُقٰتِہٖ سے یہ ہے کہ خدا کی فرماں برداری میں رہو اور کسی طور سے اُس کی معصیت نہ کرو اور اُس کی شکر گذاری کرتے رہو کسی وقت میں کفرانِ نعمت نہ کرو اور ہمیشہ اُس کی یاد میں مشغول رہو کسی وقت میں اُس سے غافل نہ ہو منقول ہے کہ اصحاب نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کون شخص اس کی طاقت رکھتا ہے کہ جو تقویٰ کا حق ہے اُس قدر بجالائے۔ پس سورۂ تغابن میں حق تعالیٰ نے فرمایا:

فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ

''پس تم لوگ خدا سے ڈرو اور پرہیز گاری اختیار کرو جہاں تک تم سے ممکن ہو۔ حضرات بقدر اپنی طاقت وامکان کے بھی تقویٰ بہت دُشوار ہے یہ ایسی نازک شے ہے کہ انسان ذرا سے امر میں درجۂ اتقا سے باہر ہو جاتا ہے:

قَالَ الْبَاقِرُ کَانَ فِیْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ قَاضٍ وَ کَانَ یَقْضِیْ بِالْحَقِّ بَیْنَھُمْ۔

حکایت قاضی کی:-

صاحب جواہر الاخبار ابوحمزہ ثمالی سے روایت کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا زمانہ بنی اسرائیل میں ایک قاضی تھا کہ اُن لوگوں کے درمیان میں حق و انصاف سے حکم کیا کرتا تھا جب اُس کی موت کا زمانہ قریب آیا اپنی زوجہ سے یہ وصیّت کی کہ جب میں مر جاؤں تو مجھ کو غسل و کفن دینے کے بعد میرے مُنہ کو خوب چھپا کے تابوت میں رکھنا پھر میرے چہرے کو نہ کھولنا ایسا نہ ہو کہ تو مجھے بُری حالت میں دیکھے الغرض جب اُس قاضی نے قضا کی تو اُس کی زوجہ نے غسل و کفن دے کر مُنہ کو خوب ڈھانپ کے تابوت میں رکھا پس بقول مشہور

اَلْاِنْسَانُ حَرِیْصٌ فِیْ مَامُنِعَ

''یعنی انسان کو جس شے کے ترک کرنے کا حکم ہوتا ہے اُسی چیز کی خواہش اُس کو زیادہ ہوتی ہے۔'' اُس عورت نے اپنے شوہر کے مُنہ پر سے چادر اُٹھا کے جو اُس کی صورت پر نظر کی تو کیا دیکھتی ہے کہ ایک کیڑا اُس میت کے دماغ کو کاٹ رہا ہے ڈر کے جلدی سے چادر ڈال دی وقت شب شوہر کو خواب میں دیکھا کہ وہ کہتا ہے اے عورت میری کیفیت جو تو نے دیکھی تیرے ہی بھائی کے سبب سے یہ بلا مجھ پر نازل ہوئی ہے یعنی ایک روز تیرا بھائی اور ایک دوسرا شخص یہ دونوں میرے پاس ایک امر میں مستغیث آئے۔ اُس وقت میں نے براہ بشریت دل میں دعا کی خداوندا ایسا کر کہ میری زوجہ کے بھائی کی طرف حق ہو۔

تمہید:-

الحاصل جب اُن دونوں نے اپنا اپنا قصہ پیش کیا تو حق تیرے بھائی کا ٹھہرا پس اے نیک بخت ہر چند حق اُسی کے ساتھ تھا اور حکم بھی میرا ناحق نہ تھا مگر چونکہ قبل انفصال کے میرے دل میں یہ بات آئی تھی کہ حق ایک شخص خاص کے ساتھ ہو فقط اُس قدر خیال گذرنے کی پاداش میں یہ کیڑا مجھ پر مسلط کیا گیا۔ مومنین! ہر فرد بشر کو ضرور ہے کہ حق العباد

نہیں کہ اگلے پیغمبروں پر جو بلا نازل ہوئی بعضوں کے ساتھ ایسا بھی ہوا کہ بعد نزول بلا کے اُس مصیبت سے اُنہیں نجات ہوئی بعضوں کیلئے قبل نزول کے بداواقع ہوااور وہ بلا نازل نہ ہونے پائی اگر آپ کی مصیبت اُنہیں مصیبتوں کے مقابلہ میں ہوتو احتمال ہے کہ حق تعالیٰ بنظر بدیا دوسری مصلحت کے محفوظ رکھے اور اگر اُن بلاؤں سے آپ کی بلا زیادہ ہے تو کسی طرح نجات کی اُمید نہیں۔ غرض مظلوم کربلا علیہ السلام نے فرمایا اس امر کے دریافت حقیقت سے باز آؤ۔ جناب زینب علیہا السلام نے اصرار کیا اُس وقت آپ نے ارشاد فرمایا اگر پوچھتی ہوتو میرے اسی بیان سے سمجھ لو کہ جناب آدم علیہ السلام بوجہ ترک اولیٰ کے بہشت سے باہر آئے اور فراق جناب حوا میں مدتوں روتے رہے حالانکہ جنت سے آکے حضرت آدم علیہ السلام دشمنوں میں گرفتار نہ ہوئے اور جناب حوا علیہا السلام کو بھی کوئی صدمہ وقلق نہ پہنچا اور میرا حال تو ظاہر ہے کہ کسی کا گناہ تو نہ کیا تھا بے قصور ظالموں نے گھر سے چھڑایا وطن سے آوارہ ہو کے لاکھوں دشمنوں کے نرغہ میں گھرا ہوا ہوں۔ میرے بعد عیال کو مقید کر کے صدموں پر صدمے اور ایذاؤں پر ایذائیں دیں گے۔ نوح پیغمبر علیہ السلام کو اُن کی اُمت نے فقط سنگ باراں کیا اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام آئے اور اپنے پر و بال کو اُن کے بدن سے مس کیا مس کرتے ہی سارے بدن کے زخم اچھے ہو گئے اور میرے ساتھ میرے نانا کی اُمت نے کیا کیا تیر باران بھی کیا سنگ باران بھی کیا نیزے بھی مارے تلواریں بھی لگائیں۔ اُن کو زخموں کے بعد صحت ہوئی مجھ پر ان زخموں کے بعد کیا کیا بدعتیں ہوں گی خنجر سے سر جدا ہو کے نیزے پر چڑھایا جائے گا لاش بے سر گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کی جائے گی۔ ابراہیم خلیل علیہ السلام کو جب نمرود نے آگ میں ڈالا آتش اُن کے لئے گلستان ہو گئی کسی طرح کی اذیت نہ پہنچی میرے لئے ایسی آتش ظلم شعلہ ور ہے کہ کسی طرح اُس سے محفوظ رہنا ممکن نہیں۔ گلستان کے عوض بدن پر زخموں کا باغ کھلا ہوا ہے۔ یونس علیہ السلام پیغمبر جب بطن ماہی سے زمین پر آئے درخت کدو کو حکم حق تعالیٰ ہوا کہ بدن یونس علیہ السلام پر سایہ کرلے تا کہ حدّت آفتاب سے اذیت نہ پہنچے اور میں جب زخمی ہو کر پشت فرس سے خاک پر گروں گا تو درخت کدو کے عوض میں تیغ

شمر کا پھل گلے پر ہوگا بجز سایۂ آفتاب دوسرا کوئی سایہ نہ ہوگا کئی دن تک لاش بھی دھوپ میں جلتی زمین پر پڑی رہے گی کوئی غسل و کفن کی طرف بھی متوجہ نہ ہوگا۔ جناب یعقوب علیہ السلام کی بصارت زائل ہونے کے بعد پھر آنکھیں اُن کی روشن ہوئیں اور میری آنکھیں اپنے اٹھارہ برس کے جوان فرزند کے ماتم میں اس طرح زائل ہوگئیں کہ دنیا تیرہ و تار ہوگئی اور پھران آنکھوں میں مرتے دم تک کسی طرح بصارت نہیں آسکتی اُنہوں نے یوسف علیہ السلام کو تختِ شاہی پر جلوہ گر دیکھا میں نے اپنے یوسف ثانی علیہ السلام کو لہو میں نہائے خاک پر ایڑیاں رگڑتے دیکھا۔ اسمٰعیل علیہ السلام کیلئے گوسفند بہشت کا فدیہ ہوا اور خود چھری کے نیچے سے بچ گئے اُس پر بھی ذبیح اللہ کا خطاب ہوا میں وہ ذبیحِ راہِ خدا ہوں کہ جس کا کوئی فدیہ نہ ہوگا نانا کی اُمت پر فدا ہوں گا گوسفند بہشت کی جگہ میں آپ ہی گوسفند قربانی کی طرح ذبح ہو جاؤں گا اور میرا خطاب سید الشہداء علیہ السلام ہوگا۔ خاتم الانبیاءؐ میرے نانا کا فقط ایک دانت جنگ اُحد میں شہید ہوا اور میرے تو کیسے کیسے گود کے پالے جو کہ اپنے جسم و جان سے زیادہ پیارے تھے اُس جنگ میں شہید ہوگئے اور میری شہادت کے بعد اپنے دربار میں یزید ملعون چھڑی سے میرے لبوں کو' دانتوں کو ایذا پہنچائے گا۔ میرے پدر بزرگوار امیر المومنین علیہ السلام کو مسجد میں قاتل نے فقط تلوار کا ایک ہی وار لگایا تھا اور مجھ پر تو اس وقت تک کتنی تلواروں پر تلواریں پڑیں نیزوں پر نیزے لگے اور وقت شہادت تک ایک ہزار نو سو پچاس زخم بدن پر ہوں گے۔ بھائی حسن علیہ السلام جب دنیا سے سدھارے وقت انتقال اُن کا سر میری آغوش میں تھا اور بعد شہادت میں نے اُن کو غسل و کفن دیا' عزیزوں کے دوستوں کے ساتھ قبر تک لے جا کے دفن کیا۔ میں وہ بے کس اور مظلوم ہوں کہ وقتِ شہادت سر مجروح میرا صحرا کی جلتی ریت پر ہوگا اور بعد شہادت بدن سے جُدا ہو کے نوک نیزہ پر کہاں کہاں پھرایا جائے گا لاش بے سر دھوپ میں کئی دن تک خاک پر پڑی رہے گی کوئی غسل و کفن دینے والا بھی نہ ہوگا۔ گھر میں سارے اہلبیت نے بھائی کا سوگ و ماتم کیا میری لاش پر تنہائی و غربت کے سوا کوئی رونے والا بھی نہ ہوگا روئے تو کون روئے' تم سب کو فوج یزید قید کر کے کوفہ کی طرف لے

جائیں گے راہ میں اگر بچے بھی رونے کو چاہیں گے تو اعداء جی بھر کے رونے نہ دیں گے۔
یہ سنتے ہی جناب زینب علیہا السلام خاک پر پچھاڑیں کھانے لگیں اور واویلا واغربتاہ کہہ کہہ کے جان کھونے لگیں۔ فرمایا اے بہن صبر کرو اور میری اس وصیتِ آخر کو یاد رکھو کہ میں اپنے بچوں کو بہت دوست رکھتا تھا میرے بعد ان پر جو مصیبتیں پڑیں ہر مصیبت میں جہاں تک ہو سکے ان کا بڑا خیال رکھنا اگر پیاسے ہوں تو ان دشمنوں سے پانی مانگنا شاید کسی کو رحم آ جائے۔ ہر چند جانتا ہوں کہ اس فوج میں کوئی ملعون نرم دل رقیق القلب نہیں ہے یہ فرماتے ہوئے آپ قتل گاہ کی طرف روانہ ہوئے اور بیبیوں میں سے کوئی دروازہ پر کوئی خیمہ کے اندر غش کھا کھا کے زمین پر گر پڑیں جب افاقہ ہوا سب نے مل کے ایسا ماتم کیا کہ اُس دن ویسا ماتم خیمۂ عصمت میں اُس وقت تک برپا نہ ہوا تھا ابھی ماتم اُن مصیبت زدوں کا کم نہ ہوا تھا کہ دفعتہً فوج یزید میں فتح نقارہ کا شور بلند ہوا اور زمین کربلا کانپنے لگی آسمان سے منادی کی آواز آنے لگی:

قَدْ قُتِلَ الْحُسَیْنُ قَدْ ذُبِحَ الْحُسَیْنُ
اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ ۝

مجلس نمبر 23

- آیت نیک بندوں کے اوصاف میں۔
- فضائل جناب امیرؑ کے فضائل شیعہ ضمن میں۔
- روایت نامہ بنام ملا محمدؒ باقر داماد۔
- شہادت جناب مسلم بن عقیلؑ۔

مجلس نمبر 23

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا ؕ

آیت نیک بندوں کے اوصاف میں :-

حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ فرقان میں اپنے نیک بندوں کے اوصاف بیان کرتا ہے یعنی ''اور بندگانِ خدا وہ لوگ ہیں جو روئے زمین پر تواضع اور سکون و وقار سے چلتے ہیں اور جب جاہل و نادان ان سے بے ادبی کی باتیں کرتے ہیں تو یہ اُن کے جواب میں سلام کہتے ہیں:''

وَ الَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا ؕ

''اور بندگان خدا وہ لوگ ہیں جو رضائے خدا کیلئے سجدہ میں اور قیام میں شب بسر کرتے ہیں۔'' یعنی کبھی عبادت میں کھڑے رہتے ہیں کبھی سجدہ کرتے ہیں مقصود اس سے نماز شب ہے۔ عبداللہ بن عباس علیہ السلام کہتے ہیں جو شخص رات کو دو رکعت یا زیادہ نماز پڑھے اُن لوگوں میں شمار کیا جائے گا جن کی حق تعالیٰ نے اس آیت میں تعریف کی ہے۔ حضرات! یہ صفات اُن بندگان خدا کے ہیں جن کے اعتقاد درست اور ایمان کامل ہیں۔ خدا ہم سب کو اُن کے ساتھ شمار کرے ہمارے اعمال تو ایسے نہیں ہیں۔ جو باعث رضائے الٰہی ہوں البتہ ایمان کے ذریعہ عجب نہیں کہ ائمہ علیہم السلام طاہرین نظر توجہ کریں جس سے ہم گنہگاروں کی

نجات ہو جائے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَمَا اِنَّ مِنَ الشِّيْعَةِ لَمَنْ يَاْتِیْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ قَدْ وُضِعَ لَهٗ فِیْ كَفَّةِ مِيْزَانِهٖ مِنَ الْاٰثَامِ مَا هُوَ اَعْظَمُ مِنَ الْجِبَالِ الرَّوَاسِیْ وَ الْبِحَارِ التَّيَّارَةِ يَقُوْلُ الْخَلَائِقُ هَلَكَ هٰذَا الْعَبْدُ فَلَا يَشُكُّوْنَ اِنَّهٗ مِنَ الْهَالِكِيْنَ وَ فِیْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنَ الْخَالِدِيْنَ۝

فضائل جناب امیرؑ ضمن فضائل شیعہ میں:-

صاحب جواہر الاخبار تفسیر امام سے لکھتے ہیں کہ جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا ایہا الناس آگاہ ہو تحقیق کہ روز قیامت مومنین میں سے بعض شخص ایسے ہوں گے کہ جب اعمال اُن کے تولے جائیں گے تو پلہ معصیت کا بہت بھاری ہوگا اُن کے گناہ دریائے زخار سے زیادہ کوہ بزرگ سے ثقیل تر ہوں گے۔ اہل محشر یقین کریں گے کہ یہ شخص بیشک زیاں کار ہے ضرور جہنم میں جائے گا۔ اُس وقت حق سبحانہ وتعالیٰ ارشاد کرے گا اے بندۂ عاصی اس معصیت گراں کے مقابل میں کچھ نیکیاں بھی رکھتا ہے جس کے سبب سے بہشت میں داخل ہو۔ وہ عرض کرے گا بارالٰہا مجھے تو کوئی نیکی نہیں معلوم ہوتی۔ حکم ہوگا کہ صحرائے قیامت میں جا کے ندا کر کہ میں فلاں بن فلاں ہوں اور فلاں شہر کا رہنے والا ہوں اور کوئی عمل خیر ایسا میرے پاس نہیں ہے جو میری سنگینی معصیت کو سبک کرے۔ اے اہل محشر آیا تم میں کوئی ایسا ہے جس پر میرا کچھ حق ہو اور وہ اُس کے عوض میں اِس وقت میری مدد کرے اور فریاد کو پہنچے جب وہ مرد گنہگار اس طرح استغاثہ کرے گا تو سب سے پہلے حلال مشکلات وصی سرور کائنات ﷺ فریادرس ہر صغیر وکبیر جناب امیر علیہ السلام اُس کے پاس تشریف لائیں گے اور حضرت کے ہمراہ بہت سے مومنین ہوں گے اور وہ لوگ عرض کریں گے یا امیر المومنین

علیہ السلام یہ شخص ہمارا برادر مومن ہے ہمارے ساتھ دنیا میں احسان وسلوک کرتا تھا ہماری تکریم و توقیر کرتا تھا ہم لوگوں کے ساتھ نہایت تواضع و فروتنی سے پیش آتا تھا اس کے عوض میں ہم سب نے اپنے حسنات اور عبادتیں اس کو بخش دیں۔ اُس وقت جناب امیر علیہ السلام اُن مومنین سے فرمائیں گے تم لوگوں نے تو اپنی کل نیکیاں اس کو دے دیں اب بہشت میں کس ذریعہ سے جاؤ گے؟ وہ لوگ جواب دیں گے خدا کی رحمت واسعہ کے ذریعہ سے اور ہم لوگ خوب جانتے ہیں کہ جو آپ کو دوست رکھتا ہے اُس سے رحمت خدا کی کبھی جدا نہیں ہوسکتی پس رب العزت کی جانب سے ایک آواز آئے گی اے علی علیہ السلام ان لوگوں نے اپنی نیکیاں اس گنہگار کو بخش دیں میں نے بھی اس کے گناہوں کو بہ سبب تمہاری محبت کے بخش دیا اب خلائق کا مظلمہ جو اس کے ذمہ باقی ہے اُس مواخذہ سے بھی رہا کرنا چاہیے۔ حضرت عرض کریں گے جو کچھ مجھ کو حکم ہو بجالاؤں ارشاد ہوگا اُن مظلموں کے عوض میں تم ضامن ہو اُس وقت دستگیر برنا و پیر جناب امیر علیہ السلام اُس جماعت کی طرف مخاطب ہوں گے جس میں وہ لوگ ہوں گے جن لوگوں کو اس مومن نے دار دنیا میں اذیت پہنچائی تھی یا اور مظلمہ اُن لوگوں کا اس کی گردن پر ہے اور فرمائیں گے تم لوگ اپنے مظلموں سے باز آؤ اور اس کے عوض میں جس نعمت کی خواہش رکھتے ہو ہم سے طلب کرو کہ عطا کروں۔

فَيَقُوْلُوْنَ يَا عَلِيُّ اجْعَلْ لَنَا بِإِزَاءِ ظُلَامَاتِنَا قِبَلَهٗ ثَوَابَ نَفَسٍ مِّنْ اَنْفَاسِكَ لَيْلَةَ بَيْتُوْتَتِكَ عَلٰى فِرَاشِ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَيَقُوْلُ قَدْ وَهَبْتُ ذٰلِكَ لَكُمْ

وہ سب عرض کریں گے یا امیر المومنین علیہ السلام آپ نے شب ہجرت فرش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب آرام کیا تھا اُس حالت میں جس قدر نفس مبارک نے آمد وشد کی تھی اُس میں سے ایک سانس کا ثواب ہمارے مظلموں کے عوض میں عنایت ہو۔ آپ قبول کریں گے پس اُن لوگوں کو ایسی نعمتیں بہشت کی ملیں گی جسے نہ کسی کان نے سنا ہوگا نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا

اور اس قدر حور و قصور وہ لوگ پائیں گے جو کبھی اُن کے وہم و خیال میں بھی نہ گذرا ہوگا اور وہ لوگ یہ سمجھیں گے کہ آٹھوں بہشت اُنہیں کو مل گئے عرض کریں گے یا واھبَ العَطایا۔

تو نے تو سارا فردوس ہمیں کو بخش دیا انبیاء و صدیقین شہداء اور بقایا مومنین کہاں رہیں گے؟ آواز آئے گی جس قدر تم لوگوں کو عنایت ہوا ہے یہ علی علیہ السلام کے ایک نفس کا ثواب ہے۔ مومنین! یہ تو جناب امیر علیہ السلام کے ایک نفس کا ثواب سُنا خیال کیجئے کیا مدارج عالیہ اُس جناب کے ہیں جس کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا اسی طرح حضرت کی گیارہ اولاد طاہرین کے بھی فضائل و مناقب بے حصر و بے انتہا ہیں ظاہر ہے کہ اول سے آخر کو ایک نسبت ہوتی ہے یہاں اول امام علیہ السلام کا ذکر مناقب آیا اس لئے آخر امام علیہ السلام کا بھی ایک معجزہ عرض کرتا ہوں۔

روایت نامہ بنام ملا محمد باقرؒ داماد:-

صاحب مظہر الاعجاز سید محمد افضل سے کہ شخص صالح و فاضل تھے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ خراسان سے میں چند مومنین کے ساتھ کے ارادہ سے زیارت عتبات عالیات روانہ ہوا اور بعنایت ایزدی ساتوں معصوموں کی زیارت کر کے جس وقت کربلائے معلٰی سے معاودت کی اور نواح بغداد میں پہنچا ایک مقام پر ایک جوان رعنا آفتاب طلعت کو ایک اسپ عربی پر مثل ماہ چودھویں کے چاند جلوہ گر دیکھا کہ جس کے مشاہدۂ جمال سے دل کو راحت' قلب کو طاقت حاصل ہوتی تھی وہ سوار ہم سب زواروں پر سلام میں سبقت کر کے پوچھنے لگا تم لوگ یہاں سے کہاں کا قصد رکھتے ہو؟ ہم لوگوں نے جواب دیا اصفہان کو جاتے ہیں فرمایا میں۔ ایک امانت سپرد کرتا ہوں میر محمد باقر داماد کو دے دینا یہ فرما کر ایک مسواک نہایت عمدہ ہم لوگوں کو دکھا کر ایک تھیلی میں رکھی اور اُس پر مہر کر کے ہمارے حوالے کر دی اور خود نظروں سے پوشیدہ ہو گیا۔ ہر چند ہم سب نے چاروں طرف گھوڑے دوڑا کر اُس کی تلاش کی تا کہ اُس کا نام و نشان پوچھ لیں مگر کہیں پتا

نہ لگا نہایت تعجب ہوا کہ یہ سوار کدھر گیا۔

حضرت کے پاس قاصد آئے وہ عبداللہ وہابی تھے:۔

بہرکیف جب ہم لوگ اصفہان پہنچے ایک وسیلہ سے مولانا محمد باقر ملقب بہ داماد کی جناب میں حاضر ہوئے اور وہ امانت دے کے راہ کی تمام حقیقت مُفصلبیان کی۔ مہر دیکھتے ہی سید خوش و بشاش ہو گئے آنکھوں سے لگایا اور ہم سب کے روبرو اُس خریطہ کو کھولا اُس میں سے بجائے مسواک ایک خط لپٹا ہوا نکلا سب کو تعجب بالائے تعجب ہوا۔ ملاّ اُس نامہ کے مطالعہ سے اس قدر خوش ہوئے کہ فرط مسرت میں اُٹھ کھڑے ہوئے اور کبھی اُس نامہ کو آنکھوں سے لگاتے تھے کبھی اُس پر بوسے دیتے تھے پھر فرداً فرداً ہر زائر کو گلے سے لگایا اور ہر ایک کی آنکھوں کو چوما اور فرمایا خوشا نصیب تم لوگوں کے کہ اس سفر میں دولت کونین وسعادت دارین حاصل کی ہم نے عرض کی یا حضرت کون سی نعمت پائی ہے اور ہم پر تو یہ بھی ظاہر نہ ہوا کہ وہ جوان خورشید لقا کون بزرگ تھا؟ سید نے فرمایا وہ جوان ہمارا آقا و امام تھا یعنی خلیفۃ الرحمان جناب صاحب العصر والزمان علیہ السلام تھے کہ تم لوگوں کو بالمشافہ اپنی زیارت کی نعمت سے کامیاب و شرف اندوز کیا اور مجھ کو چند نکات مسائل دین کے جس میں متحیر تھا تعلیم فرمائے ہیں۔

تمہید:۔

مومنین! حضرت نے بذریعہ نامہ ملاّ محمد باقر علیہ الرحمہ کو ہدایت کی اور وہ فرط مسرت سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور نامہ بر کو گلے سے لگایا ہاتھ پر بوسے دیئے خیال کیجئے کوئی اور نامہ بھی تھا کسی امام علیہ السلام نے بنظر ہدایت کسی کے ہاتھ کہیں بھیجا تھا وہ نامہ امام حسین علیہ السلام کا تھا کہ حضرت نے مکہ معظمہ سے مسلم علیہ السلام بن عقیل کے ہاتھ کوفہ روانہ کیا تھا وہاں کے لوگوں نے ہدایت کے بدلے عداوت پر کمر باندھی اور اُس نامہ بر کو گلے لگانا کیسا گلا کاٹنے پر آمادہ ہوئے۔ خوشی سے خود اُٹھ کھڑے تو نہ ہوئے قتل کے واسطے ایلچی کو لب

بام کھڑا کیا۔

شہادت جناب مسلم:۔

منقول ہے کہ جب کوفیوں پُر دغا نے جناب مسلم علیہ السلام کو ہر چہار طرف سے گھیر کے اور زخموں میں چور کر کے گرفتار کرلیا اُس وقت وہ جناب ایسے نحیف وزار ہو گئے تھے کہ مطلق طاقت رفتار باقی نہ تھی وہ ملاعین ایک شتر پر سوار کر کے ابن زیاد کے پاس لائے۔آپ نے سلام نہ کیا۔ابن زیاد نے کہا اے مسلم علیہ السلام تم نے سلام کیوں نہ کیا؟فرمایا اس سلام میں نہ سلامتی دنیا متصور ہے نہ سلامتی عقبیٰ یہ کلام اُسے ناگوار گذرا بولا تم نے امام زمانہ پر خروج کیا ہے فرمایا امام زمانہ بجز امام حسین علیہ السلام کے اور کوئی نہیں الغرض اُس لعین نے آپ کے قتل کا حکم دیا۔حضرت نے فرمایا عمر سعد قوم قریش سے ہے میرے سامنے بلا میں چند وصیتیں کرلوں جب وہ آیا جناب مسلم علیہ السلام نے فرمایا اول وصیت یہ ہے کہ میں مقروض ہوں اسپ وشمشیر وزرّہ بیچ کے ادا کر دینا دوسری وصیت یہ ہے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ میری شہادت کے بعد میرا سر یزید کے پاس بطور ہدیہ جائے گا اُس وقت مجھے بے دفن نہ چھوڑ دینا لاش بے سر کو چھپا دینا تیسری وصیت یہ ہے کہ میرے آقا امام حسین علیہ السلام کو لکھ بھیجنا کہ وہ جناب مکہ معظمہ اور مدینۂ منوّرہ سے یہاں آنے کا قصد نہ کریں خدا کے گھر کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربت کو چھوڑ کر کہیں نہ جائیں اس کے بعد بکیر بن حمران آپ کو بالائے بام لے گیا اُس وقت جناب مسلم علیہ السلام نے روئے مبارک اپنا مکہ کی طرف کیا اور فرمایا یا بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو اس اُمت جفا کار کی خبر نہیں کہ مجھ سے کیا سلوک کیا افسوس کہ میری آرزو زیارت جمال مبارک رہ گئی یہ تمنا دل کی دل ہی میں رہی پھر آپ نے کلمہ شہادتین زبان پر جاری کیا ناگاہ بکیر ملعون نے چاہا کہ آپ کو قتل کرے کہ ہاتھ اُس کا خشک ہو گیا اور دیکھا کہ ایک شخص مہیب انگشت بدنداں کھڑا ہے وہ خائف ہوا اور قتل سے باز رہا دوسرا لعین بڑھا اُس نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور خائف ہو کر وہ بھی باز رہا پس ایک شامی

شقی نے کئی ضربتوں میں شہید کر کے لاش کو چھت سے نیچے گرا دیا اور سر کاٹ کے ابن زیاد کے پاس لے گیا۔

مصائب اہل بیتؑ :-

مومنین! ایلچی کا تو سر کٹ کے اس طرح ابن زیاد کے پاس گیا صاحب ایلچی کا سر قلم ہو کے کربلا سے اسی کوفہ میں اس طرح ابن زیاد کے پاس لے گئے نوک نیزہ پر امام علیہ السلام کا سر علم کیے تھے دُختران علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام کو سر برہنہ رسن بستہ کشاں کشاں ایسے حال خراب سے اُس دربار عام میں لائے جہاں عمائد شہر و ارکان دولت سے ذرّہ برابر جگہ خالی نہ تھی سارا دربار بھرا تھا۔ وہ بیبیاں جن کا سایہ کبھی کوئی دیکھ نہ سکتا تھا۔ اس کثرت خلائق میں جو اس طرح گنہگاروں کی طرح کھڑی کی گئیں شرم و حجاب سے عجب حال ہوا جناب زینب علیہا السلام ایک گوشہ میں خاک پر بیٹھ کے رونے لگیں اور لونڈیاں سامنے کھڑی ہو کر حائل ہو گئیں۔ ابن زیاد کو ناگوار ہوا پوچھنے لگا یہ کون بی بی ہے کہ اس طرح بلا اجازت بیٹھ گئی۔ لوگوں نے کہا اس کو کسی سے اجازت کی ضرورت کیا ہے یہ وہ شہزادی ہے کہ جس کے دروازہ پر خود فرشتے اجازت لے کے داخل ہوتے تھے یہ امام حسین علیہ السلام کی خواہر غمدیدہ جناب زینب خاتون علیہا السلام ہیں ایک وہ زمانہ تھا کہ اسی کوفہ میں مسند عزت پر جلوہ افروز تھیں آج اس ذلت سے قید ہو کر سامنے تیرے آئی ہیں۔ وہ شقی سُن کے خاموش ہو رہا اس کے بعد امام علیہ السلام کا فرق بریدہ طلب کیا اور ایک طشت طلا میں اپنے رُوبرو رکھوایا بار بار اُس سر کو دیکھ کے ابن زیاد ہنستا تھا اور ایک چھڑی ہاتھ میں لیے تھا اُس چھڑی سے امام مظلوم علیہ السلام کے لب و دندان کو گھڑی گھڑی کھولتا تھا اور برائے طنز کہتا تھا

مَا أَسْرَعَكَ الشَّيْبُ يَا حُسَيْنُ علیہ السلام

"یعنی اے حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام تم کتنا جلد بوڑھے ہو گئے۔" راوی کہتا ہے کہ زید بن ارقم حاضر دربار تھے یہ حال دیکھ کے بے تاب ہو گئے رُو رُو کے کہنے لگے اے

ابن زیاد یہ کیا ظلم وعناد ہے کہ شہادت کے بعد اس بے کس کے اپنی تعدی سے ہاتھ نہیں اُٹھا تا قسم بخدا میں نے دیکھا ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ انہیں سوکھے ہوئے ہونٹوں کو اس طرح چوستے تھے جیسے کوئی شہد وشکر کو چوستا ہے یہ سُن کے ابن زیاد کو زیادہ رنج ہوا مگر امر حق میں کیا کہہ سکتا تھا اتنا بولا کہ اے زید اگر تو بوڑھا وضعیف نہ ہوتا تو میں ابھی تیرے قتل کا حکم دیتا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر24

- آیت شَھِدَ اللّٰہُ کا بیان اور اُس کا ثواب

- تذکرہ اُس جوان کا جس نے پتھروں کو اپنے ایمان پر گواہ کیا تھا۔

- روایت اُس کافر کی جس نے ایک مومن پر احسان کیا تھا۔

- حضرت مسلمؑ کے بیٹوں کی شہادت اور وصیّت۔

مجلس نمبر 24

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ
قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

''گواہی دی حق سبحانہ وتعالیٰ نے یہ کہ کوئی معبود نہیں ہے مگر وہ ہی خدا اور گواہی دی فرشتوں نے اور صاحبان علم نے بھی درحالیکہ حق تعالیٰ ساتھ عدالت وراستی کے اقامت کرنے والا ہے کوئی بندگی کا سزاوار نہیں مگر وہ ہی اللہ جو عزیز وحکیم ہے۔'' جناب رسول خداﷺ نے فرمایا جو شخص اس آیت کی تلاوت کرے اور آخر میں اُس کے

وَ اَنَا عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ

کہے تو پروردگار عالم بہ عدد ہر حرف کے ایک فرشتہ پیدا کرے گا کہ قیامت تک اُس کے واسطے استغفار وطلب آمرزش کرے گا۔

ثواب آیت شہادت:۔

اور جناب رسالت مآبﷺ نے فرمایا جو شخص سورۂ آل عمران کی اس آیت کو پڑھے خداوند جل شانہ آٹھوں دروازے بہشت کے اُس پر کھولتا ہے اور سات دروازے جہنم کے اُس پر بند کرتا ہے اور بروایت دیگر حضرت نے فرمایا جو شخص سوتے وقت اس آیت کو پڑھے خداوند عالم ستر ہزار فرشتے خلق فرمائے گا کہ قیامت تک اُس کے واسطے استغفار کریں گے اور اُنہیں حضرت سے روایت ہے کہ ایک دفعہ فرشتوں نے ہوا پر باہم ملاقات

کی ہر ایک نے دوسرے سے پوچھا کہاں سے آتے ہو ایک نے کہا فلاں گنہگار کے پاس سے آتے ہیں کہ اُس نے آج تمام روز معصیّت خدا میں بسر کی ہے اور یہ سیاہ نامۂ اعمال اُسی کا ہے کہ آسمان پر لئے جاتے ہیں دوسرا فرشتہ بولا عجب واقعہ ہے کہ میں اُسی بندے کے نام کا برأت و آزادی آتش جہنم سے زمین پر لیے جاتا ہوں یہ سن کے فرشتہ اوّل نہایت متعجب و متحیر ہوا۔ دوسرے ملک نے بیان کیا اے برادر جب تو اُس بندہ سے جُدا ہوا اُسی وقت اُس نے آیت شہادت تلاوت کی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اُس کے گناہ و معصیّت کو بوجہ ایمان و معرفت بخش دیا۔

فضائل اُس جوان کی جس نے پتھروں کو اپنے ایمان پر گواہ کیا:۔

تفسیر منہج الصادقین میں منقول ہے کہ ایک جوان زور آور قوی ہیکل اک روز ایسے مقام پر پہنچا جہاں پر بڑے بڑے سات پتھر پڑے تھے چونکہ پہلوانوں کی عادت ہے کہ بھاری چیزوں پر قوت آزمائی کرتے ہیں اُس جوان نے دفعہ بدفعہ کر کے اُن ساتوں پتھروں کو اُٹھایا اور سر پر رکھ کے تھوڑی دُور لے جا کر ڈال دیا اور ہر مرتبہ یہ کلمہ کہا:

اِشْهَدْ يَا حَجَرُ اِنِّیْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

''اے پتھر گواہ رہنا کہ میں شہادت دیتا ہوں اس امر کی بدرستیکہ کوئی معبود برحق نہیں سوائے اللہ کے ہے قضائے کار جب وہ جوان شب کو سویا عالم رویا میں کیا دیکھتا ہے گویا قیامت قائم ہوئی ہے اور خلائق سے حساب و کتاب کرتے ہیں اس جوان کا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دے کے حساب کیا گیا چونکہ حسنات سے معصیّت زیادہ ٹھہری اس لئے اس کو دوزخ کی طرف لے گئے جب دروازہ دوزخ پر پہنچا ایک کوہ عظیم آ کے حائل ہو گیا دوسرے دروازہ پر لے گئے وہاں بھی ایک پہاڑ درمیان میں آ گیا اسی طرح ساتوں جہنم کے دروازوں پر اُس کو لے گئے اور ہر جگہ ایک کوہ بزرگ ظاہر ہوتا تھا اور اُس جوان کو جہنم میں جانے سے باز رکھتا تھا مالک دوزخ نے اُن پہاڑوں سے خطاب کر کے کہا کیوں تم مانع

ہوتے ہو اس بندۂ گنہگار کو جہنم میں ڈالنے دو کہ یہ اپنے سزائے کردار کو پہنچے اُن پہاڑوں نے جواب دیا کیونکر ہم اس کو دوزخ میں داخل ہونے دیں حالانکہ اس جوان نے ہم کو گواہ رکھ کے خداوند عالم کی وحدانیت کا اقرار کیا ہے۔

تمہید:۔

مومنین! ان ساتوں پتھروں نے تو اُس مرد خداشناس کے ایمان کی گواہی دے کے اُس کو آتش جہنم سے بچایا وہ ہزاروں پتھر اور ڈھیلے جو جناب سیّد الشہداء کے جسم مبارک پر اور فرق بریدہ پر کربلا میں راہ شام میں پڑے ہیں وہ سب کیا شہادت دیں گے بیشک اُس قوم ناخداترس کے ظلم و کفر کو ثابت کریں گے اور ان سب ملاعین کو سر جہنم میں پہنچائیں گے۔

روایت اُس کافر کی جس نے ایک مومن پر احسان کیا تھا:۔

حضرات! یزید و قوم یزید کی سنگدلی بیان ہو نہیں سکتی جو جو ظلم و بے داد مسلمانوں نے اولاد رسول ﷺ پر کیے ہیں کوئی کافر بھی کسی دشمن پر نہیں کرتا بلکہ اکثر کفار رحم دل ہوتے ہیں اور مسلمانوں پر احسان کرتے ہیں چنانچہ ملا نجف علی اپنی کتاب جواہر الاخبار میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا ایک مرد مومن ایک بادشاہ جابر کی مملکت میں رہتا تھا کسی وجہ سے وہ دیندار اُس سلطان جبار سے خائف ہوا اور اُس کی مملکت سے بھاگ کر کفار کے ملک میں پہنچا اور ایک کافر کے گھر میں پناہ لی وہ ملحد نہایت مدارات و تواضع سے پیش آیا اور اپنے گھر میں ایک جگہ آرام کی اُس کے رہنے کو مقرر کر دی جب اُس مشرک کی اجل کا زمانہ پہنچا اور سکرات موت میں مبتلا ہوا اُس وقت حق سبحانہ و تعالیٰ نے اُس کو وحی کی

وَ عِزَّتِیْ وَ جَلَالِیْ لَوْ کَانَ لَکَ فِیْ جَنَّۃٍ مَسْکَنٌ

لَاَسْکَنْتُکَ فِیْھَا وَلٰکِنَّھَا مُحَرَّمَۃٌ عَلٰی مَنْ مَاتَ فِیْ مُشْرِکًا

''قسم ہے مجھے عزت وجلال کی اگر جنت میں کافروں کیلئے جگہ ہوتی تو میں تجھے داخل بہشت کرتا چونکہ مشرکوں پر بہشت حرام ہے اس وجہ سے تو فردوس میں جانہیں سکتا۔''

وَ لٰکِنْ یَا نَارُ ھَیِّدِیْہِ وَ لَا تُؤْذِیْہِ وَ یُؤْتٰی بِرِزْقِہٖ طَرَفِیِ النَّھَارِ

''پس پروردگار عالم نے آگ کو حکم دیا کہ اس کافر کو دُور سے فقط ڈرایا کرنا اس کے بدن کو کسی طرح کا گزند وصدمہ نہ پہنچانا اور ملائکہ سے ارشاد کیا چونکہ دار دنیا میں اس نے ایک بندۂ مومن پر رحم کیا ہے اور اُسے کھانا کھلایا ہے تم بھی دونوں وقت ہمارے خوان نعمت سے اس کو رزق پہنچایا کرو۔''

وَ قُلْتُ اَمِنَ الْجَنَّۃِ قَالَ مِنْ حَیْثُ شَآءَ اللّٰہُ

عبداللہ بن ولید جو اس حدیث کا راوی ہے کہتا ہے میں نے عرض کی یا مولا آیا اُس کافر کو رزق طعام بہشت سے دینے کا حکم ہوا ہے حضرت نے فرمایا جہاں سے خداوند عالم نے چاہا وہاں سے حکم دیا۔ اللہ اکبر مومنین! کفار تک کو تو اتنا پاس ولحاظ ہوتا ہے کہ جو شخص اپنے گھر میں پناہ لے یا مہمان ہو اگرچہ غیر ملت ہو اُس کی مدارات وخاطر داشت میں کوئی قصور نہیں کرتے۔

شہادت پسران مسلم:۔

وائے حارث ملعون کی شقاوت پر کہ اُس شقی نے جناب مسلم علیہ السلام کے دونوں صاحبزادوں کو جب اُس کے گھر میں جائے پناہ سمجھ کے چھپے مہمان بھی تھے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت سے بھی تھے دلجوئی وخاطر داری کے بدلے کس بے رحمی سے قتل کیا کہ ابن زیاد

باوجود قساوت قلبی کے اُن بچوں کی کیفیت شہادت سُن کر رو دیا۔

یہ مومن کا گھر ہے بے فکر سو جاؤ:۔

منقول ہے جب ایک سال کے بعد قید ابن زیاد سے نکل کر یہ دونوں صاحبزادے ایک مومنہ کے گھر پہنچے اُس نے آپ کو ایک علیحدہ حجرہ میں فرش کر کے بٹھایا اور خود کنیزوں کی طرح خدمت کرنے لگی اُن بچوں نے جو ایک زمانہ کے بعد اتنی راحت پائی ایک دوسرے سے لپٹ کر سو رہے

گھوڑا مر گیا:۔

شب گذرے جب حارث گھر میں آیا زوجہ نے پوچھا آج دیر کیوں ہوئی اور پریشان کیوں ہے؟ کہا مسلم کے دولڑکے قید خانہ سے بھاگ گئے ہیں حاکم نے اُن کی گرفتاری کا حکم عام دیا ہے اور انعام کا وعدہ کیا ہے میں اُن کی تلاش میں اس وقت تک اتنا حیران رہا ہوں کہ گھوڑا میرا ہلاک ہو گیا۔ ضعیفہ نے کہا وائے تجھ پر کیا خدا کا تجھے خوف نہیں کہ اولاد رسول ﷺ کے درپے قتل ہے۔ وہ شقی کچھ نہ بولا اور برہم ہو کر سو رہا ہنوز غافل نہ ہوا تھا کہ حجرہ سے صدائے تنفس آئی۔ زوجہ سے پوچھا یہ کیسی آواز آتی ہے؟ اُس نے کچھ جواب نہ دیا ناگاہ بڑے صاحبزادے محمد بیدار ہوئے اور ابراہیم سے کہا بھائی اُٹھو کیا سوتے ہو کہ موت ہماری قریب پہنچی ابراہیم نے پوچھا آپ کو کیونکر معلوم ہوا فرمایا ابھی میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جناب رسول ﷺ خدا مع علی و فاطمہ و حسین علیہم السلام کے تشریف لائے ہیں اور میرے پدر بزرگوار سے فرماتے ہیں اے مسلم علیہ السلام تم کو کیونکر گوارا ہوا کہ ان بچوں کو دشمنوں میں چھوڑ دیا۔ اُنہوں نے عرض کی آج کی شب یہ میرے پاس آئیں گے۔ یہ سنتے ہی چھوٹے بھائی نے کہا میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے اس کے بعد دونوں بھائیوں نے باہیں گلے میں ڈال دیں اور بے اختیار ہو کر رونے لگے۔ آواز گریہ سن کر حارث ملعون داخل میں ہوا اور پوچھا تم کون ہو؟ بچوں نے عجب طرح کا کلمہ یاس جواب میں فرمایا اے شیخ اگر

سچ کہیں تو ہمیں امان دے گا۔ وہ ملعون بولا ہاں فرمایا:

نَحْنُ مِنْ عِتْرَةِ نَبِيِّكَ هَرَبْنَا مِنَ السِّجْنِ

ہم نبی ﷺ کی عترت ہیں:۔

''ہم تیرے نبی ﷺ کی عترت مسلم علیہ السلام کے فرزند ہیں قید خانہ سے نکل کر جان کے خوف سے تیرے گھر میں پناہ لی ہے۔'' وہ پیماں شکن بولا خدا کا شکر تم میرے ہی گھر میں مجھے مل گئے اُس کے بعد چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو رسّی میں باندھ لیا اور آہ آہ کس منہ سے کہوں طمانچہ اُٹھا کر وہ ظلم کیا کہ دونوں صاحبزادے صدمہ سے زمین پر مُنہ کے بل گر پڑے اور بلبلا کر کہنے لگے تیری زوجہ نے تو ہم کو مہمان کیا اور تو ہمارے ساتھ یہ بدسلوکیاں کرتا ہے۔ اُس نے کچھ خیال نہ کیا رات بھر اُسی طرح بندھا رکھا صبح کو کھینچتا ہوا فرات کی طرف لے چلا پیچھے پیچھے زوجہ پیٹتی فریاد کرتی چلی آتی تھی اور بار بار کہتی تھی او ظالم خدا سے خوف، پیغمبر ﷺ سے شرم کر بن باپ کے بچوں کو قتل نہ کر وہ شقی کب سُنتا تھا کشاں کشاں دریا کے کنارے لایا اور پہلے غلام اور اس کے بعد بیٹے کو تلوار دے کر کہا ان کے سر جُدا کر جب اُن دونوں نیک انجاموں کو معلوم ہوا کہ یہ اطفال ذریت رسول ﷺ سے ہیں تلواریں پھینک دیں آخر اس شقی نے غلام و بیٹے کو قتل کیا اور زوجہ کو بھی شمشیر لگا کر گرا دیا۔ اب مومنین سے کیونکر سنا جائے گا کہ حارث نے کیا کیا بچوں کے گیسوؤں کو پکڑ کر زور سے اپنی طرف کھینچا اُن یتیموں نے ڈرتے ڈرتے آہستہ آہستہ رو کر کہا ہم تو تیرے مہمان ہیں کیا مہمانی کا یہی دستور ہے۔ ہماری غریبی اور بے کسی پر رحم نہیں کرتا وہ بولا میرے دل میں رحم پیدا ہی نہیں ہوا ہے۔ فرمایا اگر مالِ دنیا کی غرض ہے تو ہمارے گیسوؤں کو کاٹ کر غلاموں کی طرح بازار میں بیچ ڈال کہ ہمارے خریدار بہت ہوں گے اور تجھے قیمت زیادہ ملے گی۔ اُس شقی نے اسے بھی قبول نہیں کیا جب جاں بری کی کوئی صورت نہ دیکھی فرمایا اگر تجھے ابنِ زیاد کے حکم کی تعمیل منظور ہے تو ہمیں زندہ ہی اُس کے پاس لے چل وہ ہمارے حق میں جو

چاہے گا سو کرے گا جب وہ سنگ دل کسی امر پر راضی نہ ہوا۔ نا اُمید ہو کے کہنے لگے خیر اتنی مہلت دے کہ وضو کر کے نماز پڑھ لیں اللہ اللہ کیا شقاوت تھی نماز کی بھی مہلت نہ دی قتل پر آمادہ ہو گیا۔

ہمارے خون بھرے کپڑے سونگھ کر جیتی رہے گی:۔

اور بروایت حزن المومنین جب صاحبزادوں کو اپنی زندگی سے یاس ہوئی فرمایا اے حارث اگر تو ہمیں قتل ہی کرتا ہے تو ایک وصیت یاد رکھنا ہم خوب جانتے ہیں جب والدہ کو وطن میں معلوم ہوگا کہ بچے میرے پردیس میں یتیم ہو کر قتل کیے گئے تو یقین ہے روتے روتے وہ اپنے کو ہلاک کر ڈالیں گی ہم چاہتے ہیں کہ خون آلودہ پیراہن ہم دونوں بھائیوں کا وطن میں بھیج دینا شاید ہمارے خون کی بو سونگھ کر مادر غمدیدہ کو تسکین ہو پھر ننھے ننھے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا اور رُو رُو کر عرض کی خداوندا تو عادل ہے ہم ناحق قتل کیے جاتے ہیں ہمارے اور قاتل کے درمیان محاکمہ کر جب حارث نے چاہا کہ ایک بھائی کو شہید کرے دوسرے نے کہا ہم سے دیکھا نہ جائے گا کہ آنکھوں کے سامنے بھائی قتل کیا جائے پہلے میرا سر کاٹ لے پھر اختیار ہے بہرکیف ظالم نے پہلے بڑے بھائی کو تلوار لگائی کہ سر جدا ہو کے بدن خاک پر گر کے لوٹنے لگا۔ مومنین! بھائی جب بھائی کا یہ حال دیکھے گا تو کیا دل پر گذرے گی ابراہیم کی آنکھوں میں اندھیرا آ گیا آسمان کی طرف دیکھ کر اک آہ کی اور جوش محبت سے بھائی کے خون میں لوٹنے لگا اور وہی لہو منہ پر مل مل کے کہتا تھا۔

هٰكَذَا اَلْقَى اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ

میں اللہ و رسول سے ایسے ملوں گا:۔

''اللہ و پیغمبر ﷺ سے اسی طرح میں ملاقات کروں گا۔'' حارث نے ایک کو دوسرے کی لاش پر جی بھر کے رونے بھی نہ دیا محمد علیہ السلام کے جسم بے سر کو دریا میں پھینک دیا

پھر ابراہیم علیہ السلام کے سر کو جدا کر کے وہ چھوٹی سی لاش بھی بہا دی۔ منقول ہے جب تک حارث نے ابراہیم علیہ السلام کو قتل نہ کیا تھا اُس وقت تک بڑے بھائی کی لاش چھوٹے بھائی کی پانی پر منتظر ٹھہری تھی جب ابراہیم علیہ السلام کا جسد اطہر دریا میں پہنچا ایک نے دوسرے کے بغل میں ہاتھ ڈال دیا اور دونوں لاشیں دریا میں غرق ہو گئیں اور آواز آئی خداوندا تو خوب جانتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اس شقی نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا روز قیامت اس ظلم کا انصاف تیرے ہاتھ ہے۔ راوی کہتا ہے دعا اُن مظلوموں کی کیا جلد قبول ہوئی کہ جب وہ لعین سروں کو ابن زیاد کے پاس لے گیا اور کل کیفیت بیان کی ابن زیاد اور حاضرین دربار جونہی وہ گورے گورے چہرے اور بھولی بھولی صورتیں دیکھیں ہر شخص بے اختیار دھاڑیں مار کر رونے لگا اور ابن زیاد نے ایک مقاتل نامی شیعہ کو حکم دیا کہ حارث ملعون کو اُسی مقام پر جہاں اس نے ان بچوں کو شہید کیا ہے قتل کرو اُس مرد مومن نے اُسے وہیں لے جا کر قتل کیا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ؕ

مجلس نمبر 25

- آیت حق تعالیٰ نے انسان کو بہترین صورت پر خلق کیا ہے
- انسان کی زندگی کی تفصیل۔
- شیخ عبداللہ کے غلام کی حکایت
- روایت شب عاشورا۔

مجلس نمبر 25

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۵ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۵

حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ والتین میں ارشاد فرماتا ہے ہم نے انسان کو بہترین صورت پر خلق کیا مگر بہ سبب کفرانِ نعمت کے پھر اُن کو درک اسفل میں پہنچایا یا اُن کو اُس سن تک پہنچایا جس سن میں صورتیں بدنما ہو جاتی ہیں خرافت آجاتی ہے مگر وہ لوگ جنہوں نے ایمان اختیار کیا اور اعمال خیر بجا لائے پس اُن کے واسطے بے حد بے اجر وثواب حساب ہے۔"

انسان کی زندگی کی تفصیل:۔

تفسیر منہج الصادقین میں ابن مالک سے منقول جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جب تک انسان حد بلوغ کو نہیں پہنچتا جو عبادت و کارِ خیر کرتا ہے اُن سب کا ثواب حق تعالیٰ اُس کے والدین کو عطا کرتا ہے بشرطیکہ اُس کے ماں باپ نے احکام شرع سکھائے ہوں اور جو گناہ کہ طفل نابالغ سے وقوع میں آتا ہے اُس میں اُس کے والدین کچھ ماخوذ نہیں ہوتے اور جب آدمی بلوغ کو پہنچتا ہے دو فرشتے جو کاتب اعمال ہیں حق تعالیٰ کی جانب سے ہر فرد بشر پر موکّل متعین ہوتے ہیں کہ اُسکی نیکی اور بدی کو لکھا کریں اور جب انسان چالیس

برس اسلام میں زندگی بسر کرتا ہے تین بلاؤں سے یعنی جذام وجنوں و برص سے مطمئن و ایمن ہو جاتا ہے اور جب پچاس برس کا ہوتا ہے اُس کے حساب میں تخفیف کرنے کا حکم ہوتا ہے اور جب ساٹھ برس کا ہوا تو اُس کو توبہ کی توفیق عنایت ہوتی ہے اور اگر کسی نے ستر برس زندگانی کی تو ملائکہ آسمان کا محبوب ہو جاتا ہے اَسّی برس کی عمر میں نعمت حاصل ہوتی ہے کہ اُس کی نیکیوں کا ثواب فرشتے دو چند لکھتے ہیں اور گناہ اس کے محو کیے جاتے ہیں اور اگر نوے برس کے سن کو پہنچا تو حق سبحانہ وتعالیٰ اُس کے اول عمر کے گناہ اور آخر عمر کی خطائیں سب بخش دیتا ہے اور اُسے اَسِيْرُ اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهٖ

یعنی خدا کا قیدی دنیا میں کہتے ہیں اور قیامت میں اُس کی شفاعت اُس کے گھر والوں کے حق میں قبول ہوگی اور جب انسان اس سن سے متجاوز ہو کر ارذل عمر کو پہنچتا ہے یعنی بہت بوڑھا ہو جاتا ہے اُس وقت حق سبحانہ وتعالیٰ کی عنایت اُس کے حال پر ایسی ہوتی ہے کہ ملائکہ کو حکم ہوتا ہے کہ اُس کے نامہ عمل میں وہ اعمال خیر لکھو جو کمال عقل کے وقت اور جوانی کے عالم میں یہ بندہ بجالاتا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اس آیت میں یعنی

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

میں وہ مومنین مقصود ہیں جو قرآن کی تلاوت کرتے ہیں جب یہ لوگ سن خرافت کو پہنچتے ہیں اور ان کی عقل میں قصور وفتور واقع ہو جاتا ہے تو اُن کو حق سبحانہ وتعالیٰ قیامت میں وہ اجر و ثواب عطا کرتا ہے جو اجر و ثواب جوانوں کی عبادت کے عوض میں ملتا ہے۔

حضرات یہ تو ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کی عبادت جس طرح کرنی چاہیے کوئی بجالا نہیں سکتا باوجود اس کے جس سے جو عبادت ہو سکتی ہے اگر صدق دل سے ہو تو اُسی کو وہ قبول کر لیتا ہے اور اُس بندہ کو اُسی قدر بندگی کی عوض میں درجہ تقرب عنایت فرماتا ہے۔

شیخ عبداللہ کے غلام کی روایت:۔

چنانچہ کتاب خلاصۃ الاخبار میں منقول ہے شیخ عبداللہ بن مبارک کا ایک غلام تھا

اور آقا اور غلام میں یہ معاہدہ تھا کہ ایک درہم شیخ کو ہر روز دیا کرے اور تمام شب جہاں
چاہے رہا کرے عبد اللہ اپنے دوستوں سے اکثر اُس غلام کی تعریفیں کیا کرتا تھا ایک روز عند
الذکر کسی نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا غلام مُردوں کا کفن لاتا ہے اُس کی قیمت سے ایک
درہم روز تم کو دیتا ہے باقی خود تصرف کرتا ہے عبد اللہ غلام کو بہت عزیز رکھتا تھا یہ کلمہ اُس کے
حق میں سُن کر بہت غمگین ہوا مگر رنج کے ساتھ یہ بھی خیال ہوا کہ دیکھنا چاہئے شب کو یہ
کہاں جاتا ہے اور کہاں سے درہم لاتا ہے ایک شب مخفی اُس کے ساتھ ہو لیا یہاں تک کہ
دونوں شہر کے باہر ایک گورستان میں پہنچے عبد اللہ دیوار کی آڑ میں چھپ رہا غلام ایک قبر کی مٹی
ہٹا کر اندر چلا گیا اُس وقت شیخ کو بھی یقین ہوا کہ فی الحقیقت یہ کفن چُراتا ہے یہاں ٹھہرنا
چاہئے جس وقت کفن لے کے باہر آئے گا پکڑلوں گا اور خوب سزا دوں گا جب دیر ہوئی اور
قبر سے نہ نکلا عبد اللہ آہستہ آہستہ قریب گیا کیا دیکھتا ہے ایک قبر وسیع ہے اور اُس میں محراب
بنی ہوئی ہے اور وہ غلام بدن میں سیاہ پلاس کا کرتہ پہنے گردن میں زنجیر ڈالے اُسی محراب
میں کبھی نماز پڑھتا ہے کبھی خاک مُنہ پر ملتا ہے کبھی نالہ وفریاد کرتا ہے۔ اُس کی آہ وزاری نالہ
و بے قراری دیکھ کر عبد اللہ بھی چپکے چپکے رونے لگا الختصر تمام شب اُس غلام نے عبادت خدا و
گریہ وبکا میں بسر کی جب صبح ہوئی آسمان کی جانب سر اُٹھایا اور دست دعا بلند کر کے مناجات
کی خداوندا تو خوب جانتا ہے کہ میرا آقا عبد اللہ بن مبارک ہر روز ایک درہم طلب کرتا ہے
میں کہاں سے لاؤں کس سے مانگوں تجھی سے سوال کرتا ہوں ناگاہ ایک نور پیدا ہوا اور اُس
نور سے ایک درہم اس کے ہاتھ پر گر پڑا یہ دیکھتے ہی شیخ متحیر ہو گیا دوڑ کر غلام کو گلے سے لگا
لیا سر وسینہ چومنے لگا۔ اُس بندہ مقبول نے جب دیکھا کہ میرا آقا حقیقت حال سے آگاہ ہو
گیا پھر ہاتھ اُٹھا کے دعا کرنے لگا بار الہا میرے اور تیرے درمیان میں جو راز پنہاں تھا وہ
ظاہر اور پردہ میرا افاش ہو گیا تجھے اپنی عزت وجلال کا واسطہ کہ اب میری روح قبض کر لے یہ
کہتے ہی فوراً وہ غلام شیخ کی گود میں جاں بحق ہو گیا۔ عبد اللہ روتے ہوئے گھر آئے ضروری
سامان اور اپنے دوستوں کو لے کر پھر گورستان میں پہنچے اور خود نہلا کر اُسی پلاس کا کفن دیا اور

نماز پڑھ کے اُسے قبر میں دفن کر دیا۔

روایت شب عاشوراء:-

مومنین! یہ غلام مخلص مواحد تھا اور راہ دینداری میں ایسا ثابت قدم تھا کہ راز منکشف ہو جانے کے بعد اُسے زندہ رہنا گوارا نہ ہوا خدا سے دعا کی آقا کے سامنے دنیا سے گذر گیا خیال کیجئے جاں نثاران امام حسین علیہ السلام کو کہ قریب سو آدمیوں کے تھے سب کے سب کس قدر راہ ایمان و وفاداری میں مستقل و ثابت قدم تھے جب بحکم امام علیہ السلام آنکھوں سے حجاب اُٹھ گئے پوشیدہ اسرار ظاہر ہو گئے اُس کے پہلے ہی سے کسی کو زندہ رہنا منظور نہ تھا ایک ایک کی تمنا تھی خدا سے دعا تھی کہ ہم آقا کے سامنے دنیا سے گذر جائیں۔ شب عاشور نہ بھوک پیاس کا صدمہ و نہ غم نہ اہل و عیال کا اندیشہ و الم رات بھر مر جانے ہی کی آرزو آقا پر فدا ہو جانے ہی کی حسرت میں بسر کی۔ ہلال بن نافع کہتا ہے شب عاشور قریب نصف شب کے میں خیمۂ امام علیہ السلام کے متصل موجود تھا دیکھا وہ جناب ردا اوڑھے تنہا باہر نکلے اور خیمۂ انصار کی طرف چلے میں بھی پیچھے پیچھے ساتھ ہو لیا قریب جا کے دیکھا کہ مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ و حبیب بن مظاہر بیچ میں تلواریں ٹیکے بیٹھے ہیں اور سب رفقاء و انصار گرد حلقہ باندھے بدنوں پر سلاحِ جنگ آراستہ کیے حاضر ہیں۔ مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ اُن سب سے کہتے ہیں کل فوج حسینی سے کوئی زندہ نہ بچے گا یہی امتحان کا روز آخر اور ننگ و نام کا ہنگام ہے مناسب ہے کہ ہم سب پہلے ہی اپنی جانیں فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نثار کر دیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے جیتے جی حضرت کے عزیزوں سے کوئی مارا جائے اور فردائے قیامت میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرمندگی حاصل ہو سب جواب دیتے ہیں خدا نے چاہا تو ہم سب سے پہلے اپنی جانیں نثار کریں گے۔ حضرت نے اُن کے حق میں دعائے خیر کی پھر وہاں سے عزیزوں کے خیمہ کی طرف تشریف لے گئے دیکھا کہ وہاں بھی عزیز و قریب ہتھیار سجائے گرد بیٹھے ہیں اور جناب عباس علیہ السلام دونوں ہاتھ شیر کی طرح ٹیکے بیچ میں اُن سب سے کہتے ہیں کہ دیکھتے ہو

فرزند رسول ﷺ کس بلا میں مبتلا ہو گیا ہے نصرت اُس جناب کی سب پر عموماً ہم لوگوں پر خصوصاً واجب ولازم ہے اب تک تم سب حضرت کے عزیز تھے مگر اب چاہیے اپنے کو غلام سمجھو۔ میں نے سنا ہے انصار میں مشورہ ہو رہا ہے کہ عزیزوں سے پہلے وہ ہی نثار ہو جائیں لیکن خیال کرنا چاہیے اگر وہ سب شہید ہو گئے اور اُس کے بعد اعدا سے کوئی صورت مصالحت کی ٹھہری تو لوگ یہ ہی کہیں گے حضرت نے انصار کو کٹوا دیا عزیزوں کو بچا رکھا بہتر یہ ہے پہلے ہم فدا ہو جائیں۔ اُن سب نے یہ ہی عرض کی آپ کو گمان ہے کہ ہم اس امر میں دریغ کریں گے خود چاہتے ہیں کہ سب سے پہلے بہشت میں داخل ہو جائیں مگر جب آقا حکم دیں گے اپنا کیا اختیار ہے۔ امام مظلوم علیہ السلام نے اُنہیں بھی دعائے خیر دی اور خیمہ کی طرف مراجعت فرمائی اور بروایت دیگر عاشور اہل حرم کے خیموں کی طرف آئے جب متصل اُس خیمہ کے پہنچے جس میں جناب زینب علیہا السلام تھیں شگاف پردہ سے دیکھا کہ اُس مخدومہ نے اپنے فرزندوں کو آراستہ کیا ہے اور لباس مرگ پہنایا ہے دونوں کو اپنے پاس لیے سمجھاتی ہیں تم کچھ ایسے بچے نہیں خود سمجھتے ہو کہ تمہارے ماموں کس آفت میں گرفتار ہیں اور کل کیا ہونے والا ہے اس فوج قلیل سے کوئی زندہ نہ بچے گا اگرچہ کوئی ماں کسی بیٹے کو مرنے کیلئے نہ کہے گی مگر کچھ ایسا ہی امر ہے کہ میں خود تمہیں کہتی ہوں مجھے بھائی سے اور بیبیوں سے شرمندہ نہ کرنا پہلے ماموں پر نثار ہو جانا۔ لڑکے بولے ہم تو کب سے جان پر کھیلے ہوئے ہیں اگر آقا اجازت دیں تو اسی وقت مر جانے کو موجود ہیں۔ امام علیہ السلام نے جو ماں بیٹوں کی یہ تقریر سُنی دل پر عجب صدمہ ہوا آسمان کی طرف سر اُٹھا کر دعا کی خداوندا میری بہن زینب علیہا السلام کو ہر مصیبت میں صبر عنایت کر بعد اس کے اُدھر آئے جہاں اُمّ لیلیٰ علیہا السلام تھیں ملاحظہ فرمایا شہزادہ علی اکبر علیہ السلام لیٹے ہیں اور بالیں سر شمع ہاتھ میں لئے اُمّ لیلیٰ علیہا السلام فرزند کی صورت دیکھ رہی ہیں شمع کی طرح آنکھوں سے اشک جاری ہیں اور کس حسرت و یاس سے کہتی ہیں افسوس کل پیغمبر ﷺ کی نشانی مٹ جائے گی یہ چاند سی صورت خاک میں چھپ جائے گی یہ حال دیکھ کے آپ نے رو دیئے اور روتے ہوئے وہاں تشریف لائے جہاں اُمّ فروہ زوجہ امام

حسن علیہ السلام اپنے بیٹوں کو سمجھا رہی تھیں اے قاسم علیہ السلام والے عبداللہ علیہ السلام دس برس ہوئے تمہارے باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا تم نے چچا کے دامن عاطفت میں پرورش پائی حق وفاداری یہ ہی ہے کہ کل جانوں کو عزیز نہ کرنا چچا پر فدا ہو جانا۔ مظلوم کربلا علیہ السلام دعائے خیر دے کے وہاں سے بھی آگے بڑھے اور ایک خیمہ کے قریب جا کے دیکھا جناب عباس علیہ السلام بیٹھے ہوئے تلوار کی صیقل کرنے میں مشغول ہیں دفعتہً ایک گوشہ سے رونے کی آواز آئی۔ حضرت عباس علیہ السلام نے پھر کے دیکھا جناب اُمّ کلثوم علیہا السلام رُو رہی ہیں۔ عرض کی خدا آپ کو نہ رُلائے یوں تو وہ بلا نازل ہوئی ہے جس قدر روئیے بجا ہے مگر اس وقت کیوں روتی ہیں یہ سُن کے وہ مخدومہ اور شدت سے رونے لگیں اور کہنے لگیں کیونکر نہ روئے وہ غمدیدہ جس کا کوئی نہ ہو بہن زینب علیہا السلام و اُمّ لیلیٰ علیہا السلام و اُمّ فروہ علیہا السلام سب بیبیوں نے اپنے اپنے بیٹوں کو کل امام پر نثار ہونے کے واسطے آراستہ کیا ہے جان دینے کا وعدہ لیا ہے میرے پاس اولاد نہیں کسے بھائی پر تصدق کروں اپنی ناداری اور قسمت کی محرومی پر روتی ہوں۔ یہ کلام حسرت و یاس سن کے جناب عباس علیہ السلام بھی رو دیے اور عرض کی غم نہ کھایئے اگر اولاد نہیں ہے تو عباس علیہ السلام غلام آپ کا کس دن کیلئے ہے مجھ کو کل حضرت پر فدا کیجئے گا۔ امام مظلوم علیہ السلام بھائی بہن کے کلام پر بے تاب ہو کے رونے لگے اور اپنے خیمہ کی طرف تشریف لے گئے۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر26

- آیت جسے سُن کر فضیل عیاض نے توبہ کی۔
- منصور عمار کی حکایت۔
- احوال شب عاشور او شہادت عباسؑ
- شمر کا فخر کرنا یزید کے سامنے۔

مجلس نمبر 26

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ۝

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ حدید میں ارشاد فرماتا ہے کیا اہل ایمان کیلئے اس کا وقت نہیں آیا ہے کہ ڈریں اور یاد خدا سے دل اُن کے نرم وملائم ہوں۔''

فضیل عیاض کی حکایت:۔

منہج الصادقین میں منقول ہے کہ فضیل عیاض ایک راہزن شخص تھا تاجر اُس کے ظلم سے عاجز تھے اور کوئی تدبیر اُس کے دفع کرنے کی اُن لوگوں سے بن نہ آتی تھی اور فضیل ہمسایہ کی ایک عورت پر عاشق تھا ایک شب اُس نے قصد کیا کہ اُس عورت کے گھر جائے جب اُس کے مکان کے قریب پہنچا تو سنا کہ کوئی شخص یہ آیت پڑھ رہا ہے:

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ

یہ آیت سنتے ہی فضیل عیاض متنبہ ہوا اور کہنے لگا بار خدایا اب وہ وقت آیا کہ دل میرا نرم ہو جائے اس کے بعد اپنے اعمال گذشتہ کو یاد کر کے خوف خدا سے رونے لگا اُسی عالم خوف میں گھبرا کے آبادی سے ایک ویرانہ کی طرف نکل گیا۔ اتفاقاً دیکھا کہ ایک قافلہ اُترا ہے اور اہل قافلہ آپس میں کہہ رہے ہیں آج کی شب ہوشیار رہنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ فضیل خبر پائے اور آ کے ہم لوگوں کو لوٹ لے۔ فضیل نے جو یہ کلام سُنا زیادہ متنبہ ہوا اور

اپنے نفس سے خطاب کر کے کہنے لگا اے نفس شریر کس قدر تو نے خلق خدا کو ستایا ہے کہ ہر شخص تیرے نام سے پناہ مانگتا ہے پس اُسی وقت صدق دل سے توبہ کی اور خدا سے یہ عہد کیا کہ اب تیرے در کو کبھی نہ چھوڑوں گا مدت العمر مسجد الحرام کا مجاور رہوں گا اس کے بعد قافلہ کے سامنے آ کے کہنے لگا کہ وہ فضیل عیاض جس سے تم لوگ ڈرتے ہو میں ہی ہوں کچھ خوف نہ کرو کہ فضیل پر خدا کا فضل ہوا اپنے افعال و کردار سے باز آیا الغرض وہ مکہ معظمہ میں جا کر مجاور ہو گیا اور مراتب عالیہ کو پہنچا۔ حضرات! کیسے کیسے بندگان خدا دنیا میں گذر گئے ہیں جن کی حکایتیں ہم لوگوں کے واسطے باعث تنبہ و عبرت ہیں فضیل عیاض کی روایت تو آپ لوگوں نے سنی کہ اول راہزن تھا توبہ کر کے نیکو کاروں کے زمرہ میں داخل ہو گیا اب ایک اور جوان صالح کی روایت عرض کرتا ہوں اور اپنے مطلب پر آتا ہوں۔

حکایت منصور عمار:۔

کتاب سراج القلوب اور تفسیر منہج الصادقین میں منصور عمار سے منقول ہے وہ کہتا ہے ایک سال میں بقصد حج بیت الحرام اپنے وطن سے نکلا یہاں تک کہ شہر کوفہ میں پہنچا وقت شب ایک مکان سے آواز سنی کوئی شخص روتا ہے اور نہایت الحاح و زاری سے یہ مناجات کرتا ہے خداوندا جو معصیت مجھ سے وقوع میں آئی اُس سے تیری مخالفت منظور نہ تھی نہ اُس کے عقاب سے میں جاہل تھا لیکن تیری پردہ پوشی نے مغرور کیا اور تقاضا بشریت مجھ سے یہ گناہ سرزد ہوا،

مَا لِیْ سِوٰی قَرْعِیْ لِبَابِكَ حِیْلَةٌ
وَ لَئِنْ رَدَدْتَ فَاَیَّ بَابٍ اَقْرَعُ

''اب کون میری فریاد کو پہنچے گا اور کون مجھ کو تیرے عذاب سے بچائے گا اگر تو مجھے اپنے در رحمت سے مایوس پھیرے گا تو پھر کہاں جا کر التجا کروں گا کہ تمام دنیا میں تیری ہی سلطنت ہے۔''

تو کریم مطلق و من گدا چہ کنی جز انی کر نجوانیم
در دیگرے نما مراز درخودار تو برانیم

اُس جوان کی یہ مناجات سُن کر چاہا امتحان کروں اُس وقت میں نے یہ آیت پڑھی:

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

یعنی پرہیز کرو اور ڈرو اُس آگ سے جو آدمیوں سے اور پتھروں سے روشن کی جائے گی اُس جوان نے جب یہ آیت سنی ایک چیخ ماری اور تھوڑی دیر تک تڑپتا رہا اس کے بعد چپ ہو گیا میں نے اُس مکان کے دروازے پر نشان کر دیا صبح کو وہاں جا کر دیکھا ایک جنازہ رکھا ہے اور ایک ضعیفہ نہایت بے قراری سے رُو رہی ہے۔ میں نے پوچھا یہ میت کس کی ہے اُس ضعیفہ نے جواب دیا یہ جوان خدا شناس سید زادہ خاندان نبوت سے تھا شب کو اپنے خالق سے مناجات کرتا تھا ناگاہ کسی بندۂ خدا نے دروازہ پر آ کر کوئی آیت قرآن کی ایسی پڑھی کہ سنتے ہی اُس نے ایک آہ کا نعرہ کیا اور جان بحق ہو گیا۔

تمہید:۔

حضرات! ایک یہ بندۂ خاص تھا جس نے ایک آیت قرآنی دوسرے سے سنی اور اس قدر خوف الٰہی طاری ہوا کہ جان دے دی ایک وہ لوگ تھے کہ معرکۂ کربلا میں آیت اللہ سے مصحفِ ناطق سے اُنہیں کی زبانی مقرر آیات عذاب و تخویف و کلمات وعظ و پند سنتے رہے کچھ اثر بھی نہ ہوا خدا کا خوف کیسا خدا کے غضبناک ہی کرنے کی تدبیر کرتے رہے لوگوں کو خوف یزید سے ڈراتے رہے تا کہ کوئی امام علیہ السلام کی نصرت و امداد نہ کرے۔ جس قدر لوگ حضرت کے ساتھ بقصد اعانت آئے تھے اُنہیں بھی اعداء چاہتے تھے کہ سب کے سب اُس جناب کو یکہ و تنہا چھوڑ دیں اکیلا پا کے جہاں چاہیں جس طرح پائیں فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر لیں مگر جنہیں ضعف ایمان کے باعث یا حفاظت جان کی غرض سے یا اہل و عیال کی محبت میں ساتھ چھوڑنا منظور ہوا علیحدہ ہو گئے اور جو لوگ جادۂ ایمان و اعتقاد پر

ثابت قدم تھے وہ کب جدا ہوتے تھے۔

شب عاشور کی روایت:۔

لکھا ہے حضرت نے جب سفر عراق کا ارادہ کیا بہت سے لوگوں نے خیال کیا امام علیہ السلام کے ساتھ چلنے میں نفع دنیا ہے اگر کہیں جنگ بھی ہوگی فتح کر کے اسباب غنیمت سے متمتع ہوں گے اگر صلح ہو جائے گی تب بھی مال و متاع ہاتھ آئے گا اس اُمید پر ساتھ ہو لئے لیکن ہر کوچ و مقام پر امام مظلوم علیہ السلام اپنے ہم راہیوں سے کہتے تھے اس سفر میں جسے مرنا ہو وہ ساتھ چلے سوائے جنس شہادت کے دوسرا فائدہ نہیں یہ سُن سُن کے اثناء راہ میں جنہیں جہاں سے موقع ملا ساتھ چھوڑ چھوڑ کے کنارے ہو گئے یہاں تک کہ بروایت سید ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ زیدی کہ علمائے اہل سنت سے ہے معلوم ہوتا ہے کہ محرم کی نویں تاریخ تک فوج حضرت میں ایک ہزار سوار ایک سو پیادے پچاس بقال و اہل حرفہ باقی رہ گئے تھے جب وہ دن تمام ہوا اور وہ رات آئی جس کے بعد دوسری رات حضرت کو دنیا میں نہ ہوئی یعنی شب عاشور کو امام علیہ السلام نے اپنے برادر حق شناس جناب عباس علیہ السلام سے فرمایا اب جو لوگ اس لشکر میں رہ گئے ہیں سب کو میرے پاس بُلا لاؤ۔ حضرات! اس کی کیا وجہ تھی جو آپ نے اپنے بھائی عباس علیہ السلام سے بُلانے کو کہا اس میں کئی احتمال ہیں ایک یہ کہ شاید وہی قریب موجود تھے اُنہیں سے فرمایا دوسرے یہ کہ جناب عباس علیہ السلام کو ایسی خصوصیت اپنے بھائی سے تھی اور اس قدر امام علیہ السلام کے ہر کام و خدمت میں حاضر رہتے تھے جو امر حضرت کو کرنا منظور ہوتا تھا اپنی قوت بازو سے اُس کے انجام کیلئے کہتے تھے۔ تیسرے یہ کہ جس امر کا جو مدار الہام ہوتا ہے وہ کام اُسی سے لینا مناسب ہوتا ہے چونکہ جناب عباس علیہ السلام کو امور فوج سے زیادہ اختصاص تھا اور اُنہیں کو اُسی لشکر کا علمدار کرنا مقصود تھا اس لئے اُنہیں سے بُلانے کو ارشاد کیا بہرکیف جب سارے اہل لشکر حاضر ہوئے پہلے حضرت نے ایک ایک کو بہ نگاہ شفقت و التفات دیکھا پھر فرمایا دنیا میں یہ رات میرے لئے آخر ہے کل تک عمر بھی آخر ہے

تم سب کے واسطے جو مناسب سمجھتا ہوں کہے دیتا ہوں' آگاہ ہو کہ تمہارے ہی لئے آج کی شب دشمنوں سے مہلت لی ہے اپنی بیعت کو اُٹھا لیتا ہوں اور اختیار دیتا ہوں کہ اس پردۂ شب میں جہاں جس کا جی چاہے چلا جائے تم سے نہ مجھ کو کچھ شکایت ہے نہ دشمنوں کو عداوت ہے یہ لوگ فقط میرے ہی سر کے خواہاں ہیں کیوں میرے ساتھ تم لوگ بھی ہلاک ہوتے ہو یہ سُن کے جنہیں جانا تھا چلے گئے باقی لوگوں نے عرض کی ہم اس لئے ساتھ نہ آئے تھے کہ حضرت کو اس صحرائے ہولناک میں نرغۂ اعدا میں تنہا چھوڑ کے اپنے اپنے گھر چلے جائیں۔

وطن اپنا ہے مقتل' چھوڑ کر مقتل کدھر جائیں
ہمارے گھر ہیں تحت الارض مرجائیں تو گھر جائیں

آپ نے اُن سب کو راہِ وفا پر ثابت قدم پا کے دعائے خیر دی اس کے بعد اُن پچاس آدمیوں کی طرف متوجہ ہوئے جو اہلِ بازار و صاحب حرفہ تھے ارشاد کیا تم سب اس فوج میں بنظر تجارت و بہ اُمید منفعت آئے تھے کل اس فوج میں سب کے سب مارے جائیں گے کوئی زندہ نہ بچے گا جہاں زیادہ خریداری و صورت نفع دیکھو چلے جاؤ تمہارے لئے نہ کچھ ننگ و عار ہے نہ کوئی حق عہد بیعت ہے۔ آج خود اجازت دیتا ہوں اور یہ بھی کہتا ہوں کہ جو چلے گئے یا اب چلے جائیں کل روز قیامت کسی کا شکوہ نہ کروں گا یہ سُن کے اُن اہل بازار سے بھی چالیس آدمی نکل گئے کچھ فوج مخالف میں جا رہے کچھ کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے باقی دس آدمی رہ گئے حضرت نے اُن سے کہا تم کیوں نہ گئے اُنہوں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ ہم اہل بازار ہیں اپنا فائدہ چاہتے ہیں نفع دنیا کی اُمید میں آخرت کا سودا ہاتھ سے دینا عقل کے خلاف ہے اُس جنس کو لینا چاہیئے جو بازار قیامت میں کام آئے جو لوگ چلے گئے اُن کے پاس مال و اسباب نہ تھا فارغ البال تھے چلے گئے ہم تو دولت ایمان اور نقد جان رکھتے ہیں اس بار گراں کو کہاں لے جا سکتے ہیں۔

فَقَالَ اَنْتُمْ سَیِّدُوْنَ مِنْ اَھْلِ السُّوْقِ فِی الْجَنَّۃِ

حضرت نے اُن کے حق میں بھی دعا کی اور فرمایا اہل بازار سے جو لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اُن سب کے تم سردار ہو گے۔ مومنین! انصار امام حسین علیہ السلام کا کیا کہنا کیسے کیسے کامل الایمان اور شجاع زمانہ تھے نہ دنیا کی طرف راغب نہ شدتوں میں آسانی کے طلبگار' ساتھ حیات کو موت جان دینے کو زندگی سمجھتے تھے۔ لکھا ہے جب روزِ عاشور موت کا بازار گرم ہوا اور چند انصار باوفا درجہ شہادت پر فائز بھی ہوئے تو عابس شاکری کو کمال دینداری سے اپنا توقف کرنا گوارا نہ ہوا اور کہنے لگے اب میں تو اپنی جان فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نثار کرتا ہوں اور مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا۔ وہ کہنے لگا زہے سعادت ایسا موقع پھر ہاتھ نہ آئے گا اس میں جلدی ہی بہتر ہے۔ عابس رضی اللہ عنہ اس مشورے سے خوش ہوا اور آراستہ ہو کے خدمت امام میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا بن رسول اللہ آج حضرت جس بلا میں مبتلا ہیں دنیا میں کوئی بلا اس سے عظیم تر نہ ہوگی رد بلا کے واسطے کیا چارہ کروں اگر جان سے زیادہ کوئی شے عزیز ہوتی تو وہ بھی ان قدموں پر تصدق کر ڈالتا لیکن کیا کروں مجھ سے ناچیز کے پاس جان سے بڑھ کے کوئی چیز عزیز تر نہیں' چاہتا ہوں کہ اسی کو نثار کر ڈالوں سلام آخری کیلئے حاضر ہوا ہوں غرض رخصت ہو کے اس طرح فوج کی جانب آئے جیسے شیر گرسنہ گلۂ گوسفند کی طرف جاتا ہے۔ ربیع بن تمیم کہتا ہے میں نے عابس کو اکثر لڑائیوں میں جنگ کرتے دیکھا تھا اور اُس کی شجاعت سے خوب واقف تھا اپنے لشکر کو آواز دی اَیُّہَا القوم یہ عابس بن شعیب شاکری ایسا بہادر ہے کہ اس انبوہ کثیر میں کوئی اس کا مقابل نہیں اگر . ری باری لڑو گے تو ہرگز کامیاب نہ ہو گے ایک ایک کر کے سب کو ہلاک کر ڈالے گا سنتے ہی ساری فوج کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے ہر چند وہ دلیر دیر تک پکار پکار کے مبارز طب کرتا رہا' سب کے سب تصویر کی صورت کھڑے رہ گئے کوئی مقابلہ کو نہ نکلا عمر سعد ملعون نہایت برہم ہوا سگ دیوانہ کی طرح

چلانے لگا اے بزدلو تم پر ایسا ہراس طاری ہوگیا ہے آخر تم بھی مرد میدان ہو اگر ایک ایک نہیں لڑ سکتے تو سب کے سب مل کے گھیر لو نزدیک سے حرب آزما کر اور دور سے پتھر پھینک پھینک کے مجروح و بیکار کر ڈالو اللہ اللہ دشمن کی فوج میں پھر بھی سکوت طاری تھا جب دیکھا اعدا کسی طرح نہیں لڑتے اپنے جسم سے سامان جنگ اُتار کے پھینک دیا غرض یہ تھی کہ سامان جنگ کم کر دینے سے شاید کسی کو جرأت ہو مقابلہ میں آئے اس پر بھی کوئی نہ نکلا آخر اپنے بدن کو وقف راہ خدا کر کے جان دینے کے ارادہ سے خود فوج کی صفوں میں گھس گئے اور وہ حملہ کیا کہ سارے لشکر میں بھگدڑ پڑ گئی ایک دوسرے پر گرنے لگا لیکن تنہا کس کس سے لڑتے کہاں تک اپنے کو بچاتے ایک جگہ حلقہ فوج میں اس طرح گھر گئے کہ نکلنا ممکن نہ ہوا چاروں طرف سے وار پڑنے لگے برابر زخم پر زخم کھانے لگے اُسی عالم میں کسی نے شہید کر ڈالا۔ ربیع کہتا ہے اس کے بعد میں نے دیکھا کچھ لوگ عابس رضی اللہ عنہ کا فرق بریدہ لیے آپس میں تکرار کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے فخر کر کے کہتا ہے میں نے ایسے شجاع و دلیر کو قتل کیا۔ ابن سعد کہنے لگا کیوں ناحق بحث کرتے ہو تم میں سے کسی ایک نے قتل نہیں کیا سب نے مل کے ہر طرف سے گھیر کے ہلاک کیا ہے۔

فخر کرنا شمر کا یزید کے سامنے:۔

مومنین! اس وقت ان اشقیا کے فخر کرنے پر مجھے وہ وقت یاد آگیا وہ وقت کہ جب شمر ملعون نے دربار میں امام مظلوم کا سر بریدہ لے جا کے یزید کو نذر دیا اور فخر و مباہات سے کہنے لگا:۔

اِملَا رِکَابِیْ فِضَّۃً وَ ذَھَبًا
اِنِّیْ قَتَلْتُ مَلِکًا مُحَجَّبًا

''اے یزید اس وقت میرے اسپ و شتر کو سونے چاندی سے بار کر دے اس لئے کہ تیری خوشی کے واسطے اس شقی نے ایسا امر عظیم کیا کہ اُس بادشاہ دین و دنیا کو قتل کر کے

اہلبیت علیہم السلام کو اسیر کرلایا جس کے دروازے پر فرشتے پاسبانی کرتے تھے۔"

طَعَنْتُهٗ بِالرُّمْحِ حَتّٰى انْقَلَبَا

"نہ خدا کا کچھ خوف نہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کچھ پاس کیا اس طمع دنیا میں حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام کے سینہ پر وہ نیزہ لگایا جس کے صدمہ سے زمین پر گر پڑے۔"

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

مجلس نمبر27

- آیت زندگانی دنیا کھیل وتماشا ہے۔
- جناب خضرؑ کی حکایت۔
- حکایت کافر عہد جناب موسیٰؑ جس نے حضرت موسیٰؑ سے پیام عرض کیا تھا۔
- حضرت عروہ غفاریؓ اور حضرت علی اصغرؑ کی شہادت

مجلس نمبر 27

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَھْوٌ وَّ زِیْنَۃٌ وَّ تَفَاخُرٌ بَیْنَکُمْ وَ تَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ ؕ

”حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ حدید میں ارشاد فرماتا ہے اے طالبان دنیا واقف ہو کہ نہیں ہے زندگانی دنیا مگر کھیل وتماشا اور زیبائش اور فخر کرنا ایک کا دوسرے پر شرافت و منزلت میں اور مباہات کرنا کثرتِ مال وفرزند پر۔“ مومنین! اسی آیہ وافی ہدایہ سے استنباط کر کے کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے:

اَلدُّنْیَا لَعِبٌ کَلَعِبِ الصِّبْیَانِ وَ لَھْوٌ کَلَھْوِ الْفِتْیَانِ وَ زِیْنَۃٌ کَزِیْنَۃِ النِّسْوَانِ وَ تَفَاخُرٌ کَتَفَاخُرِ الْاَقْرَانِ وَ تَکَاثُرٌ کَتَکَاثُرِ الدِّھْقَانِ ۝

”دنیا وہ کھیل ہے جسے لڑکے کھیلتے ہیں اور وہ تماشا ہے جسے جوان پسند کرتے ہیں اور وہ زینت ہے جسے عورتیں چاہتی ہیں اور وہ افتخار ہے جو ابنائے جنس ایک دوسرے پر کرتے ہیں اور وہ زیادہ طلبی ہے جس کی دہقان اپنی محاصل زراعت میں خواہش رکھتے ہیں۔“

فِی الْاَنْوَارِ سُئِلَ الْخِضْرُ مِنْ اَعْجَبِ شَیْءٍ رَاٰہُ

جناب خضر علیہ السلام کی حکایت:-

انوار نعمانیہ میں منقول ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام سے کسی نے پوچھا آپ نے دنیا میں سب سے زیادہ تعجب کی چیز کیا دیکھی؟ فرمایا میں ایک مرتبہ ایک شہر میں گیا جو میرے گمان میں تمام روئے زمین کے شہروں سے زیادہ آباد تھا وہاں کے باشندوں سے پوچھا یہ شہر کب سے آباد ہے؟ اُن لوگوں نے کہا ہم گمان کرتے ہیں کہ زمانہ طوفانِ نوح علیہ السلام سے اسی طرح آباد ہے۔ اس کے بعد میں چلا آیا پانچ سو برس کے بعد پھر جو وہاں گیا تو دیکھا کہ شہر ویران ہو گیا ہے اور ایک طرف کچھ چرواہے دُنبیاں چرا رہے ہیں۔ اُن سے جو کیفیت پوچھی تو اُنہوں نے کہا ہمیں نہیں معلوم کب سے ویرانہ ہے ہم برابر اسی طرح دیکھتے ہیں پانچ سو برس کے بعد پھر جو میں وہاں گیا تو دیکھا کہ اُس مقام پر دریائے زخار جاری ہے اور غواص اُس میں سے موتی نکال رہے ہیں۔ اُن سے جو کیفیت پوچھی اُنہوں نے بھی جواب دیا ہم سمجھتے ہیں کہ شاید طوفان نوح علیہ السلام کے وقت سے یہ دریا اسی طور سے جاری ہے پانچ سو برس کے بعد جو پھر وہاں جاتا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ دریا تمام جنگل ہو رہا ہے اور اس میں وحوش و درندے پھر رہے ہیں جا بجا جھیلیں ہیں تالاب ہیں کچھ لوگ چھوٹی کشتیوں پر بیٹھ کے مچھلیوں کا شکار کر رہے ہیں۔ میں نے اُن سے پوچھا یہاں جو دریائے زخار تھا اُس کا کیا ہوا؟ اُن لوگوں نے کہا سبحان اللہ ہم نے کبھی اپنے بزرگوں سے بھی یہ نہیں سنا کہ یہاں دریا تھا میں وہاں سے چلا آیا اور بعد پانچ سو برس کے پھر گیا اس مرتبہ دیکھا کہ وہاں مثل سابق کے اُسی طرح شہر آباد ہے میں نے پوچھا یہاں جنگل تھا اُس کا کیا ہوا؟ اور یہ شہر کب سے آباد ہے؟ اُن لوگوں نے جواب دیا شاید طوفان نوح علیہ السلام کے وقت سے یہ شہر اسی طرح آباد ہے پانچ سو برس کے بعد جو پھر میں وہاں پہنچا دیکھا کہ وہ شہر اُلٹا ہوا پڑا ہے اور تمام شہر سے دُھواں بلند ہے اور کسی انسان کو بجز ایک چرواہے کے نہ دیکھا اُس سے جو پوچھا کہ یہاں پر جو شہر آباد تھا اُس کا کیا ہوا اور یہ دھواں کب سے ہے؟

فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَكَرَ اٰبَائُنَاۤ وَ لَا اَجْدَادُنَا اِلَّا اَنَّ هٰذَا الْمَوْضَعِ كَانَ هٰكَذَا مُنْذُ كَانَo

''اُس نے کہا سبحان اللہ ہمارے آباؤ اجداد یہی کہتے آئے کہ یہ مقام ہمیشہ اسی طرح سے ہے۔'' حضرت خضر علیہ السلام نے اُس سائل سے کہا اے بھائی تمام دنیا کی سیاحت میں ہم نے اس سے زیادہ تعجب کی کوئی چیز نہیں دیکھی۔

تمہید:-

حضرات اگر خیال کیجئے تو دنیا ایک تماشا گاہ ہے۔ جس طرح کسی زمین افتادہ پر بازی گر نے آ کر ایک ساعت کیلئے کچھ شعبدہ کیا اور لوگ اُس کے دیکھنے میں مشغول ہوئے اور جب وہ اُٹھ گیا تو کچھ بھی نہ تھا وہی زمین افتادہ تھی پس انسان کو چاہیے کہ ہر وقت عمل خیر میں مشغول رہے تا کہ سفر آخرت کا توشہ ہو اور ہر وقت حق تعالیٰ سے انجام خیر ہونے کی دعا کرتا رہے اور اُس کی رحمت کا اُمیدوار رہے کہ رحمت اُس کی بہت وسیع ہے۔ چشم زدن میں حق تعالیٰ سینکڑوں برس کے گناہ معاف کر کے بہشت میں پہنچا دیتا ہے۔

حکایت عہد جناب موسیٰؑ:-

کتاب خلاصۃ الاخبار میں منقول ہے کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک کافر کبیر السن تھا جس کی عمر چھ سو برس کی تھی ایک روز کلیم اللہ کوہ طور پر تشریف لیے جاتے تھے اثناء راہ میں اُس کافر سے ملاقات ہوئی۔ حضرت کو دیکھ کر کہنے لگا اے موسیٰ علیہ السلام تم تو اپنے خدا سے باتیں کیا کرتے ہو عند الکلام میری طرف سے کہنا کہ مجھ کو تیرے خالق ہونے سے ننگ آتا ہے اور اگر حقیقت میں تو ہی مجھ کو رزق دیتا ہے تو مجھے تجھ سے روزی لینا گوارہ نہیں جب حضرت مقام مناجات پر تشریف لے گئے تو شرم سے اُس کافر کی باتوں کا کچھ ذکر نہیں کیا۔ وحی ہوئی اے موسیٰ علیہ السلام تم نے میرے فلاں بندے کا پیام مجھ تک نہ پہنچایا۔ عرض کی

بارالٰہی اُس کی گستاخی کے کلام سے تو خوف واقف ہے مجھے اُس کی ادائے رسالت سے معاف فرما۔ حکم ہوا اے موسیٰ علیہ السلام تم میری طرف سے یہ جواب دینا ہر چند تجھے میرے معبود ہونے سے ننگ آتا ہے مگر مجھے تیرے بندہ ہونے سے کچھ عار نہیں اور اگرچہ تو میری روزی نہیں پسند کرتا ہے لیکن میں تو بلا درخواست بھی تجھے رزق پہنچایا کروں گا الغرض جب کلیم اللہ علیہ السلام نے معاودت فرمائی تو اُس کافر نے حضرت کو خود روک کر پوچھا کیوں موسیٰ علیہ السلام تم نے میرا پیام پہنچایا تھا یا نہیں اگر میرے کلام کا ذکر آیا ہو تو کہو کیا جواب پایا۔ حضرت نے جو کچھ حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد تھا بیان کر دیا سنتے ہی وہ عاقبت اندیش تھوڑی دیر تک گردن جھکائے رہا اُس کے بعد سر بلند کر کے کہنے لگا اے موسیٰ علیہ السلام تم پیمبر بردبار ہو اور خدا تمہارا بڑا حلیم و کریم ہے افسوس صد افسوس میں نے اپنی اتنی عمر محض جہالت و نادانی میں بسر کی اب مجھے اسلام کی تلقین کیجئے الغرض وہ نیک انجام کلمہ پڑھ کر بصدق دل مسلمان ہوا اور فوراً سجدۂ خالق میں گرا اور اُسی سجدہ میں جان بحق تسلیم ہو گیا۔ اللہ اکبر مومنین! خدا کی رحمت کو خیال فرمائیں کہ ایک مرتبہ کلمہ توحید کہنے سے اور ایک سجدۂ خالق بجالانے میں اُس مرد کبیر السن کے چھ سو برس کا زنگ کفر زائل ہو گیا بالکل گناہ محو ہو گئے فردوس بریں میں پہنچ گیا۔

تمہید:۔

کس قدر رحمت خدا اُن پر ہو گی جنہوں نے اپنے صغر سن سے کبر سن تک برابر سجدۂ خالق میں بسر کی جہادوں میں جان و مال سے حاضر رہے۔ حضرات! اس مرد کبیر السن کے ذکر پر مجھے دوسرے بزرگوار کبیر السن کا حال یاد آیا جو ہمیشہ عبادت ہی کرتے رہے خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہی میں دنیا سے گذر گئے۔

عروہ غفاری کی شہادت:۔

وہ انصار امام حسین علیہ السلام سے عروۂ غفاری ہیں ایسے کبیر السن تھے کہ بوجہ ضعیفی

بھویں اپنی جگہ سے چھوٹ کے آنکھوں پر اس طرح لٹک آئی تھیں کہ کسی چیز کو دیکھ نہ سکتے تھے نماز جمعہ و جماعت بھی ساقط ہو گئی تھی کہیں آنے جانے کے قابل نہ رہے تھے قد راست جھک کر سراپا محراب عبادت کی صورت بن گیا تھا۔ غازی ایسے تھے کہ رسول خدا ﷺ و جناب امیر علیہ السلام کے زمانہ میں برابر جہاد کرتے رہے جنگ بدر میں ایسا لڑے کہ بدری مشہور ہو گئے وفادار ایسے کہ اس ضعیفی میں بھی مرتے دم تک اپنے آقا کا حق رفاقت ادا کیا۔ منقول ہے کہ ایک دن گھر میں بیٹھے تھے دفعتہً گریہ وزاری کا شور وغل سُنا غلاموں سے کہنے لگے دیکھو آج کیا ہے مدینہ میں تو کبھی ایسا رونا پیٹنا نہیں ہوا تھا مگر جس دن رسول خدا ﷺ و فاطمہ زہرا علیہا السلام نے انتقال فرمایا تھا یا کوفہ سے جناب امیر علیہ السلام کی خبر شہادت آئی تھی یا امام مسموم نے شہادت پائی تھی ان ایام کے علاوہ تو کبھی ایسا کہرام میں نے یہاں نہیں سُنا تھا وہ لوگ دریافت کر کے کہنے لگے جن دنوں میں آپ نے ایسا ماتم دیکھا تھا اُس سے زیادہ مصیبت کا یہ دن ہے پنج تن میں ایک امام حسین علیہ السلام کا دم باقی تھا آج حضرت بھی ترک دنیا کرتے ہیں مدینہ بے رونق، مزار رسول ﷺ بے چراغ، شیعہ بے امام ہوا چاہتے ہیں۔ وہ جناب اہل حرم اور بچوں کو ساتھ لے کے سفر کرنے پر آمادہ ہیں گھوڑوں پر زینیں، اونٹوں پر کجاوے کسے جا رہے ہیں در دولت پر بنی ہاشم اور سارے اہل شہر کا ہجوم ہے، عصمت سرا سے تا روضۂ رسول ﷺ اور قبر نبی ﷺ سے مزار بتول علیہا السلام تک ایک ہنگامۂ ماتم برپا ہے۔ عروۂ غفاری سنتے ہی گھبرا اُٹھے یقین ہو گیا کہ یہ سفر حضرت کا وہی سفر آخرت ہے کہ پہلے ہی سے جناب رسول خدا ﷺ نے جس کی خبر دی تھی غلاموں سے کہنے لگے میرا بھی سامان سفر درست کرو اور جس طرح ہو سکے مجھے اونٹ پر بٹھا کے لشکر امام کے ساتھ کر دو۔ غرض لکھا ہے کہ عروہ غفاری رضی اللہ عنہ بھی امام کے ہمراہ ہو لئے کوچ و مقام میں ساتھ ساتھ تھے جہاں آپ جناب کا خیمہ برپا ہوتا تھا اُس سے علیحدہ یہ بھی ایک جگہ اُترتے تھے اُسی طرح مدینہ سے مکہ میں مکہ سے کربلا میں داخل ہوئے اور ایک مقام پر جدا گانہ خیمہ نصب کر کے قیام کیا ہر وقت جویائے حال رہتے تھے برابر خبریں ملا کرتی تھیں کبھی سُنا پسر سعد فوج

کثیر لے کے کوفہ سے آیا ہے اور کبھی معلوم ہوا شمر ملعون بہت سے سوار و پیادہ ساتھ لایا ہے۔ کسی نے کہا محمد بن اشعث کے ساتھ چار ہزار سوار آئے ہیں' کوئی بولا حصین بن نمیر بھی ہزاروں آدمیوں کی جمیعت سے آپہنچا۔ اسی طرح ہر روز متوحش خبریں پہنچتی جاتی تھیں یہاں تک کہ صبح عاشورا معلوم ہوا لڑائی شروع ہوگئی فوج اسلام سے چند اصحاب بھی درجہ شہادت پر فائز ہو چکے۔ عروہ غفاری رضی اللہ عنہ سنتے ہی اپنے مرنے پر آمادہ ہو گئے جھکی ہوئی کمر کو ملتے ہوئے ہاتھوں سے خوب کس لیا' گری ہوئی پلکوں کو اُٹھا کے جھریاں پڑی ہوئی پیشانی پر کپڑے سے باندھ دیا غلاموں سے کہا مجھے گھوڑے پر بٹھا کے نیزہ ہاتھ میں دے دو۔ منقول ہے مظلوم کربلا دور سے یہ کیفیتیں دیکھ دیکھ کے روتے تھے جب وہ پیر جوان بخت سامنے آ کے کہنے لگا۔

یَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَتَاْذَنُ لِیْ بِالْجِھَادِ

اے آقا! جوانوں نے اپنے دل کا حوصلہ نکالا یہ ضعیف غلام بھی چاہتا ہے اُنہیں میں جا ملے کیا اجازت ہے؟ حضرت اُن کی وہ حالت اور یہ ہمت دیکھ کے رو دیئے اور فرمایا تم سا پیر ناتواں کیونکر لڑ سکتا ہے جس سے بوجہ ضعیفی جمعہ و جماعت بھی ساقط ہو جائے اُسے کس طرح کہوں کہ میدان میں ایک انبوہ کثیر سے جنگ کرے۔ عروہ غفاری رضی اللہ عنہ نے رُو رُو کے عرض کی آپ خوب جانتے ہیں مدینہ سے یہاں تک اسی حالت میں اسی شوق شہادت میں ہمراہ سفر رہا ہوں اب سفر جنت درپیش ہے کیونکر ساتھ چھوڑوں' حضرت کے جد بزرگوار اور پدر عالی مقدار کے ساتھ جوانی میں برابر شریک جہاد رہا اگر اُس وقت بچا تا تو اُمید بھی تھی کچھ دنوں زندہ رہوں گا اب تو خود گور کے کنارے ہوں زندگی کی کون سی حسرت باقی ہے اگر آج ان قدموں پر نثار نہ ہوا تو اپنی محرومی یہی غم بے موت مار ڈالے گا اور جب روز قیامت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی مرتضیٰ علیہ السلام مجھ سے پوچھیں گے کہ تو نے ہمارا تو برابر ساتھ دیا مگر ہمارے فرزند مظلوم کا ساتھ کربلا میں چھوڑ دیا کیونکر گوارا ہوا کہ اعدا حسین علیہ السلام پر تیر برسائیں اور نیزہ و شمشیر لگائیں اور تو دیکھتا رہے۔ اُس وقت میں کیا جواب دوں گا مولا

اشتیاق شہادت میں خود بخود پاؤں میدان کی طرف بڑھے جاتے ہیں جلد اجازت دیجئے۔

قَالَ رَحِمَكَ اللّٰهُ وَجَعَلَكَ مِنْ جَوَارِيْ فِي الْجَنَّةِ ثُمَّ اَذِنَ لَهٗ

جب امام مظلوم علیہ السلام نے دیکھا کسی طرح یہ ثابت قدم جادۂ ارادت سے باہر نہ ہوگا ارشاد فرمایا خدا تمہاری اس ہمت عالی پر رحم کرے اور روز قیامت ہمارے ہمسایہ میں جگہ دے کہ ہماری اس غربت و بے کسی میں جہاں کوئی پرسان نہیں نصرت و مددگاری کرتے ہو اچھا میدان میں جاؤ تم بھی اپنے دل کی حسرت نکال لو۔ سُنتے ہی عروہ غفاری رضی اللہ عنہ کے تن بے جان میں جان آ گئی خوشی سے رگوں میں خون دوڑنے لگا فرط شجاعت سے چہرہ سرخ ہو گیا دفعتہً جوانوں کی طرح دل میں قوت بدن میں طاقت آ گئی فوراً اسلام آخری کر کے رزم گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ سبحان اللہ کیا بہادر تھے کہ اس سن و سال میں اُس فوج کثیر سے تنہا وہ جنگ کی کہ ابتدائے خلقت دنیا سے آج تک کوئی بوڑھا کبھی اس طرح نہ لڑا ہوگا دم بھر میں ساٹھ نامی گرامی پہلوانوں کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دیا فوج کی صفیں درہم و برہم ہو گئیں لیکن اتنی دیر کے لڑنے میں خود بھی ایسے زخمی ہو گئے کہ زین فرس پر ٹھہر نہ سکے کثرت جراحات سے زمین پر آ رہے اعداء نے ہر طرف سے ہجوم کر لیا اُسی ہنگامہ گیر و دار میں کسی شقی نے شہید کر ڈالا۔

علی اصغرؑ کی شہادت:۔

حضرات! اہل کوفہ و شام کیسے بے رحم و شقی تھے کہ فوج امام علیہ السلام سے نہ بوڑھوں کو زندہ چھوڑا نہ بچوں کو باقی رکھا بوڑھے بھی ایسے کہ عروہ غفاری رضی اللہ عنہ سے کبیر السن کو قتل کیا بچے بھی ایسے کہ علی اصغر علیہ السلام سے شش ماہہ شیر خوار کو ہلاک کیا' خدا رحم نہ کرے حرملہ بن کاہل اسدی پر اُس شقی کو ایسے طفل شیر خوار پر رحم نہ آیا۔ لکھا ہے کہ مظلوم کربلا علیہ السلام جب اُس صاحبزادے کو آغوش میں لئے میدان میں تشریف لائے۔ اعداء کے مقابل کھڑے ہو کے

اُس بچے کو ہاتھوں پر اُٹھایا یہاں تک کہ سفیدی حضرت کی زیر بغل کی نمایاں ہوئی۔ مومنین! کیوں اُس جناب نے اس قدر ہاتھوں کو بلند کیا؟ یہ وجہ تھی کہ روز قیامت کسی کو عذر کی جگہ نہ رہ جائے جو ملاعین آخر کی صفوں میں تھے اُنہیں یہ کہنے کی گنجائش باقی نہ رہے کہ ہم نے طفل شیر خوار کو نہ دیکھا تھا کہ حضرت لائے ہیں اور اُس کے لئے پانی طلب کرتے ہیں۔ اس واسطے آپ نے گھوڑے پر سے ہاتھوں کو جہاں تک بلند ہو سکا اُٹھایا اور اُس طفل شیر خوار کو دکھا کر جہاں تک آواز بلند سے ممکن ہوا پکارے اے قوم جفا کار اگر میں تمہارے زعم ناقص میں ایسا گنہگار ہوں کہ پانی دینے کے بھی قابل نہیں ہوں تو یہ بچہ بے زبان ہے جنگ کیسی گھٹنیوں بھی چل نہیں سکتا کئی دن گذر گئے ہیں کہ ایک قطرہ پانی کا اس کے حلق نازک تک نہیں پہنچا ہے پیاس کی شدت سے ہلاک ہوا جاتا ہے آنکھیں پھیر رہا ہے ننھا سا منکا ڈھلا جاتا ہے غش پہ غش آرہے ہیں ان لاکھوں آدمیوں میں کوئی مسلمان خداترس ہے کہ اس سید زادہ پر رحم کر کے تھوڑا پانی پلا دے۔ اس بیان دردناک سے ساری فوج میں تہلکہ پڑ گیا لوگوں کے دل بھر آئے اکثر کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے بعضوں نے چاہا پانی پلا دیں مگر خوف ابن سعد سے باز رہے۔ آہ آہ کیا حرملہ کی شقاوت تھی تیر چلۂ کمان میں جوڑ کے اس طرح مارا کہ اُس بچہ معصوم کے گلوے نازک کو توڑ کے امام مظلوم علیہ السلام کے بازو میں پیوست ہو گیا اور وہ شیر خوار باپ ہی کے ہاتھوں پر اُسی وقت دو تین ہچکیاں لے کے سرد ہو گیا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر28

- آیت شعار و اوصاف مومن میں
- روایت حسن بصریؒ۔
- روایت مسلم بن عوسجہ و حبیب ابن مظاہر کے
- شہادت حضرت مسلم بن عوسجہؓ۔
- حضرت حبیب ابن مظاہرؓ کی شہادت۔
- روایت سر حبیبؓ۔

مجلس نمبر 28

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَ عَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ٥

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ انفال میں مومنین کے شعار و اوصاف بیان کرتا ہے بدرستیکہ مومن وہ لوگ ہیں کہ جب اُن کے سامنے حق تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے تو دل اُن کے خوف خدا سے کانپ اُٹھتے ہیں اور جس وقت اُن کے روبرو اُس کا کلام یعنی قرآن پڑھا جاتا ہے تو اُن لوگوں کا ایمان زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ ہر امر میں اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں اور ہر حال میں اُسی سے امید رکھتے ہیں۔''

اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ط اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط لَھُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَ مَغْفِرَۃٌ وَّ رِزْقٌ کَرِیْمٌ ط

''اور صفت میں مومنوں کے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ نماز پڑھتے ہیں اور ہمارے رزق وروزی کو جو ہم نے اُن کو عطا کی ہے ہماری راہ میں صرف وخرچ کرتے ہیں بے شک وہی اشخاص مومن وکامل الایمان ہیں اُنہیں کے واسطے خدا کے یہاں درجہ ہائے بلند ہیں اور اُنہیں کیلئے مغفرت ورزق کریم یعنی جنت کی نعمتیں ہیں۔''

حسن بصری رضی اللہ عنہ کی روایت:-

صاحب تفسیر منہج الصادقین لکھتے ہیں کہ کسی شخص نے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تو مومن ہے یا نہیں اُس نے کہا ایمان دو طرح کا ہے ایک تو ایمان خدا و انبیاء علیہ السلام و ملائکہ کے ساتھ اور تصدیق قرآن و جنت و دوزخ وثواب وعقاب وغیرہ کی اس راہ سے تو البتہ میں مومن ہوں اور اگر مقصود تیرا مصداق اس آیت کا ہے تو ہرگز میں اُن لوگوں میں داخل نہیں ہوں۔

تمہید:-

حضرات! اگر تامل کریں اور بنظر غور دیکھیں تو مصداق اس آیت کے البتہ وہ بزرگوار تھے جنہوں نے معرکہ کربلا میں امام حسین علیہ السلام پر اپنی جانیں نثار کیں کامل الایمان اُن کو کہتے ہیں دینداری کے یہ معنی ہیں کسی وقت مصیبت اور عالم شدت میں اپنے آقا جناب سید الشہدا علیہ السلام کا ساتھ نہ چھوڑا ہر حال میں شریک رہے رفاقت میں وطن چھوڑا مسافرت اختیار کی تین دن بھوکے پیاسے رہے آخر تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر حضرت کے قدم پر نثار ہو گئے۔ سبحان اللہ اصحاب جناب سید الشہدا علیہ السلام کیسے کیسے بہادر اور وفادار تھے اگر اُن کے اوصاف لکھے جائیں تو دفتر طویل میں بھی گنجائش نہیں ہو سکتی۔

مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ وحبیب ابن مظاہر رضی اللہ عنہ کی روایت:-

مختصر حال مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ وحبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ کا لکھتا ہوں انوار الشہادۃ وغیرہ میں منقول ہے کہ مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ علمائے اہل اسلام سے تھے عمر شریف اُن کی نوے برس کی ہوئی تھی اور حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ مرد فقیہ و قاری قرآن تھے اور مدت عمر اُن کی تراسی سال تھی یہ دونوں بزرگوار خدمت باسعادت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امیر المومنین علیہ السلام میں مستفیض ہوا کرتے تھے اور جناب امیر علیہ السلام کے اصحاب میں یہ زیادہ محل

اعتماد تھے اور ان کا یہ اعزاز و وقار تھا کہ حضرت اُن کو بھائیوں کی طرح بلفظ اخی خطاب کرتے تھے اور ان کو خاندانِ رسالت ﷺ بالخصوص جناب سیّد الشہداء علیہ السلام سے جو عقیدت و محبت تھی سب جانتے ہیں کس طرح معرکہ کربلا میں اپنے آقا پر نثار ہو گئے اس ضعیفی میں کہ درست ہو کے کھڑے نہ ہو سکتے تھے ایسی نیت درست تھی کہ جوانوں سے بڑھ کے کام کیا۔

امام علیہ السلام کے آوارہ وطن ہونے کی خبر سن کر ایسے بدحواس ہو گئے کہ گھر بار اہل و عیال سب کو چھوڑ دیا بے تاب ہو کے اس طرح کوفہ سے باہر نکلے کہ پھر یہ دونوں زندہ نہ آئے اور آئے بھی تو ان کے سر ہائے بریدہ امام علیہ السلام کے سرِ اطہر کے ساتھ نوک نیزہ پر آئے۔ جانے کی کیفیت آنے کی حالت خیال کر کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جن دنوں فرزند رسول الثقلین جناب امام حسین علیہ السلام کو خانہ کعبہ میں بھی پناہ نہ ملی اور وہ جناب اپنے اہل حرم اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو ساتھ لیے گرمی کی فصل میں جنگلوں، پہاڑوں کی راہ طے کرتے ہوئے صحرائے کربلا میں وارد ہوئے اُن دنوں میں کوفہ میں موجود تھا دیکھتا تھا کہ اطراف و جوانب نزدیک و دور سے فوجوں پر فوجیں رسالوں پر رسالے کوفہ میں آتے ہیں اور برابر ابن زید سے زر و خلعت لے لے کر صبح و شام رات و دن کربلا کی طرف روانہ ہوتے جاتے ہیں۔ بازاروں میں ہر طرف آہنگروں کی دکانوں پر لوگوں کا ہجوم ہے آلات حربی کو درست کرا رہے ہیں کہیں تلواروں پر صیقل ہو رہی ہے کہیں نیزہ و خنجر زہر میں بجھائے جاتے ہیں۔ یہ سب سامان دیکھ کے روز بروز میرا اضطرابِ دل بڑھتا جاتا تھا یہ تو معلوم تھا کہ فرزند رسول ﷺ سے زمانہ منحرف ہے آپ ہی کے واسطے یہ لشکر کشی ہو رہی ہے۔ بے شک لڑائی ہو گی مگر یہ نہ جانتا تھا کہ کس دن جنگ ہو گی ایسا نہ ہو کہ میں اُس وقت تک خدمت امام میں پہنچ نہ سکوں اور جان نثاری سے محروم رہ جاؤں۔ ایسے پُر آشوب وقت میں کہ ہر طرف سے راہیں مسدود تھیں اپنی ضعیفی کے سبب سے تنہا جانا مناسب نہ سمجھتا تھا یہی چاہتا تھا کہ کوئی رفیق مل جائے تو باہم ہو کے کسی طرح حضرت کے پاس پہنچنے کی راہ نکل آئے۔ ایک دن اسی حزن و ملال میں بازار کی طرف جا رہا تھا ایک دوکان پر مسلم بن عوسجہ

رضی اللہ عنہ کو دیکھا کھڑے ہوئے کچھ مول لے رہے ہیں میں نے قریب جا کر سلام کیا اور پوچھا اے بھائی کیا کر رہے ہو؟ اُنہوں نے کہا حنا خرید کرتا ہوں پیرانہ سالی کی وجہ سے داڑھی سفید ہوگئی ہے کیا جانے کس وقت موت آجائے چاہتا ہوں خضاب کرلوں کہ جب خدا سے ملاقات کروں تو چہرہ سے ظاہر ہو کہ طریقۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کر کے آیا ہوں۔ راوی کہتا ہے یہ سُنتے ہی حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ نے بے اختیار ایک آہ کھینچی اور کہنے لگے کہ حنا لے کے کیا کرو گے تم کو خبر نہیں ہے کہ ان دنوں شہر میں کیا ہو رہا ہے؟ مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ نے کہا بوجہ ضعیفی گھر سے بہت کم نکلتا ہوں مجھے تو کچھ معلوم نہیں تمہیں بتاؤ کیا حال ہے۔ اُنہوں نے کہا وہ حال ہے کہ فرطِ قلق سے بیان نہیں ہوسکتا فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دشمنوں نے یورش کردی ہے۔ کربلا میں فوجوں نے آپ کا محاصرہ کرلیا ہے افسوس ہے کہ ایسے وقت جانثاری کیلئے ہم حاضر نہ ہوں۔ اے بھائی آؤ ہم تم مل کے خدمت امام علیہ السلام میں چلیں اور اس بڑھاپے میں قبل اس کے موت آئے ہم لوگ خود موت کی طرف سبقت کریں۔ حضرت کے قدم پر جانیں نثار کر کے حنا کے بدلے اپنی داڑھی کو خون سے خضاب کریں۔ مسلم نے جو ایک مرتبہ یہ حال سُنا ضعیفی سے تو مضمحل تھے وفورِ غم سے اور بھی نڈھال ہو گئے۔ امام علیہ السلام کی غربت و بے کسی پر دیر تک روتے رہے اس کے بعد وہ چہرہ جو کثرتِ قلق سے زرد ہو گیا تھا شجاعت کے جوش میں جان نثاری کے اشتیاق میں سرخ ہو گیا اور کہنے لگے اے بھائی خدا تم کو جزائے خیر دے کہ ایسے عمل خیر پر مجھ کو آمادہ کیا۔ غرض وہ دونوں مشتاق شہادت کمر ہمت باندھ کے مخفی طور پر بیرون شہر آئے اور اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کے روانہ کربلا ہوئے اور جس وقت اُس سرزمین پر وارد ہوئے دیکھا مخالف فوج سے وہ سارا میدانِ آفت خیز بھرا ہوا ہے۔ دریا کے گھاٹوں پر ابر سیاہ کی طرح اعدائے دین چھائے ہوئے ہیں اور ایک گوشہ صحرا میں جلتی ریگ پر خیام حسینی برپا ہیں اور وہ جناب خیموں سے علیحدہ اپنے چند عزیز و انصار کو ساتھ لئے کھڑے ہوئے ہیں۔ ابن مظاہر رضی اللہ عنہ اور ابن عوسجہ رضی اللہ عنہ نے جو اپنے آقا کو دُور سے دیکھا دیکھتے ہی اپنے گھوڑوں سے نیچے اُتر پڑے وہاں سے پیادہ امام کے قریب آئے

اور آ کے آداب سلام بجالائے حضرت نے جواب سلام دے کے فرمایا:

هَلْ اَنْتُمَا لَنَا اَمْ عَلَيْنَا

"یعنی اے حبیب اے مسلم ہماری نصرت کو آئے ہو یا انہی دشمنوں کی طرح تم بھی ہم سے لڑنے کیلئے آئے ہو۔" اُنہوں نے عرض کی:

يَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ بِاَبِيْ اَنْتَ وَ اُمِّيْ

"یعنی اے فرزند رسول ﷺ ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہاں ہم اپنی جان ناچیز کو حضرت پر نثار کرنے کو آئے ہیں۔" مومنین! قاعدہ ہے وقت مصیبت جب کوئی کسی دوست کو دیکھتا ہے تو اپنی سرگذشت بیان کرتا ہے۔ حضرت نے بھی اپنے پدر بزرگوار کے صحابی مسلم رضی اللہ عنہ کو اور بچپنے کے دوست حبیب رضی اللہ عنہ کو جو ایسے عالم میں اپنا شریک حال دیکھا فرمایا اے بھائی دیکھتے ہو کہ کوفیوں نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا اور کس امر عظیم کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ہمارے حق میں پاس رسول ﷺ نہ کیا حمیت اسلام کو بھی ضائع و برباد کر دیا۔ پہلے ہم کو مہمان بلایا جب میں یہاں اہلبیت علیہم السلام کو لے کر آیا تو مہمانی کے بدلے سب کے سب جانی دشمن ہو گئے۔ ضیافت کیسی یہ آفت ہے کہ پانی تک بند کر دیا ہے۔ ننھے ننھے بچے جو ہمارے ساتھ ہیں فرط عطش سے غش کر جاتے ہیں جب غش سے چونکتے ہیں تو پھر فریاد واعطشاہ کی بلند کرتے ہیں۔ یہ فرما کے حضرت اس شدت سے روئے کہ روتے روتے گریہ گلوگیر ہو گیا اور کچھ نہ کہہ سکے۔ حبیب رضی اللہ عنہ اور مسلم رضی اللہ عنہ اور سارے حاضرین خدمت بے اختیار رونے لگے۔

مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:۔

راوی کہتا ہے کہ روز عاشورا جب بازار کارزار گرم ہوا اور انصار حضرت باری باری درجہ شہادت پر فائز ہونے لگے اور نوبت حبیب رضی اللہ عنہ و مسلم رضی اللہ عنہ کی آئی دیکھا میں نے کہ یہ دونوں بزرگوار عالم ضعیفی میں ایسے مشتاق جنگ ہیں اور ایسا حوصلہ جوانانہ رکھتے ہیں کہ بار بار

میدان کارزار کی طرف بڑھتے جاتے ہیں۔ایک دوسرے پر سبقت کر کے چاہتا ہے کہ پہلے ہم ہی لڑنے جائیں مگر بے اذن امام کیونکر جا سکتے تھے قصد کر کے رُک جاتے تھے۔آخر الامر پہلے مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ نے اجازت جہاد حاصل کی اور صفوف دشمن کے مقابل آ کے بعد رجز خوانی لڑنا شروع کیا تھوڑی دیر میں بہت سے اعداء کو زیر تیغ کر لیا لیکن تنہائی فاقہ کشی ضعیفی کا عالم اُس انبوہ کثیر سے کہاں تک لڑتے آخر زخموں سے چور ہو کے گھوڑے سے زمین پر گرے اور پکارے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اَدْرِكْنِيْ

"یعنی اے فرزند رسول ﷺ میں نے اپنی جان ناچیز کو آپ پر نثار کیا آخری سلام میرا قبول ہو۔" اس وقت اتنا چاہتا ہوں کہ پھر حضرت کے قدموں کی زیارت کر کے دنیا سے جاؤں یہ آواز سنتے ہی مظلوم کربلا کو عجب صدمہ ہوا حبیب رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیے مسلم رضی اللہ عنہ کے بالیں سر آئے اور فرمایا:

رَحِمَكَ اللّٰهُ يَا مُسْلِمُ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ

"اے مسلم خدا تم پر رحم کرے کہ تم نے اس سن وسال میں ذرّیتِ رسول ﷺ کی نصرت و مددگاری کی بہشت میں تم آگے چلو ہم سب بھی آگے پیچھے چلے آتے ہیں۔" حبیب رضی اللہ عنہ کوفہ سے مسلم کے ساتھ آئے تھے اُنہوں نے جو دیکھا کہ یہاں سے مسلم رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوٹتا ہے جُدائی پر نہایت متاسف و گریاں ہوئے اور رو رو کے کہا اے مسلم رضی اللہ عنہ اگر مجھے یقین ہوتا کہ تمہارے بعد کچھ دنوں میں رہوں گا تو تم سے کہتا کہ کچھ وصیت کر دو تا کہ اُسے بجا لاؤں لیکن جانتا ہوں کہ روا روی کا وقت ہے تمہارے بعد میں بھی چلا آتا ہوں اس وقت وصیت کرنے کو کیا کہوں مسلم نے غش سے آنکھیں کھول کے دیکھا

وَ قَالَ اِنِّيْ اُوْصِيْكَ بِهٰذَا وَ اَشَارَ اِلَى الْحُسَيْنِ علیہ السلام

فَقَاتِلْ دُونَهُ حَتّٰى تَمُوتَ○

اور نگاہ واپسیں سے امام علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے حبیب رضی اللہ عنہ سے بہ آواز نحیف کہا اور کچھ وصیت نہیں ہے مگر یہی وصیت ہے کہ اس امام علیہ السلام کی نصرت وامداد میں اپنی جان کو نثار کرنا اور مرتے دم تک فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا یہ کہتے کہتے موت کا پسینا پیشانی پر آیا اور وہ سعادت مند خدمت امام علیہ السلام سے پیمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس فردوس اعلیٰ میں پہنچ گیا۔

حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ کی شہادت:۔

منقول ہے کہ جب انصار امام حسین علیہ السلام سے جو کوئی شہید ہوتا تھا حبیب بن مظاہر افراط غم سے متغیر ہوتے تھے یہاں تک کہ جب مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ درجہ شہادت سے کامیاب ہو چکے اُس وقت حبیب رضی اللہ عنہ کو اپنی زندگی ناگوار ہوگئی روتے ہوئے خدمتِ امام میں حاضر ہوئے عرض کی یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قافلہ انصار میں صبح سے جوانوں نے تو کچھ خیال نہ کیا ہم سے ضعیفوں کو راستے میں چھوڑ کے خود منزل پر دوپہر سے پہلے پہنچے اب ساتھ والے بوڑھوں نے بھی حوصلہ کر کے قدم آگے بڑھایا اور میں اپنی سستی قسمت سے چھوٹ کے پیچھے رہ گیا۔ اے آقا اُمیدوار ہوں کہ اس وقت دستگیری فرمایئے اور اجازت جنگ دیجئے کہ یہ بوڑھا غلام بھی جلد منزل پر پہنچ جائے یہ سُن کے حضرت کو اُس دوست قدیم کی مفارقت کا ایسا صدمہ ہوا کہ قطرات اشک آنکھوں سے نکل کے رخسار مبارک پر جاری ہوئے اور آواز دردناک سے فرمایا جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا

''اے حبیب رضی اللہ عنہ تمہارے ارادے میں خدا برکت دے اور جزائے خیر عطا کرے۔'' جاؤ مسلم رضی اللہ عنہ سے ملو ہم بھی عنقریب آ پہنچتے ہیں۔ حبیب رضی اللہ عنہ نے جو مرنے کی اجازت پائی گویا تن بے جان میں جان آگئی روح نے ایسی تازگی پائی کہ فرط مسرت سے چہرہ سرخ ہو گیا حضرت کے قدم پر گر پڑے اور بوسے دے کے آخری سلام بجالائے اس

کے بعد میدان کارزار میں آ کے جوانوں کی طرح لڑنا شروع کیا فوج میں کبھی میمنہ پر کبھی میسرہ پر حملہ کرتے تھے۔ ایک دم میں تراسی برس کی عمر میں باسٹھ پہلوانوں کو واصل جہنم کیا۔ ناگاہ اُس انبوہ کثیر میں قبیلہ بنی تمیم سے کسی شقی نے کمین گاہ سے بڑھ کے ایسا نیزہ سینۂ حبیب رضی اللہ عنہ پر لگایا کہ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے بے اختیار زمین پر آرہے چاہا کہ پھر اُٹھ کے مصروف جہاد ہوں مگر حصین بن نمیر ملعون نے مہلت نہ دی وہ تلوار لگائی کہ چہرہ نورانی اُن کا خون سے بھر گیا اور اتنا خون نکلا کہ پھر اُٹھنے کی طاقت باقی نہ رہی۔ آہ آہ اُسی حال میں بدیل شقی نے یا اُسی حصین بن نمیر نے بڑھ کے سر اُن کا بدن سے جُدا کر لیا۔

سر حبیب رضی اللہ عنہ کی روایت:۔

ایک روایت میں ہے کہ بعد شہادت امام علیہ السلام کے جب شہداء کے سر نوک نیزہ پر عمل کر کے اعداء لے گئے۔ اُنہیں سروں میں حبیب رضی اللہ عنہ کا سر بھی تھا کہ امام علیہ السلام کے سر مطہر کے ساتھ صحرا، جنگلوں کی راہ طے کرتا کوفہ میں داخل ہوا اور کوفہ سے دمشق گیا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ حبیب رضی اللہ عنہ کے قاتل نے اُن کے سر کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا لیا اور مکہ میں لے گیا۔ منقول ہے حبیب رضی اللہ عنہ کا ایک لڑکا جو حد بلوغ کو بھی نہ پہنچا تھا مکہ میں رہتا تھا۔ اُس نے جو اپنے باپ کے سر کو اس ذلت سے گھوڑے کی گردن میں لٹکتا خاک و خون میں بھرا دیکھا آنکھوں میں خون اُتر آیا بڑھ کے ایک ایسی تلوار لگائی کہ حبیب رضی اللہ عنہ کے قاتل کا سر زمین پر لوٹنے لگا اور باپ کے سر کو گھوڑے کی گردن سے کھول کے اپنے سینہ سے لگا لیا اور بار بار بوسے دیتا تھا اور بے اختیار روتا تھا۔ آخر اُس سر بریدہ کو غسل و کفن دے کے مقبرہ میں دفن کر دیا۔ اُس وقت سے اُس گورستان کا نام مقبرہ راس الحبیب ہو گیا۔
حضرات! حبیب رضی اللہ عنہ کے سر کا حال تو سُنا کہ اُن کے بیٹے نے قاتل سے انتقام بھی لیا باپ کا۔ کفن دفن بھی کیا مگر افسوس جو اُسی حبیب رضی اللہ عنہ کا آقا حبیب رضی اللہ عنہ خدا کا فرزند تھا اُس کے سر بریدہ کی عجیب سرگذشت ہے۔ حبیب رضی اللہ عنہ کا سر فقط گھوڑے کی گردن میں لٹکا تھا اور امام

علیہ السلام کا سر کبھی فتراک اسپ میں، کبھی شاخ درخت پر کبھی دروازہ دمشق پر لٹکایا گیا، کبھی تنور میں، کبھی صندوق میں، کبھی خزانہ یزید میں بند رہا۔ حبیب رضی اللہ عنہ کا سر تو مقبرہ میں دفن ہوا امام کے سر کا حال معلوم نہیں کہ دفن بھی ہوا یا نہیں ہوا اگر دفن بھی ہوا تو کہاں دفن ہوا۔ حبیب رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے اپنے باپ کے سر کو دفن کیا مظلوم کربلا کے بیمار فرزند کو زندان دمشق سے رہا ہونے کے وقت اپنے باپ کا سر دیکھنے کو بھی نہیں ملا۔ منقول ہے کہ یزید نے جب اسیرانِ اہل بیت علیہم السلام کی رہائی کا حکم دیا اور لوٹ کے سب تبرکات کو منگا دیا اُس وقت بیمار کربلا نے فرمایا اے یزید اس وقت ہم چاہتے ہیں کہ اپنے باپ کے سر کی زیارت کر کے وداع ہو لیں۔ اُس بے رحم نے کہا اپنے باپ کا سر تم اب کبھی دیکھنے نہ پاؤ گے یہ سُن کے حضرت برہم ہوئے اور ارشاد کیا تو جانتا ہے کہ ہم اپنے باپ سے جُدا ہیں اور جُدا ہی رہیں گے ہرگز ایسا نہیں ہے یہ فرما کے اُس حجرہ کی طرف جس میں کہ امام کا سر پڑا تھا اشارہ کر کے کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَبَتَاہُ

راوی کہتا ہے کہ فوراً اُس حجرہ کا دروازہ خود بخود کھل گیا۔ رومال دیا جس سے مظلوم کربلا علیہ السلام کا سر چھپا ہوا تھا وہ بھی علیحدہ ہو گیا اور سوکھے ہوئے ہونٹوں سے آوازِ نحیف پیدا ہوئی: عَلَیْكَ السَّلَامُ یَا وَلَدَاہُ

بیٹا جاؤ اللہ نگہبان ہے۔ مدینہ میں پہنچ کے روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر میرا اسلام پہنچانا اور عرض کرنا کہ آپ کی اُمت نے آپ کے بعد بے وفائی کی۔ کیا کیا ظلم نہ کیے اور ابھی تک اپنی جفاؤں سے ہاتھ نہیں اُٹھاتے ہیں۔ یہ کہہ کے پھر اُس سر سے آواز نہ آئی اور اہل بیت میں آواز گریہ و ماتم بلند ہوئی۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

مجلس نمبر29

- آیت جزائے ابرار میں۔
- کلام کرنا پانچ لڑکوں کا۔
- جریح کی حکایت۔
- مشاطہ دختر فرعون کی حکایت۔
- شہادت وہب بن عبداللہ کلبیؓ کی۔

مجلس نمبر 29

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ کَاْسٍ کَانَ مِزَاجُھَا کَافُوْرًا ۝

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ دہر کی آیت نمبر 5 میں ارشاد فرماتا ہے بدرستیکہ مومنین و نیکوکار آخرت میں ایسے جام شراب پیتے ہیں جس میں کافور بہشت ملا ہوا ہے۔'' علمائے اہلسنت سے ثعلبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت سے تا آخر بلکہ تمام سورۂ اہلبیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوا ہے۔ حضرات! یہ سورۂ قرآنی شان اہلبیت علیہم السلام میں آیا ہے اور سردفتر اُن میں جناب امیر علیہ السلام ہیں کہ سب کے پہلے' آپ نے مسکین ویتیم اور اسیر کو تین دن پے در پے روٹی عنایت کی تھی اور خود پانی سے افطار کر کے رہ گئے تھے۔ اس کے بعد اہلبیت علیہم السلام نے آپ کی متابعت کی اس بیان میں تین فضائل حضرت کے ظاہر ہوتے ہیں ایک سخاوت جو الفاظ آیات سے اس سورہ کے ہویدا ہے۔ دوئم قناعت کہ سائل کو روٹی دے کر آپ نے فقط پانی پر قناعت کی۔ سوئم عبادت کہ پے در پے فاقوں میں بھی روزہ رکھے گئے کس کس فضیلت کو آپ کے کوئی بیان کرے۔ شجاعت کو تو سب جانتے ہیں کہ جس لڑائی میں گئے مظفر ومنصور پھرے' قوت وطاقت یہ تھی کہ درخیبر کو اُکھاڑ لیا۔

پانچ لڑکوں کا کلام کرنا:-

بچپنے میں یہ قوت تھی کہ گہوارہ میں اژدہے کو چیر ڈالا۔ کس لڑکے نے اپنے

جھولے میں یہ کام کیا ہے؟ اگرچہ بعض لڑکوں کو قبل گویائی کے تکلم کی قوت بعض وقت میں حاصل ہوئی ہے مگر اژدہا چیرنے کی قوت کسی کو نہیں ہوئی ہے اور وہ اطفال جنہوں نے عہد طفولیت وایام رضاعت میں کلام کی قوت پائی کے ارشاد کے مطابق جناب رسالت مآبؐ وہ پانچ لڑکے ہیں ایک وہ لڑکا جس نے جناب یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی پر گواہی دی تھی دوسرا بچہ دختر فرعون کی مشاطہ کا تیسرا طفل جس نے جریح کے برأت کی شہادت دی تھی چوتھے جناب عیسیٰ علیہ السلام ہیں پانچواں وہ لڑکا جس کو اُس کی ماں کے ساتھ اصحاب اخدود نے آگ میں ڈال دیا تھا۔

جریح کی حکایت:۔

روایت گواہ جناب یوسف علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تو مشہور ہے اور قصہ اُس لڑکے کا جسے ماں کے ساتھ اصحاب اخدود نے آگ میں ڈال دیا تھا اس میں دوسرے مقام پر بیان کروں گا مگر نقل اُس طفل کی جس نے جریح کی براءت کی گواہی دی تھی یوں ہے کہ ابو ہریرہ نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے زمانہ سابق میں ایک شخص جریح نامی نہایت عابد وزاہد تھا ایک معبد بنا کے اُس میں ہمیشہ عبادت خدا کیا کرتا تھا ایک روز اُس کی ماں اُسے دیکھنے آئی اور پکاری یا جریح چونکہ اُس وقت جریح نماز میں مشغول تھا نماز کو ماں کے جواب دینے سے بہتر سمجھ کے جواب نہ دیا۔ اُس ضعیفہ نے جب جواب نہ پایا چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر آئی بیٹے کو پکاری اس دفعہ بھی وہ نماز ہی میں تھا جواب نہ دیا جب تیسری مرتبہ بھی آئی اور جواب نہ پایا۔ اُس وقت برہم ہو کے کہا خداوندا اس کو دنیا سے مت اُٹھانا جب تک کہ فاحشہ عورتیں اُس کا تماشا نہ دیکھ لیں۔ اب مومنین سُنیں جریح کی عبادت گاہ کے پاس ایک چرواہا رہتا تھا دن بھر لوگوں کی دُنبیاں چرا کے شب کو اُسی معبد میں سو رہا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک فاحشہ عورت وہاں آئی وہ چرواہا اُس عورت سے زنا کا مرتکب ہوا اور وہ حاملہ ہوئی جب لڑکا پیدا ہوا اور اہل شہر نے پوچھا تیرا یہ لڑکا کس کے نطفہ سے ہے اُس نے

جریح کا نام کہہ دیا۔ اُن لوگوں نے اُس بے چارہ کے معبد کو بھی توڑ ڈالا اور اُس کو بھی پکڑ کے بادشاہ کے پاس لے چلے جب فاحشہ عورتوں کے محلّہ میں پہنچے تو وہ سب تماشا دیکھنے کو کھڑی ہو گئیں۔ جریح نے اُن کا ہجوم دیکھ کے تعجباً ہنس دیا اور سمجھ گیا یہ ماں کی بد دعا کا اثر ہے جو نافہم لوگ اس کو لیے جاتے تھے آپس میں کہنے لگے بے شک یہ شخص زانی ہے کہیں نہیں ہنسا مگر جب فاحشہ عورتوں کے محلّہ میں پہنچا تو اُن کو دیکھ کے بے ساختہ ہنس دیا۔ الغرض جب اُس کو بادشاہ کے پاس لے گئے اور سب ماجرا بیان کیا اُس وقت جریح نے کہا وہ لڑکا کہاں ہے لے آؤ لوگوں نے اُس طفل کو بھی لا کے حاضر کیا۔ پس جریح نے اُس بچے کی طرف خطاب کر کے کہا:

یَا غُلَامُ مَنْ اَبُوْكَ

''اے لڑکے بتا تیرا باپ کون ہے؟'' قدرتِ خدا سے وہ طفل گویا ہوا اور بہ زبان فصیح کہا میرا باپ فلاں چرواہا ہے یہ امر عجیب دیکھ کر اُن لوگوں پر اُس عابد کی بے قصوری ظاہر ہو گئی اور سب کہنے لگے اے جریح ہم نے غلطی کی جو تیرے معبد کو توڑ ڈالا اب اگر اجازت دے تو تیرے صومعہ کو سونے اور چاندی سے بنوا دیں۔ اُس نے کہا جیسا تھا ویسا ہی بنوا دو۔ الغرض اہل شہر نے اُس کی عبادت گاہ کو جیسے پہلے تھی ویسی ہی بنوا دی اور جریح اُس میں برابر عبادت خدا کرتا رہا یہاں تک کہ دنیا سے انتقال کیا۔

حکایت مشاطہ دختر فرعون کی:۔

حکایت مشاطہ دختر فرعون کی لڑکی کی اس طرح ہے۔ ابن عباس علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شب معراج جب میں بہشت میں داخل ہوا تو ایک خوشبو میرے دماغ میں پہنچی جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ خوشبو کیسی ہے؟ کہا یہ خوشبو دختر فرعون کے مشاطہ کی ہے۔ ایک روز فرعون کی لڑکی کے سر میں یہ مشاطہ شانہ کرتی تھی دفعتہً کنگھی اُس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑی اُس نے بسم اللہ

کہہ کر اُٹھا لیا دختر فرعون نے کہا تو نے میرے باپ کا نام لیا ہے۔ اُس مومنہ نے کہا نہیں بلکہ اُس خدا کا نام لیا ہے جس نے مجھ کو اور تجھ کو اور تیرے باپ کو بلکہ تمام عالم کو پیدا کیا ہے۔ دختر فرعون نے جا کر اپنے باپ سے یہ ماجرا بیان کیا۔ فرعون نے اُس کو بُلا کر کہا سچ بتلا تیرا خدا کون ہے؟ اُس نے کہا میرا خدا وہی ہے جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے۔ یہ سُن کر فرعون غضبناک ہوا اور حکم دیا کہ ایک حوض تانبے کا بنایا جائے اور اُس میں آگ روشن کر و اُس کے بعد اُس مشاطہ کے لڑکوں کو ایک ایک کر کے اُس کے سامنے آگ میں ڈال دیں۔ غرض اُس کے ملازمین نے ایسا ہی کیا جب نوبت اُس کے طفل شیر خوار کی پہنچی اُس وقت وہ مومنہ بہت مضطر ہوئی پس بہ قدرت خدا وہ لڑکا بولا اور اپنی ماں سے کہنے لگا:

اِصْبِرِیْ یَا اُمَّاهُ فَاِنَّا عَلَی الْحَقِّ

''اے ماں صبر کرو بہ تحقیق کہ ہم لوگ حق پر ہیں۔'' الغرض اُس کو بھی اور اُس کی ماں کو بھی اُن بے رحموں نے آگ میں جلا دیا۔ حضرات! مردوں میں تو اکثر لوگ ایسے باخدا ہو گذرے ہیں جن کا نام نیک اور قصہ خیر اس جہان فانی میں بطور یادگار باقی رہ گیا ہے مگر عورتوں میں بھی بعض زنانِ خداشناس ایسی گذری ہیں اور وہ وہ کام دینداری کے کر گئی ہیں کہ اُن کا نام نیک اور افسانہ خیر بھی صفحہ روزگار پر قیامت تک باقی رہے گا بنی اسرائیل کے کی عورتوں میں سے ایک مشاطہ کا حال تو آپ لوگوں نے سُنا کہ فرعون جیسے جابر بادشاہ کے یہاں رہ کے جہاں بجز حزبیل اسی کے شوہر اور حبیب نجار اور شمعون کے کوئی خدا پرست نہ تھا کس طرح اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے اب پیغمبر آخر الزماں ﷺ کی اُمت میں سے ایک بی بی عبداللہ کلبی کی ماں کا حال سنئے کہ اُنہوں نے بھی خوشنودی خدا اور رسول ﷺ کے واسطے نصرت اہل بیت علیہم السلام میں کیسی جد و جہد و جانفشانی کی ہے اور کس طرح اُس معرکہ امتحان میں جہاں یزید سے سفاک بادشاہ کی فوجوں نے چاروں طرف سے امام حسین علیہ السلام

کو گھیر لیا تھا' ثابت قدم رہی ہیں کہ جب تک مصائب امام حسین علیہ السلام بیان ہوں گے اُن کی وفاداری کا ذکر بھی برابر ہوتا رہے گا۔

شہادت وہب بن عبداللہ کلبی :-

منقول ہے کہ جب روزِ عاشور بازار موت گرم ہوا اور انصار و فادار امام ابرار علیہ السلام کے باری باری اپنی جانیں نثار کرنے لگے۔ یہاں تک کہ بریر ہمدانی رضی اللہ عنہ بھی درجہ شہادت پر فائز ہو چکے۔ اُس وقت وہب بن عبداللہ کلبی کی مادر گرامی نے کہ نام اُن کا قمر تھا اپنے فرزند کو بُلا کر کہا گرچہ تو میرے دل کی راحت اور تمام عمر کی بضاعت ہے اور جدائی تیری کسی طرح گوارا نہیں مگر کیا کروں آج فاطمہ زہرا علیہا السلام کی کمائی اس جنگل میں لُٹا چاہتی ہے۔ مجھے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کوئی پیارا نہیں تو دیکھتا ہے کہ حضرت بار بار نگاہ حسرت سے خیمہ عصمت کی طرف دیکھتے ہیں۔ صبح سے برابر قلق اور اضطراب آپ کا بڑھتا جاتا ہے وفاداری اور نام پیدا کرنے کا یہی دن ہے اور بہتر ہے کہ تو بھی اپنی جان اس وقت عزیز نہ کر۔ وہ سعادت مند کہنے لگا میری ہزار جانیں فدا ہوں خوشا قسمت اُس کی جو اس سعادت سے کامیاب ہو مگر اتنا چاہتا ہوں کہ اپنی زوجہ سے رخصت ہولوں اس لئے کہ فقط سترہ دن شادی کو گذرے ہیں اور وہ اپنے عزیزوں سے چھوٹ کر ابھی کسی سے مانوس نہیں ہوئی۔ قمر نے کہا کیا مضائقہ لیکن عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں ایسا نہ ہو کہ تو اُس کی باتیں سُن کر دام محبت میں پھنس کر رہ جائے۔ بہر کیف وہ اپنی زوجہ کے پاس آ کر کہنے لگا اگرچہ رسم زمانہ نہیں کہ دُلہا بلا میں عروس کو چھوڑ کر خود مرنے جائے مگر مجبور ہوں کیونکر ہو سکتا ہے کہ داماد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھر تباہ ہو اور میں اپنی جان بچاؤں چاہتا ہوں آقا پر تصدق ہو جاؤں۔ وہ مومنہ آہِ سرد بھر کر کہنے لگی افسوس عورتوں سے جہاد ساقط ہے ورنہ میں بھی اس دولت سے بہرہ مند ہوتی بہر صورت تمہارے مرنے پر راضی ہوں تم تو جاتے ہو مگر حضرت کے سامنے وعدہ کر کے جاؤ کہ میرے بغیر داخل بہشت نہ ہو

گے۔غرض وہ دونوں خدمت امام میں حاضر ہوئے وہب اجازتِ میدان کا طالب ہوا۔
زوجہ نے عرض کی یا ابن رسول اللہ ﷺ میری بھی دو آرزوئیں ہیں ایک یہ کہ آپ ان
سے وعدہ لیں کہ میرے جنت میں نہ جائیں گے دوسرے مجھے حکم ہو کہ اہلبیت علیہم السلام کی
کنیزی میں رہوں تاکہ اِن کے بعد نگاہِ نامحرم سے محفوظ رہوں۔حضرت یہ کلمۂ دل
خراش سُن کر رو دیئے۔ وہب رضی اللہ عنہ نے کہا آپ گواہ رہیں میں اقرار کرتا ہوں کہ اس کے
بغیر بہشت میں قدم نہ رکھوں گا اور حضرت اس کو کنیزانِ اہلبیت علیہم السلام میں رہنے دیں۔
مومنین! زوجہ وہب نے تو حفظ آبرو کی نظر سے کنیزی اہلبیت علیہم السلام کی آرزو کی۔ کیا جانتی
تھی کہ اشقیاء بے دین چند ساعت کے بعد خواہرانِ امام کے شانوں میں رسیاں باندھیں
گے۔دخترانِ فاطمہ علیہا السلام کے سروں سے چادریں چھین لیں گے۔شہزادیوں کو ترک و روم
کی کنیزوں کی طرح اسیر کریں گے بہر کیف وہب اذنِ جہاد لے کر میدان کارزار میں
آئے اور نیزہ زمین میں گاڑھ کے کہنے لگے:

اَنَا وَهَبُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْكَلْبِيْ
سَوْفَ تَرَوْنَنِيْ وَ تَرَوْنَ ضَرْبِيْ
وَ حَمْلَتِيْ وَ صَوْلَتِيْ فِي الْحَرْبِ
لَيْسَ جِهَادِيْ فِيْ الْوِغَاءِ اللَّعِبِ

''اے قوم غافل مجھے جانتے ہو کون ہوں عبد اللہ کلبی کا بیٹا ہوں وہب نام ہے
ابھی کیا لڑائی کے وقت مجھے دیکھنا اور میری ضرب کو دیکھنا کس طرح حملہ دلیری اور جنگ
شیرانہ کرتا ہوں میرے کارزار کو بازیچہ اطفال نہ سمجھنا ایک دم میں سارا میدان فوجوں سے
خالی لاشوں سے معمور نظر آئے گا یہ کہہ کر تلوار کھینچی اور گھوڑا فوج میں ڈال دیا وہ مردانہ
جنگ کی کہ دلاوروں کے دل کانپنے لگے سب کے پاؤں اُٹھ گئے جب اُس بہادر نے
دیکھا کہ سامنے سے دشمن دُور ہو گئے۔ ماں کے پاس آ کر کہنے لگا کہ آپ مجھ سے راضی

ہوئیں۔ وہ بولی ہرگز راضی نہ ہوں گی جب تک آقا کے سامنے تجھ کو خون میں لوٹتا نہ دیکھوں گی اسی اثناء میں دشمن چاروں طرف سے سمٹ آئے اور وہ جری بھی مصروف کارزار ہوا تا آنکہ اُنتیس سوار اور بارہ پیادوں کو واصل جہنم کیا۔ ناگاہ ایک ملعون نے کمین گاہ سے ایسی تلوار ماری کہ دونوں ہاتھ اُس دیندار کے کٹ کر زمین پر لوٹنے لگے۔ ماں نے جو بیٹے کا یہ حال دیکھا شفقت مادری سے بے چین ہوگئی مگر کیا مومنہ تھی بڑھ کر پکاری مرحبا شاباش بیٹا ہاتھوں کے کٹ جانے سے ہمت نہ ہارنا جب تک کہ دم میں دم ہے آقا کی نصرت سے مُنہ نہ موڑنا۔ وہ بولا آپ پھر جائیں میں جانفشانی میں حاضر ہوں۔ اسی گفت وشنید میں سراپا زخموں سے چور ہوگیا گھوڑے پر سنبھلنا دُشوار ہوا غش کھا کر زمین پر گرا اور شربت شہادت نوش کیا۔ زوجہ نے جو دیکھا مضطرب ہوکر روتی پیٹتی دوڑی اور وہب کا سر اپنے زانو پر رکھ کر خاک وخون دامن سے پوچھنے لگی۔ ناگاہ ایک شقی نے شمر کے اشارہ سے اُس مومنہ کو ایسا گرز مارا کہ اُسی وقت اپنے شوہر کے ساتھ جنت میں پہنچ گئی۔ منقول ہے عمر سعد نے وہب رضی اللہ عنہ کا سر کٹوا کر فوج حسینی کی طرف پھینکوا دیا۔ ماں نے دوڑ کر وہ سر بریدہ اُٹھا لیا اور سینہ سے لگا کر کہا بیٹا مرحبا آج تو نے حقِ فرزندی ادا کر دیا۔ اب میں تجھ سے بہت راضی ہوئی اُس کے بعد اُس سر کو لشکر مخالف کی طرف پھینک دیا اور کہا اے بے دینو جس چیز کو دیندار براہ خدا میں تصدق کرتے ہیں اُسے واپس نہیں لیتے۔ اتفاقاً وہ سر جا کر وہب ہی کے قاتل کو ایسا لگا کہ وہ شقی واصل جہنم ہوگیا پھر مادر وہب رضی اللہ عنہ بے تابانہ ایک چوب خیمہ لے کر آگے بڑھی اور اُس سے دو ملعونوں کو ہلاک کیا۔ مظلوم کربلا نے اُس مومنہ کی جرأت دیکھ کر آواز دی:

جُزِیتُمْ مِنْ اَھْلِ بَیْتٍ خَیْرًا

اے مادرِ وہب رضی اللہ عنہ خدا تم سب کو اہل بیت علیہم السلام کی جانب سے جزائے خیر دے کہ کوئی دقیقہ ہماری نصرت وامداد میں فرد گذاشت نہ کیا۔

اِرْجِعِیْ اِلَی النِّسَآءِ اَنْتِ وَ ابْنُكِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

اب میدان سے واپس انشاء اللہ روزِ قیامت تم دونوں ماں بیٹے بہشت میں میرے نانا رسول ﷺ امین کے ساتھ جنت میں رہو گے۔ بشارت سُن کے وہ مومنہ یہ کہتی ہوئی پھری الٰہی یقین رکھتی ہوں۔ کنیز کی اُمید کو قطع نہ کرنا۔ حضرت نے فرمایا خدا تیری اُمید کو ہرگز قطع نہ کرے گا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

مجلس نمبر30

- آیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مراتب پنجتن وشیعہ دیکھنا
- نمرود کا جناب ابراہیم علیہ السلام کو پانی پلانا اور جانب آسمان جانا۔
- کربلا میں فقیر کا پانی لانا۔
- شہادت ایک نصرانی کی۔

مجلس نمبر 30

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِہٖ لَاِبْرَاھِیْمَ ؕ

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورہ صافات میں ارشاد فرماتا ہے بہ تحقیق کہ ابراہیم علیہ السلام اُس کے شیعوں سے ہے۔''

جناب ابراہیمؑ کا مراتب پنجتن وشیعہ دیکھنا:۔

تفسیر منہج الصادقین میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام ایک روز شب تار میں صحرا کی طرف گئے اور درگاہ بے نیاز میں عرض کی:

یَا رَبِّ بَنَیْتُ لَکَ بَیْتًا وَ سَبْعِیْنَ مَسْجِدًا

''اے پروردگار میں نے تیرے واسطے مکہ میں گھر تعمیر کیا اور ستر مسجدیں بنائیں

ندا آئی:

لَکَ الْاَجْرُ عِنْدِیْ

یعنی اس عمل خیر کی جزا اور ثواب ہمارے ذمہ ہے یہ آواز سن کے خلیل اللہ علیہ السلام نے دائیں بائیں ہر طرف نگاہ کی کسی کو نہ پایا پھر اُس جناب نے اُسی طرح درگاہِ الٰہی میں مناجات کی اس مرتبہ بھی وہ ہی جواب ملا

لَکَ الْاَجْرُ عِنْدِیْ

''ہم تمہارے کام کی مزدوری دینے والے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی:

اَوَلَمْ تَزِدْ عَلَى الْاَجْرِ شَيْئًا

''خداوند اس عمل کا جو اجر و ثواب تو نے مقرر کیا ہے کیا اُس میں اضافہ کرے گا۔

آواز آئی:

''اے ابراہیم علیہ السلام کیا تم نے کسی شیعہ علی علیہ السلام کی آتش گرسنگی کو فرو کیا ہے یا شیعیانِ علی علیہ السلام سے کسی برہنہ کو لباس پہنایا ہے کہ زیادتی اجر کے خواہاں ہو۔ اُس نبی نے عرض کی:

هَلْ عَلِيٌّ وُجِدَ اَوْسَيُوْجَدُ

''یہ علیؑ جس کا ایسا مرتبہ ہے عالم وجود میں آ چکے ہیں یا اب پیدا ہوں گے۔

خطاب ہوا ابھی تک اُسے دنیا میں نہیں بھیجا ہے عنقریب پیدا ہونے والا ہے۔

اَتُحِبُّ اَنْ تَنْظُرَ اِلَيْهِ

کیا تم چاہتے ہو کہ علی علیہ السلام کو اس وقت مشاہدہ کرو عرض کی اے پروردگار البتہ چاہتا ہوں کہ تیرے اس بندۂ خاص کو دیکھوں فوراً سامنے سے حجاب اُٹھ گئے اور پردہ ہائے عرش نظر آنے لگے جیسا حق تعالیٰ فرماتا ہے:

نُرِيَ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ

''یعنی عالم ملکوتی و قدرت لاہوتی ہم ابراہیم علیہ السلام کو دکھائیں گے۔'' بہرکیف جناب ابراہیم علیہ السلام نے زیرِ عرش ایک قندیل نور کو ملاحظہ کیا:

قَالَ مَا هٰذَا قِنْدِيْلٌ

''پوچھا یہ قندیل نورانی کیسی ہے۔'' خطاب ہوا:

هٰذَا فِيْهِ رُوْحُ حَبِيْبِيْ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

''یہ وہ قندیل ہے جس میں برگزیدۂ عالم، میرے حبیب خاص محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحِ طیب رہتی ہے۔ عرض کی اُس کے قریب یہ دوسری قندیل کیسی ہے؟ ارشاد ہوا:

فِيهِ رُوحُ حُجَّتِي عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِب

"اس میں اُسی حبیب کے وصی و جانشین علی بن ابی طالب کی روح ہے، جس کے دیکھنے کے تم مشتاق تھے۔" پھر پوچھا اس کے پاس دوسری قندیل میں کیا ہے حکم ہوا:

فِيهِ رُوحُ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ وَ زَوْجَةِ عَلِيٍّ علیہ السلام

"اس میں اُسی حبیب ﷺ کی بیٹی اور اُسی وصی کی زوجہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کی روح ہے۔" استفسار کیا یہ دونوں قندیلیں یکجا ہیں ان میں کیا ہے۔ ندا آئی:

هٰذَانِ فِيهِمَا رُوحَا الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ

"ان دونوں میں اُس حبیب ﷺ کے نواسے اُسی علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام کے فرزند حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام کی ارواح مقدسہ ہیں۔" پوچھا اُس کے قریب یہ نو قندیلیں یکے بعد دیگرے کیسی ہیں؟ پردۂ غیب سے آواز آئی:

فِيهَا أَرْوَاحُ التِّسْعِ مِنْ ذُرِّيَّةِ الْحُسَيْنِ علیہ السلام

"اُسی حسین علیہ السلام کی عترت سے نو فرزندوں کی ارواح برگزیدہ ہیں۔

قَالَ مَا هٰذِهِ الْقَنَادِيلُ الْمُشَبَّكَةُ الَّتِي لَا يَعْلَمُ عَدَدَهَا غَيْرُكَ

"ان سب کے بعد عرض کی اتنی قندیلیں بے حد و شمار جن کے عدد کو سوائے تیرے کوئی نہیں جان سکتا یہ کیسی ہیں۔ جانب احدیت سے صدا پیدا ہوئی:

فِيهَا أَرْوَاحُ عِبَادَ الصَّالِحِيْنَ مِنْ شِيْعَةِ عَلِيٍّ

"اے ابراہیم علیہ السلام ہمارے بندگانِ نیک عمل جو علی علیہ السلام بن ابی طالب علیہ السلام کے شیعیانِ خاص ہیں اُن کی روحیں ان قندیلوں میں رہتی ہیں:

قَالَ يَا رَبِّ اجْعَلْنِي مِنْ شِيْعَةِ عَلِيٍّ علیہ السلام

"یہ سُن کے خلیل اللہ علیہ السلام نے بکمال آرزو مناجات کی خداوندا مجھے بھی علی علیہ السلام

کے شیعوں میں شمار کر۔اسی امر کی طرف حق تعالیٰ اشارہ کرتا ہے:

وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِہٖ لَاِبْرٰھِیْمَ

بہ تحقیق کہ ابراہیم علیہ السلام شیعان علی علیہ السلام سے ہیں چونکہ اس حدیث فضائل میں ذکر جناب ابراہیم علیہ السلام کا آیا ہے اس لئے ذاکر آپ ہی کی ایک روایت عرض کرتا ہے۔

نمرود کا جناب ابراہیم ؑ کو پانی پلانا:-

معارج النبوۃ میں منقول ہے کہ نمرود نے جناب ابراہیم علیہ السلام کو کئی دفعہ گرفتار کر کے کبھی ریسمان سے کبھی زنجیر سے باندھا مگر آپ ہر مرتبہ ہر بندش سے نکل گئے۔آخر میں شیطان کے کہنے پر آپ کو آپ ہی کے بالوں میں باندھ دیا۔اس دفعہ اس بندش سے حضرت نکل نہ سکے الغرض اُس کافر نے جب جناب ابراہیم علیہ السلام کو آپ ہی کے موے سر سے باندھا تو اذیت دینے کے ارادہ سے آپ کو اُسی طرح بندھا ہوا اور دُھوپ میں ڈال دیا۔ اُس وقت حضرت پر تشنگی نے ایسا غلبہ کیا کہ بے چین ہونے لگے۔نمرود نے آپ کی بیتابی دیکھ کر اپنے آبدار کو حکم دیا کہ جلد ایک کاسۂ آب برف سے خوب سرد کر کے ابراہیم علیہ السلام کو پلا۔ایک ندیم اُس کا جو بہت گستاخ تھا کہنے لگا اے بادشاہ عجب ہے کہ تو جس شخص کو آگ میں ڈالنا چاہتا ہے اُس کے جگر کو آب سرد سے خنک کرتا ہے۔نمرود نے جواب دیا ہر چند یہ میرا دشمن ہے مگر اس کا ایک حق مجھ پر ہے یعنی اس نے اپنے علم سے مجھ کو ایسا الزام دیا کہ میں مبہوت ہو گیا اور اُس کا کچھ جواب نہ دے سکا چونکہ وہ علم میں مجھ پر سبقت لے گیا بس اُس کا حق میرے ذمہ ثابت ہوا اس لئے آب خنک پلا کر میں نے اُس حق کا عوض و مبادلہ کیا۔

نمرود کا جناب آسمان جانا:-

اُس کے بعد لکھا ہے جس وقت نمرود مردود نے اپنے زعم باطل میں حق تعالیٰ سے جنگ کرنے کا ارادہ کر کے آسمان پر جانے کا قصد کیا اور چار کرگسوں کی اعانت سے اتنی

بلندی پر گیا کہ زمین دکھائی نہ دیتی تھی تمام عالم تاریک نظر آتا تھا اُس وقت اپنے گمان باطل میں سمجھا کہ اب آسمان سے میں بہت قریب ہو گیا ہوں بس ایک تیر فلک کی جانب مارا۔ فوراً جبرائیل علیہ السلام کو حکم الٰہی ہوا اے جبرائیل فلاں دریا کی مچھلی کو اُس کے تیر کا نشانہ کر دے۔ چنانچہ وہ تیر ایک مچھلی کو لگا اور چند قطرے خون کے بھی ٹپکے اس ملعون کو یقین ہوا کہ میرے تیر نے اپنا کام کیا بہت خوش ہوا۔ منقول ہے کہ اُس وقت فرشتوں نے عرض کی بار الٰہی اس میں کیا مصلحت ہے کہ تو نے ایسے کافر کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ دل شکستہ ہونے نہ دیا۔ خطاب ہوا اے ملائکہ ایک روز اس نے ہمارے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو عالم تشنگی میں پانی پلایا تھا۔ اُس کے عوض میں آج ہم نے بھی اُس کا دل خوش کر دیا اور اپنی بارگاہ سے نا اُمید نہ پھیرا اور بروایت دیگر یہ خطاب ہوا اے فرشتو! بے شک نمرود کافر ہے لیکن اس وقت اپنے وطن سے دُور اور مابین ہوا غریب و تنہا ہے اور ہر چند ہمارے ساتھ لڑنے کو آیا ہے لیکن ہم کو پسند نہیں آیا کہ اُسے بے دل و محروم جانے دیں۔

تمہید:۔

حضرات! اس روایت میں تین امر قابل غور ہیں ایک یہ کہ تنہائی و غریب الوطنی ایسی حالت ہے کہ نمرود سا کافر جو ادعائے خدائی کرتا تھا حق تعالیٰ کو ایسی حالت میں اُس کا بھی دل شکستہ کرنا پسند نہ آیا۔ وائے ہو اُن بے دینوں پر جنہوں نے سیّد الشہداء علیہ السلام کی غربت و بے کسی کا کچھ بھی خیال نہ کیا ہر طرف سے مجبور و لاچار کر کے عالم غربت و تنہائی میں اُس جناب کے دل کو عزیزوں کے صدمہ ماتم سے پاش پاش اور جسم مبارک کو نیزہ و شمشیر کے حربوں سے ٹکڑے کر ڈالا۔ دوسرے کسی کے حق کا عوض کرنا بھی ایک ایسا ہی امر پسندیدہ ہے کہ خدائے باطل یعنی نمرود پر جناب ابراہیم علیہ السلام کا حق علم ثابت ہو گیا باوجود کے عداوت جانی اُس نے گوارا نہ کیا کہ یہ حق اُس کی گردن پر رہ جائے، تشنگی میں حضرت کو سیراب کیا اور خدائے برحق یعنی پروردگار عالم کو بھی منظور نہ ہوا کہ نمرود مردود کے اس فعل کا

عوض نہ کیا جائے۔ اُس کا دل خوش کرنے کے واسطے تیر کو مچھلی کے خون سے آلودہ کرنے کا حکم دیا۔ اب میں پوچھتا ہوں جس امام تشنہ کام کے گھر سے تمام عالم نے دولت ایمان پائی' خدا کو پہچانا طریقہ عبادت کا سیکھا کیا اُس امام رہنما کا کوئی حق ہدایت اُس اُمت جفا کار پر نہ تھا؟ جس نے آپ کو انواع بلا میں مبتلا کیا اور بلا رعایت و پاسداری کس شقاوت و بیدردی سے شہید کر ڈالا۔ تیسرا تشنگی کی ایذا بھی ایسی جانگزا ہے کہ نمرود سے دشمن بے رحم کو جو خلیل اللہ علیہ السلام کے جلانے پر آمادہ تھا اُس جناب کی شدت تشنگی پر رحم آ گیا' پہلے آپ سرد سے سیراب کر لیا اس کے بعد آپ کو آگ میں پھینکا مگر آہ عمر سعد ناری کا کیا قلب و جگر تھا کہ باوجود ادعائے اسلام امام حسین علیہ السلام کی پیاس پر کسی طرح ترس نہ کھایا مرتے دم تک قطرہ پانی کا نہ دیا۔ منقول ہے جناب سید الشہداء علیہ السلام روزِ عاشور بار بار اپنی زبان مبارک سوکھے ہونٹوں پر پھیرتے تھے اور فرماتے تھے:

اَنَا ابْنُ صَاحِبِ الْكَوْثَرِ اَنَا ابْنُ شَافِعِ يَوْمِ الْمَحْشَرِ
اُقْتَلُ عَطْشَانًا غَرِيبًا وَحِيدًا هَلْ فِيكُمْ مُسْلِمٌ

''اے قوم میں ساقی کوثر کا فرزند اور شافع محشر کا جگر بند ہوں چوبیس پہر کا پیاسا دریا کے کنارے عالم مسافرت میں بے گناہ قتل ہوتا ہوں کیا اتنے لوگوں میں کوئی مسلمان نہیں کہ ہماری پیاس پر رحم کھا کے تھوڑا پانی پلائے کہ شدتِ تشنگی سے میرا جگر کباب ہو رہا ہے۔''

فقیر کا پانی لانا:۔

ناگاہ ایک درویش نے کہ لشکر عمر سعد میں تھا حضرت کی آواز سنی ڈولچی کو پانی سے بھر کر آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماں باپ میرے فدا ہوں یہ پانی حاضر ہے حضرت پانی کو دیکھ کر شدت سے روئے

وَ قَالَ كَيْفَ اَشْرَبُ وَ قَدْ قُتِلَ اَنْصَارُنَا وَ اَقْرِبَائُنَا

حَتَّى الطِّفْلُ ظَمْآنًا

''اور فرمایا اے شیخ کیونکر اس پانی کو پیوں حالانکہ عزیز و انصار میرے سب پیاسے قتل ہو گئے یہاں تک کہ میرا بچہ شیرخوار بھی تشنہ لب شہید ہوا'' یہ فرما کے اُسے خیمہ کی طرف لائے تا کہ قدرت خدا دکھائیں اور وہاں ایک گڑھا بصورت کنوئیں کے کھودا۔ اُس میں سے پانی نکلا ارشاد فرمایا ہم پانی کے محتاج نہیں فقط ان ظالموں پر حجت تمام کرتے ہیں کہ روز قیامت پیش خدا اُن کو کوئی عذر باقی نہ رہے اور اے شیخ تو اس لشکر شقاوت اثر سے نکل جا کہ جو شخص میری آواز استغاثہ سُن کر اعانت نہ کرے گا خدا اُسے سرنگوں داخل جہنم کرے گا۔ وہ فقیر روتا ہوا اُس صحرا سے نکل گیا اس اثناء میں حضرت پر وہ ملاعین تیر بارانی کرنے لگے:

حَتَّى صَارَ جِلْدُ الْحُسَيْنِ علیہ السلام كَالْقُنْفُذِ

''یہاں تک وہ جسم حسین علیہ السلام جو خونِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے پلا تھا تیروں کی کثرت سے ساہی کے بدن کی طرح ہو گیا اور دفعتہً اس قدر لہو بہہ گیا کہ لڑنے کی طاقت نہ رہی ٹھہر گئے۔ ناگاہ ایک پتھر اُس پیشانی پر جسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چومتے تھے اس زور سے لگا کہ مجروح ہو گئی اور خون بہنے لگا۔ آپ نے چاہا کہ کپڑے سے لہو پوچھیں کہ ایک تیر زہر آلود سہ پہلو قلب پر لگا۔ آپ نے فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور سر جانب آسمان اُٹھا کر عرض کی خداوندا تو جانتا ہے کہ یہ ملاعین ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں کہ روئے زمین پر سوائے اُس کے کوئی نواسہ تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نہیں اور وہ تیر ایسا کاری لگا تھا کہ جگر کو توڑ کے پشت مبارک سے باہر نکل گیا۔ حضرت نے جانب پشت سے اُسے کھینچا اور خون مثل پرنالہ کے جاری ہوا۔ شمر لعین پکارا اے تم پر اے قوم جلد حسین علیہ السلام کو قتل کرو۔ سناں بن انس نے آگے بڑھ کر ایسا ایک نیزہ سینہ اقدس پر مارا قریب تھا

کہ حضرت گھوڑے پر سے زمین پر گریں۔ اُس وقت آپ نے ذوالجناح سے فرمایا اے اسپ باوفا تو جانتا ہے میں کون ہوں؟ اے میرے نانا کے گھوڑے میں فاطمہ زہرا علیہا السلام کا بیٹا اور فرزندِ علی مرتضیٰ علیہ السلام کا ہوں۔ گھوڑا اسوار کی بے کسی پر رو دیا اور ہاتھ پاؤں پھیلا دیئے اور حضرت غش کھا کے زمین پر گرے۔ کئی ساعت بے ہوش پیٹھ کے بھل پڑے رہے۔ عمر سعد نے بآواز بلند کہا جلدی سر کاٹ لاؤ کہ اب تو حسین علیہ السلام میں لڑنے کی بھی طاقت باقی نہ رہی۔

نصرانی کی شہادت:۔

پس بروایت حزن المومنین اُن اشقیا میں ایک دوسرے سے کہنے لگا اگر ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کا سر کاٹیں گے تو دنیا میں لوگ کیا کہیں گے۔ بہتر یہ ہے کسی غیر مذہب شخص کو طمع زر دے کر اس امر پر آمادہ کریں غرض عمر سعد نے ایک نصرانی سے جو اُس فوج میں بذریعۂ تجارت تازہ وارد ہوا تھا کہا اگر تجھے کچھ منفعت مقصود ہے تو اس میدان میں ایک مردِ ضعیف سراپا مجروح بے حس وحرکت غش میں پڑا ہے۔ جا کر اُس کا سر کاٹ لا کہ اس زحمت قلیل میں نفع کثیر اُٹھائے گا۔ وہ نصرانی مقتل کی طرف چلا وہاں جا کے دیکھا جا بجا لاشیں جوان و بوڑھوں کی اپنے اپنے خون میں آلودہ پڑی ہیں اور ایک بچہ شیر خوار گلے پر تیر کھائے ننھی ننھی مُٹھیاں بند کیے موت کی نیند سو رہا ہے اور اُسی کے پہلو میں ایک بزرگ نورانی صورت زخموں سے چور ضعف سے آنکھیں بند کیے لہو میں نہایا رُو بقبلہ منہ کے بھل خاک پر پڑا ہے۔ اور نحیف آواز سے کچھ کہہ رہا ہے۔ نصرانی سمجھا اپنے دشمنوں پر نفریں کرتا ہے جب قریب گیا سُنا وہ جناب درگاہِ الٰہی میں دعا کرتے ہیں خداوندا حسین علیہ السلام نے اپنے وعدہ پر وفا کی تو بھی اپنے وعدہ کو وفا کر میرے نانا کی اُمت گنہگار کو بخش دے سُنتے ہی دل میں کہنے لگا اللہ اکبر بے شک یہ کوئی برگزیدہ باری ہے کہ اس عالم میں بھی لوگوں کیلئے دعائے خیر کرتا ہے۔ عرض کی اے ولی خدا آپ کون ہیں اور کس جرم پر آپ کا یہ حال ہوا ہے۔

حضرت نے آنکھیں کھول دیں اور اُسی ضعیف آواز سے فرمایا تجھے اس سے کیا مطلب جس کام کو آیا ہے اُسے کیوں نہیں کرتا وہ بولا میں اس لشکر سے نہیں تازہ وارد ہوا ہوں جلد کچھ اپنی کیفیت بیان کیجئے کہ میرا دل خود بخود ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا ہے۔ فرمایا کیا کہوں کون ہوں مجھ پر کیا گذری اسی قوم کے نبی کا نواسا انہیں کا مہمان حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام ہوں۔ تین دن کا بھوکا پیاسا انہیں کے ہاتھ سے بے گناہ قتل ہوتا ہوں اور یہ سب لوگ گرد و پیش میرے ہی بھائیوں کی، بھتیجوں کی، عزیزوں کی، رفیقوں کی لاشیں ہیں۔ بھائی ان لوگوں نے میرا گھر کا گھر صاف کر دیا چھ مہینے کا بچہ بھی گود میں رہنے نہ دیا۔ نصرانی رونے لگا اور بولا میں نے شب کو ایک خواب دیکھا ہے۔ حضرت نے فرمایا تو نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا ہے کہ وہ تجھے جنت کی بشارت دیتے ہیں یہ اعجاز دیکھتے ہی وہ نصرانی قدم چومنے لگا اور کہا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اب یہ تازہ غلام بھی اُمیدوار ہے کہ میدان میں مرنے کی اجازت ہو۔ آپ نے جو اُسے مشتاق شہادت پایا فرمایا: جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا

خدا تیرے ارادہ میں برکت دے حسین علیہ السلام تیرا بھی آخری داغ اُٹھائے گا بہر کیف وہ جوان بھی رزم گاہ میں آیا اور بہت سارے دشمنوں کو قتل کیا خود بھی زخمی ہو کر گرا اور آواز دی:

هَلْ رَضِيْتَ عَنِّيْ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ

''اے آقا غلام نے آپ پر جان نثار کی کیا آپ مجھ سے راضی بھی ہوئے۔''

حضرت نے فرمایا میں بھی اور خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تجھ سے راضی ہوئے۔ مومنین! مقام انصاف ہے نصاریٰ کو تو یہ پاس ہو شمر کا کیا کلیجہ تھا کہ باوجود دعوائے اسلام خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کچھ خوف نہ کیا۔ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کا سر کاٹ لیا اور کس منہ سے کہوں اُس سر اطہر کے ساتھ کیا بے ادبی کی کہ تین مرتبہ زمین پر اس زور سے رکھ دیا کہ اُس مقام پر نشان پڑ گیا

اور تین مرتبہ اس طرح بہ آواز بلند تکبیر کہی کہ سارے لشکر نے سُنی۔ تمام عالم میں تہلکہ پڑ گیا صحرا میں سیاہ آندھی اُٹھی دریا میں طلاطم ہوا اور درمیان آسمان و زمین منادی نے ندا دی:

اَلَا قُتِلَ الْحُسَيْنُ بِكَرْبَلَاءَ اَلَا ذُبِحَ الْحُسَيْنُ بِكَرْبَلَاءَ

"اے اہل دنیا آگاہ ہو جاؤ کہ فرزند رسول ﷺ بھوکا پیاسا زمین کربلا پر گوسفند قربانی کی طرح ذبح کیا گیا۔"

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ؕ

مجلس نمبر31

- آیت ملائکہ مومنوں کے لیے استغفار کرتے ہیں۔
- جناب امیرؑ کا قصاب یمن کے دو لڑکوں کو زندہ کرنا۔
- امام حسینؑ کے دو طفل کا پیاس سے ہلاک ہونا۔

مجلس نمبر 31

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ الْمَلٰٓئِکَۃُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّھِمْ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ ؕ

"حق سبحانہٗ وتعالیٰ سورۂ شوریٰ میں ارشاد فرماتا ہے اور تمام ملائکہ تسبیح اور حمد خدا باہم کرتے ہیں اور جو مومنین روئے زمین پر ہیں اُن کے واسطے طلب مغفرت کرتے ہیں۔"
امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس مقام پر ملائکہ سے مراد حاملانِ عرش ہیں۔ حضرات! یہ کون مومنین ہیں جن کے لئے فرشتے استغفار کرتے ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کی وحدانیت خاتم الانبیاء کی رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ائمہ ہدا علیہم السلام کی امامت کا اقرار زبان سے اور تصدیق دل سے کرتے ہیں اور اپنے آپ کو ہر طرح اطاعت ومحبت میں اُن حضرات کے آمادہ رکھتے ہیں۔ ہر شخص مومن کامل نہیں ہوسکتا جس پر خدا کا تفضل ہوتا ہے وہ اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہوتا ہے۔

جناب امیرؑ کا قصاب یمن کے دولڑکوں کا زندہ کرنا:۔

صاحب جواہر الاخبار کتاب مناقب سے روایت کرتے ہیں کہ بعض علمائے ثقات نے یہ نقل لکھی ہے:

اِنَّ عَلِیاً کَانَ ذَاتَ یَوْمٍ جَالِسًا فِیْ مَسْجِدِ الْکُوْفَۃِ اِذْ دَخَلَ عَلَیْہِ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ الْکُوْفَۃِ فَسَلَّمَ وَ قَالَ اِنِّیْ

اُحِبُّكَ يَا اَبَا الْحَسَنِ

''ایک روز قبلہ دنیا و دین جناب امیر المومنین علیہ السلام مسجد کوفہ میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص کوفی نے آکر سلام کیا اور کہا اے مولا میں آپ کو دوست رکھتا ہوں۔'' آپ نے فرمایا تو ایسا گمان کرتا ہے خیر میرے ساتھ آ کہ میں تجھے وہ شخص کو دکھلا دوں جو مجھے قلب ولسان سے دوست رکھتا ہے۔ الغرض بیرون شہر آکر فرمایا آنکھیں بند کر لے ایک لحظہ کے بعد فرمایا کھول لیں اب جو اُس نے آنکھیں کھول دیں تو ایک شہر وسیع کافر و مسلمان سے آباد نظر آیا۔

فَقَالَ لَهُ سِرْ مَعِي حَتّٰى اُرِيَكَ مَنْ يُحِبُّنِيْ قَلْبًا وَّ لِسَانًا

''حضرت نے فرمایا میرے ساتھ چلا آ کہ میں تجھے اُس شخص کو دکھاؤں جو مجھے زبان و دل سے دوست رکھتا ہے۔'' جب بازار میں پہنچے ایک قصاب کی دوکان بتا کر اور ایک درہم دے کے فرمایا اس کا گوشت خرید لا جب وہ دوکان پر گیا' قصاب اسے اجنبی دیکھ کے سمجھا مسافر ہے پوچھا تو کہاں کا رہنے والا ہے؟ اُس نے کہا کوفہ کا قصاب خوش ہو کر کہنے لگا اے بھائی تم تو میرے مولا کے شہر کے رہنے والے ہو۔ آج کی شب میرے مہمان بنو۔ اس نے کہا میرے ساتھ ایک شخص اور بھی ہے وہ بولا تم دونوں میرے مہمان ہو۔ اُس کوفی نے آکر تمام کیفیت مولا سے بیان کی حضرت بھی دوکان پر تشریف لے گئے۔ وہ بہت خوش ہوا اور کہنے لگا تم دونوں بوجہ محبت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے میرے مہمان ہو پھر اپنے گھر لایا اور زوجہ سے کہا میرے آقا کے شہر کے رہنے والے دو آدمی آئے ہیں بہت اچھی طرح سے اُن کی مہمانی کر۔ وہ بھی بہت خوش ہوئی اور فرش بچھا کے بٹھایا اُس کے دو لڑکوں نے بھی آکر سلام کیا۔ حضرت نماز مغرب پڑھنے لگے اتنے میں کسی نے دق الباب کیا۔ جب قصاب باہر گیا دیکھا کہ سلطانی جلاد کھڑا ہے۔ پوچھا کیوں آیا ہے؟ وہ شقی بولا بادشاہ بہت بیمار ہے اور حکماء نے کہا ہے کہ اگر علی علیہ السلام کے کسی دوست کا خون ملے تو شاہ اچھا ہو سکتا ہے

چونکہ تو اُن کا دوست ہے آیا ہوں کہ تجھے ذبح کر کے تیرا خون لے جاؤں۔ قصاب نے کہا شکر خدا کا ہے کہ اُس نے علی علیہ السلام کے دوستوں کے خون میں یہ برکت دی ہے کہ کفار اُس سے شفا پاتے ہیں۔ تھوڑی مہلت لے کے اندر آیا اور زوجہ سے کہا مہمانوں کی مدارات میں کوتاہی نہ کرنا میں ایک کام کو جاتا ہوں اور دل میں دعا کرتا باہر آیا اے خالق میرے مولا کو بھیج کہ میری مدد کریں۔ اتنے میں اُس کے دونوں لڑکے کھیلتے ہوئے پہنچ گئے اور باپ کو جلاد کے ظلم میں گرفتار دیکھ کے ہر ایک رُو کے کہنے لگا او ظالم مجھ کو ذبح کر کے میرا خون لے جا مگر میرے باپ کو چھوڑ دے کہ اس کے گھر میں مہمان آئے ہیں۔ اس نے کہا فقط ایک شیعہ علی علیہ السلام کا خون درکار ہے۔ اب دونوں لڑکوں میں ہر ایک کہنے لگا میرا خون لے بھائی کو چھوڑ دے اسی بحث میں جلاد کی تلوار ایسی پڑی کہ دونوں کے سر ایک ہی وار میں قلم ہو گئے اور وہ مردود اُن کے خون شیشہ میں بھر کے لے گیا۔ قصاب نے دونوں جگر بندوں کی لاشیں اور سروں کو لے جا کر ایک گوشہ میں اس طرح پوشیدہ رکھ دیا کہ کسی کو خبر تک نہ ہوئی اور زن و شوہر نے مل کر مہمانوں کے سامنے کھانا رکھا اور کہا اے محبان علی علیہ السلام بسم اللہ نوش فرماؤ۔ امام علیہ السلام نے فرمایا اپنے لڑکوں کو بھی بلا کہ میرے دائیں بائیں بیٹھ کر کھانا کھائیں۔ میرے بھی دو لڑکے حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام انہیں سن و سال کے ہیں۔ اُس نے کہا آپ تناول فرمائیں وہ کہیں لڑکوں میں کھیلتے ہوں گے فرمایا اُن کے بغیر ہرگز نہ کھاؤں گا وہ نہایت متردد ہوا۔

فَقَالَ لَهُ اَمَا تَعْرِفُنِيْ يَا رَجُلُ قَالَ لَا قَالَ اَنَا مَوْلَاكَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ○

''اُس وقت حضرت نے فرمایا تو مجھے نہیں پہچانتا میں ہی تیرا امام علی بن ابی طالبؑ ہوں۔'' یہ سنتے ہی وہ حضرت کے قدموں پر گر کے لوٹنے اور کہنے لگا یا مولا آپ کی محبت میں دونوں غلام زادے قتل ہو گئے مگر کچھ پرواہ نہیں میرا گھر بار جان و مال سب آپ پر

تصدق ہے۔ یہ کہہ کے زوجہ کو بھی دونوں فرزندوں کے مرنے کی اور مولا کے تشریف آوری کی خبر کر دی۔ وہ بھی روتی ہوئی دوڑی اور حضرت کے پاؤں پر آنکھیں ملنے لگی۔ آپ نے منہ پھیر کر فرمایا غم نہ کھا ابھی دونوں بحکم خدا زندہ ہوتے ہیں۔ پس لاشوں کو مع سروں کے سامنے رکھوایا اور پانی سے اُن کے حلقوم دُھلوا کر ردائے مبارک اُن پر ڈال دی اور دو رکعت نماز پڑھ کر دُعا کی فوراً اُن کے بے روح جسموں میں جان آگئی اور لبیک لبیک یا ابا الحسن علیہ السلام یا علی بن ابی طالب علیہ السلام کہتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت کے ہاتھوں کو اور قدموں کو چومنے لگے۔ اُس وقت مرد کوفی سے فرمایا سچ کہہ تو اپنی اولاد کو اس طرح میری محبت میں فدا کر سکتا ہے۔ اُس نے کہا بے شک نہیں ہو سکتا آپ نے کہا یہ لوگ ہیں جو قلب و لسان سے میری محبت رکھتے ہیں۔ الغرض اُن سب کو ایک جگہ بٹھا کے کھانا نوش فرمایا اور اُن کے حق میں دعائے خیر کی جب وہاں سے چلنے لگے۔ قصاب دامن سے لپٹ کر رُو رُو کر کہنے لگا اے آقا جب صبح کو لڑکوں کے ساتھ دوکان پر بیٹھوں گا اور بادشاہ کو خبر ہوگی یقیناً ہم سب کو قتل کرے گا۔

فَقَالَ لَهُ الْإِمَامُ لَا بَاسَ عَلَيْكَ لَا تَخَفْ وَ لَا تَحْزَنْ فَإِذَا وَقَعْتَ فِي شِدَّةٍ فَاسْتَغِثْنِي وَ اَنَا اِمَامُكَ عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ

"آپ نے فرمایا کچھ اندیشہ نہ کر جب کسی بَلا میں مبتلا ہونا مجھے آواز دینا میں تیرا امام ہوں ضرور آ کر مدد کروں گا بَلا کو رد کر دوں گا۔ یہ فرما کر اور اُسی طرح مرد کوفی کو لے کر کوفہ میں پہنچ گئے۔ اب اُس قصاب کا حال سنئے کہ جب دوسرے دن لڑکوں کو لے کر دوکان پر بیٹھا اور اُس جلاد بدنہاد نے دیکھا پوچھنے لگا ان کو تو میں نے کل شام کو قتل کیا تھا پھر زندہ کیونکر ہوئے؟ اُس نے کہا میرے آقا علی بن ابی طالب علیہ السلام نے جان بخشی کی پس تمام شہر میں یہ خبر پھیل گئی۔ یہاں تک کہ بادشاہ کے بھی گوش زد ہوئی۔ اُس نے بھی قصاب کو مع

لڑکوں کے بُلایا اور کیفیت پوچھی۔ اُس نے وہی جواب دیا کہ میرے آقا اور امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کی دعا سے زندہ ہوئے ہیں۔ بادشاہ نے کہا یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ علی علیہ السلام کوفہ میں تو بلا دیمن میں مہینوں کی راہ پر ہے۔ خیراب میں اپنے سامنے تم تینوں کو قتل کراتا ہوں دیکھتا ہوں کیونکر علی علیہ السلام بچاتے اور زندہ کرتے ہیں۔ الغرض اُس نے جلاد کو ان بے گناہوں کے قتل کا حکم دیا۔ اُس وقت قصاب نے کہا اے سلطان مجھے اتنی مہلت دے کہ تین مرتبہ اپنے آقا سے فریاد کرلوں اس کے بعد تجھ کو اختیار ہے۔ اُس نے کہا تین مرتبہ کیا بلکہ ستر مرتبہ کی اجازت دیتا ہوں خوب چلا چلا کے پکار لے ایک میل سے زیادہ تیری آواز نہ جائے گی پس وہ خوش عقیدہ کوفہ کی جانب مُنہ کر کے یوں فریاد کرنے لگا:

يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيثِيْنَ وَ يَا جَارَ الْمُسْتَجِيْرِيْنَ اَجِرْنِيْ بِمَوْلَايَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ يَا عَلِيّ خَلِّصْنِيْ مِنْ يَدِ هٰذَا الظَّالِمِ الْفَاسِقِ ۝

"اے فریاد رس بے کسوں کے واے چارہ ساز بے چارگان علی بن ابی طالب علیہ السلام کا واسطہ مجھے اس ظالم کے شر سے بچالے اور یا علی علیہ السلام میری امداد کو پہنچو مولا اُس وقت مسجد کوفہ میں تشریف رکھتے تھے اور وہ کوفی مرد بھی حاضر تھا قصاب کی فریاد سُنتے ہی فرمایا:

لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ میں حاضر ہوا اور قنبر سے ارشاد کیا ذوالفقار اور سپر جلد لے آ جب وہ لے آئے فوراً اُن کو ساتھ لے کر بیرون شہر تشریف لائے اور فرمایا اے قنبر آنکھیں بند کر لے۔ ایک لحہ کے بعد حکم دیا کھول دے قنبر نے جو آنکھیں بند کر کے کھولیں تو اپنے کو مع امام علیہ السلام ایوان شاہی میں پایا اور قصاب کو دیکھا کہ فریاد کر رہا ہے۔ حضرت نے اس آواز سے تکبیر کہی کہ تمام قصر ہل گیا زمیں وہاں کی زلزلہ میں آ گئی اور تمام حاضرین دربار آپ کی ہیبت وسطوت اور صدائے تکبیر سے غش کر گئے۔ آپ نے قصاب فرمایا اپنے لڑکوں کو لے کر اس مجمع سے نکل جا اور اپنے گھر میں جا کے دم لے جب وہ جا چکا۔ تب بادشاہ کو اور اُس کے

لشکر کو ہوش آیا اُس وقت آپ سے پوچھنے لگا اے دلاور جوان تُو کون ہے جو اس انبوہ کثیر میں ایک خادم کو لے کر بے تحاشا چلا آیا اور میرے اسیروں کو بلا اجازت رہا کر دیا۔ آپ نے فرمایا او غافل میں علی بن ابی طالبؑ ہوں۔ حضرت کا نام سنتے ہی اُس کو غیظ آ گیا اور اُسی حالت غضب میں لشکر کو حکم دیا کہ اس اجل رسیدہ جوان کو گھیر کے زندہ گرفتار کر لو۔ حکم پاتے ہی چاروں طرف سے فوج ٹوٹ پڑی آپ نے بھی ذوالفقار کھینچ لی اور لڑائی شروع ہو گئی۔ ایک ساعت میں مولا نے کشتوں کے انبار لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ تھوڑی ہی دیر کی جنگ میں ہر سمت سے الامان الامان کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ حضرت نے فرمایا امان بغیر قبول ایمان ممکن نہیں۔ بادشاہ نے کہا میں مسلمان ہوتا ہوں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ خَلِيْفَةٌ مِنْ بَعْدِهٖ حَقًّا حَقًّا ۝

سلطان کے ایمان لاتے ہی کل فوج و اہل شہر مسلمان ہو گئے۔ حضرت نے سب کو احکام اسلام و ارکان ایمان تعلیم کیئے اور قصاب کو مع لڑکوں کے بُلا کر بادشاہ سے ملا دیا اور اُس کی رعایت کی سفارش کی۔ اس کے بعد قنبر کو لے کے کوفہ واپس آئے۔ حضرات! مقام غور ہے جس امام کو ایک محب کے لڑکوں کا بے جان رہنا اور اُن کے ماں باپ کا مغموم ہونا گوارا نہ ہوا، صحرائے کربلا میں اُسی امام کی سب اولاد اس بے دردی سے قتل کی گئی کہ قصاب حیوانوں کو بھی اس بے رحمی سے ذبح نہیں کرتے۔ ننھے ننھے بچے کوئی تلوار سے کوئی تیر سے شہید ہوا، کوئی پیاس کے صدمہ سے تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

دو طفل کا پیاس سے ہلاک ہونا:۔

مقتل ابن عربی اور کشف الغمہ میں کمال الدین طلحہ سے منقول ہے کہ امام حسینؑ نے وقت وداع جناب زینب علیہا السلام سے یہ وصیت کی تھی اے بہن میری شہادت کے بعد

ہمارے بچوں کا بہت خیال رکھنا اور میرے یتیموں پر شفقت مادرانہ کرنا۔ جناب زینب علیہا السلام فرماتی ہیں شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد خیموں کے جلنے وقت اور لٹنے اسباب ہم اہلبیت علیہم السلام کے وقت ہمارے بھائی کے اطفال صحرا میں متفرق ہو گئے۔ پس میں نے اپنے بھائی کے حسب وصیت چاہا کہ اُن بچوں کو ایک جگہ جمع کروں۔ الغرض میں نے ہر طرف تلاش کر کے اُن اطفال کو ایک جگہ بٹھایا لیکن دو بچوں کا کہیں نشان نہ پایا میں نے مضطرب ہو کے اپنی بہن ام کلثوم علیہا السلام کو آواز دی اے خواہر جلد آؤ دو بچے نہیں ملتے ہیں۔ جب میں بہن کے ساتھ قتل گاہ میں اس خیال سے پہنچی کہ شاید اپنے باپ کی لاش سے لپٹے ہوں مگر وہاں بھی نہ دیکھا مضطر ہو کر فرات کی طرف گئی وہاں بھی کچھ سراغ نہ ملا۔ پس ہم دونوں بہنیں بیابان کی طرف روتے ہوئے اور اُن یتیموں کو پکارتے ہوئے چل پڑیں تھے ایسا نہ ہو کہ یہ دونوں معصوم کہیں مر گئے ہوں یا گھوڑوں کے سموں سے پامال ہو گئے ہوں۔ اسی اثناء میں ہم دونوں بہنیں ایک گڑھے کے قریب پہنچیں ایک سیاہی نمودار ہوئی جب میں اُس سیاہی کی طرف چلی دیکھا کہ وہ دونوں یتیم ریگ گرم پر گرے پڑے ہیں اور ایک دوسرے کی گردن میں باہیں ڈالے مثل چاند کے خاک میں پنہاں ہیں۔ میں نے اپنی بہن اُم کلثوم علیہا السلام سے کہا اے خواہر آہستہ قدم اُٹھاؤ کہ یہ دونوں یتیم سوتے ہیں ایسا نہ ہو کہ آہٹ سے قدموں کی چونک پڑیں۔ جب قریب پہنچے دیکھا کہ پھول سے رخسار زرد ہو گئے ہیں اور کچھ خاک اُڑ کر اُن کے دہن میں بھر گئی ہے اور آنکھوں میں حلقے پڑ گئے ہیں۔ میں نے چاہا کہ اُنہیں اُٹھا کر خیمہ کی طرف لے چلوں جب میں نے اُن کے شانوں کو حرکت دی دیکھا کہ روحیں اُن کے جسم سے مفارقت کر گئی ہیں اور تشنگی سے زبانیں اُن کی باہر نکلی ہیں۔ میں با آواز بلند رونے لگی اور کہا اے ام کلثوم بہن علیہا السلام یہ معصوم بھی اپنے باپ کے پاس چلے گئے پس ہم دونوں بہنوں نے دونوں معصوموں کو گود میں لے کر مقتل میں لا کر لٹا دیا۔ امام زین العابدین علیہ السلام یہ تازہ مصیبت دیکھ کر بہت بے قراری سے روئے اور اہلبیت علیہم السلام میں ایک شور قیامت برپا ہوا اور سب بیبیوں نے صدائے وَا مُحَمَّدَاہُ وَ اعَلِیَّاہُ وَا حُسَیْنَاہُ بلند کی۔

افسانہ کہ کس نہ تواند شنیدنش

یارب براہل بیت علیہم السلام چہ آمد زدیدنش

حضرات! کیا مصیبتیں جناب امام حسین علیہ السلام اور ناموس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑی ہیں جن کے سُننے سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے۔ کیا حال ہوا ہوگا اُن مخدرات کا جنہوں نے اپنی آنکھوں سے وہ مصائب دیکھے اور خود وہ جور اور ظلم اُٹھائے۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۞

مجلس نمبر32

- آیت بھلائی جانب خدا سے اور بُرائی اپنی شامت نفس سے ہے۔
- حکایت بُلبل۔
- آیت دیگر فضیلت دُعا میں۔
- ایک گبر کی حکایت۔
- دس لڑکوں کی شہادت۔

مجلس نمبر 32

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ وَمَآ اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَۃٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ ؕ

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۃ النساء میں ارشاد فرماتا ہے اے انسان جو بھلائی یا نعمت تجھ کو حاصل ہوئی پس وہ خدا کی جانب سے ہے اور جو بُرائی یا زحمت تجھے پہنچی پس وہ تیری شامت نفس سے ہے۔''

بلبل کی حکایت:۔

منہج الصادقین میں منقول ہے کہ جناب سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں ایک شخص نے ایک بلبل خرید کر کے پنجرے میں رکھا آب و دانہ وقت پر دیتا تھا اور اُس کی آواز خوشائند سے محظوظ ہوتا تھا ایک روز دوسرا بلبل صحرائی اُسی قفس پر آبیٹھا اور کچھ اپنی زبان میں بول کر اُڑ گیا اُس روز سے اُس محبوس بلبل نے چہکنا چھوڑ دیا۔ جب کئی روز نہ بولا وہ شخص اُس بلبل کو جناب سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں لے گیا اور کیفیت بیان کی آپ نے اس سے پوچھا تو نے بولنا اور چہکنا کیوں چھوڑ دیا؟ اُس نے عرض کی یا نبی اللہ میں نے دام صیاد کبھی نہ دیکھا تھا اور نہ اُن کے مکر سے واقف تھا۔ ایک روز ایک صیاد نے میری چراگاہ پر دام بچھایا اور کچھ دانے اُس پر چھڑک دیئے۔ جب میری چشم حریص آنکھوں نے اُن دانوں کو دیکھا مجھے طمع نے گھیرا ہر چند چشم بصیرت نے منع کیا مگر۔

بدو زد طمع دیدۂ ہوش مند

ہنوز میری منقار دانوں تک نہ پہنچی تھی کہ دام بلا میں پھنس گیا صیاد نے دوڑ کر پکڑ لیا اور مجھے مادہ اور بچہ سے جدا کر کے اس مرد کے ہاتھ بیچ ڈالا۔اس بے رحم نے قفس میں بند کیا اُس روز سے میں اپنی اسیری اور مادہ اور بچہ کی جُدائی پر برابر نالہ وفریاد کرتا تھا اور یہ غافل مرد میری آواز دردناک وفریاد کوسُن کر خوش ہوتا تھا ایک روز دوسرے بلبل نے آ کر مجھ سے کہا اے اسیر بلا کب تک نالہ وفریاد کرے گا یہی تیرا فریاد و نالہ تیرے محبوس رہنے کا باعث ہے۔اُس دن سے میں نے عہد کیا ہے کہ جب تک میں اس قفس میں ہوں ہرگز نہ بولوں گا۔یہ سُن کر جناب سلیمان علیہ السلام نے ہنس دیئے اور اُس مرد سے فرمایا اس جانور نے عہد کیا ہے جب تک قفس میں رہے گا ہرگز نہ بولے گا۔اُس نے کہا میں نے اس کی آواز ہی سننے کو بند کیا تھا جب یہ بولے گا ہی نہیں تو رکھنے کا کیا فائدہ یہ کہہ کر اُسے رہا کر دیا۔

تمہید:۔

حضرات!اگر غور وفکر کریں تو اس حکایت میں ہم غافلوں کے واسطے نہایت عمدہ نصیحت ہے۔جس طرح وہ بلبل دام بلا میں پھنسا تھا اُسی طرح ہم لوگ دام ہواو ہوس میں گرفتار ہیں اور جب تک وہ بلبل قفس میں فریاد کرتا تھا یعنی بولتا تھا مالک اُس کا نہایت خوش تھا اور پرورش اور تربیت میں اُس کے کسی طرح کوتاہی نہ کرتا تھا۔جب اُس نے بولنا چھوڑ دیا مالک کی نظروں سے گر گیا اور اُڑا دیا گیا پس ہم لوگ بھی حق تعالیٰ کے مرغان خوش الحان ہیں اور ہمارا بدن قفس ہے نالہ وزاری کرنے کے واسطے اور بندگی اور دعا کیلئے زندان جسم میں رکھے گئے ہیں اگر اس قفس بدن میں نالہ وزاری اور عبادت ودعا نہ کریں گے تو حق تعالیٰ کے نزدیک ہماری بھی کچھ قدر نہ ہوگی۔مگر فرق یہ ہے کہ جب یہ بلبل رہا ہوا رہائی کے بعد اسیری کا غم باقی نہ رہا اور جب ہم اس قید ہستی سے رہا ہوں گے تو کثرت معاصی کی وجہ سے زندان جہنم میں گرفتار ہوں گے اور اُس دائمی قید خانے سے رہا ہونے کی اُمید بھی نہیں۔لہٰذا

ضروری ہے کہ انسان عبادت و دعا میں عمر بسر کرے کہ پیش خدا اُس کی قدر و منزلت ہو۔

آیت دیگر فضیلت دُعا میں:-

چنانچہ حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ فرقان میں ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ

"اے محمد ﷺ لوگوں کو کہو کہ اگر تم عبادت و دعا نہ کرو تو اللہ کو کچھ تمہاری پروا نہیں۔" یعنی تم کو جس چیز نے اُس کے آگے قدر و مرتبہ دیا ہے وہ تمہاری عبادت و دعا ہے اس لئے کہ شرف و کرامت انسان کی خدا کی معرفت اور طاعت سے ہے ورنہ انسان حیوانوں کے برابر ہے یا یہ کہ خدا کے نزدیک تمہاری منزلت دعا کی بدولت ہے۔ اگر تمہاری دعا نہ ہوتی تو خدا کچھ پروا اس سے نہ کرتا کہ تم کو ہلاک کرے۔ اور بعضوں نے یہ لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے بندوں سے فرمایا ہے کہ میں نے تم کو اس لئے نہیں پیدا کیا ہے کہ مجھ کو تم سے کوئی حاجت ہو بلکہ اس لئے خلق کیا ہے کہ کچھ چاہتے ہو جس چیز کی ضرورت رکھتے ہو ہم سے مانگو اور طلب کرو تا کہ ہم تمہاری حاجت روائی کریں اور تم کو آتش جہنم سے نجات دیں اور بروایت اس آیت کے حاصل معنی یہ ہیں:

لَوْلَا عِبَادَتُكُمْ لَهُ أَيُّ وَزْنٍ يَكُوْنُ لَكُمْ

"یعنی اگر تمہاری عبادت خدا کے واسطے نہ ہوتی تو خدا کے نزدیک تمہارے لئے کوئی باعث قرب و منزلت کا نہ ہوتا۔" اور عیاشی نے لکھا ہے کسی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا یا بن رسول اللہ ﷺ آیا تلاوت قرآن افضل ہے یا زیادہ دعا کرنا؟ آپ نے فرمایا کثرت دعا تلاوت و قرآن سے افضل ہے۔ اس کے بعد حضرت نے یہی آیت پڑھی۔ حضرات! انسان کیا راحت میں ہو کیا مصیبت میں ہر وقت اپنے معبود کو یاد کرتا رہے کسی وقت اُس کی یاد اور دعا سے غافل نہ ہو اور اپنے تمام فعل اور کام میں رضائے خدا کا خیال رکھے۔ اگر ایک عمل بھی حق تعالیٰ کی درگاہ میں قبول ہو جائے گا تو نجات کے واسطے کافی ہوگا۔

ایک گبر کی حکایت:-

چنانچہ کتاب خلاصۃ الاخبار میں ذوالنون مصری سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک مرتبہ سیاحت کرتا ہوا ایسے صحرا میں پہنچا جہاں کی تمام زمین برف سے پوشیدہ ہو رہی تھی اور ایک گبر کو دیکھا کہ دامن میں جو اور چنا لئے اُس برف پر چھڑک رہا ہے۔ میں نے کہا برف پر دانہ چھڑکنے سے کیا فائدہ ہوگا اُس نے جواب دیا آج کے روز برف کے سبب سے جانوروں کو دانہ نہ ملے گا اس لئے یہ غلہ ڈالتا ہوں تاکہ طیور آ کر کھائیں۔ شاید پروردگار عالم اس عمل کی وجہ سے مجھ پر رحم کرے۔ میں نے کہا تو خدا سے بے گانہ ہے بیگانہ کا دانہ کیا ثمر دے گا۔ اُس نے جواب دیا ہر چند وہ قبول نہ کرے مگر جو کام میں کرتا ہوں اُس کو تو دیکھتا ہے۔ میں نے کہا البتہ وہ چیز کا دیکھنے والا ہے۔ اُس نے کہا بس اسی قدر میرے واسطے کافی ہے۔ ذوالنون مصری کہتا ہے۔ دوسرے سال میں نے ایامِ حج میں اُسی گبر کو دیکھا کہ خانہ کعبہ کا عاشقانہ طواف کر رہا ہے۔ مجھے دیکھتے ہی کہنے لگا کیوں ذوالنون تم نے خدا کی رحمت کو دیکھا جو میرا فعل تمہارے نزدیک کچھ حقیقت نہ رکھتا تھا آخر اُسی عمل کو اُس نے قبول کیا اور مجھے اپنے گھر بلایا۔ ذوالنون نے آسمان کی جانب سر بلند کر کے کہا خداوندا تو نے بہشت کو اس قدر ارزاں کر دیا کہ ایک مشت ارزن پر گبر چہل سالہ کو بخش دیا۔ ناگاہ ایک ہاتف کی آواز آئی اے ذوالنون یہ تیر گمان اور قیاس غلط ہے خدا جس کو کوئی نعمت دیتا ہے کسی چیز کے عوض میں نہیں دیتا۔

تمہید:-

مومنین! اس گبر نے اُس زمین پر جہاں برف تھی جانوروں کے واسطے ایک مشت دانہ ارزن چھڑکا تھا وہ کس قدر مقبول خدا ہوا۔ خیال کیجئے معرکہ کربلا میں تو سب جانتے ہیں کہ جناب سید الشہداء علیہ السلام نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گلستان کیسے کیسے تر و تازہ پھولوں کو اُس خاک پر جہاں دھوپ کی شدت سے آگ برستی تھی نجات امت کے

واسطے راہ خدا میں نثار کیا۔ بعض گُل اُن میں ایسے تھے کہ گھر سے جن کے باہر نکلنے کے بھی دن نہ تھے۔ قضا نے اُن کو وطن سے نکال کے پردیس میں پہنچایا اور زمین ماریہ نے ماں کی گود سے چھڑا کے اپنی آغوش کو بسایا۔

دس لڑکوں کی شہادت:۔

بعض مقاتل میں لکھا ہے کہ روز عاشورا اہلبیت علیہم السلام سے دس طفل صغیر شہید ہوئے ہیں دو بیٹے مسلم بن عقیل علیہ السلام کے جو ایک مہینہ پہلے ہی یتیمی کا داغ اُٹھا چکے تھے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سایۂ عاطفت میں پرورش پاتے تھے موت نے اُنہیں بھی جوان ہونے نہ دیا۔ چچا کے سامنے دونوں ایک مرتبہ دم توڑ کر مر گئے اور دو عبد اللہ بن جعفر کے صاحبزادے جناب زینب علیہا السلام کے پیارے جن کے چھوٹے چھوٹے قدوں پر بھولی بھولی صورتوں پر دشمنوں کے بھی دل پانی ہو جاتے تھے۔ آہ مدینہ سے تو باپ کو چھوڑ کر ماں کے ساتھ آئے کربلا سے ماں کو چھوڑ کر بہشت میں سدھارے اور ایک طفل امام حسن علیہ السلام کا عبد اللہ نام کا خیمہ سے نکل کر قتل گاہ میں پہنچا اور مظلوم کربلا علیہ السلام کی گود میں تیر ستم کھا کر شہید ہو گیا اور تین لڑکے اولاد امام حسین علیہ السلام سے گہوارہ اجل میں سوئے۔ جس میں ایک وہ شیر خوار شش ماہہ تھا۔ جس کے سوا ابتدائے خلقت سے آج تک اس سن و سال کا کوئی لڑکا کسی جہاد میں کبھی شہید نہ ہوا اور دو لڑکیاں جن کا نام ونسب بصراحت معلوم نہیں اُن کا یہ حال لکھا ہے کہ جب لشکر اسلام میں کوئی باقی نہ رہا۔ امام علیہ السلام بھی شہید ہو چکے لڑائی کا بھی خاتمہ ہو چکا ناریوں نے خیمہ عصمت میں آگ لگا دی۔ چند سیدانیاں بے وارث و والی اور چھوٹے چھوٹے یتیم بچے جو باقی رہ گئے تھے سب کے سب جان کے خوف سے گھبرا گھبرا کے باہر نکل پڑے۔ باہر بھی دشمنوں کے ہجوم فوجوں کی کثرت سے اور مضطرب ہوئے۔ اُس میدان میں نہ کہیں رستہ تھا نہ یہ کسی راستے سے واقف تھے کیا کرتے کہاں جاتے جابجا منتشر ہو گئے۔ کوئی بی بی کسی طرف گئی کوئی بچہ کسی جانب چلا گیا اُسی بل چل میں دو لڑکیاں ایک

طرف کو دوڑ کر نکل گئیں جنہیں پھر اہلبیت علیہم السلام سے آ کے ملنا نصیب نہ ہوا۔ اُسی صحرا کے کانٹوں میں اُلجھ اُلجھ کے رہ گئیں کئی دن کے بعد جب خار کشان صحرا خار کشی کے واسطے آئے' دیکھا کہ دو بچیاں خاک پر سو رہی ہیں۔ کس طرح کہ ایک کا ہاتھ دوسری کی گردن میں حمائل ہے۔ قریب جا کے چاہا اُنہیں زمین سے اُٹھائیں آہ آہ اُس وقت دیکھا دونوں خواب اجل میں آرام کرتی ہیں۔ کسی میں دم نہیں چھوٹے چھوٹے رخسارے گرد و غبار سے بھر گئے ہیں۔ ننھی ننھی زبانیں منہ سے باہر نکل آئی ہیں۔ سوکھے سوکھے ہونٹوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کئی دن سے پانی نہیں ملا ہے دھوپ کی حدت پیاس کی شدت سے تڑپ تڑپ کے روحیں بدنوں سے نکل گئی ہیں۔ وہاں سے اُٹھا کے مقتل شہداء میں جہاں اور لاشیں تھیں اُنہیں بھی لے گئے۔

غرض بیان غم اہلبیتؑ آسان نیست
حکایتے ست کہ آنرا شرح پایاں نیست

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ؕ

مجلس نمبر33

- آیت روزی بندوں کی آسمان میں ہے۔
- اصمعی اور دزد اعرابی کی حکایت
- حکایت لطیف فضیلت نیمہ شعبان میں۔
- جناب قاسم علیہ السلام کی شہادت۔

مجلس نمبر 33

قَالَ اللّٰہُ تعالٰی وَ فِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ ۝

سورۂ والذاریات میں حق سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "اے بندو آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جن باتوں کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ہمارا ہر امر راست وحق ہے جس طرح تم اپنی باتوں کو حق وراست سمجھتے ہو یعنی جس طرح اپنے کلام میں شک نہیں کرتے ہو اسی طرح ان امور میں بھی کوئی شبہ نہ کرو اور حق سمجھو۔

حکایت اصمع اور دزد اعرابی:۔

صاحب منہج الصادقین لکھتے ہیں کہ اصمعی کہتا ہے میں ایک روز بصرہ کی جامع مسجد میں جاتا تھا راہ میں ایک اعرابی چور کو دیکھا اونٹ پر سوار شمشیر حمائل کیے اور کمان کاندھے پر رکھے جلد جلد چلا آتا ہے۔ جب میرے نزدیک پہنچا مجھے سلام کیا اور پوچھا تو کس قبیلہ سے ہے؟ میں نے کہا قوم اصمع سے ہوں۔ کہنے لگا کہاں سے آتے ہو میں نے کہا ایک جگہ کلام خدا کی تلاوت کرتا تھا وہیں سے آتا ہوں۔ یہ سن کر وہ اعرابی متعجب ہو کر بولا خدا کے بھی ایسے کلام ہیں جسے آدمی پڑھ سکے۔ میں نے کہا البتہ اور سورۃ الذاریات کو پڑھنا شروع کیا جب اس آیت پر پہنچا:

وَ فِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ

یعنی تمہاری روزی اور نعمتیں تمہارے لئے آسمان میں موجود ہیں۔ یہ سن کر وہ

اعرابی کہنے لگا اے اصمع میں تجھے قسم دیتا ہوں سچ کہہ یہ کلام خدا ہے جو محمد مصطفیٰ ﷺ کے واسطے بھیجا ہے۔ میں نے قسم کھا کر کہا بے شک یہ خدا ہی کا کلام ہے جو اپنے رسول ﷺ پر نازل کیا ہے۔ اعرابی یہ سنتے ہی اونٹ سے اتر پڑا اور اس کو نحر کر کے گوشت فقراء و مساکین پر تصدق کر دیا اور تلوار توڑ کے پھینک دی' کمان کو زمین میں گاڑ دیا اور یہی آیت

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ

پڑھتا ہوا صحرا کی طرف چلا گیا یہ دیکھ کر میں نے اپنے نفس پر بہت ملامت کی افسوس ہے کہ تو برسوں سے اس آیت کو پڑھا کرتا ہے مگر کچھ بھی تجھے اثر نہیں ہوا اور یہ اعرابی ایک ہی دفعہ سن کر متنبہ ہوا۔ اصمعی کہتا ہے کہ اس روز کے بعد پھر میں نے اس اعرابی کو نہیں دیکھا یہاں تک کہ مدت کے بعد ایک سال میں حج کو گیا طواف میں مشغول تھا کہ کسی شخص نے مجھے پشت سے آواز دی۔ میں نے پھر کر جو نگاہ کی تو دیکھا وہی اعرابی ہے کہ کثرت عبادت کی وجہ سے ضعیف و ناتواں ہو گیا ہے' گوشت بدن کا گھل گیا ہے چہرے پر زردی چھا گئی ہے۔ اس نے مجھے پر سلام کیا اور مقام ابراہیم علیہ السلام پر مجھے لے جا کے کہنے لگا کچھ اور خدا کا کلام مجھے سناؤ۔ میں نے وہی سورۂ والذاریات پڑھنا شروع کی جب اس آیت تک پہنچا:

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ

وہ اعرابی کہنے لگا:

وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا

"یعنی جو کچھ خدا نے ہم سے وعدہ کیا تھا وہ سب ہم نے راست و حق پایا۔" پھر کہنے لگا کچھ اور بھی کلام خدا پڑھو میں نے اس کے بعد پڑھا:

فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ

یعنی آسمان و زمین خالق کی قسم یہ کلام میرا حق ہے جس طرح تم اپنی بات کو حق سمجھتے ہو۔ یہ سنتے ہی اعرابی نے ایک آہ کی اور کہنے لگا وہ کونسا بندہ ہے جو خدا کو غضبناک کرے گا اور اُس کے قول کی تصدیق نہ کرے گا کہ حق تعالیٰ اپنے قول پر قسم کھاتا ہے دو تین مرتبہ اس کلام کو اس اعرابی نے کہا اور مر گیا۔

تمہید:۔

مومنین! اس اعرابی کی روایت سے ہم لوگوں کو چاہئے کہ عبرت کریں اور جس طرح یہ اعرابی قرآن کی ایک آیت سُن کے متنبہ ہوا اور خدا پر اعتماد کر کے روزی کی طرف سے مطمئن ہو گیا اور چوری چھوڑ کر ایسا عابد و خدا رسیدہ ہو گیا جیسا آپ لوگوں نے سُنا پس اُسی طرح ہم کو بھی مناسب اور واجب ہے کہ خدا اور رسول ﷺ کے کلام اور علماء کے پند و وعظ بگوشِ دل سُنیں اور اُس پر عمل کریں۔ یعنی عبادت خدا میں مشغول رہا کریں خوفِ خدا اور کو کسی وقت ہاتھ سے نہ دیں کیونکہ جب انسان خوفِ خدا سے گناہ سے پرہیز کرتا ہوتا ہے تو خداوند عالم اُس کو دنیا میں بھی کامیاب کرتا ہے۔

حکایت لطیف فضیلت نیمہ شعبان میں:۔

چنانچہ دوسری آیت جو میں اب تحریر کی جا رہی ہے اُس کی تفسیر میں مُلّا محمد فتح اللہ نے ایک حکایت لکھی ہے وہ اس مقام پر مناسب حال ہے:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی حٰمٓ ۚ وَ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۚ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ

”حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ دخان میں ارشاد فرماتا ہے قسم ہے کتاب واضح کی یعنی قرآن کی بدرستیکہ ہم نے قرآن کو شب مبارک میں نازل کیا۔“ عکرمہ وغیرہ سے منقول ہے کہ مراد شب مبارک سے نیمہ شعبان ہے کہ اس شب کو لیلۃ البرات ولیلۃ الصک ولیلۃ

المبارکہ ولیلۃ الرحمان کہتے ہیں اور جناب رسول خداؐ فرماتے ہیں:

اِنَّ لِلّٰہِ عُتَقَاءَ فِیْ لَیْلَۃِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ اَکْثَرُ مِنْ شَعْرِ غَنَمِ بَنِی کَلْبٍ

"یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ اس شب میں یعنی نیمہ شعبان میں گوسفندان بنی کلب کے بالوں سے زیادہ اپنے بندوں کو آتش دوزخ سے آزاد کرتا ہے۔" منہج الصادقین میں لکھا ہے کہ بغداد میں ایک شخص کسی لڑکی پر عاشق تھا مگر اُس تک رسائی کا موقع نہ پاتا تھا اتفاقاً نیمہ شعبان کو دونوں میں ملاقات ہوئی۔ مرد نے اپنی آرزو بیان کی۔ لڑکی نے کہا اے شخص جوان مرد سے بعید ہے کہ آج کی شب اور لوگ تو عبادت خدا میں مشغول ہوں اور ہم تم اس نعمت سے محروم رہیں۔ مرد متنبہ ہو کے علیحدہ ہو گیا اور اُن دونوں نے تمام شب تا طلوع آفتاب اپنے اپنے مقام پر عبادت خدا میں بسر کی۔ صبح کو اُس لڑکی کا باپ اپنی دختر کا ہاتھ تھامے اُس مرد کے پاس لایا اور کہنے لگا آج کی شب جناب رسول خداؐ نے عالم رویا میں ارشاد فرمایا ہے کہ اس لڑکی کا عقد تیرے ساتھ کر دوں۔ پس یہ دونوں عاشق و معشوق اس شب کی عبادت کی بدولت دنیا میں دولت مواصلت اور عقبیٰ میں نعمت نجات سے کامیاب ہوئے۔

تمہید شہادت جناب قاسم علیہ السلام:-

حضرات! ایک عقد تو یہ تھا کہ جناب رسول خداؐ کے حکم سے بغداد میں پڑھا گیا اور دو آرزو مند اپنی دلی مراد کو پہنچے اور ایک عقد وہ تھا کہ حسب وصیت جناب امام حسن علیہ السلام معرکہ کربلا میں واقع ہوا اور شادی و غم یعنی جناب قاسم علیہ السلام اور فاطمہ علیہا السلام کی تھی جس شادی میں خوشی کے بدلے رنج کا سامنا تھا' آبادی کے عوض میں بربادی پیش نظر تھی۔ آہ آہ داماد و عروس کا مراد دلی کو پہنچنا کیسا ایک جگہ آرام سے باتیں بھی کرنے نہ پائے تھے کہ فوج شام سے هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ

کی آواز آئی جناب قاسم علیہ السلام فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور سب اہلبیت علیہم السلام کو

روتا چھوڑ کر جناب امام حسین علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور اذن جہاد پا کر سلام آخری کو جھکے۔ حضرت نے گلے سے لگا لیا اور اس قدر روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی اس کے بعد اپنے ہاتھوں سے پیراہن قاسم علیہ السلام کے گریبان کو کفن کی طرح چاک کیا اور عمامہ بطور میت باندھ کر دونوں گوشے سینہ پر لٹکا دیے اور نیچہ کمر میں لگا دیا اور بازو تھام کر خود گھوڑے پر بٹھا دیا۔ اُس صاحبزادے کی کم سنی تین دن کی بھوک پیاس، پہلی مرتبہ لاکھوں آدمیوں سے لڑائی کا سامنا، چند ساعت کی دامادی، بیٹی کی بیوگی تصوّر کر کے حسرت سے دیکھا اور بآواز بلند رونے لگے۔ منقول ہے جب وہ شہزادہ مسلح فوج کفر کے سامنے کھڑا ہوا سارا لشکر متحیر ہو گیا۔ جناب قاسم علیہ السلام نے عمر سعد کی طرف خطاب کر کے فرمایا او بے حیا آیا تجھے سزاوار ہے کہ تو اس نہر سے پانی پیے اور اپنے گھوڑوں کو سیراب کرے اور اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشنگی سے جاں بلب ہوں۔ روزِ قیامت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا جواب دے گا یہ کلام سُن کر اُس دشمن خدا نے آپ کو تو کچھ جواب نہ دیا افسران فوج سے کہنے لگا تم جانتے ہو یہ لڑکا کس خاندان عالی سے ہے۔ سب نے کہا پہچانتے تو نہیں لیکن تعجب ہے کہ اتنی کم سنی کے باوجود کیا کلام کرتا ہے کہ فصحائے عرب سے یہ تقریر آج تک نہیں سُنی۔ وہ ملعون بولا یہ قاسم علیہ السلام بن الحسن علیہ السلام ہے اس لڑکے نے فصاحت اور شجاعت اپنے آباؤ اجداد سے ارث پائی ہے خبردار اس سے تنہا کوئی مقابلہ نہ کرے کہ ہرگز فتح یاب نہ ہوگا بلکہ چاروں طرف سے گھیر کر قتل کر۔

رجز جناب قاسمؑ :-

راوی کہتا ہے کہ جب شہزادہ قاسم علیہ السلام نے دیکھا کہ کوئی فوج شریر سے مارے خوف کے نہیں نکلتا اُس وقت آگے بڑھ کر یہ اشعار رجز میں پڑھے:

اِنْ تُنْكِرُوْنِیْ فَاَنَا ابْنُ الْحَسَنِ
سِبْطُ النَّبِيِّ الْمُصْطَفَى الْمُؤْتَمَنِ

هٰذَا حُسَيْنٌ كَالْاَسِيْرِ الْمُرْتَهَنِ
بَيْنَ اُنَاسٍ لَا سُقُوْا صَوْبَ الْمُزَنِ

''اے فوج کوفہ وشام جو مجھے پہچانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں خاتم الانبیاء کے نواسے کا پارۂ جگر قاسم علیہ السلام بن الحسن علیہ السلام ہوں لعنت خدا تم پر کہ تم نے حسین علیہ السلام فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مانند گنہگار کے بے کس و ناچار کر رکھا ہے اور اُس امامِ کونین پر تین روز سے پانی بند کیا ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ اس ظلم وستم کے عوض ابر رحمت سے تمہیں سیراب نہ کرے۔'' یہ رجز حُسن کے کئی پہلوان نامی باری باری مقابل ہوئے اور دستِ قاسم علیہ السلام سے جہنم واصل ہوئے یہاں تک کہ چار بیٹے ارزق شامی کے بھی دوزخ میں پہنچے۔ ارزق کی آنکھوں میں دنیا سیاہ ہوگئی آخر وہ ملعون خود کہ فن سپہ گری میں نامی ومغرور شیطان سے زیادہ مشہور تھا بکمال غیظ وغضب صف لشکر سے باہر نکلا۔ اُس وقت جناب امام حسین علیہ السلام نہایت مضطر ہوئے اور دعا فرمائی خداوندا میں یہ نہیں کہتا کہ یہ فرزند تیری راہ میں شہید نہ ہو مگر اس پہلوان شامی پر اس کو غالب کر۔ ابھی یہاں حضرت مصروف مناجات تھے کہ وہاں صاحب ذوالفقار کے پوتے نے زین سے بلند ہو کر سیف آبدار پر اُس نابکار کے سر نجس اس صفائی سے لگائی کہ سر سے کمر تک اُتر آئی اور اجل نے اُس گمراہ کو راہ سقر دکھلائی۔ حضرات! یہ تین دن کا فاقہ، وہ روز عاشورا کی گرمی اور وہ تیرہ برس کا سن و سال بس کئی نامی پہلوانوں سے جو برابر یکے بعد دیگرے جنگ ہوئی دفعتہً پیاس نے اور شدت کی بے چین ہو کر چچا کے پاس آئے اور کہنے لگے:

يَا عَمَّاهُ الْعَطَشُ اَدْرِكْنِيْ بِشَرْبَةٍ مِّنَ الْمَاءِ

''اے چچا جان پیاس نے مجھے مار ڈالا کہیں سے تھوڑا پانی پلائیے۔'' صاحب کنز المصائب لکھتے ہیں حضرت بہت روئے اور فرمایا اے فرزند صبر کر چچا پر تیرے بہت دُشوار ہے کہ تو پانی طلب کرے اور مجھ سے نہ ہو سکے۔ پھر آپ نے انگشتری مبارک دہن قاسم

علیہ السلام میں دی کہ فی الجملہ اُس شہزادہ کو تسکین حاصل ہوئی اس کے بعد حضرت نے فرمایا اے فرزند تمہاری مادرِ گرامی بہت بے قرار ہیں لازم ہے کہ ایک نظر پھر صورت دکھا آؤ غرض وہ صاحبزادہ خیمہ گاہ کی طرف چلا قریب پہنچ کر ماں کے رونے کی آواز سُنی کہ فرماتی ہیں:

يَا قَاسِمُ فَارَقْتَنِيْ وَ قَدْ طَارَ مِنْ فِرَاقِكَ مَنْ عَيْنِيْ الْكُرٰى

''بیٹا جیتے ہو کہ مر گئے اس پردیس میں اپنی ضعیف ماں کو اکیلا چھوڑ کر کہاں سے چلے گئے۔'' سنتے ہی قاسم علیہ السلام کو تابِ ضبط باقی نہ رہی چلا چلا کر رونے لگے۔ اُمِّ فروہ علیہا السلام نے جو اپنے خیمہ میں یک بیک بیٹے کی صدائے گریہ سُنی دل تڑپ گیا گھبرا کر باہر نکل آئیں اور فرطِ محبت سے گرد پھرنے لگیں۔ آپ نے عرض کی اے اماں صبر کیجئے فقط ہم ہی آپ سے جُدا نہیں ہوتے ہیں پھوپھی کو دیکھئے کہ دو فرزند اپنے ایک ساتھ چچا پر نثار کیے اور جو امر مشیّتِ ایزدی میں ہے ضرور ہوگا۔ ابھی ماں بیٹے میں باتیں ہو رہی تھیں ناگاہ لشکرِ مخالف سے آواز آنے لگی اصحابِ حسین علیہ السلام سے کوئی ایسا ہے کہ میدان میں مقابلہ کو آئے۔ فوراً قاسم علیہ السلام نے میدان کی طرف باگ اُٹھائی اور فوجوں کے قلب میں گھس کر وہ تلوار بازی کی کہ دو سو ناری فی النار ہو گئے پھر چاہا کہ علمدار لشکر کو بھی مار لیں کہ لڑائی کا خاتمہ ہو جائے لیکن قضا نے جلدی کی ہزاروں تیراندازوں نے چاروں طرف سے گھیر کر تیر برسائے کہ وہ شہزادہ اکیلا کیا کرتا' کہاں تک تیروں کو کاٹتا' کس کس طرف سے اپنے کو بچاتا سارا بدن چھلنی ہو گیا آخر ایک تیر ایسا آکر لگا کہ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے ڈگمگا کر زمین کی طرف جھکے اس اثنا میں شیث بن سعد شامی نے پشت پر نیزہ کا ایک ایسا وار لگایا کہ سینہ سے پار ہو گیا وہ شہزادہ خاک پر مُنہ کے بل گر پڑا اور اپنے خون میں لوٹنے لگا اور پکارا:

يَا عَمَّاهُ اَدْرِكْنِيْ

''چچا جلد خبر لیجئے کہ ظالموں نے مجھے مار لیا۔'' سُنتے ہی جناب سیّد الشہداء علیہ السلام

روتے ہوئے قاسم علیہ السلام کی آواز پر چلے کچھ فوج آ کر سدراہ ہوئی آپ نے شیر غضبناک کی طرح جھپٹ کر وہ حملہ کیا کہ سارا لشکر درہم و برہم ہو گیا اور قاتل کو ڈھونڈ کر واصل جہنم کیا مگر افسوس اس کشت و خون اور سواروں کی دوا دوش میں لاشہ نوشا کا گھوڑوں کے سموں سے پامال ہو گیا۔ حضرت جب پہنچے تو دیکھا

وَهُوَ يَفْحَصُ بِرِجْلَيْهِ التُّرَابَ

''وہ صاحبزادہ زمین پر ایڑیاں رگڑتا ہے۔'' بے اختیار رونے لگے اور فرمایا قاسم علیہ السلام بہت دشوار ہے تیرے چچا پر کہ تو پکارے اور میں تجھے دیکھوں اور مدد نہ کر سکوں۔'' حمید بن مسلم کہتا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام غم قاسم علیہ السلام میں ایسے زار و ناتواں ہو گئے کہ لاشہ اُس جناب سے اُٹھایا نہ گیا بہ دُشواری جو اُٹھایا بھی تو کس طرح کہ سینہ اپنے سینہ اقدس سے لگایا لیکن دونوں پاؤں اُس میت کے زمین پر لٹکتے جاتے تھے یہاں تک کہ اُس لاش کو درمیان لاشہائے شہداء کے لٹا دیا

وَبَكَى بُكَاءً شَدِيْدًا

اور پھر وہ حضرت بہت شدت سے روئے اور فرمایا:

يَا بُنَيَّ قَتَلُوْكَ الْكُفَّارُ وَ لَا عَرَفُوْا مَنْ جَدُّكَ وَ اَبُوْكَ ہائے اے میرے فرزند تجھے کافروں نے قتل کیا اور یہ نہ سمجھے کہ تیرے جد بزرگوار اور پدر عالی مقدار کون تھے۔ یہ فریاد سُن کر سب بیبیاں در خیمہ پر رونے اور پیٹنے لگیں اور شور وَ امَقْتُوْلَاهُ وَ اقَاسِمَاهُ کا بلند ہوا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ٥

مجلس نمبر34

- آیت خلق جناب رسولؐ خدا میں۔
- حضرت علی علیہ السلام کا مشک ضعیفہ اُٹھانا۔
- مختصر شہادت حضرت عباسؑ۔

مجلس نمبر 34

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی نٓ وَ الْقَلَمِ وَ مَا یَسْطُرُوْنَ ۙ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۚ وَ اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ۚ وَ اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۃ القلم میں ارشاد فرماتا ہے قسم ہے دوات اور قلم کی اور قسم ہے اُس احکام وحی کی جسے فرشتے لکھتے ہیں کہ تو اپنے رب کی عنایت سے دیوانہ نہیں جیسا کہ اہل سفاہت تیرے حق میں گمان کرتے ہیں اور ہر آئنہ تیرے واسطے اجر بمنت ہے بہ تحقیق کہ تو عظیم پر پیدا ہوا ہے۔''

جناب رسول خدا ﷺ کا مشک ضعیفہ اُٹھانا:۔

خلق اس آیت کے ذیل میں صاحب تفسیر منہج الصادقین ایک روایت آپ کے خلق کی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز وہ جناب کسی صحابی کے ساتھ صحرائے مدینہ میں پھرتے تھے ناگاہ ایک ضعیفہ کو دیکھا کنوئیں پر کھڑی ہے اور چاہتی ہے کہ پانی بھرے لیکن بہ سبب ضعیفی کے ڈول کھینچ نہیں سکتی۔ حضرت ﷺ کو اُس کے حال پر رحم آیا قریب جا کر فرمایا اے عجوزہ اگر تو کہے تو میں تیری مشک بھر دوں اُس نے حضرت کو نہ پہچانا مگر جواب میں یہ فقرہ قرآنی پڑھا:

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ

''یعنی جو لوگ کسی پر احسان کرتے ہیں درحقیقت وہ اپنے نفس پر احسان کرتے ہیں۔'' رسول خداﷺ نے ڈول اُس کے ہاتھ سے لے لیا اور مشک بھر کے دوش مبارک پر رکھ لی اور ضعیفہ سے بکمال شفقت کہا تو اپنے خیمہ کی طرف چل میں تیری مشک وہاں تک پہنچائے دیتا ہوں۔ ہر چند اُس صحابی نے چاہا کہ مشک آپ سے لے کر خود پہنچائیں مگر حضرتﷺ نے قبول نہ کیا اور فرمایا اُمت کے بار اُٹھانے کا میں ہی سزاوار ہوں۔ الغرض آگے آگے وہ ضعیفہ پیچھے پیچھے پیغمبر خداﷺ جاتے تھے یہاں تک کہ اُس کے خیمہ تک پہنچے اور پانی کی مشک کو خیمہ کے دروازہ پر رکھ کے معاودت فرمائی۔ اُس ضعیفہ نے اپنے لڑکوں کو پکارا باہر آؤ اور پانی کی مشک کو خیمہ کے اندر لے چلو۔ اُنہوں نے پوچھا اے مادرِ مہربان یہاں تک تم کیسے لائیں۔ اُس نے کہا ایک جوان مرد خوبصورت' خوش خصلت' شیریں گفتار' نیک کردار نے آج ہمارے ساتھ عجب عنایت و شفقت کی ہے کہ کنوئیں سے خود پانی کھینچ کر میری مشک کو بھی بھرا اور اپنے کاندھے پر رکھ کر یہاں تک پہنچا بھی دیا۔ اُن اطفال نے پوچھا وہ مردِ باخدا کدھر گیا اُس نے ایک جانب اشارہ کر کے کہا وہ جاتا ہے۔ اُن لڑکوں نے جا کر حضرت کو پہچانا اور فوراً واپس آ کر خبر دی اے مادر افسوس تو نے اس بزرگوار کو نہ پہچانا اور نورِ خدا سے ایسی مشقت کا کام لیا۔ اے مادرِ گرامی یہ تو سردار دو عالم خاتم الانبیاء جناب محمد مصطفیٰﷺ ہیں جس پر تو ایمان لائی ہے اور شب و روز جن کی زیارت کا اشتیاق رکھتی ہے۔ سُنتے ہی وہ مومنہ مع اپنے بچوں کے دوڑی اور آپ کے قدم مبارک پر گر کے لوٹنے لگی اور روتی جاتی تھی اور یہ عرض کرتی تھی یا رسول اللہﷺ کنیز سے بڑی گستاخی ہوئی کہ آپ کو نہ پہچانا آپ کشی کی خدمت لی۔ حضرت اُس کے گریہ وزاری و اضطراب و بے قراری سے بے چین ہو گئے اور کمال شفقت سے دل جوئی کی تسکین دی اور ضعیفہ کے حق میں دُعائے خیر کی اور بہت محبت اور مہربانی کے ساتھ رخصت کیا پس جبرئیل یہ آیت وافی ہدایہ لے کر نازل ہوئے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ٥

''بدرستیکہ اے محمد ﷺ تم خلق عظیم رکھتے ہو۔'' حضرات رسالت مآب ﷺ کے خُلق و مُروّت کی کیفیت اور ضعیفہ کے مشک کی حقیقت تو سُن چکے اب ایک جوان کی مظلومی و ہمت اور ایک صاحبزادی کی مشک کی روایت ایسی یاد آئی ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔ جگر پانی ہوا جاتا ہے کسی روز کسی مقام پر کوئی مرد جرار کوئی سوکھی مشک لے کر اپنی جان سے ہاتھ دھوئے ہوئے کسی ایسے دریا پر پہنچا تھا جہاں کئی ہزار جفا کار نیزہ و تلوار لئے گھاٹ رو کے کھڑے تھے۔

شہادت جناب عباس علیہ السلام:۔

مومنین! کچھ سمجھے وہ کون سا روز اور کون سا مقام تھا؟ کون غازی کس کا مشکیزہ لے کر کس دریا پر گیا تھا؟ آہ آہ وہ روز روزِ عاشورا' وہ مقام کربلا تھا۔ وہ غازی عباس علیہ السلام بن علی علیہ السلام تھے وہ دریا دریائے فرات تھا' وہ مشکیزہ سکینہ علیہا السلام پیاسی کا تھا کہ اپنے چچا کو پانی لانے کے واسطے دیا تھا ایسے معرکہ سخت میں جس جگہ تیغ و نیزہ کے علاوہ چاروں طرف سے اس طرح تیروں کی بوچھاڑ تھی جیسے مینہ برستا ہے کچھ خوف نہ کیا یکہ وتنہا اُس دلاور باوفا نے گھوڑا ابھی دریا میں اُتار دیا۔ مشکیزہ بھی پانی سے بھر لیا اس جرأت پر ایسی وفاداری بھی تھی کہ اپنے سوکھے ہونٹوں کو تر نہ کیا۔ اُسی طرح پیاسے دریا سے باہر نکل آئے اور وہ آب قلیل جو اس جانفشانی سے ہاتھ آیا تھا اپنی بھتیجی کے واسطے لئے ہوئے خیمہ کی طرف چلے۔ ہر چند جناب عباس علیہ السلام نے اس قدر کوشش و جانبازی کی کہ اپنے ہاتھ تک مشکیزہ پر فدا کیے لیکن افسوس کہ تقدیر نے نہ چاہا کہ وہ تھوڑا سا پانی بھی امام علیہ السلام کے خیمہ تک' بنی فاطمہ علیہا السلام کے لبوں تک پہنچے۔ ایک ملعون کا تیر مشک پر' دوسرے شقی کا گرز سر پر ایسا لگا کہ مشک سے پانی' سر سے تمام خون بہہ گیا پیمبر علیہ السلام کا علم اہلبیت کا سقہ دفعتہً دریا کے کنارے ریت پر گر پڑا۔ بچوں کی آس سیّد الشہداء علیہ السلام کی کمر ٹوٹ

گئی۔ مظلوم کربلا اُفتاں وخیزاں نہر کی جانب دوڑے۔ایک جگہ چھدی ہوئی مشک دیکھی' ایک مقام پر کٹے ہوئے ہاتھ تڑپتے پائے۔ دونوں دستہائے بریدہ اُٹھالئے اور سینہ سے لگا کر روتے ہوئے اپنے فدائی کے بالیں سر پہنچے۔ آہ آہ وہ عالم دیکھا کہ خدا کسی بھائی کو بھائی کا یہ حال نہ دکھلائے بتیس برس کا جوان رعنا خون میں نہائے' ہاتھوں کو کٹائے' آنکھیں بند کیے دَم توڑتا نظر آیا۔ جب یہ کیفیت دکھائی دی کیونکر تاب ضبط باقی رہے بے ساختہ وَ اَخَاہُ و عبّاساہُ

کہہ کر لاش کے پہلو میں گر پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد امام نے چاہا کہ غش سے ہوش میں لاکر کے درد دل کی کیفیت پوچھیں لیکن کون بیدار ہوتا کون درد دل کہتا؟ وہ بہشتی پہلے ہی بہشت میں جا چکا تھا لاشے سے لپٹ کر اس طرح دیر تک روتے رہے کہ دشمنوں کے بھی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ ۝

مجلس نمبر 35

آیت جناب امیرؑ کا آیات سورہ برأۃ مکہ لے جانا۔

شہادت و وصیت جناب عباس علیہ السلام۔

مجلس نمبر 35

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ اِلَی الَّذِیْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ○

''حق تعالٰی سورۃ التوبہ میں ارشاد فرماتا ہے جس کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ خداو رسول خدا ﷺ بیزار ہیں اُس عہد سے جو تم لوگوں نے مشرکوں کے ساتھ کیا تھا'' مشرکوں نے عہد شکنی کی اب تم بھی اپنے عہد کو توڑ ڈالو۔ منقول ہے جب یہ سورہ نازل ہوا جناب رسول خدا ﷺ نے حضرت ابوبکر کو چالیس آیتیں اس سورہ کی دیں اور اُسے حاجیوں کا سردار مقرر کر کے فرمایا تو مکہ میں جاؤ اور ان آیتوں کو مشرکین اور تمام اہل موسم کے سامنے پڑھو حضرت ابوبکر مکہ کی طرف روانہ ہوئے کئی دن کے بعد جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا حق تعالٰی نے بعد تحفہ سلام فرمایا ہے اے محمد ﷺ اس سورہ کو لے جا کے اہل موسم کے سامنے تم خود پڑھو یا وہ پڑھے کہ جو بمنزلہ تمہارے نفس کے ہو۔ اُس وقت رسول خدا ﷺ نے جناب امیر علیہ السلام کو بُلا کر اپنے ناقہ خاص پر جس کا نام عضبا تھا سوار کیا اور فرمایا تم جاؤ اور ابوبکر سے سورہ لے کے مکہ میں اہل موسم کے سامنے پڑھو۔ امیر المومنین علیہ السلام موافق ارشاد سید المرسلین ﷺ روانہ ہوئے اثناء راہ میں حضرت ابوبکر سے سورہ لے کر مکہ تشریف لے گئے۔

جناب امیرؑ کا آیات سورہ براۃ لے جانا:-

چنانچہ فضائل علی بن ابی طالب علیہ السلام میں جناب رسولِ خدا ﷺ بہ فخر و مباہات

فرماتے ہیں کہ جب حق تعالیٰ نے جناب موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا تھا بہت تسلی دی تھی اور فرمایا تھا میں تمہارے ساتھ ہوں۔ با این ہمہ کلیم اللہ نے عذر کیا کہ میری زبان میں لکنت ہے تبلیغ رسالت بخوبی نہیں ہو سکتی ہے علاوہ اس کے تنہا جاتے ہوئے خوف کرتا ہوں اس لئے کہ قوم فرعون سے ایک شخص میرے ہاتھ سے مارا گیا ہے۔ غرض پروردگار عالم نے اُن کے بھائی ہارون علیہ السلام کو اُن کی حمایت کے واسطے ساتھ کر دیا اُس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے پاس پیغام الٰہی پہنچایا اور جب سورۂ براءت نازل ہوا میں نے اپنے بھائی علی بن ابی طالب علیہ السلام کو تنہا اُس جگہ اُن لوگوں میں بھیجا جہاں ہزاروں کفار اُن کے خون کے پیاسے تھے کیونکہ علی علیہ السلام نے اُس قوم سے ایک جماعت کثیر کو قتل کیا تھا۔ میرے بھائی نے وہاں جانے میں کچھ خوف نہ کیا بے عذر حکم خدا پر آمادہ ہو گئے بہر کیف جناب امیر علیہ السلام عرفات اور مشعر الحرام اور منیٰ میں مناسک حج بجالائے پھر کوہ شعیب پر جا کے تین مرتبہ با آواز بلند ندا کی:

اَلَا تَسْمَعُوْنَ اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اِلَیْکُمْ

''آگاہ ہو جاؤ اے لوگو میں حکم خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کے تمہارے پاس آیا ہوں۔'' اس کے بعد علانیہ بے خوف و خطر سب کے سامنے پڑھا:

بَرَآئَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَی الَّذِیْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ

''اے مشرکین اب پروردگار اور اُن کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عہد جو تم سے تھا ٹوٹ گیا۔'' اور نو آیتیں اس سورہ کی بار بار پڑھیں اور ذوالفقار ہاتھ میں علم کیے اس طرح تولتے تھے کہ اُس کی چمک سے آنکھیں دیکھنے والوں کی خیرہ ہوئی جاتی تھیں اور اُس انبوہ کثیر میں ہیبت و جلالت علی علیہ السلام سے کسی کو تاب نہ تھی کہ اُن کا جواب دیتا' سب کے سب عالم میں حیرت میں خاموش تھے۔

جناب رسول خدا ﷺ کا تشریف

لے جانا استقبال جناب امیر علیہ السلام کو:۔

صاحب ریاض الشہادۃ لکھتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام کو مکہ سے معاودت کرنے میں دیر ہوئی یہاں مدینہ میں رسول خدا ﷺ پریشان ہوئے اور اپنے بھائی کے صدمۂ فراق سے یہ کیفیت ہوئی کہ بے حد مضطرب ہوئے۔ ازواج کے پاس بھی جانا موقوف کر دیا۔ آخر ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو تحقیق حال کے واسطے مکہ روانہ کیا اثناء راہ میں جناب امیر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ابوذر رضی اللہ عنہ نے آ کے خوشخبری دی۔ حضرت بہ نفس نفیس استقبال کیلئے روانہ ہوئے۔ جناب امیر علیہ السلام نے جو دیکھا مقتدائے عالم پیشوائی کو تشریف لاتے ہیں ناقہ سے اُتر کے پیادہ ہوئے۔ پیغمبر خدا ﷺ بھی اپنے مرکب سے اُترے اور بڑھ کے سینہ سے لگالیا اور آنکھوں پر بوسہ دے کے دیر تک روتے رہے۔

تمہید:۔

مومنین! فی الواقع بھائی کی محبت ایسی ہی ہوتی ہے رسول خدا ﷺ نے جناب امیر علیہ السلام کو چند روز کے واسطے اپنی آنکھوں سے جدا کیا تھا اور علم نبوت سے خوب جانتے تھے کہ میرا بھائی مظفر و منصور پھرے گا اور پھر میں صحیح و سالم اُسے دیکھوں گا۔ اس کے باوجود حضرت کا یہ حال ہوا کہ راحت دنیا آپ سے چھوٹ گئی۔ خیال کیجئے کے امام حسین علیہ السلام حلال کو روزِ عاشورا اپنے بھائی عباس علیہ السلام کو اپنے منہ سے مرنے کی اجازت دی اور لاکھوں آدمیوں میں تنہا جنگ کے واسطے بھیجا حالانکہ علم امامت سے آپ خوب جانتے تھے کہ میرا بھائی زندہ نہ پھرے گا۔ کیا صدمہ گذرا ہوگا اُس جناب پر کہ جب اُس بھائی کو جس سے لشکر کی زینت اور بازوؤں کی قوت تھی اپنی آنکھوں کے سامنے شانے کٹائے خاک و خون میں غلطاں ریگ گرم پر ایڑیاں رگڑتے دیکھا ہوگا۔ منقول ہے روز عاشورا جب بازار

موت گرم ہوا کسی عزیز ورفیق کے ماتم میں مظلوم کربلا مضطرب نہ ہوئے مگر دو صدموں میں البتہ حضرت بے حد پریشان ہوگئے۔ ایک جب بنا بر بعض روایت کے آپ نے عزیزوں میں سے پہلا داغ اُٹھایا یعنی پیغمبر ﷺ کی نشانی علی اکبر علیہ السلام کی جوانی لُٹ گئی۔ ستاون برس کے سن میں اٹھارہ برس کے فرزند سے اس طرح جُدا ہوگئے کہ پھر ملنے کی اُمید نہ رہی۔

شہادت جناب عباس علیہ السلام:-

دوسرے وہ بھائی جو اپنا مددگار بھی تھا باپ کا یادگار بھی تھا دنیا سے سدھارا عباس علیہ السلام کی صورت میں آپ کی اُنتیس برس کی محنت خاک میں مل گئی۔ لکھا ہے کہ علمدار نے گھوڑے سے گر کے آواز دی:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ

"یعنی اے فرزند رسول ﷺ اس غلام کا سلام آخری پہنچے۔" یہ آواز سنتے ہی حضرت کمر تھام کے جھک گئے اور اس درد و اضطراب سے روئے کہ فوج مخالف میں بھی اشقیا رونے لگے اس کے بعد:

وَا اَخَاهُ وَ اعَبَّاسَاهُ

کہتے ہوئے دریا کی طرف چلے۔ حمید کہتا ہے حضرت نے ایک جگہ کچھ دیکھ کے باگ روک لی اور زمین سے کوئی چیز اُٹھا کر سینہ سے لگا کر دیر تک روتے رہے جیسے کوئی مدت کے بچھڑے ہوئے فرزند کو گلے لگا کر روتا ہے۔ اس کے بعد آگے بڑھے تھوڑی دُور گئے تھے کہ پھر ایک جگہ رک گئے اور اُسی طرح کوئی چیز اُٹھا کر سینہ سے لگا کر رونے لگے۔ میں نے قریب جا کر پوچھا یا ابا عبداللہ علیہ السلام کیا شے آپ سینہ سے لگائے رُو رہے ہیں۔ حضرت نے دو دست بریدہ دکھا کر فرمایا میرے قوتِ بازو عباس علیہ السلام کے کٹے ہوئے ہاتھ ہیں۔ بہر کیف افتاں و خیزاں کسی طرح اپنے بھائی کی لاش پر پہنچے دیکھا کہ وہ شیر دریا کے کنارے لہو میں نہائے سر پر گرز ستم کھائے شانے کٹائے آنکھیں بند کئے ریگ گرم پر غش میں پڑا ہے

دوڑ کر سر شگافتہ اُس جری کا اپنے زانوئے مبارک پر رکھ لیا اور

وَا عَبَّاسَاہُ وَا عَبَّاسَاہُ

کہہ کہہ کے آواز بلند سے بے تاب ہو ہو کے رونے لگے۔ مومنین! جو تعظیم و اطاعت امام حسین علیہ السلام کی جناب عباس علیہ السلام کرتے تھے وہ تو سب جانتے ہیں۔ آہ آہ اُس حال میں بھی جو گریہ امام علیہ السلام کی آواز کان میں پہنچی غش سے چونک پڑے اور چاہا تعظیم کو اُٹھ بیٹھیں مگر ممکن نہ ہوا اور کیونکر ممکن ہوتا کہ سارا لہو بدن سے بہہ گیا تھا شدتِ ضعف سے نفس کی بھی آمد و شد مشکل تھی۔ اس کے علاوہ ہاتھ بھی نہ تھے جنہیں ٹیک کر کسی طرح اُٹھتے آخر زمین پر کروٹیں لے کے دل میں تڑپ تڑپ کے مجبور رہ گئے۔

جناب عباس علیہ السلام کی وصیت:۔

بعض کتب میں مثلِ گلشن عزا وغیرہ منقول ہے مظلوم کربلا علیہ السلام نے فرمایا اے بھائی اس وقت کچھ وصیتیں کرنی ہوں تو بیان کرو۔ شاید اس عالم بے کسی میں حسین علیہ السلام سے اُن کا بجالانا ممکن ہو تو عمل میں لائے۔ علمدار نے عرض کی ایک یہ وصیت ہے کہ آپ میری زوجہ سے سعی کیجئے گا کہ جو حقوق میرے ذمہ ہوں اُسے وہ عطا کردیں۔ دوسرے یہ کہ سب عزیزوں کی لاش آپ خیمہ گاہ میں لے گئے ہیں میری لاش خیام اہلبیت علیہ السلام تک نہ لے جایئے گا۔ اس لئے کہ میں اپنی بھتیجی سکینہ علیہ السلام سے پانی لانے کا وعدہ کر کے آیا تھا تقدیر نے مہلت نہ دی موت سے مجبور ہو گیا۔ اس خجالت سے عباس علیہ السلام نہیں چاہتا کہ اب مرنے کے بعد اہلبیت علیہ السلام کو اپنا مُنہ دکھائے۔ حضرات! تیسری عجب طرح کی وصیت کی یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب میں دنیا سے گذر جاؤں تو اپنے قدم مبارک کی خاک لے کر بجائے حنوط میرے تن پاش پاش پر مل دیجئے گا اور کچھ میرے شگافتہ سر پر ڈال دیجئے گا کہ روزِ حشر میرے افتخار کا باعث ہو اور میں سب شہیدوں میں فخر و مباہات کروں کہ حضرت کی خاک پا میرے سر پر پڑی ہوئی ہے۔ یہ کہتے کہتے پیشانی مجروح پر موت کا پسینہ آ گیا دو ایک مرتبہ

خاک پر ایڑیاں رگڑیں اور روح اُس بہشتی کی ساحل فرات سے کوثر کے کنارے پہنچ گئی۔
اُس وقت جو مظلوم کربلا پر صدمہ واضطراب ہوا کس طرح بیان ہو کبھی آسمان کو دیکھ کر فریاد کرتے تھے کبھی لاش سے لپٹ کر دھاڑیں مار مار کے روتے تھے اور بار بار فرماتے تھے:

اَلْاٰنَ اِنْکَسَرَ ظَهْرِیْ وَ قَلَّتْ حِیْلَتِیْ

''ہائے بھائی عباس علیہ السلام تمہاری موت نے حسین علیہ السلام کی کمر توڑ دی اور اس عالم غربت میں چارۂ کار کچھ باقی نہ رہا۔ غرض اُس جناب کی بے تابی سے زمین پر اہل زمین اور آسمان پر اہل آسمان روتے تھے:

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰالِمِیْنَ ۝

مجلس نمبر36

- آیت مدح مومنین میں۔
- حکایت بہلول اور ایک صاحبزادی کی۔
- جناب عباسؑ کے گھوڑے کی روایت۔

مجلس نمبر 36

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَاؕ نِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِيْنَۙ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَۙ

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ عنکبوت میں ارشاد فرماتا ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور کارہائے نیک کرتے رہے البتہ اُن لوگوں کو ہم بہشت کے اُن غرفہ پائے بلند میں جگہ دیں گے جن غرفوں کے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ ہمیشہ اُس بہشت میں رہیں گے۔ بہشت خوب مزدوری ہے عمل کرنے والوں کی اور عمل نیک کرنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے عبادت خدا بجالانے میں اور اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے میں صبر کیا ہے اور اپنے تمام کاموں میں پروردگار پر توکل کیا ہے۔'' حضرات یہ صفتیں اہل بہشت کی جو حق تعالیٰ نے بیان فرمائیں اُس کے تفضلات سے انسان میں جمع ہوتی ہیں جس پر اُس کا تفضل ہوتا ہے۔ وہ ابتدائے عمر سے اپنے انجام کا خیال رکھتا ہے۔ دنیا میں آخرت ہی کا کام کرتا ہے۔

حکایت بہلول'' اور ایک صاحبزادہ کی:۔

کتاب مخزن البکا میں منقول ہے کہ ایک روز بہلول بازار بصرہ میں چلے جاتے تھے دیکھا کہ چند بچے جوز و بادام لیے کھیل رہے ہیں مگر اُن میں ایک طفل خالی ہاتھ ہے۔ وہ

اُن لڑکوں کی طرف دیکھتا ہے اور روتا ہے بہلول سمجھے چونکہ اس کے پاس جوز و بادام نہیں ہے اپنی ناداری پر گریہ کرتا ہے۔ یہ گمان کر کے اُس کے پاس گئے اور کہا اے فرزند اگر تو کہے تو میں تیرے کھیلنے کے واسطے بھی جوز و بادام لا دوں۔ سنتے ہی وہ لڑکا نہایت برہم ہوا اور کہنے لگا اے بے عقل ہمیں خدا نے کھیلنے کیلئے خلق نہیں کیا ہے۔ بہلول نے پوچھا پھر کس واسطے پیدا کیا ہے؟ وہ بولا تحصیل علم اور عبادت کرنے کو مخلوق ہوئے ہیں۔ میں نے کہا خلقت کی یہ علت کیونکر معلوم ہوئی؟ جواب دیا قول خدا سے کہ وہ فرماتا ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ

''کیا تم لوگ جانتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے فائدہ خلق کیا ہے اور پھر تم سب ہمارے پاس نہ پہنچو گے۔'' بہلول نے جو اُس طفل کو فہمیدہ و دانشمند پایا کہنے لگے اے صاحبزادے میں تم کو نہایت عاقل و حکیم پاتا ہوں مجھے پند و وعظ کرو۔ پس اُس نے چند اشعار پڑھے جن کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ میں دار دنیا کو نہایت سریع السیر پاتا ہوں بالآخر کو نہ دنیا کسی کے واسطے باقی رہے گی اور نہ کوئی شخص دنیا میں ہمیشہ رہے گا گویا موت اور حوادث دنیا انسان کے ہمراہ تیز رفتار گھوڑے کے مانند دوڑ رہے ہیں۔ اے عاقل اے بے عقل دنیا کے فریب میں نہ آ کچھ توشۂ آخرت مہیا کر لے یہ کہہ کر وہ صاحبزادہ رونے لگا اور دونوں ہاتھ آسمان کی جانب اُٹھا کے یوں مناجات کرنے لگا:

يَا مَنْ اِلَيْهِ الْمُبْتَهَلُ
يَا مَنْ اِلَيْهِ الْمُتَّكَلُ
يَا مَنْ اِذَا مَا اَمَّلْتُهُ
اَرْجُوْهُ فَلَا يَخْطَأُ لَاٰمَلُ

''اے وہ خالق جس کی بارگاہ میں میری تضرع وزاری ہے۔ اے وہ معبود جس پر

میرا توکل ہے۔ اے وہ کریم کہ جس سے جب میں کسی چیز کی آرزو یا خواہش کرتا ہوں تو وہ میری اُمید و مطلب کو برلاتا ہے۔ میرے سوال کو رد نہیں کرتا بہلول کہتے ہیں کہ اس خضوع و خشوع سے اُس طفل نے مناجات کی کہ بے ہوش ہو گیا جب ہوش میں آیا میں نے اُس سے کہا اے صاحبزادے تم کیوں اتنا خوف کرتے ہو ابھی تو تم کم سن اور گناہوں سے محفوظ ہو۔ وہ کہنے لگا اے شخص میں نے اپنے پدر بزرگوار کو دیکھا ہے کہ جب آگ روشن کرتے ہیں تو پہلے چھوٹی ہی لکڑیوں میں آگ دیتے ہیں۔ مجھے خوف آتا ہے کہ میں بھی کہیں جہنم کی چھوٹی لکڑیوں سے نہ ہو جاؤں۔

تمہید:۔

بہلول کہتے ہیں کہ اُس صاحبزادے کے کلام میں ایسا اثر تھا اور اس درد سے یہ بات کہی کہ میں سُن کر بے ہوش ہو گیا۔ ہوش میں آنے کے بعد اُس طفل کو وہاں موجود نہ پایا جب میں نے اُس کا حال دریافت کیا معلوم ہوا کہ وہ شہزادہ جناب امام حسین علیہ السلام اولاد سے ہے۔ میں نے کہا:

لَا تَكُوْنُ هٰذِهِ الثَّمَرَةُ اِلَّا مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ

ایسا شیریں و نادر میوہ نہیں پیدا ہوتا ہے مگر ایسے ہی شجر طیّب و طاہر سے۔ حضرات! فی الواقع دنیا ایسی ہی ناپائدار ہے کہ ایک دم بھی اس کی بقا کا اعتبار نہیں۔ خوشا حال اُن لوگوں کا جو لذات دنیوی سے دست کشیدہ و تعلقات فانیہ سے دامن برچیدہ ہیں اور وائے اُن پر جو لوگ اس گذرگاہ کو ہمیشہ اپنا مقام سکونت سمجھ کے عذاب اُخروی سے مطمئن و غافل ہیں۔ طمع دنیا کیلئے کیا کیا وبال آخرت اپنے اوپر اختیار کرتے ہیں۔ خیال کیجئے جناب سیّد الشہداء علیہ السلام کے قاتلوں نے فقط اپنے حرص دنیا سے اُس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے پر جس کا خود کو کلمہ گو کہتے تھے کیسے کیسے ظلم و ستم کیے آہ آہ۔

گھر جلا خیمہ لٹا وارث مہرے قیدی ہوئے

ایک دن میں عترت حیدر علیہ السلام پہ کیا کیا ہو گیا

جناب عباس علیہ السلام کے گھوڑے کی روایت:-

حدیقہ الاحزان میں منقول ہے جب روزِ عاشورا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم دریا کے کنارے ٹھنڈا ہوا اور حسین علیہ السلام کا بازو لب ساحل شکستہ ہو گیا یعنی جناب عباس علیہ السلام شانے کٹا کے سر پر گرز ستم کھا کے زخموں کی کثرت سے مضمحل ہو کر پشت زین سے زمین پر تشریف لائے۔ اُس وقت گھوڑا اُس جناب کا اپنے سوار کی مجبوری اور محرومی اور امام علیہ السلام کی بے کسی و مظلومی پر مضطرو پریشان ہو کر ہر طرف میدان میں دوڑنے لگا اور سر ٹیک کر ایسی عورت جس کا بچہ مر گیا ہو کی مانند فریاد و نالہ کرنے لگا:

فَنَادَى ابْنُ سَعْدٍ خُذُوهُ وَ اقْبِضُوهُ فَأَخَذُوهُ وَ أَتَوهُ إِلَى ابْنِ سَعْدٍ فَأَرَادَ أَنْ يَرْكَبَ لٰكِنَّهُ اضْطَرَبَ وَ تَضَعْضَعَ

"عمر سعد نے اپنی فوج شیطانی کو آواز دی کہ دیکھ اس گھوڑے کو میرے پاس پکڑ لاؤ۔ سنتے ہی اشقیا نے ہر طرف سے ہجوم کر لیا اور اُس مرکب باوفا کو ابن سعد کے پاس پکڑا کر لے گئے ہر چند اُس شقی نے چاہا سوار ہو مگر اُس اسپ وفادار نے کسی طرح سواری نہ دی گویا مقصود یہ تھا جب میرا ایسا سوار مارا گیا تو اب مجھے گوارا نہیں کہ کسی کو اپنی پشت پر سوار ہونے دوں۔

فَأَهْدَاهُ إِلَى يَزِيدَ نَحْوَ الشَّامِ

آخر الامر ابن سعد نے وہ گھوڑا بطریق تحفہ شام میں یزید بن معاویہ کے پاس روانہ کیا:

فَسَرَّ يَزِيْدُ وَ اَرَادَ اَنْ يَرْكَبَ عَلَيْهِ

یزید پلید نہایت خوش ہوا اور چاہا سوار ہو مگر گھوڑے نے اُسے بھی کسی طرح سوار نہ ہونے دیا اُس شقی نے مجبور ہو کے حکم دیا یہ گھوڑا سیاہ پوش کیا جائے اور میرے یہاں بطور یادگار رہے۔ مومنین! یہ معمول تھا جب وہ شقی کہیں سیر و شکار کیلئے جاتا تھا تو جلوس کے ساتھ وہ گھوڑا بھی کوتل جلو میں ہوتا تھا۔ لکھا ہے ہنوز اہلبیت اطہار علیہم السلام نے قید دمشق کی قید سے رہائی نہ پائی تھی کہ ایک دن یزید اُسی طرح اپنے خیل و خدم کے ساتھ قریب غروب آفتاب کہیں سیر کو چلا۔ اُس وقت بروایت عین البکا جناب سکینہ علیہا السلام اپنی پھوپھی حضرت زینب علیہا السلام کے ساتھ قید خانہ کے دروازہ پر کھڑی تھیں لوگوں کی کثرت آمد و رفت دیکھ کر پوچھنے لگیں کیوں پھوپھی یہ لوگ کہاں جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا چونکہ شام ہو گئی ہے سب لوگ بازار سے اپنے گھروں کو جاتے ہیں۔ اُس صاحبزادی نے عجب کلمہ کہا شہر میں سب کیلئے ایک گھر ہے راتوں کو آرام کرتے ہیں فقط ہمیں کو قسمت نے بے خانماں کر دیا۔ نہ معلوم کونسا قصور ہوا ہے کہ یزید نے ہمیں ایسے خرابہ میں رہنے کو جگہ دی ہے۔ ابھی یہ باتیں کرتی تھیں اور اپنی یتیمی اور بے چارگی پر رو رہی تھیں کہ اُس طرف سے یزید کا گذر ہوا۔ صاحب حدیقۃ الاحزان لکھتے ہیں جناب عباس علیہ السلام کے گھوڑے نے جو اپنی خوزادی کو مدت کے بعد اس حال خراب سے دیکھا بے تاب ہو گیا اور اُسی قید خانہ کی طرف رُخ کیا اور قریب اُس صاحبزادی کے آیا پھر چاروں ہاتھ پاؤں پھیلا کر زمین پر بیٹھ گیا اور گردن جھکا کے زار زار رونے لگا۔ جناب سکینہ علیہا السلام اپنے چچا کے گھوڑے کو پہچان کے بے اختیار زندان کے دروازے سے دوڑیں ننھی ننھی باہیں اُس گھوڑے کی گردن میں ڈال کے کہنے لگیں اے اسپ باوفا یہ تو نے کیا بے وفائی کی میرے چچا عباس علیہ السلام کو کربلا کے جنگل میں فرات کے کنارے اکیلا چھوڑ آیا۔ غرض ادھر جناب سکینہ علیہا السلام لپٹ لپٹ کر روتی تھیں اُدھر گھوڑا تڑپ تڑپ کے آنسو بہاتا تھا یہ حال دیکھ کے جو لوگ یزید کے ساتھ تھے کسی کو تاب ضبط باقی نہ

رہی سب کے سب رونے لگے اور کہنے لگے اے یزید تو دیکھتا ہے کہ بے زبان حیوان تک کس طرح ان مصیبت زدوں کے ساتھ شریک ماتم ہوتے ہیں اور اولاد رسول ﷺ کا پاس حرمت کرتے ہیں۔ وائے تجھ پر کہ باوجود انسان ہونے کے اور دعوائے اسلام کے اپنے نبی ﷺ کی عترت کو کس کس طرح ستاتا ہے ترک و روم کی کنیزوں کو بھی کوئی اس طرح ایذا نہیں دیتا سر برہنہ رسن بستہ کوچوں میں بازاروں میں پھرا کے ایسے خرابہ میں مُقیّد رکھا ہے۔ اس پر اکتفا نہیں کی جی بھر کے ان اسیروں کو آج تک کھانا پانی میسّر نہ ہوا۔ یہ سُن کے یزید بھی باوجود سنگ دلی اور بے رحمی کے رونے لگا مگر حضرات کیا شقاوت تھی کہ اس پر بھی اُس نے رہائی کیسی قید کی تخفیف کا بھی حکم نہ دیا۔ وہ بے وارث بیبیاں اور یتیم بچے اُسی طرح بھوکے پیاسے محبوس رہے۔ لکھا ہے جب سے جناب سکینہ علیہا السلام نے جناب عباس علیہ السلام کے گھوڑے سے بیوفائی کا شکوہ کیا اُس وقت سے پھر اُس بے زبان حیوان نے مارے ندامت وقلق کے نہ دانہ کھایا نہ پانی پیا یہاں تک کہ کئی دن کے بعد تڑپ تڑپ کے مر گیا۔ یزید کے حکم سے اُسے لوگوں نے دفن کر دیا مگر افسوس کہ اُس گھوڑے کا سوار یعنی جناب عباس علیہ السلام کا لاشہ اُس وقت تک کربلا میں دریا کے کنارے زمین گرم پر اُسی طرح بے گور وکفن پڑا تھا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر37

آیت حاملانِ عرش کے بیان میں

درود کا ثواب شب و روز جمعہ۔

چار قسم کی مخلوق اپنا ذکر سنتے ہیں۔

جناب امام حسینؑ کا ایک لڑکے کی آنکھ سے کانٹا نکالنا

جناب علی اکبر علیہ السلام کی شہادت۔

مجلس نمبر 37

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۝

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ مومنین میں ارشاد فرماتا ہے وہ ملائکہ جو عرش کو اُٹھائے ہیں اور وہ فرشتے جو گرد عرش کے ہمیشہ طواف کرتے ہیں وہ سب اپنے خدا کی تسبیح وحمد میں مشغول ہیں۔'' حدیث میں وارد ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے جب عرش کو خلق کیا تو تمام ملائکہ کو اُس کے اُٹھانے کا حکم دیا مگر وہ سب اُس کے اُٹھانے سے عاجز رہے اُس وقت جبرائیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام و اسرافیل علیہ السلام کو حکم ہوا تم سب عرش کو اس کے حاملانِ عرش کے کاندھوں پر رکھ دو۔ جبرائیل علیہ السلام نے ایک گوشہ کو تھاما اور کہا:

سُبْحَانَ اللّٰهِ

دوسری جانب میکائیل علیہ السلام نے پکڑ کے کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

تیسری طرف اسرافیل علیہ السلام نے ہاتھ لگا کے کہا:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

چوتھے کنارے پر عزرائیل علیہ السلام نے کہا:

اَللّٰهُ اَکْبَرُ

اور عرش کو اُٹھا کے حاملانِ عرش کے کاندھے پر رکھ دیا جب حاملانِ عرش کو گرانی عرش کی معلوم ہوئی اُنہوں نے کہا:

لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

پس سنگینی عرش کی اُن پر آسان ہوگئی منقول ہے جو بندہ مومن ایک دفعہ یہ کلمہ کہے یعنی

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

اُس کا ثواب حاملانِ عرش اور تمام ملائکہ اُس بندہ کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے اور سنگینی دنیا و گرانی آخرت اُس پر سبک ہو جاتی ہے اور مستغرق رحمت الٰہی ہوتا ہے۔

ثواب درود شب و روز جمعہ:۔

حضرات! یہ تسبیح تو فرشتوں کی ہے وہ کون سا امر ہے کہ جس کو خدا اور فرشتگانِ خدا کیا کرتے ہیں اور ہم سب کو بھی رات دن وہ امر بجالانا چاہیے وہ درود بھیجنا ہے محمد ﷺ و آل محمد ﷺ پر۔

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

یعنی بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ اور اُس کے ملائکہ درود بھیجتے ہیں نبی ﷺ پر اور اے وہ بندے جو ایمان لائے ہو تم بھی درود و سلام اُس نبی ﷺ پر بھیجا کرو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ قَالَ النَّبِيُّ فِيْ وَصِيَّتِهٖ يَا عَلِيُّ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ كُلَّ يَوْمٍ وَ كُلَّ لَيْلَةٍ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ وَ لَوْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْكَبَائِرِ

جناب رسول خدا ﷺ نے اپنی وصیت میں فرمایا یا علی (علیہ السلام) جو شخص ہم پر ہر روز وہر شب درود بھیجا کرے تو اُس کی شفاعت ہم پر واجب ہے اگرچہ اُس شخص نے گناہِ کبیرہ کیے ہوں:

وَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ اَوْ فِیْ لَیْلَةِ الْجُمُعَةِ مِاَةَ مَرَّةٍ قَضَی اللّٰهُ لَهٗ مِاَةَ حَاجَةٍ سَبْعِیْنَ مِنْ حَوَآئِجِ الْاٰخِرَةِ وَ ثَلٰثِیْنَ مِنْ حَوَآئِجِ الدُّنْیَا۝

اور جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا جو شخص روز جمعہ یا شب جمعہ کو سو مرتبہ ہم پر درود بھیجے تو حق سبحانہ وتعالیٰ اُس کی سو حاجتیں بر لاتا ہے۔ ستر حاجتیں آخرت کی اور تیس مرادیں دنیا کی روا ہوتی ہیں۔

چار مخلوق اپنا ذکر سنتے ہیں:۔

منہج الصادقین میں منقول ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے چار مخلوق کو ایسی قوت دی ہے کہ دنیا میں جو ان کا ذکر کرتا ہے اُس کی آواز وہ سنتے ہیں۔ ایک جناب رسالت مآب ﷺ ہیں دوسرے جنت تیسرا جہنم چوتھے حور العین۔ پس جب آدمی نماز سے فارغ ہو تو چاہئے کہ جناب رسول خدا ﷺ پر درود بھیجے اور حق تعالیٰ سے بہشت طلب کرے اور آتش جہنم سے پناہ مانگے اور تزویج حور العین کا سوال کرے۔ اس لئے کہ جو شخص محمد ﷺ و آل محمد ﷺ پر درود بھیجتا ہے اُس کی دُعا مستجاب ہوتی ہے اور جو شخص جنت طلب کرتا ہے جنت عرض کرتی ہے:

یَا رَبِّ اَعْطِ عَبْدَکَ مَا سَاَلَکَ

''اے خداوند کریم اس بندہ نے جو تجھ سے طلب کیا ہے اُس کو عنایت کر۔'' جو

بندہ دوزخ سے پناہ مانگتا ہے جہنم کہتا ہے:

یَا رَبِّ اَجِرْ عَبْدَکَ مِمَّا اسْتَجَارَکَ مِنْهُ

"بارالٰہا اس بندہ نے جس چیز سے پناہ مانگی ہے اُس چیز سے پناہ دے۔" اور جو آدمی سوال کرتا ہے حور کا حوریں عرض کرتی ہیں:

یَا رَبِّ اَعْطِ عَبْدَکَ سَائِلَ لَکَ

"اے پروردگار عالم اس سائل کے سوال کو پورا کر۔"

جناب امام حسن علیہ السلام کا ایک لڑکے کی آنکھ سے کانٹا نکالنا:۔

پس ہر فریضہ کے بعد اس طرح دعا کرنی چاہیے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ وَارْزُقْنِیْ الْجَنَّةَ وَ زَوِّجْنِیْ الْحُوْرَ الْعِیْنَ

"یعنی پروردگارا محمد ﷺ و آل محمد ﷺ پر رحمت نازل کر اور ہم کو آتش دوزخ سے پناہ دے اور بہشت میں مجھ کو داخل کر اور حور العین کو میری زوجہ گردان۔" حضرات! کیونکر مومنین درود نہ بھیجیں گے کہ یہ ایک علامت محبت اور ولا کی ہے اور درود بھی بھیجنا ایسے پیمبر ﷺ اور اُن کے اہلبیت اطہار پر جو ہمیشہ اپنے دوستوں کے معین و مددگار رہے اور کسی محب کی تکلیف اُٹھانی گوارا نہ کرتے رہے:

رُوِیَ اَنَّهٗ کَانَ رَجُلٌ مُّقِیْمٌ فِیْ جِوَارِ الْحُسَیْنِ علیہ السلام وَ کَانَ لَهٗ وَلَدٌ وُلِدَ یَوْمَ وُلِدَ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ الْاَکْبَرُ○

منقول ہے کہ ایک شخص جناب امام حسین علیہ السلام کے ہمسایہ میں رہتا تھا اور اُس کا ایک لڑکا تھا جس دن جناب علی اکبر علیہ السلام پیدا ہوئے تھے اُسی دن وہ بھی پیدا ہوا تھا:

''اکثر وہ دیندار اپنے طفل کو لئے حضرت کی خدمت میں زیارت کے واسطے حاضر ہوتا تھا اور وہ لڑکا شہزادہ علی اکبر علیہ السلام کے ساتھ برابر کھیلا کرتا تھا'' اس وجہ سے جناب امام حسین علیہ السلام بھی اُس لڑکے کو نہایت عزیز رکھتے تھے:

فَمِنَ الْقَضَاءِ وَ قَعَ الْحَسَكُ فِيْ عَيْنِهٖ فَجَآءَ اَبُوْهُ مَعَ ابْنِهٖ وَهُوَ يَبْكِيْ بُكَآءً شَدِيْدًا○

ایک دن اتفاق سے اُس لڑکے کی آنکھ میں کانٹا پڑ گیا اور کسی طرح نہ نکلا۔ اُس کا باپ اپنے نور چشم کو ساتھ لئے آنکھوں سے دریائے اشک بہاتا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ قربان رحم و غلام نوازی امام حسین علیہ السلام اپنے محب کو مضطر و گریاں دیکھ کے خود بھی رونے لگے اور اپنے دست حق پرست سے اُس لڑکے کی آنکھ سے کانٹا نکال دیا:

ثُمَّ بَكَى الْحُسَيْنُ علیہ السلام حَتّٰى غَشِيَ عَلَيْهِ

''مگر جب کانٹا نکال چکے دوبارہ اس شدت سے روئے کہ روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔''

فَلَمَّا فَاقَ قَالَ الرَّجُلُ هٰذَا مَقَامُ الْفَرَحِ وَ السُّرُوْرِ لَا مَحَلُّ الْبُكَآءِ وَ الْعَوِيْلِ

جب افاقہ ہوا وہ شخص متعجب ہو کر پوچھنے لگا یا حضرت یہ تو خوشی کا وقت تھا کہ میرے لڑکے نے ایذا سے نجات پائی اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ اس طرح بے قرار ہو کے رونے لگے

شہادت جناب علی اکبر علیہ السلام:۔

فرمایا تو اپنے فرزند کی آنکھ میں ایک کانٹا پڑ جانے سے اتنا مضطرب ہو گیا اور یہ کانٹا میں نے نکال دیا مگر مجھے یاد آ گیا وہ وقت کہ روز عاشورا اسی طفل کا ہم سن و میرا فرزند جو

پیمبر ﷺ کی شکل وصورت ہے سارے گھر کی زینت ہے اٹھارہ برس کے سن میں سینہ پر برچھی کھا کے زمین پر گرے گا۔ خیال کر اُس وقت میرا کیا حال ہوگا اور وہ کیسا عالم مجبوری ہو گا کہ میں لاش پر بھی پہنچ نہ سکوں گا۔ کلیجے سے برچھی کی انی کو نہ نکال سکوں گا۔ مومنین! اس روایت میں تو فقط علی اکبر علیہ السلام کا ایک برچھی کھانا معلوم ہوتا ہے لیکن اور احادیث سے ثابت ہے:

قَطَعُوْهُ اِرْبًا اِرْبًا

یعنی ظالموں نے جسم نازنین کو اُس شہزادہ کے نیزوں سے تلواروں سے ریزہ ریزہ کر ڈالا تھا۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ جب آفتاب کی تمازت پیاس کی شدت میں لڑتے لڑتے علی اکبر علیہ السلام نے سینہ پر نیزہ کا پھل کھایا آنکھوں میں اندھیرا ہوگیا۔ قریب تھا کہ آپ زمین پر گریں دونوں ہاتھ گھوڑے کے گلے میں ڈال دیئے' گھوڑے نے چاہا اپنے سوار کو دشمنوں سے بچا کر خیمہ گاہ میں لے جائے۔ چاروں طرف کے انبوہ میں رستہ نہ ملا واپس مڑ جاتا تھا۔ نیزوں سے تلواروں سے پناہ نہ ملتی تھی۔ گھبرا گھبرا کر اُسی میدان میں ہر طرف لئے پھرتا تھا اس دوادوش میں تمام بدن اُس صاحبزادہ کا تیروں سے مشبک تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ آخر دونوں ہاتھ گھوڑے کی گردن اور دونوں پاؤں رکابوں سے جُدا ہو گئے' خانہ زین پر ٹھہر نہ سکے اُسی عالم میں زمین پر گر کے خاک وخون میں لوٹنے لگے اور آواز دی:

يَا اَبَتَاهُ اَدْرِكْنِیْ

اے پدر بزرگوار میں نے بھی اپنی جان آپ پر فدا کی خبر لیجئے اب قریب ہے کہ سواروں کی آمد و رفت میں لاشہ پامال ہو جائے جونہی یہ آواز حضرت نے سُنی دفعتۃً دل کی طاقت آنکھوں کی بصارت نے جواب دیا پہلے دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھام کے خاک پر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر کے بعد فرزند نوجوان کی لاش پر چلے تو کس طرح چلے نہ راستہ کچھ سوجھائی دیتا

تھا نہ پاؤں میں قوت ملتی تھی صحرا میں لڑکھڑاتے ہوئے کبھی اِدھر کبھی اُدھر جاتے تھے۔ چلنے میں کبھی یہاں کبھی وہاں گر پڑتے تھے اور پکارتے تھے:

اَیْنَ عَلِیٌّ اَیْنَ عَلِیٌّ

ہائے علی اکبر علیہ السلام تم اس جنگل میں کہاں گم ہو گئے ہو۔ ناگاہ ایک طرف سے پھر آواز ضعیف آئی یَا اَبَتَاہُ اَدْرِکْنِیْ

اے بابا میں یہاں پڑا ہوں افتاں خیزاں اُسی صدا کی طرف چلے نزدیک جا کے دیکھا تو کیا دیکھا کہ عمر بھر کی ریاضت خاک میں مل رہی ہے۔ وہی شیر فاقوں میں سیکڑوں زخم کھائے خاک پر بے ہوش پڑا ہے اور اُسی بے ہوشی میں آنکھیں خیمہ گاہ کی طرف پھری ہیں۔ نفس کی آمد و شد بھی مشکل سے رُک رُک کے ہوتی ہے۔ دیکھتے ہی ایسی آہ کی کہ زمین ہلنے لگی آسمان کانپنے لگے بے اختیار اپنے تئیں اُس تن مجروح پر گرا دیا اور لپٹ کر رونے لگے۔ راوی کہتا ہے بار بار حضرت فرماتے تھے:

یَابُنَیَّ عَلَی الدُّنْیَا بَعْدَکَ الْعَفَا

"اے راحت جان تمہارے بعد دنیا و زندگانی دنیا پر خاک ہے۔" غرض جب خوب رو چکے چاہا اُس فرزند کو خیمہ گاہ میں لے جائیں مگر کس طرح لے جاتے باپ کی ضعیفی جوان بیٹے کا لاشہ وہ بھی کثرت جراحت سے ایسا چور تھا کہ کہیں ہاتھ نہ لگا سکتے تھے۔ اسی تردّد میں تھے کہ موت کے آثار ظاہر ہوئے دو ایک ہچکیاں لے کے وہ شہزادہ جنت میں پہنچ گیا۔ مومنین! خیال کیجئے اُس وقت حضرت کا کیا حال ہوا ہوگا شاعر کہتا ہے:

یَا شِمْرُ عَزَّ عَلَی الْحُسَیْنِ مُصَابُہٗ
فَاتْرُکْہُ یَبْکِ عَلَی الْبَلَاءِ الْاَکْبَرِ
مَاذَا اَرَدْتَ بِخَنْجَرٍ اَرْهَقْتَہٗ
فَمُصَابُہٗ ھٰذَا لَہٗ کَالْخَنْجَرِ

''یعنی اے شمر کیا سخت مصیبت امام حسین علیہ السلام پر گذری کہ جوان بیٹا آنکھوں کے سامنے دم توڑ کے مرگیا اب چھوڑ دے کہ وہ حضرت اپنے ماتم میں رویا کریں۔ خنجر ظلم کیوں تیز کرتا ہے ذبح کرنے سے کیا فائدہ اس صدمے نے تو پہلے ہی کام اُس جناب کا تمام کردیا۔''

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰالِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر38

- آیت آیت صابروں کے اجر میں۔
- جناب زلیخا کی حکایت اور آیات انسان عبادت کے لیے پیدا ہوا ہے۔
- متقی کی عبادت قبول ہوتی ہے اور شرف انسان اتقامیں ہے۔
- ایک فاسق تائب کے سر پر اَبر کا سایہ کرنا۔
- بیانِ کیفیت رُخصت علی اکبرؑ۔
- دربار یزید میں داخلہ۔

مجلس نمبر 38

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ

"حق سبحانہ وتعالیٰ سورہ زمر میں ارشاد فرماتا ہے بدرستیکہ صابروں کو اجر کامل و ثواب بے شمار دیا جائے گا۔"

زلیخا کی حکایت:-

منہج الصادقین میں منقول ہے کہ جس زمانہ میں جناب یعقوب علیہ السلام مصر میں تشریف لائے زلیخا بوڑھی اور نابینا محتاج اور فراق جناب یوسف علیہ السلام میں نہایت ضعیف و ناتواں ہوگئی تھیں۔ جب اُن کو معلوم ہوا کہ جناب یعقوب علیہ السلام مصر میں تشریف لاتے ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار کے استقبال کو جاتے ہیں تو ایک شخص سے کہا میرا ہاتھ تھام کے اُس راہ پر بٹھا دے جدھر سے یوسف علیہ السلام جائیں گے۔ غرض وہ سرراہ آ بیٹھیں جب ایک گروہ آپ کے لشکر کا اُس مقام تک پہنچتا تھا اور افسران فوج کہتے تھے اے ضعیفہ راہ سے اُٹھ جا کہ جناب یوسف علیہ السلام آپہنچے تو زلیخا کہتی تھیں ابھی یوسف علیہ السلام کی سواری نہیں پہنچی ہے۔ کسی شخص نے کہا تم تو نابینا ہو کیونکر سمجھیں کہ جناب یوسف علیہ السلام کی سواری نہیں پہنچی ہے۔ آپ نے جواب دیا میں اُن کی خوشبو پہچانتی ہوں۔ غرض جب کئی فوجوں کے بعد جناب یوسف علیہ السلام کی سواری قریب آئی زلیخا نے کہا اب میں جناب یوسف علیہ السلام کی خوشبو پاتی ہوں مجھے حضرت کے پاس لے چلو جب آپ حضرت کے

نزدیک گئیں اور جناب یوسف علیہ السلام نے اُن کو دیکھا فوراً گھوڑے کی باگ روک لی اور پوچھا اے زلیخا تمہارا کیا حال ہے۔ عرض کی جیسا آپ دیکھتے ہیں فرمایا مال اور حسن و جمال تمہارا کیا ہوا اور آنکھیں کیوں بے نور ہو گئیں۔ عرض کی حوادث زمانہ نے مال کو تلف کیا اور آپ کے فراق میں حسن زائل ہو گیا اور آپ کی مفارقت میں روتے روتے آنکھیں جاتی رہیں۔ حضرت نے فرمایا مال اور حسن و جمال تو سب جاتا رہا میری محبت کچھ باقی ہے یا نہیں عرض کی وہ تو روز بروز دونی ہوتی ہے اس کے بعد کہنے لگیں:

سُبْحَانَ مَنْ جَعَلَ الْعَبِيْدَ مُلُوْكًا بِطَاعَتِهٖ وَ جَعَلَ الْمُلُوْكَ عَبِيْدًا بِمَعْصِيَتِهٖ ○

یعنی پاک اور منزہ ہے وہ خدا جس نے بہ سبب بندگی و طاعت کے غلاموں کو مرتبۂ بادشاہی پر پہنچایا اور بادشاہوں کو بوجہ معصیت و نافرمانی کے خاک مذلت پر بٹھایا۔ لکھا ہے اُسی وقت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہنے لگے اب زلیخا پر رحم کیجئے اور آتش فراق میں نہ جلایئے اور اس کے حق میں دعا فرمایئے۔ حضرت نے دعا کی فوراً جناب زلیخا کی آنکھیں روشن ہو گئیں جوانی نے عود کیا اور حسن و جمال پہلے سے زیادہ ہو گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اُن سے عقد کیا۔ پس زلیخا کے بطن سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے ایک بیٹا جو جناب یوشع بن نون کے جد امجد تھے اور دوسرے افرائیم اور ایک صاحبزادی متولد ہوئیں جس کا نام حنہ تھا اور جناب ایوب علیہ السلام کی بیوی تھیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جناب ایوب علیہ السلام کی بیوی رحمہ بنت افرائیم بن یوسف علیہ السلام یا لیا بنت یعقوب تھیں۔

حضرات اس حکایت کے بیان سے ذاکر کو فقط جناب زلیخا کا وہ فقرہ پُر تاثیر مقصود ہے جو آپ نے فرمایا:

سُبْحَانَ مَنْ جَعَلَ الْعَبِيْدَ مُلُوْكًا بِطَاعَتِهٖ وَ جَعَلَ الْمُلُوْكَ عَبِيْدًا بِمَعْصِيَتِهٖ

یعنی پاک و منزہ ہے وہ خدا جس نے بسبب بندگی و طاعت کے غلاموں کو مرتبہ شاہی پر پہنچایا اور بادشاہوں کو بوجہ معصیت و نافرمانی کے خاک مذلت پر بٹھایا۔

انسان عبادت کے لیے پیدا ہوا ہے:۔

فی الحقیقت مومنین! حق تعالیٰ اپنے بندوں سے بندگی چاہتا ہے چنانچہ سورۃ الذاریات میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

"یعنی ہم نے جن و انس کو نہیں پیدا کیا ہے مگر اس واسطے کہ وہ ہماری عبادت و بندگی کریں۔" پس انسان کو لازم ہے کہ اپنے خالق کی اطاعت و عبادت کرے اور منہیات سے اپنے کو بچائے پرہیزگاری اختیار کرے۔

متقی کی عبادت قبول ہوتی ہے:۔

چنانچہ حق تعالیٰ سورۂ مائدہ میں فرماتا ہے:

اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ

"یعنی سوائے اُس کے نہیں ہے کہ خدا متقیوں کی عبادت قبول کرتا ہے۔"

وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ

حق سبحانہ و تعالیٰ سورۂ حجرات میں اپنے بندوں کو خطاب کر کے فرماتا ہے "بدرستیکہ حق تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے گرامی ترین وہ شخص ہے جو تم لوگوں میں پرہیزگار زیادہ ہے۔" یعنی حق تعالیٰ کے نزدیک اور لوگوں سے متقی و پرہیزگار کو زیادہ قرب و منزلت حاصل ہے۔ جناب امیر علیہ السلام ارشاد کرتے ہیں:

اَلشَّرَفُ بِالْفَضْلِ وَ الْاَدَبِ لَا بِالْاَصْلِ وَ النَّسَبِ

"کہ انسان کو شرف فضیلت علم اور کمال ادب سے ہوتا ہے حسب و نسب سے

شرافت حاصل نہیں ہوتی ہے۔"

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِنَّمَا خُلِقَتِ النَّارُ لِمَنْ عَصَی اللّٰہَ وَ لَوْ کَانَ سَیِّدًا قَرْشِیًّا وَ الْجَنَّۃُ لِمَنْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَ لَوْ کَانَ عَبْدًا حَبْشِیًّا

"نہیں پیدا کیا گیا جہنم مگر اُس شخص کیلئے جس نے خدا کی نافرمانی کی گرچہ وہ شخص سید قرشی ہوا اور نہیں خلق کیا گیا بہشت مگر اُس بندہ کے واسطے جس نے خدا کی اطاعت کی گرچہ وہ بندہ غلام حبشی ہو۔"

شرف انسان اتقا میں:-

منہج الصادقین میں منقول ہے ایک شخص نے جناب عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا انسان میں سب سے افضل کون بندہ ہے حضرت نے دو مشت خاک زمین سے اُٹھا کر فرمایا ان دونوں خاکی میں کچھ فرق نہیں دونوں برابر ہیں اور انسان اسی خاک سے پیدا ہوا ہے پس ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں مگر بزرگ تر ان میں وہ ہے جو پرہیزگار تر ہے۔ پس حضرات! انسان کو لازم ہے کہ ہر وقت عبادت و دینداری و تقویٰ و پرہیزگاری میں بسر کرے اور خدا کی مخالفت اور اُس کی معصیت سے اپنے کو بچاتا رہے۔ اگر غیر ارادی طور پر کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کرے کہ توبہ سے سب گناہ زائل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک جوان تائب کی روایت بیان کرتا ہوں کہ اُس نے توبہ کرنے کی بدولت کیا مرتبہ پایا:

فِی الْاَنْوَارِ النُّعْمَانِیَّۃِ عَنِ الصَّادِقِ علیہ السلام اَنَّ اِمْرَاَۃً کَانَتْ فِی سَفِیْنَۃٍ فَانْکَسَرَتِ السَّفِیْنَۃُ وَ خَرَجَتِ الْمَرْاَۃُ عَلٰی لَوْحٍ اِلٰی جَزِیْرَۃٍ فِی الْبَحْرِ ٥

ایک فاسق تائب کے سر پر ابر کا سایہ کرنا:-

''کتاب انوار نعمانیہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک عورت کشتی پر کہیں جاتی تھی اثناء راہ میں کشتی غرق ہو گئی۔ شان خدا سے ایک تختہ اس عورت کے ہاتھ آ گیا کہ اُس کے ذریعہ سے ایک جزیرہ میں جا پہنچی۔'' تھوڑی دور جا کر ایک مرد فاسق سے جو اُس جزیرہ میں تھا ملاقات ہوئی۔ وہ مرد اس کو دیکھتے ہی فریفتہ ہو گیا اور پوچھا تو کون ہے جنس انسان سے ہے یا قوم جان سے اور یہاں تیرا آنا کیوں کر ہوا یہ کہہ کے فوراً بہ نیت فاسد اُس کے پہلو میں آ بیٹھا عورت اُس کی ترکیب بد دیکھتے ہی مثل بید کانپنے لگی۔ مرد نے کہا تو اس قدر خائف و پریشان کیوں ہوئی؟

قَالَتْ مِنَ اللّٰهِ الَّذِیْ یَنْظُرُ اِلَیْنَا

''اُس نے کہا میں خدا کے خوف سے کانپتی ہوں کہ وہ اس وقت ہم کو اس حالت میں دیکھتا ہوگا۔'' مرد نے کہا قبل اس کے بھی تجھ سے کبھی ایسا فعل ہوا ہے اُس نے کہا آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا۔

قَالَ اَنَا اَحَقُّ مِنْكَ بِالتَّوْبَةِ ...... فَعَلْتُ هٰذَا مِرَارًا بِالْاِخْتِیَارِ

''سنتے ہی وہ مرد بہت نادم ہوا اور یہ کہتا اُٹھ کھڑا ہوا کہ میں تجھ سے خوف خدا اور توبہ کرنے کا زیادہ مستحق ہوں اس لئے کہ مجھ سے ایسے افعال شنیعہ اکثر اختیاراً واقع ہوئے ہیں۔'' اور تو نے عورت ہو کر اپنے تئیں بچایا۔ اب چاہتا ہوں اپنے اعمال قبیحہ سے توبہ کروں اور کبھی تا زیست کسی فعل بد کا مرتکب نہ ہوں یہ سوچ کر شہر کی طرف چلا تھوڑی دُور جا کر ایک مرد عابد سے ملاقات ہوئی وہ شہر کو جاتا تھا دونوں ساتھ ہو لئے۔ اثناء راہ میں جب آفتاب بلند ہوا اور دُھوپ کی شدت ہوئی عابد نے کہا مناسب ہے تم اور ہم درگاہ مجیب الدعوات میں دعا کریں کہ حق تعالیٰ ہمارے لئے ایک ابر ایسا پیدا کرے جس کے سایہ میں آرام سے مسافتِ راہ طے کریں اور حرارت آفتاب سے محفوظ رہیں:

فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ يَا اَخِيْ لَيْسَ لِيْ وَجْهٌ اَبْيَضُ عِنْدَ اللّٰهِ
وَلَالِيْ سَابِقَةُ عَمَلٍ اَرْجُوْ بِهٖ قُبُوْلَ الدُّعَآءِ

''اُس مرد نے کہا اے بھائی میں نے آج تک کوئی عمل شائستہ نہیں کیا ہے جس سے مجھ کو استجابت دعا کی اُمید ہو تمہیں دعا کرو کہ حق سبحانہ وتعالیٰ تمہاری دعا قبول کرے گا۔'' عابد نے کہا بہتر میں دعا کرتا ہوں تم آمین کہو۔ الغرض عابد نے دعا کی اس نے آمین کہی ہنوز دعا تمام نہ ہوئی تھی کہ ایک اَبر نے آکر ان کے سروں پر سایہ کرلیا دونوں سایہ میں بآرام تمام چلے جاتے تھے۔ تھوڑی دُور جا کر ایک دوراہہ ملا۔ ایک راہ سے عابد چلا دوسری راہ پر وہ مرد روانہ ہوا اور وہ ابر اُسی شخص کے سر پر سایہ فگن رہا۔ یہ کیفیت دیکھ کے عابد نے کہا اے بھائی تمہارا بیان تھا کہ کوئی امرِ خیر تم نے اپنی زندگی میں نہیں کیا ہے لیکن اَبر کا تمہارے ساتھ ہو جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بے شک تم سے کوئی ایسا نیک عمل واقع ہوا ہے جس کو حق تعالیٰ نے پسند فرمایا۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے عمل خیر کو مجھ پر ظاہر کرو۔ اُس وقت اُس مرد نے سارا ماجرا جو اُس کے اور اُس عورت کے درمیان واقع ہوا تھا عابد سے بیان کیا۔ مومنین! اس شخص نے ایک ساعت میں ایک عمل خیر یہ کیا کہ رضائے خدا کیلئے اپنے نفس کو حظ دنیوی سے باز رکھا۔ جس کے سبب سے تمازت آفتاب میں اَبر نے آکر سایہ کیا اور جنہوں نے اپنی تمام عمر کو راہِ خدا میں صرف کیا بالکل تعلقات دنیوی کو ترک کر کے اہل و عیال جان و مال کو چھوڑ دیا۔ کہاں تھا یہ اَبر روز عاشورا حدت آفتاب میں شدتِ تشنگی سے وہ تارکانِ دنیا اپنی سوکھی زبان ہونٹوں پر پھیراتے تھے ان کے سروں پر اس نے کوئی سایہ نہ کیا اور وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کے سر پر تمام زندگی اَبر سایہ فگن رہا۔ اُن کی اولاد کو بعد شہادت بھی سایہ بجز سایہ آفتاب میسر نہ ہوا اور وہ پردہ دارانِ عصمت جن کا سایہ فرشتوں نے بھی دیکھا نہ تھا اُن سے وارثوں کا سایہ اُٹھ گیا۔ سروں پر چادر بھی باقی نہ رہی شترانِ برہنہ پر بے مقعد و برقع شہر بہ شہر دیار بہ دیار کہاں کہاں پھرائی گئیں۔

کوفہ میں شہر شام میں رے میں دمشق میں
آل نبی ﷺ پھرے ہیں کھلے سر کہاں کہاں

داخلہ اہل بیتؑ دربار یزید میں :-

منقول ہے جب اسیران اہلبیت علیہم السلام راہ کی صعوبتیں سفر کی اذیتیں اُٹھا کے بازار شام میں بازار سے دربار عام میں آئے کئی سو کرسی نشیں حاضر مجلس تھے۔ بیمار کربلا علیہ السلام طوق و زنجیر میں گرفتار گناہگاروں کی طرح سر جھکائے کھڑے تھے۔ دختران علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام رسن بستہ' سر برہنہ' بالوں سے منہ چھپائے چپکے چپکے رو رہی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے یتیم بچے کبھی لوگوں کی کثرت' کبھی ماں بہنوں کی صورت دیکھ دیکھ کے بلکتے تھے۔ مومنین! ان سب کے علاوہ یہ مصیبت عظیم تھی کہ کسی کو رونے کی بھی اجازت نہ تھی اگر کوئی بچہ زور سے رونا کو چاہتا تھا تو اشقیا تازیانہ دکھا کے ڈراتے تھے اور منع کرتے تھے۔ بہر کیف یزید پلید متوجہ ہوا اور پوچھنے لگا یہ بی بی کون ہے اور وہ خاتون کون ہے؟ ایک شقی نے بڑھ کے کہا:

هٰذِهٖ زَيْنَبُ وَ هٰذِهٖ اُمُّ كُلْثُوْمٍ

یعنی یہ زینب مغموم علیہا السلام اور وہ ام کلثوم علیہا السلام ہیں اسی طرح ایک ایک بی بی اور بچے کا نام لے کر بتایا اس کے بعد سرہائے شہداء کا جائزہ ہونے لگا۔ ایک ایک سر نیزے سے اُتار کے باری باری یزید کے سامنے آتا تھا اور وہ شقی سب کی کیفیت جنگ اور شہادت بہ تفصیل پوچھتا تھا۔

بیان کیفیت حضرت علی اکبر علیہ السلام دربارِ یزید میں :-

مقتل ابی مخنف میں منقول ہے جب شبیہ پیغمبر ﷺ شہزادہ علی اکبر علیہ السلام کا سر بریدہ سامنے آیا جو لوگ رسول خدا ﷺ کی زیارت کر چکے تھے اور اُس دربار میں حاضر تھے' دیکھتے ہی سب کے سب اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اُس ملعون نے پوچھا تم سب کس کی تعظیم کو اُٹھے ہو اُنہوں نے کہا یہ سر جو تیرے سامنے آیا ہے جس کی صورت رسول خدا ﷺ سے

مشابہ ہے اُس کی ہم سب نے تعظیم کی ہے۔ وہ ملعون خاموش ہو رہا پھر خود ہی تاسف ظاہر کر کے کہنے لگا ناحق حسین بن علی علیہ السلام نے بیعت نہ کی۔ اُنہیں خود اپنا قتل ہونا ایسے فرزند کا ہاتھ سے کھونا منظور تھا۔ اُس کے بعد سرداران فوج سے پوچھنے لگا ایسے جوان رعنا کو اُس کے ماں باپ نے کیونکر مرنے کی اجازت دی؟ اُنہوں نے کہا اے امیر اس حال کو نہ پوچھ یہ دو عورتیں جو تیرے سامنے رسن بستہ کھڑی ہیں۔ جن کا نام زینب وامّ لیلیٰ علیہما السلام ہے۔ ایک اُس کی پھوپھی اور ایک اُس کی ماں ہے اگر ان کے سامنے ہم بیان کریں گے تو ان سے سُنا نہ جائے گا' یقین ہے کہ تڑپ کر مر جائیں گے۔ اُس شقی نے کچھ خیال نہ کیا دوبارہ باصرار پوچھا وہ کہنے لگے جب حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام کے سب عزیز وانصار مارے گئے اور اس جوان کی رخصت کی باری آئی ایسے بے قرار ومضطر ہوئے کہ کبھی کسی کی رخصت میں ایسے پریشان ومضطر نہ ہوئے تھے۔ کبھی آسمان کی طرف کبھی اُس فرزند کی طرف دیکھ کے رُو دیتے تھے۔ جب یہ شہزادہ خیمہ میں رُخصت آخری کے واسطے گیا ہم دیکھتے تھے کہ بار بار خیمہ کا پردہ اُٹھتا ہے اور گر پڑتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ علی اکبر علیہ السلام کفن پہنے آگے آگے اور بیبیاں روتی پیٹتی پیچھے پیچھے اس طرح آتی ہیں جیسے کوئی جنازہ کے ساتھ نکلتا ہے۔ خصوصاً یہ دونوں عورتیں اس طرح بے قرار تھیں اور زمین پر پچھاڑیں کھاتی تھیں کہ دیکھنے والوں کے کلیجے شق ہوتے تھے۔ ابومخنف کہتا ہے جب اُن دونوں معظمہ خواتین نے سر دربار یہ کیفیت سُنی رنگ چہرۂ انور کا متغیر ہو گیا۔ چاہا بہ آواز بلند روئیں مگر اجازت نہ تھی فرطِ صدمہ سے غش کھا کھا کے زمین پر گر پڑیں۔ سارے حضار میں تہلکہ پڑ گیا۔ یزید نے خیال کیا کہیں ایسا نہ ہو مجھ سے لوگ برگشتہ ہو جائیں دربار سے اُٹھ گیا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر 39

- آیت قیامت ہر شخص اپنے صحیفۂ اعمال کو دیکھے گا۔
- حکایت اُس شخص کی جس نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی۔
- پدر و پسر جو آپس میں بہت مشابہ تھے۔
- مختصر شہادت علی اصغرؑ اور پیوند مصائب۔

مجلس نمبر 39

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ نُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا ۝ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰی بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا ۝

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد فرماتا ہے روز قیامت ہم ظاہر کریں گے ہر شخص کے نوشتہ کو یعنی اُس کے صحیفۂ اعمال کو جسے وہ کھلا ہوا دیکھے گا اور اُس سے کہیں گے اپنے نامہ اعمال کو پڑھ لے اور آج کے روز خود تیرا نفس تیرا حساب لینے کو کافی ہے۔'' یعنی تو خود اپنے عمل کو دیکھ کہ کیا کیا ہے اور کس پاداش کا مستحق ہے۔

حکایت اُس شخص کی جس نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی:۔

اور حدیث میں وارد ہے کہ

حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا

''تم خود حساب کرو قبل اس کے کہ تم سے حساب لیا جائے۔'' یعنی آج کے روز اپنے دفتر اعمال کو سامنے رکھ لو اور جو کچھ نیک و بد کیا ہے اُس کو دیکھو چونکہ ابھی تدارک کا زمانہ باقی ہے۔ گناہوں سے توبہ کرو اور اعمال خیر کو زیادہ کرو اس لئے کہ پھر تلافی کا موقع اور وقت نہ پاؤ گے۔ صاحب منہج الصادقین کشف الاسرار سے لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے بیٹے سے کہا اے فرزند آج کے روز تو جو کام کرے مغرب کے وقت مفصل مجھ سے بیان

کرنا کہ تو نے دوسروں کے ساتھ اور دوسروں نے تیرے ساتھ کیا کیا۔ غرض اُس لڑکے نے بکمال زحمت سوچ سوچ کے اپنے باپ سے تمام دن کی سرگذشت بیان کی۔ دوسرے روز کے اُس نے پھر حکم دیا۔ وہ لڑکا دست بستہ ہو کے عرض کرنے لگا اے پدر بزرگوار آج کی کیفیت بیان کرنے میں میں نے وہ زحمت اُٹھائی ہے کہ بے طاقت ہو گیا ہوں آئندہ اس تکلیف سے آپ مجھے معاف رکھیں۔ اُس وقت اُس کے باپ نے کہا اے فرزند میں نے اس حکم میں نہایت عمدہ نصیحت کی ہے تا کہ بیدار و ہوشیار رہو اور روز قیامت کے حساب سے غافل و بے پروانہ ہو اس لئے کہ ایک روز کا حساب اپنے باپ کو دینے سے عاجز و بے طاقت ہو گئے ہو۔ فردائے قیامت کُل عمر کا حساب رب الارباب کے سامنے کیونکر دے سکو گے۔

اَلْیَوْمَ عَمَلٌ بِلَاحِسَابٍ وَ غَدًا حِسَابٌ بِلَا عَمَلٍ

"آج دنیا میں عمل کرنے کی مہلت ہے جائے حساب نہیں اور کل آخرت میں مقام حساب ہے عمل کرنے کا موقع نہ ملے گا۔" حضرات ان باپ اور بیٹے کی نقل پر اس ذاکر کو ایک دوسرے پدر و پسر کی حکایتِ لطیف یاد آ گئی۔

حکایت پدر و پسر جو آپس میں مشابہ تھے:-

کتاب خلاصۃ الاخبار میں منقول ہے ایک روز قاتل المشرکین جناب امیر المومنین علیہ السلام اپنے لشکر کا جائزہ لے رہے تھے کہ ایک جوان کو دیکھا اپنے باپ کے پہلو میں کھڑا ہے اور دونوں پدر و پسر ایک دوسرے سے اس قدر مشابہ ہیں کہ ذرا فرق معلوم نہیں ہوتا۔ حضرت نے فرمایا اللہ اکبر آج تک میں نے کسی لڑکے کو نہیں دیکھا جو اپنے باپ کا اتنا ہم صورت ہو۔ اُس جوان کے باپ نے عرض کی یا حضرت اس لڑکے کی عجیب حکایت ہے ایک دفعہ مجھے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ رکاب کسی لڑائی پر جانا ہوا۔ اُس وقت اس کی ماں حاملہ تھی چلنے کے وقت میں نے دعا کی خداوندا اس جنین کو جو میری زوجہ کے شکم میں ہے تیرے سپرد کرتا ہوں جب میں اس جنگ سے پھروں گا اپنی امانت تجھ سے لوں گا۔

الغرض جب میں نے اُس سفر سے مراجعت کی معلوم ہوا کہ زوجہ نے قضا کی اور چونکہ وضع حمل نہ ہوا تھا جنین بھی اپنی ماں کے ساتھ دفن ہو گیا بہت دنوں تک میں اس غم میں مبتلا رہا اور روتا رہا ایک شب خواب میں دیکھا دیکھتا ہوں کہ میری زوجہ کی قبر سے ایک روشنی نکل کے آسمان کی جانب بلند ہوتی ہے۔ یہ خواب دیکھتے ہی ایسا بے چین ہو گیا کہ چونک پڑا اور اُسی وقت چند احباب کو ساتھ لے کر فاتحہ خوانی کے واسطے قبر پر آیا۔ ناگاہ لحد کے اندر سے بچے کے رونے کی آواز آئی جب مٹی ہٹائی تختہ علیحدہ کیا دیکھا کہ اس کی ماں کا پیٹ تو شق ہو گیا ہے لیکن یہ لڑکا اپنے ماں کے سینہ سے مُنہ لگائے دودھ پی رہا ہے۔ فوراً اُس کو گود میں اُٹھا کے چھاتی سے لگایا اور سر آسمان کی طرف بلند کر کے عرض کرنے لگا خداوندا کیا خوب ہوتا جو اس مولود کی ماں بھی زندہ ہو جاتی۔ آواز آئی جو چیز تو نے میرے سپرد کی تھی وہ شے میں نے پہنچا دی اگر اس کی ماں کو بھی میرے حوالے کرتا تو البتہ اُس کو بھی تجھ تک پہنچا دیتا۔

تمہید:-

مومنین! یہ تو معلوم ہے کہ بندوں کو احکام الٰہی بجا لانا ضرور ہوتا ہے اُس کی مشیت میں کسی کو چوں و چرا کی مجال نہیں اور خدا کو بندوں کے امور اُن کی خواہش کے موافق کرنا لازم نہیں۔ لیکن خیال کیجئے امانت داری ایسی چیز ہے کہ ایک شخص نے اپنا لڑکا سپرد خدا کیا تھا خدا کو منظور نہ ہوا کہ امانت اُس کی ضائع و برباد ہو۔ کس حال میں اُس کو پیدا کر کے پرورش فرماتا رہا اور کس طرح دودھ پیتا ہوا لڑکا صحیح و سالم اُس کے باپ تک پہنچایا۔ مقام غور ہے رسول خداﷺ نے بھی کسی چیز کو اُمت میں بطور امانت چھوڑا تھا اُمت نے اُس امانت کو کس طرح ضائع و برباد کیا۔ احادیث معتبرہ سے ہر فرقۂ اسلام میں ثابت ہے کہ جناب رسول مآبﷺ نے ارشاد فرمایا میں تم میں دو چیزیں بطور امانت چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب ربّ العزت، دوسری اپنی عترت انہیں دونوں کی ہدایت پر عمل کرنا۔ مگر افسوس ہے اُمتِ جفا کار نے نہ قرآن پر عمل کیا نہ مصحف ناطق یعنی اہلبیت علیہم السلام کا پاس حرمت

کیا۔ امانت رسول ﷺ کو ضائع و برباد کرڈالنے کی فکر میں ہمیشہ رہے عمر بھر کبھی ایک جگہ چین سے رہنے نہ دیا۔ پیمبر ﷺ کے بعد کتنا زمانہ گذرا تھا کہ امام حسین علیہ السلام پیغمبر ﷺ کی قبر سے چھوٹ گئے' شہروں سے علیحدہ ہو کر کربلا کے صحرا میں آئے۔ وہاں بھی راحت نہ ملی ہر روز ظلم پر ظلم بڑھتا گیا آخر سوائے قبر کہیں ٹھکانا نہ ملا۔ اس بندۂ مومن کا لڑکا قبر سے دودھ پیتا ہوا آملا مظلوم کربلا کا طفل شیر خوار جسے کئی دن سے دودھ کیا پانی تک بھی نہ میسّر ہوا تھا ماں کی گود سے آغوش قبر میں سویا۔ وہ مومن اپنی امانت پا کے مسرور و دل شاد ہوا۔ رسول خدا ﷺ نے جو اپنی امانت کو دیکھا ہو گا کیسے مغموم و محزون ہوئے ہوں گے۔ آہ آہ جس نواسے کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اُسی کے بدن پر چار ہزار سے زیادہ زخم لگنے سے سارے جسم سے خون بہہ گیا تھا۔ چہرۂ انور اور ریش مقدس پر لہو ملا ہوا تھا۔

شہادت علی اصغر علیہ السلام:۔

حضرات! کونسا لہو تھا حلق علی اصغر علیہ السلام کا خون تھا جسے آپ نے خود مل لیا تھا۔ لکھا ہے جب اُس بچہ کے گلوے نازک سے تیر ستم پار ہو گیا۔ حضرت نے اپنا ہاتھ گلے کے نیچے رکھ دیا جب خون سے چلو بھر گیا چاہا آسمان کی طرف پھینکیں' آواز آئی اگر ایک قطرہ اس خون کا بالائے ہوا آئے گا تو قیامت تک کبھی ایک قطرہ پانی کا آسمان سے نہ برسے گا۔ آپ نے چاہا زمین پر گرا دیں پھر ندا پیدا ہوئی اگر یہ لہو زمین پر گرے گا تو پھر کبھی زمین سے ایک دانہ بھی روئیدہ نہ ہو گا۔ اب مومنین سے پوچھتا ہوں کہ اُس خون کو حضرت کیا کرتے؟ مجبور ہو کے آپ نے اپنے ہی روئے مبارک و محاسن شریف پر مل لیا اور فرمایا:

هٰكَذَا اَلْاقِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ

''اسی صورت سے اپنے نانا رسول خدا ﷺ سے ملاقات کروں گا'' اور بار بار قوم اشرار سے فرماتے تھے:

اَیَا سَاکِنِیْ شَامٍ وَ یَا اَھْلَ کُوْفَۃٍ
فَھَلْ ھٰکَذَا اَوْصَی النَّبِیُّ الْمُکَرَّمُ

"کیوں اے ساکنانِ کوفہ و شام کیا پیغمبر خدا ﷺ نے ہمارے باب میں تم سے یہی وصیت کی تھی کہ کوئی درجہ ظلم و ستم کا باقی نہ رکھنا۔" وہ لوگ کیا بے حیا تھے کہ جواب میں تیغ و نیزہ لگاتے تھے اور ہر طرف سے تیر برساتے تھے۔ تیروں کی یہ کثرت تھی کہ جناب زینب علیہا السلام فرماتی تھیں جب میرے مظلوم بھائی قتل گاہ سے خیمہ کی طرف آتے تھے تو گویا تیروں ہی کے سایہ میں آتے تھے۔

تیروں سے امام علیہ السلام کا جسم چھن جانا:-

حضرات! کہاں سے جناب زینب علیہا السلام اپنے بھائی کو خیمہ کی طرف آتے دیکھتی تھیں۔ اور مظلوم کربلا کیوں خیمہ کی طرف تشریف لاتے تھے؟ لکھا ہے کہ جس وقت جناب سیّد الشہداء علیہ السلام اپنے اہلبیت علیہم السلام سے آخری مرتبہ رُخصت ہو کر خود بہ نفس نفیس آمادۂ شہادت ہو کر میدان جنگ میں تشریف لے گئے' اُس وقت سے جناب زینب علیہا السلام کو یہ تاب کہاں تھی کہ خیمہ میں بیٹھیں برابر در خیمہ ہی پر کھڑی رو رہی تھیں اور اس اُمید و بیم میں تھیں کہ دیکھیں اعداء اب بھی میرے بھائی کی مظلومی و بے کسی پر رحم کرتے ہیں یا نہیں اور امام مظلوم جب دشمنوں پر حملہ کرتے تھے تو ہر حملہ کے بعد خیمہ کی طرف آجاتے تھے کہ دیکھیں اہلبیت علیہم السلام پر اتنے عرصہ میں کیا گذری۔ ایسا نہ ہو کہ دشمنان دین میری زندگی ہی میں خیمہ رسول ﷺ کو تاراج کریں اور جس حملہ کے بعد آپ میدان سے آتے تھے در خیمہ پر اپنی خواہر غم دیدہ جناب زینب علیہا السلام کو دیکھ کر کھڑے کھڑے سینہ سے لگا لیتے تھے اور صبر کیلئے تاکید فرماتے تھے۔ مگر آہ آہ جب حملۂ آخر سے پھرے تو اس طرح زخموں سے چُور تھے اور اس قدر تیر جسم اقدس میں پیوست تھے کہ صورت مبارک بدل گئی تھی۔ جناب زینب علیہا السلام نے نہ پہچانا جب قریب خیمہ تشریف لائے تو اُن مخدومہ نے پہچان کے چاہا کہ دوڑ کر اپنے

بھائی کے گلے سے لپٹ جائیں۔ اُس وقت مظلوم کربلا پیچھے ہٹ گئے اور فرمایا اے بہن سارے بدن میں تیر پیوست ہیں کیونکر تمہیں گلے سے لگاؤں۔ اب میرا تمہارا ملنا قیامت پر موقوف رہا یہ فرما کر پھر جو میدان میں تشریف لے گئے تو آنا نصیب نہ ہوا۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ فوجوں میں فتح کے نقارے بجنے لگے ہر طرف ہوائے تیرو تار چلنے لگی آسمان و زمین کے درمیان سے آواز آنے لگی:

اَلَا قَدْ قُتِلَ الْحُسَيْنُ اَلَا قَدْ ذُبِحَ الْحُسَيْنُ
اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ ؕ

مجلس نمبر 40

- آیت احکام خدا اہل ذکر سے پوچھو۔
- جناب امیرؑ سے ایک سائل کا چار سوال اور دوسرے کا سات سوال کرنا۔
- حضرت کا ایک عورت کو تہمتِ زنا سے بچانا۔
- حضرت علی اصغرؑ کے سر جُدا کرنے کی روایت۔

مجلس نمبر 40

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۝

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۃ الانبیاء میں فرماتا ہے پس تم احکام خدا کو علمائے دین سے پوچھو اگر تم اُن احکام سے واقف نہ ہو۔'' محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

نَحْنُ اَھْلُ الذِّکْرِ

''یعنی اہل ذکر ہم ہیں۔'' مومنین! فی الحقیقت جوامر مشکل اور جو سوال لاحل ہو اُسے یہی حضرات حل کر سکتے ہیں۔

جناب امیر علیہ السلام سے ایک سائل کا چار اور دوسرے کا سات سوال کرنا:-

جواہر الاخبار میں منقول ہے:

جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ علیہ السلام وَ قَالَ جِئْتُکَ لِاَسْئَلَ عَنْ اَرْبَعَۃِ مَسَائِلَ فَقَالَ سَلْ وَ اِنْ کَانَتْ اَرْبَعِیْنَ فَقَالَ اَخْبِرْنِیْ مَا الصَّعْبُ وَ مَا الْاَصْعَبُ وَ مَا

الْقَرِيْبُ وَ مَا الْاَقْرَبُ وَ مَا الْعَجِيْبُ وَ مَا الْاَعْجَبُ وَ مَا الْوَاجِبُ وَ مَا الْاَوْجَبُ○

حلالِ مشکلات وصی سرور کائنات ﷺ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے پاس ایک شخص آ کر کہنے لگا یا حضرت میں چار باتیں پوچھنے کے واسطے آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا چار پر کیا انحصار ہے پوچھ اگرچہ چالیس مسئلے ہوں۔ اُس نے عرض کی کہ سخت کیا چیز ہے اور سخت تر کیا ہے اور قریب کیا شے ہے اور قریب تر کیا ہے اور کون سی چیز عجیب ہے اور عجیب تر کیا ہے اور کون سی شے واجب ہے اور واجب تر کیا ہے:

قَالَ الصَّعْبُ الْمُصِيبَةُ وَ الْاَصْعَبُ فَوْتُ الثَّوَابِ وَ الْقَرِيْبُ كُلُّ مَا هُوَ اٰتٍ وَ الْاَقْرَبُ هُوَ الْمَوْتُ وَ الْعَجِيْبُ هُوَ الدُّنْيَا وَ غَفْلَتُنَا فِيْهَا الْاَعْجَبُ وَ الْوَاجِبُ هُوَ التَّوْبَةُ وَ تَرْكُ الذُّنُوْبِ هُوَ الْاَوْجَبُ○

''حضرت نے ارشاد فرمایا سخت چیز گناہ ہے۔ اُس سے زیادہ سخت بہ سبب گناہ کے ثواب کا ضائع ہونا ہے اور کل جو چیز پیش آنے والی ہے قریب ہے اور قریب تر اُس سے موت ہے اور عجیب شے دنیا ہے اور ہم لوگوں کی غفلت اس دنیا میں زیادہ تر عجیب ہے اور واجب کو جو تو نے پوچھا تو وہ توبہ ہے اور ترک کرنا گناہوں کا توبہ سے بھی زیادہ تر واجب ہے۔''

وَ قِيْلَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ علیہ السلام وَ قَالَ جِئْتُكَ مِنْ سَبْعِيْنَ فَرْسَخًا لِاَسْئَلَكَ سَبْعَ كَلِمَاتٍ فَقَالَ سَلْ مَا شِئْتَ

اور اُسی کتاب میں منقول ہے کہ ایک شخص جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں آ کر

کہنے لگا میں ستر فرسخ کی راہ طے کر کے آپ کے پاس سات باتیں پوچھنے آیا ہوں فرمایا پوچھ جو کچھ پوچھنا ہو۔

قَالَ الرَّجُلُ اَیُّ شَیْءٍ اَعْظَمُ مِنَ السَّمَآءِ وَ اَیُّ شَیْءٍ اَوْسَعُ مِنَ الْاَرْضِ وَ اَیُّ شَیْءٍ اَضْعَفُ مِنَ الْیَتِیْمِ وَ اَیُّ شَیْءٍ اَحَرُّ مِنَ النَّارِ وَ اَیُّ شَیْءٍ اَبْرَدُ مِنَ الزَّمْهَرِیْرِ وَ اَیُّ شَیْءٍ اَغْنٰی مِنَ الْبَحْرِ وَ اَیُّ شَیْءٍ اَقْسٰی مِنَ الْحَجَرِ

''اُس نے کہا وہ کیا چیز ہے جو آسمان سے بھی بڑی ہے اور وہ کیا شے ہے جو زمین سے بھی زیادہ وسیع ہے اور وہ کیا ہے جو یتیم سے زیادہ ضعیف ہے اور وہ کیا چیز ہے جو آگ سے بھی زیادہ گرم ہے اور وہ کیا شے ہے جو زمہریر سے بھی زیادہ سرد ہے اور وہ کون سی چیز ہے جو دریا سے بھی زیادہ غنی ہے اور وہ کون سی شے ہے جو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے؟''

قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَلْبُهْتَانُ عَلَی الْبَرِیِّ اَعْظَمُ مِنَ السَّمَآءِ وَ الْحَقُّ اَوْسَعُ مِنَ الْاَرْضِ وَ نَمَائِمُ الْوُشَاةِ اَضْعَفُ مِنَ الْیَتِیْمِ وَ الْحِرْصُ اَحَرُّ مِنَ النَّارِ وَ حَاجَتُكَ اِلَی الْبَخِیْلِ اَبْرَدُ مِنَ الزَّمْهَرِیْرِ وَ الْبَدَنُ الْقَانِعُ اَغْنٰی مِنَ الْبَحْرِ وَ قَلْبُ الْكَافِرِ اَقْسٰی مِنَ الْحَجَرِ

''جناب امیر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا بہتان لگانا کسی بے گناہ پر آسمان سے زیادہ عظیم ہے اور امر حق زمین سے زیادہ وسیع ہے اور سخن چینی یتیم سے زیادہ ضعیف ہے اور حرص آگ سے زیادہ گرم ہے اور تیرا حاجت لے جانا کسی بخیل کے پاس زمہریر سے زیادہ سرد ہے اور مرد قانع دریا سے زیادہ غنی ہے اور کافر کا دل پتھر سے زیادہ سخت ہے۔''

جناب امیر علیہ السلام کا ایک عورت کو تہمت زنا سے بچانا:-

حضرات جس طرح لوگ ذات فیض البرکات جناب امیر علیہ السلام سے آپ کی حیات میں حاضر خدمت ہو کر حصول مطالب دینی و دنیوی سے فیض یاب ہوتے تھے۔ اسی طرح اب بھی نزدیک و دُور سے دعا کر کے اُس نور خدا کے فیض سے بہرہ یاب ہوتے ہیں اور نعمت دنیوی اور اُخروی پاتے ہیں اور اکثر بلاد میں اور آپ کے روضۂ انور میں ہمیشہ حضرت کے معجزے ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ جب ۱۲۹۹ھ میں مجھے عتبات عالیات جانے کا اتفاق ہوا بصرہ تک پہنچا تھا کہ چند روز میں چار معجزے برابر نجف اشرف میں ظاہر ہوئے۔ جسے میں نے دوسرے مقام میں لکھا ہے شرف زیارات کے بعد جب اپنے وطن واپس آیا پانچواں معجزہ ظاہر ہوا کہ اُسے میں نے مُلّا مرزا محمد حسین کشمیری حائری سے سُنا وہ فرماتے ہیں ان چاروں معجزات کے تھوڑے دنوں کے بعد ایک شخص اہل نجف سے اپنی زوجہ کو تنہا گھر پر چھوڑ کر کہیں سفر میں گیا۔ آٹھ نو مہینوں بعد جب واپس آیا زوجہ کو حاملہ قریب الوضع پایا۔ بدگمان ہو کے کہنے لگا تجھے نہایت عفیفہ و صالحہ سمجھا تھا اتنے دنوں مجھے سفر میں گذرے آخر یہ حمل کہاں سے ہوا؟ اُس نے کہا یاد کرو جس دن تم گھر سے جانے والے تھے اُسی شب کا یہ لڑکا میرے پیٹ میں ہے۔ ہر چند یاد دلایا قسمیں کھائیں مگر مرد کے خیال میں نہ آیا عورت کی سخن سازی پر غصہ میں آ کے چاہا قتل کر ڈالے لیکن ذہن میں گذرا اس واقعہ سے دوسرا واقف نہیں لوگ سمجھیں گے بے سبب ہلاک کر ڈالا اور غیر شخصوں کو بھی اس امر سے آگاہ کرنا مناسب نہیں۔ یہ سوچ کر اُس عورت کے بھائیوں کو اطلاع دی وہ سب بھی برہم ہو کر تلواریں لیے قتل پر آمادہ بہن کے پاس آئے۔ جب اُس عورت نے جان بری کی کوئی صورت نہ پائی کہنے لگی اگر تمہیں میرا قتل ہی کرنا منظور ہے تو اتنی مہلت دو کہ روضۂ اقدس میں جا کے اپنا عرض حال کروں اُس کے بعد اختیار ہے یہ سُن کے وہ لوگ رُک گئے۔ عورت نے غسل کیا کپڑے بدلے پھر شوہر اور بھائیوں کے ساتھ روضۂ مبارک میں حاضر ہوئی۔

قاعدہ ہے جو عورت قریب الوضع ہوتی ہے نزدیک ضریح کے نہیں جاتی ہے یہ عورت بھی دُور
ہی سے رواق مطہر میں کھڑی ہو کر آداب زیارت بجالائی اور رو رو کر عرض کرنے لگی یا مولا
آپ خوب جانتے ہیں کہ میں پاکدامن ہوں۔ جس گناہ کا شوہر گمان کرتا ہے اس گناہ سے
بری ہوں مگر اپنی عصمت و پارسائی پر کس کو گواہ لاؤں خدا اور رسول ﷺ کے سوا کون جانتا
ہے اگر آپ میری مشکل کو حل نہ کریں گے جان تو جاتی ہے آبرو بھی ضائع ہو جائے گی۔ ہنوز
وہ عورت الحاح وزاری میں مشغول تھی دفعتہً درد زہ شروع ہوا اور اسی جگہ وضع حمل ہو گیا۔
قربان معجزہ جناب امیر علیہ السلام کیا مسیحائی فرمائی وہی دروازہ اُس عورت کے درد دل کا درمان
ہو گیا۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے تو گہوارہ میں کلام کیا تھا یہ لڑکا بطن مادر سے جُدا ہوتے ہی
قدرت خدا سے گویا ہوا۔ اپنے باپ کی طرف خطاب کر کے کہنے لگا میری ماں سے کوئی فعل
فاسد وقوع میں نہیں آیا تمہارا گمان فاسد ہے۔ جس دن تم سفر میں گئے اُسی شب کو میری آمد
بدن مادر میں ہوئی یہ کہہ کے وہ لڑکا خاموش ہو گیا اور لوگوں میں نعرہ تکبیر کا شور بلند ہوا۔
مومنین یہ معجزہ آپ سن چکے اب مقام غور ہے اس لڑکے نے بطنِ مادر سے جُدا ہو کے کلام
کیا کوئی اور لڑکا بھی تھا جس نے روز عاشورا گہوارے سے جُدا ہو کے زبان حال سے سوال
کیا تھا۔ جس امام علیہ السلام سے نجف میں یہ معجزہ ہوا اُسی امام علیہ السلام کا پوتا طفل شیر خوار تھا کہ
دشمنوں سے پانی کا سائل ہوا۔ نجف میں اُس طفل کے خاموش ہونے کے بعد ماں باپ کا
دل ٹھنڈا ہوا لوگوں نے خوش ہو کے تکبیریں کہیں۔ کربلا میں تیر کھا کے وہ بچہ خود سرد پڑ گیا۔
ماں باپ کو سوزش دل سے تاب ضبط باقی نہ رہی بے قرار ہو کے رونے لگے۔ خیمہ میں شور
گریہ فوج اعدا میں نعرۂ تکبیر بلند ہوا۔ وہاں لڑکے نے دنیا میں آ کے ماں کی گود کو آباد کیا اور
یہاں اُس معصوم نے دنیا سے جا کر آغوش قبر میں آرام کیا۔ اُسے والدین کے سایۂ دامن
میں راحت ملی اسے قبر میں بھی چین سے رہنا نصیب نہ ہوا۔

علی اصغرؑ کا سر جدا کرنا:-

چنانچہ کتاب بیت الاحزان میں عبداللہ بن حسن یزدی سے منقول ہے جب ملا عین اپنے اجساد نجس کو دفن کر چکے۔ عمر سعد نے حکم دیا شہداء کے تنوں سے سر کاٹ کر میرے سامنے لاؤ۔ سنتے ہی چند اشقیاء مقتل میں گئے کوئی سات کوئی پانچ کوئی دس سروں کو لایا اور عمر سعد کے رُوبرو ڈال دیئے شمار کے بعد وہ بے حیا کہنے لگا ان میں ایک طفل شیر خوار کا سر نہیں ہے۔ میں ابن زیاد کو عرضی لکھ چکا ہوں۔ وہ پوچھے گا تو کیا کہوں گا؟ اُس کا بھی سر لاؤ اُن لوگوں نے کہا لاش اُس کی نہیں ملتی۔ غرض ایک شخص نے اُمّ لیلیٰ علیہا السلام سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا امام علیہ السلام اُس کو میری گود سے پانی پلانے لے گئے تھے پھر میری آغوش میں نہ آیا۔ کسی نے کہا کہ وہ بھی حرملہ کے تیر سے شہید ہوا اور حضرت نے کسی جگہ دفن کر دیا۔ آگے کس زبان سے بیان کروں کئی سوار قتل گاہ میں گئے اور نیزے چبھو چبھو کر زمین کی نرمی دیکھنے لگے۔ آخر کسی طرح نشان پایا اور اُس ننھی سی لاش کو جو ریگ صحرا میں چھپی تھی باہر نکال کر اُس کی ماں پھوپھیوں کے پاس لائے اور چاہا کہ وہ چھوٹا سا سر بھی کاٹ لیں۔ صاحب اولاد خیال کریں جس ماں کے سامنے چھ مہینے کے بچہ پر یہ ظلم ہو اُس کی کیا کیفیت ہوگی اور وہ پھوپھی جس نے بھائی کی اولاد پر اپنی اولاد تصدّق کی ہو اور بھائی نے بھی وصیّت کی ہو اے بہن میرے بعد میرے عیال واطفال کی خبر گیری کرنا۔ اس وقت اُن کا کیا بس چل سکتا ہے کبھی زمین پر پچھاڑیں کھاتی تھیں کبھی مضطر ہو کر چاہتی تھیں کہ چھوٹی سی لاش گودی میں اُٹھا لیں۔ اشقیاء قریب آنے نہ دیتے تھے دُور سے منتیں کرتی تھیں آخر کسی نے کچھ رحم نہ کھایا اُس شیر خوار کے سر کو بھی کاٹ کر لے گئے۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ؁

مجلس نمبر41

- آیت ادائے امانت میں۔
- اُس عطار کی روایت جس کے پاس ایک شہزادہ نے امانت رکھی تھی۔
- مختصر تذکرہ عبداللہ بن الحسنؑ اور امام حسینؑ کی شہادت کا۔

مجلس نمبر 41

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا۝

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۃ النساء میں ارشاد فرماتا ہے بہ تحقیق کہ خداوند عالم تم لوگوں کو حکم فرماتا ہے کہ جن لوگوں کی امانتیں تمہارے پاس ہیں اُن کی امانتیں اُن تک پہنچادو۔''

اُس عطار کی روایت جس کے پاس ایک شہزادے نے امانت رکھی تھی:۔

چنانچہ صاحب کتاب کلمہ طیّب کتاب نور العین سے لکھتے ہیں کہ سید ہاشم حائری کہتے ہیں کہ نجف اشرف میں ایک عطار تھا جس کی دوکان صحن مقدس سے قریب تھی۔ ظہر کے بعد اُس کی دوکان پر لوگ جمع ہوتے تھے اور وہ عطار حاضرین مجلس کو موعظہ کرتا تھا اور دکن کا ایک شہزادہ ہندوستان کو چھوڑ کر نجف اشرف میں جا کر مجاور ہوا تھا۔ ایک دفعہ اُس کو کسی دوسرے شہر میں جانے کی ضرورت ہوئی اُس کے پاس کچھ جواہر نفیس و سنگ ہائے قیمتی تھے۔ سفر میں اُن کا ساتھ لے جانا مناسب نہ سمجھا۔ ایک ڈبیا میں بند و مہر کر کے اُسی عطار کے پاس امانت رکھ دیا جب سفر سے مراجعت کی اور اپنی امانت مانگی تو عطار نے صاف انکار کیا کہ میرے پاس تم نے کوئی چیز نہیں رکھی ہے۔ شہزادہ نہایت متردد ہوا کیونکہ اُس کے پاس وہی مال مایۂ زندگانی تھا۔ وقت حاجت اُس میں سے بیچ کے عزت و حرمت سے

اوقات بسر کرتا تھا۔ جب کچھ چارۂ کار نہ دیکھا جناب امیر علیہ السلام کے روضہ میں جا کر مستغیث ہوااور فریاد کی یا مولا آپ پر خوب روشن ہے کہ میں نے اپنے ملک و وطن کی دُوری گوارا کی اور دنیا کے جاہ و حشم سے منہ موڑا اور اپنی نجات اور رستگاری کے واسطے آپ کی قبر مطہر کی مجاوری اختیار کی اور اپنے سرمایۂ زندگانی کو اہل بازار کے زاہد ترین شخص کے پاس امانت رکھا۔ اب وہ میری امانت سے انکار کرتا ہے اور میں سوائے خدا کے اور آپ کے کوئی گواہ نہیں رکھتا اپنا مال آپ ہی سے طلب کرتا ہوں میری مشکل کو حل فرمائیے۔ اسی طرح خضوع و خشوع سے دُعا کرتے کرتے سو گیا خواب میں حلال مشکلات علیہ السلام کو دیکھا کہ فرماتے ہیں علی الصبح جب شہر کا دروازہ کھلے اُس وقت تو باہر جانا سب سے پہلے جس شخص سے ملاقات ہو اُسی سے اپنے جواہر کی ڈبیا طلب کرنا۔ شہزادہ جو علی الصبح شہر پناہ کے دروازہ پر گیا تو سب سے پہلے ایک ضعیف مرد کو دیکھا جس کے چہرہ سے آثار صلاح و تقویٰ ظاہر تھے۔ لکڑیوں کا گٹھہ پیٹھ پر لیے چلا آتا ہے اُس نے خیال کیا کہ اس حمال سے میری حاجت روائی کیوں کر ہوگی۔ کچھ نہ کہا یوں ہی بے نیل مقصود پھر آیا اور روضہ میں جا کے بہت الحاح و زاری کے ساتھ دعا کی۔ شب بھی وہی ارشاد ہوا اور پھر اس نے دروازہ پر اُسی بوڑھے کو پایا اور شرم سے کچھ نہ کہا۔ جب تیسری شب بھی عالم رویا میں امام سے وہی حکم ہوا اور دروازہ شہر پر سب سے پہلے اُسی بوڑھے کو دیکھا اُس وقت تمام حقیقت اُس سے بیان کی اور اپنی امانت کا خواستگار ہوا۔ وہ مرد ضعیف ظاہر میں لکڑیاں بیچتا تھا مگر نہایت عابد تھا اور مشقت کر کے اپنی حلال روزی سے کماتا تھا شہزادہ کی کیفیت سُن کر ایک ساعت تک چپ رہا اُس کے بعد کہا انشاء اللہ کل ظہر کے بعد اُس عطار کی دوکان پر آؤں گا اور تمہاری امانت تم تک پہنچا دوں گا۔ جب دوسرے روز عطار کی دوکان پر وہ شہزادہ اور بہت سے لوگ جمع ہوئے یہ عابد لکڑ ہارا بھی پہنچا اور عطار سے کہا اگر اجازت ہو تو آج کے روز میں کچھ وعظ کہوں۔ اُس نے قبول کیا اس بوڑھے نے کہا یا ایہا الناس میں فلاں بن فلاں ہوں اور بہت ڈرتا ہوں حق الناس سے اور خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اپنے تفضّل سے اُس نے مجھے دولت قناعت عنایت کی ہے۔

زروسیم کوسنگ وسفال سمجھتا ہوں اور باوجود قناعت وگوشہ نشینی کے مجھ پر ایک امر عظیم واقع ہوا ہے تم لوگوں کو ڈراتا ہوں عذاب خدا اور سختی آتش دوزخ سے اور بعض امور سے جو روز جزا پیش آنے والے ہیں۔ تمہیں مطلع کرتا ہوں آگاہ ہو کہ ایک دفع بہت روز گذرے مجھے ایسی ضرورت لاحق ہوئی کہ ایک یہودی سے سو دینار جو بحساب عجم دس قران ہوتے ہیں قرض لئے اور اُس سے وعدہ کیا کہ بیس روز میں روزانہ نصف قران دے کے تیرا اُدھار ادا کر دوں گا۔ پس دس روز میں لکڑی بیچ کے نصف ادا کیا۔ گیارہویں روز جو دینے گیا ملاقات نہ ہوئی؛ معلوم ہوا کہ وہ یہودی بغداد گیا ہے ایک شب عالم رویا میں کیا دیکھتا ہوں کہ قیامت قائم ہے اور ہر شخص امید وبیم میں مضطر و پریشان ہے مگر مجھے حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے بہشت میں جانے کی اجازت دی۔ میں خوش خوش فردوس کی جانب چلا راہ پل صراط کے درمیان دیکھا کہ بالائے دوزخ واقع ہے اور ایسی آواز مہیب وخوفناک جہنم سے آنے لگی جس کے سننے سے میرا بند بند کانپنے لگا۔ جب صراط سے گذرنے کا قصد کیا ناگاہ وہی یہودی مانند پارۂ آتش جہنم سے نکل کر صراط پر میری راہ روک کے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا پہلے میرے پچاس دینار دے لے اُس کے بعد جہاں جی چاہے جانا۔ میں نے بہت نرمی سے کہا تیرا اُدھار حسب وعدہ دینے گیا تھا تجھ سے ملاقات نہ ہوئی۔ اُس نے کہا سچ کہتے ہو مگر جب تک میرا حق ادا نہ کرلو گے تمہارا صراط سے گذرنا محال ہے۔ میں رونے لگا اور بہت عاجزی ولجاجت سے کہا یہاں پر تو میرے پاس کچھ موجود نہیں ہے جو تیرا حق ادا کروں۔ اُس نے کہا کیا مضائقہ میرے اُدھار کے عوض میں ایک اُنگلی مجھے اپنے بدن پر رکھنے دو۔ چونکہ میری راہ روکے کھڑا تھا اور اپنے طلب حق میں سختی کرتا تھا اس لئے میں نے اُس کی ایک اُنگلی اپنے بدن پر رکھنے کو غنیمت اور سہل سمجھ کے قبول کیا تاکہ اس صراط سے گذر کے جلد بہشت میں پہنچ جاؤں۔ الحاصل اُس نے ایک اُنگلی میرے سینے پر رکھی رکھتے ہی ایسا معلوم ہوا کہ تمام بدن میں آگ لگ گئی ہے اُس کے صدمہ سے ایسا تڑپا کہ آنکھ کُھل گئی اور اپنے سینے پر بڑا سا زخم پایا۔ اُس روز سے آج تک برابر علاج ودوا کرتا ہوں مگر ابھی تک اچھا نہیں ہوا ہے اور اب

تک اس یہودی سے ملاقات بھی نہیں ہوئی ہے کہ اُس کا حق ادا کر دوں۔ یہ کہہ کر جو اپنے سینہ کو کھولا تو لوگوں نے ایسا خراب زخم دیکھا کہ سب کے سب بہ آواز بلند رونے لگے۔ یہ وہ عطار بھی بہت خائف ہوا اور اُس شہزادہ کو ایک حجرہ میں لے جا کر اُس کی امانت دے دی اور بہت عذر خواہی کی۔

تمہید:۔

کیوں مومنین! مقام تصورؔ ہے کہ اس مرد دیندار نے اُس یہودی کافر کے ادائے حق میں کسی طرح کی غفلت و سستی نہیں کی تھی اُس پر صراط سے گذر نہ سکا اور سینے کے زخم کی بلائے سخت میں گرفتار ہو گیا۔ کیا حال ہو گا اُن ملاعین کا جنہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کو بھلا دیا اور دیدۂ دانستہ آپ کی امانت کو ضائع و برباد کر دیا اور اُن کے اُس پارۂ جگر کا جسے حضرت نے زبان مبارک چوسا چوسا کے دوش اقدس پر کھلا کھلا کے پرورش کیا تھا۔ رفیقوں اور عزیزوں کے غم میں سینہ مجروح کیا اور سارے بدن کو تلواروں سے، نیزوں سے، تیروں سے، پتھروں سے ایسا زخمی کیا کہ وہ جناب گھوڑے پر سنبھل نہ سکے۔ قریب تھا کہ آپ زمین پر گریں ذوالجناح نے جب اپنے راکب کا یہ حال دیکھا گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گیا اور حضرت خانہ زین سے فرش زمین پر تشریف لائے۔

شہادت عبداللہ بن الحسنؑ:۔

لکھا ہے اُس وقت عبداللہ بن الحسن علیہ السلام در خیمہ سے یہ حال دیکھتا تھا وہ شہزادہ روتا ہائے چچا ہائے چچا کہتا میدان کی طرف دوڑا۔ جناب زینب سلام اللہ علیہا نے بڑھ کر اُس کا بازو تھام لیا اور فرمایا اے فرزند تو اس نرغہ اعدا میں نہ جا لیکن وہ معصوم مچل کر آپ کے ہاتھوں سے نکل کر یہ کہتا ہوا دوڑا واللہ اے پھوپھی میں اپنے چچا مظلوم کو ایسے وقت مصیبت میں تنہا نہ چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ روتا ہوا اپنے چچا کی خدمت میں پہنچا دیکھا کہ حرملہ ملعون چاہتا ہے کہ حضرت پر تلوار لگائے۔ اُس صاحبزادہ نے فرمایا وائے تجھ پر اے پسر حبشہ کیا ظلم کرتا

ہے۔ اُس شقی نے غصہ میں آکر وہ تلوار اُس بچہ کو ایسی لگائی کہ ننھا سا ہاتھ کٹ کر زمین پر تڑپنے لگا:

فَصَاحَ یَا عَمَّاہُ اَدْرِکْنِیْ

اُس معصوم نے بیقرار ہو کر کہا چچا دیکھئے اس ظالم نے میرے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ حضرت نے سینہ سے لگالیا اور رُو رُو کر فرمایا بیٹا صبر کر صبر کر تیرے چچا پر بہت دُشوار ہے کہ تجھے اس حال میں دیکھے۔ ناگاہ ایک ظالم نے تیر چلّہ کمان میں جوڑ کر اس طرح لگایا کہ اُس بچہ کے گلوئے نازک سے پار ہو گیا اور چچا کی گود میں دو تین مرتبہ تڑپ کر سرد ہو گیا۔ امام کو یہ آخری داغ بھی سہنا پڑا تھا چھوٹی سی میت کو گلے لگا کر دیر تک روتے رہے۔ عبدالعزیز دہلوی نے لکھا ہے اُس وقت شمر ملعون نے اپنے رفیقوں کو پکارا وائے ہو تم پر ایک غریب بے کس سراپا زخمی کے قتل میں تامل کرتے ہو کیا دیر ہے جلد سر کاٹ کر قصہ تمام کرو۔ سنتے ہی اشقیاء چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے کسی نے تلوار ماری۔ کسی نے نیزہ سنبھالا کسی نے تیر لگایا۔ خود شمر ملعون نے چہرۂ اقدس پر تلوار ماری سناں بن انس نے نیزہ لگایا اور خولی اس ارادہ سے بڑھا کہ سر مبارک جدا کرے مگر ہاتھ اُس شقی کا کانپنے لگا۔ پس بروایت اُس کا بھائی سہل بن زیاد گھوڑے سے اُتر کے قریب آیا اور وہ ظلم کیا جو لاکھوں آدمیوں میں کسی سے نہ ہو سکا۔ آہ آہ ناموسِ رسول ﷺ بے وارث و والی ہو گیا۔ زمانہ حسین علیہ السلام سے خالی ہو گیا۔ غرض اُس شقی نے سر انور خولی کو دیا اور خولی نے ایک نیزہ طویل پر بلند کیا لشکر مخالف میں تکبیروں کی آوازیں بلند ہوئیں خیمۂ امام میں حسیناو اسیداہ کا ماتم برپا ہوا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ٥

مجلس نمبر 42

- آیت دیندار ضرور ہدایت پائے گا
- حکایت اُس عابد کی جس نے اپنے نفس کی ملامت کی
- اُس عابد کی حکایت جو دھوپ میں عبادت کرتا تھا۔
- ابو ثمامہ کا کربلا میں نماز یاد دلانا۔
- مختصر تذکرہ شہادت امام حسینؑ کی

مجلس نمبر 42

قَالَ اللّٰہُ تعَالٰی وَ مَنْ یَعْتَصِمْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ھُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ آل عمران میں فرماتا ہے اور جو شخص دین خدا کو مضبوط پکڑے اور اپنے تمام امور میں اُس سے ملتجی ہو پس حق تعالیٰ ضرور اُس کو راہ راست دکھائے گا اور وہ شخص لامحالہ ہدایت پائے گا۔''

رُوِیَ اَنَّ عَابِدًا عَبَدَ اللّٰہَ سَبْعِیْنَ عَامًا صَآئِمًا نَھَارَہٗ وَ قَائِمًا لَیْلَۃٗ

اُس عابد کی حکایت جس نے اپنے نفس کی ملامت کی:۔

انوار نعمانیہ میں منقول ہے کہ ایک عابد نے ستر برس تک خدا کی عبادت کی تھی دنوں کو روزہ رکھتا تھا راتوں کو نمازیں پڑھا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اُس نے ایک امر کے واسطے خدا سے دعا کی مگر وہ حاجت اُس کی بر نہ آئی۔ اُس وقت اپنے نفس سے خطاب کر کے کہنے لگا اے شخص جس طرح تیرے دل میں آیا اُس طرح تو نے عبادت کی اگر تیری بندگی قبول ہوتی تو بے شک تیری حاجت بھی روا ہوتی۔ حق سبحانہ وتعالیٰ کو اُس کا یہ کلمہ عاجزی وانکساری کا بہت پسند آیا۔ اُس کے پاس ایک فرشتے کو بھیجا اُس نے آ کر کہا اے بندۂ خدا اس وقت جو تو نے اپنے نفس کی ملامت کی یہ ایک ساعت کی ملامت نفس تیرے ستر برس کی عبادت

سے کہیں بہتر ہے۔

ثُمَّ تَأَمَّلْ بَعْدَ ذٰلِكَ

اور آئندہ کو اس کا بہت خیال رکھنا کہ کوئی عمل حکم خدا کے خلاف نہ ہونے پائے۔

تمہید:-

مومنین! انسان کو چاہئے کہ اگر کوئی عمل خیر اُس سے ہو جائے تو خق تعالیٰ کا شکر بجالائے کہ اُس نے اپنے تفضل سے توفیق دی ورنہ نفس امارہ بدی و بُرائی کی طرف جاتا ہے اور یہ بھی ہر بشر کو لازم ہے کہ ہمیشہ اپنے گناہوں کو عظیم سمجھے اور توبہ واستغفار کرتا رہے اور اپنی عبادت کو یا جو کار خیر اُس سے وقوع میں آئے پست وحقیر سمجھے۔ کبھی اُس پر نازاں و مغرور نہ ہو اور اگر خیال کریں تو ہم لوگوں کی عمریں کیا ہوتی ہیں جو اپنی عبادت پر غرور کریں گے۔ اکثر چالیس پچاس برس کے بھی نہ ہونے پائے کہ دنیا سے گذر گئے۔ بعض نے ساٹھ ستر برس زندگانی پائی اور بہت کم لوگ ہوں گے جنھوں نے سو برس یا کچھ زیادہ کے عمر پائی ہے بلکہ زمانہ سابق کے لوگوں کی عمریں بڑی ہوتی تھیں۔

اُس عابد کی حکایت جو دھوپ میں عبادت کرتا تھا:-

چنانچہ انوار نعمانیہ میں منقول ہے کہ ایک نبی انبیائے بنی اسرائیل سے کسی کوہ پر تشریف لے گئے۔ اُس پہاڑ کی چوٹی پر ایک عابد کو دیکھا کہ دُھوپ میں خدا کی عبادت کر رہا ہے۔ آپ نے اُس سے کہا تو کسی چیز کا سایہ کیوں نہیں کر لیتا کہ عبادت کے وقت حرارت آفتاب کی ایذا نہ پہنچے۔ اُس نے عرض کی یا نبی علیہ السلام اللہ مجھ کو ایک نبی علیہ السلام کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ میری زندگی کے کل سات سو برس باقی رہ گئے ہیں۔ پس میں پسند نہیں کرتا کہ اس قلیل عمر کے واسطے مکان بناؤں اور اپنے تیئں زحمت میں ڈالوں اور اُتنی دیر تک عبادت خدا سے معطل وغافل رہوں نبی علیہ السلام نے کہا اے عابد ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اُس زمانہ کے

لوگوں کی عمریں سو برس سے زیادہ نہ ہوں گی مگر وہ لوگ مستحکم مکانات اور عمارات عالیہ بنائیں گے۔

فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ لَوْ اتَيْتُ فِي زَمَانِهِمْ لَقَطَعْتُ ذٰلِكَ الْعُمُرَ الْقَلِيْلَ بِسَجْدَةٍ وَّاحِدَةٍ۝

اُس عابد نے کہا یا نبی علیہ السلام اللہ اگر میں اُس زمانہ میں پیدا ہوتا تو اتنی سی عمر کو ایک ہی سجدہ خالق میں گذار دیتا۔ حضرات! اس وقت ذاکر کو اس عابد کی عبادت پر اُن خاصانِ خدا کی عبادت یاد آ گئی جنہوں نے زمین کربلا پر پیاس کی شدت' زخموں کی کثرت آفتاب کی حرارت' دھوپ کی حدت میں تلواروں کے سایہ کے نیچے کس خضوع وخشوع سے اپنے معبود کی عبادت کی اور اپنے آقا اور امام علیہ السلام کے ساتھ ایک نماز پڑھنا کیا عجب جو اُس عابد کے سات سو برس کی عبادت سے افضل ہو۔

نماز یاد دلانا ابوتمامہ کا:-

راوی کہتا ہے روز عاشورا وقت زوال معرکہ کربلا میں جب خروش لشکر مخالف کا زیادہ ہوا ابوتمامہ صائدی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا ابا عبداللہ میری جان آپ پر فدا ہو یہ ملاعین بہت قریب آ گئے ہیں:

وَاُحِبُّ اَنْ اَلْقَى اللّٰهَ وَقَدْ صَلَّيْتُ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ

اور میں مشتاق ہوں کہ نماز ظہر آپ کے ساتھ با جماعت ادا کر کے خدا سے ملاقات کروں یہ نماز آخری ہے۔ حضرت نے سر اپنا سوئے آسمان اُٹھا کر فرمایا:

ذَكَرْتَ الصَّلٰوةَ جَعَلَكَ اللّٰهُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ

اے ابوتمامہ رضی اللہ عنہ اس وقت جو تو نے نماز یاد کی خدا تجھے روز قیامت میں نماز گذاروں کے ساتھ محشور کرے۔ ہاں یہ اول وقت ظہر ہے کہو ان منافقوں سے کہو اتنی مہلت ہمیں دے دیں کہ نماز ظہر اپنے امام علیہ السلام کے ساتھ ادا کرلیں۔ بموجب کے ارشاد

حضرت کے ابو تمامہ رضی اللہ عنہ نے ظالموں سے کہا فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھنے کی مہلت مانگتا ہے:

فَقَالَ الْحَصِیْنُ بْنُ نُمَیْرٍ اِنَّھَا لَا تُقْبَلُ

"حصین بن نمیر لعین نے جواب دیا تمہاری نماز قبول نہیں کہ تم حق سے اور امام وقت کی بیعت سے منحرف ہو۔"

شہادت مختصر امام حسینؑ:۔

حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ بولے اے لعین کیا بکتا ہے۔ نماز فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو مقبول نہ ہو اور تجھ ایسے شراب خوار کی نماز قبول ہو۔ حصین لعین نے حبیب رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا حبیب نے ایسی تلوار اُس کے گھوڑے کے مُنہ پر ماری کہ گھوڑا چراغ پا ہوا اور حصین ناپاک گر پڑا اور ملاعین لشکر دوڑ پڑے اور اُسے اُٹھا لے گئے۔ حضرت نے زہیر بن قین رضی اللہ عنہ اور سعد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم میرے آگے کھڑے ہو جاؤ کہ میں نماز پڑھ لوں وہ دونوں بزرگ سامنے کھڑے ہوئے۔

حَتّٰی صَلّٰی بِھِمْ صَلٰوۃَ الْخَوْفِ

یہاں تک کہ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باقی صحابہ سے نماز خوف ادا کی۔ پس سعد رضی اللہ عنہ کثرت زخموں کو سے چور ہو کر زمین پر گر پڑے اور بولے خداوند العنت کر اس قوم پر مثل عاد وثمود کے بعد ازاں عرصہ قلیل میں سب اصحاب ریاض جنت کی طرف راہی ہوئے اور عزیز و اقارب بھی باری باری درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ یہاں تک کہ طفل شیر خوار بھی تیر ستم کھا کر پیوند خاک ہوا اور حضرت یکہ و تنہا لاچار و مجبور زخموں سے چور میدان کارزار میں کھڑے تھے۔

وَ یَنْظُرُ یَمِیْنًا وَ شِمَالًا فَلَمْ یَرَ اَحَدًا بَکٰی بُکَاءً شَدِیْدًا

اور دائیں بائیں نگاہ فرماتے تھے تو کوئی معین و مددگار بجز لشکر کفار نظر نہ آتا تھا لاشیں شہدا کی دیکھ کر دھاڑیں مار کر روتے تھے۔

وَ الدَّمُ مِنْ جِسْمِهِ الشَّرِيْفِ مَسْفُوْحٌ

اور جسم شریف سے خون بہہ رہا تھا اور بار بار فرماتے تھے اے اہل کوفہ وشام میں تمہارے نبی ﷺ کا نواسہ ہوں اور تین دن سے پیاسا ہوں۔ آیا کوئی تم میں ایسا رحیم نہیں کہ ایک جرعہ آب سے مجھے سیراب کرے؟ حیف صد حیف اُن لعینوں نے میں اس کے جواب اس قدر تیر و نیزہ و شمشیر جسم مقدس پر لگائے کہ وہ امام مظلوم علیہ السلام زخموں سے چُور ہو کر خانہ زین سے زمین پر تشریف لائے اور غش کر گئے۔ اُس وقت شمر ولد الحرام آگے بڑھا اور سختی و بے رحمی سے قریب اُس امام مظلوم کے آیا اور زخم زخمی سینہ و پہلو کو ایسی تکلیف دی کہ حضرت نے چشم مبارک کھول دی اور حسرت و یاس کی نگاہ سے اُس بے حیا کی طرف دیکھا۔

قَالَ يَا هٰذَا اِنْ اَرَدْتَ قَتْلِي فَاَمْهِلْنِي حَتّٰى اُصَلِّيَ

اور فرمایا اے سنگدل اگر تجھے مجھ مظلوم کا قتل ہی منظور ہے تو مجھے اتنی مہلت دے کہ میں آخری نماز بجالاؤں وہ ستمگر علیحدہ ہو گیا اور حضرت رُو بقبلہ ہوئے اور نماز ادا کی۔ پس ابھی سجدۂ آخر سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ اُس بے حیا نے وہ ظلم کیا جس کے بیان تفصیلی کی طاقت نہیں۔ مومنین سمجھ جائیں کہ اُس سے وہ امر واقع ہوا جس کے وقوع سے آفتاب کو گہن لگ گیا اور صاعقہ نے تمام لشکر شقاوت اثر کو گھیر لیا اور تاریکی آفتاب سے دن کو ستارے نکل آئے اور بجلی ہر طرف چمکنے لگی اور آواز گریہ و بکا جنوں سلیمان کربلا کے ماتم میں آنے لگی اور پرندے ہوا میں مضطرب و بے قرار ہو کر اُڑنے اور رونے لگے اور جانورانِ وحشی نے چرنا چھوڑ دیا۔

وَ صَاحَ جِبْرَائِيْلُ فِي السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ قُتِلَ وَ اللّٰهِ

حُسَیْنُ بْنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ

اور جبرائیل امین علیہ السلام نے ہفت طبقات آسمان میں آواز دی آگاہ ہوا اہل آسمان قسم بخدائے عزوجل کہ حسین علیہ السلام فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الثقلین علیہ السلام شہید ہو گئے۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ط

مجلس نمبر 43

- آیت بیان کشت آخرت وکشت دنیا میں
- حدیث فضائل جناب امیرؑ میں۔
- اہلبیت علیہم السلام کشتی نوحؑ کے مثل ہیں۔
- روایت بشار معجزۂ جناب امام جعفر صادقؑ ہیں۔
- ذوالجناح کا رونا اور گویا ہونا۔

مجلس نمبر 43

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَۃِ نَزِدْلَہٗ فِیْ حَرْثِہٖ وَمَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِہٖ مِنْھَا وَمَا لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ نَّصِیْبٍ

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورہ شوریٰ میں ارشاد فرماتا ہے جو شخص کہ ارادہ کرتا ہے کشت آخرت کا یعنی باُمید ثواب آخرت اعمال نیک کرتا ہے تو ہم اُس کی کشت خیر کو زیادہ کرتے ہیں۔ ہم اُس کو ایک نیکی کے عوض میں دس سے لے کر سات سو تک بلکہ اس سے بھی زیادہ اجر دیں گے۔'' حاصل معنی یہ ہیں جو شخص دنیا میں نفع آخرت کی غرض سے کوئی نیک عمل کرتا ہے ہم اُس کی جزا میں بمراتب مضاعف ثواب عطا کریں گے اور جو شخص کہ کشت دنیا کو چاہتا ہے یعنی باُمید حصول دنیا کوئی کارِ خیر کرتا ہے تو ہم بقدر مقتضائے حکمت اپنی کچھ دنیا ہی سے اُس کو دے دیتے ہیں آخرت میں اُس کیلئے کوئی جزا نہیں ہے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ جو شخص آخرت کی نیت سے کوئی کارِ خیر کرتا ہے تو حق تعالیٰ اُس کی پریشانی ہائے دنیا کو بھی دُور کرتا ہے اور دل کو اُس کے بے نیاز و مستغنی کر دیتا ہے اور دنیا بھی اُس کی طرف رجوع کرتی ہے۔ جو شخص بہ نیت دنیا کوئی عمل نیک بجالاتا ہے تو حق تعالیٰ اُس کو مخمصہ ہائے دنیا میں مبتلا کرتا ہے اور دنیا اُس کو اسی قدر ملتی ہے جس قدر اُس کیلئے مقدر ہوتی ہے۔ حضرات یہاں پر جو اہل دنیا کے عمل خیر کو بہ لفظ عمل خیر تعبیر کیا ہے۔ یہ تعبیر کرنا اس نظر سے ہے کہ وہ عمل بصورت عمل خیر کے ہے ورنہ حقیقت میں جو عمل دنیا کیلئے ہو وہ عمل خیر نہیں ہے

اور یہ امر اصول وفروع کے ہر عمل خیر میں جاری ہے۔اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص خدا پر ایمان لائے اور رسول ﷺ کا منکر ہو اُس کے ایمان کو خیر کے ساتھ کیونکر تعبیر کریں گے۔ یا کوئی شخص رسول ﷺ کی تصدیق اور اُن کے ساتھ محبت کرے لیکن آپ کے ائمہ جانشین کا انکار اور اُن کے ساتھ کینہ رکھے تو کیونکر اُس کو مومن کہیں گے۔

حدیث فضائل جناب امیرؑ میں:۔

ابوالموید موفق بن احمد جو علمائے اہل سنت سے ہے اُس نے کتاب فضائل امیر المومنین علیہ السلام میں لکھا ہے:

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ زَعَمَ اَنَّهٗ اٰمَنَ بِیْ وَ مَا جِئْتُ وَ هُوَ يُبْغِضُ عَلِيًّا فَهُوَ كَاذِبٌ لَيْسَ بِمُؤْمِنٍ ○

عبداللہ بن مسعود نے بیان کیا کہ میں نے جناب رسول خدا ﷺ سے سُنا آپ فرماتے تھے جس شخص نے اس کا گمان وادعا کیا کہ مجھ پر اور جو چیز میں لایا ہوں اُس پر وہ ایمان لایا ہے اس کے باوجود وہ شخص علی بن ابی طالب علیہ السلام سے بغض وکینہ رکھتا ہو پس وہ شخص جھوٹا ہے ہرگز وہ ایمان نہیں لایا ہے۔ حضرات! اس حدیث سے فقط جناب امیر علیہ السلام کے مخالف کا عدم ایمان اور گمراہ ہونا ظاہر ہوتا ہے مگر اور احادیث سے تمام اہلبیت علیہم السلام کی اطاعت کا حکم اور اُن کے مخالف کا تباہ اور ہلاک ہونا ثابت ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَثَلُ اَهْلِبَيْتِيْ كَمَثَلِ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ علیہ السلام مَنْ رَكِبَهَا نَجٰی وَ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرَقَ

روایت بشارِ معجزۂ جناب امام جعفر صادق میں:۔

سید الانبیاء جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہمارے اہلبیت علیہم السلام پردہ دنیا پر مثل

کشتی جناب نوح علیہ السلام کے ہیں جس نے ان کی محبت واطاعت کی اُس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی یا ان کی نافرمانی کی وہ دریائے ضلالت میں غرق ہوا۔ حاجی محمد صالح بُرغانی اپنی کتاب مخزن البُکا میں لکھتے ہیں کہ بروایت کتاب منتخب بشار ابن عبداللہ کہتا ہے کہ جس زمانہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کوفہ میں تشریف رکھتے تھے میں ایک روز حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ رطب تناول فرماتے تھے مجھے بھی کھانے کو ارشاد کیا۔ میں نے عرض کی کہ میرے باپ ماں آپ پر فدا ہوں اس وقت میں اس طرح کا غم وغصہ کھا رہا ہوں کہ کسی کھانے کی طرف رغبت نہیں ہوتی۔ حضرت نے فرمایا تجھے میرے حق کی قسم اپنے رنج وملال سے مجھے آگاہ کر میں نے عرض کی اے مولا ابھی راہ میں دیکھا ہے کہ ایک عورت کو ایک ظالم مارتا ہوا قید خانہ کی طرف لئے جاتا ہے ہر چند وہ ضعیفہ فریاد کرتی ہے مگر کوئی نہیں سنتا آپ نے پوچھا کس جرم پر اُسے قید خانے میں لئے جاتے ہیں۔ میں نے کہا لوگوں کا بیان ہے کہ اثناء راہ میں پتھر کی ٹھوکر کھا کر وہ گرنے لگی ہنگام لغزش اُس کی زبان سے نکلا:

لَعَنَ اللّٰهُ ظَالِمِيكِ يَا فَاطِمَةَ الزَّهْرَآء علیہا السلام

''اے فاطمہ زہرا علیہا السلام تمہارے دشمنوں پر خدا کی لعنت ہو۔ پس وہ ظالم کہ ملازمانِ شاہی میں سے ہے اس کلمہ کو سُن کر برہم ہو گیا اور اُس کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ اُسے مارا بھی اور پکڑ کر لے بھی گیا۔ حضرت سنتے ہی بے تاب ہو گئے اور اس قدر روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی اس کے بعد مجھ سے فرمایا اے بشار میرے ساتھ مسجد سہلہ چل کر وہاں حق سبحانہ وتعالیٰ سے اس ضعیفہ کی نجات کیلئے دعا کروں اور ایک خادم کو ارشاد کیا کہ تو شاہی مکان کے دروازہ پر برابر حاضر رہنا جب تک خبر صحیح نہ ملے وہاں سے حرکت نہ کرنا اور خدانخواستہ اُس مومنہ پر کوئی حادثہ واقع ہو تو میں جس مقام پر جس حالت میں ہوں خبر کرنا۔ بشار کہتا ہے امام علیہ السلام نے مسجد سہلہ میں دو رکعت نماز پڑھی اور سجدہ میں جا کر کمال تضرع کے ساتھ دعا کی ایک ساعت کے بعد آپ نے سجدہ سے سر اُٹھا کر فرمایا اے بشار اب چل

کہ خدا کے فضل و کرم سے اُس ضعیفہ نے نجات پائی۔ اثناءِ راہ میں حضرت کا خادم ملا اور اُس نے بھی رہائی کی خبر دی۔ آپ نے پوچھا کونسے سبب اور کس ذریعہ سے خلاصی پائی۔ خادم نے بیان کیا میں سلطانی عمارت کے دروازہ پر حاضر تھا کہ ایک حاجب اندر سے باہر آیا اور اُس ضعیفہ کو بُلا کے پوچھنے لگا تو نے کیا کیا تھا جو اس بلا میں مبتلا ہوئی؟ اُس نے جواب دیا کہ ایک پتھر کی ٹھوکر کھا کر جو میں گرنے لگی میں نے کہا اے فاطمہ زہرا علیہا السلام تمہارے دشمنوں پر خدا لعنت کرے اتنی سی بات پر میرے ساتھ یہ سلوک کیا۔ یہ سُن کے حاجب نے دو سو درہم اُس مومنہ کے سامنے رکھ دیئے اور کہا سلطان کی خطا معاف کر اور اُسے مواخذہ سے بری کر۔ ضعیفہ نے وہ درہم نہ لئے اور اپنے گھر واپس چلی آئی۔ حضرت نے فرمایا اُس نے وہ درہم نہ لئے حالانکہ بہت محتاج تھی اور جیب مبارک سے ایک کیسہ نکالا جس میں سات مثقال طلا تھا اور اُس کے سوا اُس وقت آپ کے پاس کچھ موجود نہ تھا اور بشار سے فرمایا: اس مومنہ کو میرا اسلام پہنچانا اور یہ اطلاع دے دینا۔ بشار کہتا ہے جب میں نے اُس کو حضرت کا سلام پہنچایا وہ حیرت سے پوچھنے لگی:

بِاللّٰهِ عَلَيْكَ هَلْ اَقْرَ اَنِیْ مَوْلَایَ السَّلَامُ

اے بشار تجھے خدا کی قسم دیتی ہوں سچ کہنا کہ میرے آقا نے مجھ کو سلام کیا ہے۔ میں نے جواب دیا سچ کہتا ہوں کہ حضرت نے سلام فرمایا ہے۔ یہ سنتے ہی سجدہ میں گری اور سجدہ سے سر اُٹھا کر پھر پوچھا اے بشار میرے امام علیہ السلام نے سلام کہا ہے۔ میں نے کہا ہاں سلام کہا ہے۔ تین مرتبہ اُس نے پیہم یہی سوال کیا اور ہر دفعہ میرے جواب پر سجدہ شکر کرتی گئی جب میں نے وہ طلا دیا اور کہا کہ یہ تیرے آقا کا عطیہ ہے۔ بہت شاد و مسرور ہوئی او رمجھ سے کہنے لگی میرے آقا سے عرض کرنا کہ میری مغفرت کیلئے دعا فرمائیں میں دوبارہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام حقیقت بیان کی اُس پارسا کا خلوص اعتقاد سن کر پھر آپ نے رونا شروع کیا اور فرمایا:

غَفَرَ اللّٰہُ لَهَا

''حق سبحانہ وتعالیٰ اُس مومنہ کی خطاؤں سے درگذرے۔''

تمہید:۔

حضرات! امام جعفر صادق علیہ السلام اُس مومنہ کی مصیبت سن کر جس نے جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کے دشمنوں پر لعنت کی تھی کس قدر بے چین ہو گئے کہ بے اختیار رُو دیئے اور اُس کی رہائی کیلئے دعا کی۔ کس قدر وہ جناب بیتاب ہوں گے اور کس بے قراری سے روتے ہوں جب ذرّیت جناب فاطمہ علیہا السلام کی مصیبتوں کو یاد کرتے ہوں گے اور اپنے جد بزرگوار جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی زبانی اُن مصائب کو سنتے ہوں گے جو حضرت نے اور اہلبیت علیہم السلام نے کربلا سے شام تک اُٹھائے ہیں۔ اور کیونکر وہ جناب نہ روتے ان خاصانِ خدا پر وہ مصیبتیں گذری ہیں جن کے سُننے کی انسان کو تاب نہیں اور انسان کا قلب تو رقیق ہوتا ہے حیوان تک اس غم میں روئے ہیں۔ چنانچہ بروایت وسیلۃ النجاۃ وغیرہ روز عاشورا ذو الجناح پانچ مقاموں پر گویا ہوا اور شدّت سے رویا ہے۔

مقام اول بولنا ذوالجناح کا دِکھنا ہاتھوں کا:۔

مقام پہلا جب سقائے اہلبیت علیہم السلام دریا کے کنارے زخموں میں چُور ہو کر سر پر گرز ستم کھا کر گھوڑے سے زمین پر گرا اور آواز دی:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

''اے آقا آخری سلام پہنچے جلد خبر لیجئے غلام نے جان اپنی نثار کی۔ سُنتے ہی آپ نے گھوڑے کی باگ مقتل کی طرف پھیر دی۔

وَا اَخَاهُ وَ اَعبَّاسَاهُ

کہتے چلے مگر صدمہ سے آنکھوں میں عالم سیاہ تھا نہ معلوم ہوتا تھا کدھر جاتے

ہیں۔ ناگاہ ایک مقام پر ذوالجناح خود بخود کھڑا ہو گیا کبھی آسمان کی طرف سر اُٹھا کے کبھی زمین کو دیکھ کے خاک اُڑانے لگا۔ حضرت نے سمجھا کچھ کہنا چاہتا ہے۔ فرمایا بھائی عباس علیہ السلام کو میں نے لڑکپن سے پالا تھا اور تو میرے بچپن کا رفیق ہے وہ تو مجھے اس حال میں تنہا چھوڑ گئے تیرا کیا ارادہ ہے کیوں ٹھہر گیا؟ اُس نے عرض کی آپ پر فدا ہوں کیوں کر بڑھوں زمین پاؤں پکڑتی ہے' کس مُنہ سے کہوں کہہ نہیں سکتا آپ خود زمین کی طرف ملاحظہ فرمائیں:

فَلَمَّا نَظَرَ اِلَی الْاَرْضِ رَاٰی یَدَیْ اَخِیْهِ الْعَبَّاسِ
مَقْطُوْعَتَیْنِ وَ فِی التُّرَابِ مَوْضُوْعَتَیْنِ

آہ آہ حضرت نے جو دیکھا تو کیا دیکھا کہ دو ہاتھ کٹے ہوئے زمین پر خاک و خون میں تڑپ رہے ہیں۔ پہچان گئے کہ عباس علیہ السلام کے ہاتھ ہیں بہت شدت سے روئے بے ساختہ جھک کر اُٹھا لیا اور اس طرح سینہ سے لگا لیا جیسے کوئی مدت کے بچھڑے فرزند کو گلے سے لگاتا ہے۔ دوسرا مقام وہی گھوڑا اُسی وقت اُسی جگہ سے چند قدم آگے بڑھا تھا کہ پھر رُک گیا اور اُسی طرح رو رو کر خاک اُڑا کر عرض کی پھر پیچھے نظر فرمائیے۔ آپ نے دیکھا کچھ خون اور پانی خاک پر بہا ہوا ہے اور ایک طرف چھوٹی سی مشک منہ بند تیروں سے چھدی خالی پڑی ہے۔ حضرت اپنی بیٹی کی پیاس اور خیمہ میں چچا کا انتظار کرنا اور یہاں تقدیر کا ستم بھائی کا شہید ہونا خیال کر کے رو دیئے اور فرمایا:

اُفٍّ لَكِ یَا دُنْیَا

''اے دنیا تف ہے تجھ پر کہ میری اولاد کو پیاسا ہی قتل کیا۔'' تیسرا مقام بعدِ ظہر عباس علیہ السلام کی شہادت اور حضرت کی کمر ٹوٹنے کے بعد جب اٹھارہ برس کا جوان بیٹا آنکھوں کے سامنے مر چکا۔ بصارت چشم' قوت دل جا چکی اور چھ مہینے کے بچہ نے بھی گہوارے میں سونا تو کیا ماں کی گود خالی کر کے آغوش قبر میں سو چکا۔ اُس وقت خود مظلوم

کربلا مرنے پر آمادہ ہو کر رخصتِ آخر کو در خیمہ پر تشریف لائے اور پکارے:

يَا زَيْنَبُ وَ يَا أُمَّ كُلْثُومٍ وَيَا رُبَابُ عَلَيْكُنَّ مِنِّي السَّلَامُ

اے زینب ؑ وام کلثوم ؑ وائے سکینہ ؑ ورباب ؑ تم سب کو میرا آخری سلام پہنچے۔ سنتے ہی سب بیبیاں اور بچے روتے پیٹتے اپنی اپنی جگہ سے دوڑے کوئی قدموں سے لپٹا کسی نے باہیں گلے میں ڈال دیں کوئی زار زار روتا تھا غرض حضرت سب کو صبر کی تلقین فرما کر روتا چھوڑ کر سوار ہوئے۔ تھوڑی راہ چلے تھے کہ گھوڑے نے اپنا سر بلند کیا اور رُو رُو کر کہنے لگا میں خوب جانتا ہوں کہ اس سواری کے بعد پھر دنیا میں آپ کو سوار ہونا میسر نہ ہوگا لڑکپن سے آج تک میں حضرت کی خدمت میں حاضر رہا اور جو شفقت میرے حال پر مدنظر رہی بیان نہیں ہو سکتی۔ ایک آخری آرزو یہ ہے کہ روز قیامت جب آپ صحرائے محشر میں وارد ہوں تو اُس وقت بھی مجھی پر سوار ہوں مولا رُو دیئے اور فرمایا اے ذوالجناح خاطر و جمع رکھ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔

مقام چہارم امام کا فرات پر پہنچنا:-

مقام چہارم جب حضرت فرات کے کنارے پہنچے گھوڑے کی باگ چھوڑ دی اور فرمایا:
''اے گھوڑے تو نے میرے ساتھ بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھائیں تین دن سے تجھے پانی مُیسّر نہ ہوا اب سیراب ہولے جب تک تو نہ پئے گا میں بھی نہ پیوں گا۔''

فَلَمَّا سَمِعَ الْفَرَسُ كَلَامَ الْحُسَيْنِ شَالَ رَاسَهُ وَ بَكٰى وَلَمْ يَشْرَبْ ۝

سبحان اللہ کیا وفادار گھوڑا تھا منہ پانی سے پھیر لیا اور سر اُٹھا کر آسمان کی طرف نگاہ کی اور رونے لگا۔ ''پھر عرض کی یا بن رسول اللہ ﷺ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں پانی پی لوں حالانکہ خیمہ عصمت سے بچوں کے رونے کی آواز سنتا ہوں۔'' حضرات! مقام تامل اور جگہ

خاک اُڑانے کی ہے کہ حیوان تو یہ پاس حرمت آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرے اور وہ کلمہ گو کیسے تھے کہ خود پانی پیتے تھے اور آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیاسا شہید کرتے تھے۔ روایت سے ثابت ہے کہ وہ وفادار روتے روتے مرگیا اور بعض روایت میں ہے کہ جب جناب امام حسین علیہ السلام درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے تو گھوڑا اُن حضرت کا میدان میں دوڑتا پھرتا تھا۔ عمر سعد بولا اسے پکڑ لاؤ یہ گھوڑا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کا ہے جب وہ اشقیا اُس گھوڑے کے پکڑنے کو آئے۔

فَجَعَلَ یَشُمُّ رَائِحَتَہٗ وَ یُقَبِّلُہٗ بِفَمِہٖ

کبھی تو پیار سے اُن حضرت کی بو سونگھتا تھا اور کبھی بوسے لیتا تھا۔

وَ یُمَرِّغُ نَاصِیَتَہٗ عَلَیْہِ

اور اپنی پیشانی کف پا پر ملتا تھا۔

وَ ھُوَ مَعَ ذٰلِکَ یَصْھَلُ وَ یَبْکِیْ بُکَآءَ الثَّکْلٰی

اور اُس عورت کی طرح جو اپنے جوان بیٹے کی لاش پر روتی ہے نعرے مارتا تھا اور روتا تھا یہ حال دیکھ کے سب تعجب کرتے تھے پھر اپنی پیشانی سے خون رنگین کر کے فریادیوں کی مانند خیمۂ اہلبیت علیہم السلام کی طرف چلا تا کہ دختران جناب فاطمہ علیہا السلام کو خبر کرے اور ہنہناتا تھا۔ راوی کہتا ہے جب آواز ذوالجناح کی جناب زینب علیہا السلام خاتون نے سنی تو جناب سکینہ علیہا السلام سے فرمایا:

ھٰذَا فَرَسُ اَخِیْ حُسَیْنٍ لَعَلَّ مَعَہٗ شَیْئًا مِّنَ الْمَآءِ

"اے سکینہ یہ گھوڑا تو میرے بھائی حسین علیہ السلام کا ہے در پر بولتا ہے شاید تیرے باپ آئے ہیں۔ یقین ہے کہ تیرے لئے پانی لائے ہوں گے۔ جناب سکینہ علیہا السلام یہ بشارت سُن کے خوشی خوشی درخیمہ پر آئیں کہ اپنے بابا کی زیارت کریں۔

فَلَمَّا نَظَرَتْھَا فَاِذَا ھِیَ عَارِیَۃٌ مِّنْ رَّاکِبِھَا وَ السَّرْجُ خَالٍ

مِنْہُ٥

آہ آہ دیکھا کہ گھوڑے کی پیشانی خون سے بھری ہے پیٹھ خالی باگیں کٹی کھڑا ہوا ہے دیکھتے ہی سکینہ علیہا السلام کا عجب حال ہوا۔ مقنعہ سر سے پھینک دیا اور بہ وردو کے بہ آواز بلند کہا:

یَا عَمَّتِیْ قُتِلَ وَاللّٰہِ اَبِیْ

"اے پھوپھی واللہ بابا شہید ہو گئے۔" ایک روایت میں ہے کہ جناب سکینہ علیہا السلام نے پوچھا:

اَسُقِیَ اَبِیْ اَمْ قُتِلَ عَطْشَانًا

"کیوں گھوڑے تو مرتے دم تک بابا کے پاس رہا یہ تو بتلا کسی نے پانی بھی اُس جناب کو دیا کہ پیاسے ہی دنیا سے چلے گئے۔" وہ رُو رُو کر بزبان حال کہنے لگا:

قَدْ قُتِلَ عَطْشَانًا

خدا غارت کرے اُس قوم کو جس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو پیاسا ذبح کیا۔ اے سکینہ علیہا السلام اُس جناب کو تا دم مرگ ایک قطرہ آب میسر نہ ہوا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ٥

مجلس نمبر 44

آیت والدین کے ساتھ احسان کرنے میں۔

حکایت اُس جوان کی جو اپنی ماں کا احترام کرتا تھا۔

حکایت تین لڑکوں اور تین بھائیوں کی۔

زینب مومنہ کا پانی پلانا۔

مجلس نمبر 44

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًاo

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد فرماتا ہےاور حکم کیا پروردگار نے تم کواور کل مکلفین کواس کا کہ تم اور تمہاری اُمت عبادات نہ کریں کسی کی مگر اُسی پروردگار برحق کی اور امر کیا اس کا کہ اپنے والدین کے ساتھ احسان و نیکی کرو۔'' مزاحم بن داؤد کہتا ہے کہ میرا ایک بھائی نہایت صالح و نیکوکار تھا کہ اپنی ماں کا بہت احترام کرتا تھا اور عبادت خدا میں بھی تا امکان کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتا تھا۔ جب اُس نے انتقال کیا تو مدت کے بعد اُسے میں نے خواب میں دیکھا۔ پوچھا اے بھائی ایک زمانہ ہوا کہ تمہارے حال کی مجھے کچھ خبر نہیں کہاں رہتے ہو کس طرح ہو اُس نے جواب دیا:

فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ وَّ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ وَّ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ وَّ مَآءٍ مَّسْکُوْبٍ

''ایسے مقام پر فضا میں ہوں کہ جہاں بیر کے درخت بے خار و پُر ثمر ہیں اور کیلے کے درخت سر سے پاؤں تک لدے ہوئے ہیں اور وہاں ہمیشہ سایہ رہتا ہے اور پانی جاری ہے یعنی بہشت عنبر سرشت میں ہوں۔''

حکایت تین لڑکوں اور تین بھائیوں کی:-

مومنین! اس شخص نے اپنی ماں کا احترام کرنے سے یہ مرتبہ پایا ایک روایت اور یاد آئی کہ اُس میں ایک لڑکے نے اپنے پدر مردہ کے ساتھ احسان کیا جس کی وجہ سے علاوہ مدارج آخرت کے دنیا میں بھی غنی اور مال دار ہو گیا صاحب جواہر الاخبار ابوحمزہ ثمالی سے روایت کرتے ہیں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

كَانَ فِيْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ رَجُلٌ عَاقِلٌ كَثِيْرُ الْمَالِ وَكَانَ لَهٗ اِبْنٌ يُشْبِهُهٗ فِي الشَّمَآئِلِ مِنْ زَوْجَةٍ عَفِيْفَةٍ وَ كَانَ لَهٗ اِبْنَانِ مِنْ زَوْجَةٍ غَيْرِ عَفِيْفَةٍ

یعنی بنی اسرائیل میں ایک شخص عقیل اور متمول تھا اُس کے مشابہ ایک لڑکا اُس کے زن عفیفہ سے تھا اور دوسری عورت سے دو بیٹے اور بھی تھے مرتے وقت اُس تونگر نے یہ وصیت کی کہ میرا سب مال تم تینوں بیٹوں میں سے ایک شخص کا ہے۔ اُس کی وفات کے بعد ہر ایک یہی ادعا کرتا تھا کہ وہ ایک فرزند جو باپ کے بالکل مال کا مالک ہو وہ میں ہی ہوں آخر کاران تینوں نے اپنا قصہ قاضی شہر کے سامنے پیش کیا۔ قاضی نے کہا تمہارا قصہ کا فیصلہ میں نہیں کر سکتا بہتر ہے کہ تم تینوں بھائی بنی غنام کی قوم میں جا کے اپنا معاملہ پیش کرو۔ المختصر وہ تینوں بھائی بنی غنام کی قوم میں ایک مرد پیر کے پاس پہنچے اور اپنا معاملہ پیش کیا۔ اُس نے کہا میں اس مقدمہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا میرے فلاں بھائی کے پاس جو مجھ سے بڑا ہے جا کر اپنا قصہ بیان کرو جب اُس کے پاس پہنچے دیکھا کہ ایک شخص متوسط العمر ہے۔ اُس سے اپنی حکایت بیان کی اُس نے کہا میں بھی اس مسئلہ کو حل نہیں کر سکتا۔ میرے بڑے بھائی کے پاس جاؤ کہ وہ نہایت زیرک و عاقل ہے۔ جب یہ وہاں پہنچے دیکھا کہ ایک مرد جوان اپنے فرش پر بیٹھا ہے تینوں بھائیوں نے اُس شخص سے کہا اے مرد اپنے قصے سے پہلے ہم تجھ سے یہ پوچھتے ہیں کیا سبب ہے کہ تیرا بھائی جو سب میں چھوٹا ہے اُس کو ہم نے بوڑھا پایا تمہارے

منجھلے بھائی کو اُس سے جوان دیکھا اور تم کو اُس سے بھی زیادہ جوان دیکھتے ہیں حالانکہ تم سب میں بڑے ہو؟ اُس نے جواب دیا میرے چھوٹے بھائی کے جلد ضعیف ہو جانے کی یہ وجہ ہے کہ اُس کی زوجہ نہایت بد خلق و بد مزاج ہے برابر رنج دیا کرتی ہے اور میرے منجھلے بھائی کی زوجہ کبھی شوہر کو رنج دیتی اور کبھی راحت پہنچاتی ہے اس لئے وہ متوسط العمر معلوم ہوتا ہے اور حق تعالیٰ نے مجھے صالحہ و خوش خلق و تابعدار بیوی عنایت کی ہے کہ میری زندگی اُس کے سبب سے نہایت راحت و آرام میں گذرتی ہے اس وجہ سے میں جوان معلوم ہوتا ہوں۔ بعض ثقاتؒ سے حقیر نے سُنا ہے کہ اس شخص نے اپنے قول کی تصدیق کے واسطے اپنی زوجہ کو پکار کر کہا کوٹھے پر تربوز رکھے ہیں اُن میں سے ایک لے آ کہ اپنے مہمانوں کو کھلاؤں گا۔ جب وہ زن صالحہ تربوز لے آئی تو ان لوگوں نے دیکھا کہ وہ حاملہ قریب الوضع ہے۔ اُس کے شوہر نے کہا یہ نہیں دوسرا اُٹھا لا وہ عورت اُسے لے گئی اور پھر ایک تربوز لے آئی تیسری مرتبہ بھی مرد نے کہا یہ نہیں دوسرا اُٹھا کر لا۔ اسی طرح چند دفعہ اُس کے شوہر نے اُسے کوٹھے پر بھیجا اور ہر بار وہ پارسا عورت ایک ہی شکل کا تربوز لے آئی اور چند مرتبہ کی آمد و رفت سے خستہ ہو گئی۔ آخر کار وہ شخص ان تینوں کو چھت پر لے گیا۔ ان لوگوں نے جو دیکھا تو وہی ایک تربوز تھا جسے بار بار یہ عورت لے جاتی تھی۔ اُس وقت ان لوگوں سے کہا آپ نے اس کی اطاعت کا حال دیکھا کہ میری شرمندگی کے خیال سے آپ لوگوں کے سامنے اُس نے یہ نہ کہا کہ وہاں ایک ہی تربوز ہے۔ یہ لوگ یہ کیفیت دیکھ کر بہت متعجب ہوئے۔ اُس کے بعد اپنا قصہ پیش کیا اُس نے کہا تم لوگ پہلے جا کر اپنے باپ کی قبر کو کھودو اور اُس کی ہڈیاں جلا کر میرے پاس لے آؤ اُس وقت میں تمہارے مقدمہ کا فیصلہ کروں گا۔ الغرض دو بھائیوں نے تو ہاتھوں میں کدال اُٹھالی اور چھوٹے نے اپنے باپ کی تلوار کاندھے پر رکھ لی اور قبر پر آئے۔

فَلَمَّا اَنْ هَمَّا بِذٰلِكَ قَالَ لَهُمَا الصَّغِيْرُ لَا تَنْبُشَا قَبْرَ

اَبِیْ وَ اَنَا اَدَعُ لَکُمَا حِصَّتِیْ ○

جب ان دو بھائیوں نے چاہا قبر کھودیں اُس وقت چھوٹے لڑکے نے کہا ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں اپنے باپ کی قبر کھودنے دوں میں اپنے دعوے سے بَری ہوتا ہوں۔ یہ سُن کر وہ دونوں قبر کھودنے سے باز رہے اور تینوں بھائی اُس مرد کے پاس واپس آ گئے اور حقیقت بیان کی اُس نے کہا تمام مال میرے پاس لے آؤ۔ جس کا حق ہوگا اُس کو میں دے دوں گا جب وہ مال لے آئے۔

قَالَ لِلصَّغِیْرِ خُذِ الْمَالَ فَلَوْ کَانَا اِبْنَیْهِ لَدَخَلَهُمَا مِنَ الرِّقَّةِ کَمَا دَخَلَ عَلَی الصَّغِیْرِ

اُس مردِ عقیل نے چھوٹے لڑکے جو زن عفیفہ سے تھا کو حکم دیا یہ سب مال تیرا ہے لے جا اگر یہ دونوں بھی اُس کے فرزند ہوتے تو ان کے دل میں بھی محبت فرزندی پیدا ہوتی جس طرح تیرے دل میں پیدا ہوئی۔

تمہید:۔

حضرات! فی الواقع رنج و مصیبت ایسی ہی چیز ہے کہ انسان کو ضعیف اور جوان کو بوڑھا کر دیتی ہے جس قدر جیسی مصیبت انسان پر پڑتی ہے ویسے ہی جلد آدمی ضعیف اور متغیر الاحوال ہو جاتا ہے۔ اب خیال کیجئے امام حسین علیہ السلام کے رنج و مصیبت کو کہ حضرت نے ایک دن میں اس قدر رنج سہے اتنے مصائب اُٹھائے کہ آپ کے جسم اقدس میں چہرۂ منور میں تغیر ہو گیا۔ پشت خمیدہ ہو گئی' آنکھوں کی بصارت میں فرق آ گیا محاسن مبارک سفید ہو گئی۔ یہ حال ہو گیا کہ جن لوگوں نے تھوڑا قبل آپ کو دیکھا تھا دفعتہً ضعیف و پیر ہو جانے کے سبب سے وہ بھی آپ کو پہچان نہ سکے۔

پانی لانا مومنہ زینب نام کا:-

چنانچہ بعض مراثی کشمیریہ میں منقول ہے محرم کی آٹھویں تاریخ کو ایک قافلہ کربلا میں وارد ہوا اور کئی دن مقیم رہا۔ رہزنوں کو کسی نے بیان کیا آج اس صحرا میں ایک کثیر قوم نے چند آدمیوں کو گوسفند قربانی کی طرح ذبح کر کے لاشوں کو اُسی طرح خاک وخون میں غلطان زمین پر چھوڑ دیا ہے اور ایک سوار سراپا زخموں سے چور نرغہ اعداء میں گھرا پیاس کی شدت سے سوکھی زبان ہونٹوں پر پھیر کر ایک ایک سے استغاثہ کرتا ہے اور پانی مانگتا ہے۔ مگر لاکھوں آدمیوں میں کوئی ایسا نہیں جو اُس پر رحم کھا کر ایک بوند پانی کی دے بلکہ اور اُس پر تیر بارانی کرتے ہیں تلواروں کے نیزوں کے زخم پر زخم لگاتے ہیں۔ اتفاقاً ایک زن دیندار زینب نامی یثرب کی رہنے والی لڑکپن میں دختران علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام کے ساتھ کھیلی ہوئی چند سال سے ظلم یزید میں گرفتار تھی۔ اُنہیں دنوں کسی طرح رہا ہو کر اُسی قافلہ کے ساتھ اپنے وطن کو جاتی تھی۔ حضرات! اُس مومنہ کے دل میں تو یہ اشتیاق تھا کہ اب مدینہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچ کر جناب زینب علیہا السلام و اُمّ کلثوم علیہا السلام کی قدم بوس ہوں گی۔ امام حسین علیہ السلام کی خاک پا آنکھوں سے لگاؤں گی۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرقد اطہر اور ہم شکل پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور کی زیارت کروں گی یہ نہ جانتی تھی کہ روضۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ویران ہو گیا اور ہمشکل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت خاک میں مل گئی۔ وہ تو قید سے چھوٹ کر جاتی ہے آقازادیوں کی قید کا سامان ہے۔ غرض ایک جام پانی سے بھر کر خدمتِ مظلوم علیہ السلام کربلا میں لے چلی۔ اُس وقت پہنچی کہ جب وہ جناب مرنے کے ارادہ سے اہل حرم علیہم السلام سے آخری رخصت لے کر خیمہ سے باہر تشریف لائے۔ کیا دیکھتی ہے کہ جب حضرت مقتل کی طرف قدم بڑھاتے ہیں تو بیبیاں پاؤں سے لپٹ کر فریاد کرتی ہیں۔ بچے مچل کر دامن تھام لیتے ہیں مگر آپ سب کو صبر کی تلقین فرما کر تسکین دیتے ہیں اور کچھ اپنی صاحبزادی سکینہ علیہا السلام کے حق میں اہلبیت علیہم السلام سے سعی کرتے ہیں۔ حضرات! یہ سفارش کرنی آپ کی ظاہرا محض کثرت محبت کی وجہ سے معلوم

ہوتی ہے ورنہ یہ تو آپ خوب جانتے تھے کہ میرے بعد سب اہلبیت علیہم السلام خود مصیبت میں گرفتار ہوں گے ظلم اعداسے کیا بس چلے گا جو کوئی کسی کو بچائے گا۔ بہر کیف وہ مومنہ کہنے لگی پانی حاضر ہے نوش کیجئے حضرت نے عجب کلمہ فرمایا میں تو دنیا میں ایک ساعت کا مہمان ہوں سیراب ہوا تو کیا پیاسا رہا تو کیا کسی طرح کٹ جائے گی یہ پانی تو خیمہ میں لے جا کر میری بہن کو پلا دے کہ اُس کو ابھی مدت تک قید میں جی بھر کے آب وطعام میسر نہ ہوگا۔ اُس نے عرض کی یہ محض آپ ہی کے واسطے ہے آپ پئیں اُس کے بعد دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ مجھے مدینہ میں پہنچائے اور جن لوگوں کے زیارت کی تمنا رکھتی ہوں اُن سے جلد مشرف کرے کہ برسوں سے آوارہ وطن ہوں۔ آپ نے سرد آہ کھینچی اور فرمایا مجھے بھی کئی مہینے غریب الوطنی میں اس طرح گذرے ہیں کہ کوئی پرسان حال نہیں لوگ سوئے ظلم کرنے کے رحم کو ہم پر حرام جانتے ہیں۔ تو کون ہے جو اس عالم بے کسی میں میرے لئے پانی لائی ہے اور مدینہ میں تو کس کی مشتاق ہے؟ وہ بولی میں یثرب میں محلہ بنی ہاشم کی رہنے والی ہوں۔

وَ كُنْتُ فِي صِغَرِ سِنِّي أَلْعَبُ مَعَ سَيِّدَتِي زَيْنَبَ بِنْتِ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ قَدْ قَتَلَنِي فِرَاقُهَا

اور لڑکپن میں جناب زینب علیہا السلام کے ساتھ کھیلی ہوں اور جو اُس شہزادی کا نام ہے میرا بھی وہ ہی نام ہے۔ کئی سال سے جو اُن کے قدم کی زیارت نہیں ہوئی دل نہایت بے چین اور مشتاق ہے اور اپنے آقا امام حسین علیہ السلام کی جُدائی سے بہت دل تنگ ہوں۔ مگر اس وقت حیرت ہی ہے کہ آپ کو اپنے آقا سے بہت مشابہ پاتی ہوں بس اتنا فرق ہے کہ وہ جناب ابھی تک خدا کے فضل سے جوان ہیں اور محاسن مبارک سیاہ ہے۔

وَ أَنْتَ شَيْخٌ أَبْيَضُ لِحْيَةً وَ أَضْعَفُ جُثَّةً وَ أَصْفَرُ لَوْنًا وَ مَنْطِقُكَ فَكَأَنَّهُ مَنْطِقُ الْحُسَيْنِ علیہ السلام سَيِّدِي وَ إِمَامِي

اور آپ کبیر السن، خمیدہ پشت، زعفرانی رنگ، سفید ریش ہیں لیکن لب ولہجہ میں تو

کچھ فرق نہیں ہے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ میرے آقا باتیں کرتے ہیں۔

فَلَمَّا سَمِعَ الْحُسَيْنُ ذٰلِكَ بَكٰى بُكَآءً شَدِيْدًا وَ نَادٰى

يَا اُخْتِيْ زَيْنَبُ خُذِيْ هٰذَا الْمَآءَ

حضرت کو سنتے ہی تاب ضبط نہ رہی بے اختیار رونے لگے اور جناب زینب علیہا السلام

کو آواز دی اے بہن لو پانی موجود ہے وہ جناب سن کر در خیمہ پر تشریف لائیں اور کہنے لگیں

کس طرح یہ پانی ہاتھ آیا۔ آپ نے بھی اس میں سے کچھ نوش کیا یا نہیں۔ حضرت نے فرمایا

کیوں کر مجھے وہ پانی گوارا ہو جس کے واسطے عباس علیہ السلام سا قوت بازو اپنے شانے کٹائے

اکبر علیہ السلام و اصغر علیہ السلام سے فرزند نیزہ و تیر کھائیں۔ وہ مومنہ تو پہلے ہی سے کچھ متحیر تھی۔ بہن

کی باتیں سن کر صورت دیکھ کر دل میں اور زیادہ کھٹکا ہوا۔ چہرے کا رنگ فق ہو گیا آنکھوں

سے دریائے اشک جاری ہوا۔ جناب زینب علیہا السلام کی نگاہ جو اس عورت پر پڑی دیکھا کہ

ہاتھ میں پانی کا کوزہ لئے زار زار روتی ہے۔ پوچھنے لگیں اے کنیز خدا تو کون ہے گھر کہاں

ہے کیوں روتی ہے؟ اس نے عرض کی مکان تو میرا مدینہ میں ہے اور اس وقت اپنے رونے

کا سبب کیا بیان کروں پہلے تو یہ ارشاد ہو آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ جناب امام حسین

علیہ السلام کو اب تحمل باقی نہ رہا بے اختیار ہو کے رونے لگے اور فرمایا ہاں اے مومنہ ان دنوں

زمانہ ہم سے اسی طرح پھر گیا ہے کہ اپنے دوست بھی نہیں پہچانتے۔ کثرت غم سے جو میری

ریش سفید اور پشت خمیدہ ہو گئی اس سبب سے تو نے بھی نہ پہچانا۔

جان نبیؐ ہوں فاطمہؑ کے دل کا چین ہوں

زینبؑ یہی بہن ہے مری میں حسینؑ ہوں

اپنے تغیر صورت کی کیا وجہ بیان کروں عباس علیہ السلام کے غم نے کمر اور اکبر علیہ السلام

کے صدمہ نے دل توڑ دیا جس کا ایک عزیز مرتا ہے ایسا ضعیف ہو جاتا ہے کہ تمام عمر دل کو

قوت نہیں ہوتی۔ میری ضعیفی و ناتوانی کو کیا پوچھتی ہے صبح سے اس وقت تک اصحاب و انصار، بھائی، بھتیجے، بھانجے، بیٹے ان سب کے داغ پر داغ سہے لاشے پر لاشہ اُٹھایا۔ حضرت کے اس بیان پر اُدھر وہ مومنہ خاک پر پچھاڑیں کھا کر لوٹنے لگی اِدھر جناب زینب علیہا السلام اور سب بیبیاں سر و سینہ پیٹ کر نالہ و فریاد کرنے لگیں۔ غرض ایسا ہنگامۂ گریہ و بکا برپا ہوا گویا قیامت آشکار ہوئی۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ٥

مجلس نمبر45

- آیت صابروں کے ثواب پانے میں۔
- تعزیہ داری کے جواز میں دلائل۔
- حدیث فضیلت مجلس اور اشعار مصائب۔
- چند مرتبہ پانی کا ملنا اور امامؑ کا نہ پینا۔

مجلس نمبر 45

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ بَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ ۞ اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُصِیْبَۃٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۞ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِنْ رَّبِّھِمْ وَ رَحْمَۃٌ وقف وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ ۞

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۃ البقرہ میں ارشاد فرماتا ہے اے محمد ﷺ اُن صابروں کو جووقت مصیبت

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا عَلَیْہِ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

کہتے ہیں وہ ہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں اور اُن پر خدا کی طرف سے درود اور رحمت ہے۔'' کتاب روائح القرآن میں ثعلبی سے منقول ہے یہ آیہ کثیر البدلیہ شان فیض نشان رئیس الصابرین جناب امیر المومنین علیہ السلام میں آیا ہے کہ اُن حضرت نے جنگ اُحد میں شہادتِ جناب حمزہ علیہ السلام کے بعد یہ کلمہ زبان پر جاری کیا تھا۔ مومنین! اس آیہ کے موافق خاصانِ خدا اپنی مصیبتوں میں عمل کرتے رہے۔ چنانچہ روز عاشورا جناب مظلوم کربلا علیہ السلام نے بارہا وقت مصائب یہ کلمۂ زبان پر جاری کیا۔ اللہ اکبر ایسا کون صابر ہوگا جس نے ایسی مصیبتیں اُٹھائیں اور صبر کیا یہ وہ مصیبتیں ہیں جنہیں یاد کر کے آج تک ہم روتے ہیں اور جس قدر روئیں بجا ہے۔ حدیث میں وارد ہے:

کُلُّ الْجَزْعِ وَ الْبُکَآءِ مَکْرُوْہٌ سِوَی الْجَزْعِ وَ الْبُکَآءِ

عَلَى الْحُسَيْنِ علیہ السلام

"یعنی جو رونا کہ بے قراری سے ہو وہ مکروہ ہے مگر امام حسین علیہ السلام کی مصیبتوں پر جس قدر، جس طرح، جس وقت، جس حال میں روئے باعث اجر و ثواب ہے۔"

دلائل جواز تعزیہ داری میں:۔

بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ جناب سیّد الشہداء علیہ السلام کے غم میں بھی بہ آواز بلند نہ رونا چاہیے اس کا جواب قرآن سے ہو سکتا ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ

معنی یہ ہیں "کہ کسی برائی کو بہ آواز بلند ظاہر کرنا خدا کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے مگر مظلوم کو اجازت ہے۔" اب مقام غور ہے ہم سے زیادہ کون مظلوم ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسا اور ہمارا امام علیہ السلام ہمارے واسطے کیسے کیسے ظلم و ستم اُٹھا کر شہید ہوا اگر ہم بے خود ہو کے چلا کے نہ روئیں تو کون روئے گا؟ ہمارا اس طرح رونا اور اپنے آقا کی مصیبت کا اظہار و بیان کرنا سب جائز ہے۔ بعض صاحبوں کا قول ہے امام حسین علیہ السلام کا حال اور اُن کی عترت کے مصائب بیان کرنے میں ایک قسم کی توہین ہے۔ کیا وہ لوگ نہیں جانتے کہ خاصانِ خدا سے جس نے جس قدر زیادہ مصیبت اُٹھائی اُسی قدر تقرب خدا زیادہ ہوا۔ اُن کی سختیوں کا بیان کرنا گویا اُن کے درجات عالیہ کا اظہار کرنا ہے۔ اس کے علاوہ قرآن میں جناب مریم علیہا السلام اور زلیخا علیہا السلام کا قصہ موجود ہے کیا وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زادی اور یہ ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ تھیں۔ اگر کوئی اہانت ہوتی تو حق تعالیٰ کیوں بیان فرماتا۔ غم امام حسین علیہ السلام وہ ماتم ہے کہ اس میں زمین و آسمان، جنّات و ملائکہ روئے ہیں۔ ان دنوں بھی کفار تک سامان تعزیت برپا کرتے ہیں اور روتے ہیں اور یہ کیسے مسلمان ہیں کہ نہ خود روتے ہیں نہ کسی کے رونے کو جائز سمجھتے ہیں۔ پہلے تو فوج یزید میں ایسے لوگ تھے کہ حضرت پر اور اُن کی اولاد پر ظلم کرتے تھے اور رونے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ آج بھی اہلِ اسلام

میں ایسے لوگ ہیں کہ ہم پر جو مصیبت پڑی ہمارا آقا شہید ہو گیا اور اس غم میں ہم کو رونے سے منع کرتے ہیں۔ اگر خیال کیجئے تو اس زمانہ تک مظلوم کربلا علیہ السلام کو مصیبت میں مبتلا ہیں یہ کیا کم مصیبت ہے کہ اُنہیں کے نانا کی اُمت اُن پر لوگوں کو رونے نہیں دیتی کیا غضب ہے کفار و مشرکین تو روئیں اور اہل اسلام کو رونے سے منع کریں۔ اگر کوئی کہے کہ ایام محرم میں تعزیہ رکھنا' لباس سیاہ پہننا یا ایک جگہ مخصوص مجلس کیلئے مثل امام باڑہ وغیرہ کے قرار دینا ان سب کے منانے کا جواز کہاں سے نکلا؟ اس کے جواب کتب کلامیہ میں فریقین نے یہ تفصیل لکھے ہیں مختصر یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے:

وَ مَنْ تَبَاکَی وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّةُ

جو شخص کہ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماتم میں اپنے کو بہ تکلّف آمادہ گریہ کرے اُس پر بھی بہشت واجب ہے۔ پس جو سامان بقصد گریہ کیا جائے گا وہ اس حدیث کے مضمون میں داخل ہوگا مثل اس کے کہ اگر کسی کو رونا نہ آئے اور وہ رونے والوں کی صورت بنائے یا اہل ماتم کی طرح سیاہ کپڑے جسے شال عزا کہتے ہیں پہنے۔ پس چونکہ ہر امر کیلئے علامات اور نشانیاں ہوتی ہیں کہ وہ امر اُن علامات کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے جیسے صفا و مروہ شعائر حج سے ہیں اور خانہ کعبہ اور مساجد جو دوسرے شہروں میں ہیں فقط عبادت خدا کیلئے مخصوص ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی کسی اور کام سے بھی مسجد میں جائے تو لوگ یہی سمجھیں گے کہ نماز پڑھنے گیا ہے اسی طرح امام باڑہ محض مجالس کیلئے معین ہے اور تعزیہ فقط روضۂ امام حسین علیہ السلام کی نقل ہے۔ ظاہر ہے کہ منقول اپنے منقول عنہ پر دلالت کرتا ہے تو غرض اس سے کثرت گریہ ہوگی۔ یعنی مومنین اپنے کو روضہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب سمجھیں اور خیال کریں یہ وہی روضہ ہے کہ مدت ہائے دراز کے بعد سلاطین زمانہ نے بنوایا اور یہ اُسی مظلوم کا روضہ ہے جسے کئی دن تک قبر بھی میسر نہ ہوئی۔ جس کا کوئی دفن کرنے والا نہ تھا آخر قبیلہ بنی اسد کی عورتیں رحم کھا کے تجہیز و تکفین پر آمادہ ہوئیں۔ چنانچہ جناب صاحب الامر

علیہ السلام زیارت ناحیہ میں اُسی طرف اشارہ فرماتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنْ تَوَلّٰی دَفْنَهُ اَهْلُ الْقُرٰی

"یعنی اُس شہید بے کس پر میرا اسلام ہو جسے اہل قریہ نے دفن کیا۔" حضرات! کون دفن کرتا بھائیوں میں، بھتیجوں میں، بھانجوں میں، بیٹوں میں کوئی باقی نہ تھا سب کے سب گلے کٹائے، لہو میں نہائے صحرا میں حضرت کے ساتھ ریگ گرم پر پڑے تھے۔ ایک فرزند علیل جو بچا تھا وہ بھی بیماری کی شدت میں قید ہو کر ماں پھوپھیوں کو ساتھ لئے شہر شام کی طرف جا چکا تھا۔ بہر کیف جب مومنین یہ خیال کریں گے ضرور زیادہ روئیں گے۔ اور تعزیہ کے بارے میں ہے میں نے خود مکہ معظمہ میں دیکھا ہے ایک محمل جسے عوام محمل عائشہ کہتے ہیں بڑے ساز و سامان سے شہر میں لاتے ہیں۔ لشکر شاہی جلوس سلطانی ساتھ ساتھ ہوتا ہے اور ہر سال اُس میں خانہ کعبہ کی پوشش آتی ہے۔ پس اگر تعزیہ کو ان معنوں میں بدعت کہتے ہیں کہ زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ائمہ علیہم السلام میں نہ تھا تو اس طرح محمل کا مکہ میں آنا معصومین علیہم السلام میں کب جاری تھا اور بعض ناواقف یہ کہتے ہیں کہ مجلس کے بعد زیارت کیوں پڑھتے ہیں؟ وہ لوگ یہ نہیں جانتے جہاں مظلوم علیہ السلام کربلا کی مجلس عزا ہوتی ہے وہاں ارواح طیبہ کا ورود ہوتا ہے مجلس کے بعد زیارت پڑھنا گویا اُن پر سلام کر کے رخصت ہونا ہے اور ان حضرات کا مجلسوں میں شریک ہونا احادیث سے ثابت ہے۔

حدیث فضیلت مجلس میں:-

لکھا ہے خود مظلوم کربلا علیہ السلام مع سائر شہداء علیہم السلام جس کو روتا دیکھتے ہیں اُس کے حق میں دُعائے خیر کرتے ہیں۔

رُوِیَ اَنَّ فَاطِمَةَ الزَّهْرَآءَ تَجِیْءُ فِیْ مَجْلِسٍ یُذْكَرُ فِیْهَا مَصَائِبُ الْحُسَیْنِ علیہ السلام ۝

اور روایت میں آتا ہے جس جگہ جناب سید الشہداء علیہ السلام کی مجلس عزا برپا ہوتی

ہے وہاں جناب سیدہ علیہا السلام تشریف لاتی ہیں۔

وَمَعَهَا خُدَيْجَةُ وَ مَرْيَمُ وَ اٰسِيَةُ

''اور آپ کے ساتھ خدیجہ علیہا السلام و مریم علیہا السلام و آسیہ علیہا السلام بھی ہوتی ہیں۔'' اور ہاتھ میں اُن معصومہ کے ایک رومال ہوتا ہے کہ اُس رومال سے رونے والوں کے آنسو پونچھ کے بکمال شفقت فرماتی ہیں:

طُوْبٰى لَكُمْ يَا اَحِبَّائِىْ تَعُزُّوْنَ وَ تَبْكُوْنَ عَلٰى وَلَدِىَ الْغَرِيْبِ الَّذِىْ لَيْسَ لَهٗ اَبَوَاهُ فِى الدُّنْيَا وَ اَنَا اَشْرِكُ مَعَكُمْ فِى الْعَزَآءِ وَ اَشْفَعُكُمْ فِى الْقِيَامَةِ۝

''اے دوستو خوشا حال تمہارا کہ تم میرے ایسے فرزند غریب پر روتے ہو جس کا رونے والا سوائے تمہارے دنیا میں نہ ماں ہے نہ باپ ہے۔ آج میں تمہارے اس رونے میں شریک ہوں اور کل قیامت میں خدا سے تمہاری شفاعت کروں گی۔'' بہر حال چاہے کوئی منع کرے چاہے کوئی ناخوش ہو مگر ہم انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک روتے رہیں گے اور کیونکر رونا ترک کریں کہ ہمارے واسطے حضرت نے یہ مصیبتیں اختیار کیں سفر کیا' وطن چھوڑا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر خدا کے گھر میں رہنے نہ پائے۔ آخر مجبور ہو کے شہروں سے دُور ایک جنگل میں جو چاہا عمر بسر کریں وہاں بھی اشقیاء ظلم سے باز نہ آئے۔ روز بروز ظلم و ستم زیادہ کرتے رہے مُحرم کی چھٹی سے ہر طرف کی راہیں اور ساتویں سے پانی تک بند کر دیا۔ صبح عاشورا کو اعداء نے کہ اکثر اُن میں اہل کوفہ تھے قتل امام علیہ السلام پر کمریں باندھیں۔ وہی کوفہ کہ جہاں امام حسین علیہ السلام جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ برسوں رہے اور ساکنانِ شہر سے کبھی نیکی کے سوا کوئی کام نہ کیا۔

اشعار مصائب:۔

اِحْسَانُهٗ وَافٍ لِاَهْلِ الْكُوْفَةِ ۔۔۔ لٰكِنَّمَا الْيَوْمَ نَسُوْا اِحْسَانَهٗ

افسوس صد افسوس وہ جناب برابر اہل کوفہ پر احسان کرتے رہے مگر روز عاشورا اُن کوفیوں نے سب احسانات بھلا دیئے اتنا تو سمجھتے ایک سید مسافر ہمارا محسن بھی ہمارا مہمان بھی ہے۔ مہمان نوازی تو کافر کے ساتھ بھی ممدوح ہے۔

مَنَعُوْهُ مِنْ مَاءِ الْفُرَاتِ وَ اِنَّمَا
جَعَلُوْا ضِيَافَتَهُ بِمَاءِ الْخَنْجَرِ

"آہ آہ وہ اشقیا کیسے بے دین تھے اپنے مہمان پر دعوت کے بدلے فرات کے کنارے پانی کو بند کر دیا۔ پانی کیا آبِ خنجر سے سیراب کیا۔"

چند مرتبہ پانی ملنا اور امامؑ کا نہ پینا:-

کیا قیامت ہے تمام روئے زمین کا پانی جس کی ماں کے مہر میں ہو اُس پر یہ قحط آب تھا۔

اَلْمَاءُ جَارٍ وَابْنُ سَاقِي الْكَوْثَرِ
فِيْ شِدَّةِ الْعَطْشِ يَلُوْكُ لِسَانَهُ

"فرات کا پانی آنکھوں کے سامنے لہریں مارتا تھا اور جس کا باپ ساقی کوثر ہو وہ اپنی سوکھی زبان شدتِ تشنگی سے ہونٹوں پر پھیرتا تھا۔" اور بار بار کہتا تھا:

يَا قَوْمُ اَنَا سِبْطُ الْمُصْطَفٰى وَ عَطْشَانٌ اَنَا ابْنُ بِنْتِ نَبِيِّكُمْ وَ عَطْشَانٌ

"اے قوم جفا کار میں تمہارے نبی ﷺ کا نواسا فاطمہ زہراؑ کا لاڈلا فرزند ہوں اور دریا کے کنارے پیاس کے مارے مر رہا ہوں۔" کوئی اُن لاکھوں آدمیوں میں سوائے تلواریں مارنے تیر لگانے کے کچھ جواب نہ دیتا تھا۔ مومنین! پانی کے طلب کرنے سے مقصود حضرت کا اتمام حجت تھا ورنہ ہر حال میں ہر طرح کا اختیار حاصل تھا کسی سے

مانگنے کی کیا ضرورت تھی۔

حسین علیہ السلام اور طلب آب اے معاذ اللہ

تمام کرتے تھے حجت سوال آب نہ تھا

چنانچہ کئی مقام پر پانی حضرت کے ہاتھ آیا اور آپ نے نہ پیا۔ ایک اُس وقت جب مظلوم کربلا علیہ السلام نے اپنی سوکھی زبان ہونٹوں پر پھیر کے اشقیا سے فریاد کی اور پانی طلب کیا۔ آوازِ استغاثہ کی تاثیر سے دریا میں جوش وخروش پیدا ہوا مچھلیاں تڑپنے لگیں زمین وآسمان میں تہلکہ پڑ گیا۔ یہ سب کچھ ہوا مگر اُس فوج کے لوگ کیسے سنگ دل تھے کسی نے رحم نہ کیا فقط ایک فقیر کے۔

اول پانی لانا فقیر کا:۔

لکھا ہے کہ مسافر تھا اُس لشکر میں نیا وارد ہوا تھا اُس نے جو یہ آواز دردناک سُنی دل پانی ہو گیا گھبرا کے فرات کے کنارے آیا اور ڈولچی بھر کے خدمت امام میں حاضر ہوا اور عرض کی پانی حاضر ہے نوش کیجیے۔ حضرت نے جو پانی کا نام سُنا رو دیئے اور فرمایا اے بھائی یہ وہی پانی ہے جس کے واسطے عباس علیہ السلام سا شیر ترائی میں مارا گیا۔ اُس کے حلق سے کیسے پانی اُترے جس کے سامنے اٹھارہ برس کا بیٹا' تیرہ برس کا بھتیجا پیاس کے مارے تڑپ تڑپ کے ہلاک ہوا ہو۔ آبِ دنیا میری قسمت سے اُٹھ گیا یہ فرما کے اُس درویش کو پشت خیمہ کی طرف لائے اور چھوٹا سا گڑھا زمین میں کھودا۔ فقیر نے دیکھا کہ ایک چشمۂ آب جاری ہے۔ اُس وقت امام علیہ السلام بے کس نے فرمایا میں پانی کا محتاج نہیں فقط ان ظالموں پر حجت تمام کرتا ہوں۔ خدا تجھے جزائے خیر دے اس لشکر سے باہر چلا جا وہ فقیر روتا ہوا اُس صحرا سے نکل گیا۔

فرات میں امامؑ کا داخل ہونا:۔

دوسرا کس وقت کس طرح پانی حضرت کو میسر ہوا اور پینا کس وجہ سے نصیب نہ ہوا'

کس زبان سے بیان کروں؟ اُس وقت کہ جب اپنی مظلومی و بے کسی کا اظہار کر چکے۔ منظور ہوا کہ اپنی قدرت و شجاعت بھی ظاہر کریں تا کہ اعداء یہ نہ خیال کریں کہ حسین علیہ السلام مجبور و عاجز ہیں بلکہ سمجھیں میں ہر طرح کا اختیار رکھتا ہوں اس کے باوجود اس بے کسی سے شہید ہوتا ہوں۔ منقول ہے اُن آنکھوں سے جن میں صدمہ علی اکبر علیہ السلام سے نور کم ہو گیا تھا فوج کی طرف بہ غیظ نگاہ کی اور اُس کمر سے جو ماتم عباس علیہ السلام میں شکستہ ہو چکی تھی گھوڑے پر سنبھل بیٹھے اور اُس ہاتھ میں جس سے دو پہر تک عزیزوں کی لاشیں اُٹھائی تھیں ذوالفقار حیدری کو بلند کیا اور اُس رہوار کو جو تین دن سے آپ کے ساتھ بے آب و دانہ تھا مہمیز کیا۔ وہ لوگ جو صبح سے سر کاٹ لینے پر آمادہ تھے اُن کے سر تنوں سے جُدا ہونے لگے وہ اشقیاء جو خون کے پیاسے تھے اُن کا لہو خاک پر بہنے لگا۔ وہ انبوہِ کثیر جو اپنے نبی زادہ پر نرغہ کیے تھا ایک دم میں منتشر ہو گیا۔ وہ گھاٹ جسے حجاج ملعون پانچ ہزار سواروں سے روکے کھڑا تھا خالی ہو گیا۔ سب کے سب بھاگ گئے اور امام علیہ السلام بے کس مع ذوالجناح نہر فرات میں داخل ہوئے۔ پانی تو آپ کیا پیتے خیمہ میں بچوں کا اضطراب عزیزوں کا پیاسا شہید ہونا یاد کر کے دیر تک روتے رہے مگر گھوڑے کا پیاسا رہنا گوارا نہ کیا باگ ڈھیلی کر دی اور اس طرح کے کلمے ارشاد کیے تو نے اس صحرا میں میرے ساتھ بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھائیں۔ نانا کے زمانہ سے اب تک کبھی تین دن بھوکا پیاسا رہنے کا اتفاق کہاں تمہیں ہوا تھا لیکن حسین علیہ السلام کی بے کسی تو خود تجھ پر ظاہر ہے کیونکر تجھے سیراب کرتا۔ اس وقت پانی ہاتھ آیا ہے پیاس اپنی بجھا لے۔ سبحان اللہ وفاداری اِس کو کہتے ہیں اُس بے زبان نے گردن اُٹھا کے سر ہلایا اور زبان حال سے عرض کی کیونکر ہو سکتا ہے کہ آقا پیاسا رہ جائے' آقا زادیاں خیموں میں پیاس سے جان بلب ہوں اور میں پانی پی لوں یہ مجھ سے ہرگز ہو نہیں سکتا۔ مولا نے اُس گھوڑے کی خاطر فرمایا میں بھی پیتا ہوں تو بھی سیراب ہو لے یہ فرما کے چلّو میں پانی لیا۔ اُس طرف اعداء میں شور ہونے لگا کہ حسین علیہ السلام نے تین دن کی پیاس میں تو یہ جنگ کی ہے اگر اس وقت پانی پی لیں گے پھر فتح کسی طرح ممکن نہ ہو گی۔ کوئی تدبیر کرنی چاہیے

ناگاہ ایک شقی نے بڑھ کے آواز دی یابن رسول اللہ ﷺ آپ تو یہاں پانی پیتے ہیں وہاں فوجوں نے خیموں کو تاراج کر دیا۔ اہلبیت علیہم السلام کو لوٹ لیا۔ حضرت نے سنتے ہی پانی چلو سے پھینک دیا اور خیمہ گاہ کی طرف گھوڑے کو بڑھایا پہنچے تو دیکھا خیمے سب سلامت ہیں۔ سمجھ گئے کہ فقط میرے پانی نہ پینے کے واسطے اشقیاء نے مکر کیا۔

وقت شہادت چشمہ کا ظاہر ہونا:-

تیسری دفع حضرت کو باوجود اختیار پانی پینا نصیب نہ ہوا وہ کس قیامت کا وقت تھا؟ بدن پر سینکڑوں زخم، غش میں آنکھیں بند تھیں ایڑیاں رگڑتے تھے۔ دل میں لقائے پروردگار کا اشتیاق، سینہ پر قاتل، حلق پر خنجر بے آب تھا۔ آسمان پر فرشتے روتے تھے، پہلو میں ذوالجناح خاک اُڑاتا تھا، سامنے اہلبیت علیہم السلام کھڑے پیٹ رہے تھے۔ آہ آہ شمر کے تکلیف دینے سے وہ ایذا پہنچی کہ غش سے آنکھیں کھول دیں اور فرمایا:

اِنْ كَانَ لَا بُدَّلَكَ مِنْ قَتْلِي فَاسْقِنِي شَرْبَةً مِنَ الْمَآءِ

''اے شمر اگر تجھے میرا قتل ہی منظور ہے تو اس وقت آخر میں ایک گھونٹ پانی پلا دے کہ کلیجہ میرا شدت تشنگی سے خشک ہو گیا ہے۔ شمر کہتا ہے میں نے کچھ خیال نہ کیا منہ پھیر لیا۔ دیکھا کہ حضرت پاؤں کو کبھی کھینچ لیتے ہیں کبھی پھیلا دیتے ہیں اور زیر قدم آپ کے ایک پانی کا چشمہ جاری ہے۔ میں نے کہا اے حسین علیہ السلام مجھ سے تو آب سوال کرتے ہو حالانکہ پانی تمہارے زیر قدم جوش مارتا ہے۔ فرمایا ہم کسی حال میں مجبور و محتاج نہیں فقط حجت تمام کرتے ہیں۔ مومنین! یہ تین وقت تو وہ تھے کہ زندگی میں باوجود اختیار آپ نے پانی نہ پیا۔ شہادت کے بعد بھی کوئی وقت تھا کہ اپنی خشک زبان کو تر نہ کیا۔ لکھا ہے قریب شام کے جب شمر بے حیا ابن سعد کے پاس امام مظلوم علیہ السلام کا سر بریدہ لایا۔ وہ سر خاک و خون میں ایسا آلودہ تھا کہ ابن سعد پہچان نہ سکا کہنے لگا جاؤ اسے فرات میں دھو کے لے آؤ۔

منہ بند کر لینا امام علیہ السلام کا:-

راوی کہتا ہے اُس وقت تک شدتِ تشنگی سے لب ہائے مبارک کھلے ہوئے تھے۔ جونہی شمر نے چاہا نہر میں غوطہ دے امام علیہ السلام تشنہ کام نے گوارا نہ کیا کہ جس کے واسطے چھ مہینے کا بچہ مارا گیا ہو اور ابھی تک ننھے ننھے بچے تڑپتے ہوں اُس پانی سے زبان تر کریں۔ فوراً اعجاز سے سوکھے ہونٹوں کو بند کر لیا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر 46

- دو آیت قبول توبہ میں
- تفسیر ثُمَّ اھْتَدٰی اور حدیث فضیلت علما میں
- حکایت اُس جوان کی جس نے ننانوے خون کیے تھے۔
- امام حسینؑ کا چار سمت چار نگاہ کرنا۔

مجلس نمبر 46

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ ھُوَ الَّذِی یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّئَاتِ وَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۵

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورہ شوریٰ میں ارشاد فرماتا ہے اور خدا وہ ہے جو محض اپنے لطف وکرم سے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور اُن کے گناہوں کو اگر چہ بہت ہوں بخش دیتا ہے اور بندے جو کچھ نیک وبد کرتے ہیں وہ سب جانتا ہے۔''

وَ قَالَ اللّٰہُ وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اھْتَدٰی٥

''اور حق سبحانہ وتعالیٰ سورہ طٰہٰ میں ارشاد فرماتا ہے اور البتہ ہم بخشنے والے ہیں اُس شخص کو جس نے شرک سے توبہ کی اور ایمان قبول کیا اور اعمال شائستہ کئے یعنی ادائے واجبات کرتا رہا اور پھر راہ راست پر چلا۔ یعنی تا دم مرگ ایمان پر ثابت وقائم رہا اور ہمیشہ سنت وطریقہ پیغمبر ﷺ کا پابند رہا اور کبھی راہِ بدعت کی طرف مائل نہ ہوا اور ابن عباس اور ربیع بن انس کہتے ہیں کہ ثُمَّ اھْتَدٰی

سے یہ مراد ہے کہ کبھی اپنے ایمان میں شک نہ لایا اور جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ

ثُمَّ اھْتَدٰی اِلٰی وِلَایَتِنَا اَھْلَ الْبَیْتِ وَ اللّٰہِ لَوْ اَنَّ رَجُلًا عَبَدَ اللّٰہَ عُمْرَہٗ مَا بَیْنَ الرُّکْنِ وَ الْمَقَامِ وَ لَمْ

يَنْجِيْ بِوِلَايَتِنَا لَاَكَبَّهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ عَلٰى وَجْهِهٖ یعنی

ثُمَّ اهْتَدٰى کے معنی یہ ہیں کہ ہم اہلبیت علیہم السلام کی دوستی اختیار کی پس قسم بخدا کہ اگر کوئی شخص تمام عمر مابین رکن و مقام کے عبادت کرے اور اُس کے بعد مر جائے جبکہ اُس نے ہم اہلبیت علیہم السلام کی دوستی اختیار نہ کی ہو تو حق سبحانہ وتعالیٰ اُس کو آتش جہنم میں مُنہ کے بھل گرا دے گا۔ اور اس روایت کو حاکم ابوالقاسم حکانی نے اپنے استاد سے نقل کیا ہے اور عیاشی نے بھی کئی طرح سے اپنی تفسیر میں لکھا ہے اور تفسیر اہل بیت میں ہے کہ

ثُمَّ اهْتَدٰى اِلٰى وِلَايَةِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ علیہ السلام

یعنی ثُمَّ اهْتَدٰى سے یہ مراد ہے کہ

اُس شخص نے محبت علی علیہ السلام ابن ابی طالب کے ساتھ ہدایت پائی یعنی ان کی موت پر قائم رہا۔ مومنین! ذاکر کو اس مقام پر اس آیت کے لکھنے سے مقصود یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے شروع آیت میں یہ کلمہ فرمایا ہے:

وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ

''اور ہم بخشنے والے ہیں توبہ کرنے والوں کو۔'' پس حقیقت میں ہم گنہگاروں کیلئے توبہ کرنا ایک عجب نعمت ہے کہ ہر چند ہم سے معصیت سرزد ہوئی ہوں مگر جب دل سے توبہ کریں تو وہ اپنی رحمت سے قبول کرے گا۔ حضرات! بے شک توبہ قبول ہے مگر توبہ کیا چیز ہے اور توبہ کس وجہ سے ہوتی ہے اس کو سمجھنا چاہیے۔ توبہ کے معنی یہ ہیں کہ اپنے فعل قبیح پر نادم و پشیماں ہونا اور اس امر کا قصد کرنا کہ پھر میں اس فعل قبیح کا مرتکب نہ ہوں گا اور یہ توبہ نہیں ہو سکتی مگر جب تک اپنے قبیح فعل کو قبیح نہ سمجھے گا اور کسی فعل کے حسن و قبح کو نہیں سمجھ سکتا جب تک بذریعہ اپنے علم کے یا کسی اہل علم کی ہدایت سے آگاہ نہ ہو۔ عجب مرتبہ ہے علم اور صاحبانِ علم کا:

قَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَنْ مَشٰى فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ

خُطُوتَیْنِ وَ جَلَسَ عِنْدَ الْعَالِمِ سَاعَتَیْنِ وَ سَمِعَ مِنَ الْعَالِمِ کَلِمَتَیْنِ اَوْجَبَ اللّٰہُ لَہٗ جَنَّتَیْنِ کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتَانِ ○

حدیث فضیلت علما میں:۔

معالم الزلفیٰ میں منقول ہے" جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں جو شخص تحصیل علم کیلئے دو قدم بھی چلا ہو اور عالم کے پاس دو ساعت بھی بیٹھا ہو اور دو کلمے بھی علم دین کے سُنے ہوں حق تعالیٰ اُس پر ایک کیا دو بہشت واجب فرماتا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ سورہ رحمان میں ارشاد فرماتا ہے اور جو شخص کہ ڈرا اپنے خدا کے سامنے کھڑے ہونے سے' اُس کے لئے دو بہشت ہیں۔" پس اہل علم جو شرف و مرتبہ رکھتے ہیں وہ شرف و مرتبہ کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ علماء سے دوسرے لوگ ہدایت پاتے ہیں جاہل و گمراہ راہ راست پر آجاتے ہیں اس مقام پر حقیر موافق روایت اول کے ایک تائب جاہل کی حکایت اور مطابق روایت ثانی کے ایک عالم دانا کی روایت عرض کرتا ہے۔

حکایت اُس جوان کی جس نے ننانوے خون کیئے:۔

کتاب خلاصۃ الاخبار و غیرہ چند دوسری کتابوں میں لکھا ہے کہ زمانہ سابق میں ایک شخص ایسا ظالم و سفاک تھا جس نے ستانوے خون ناحق کیے تھے جب توفیق خدا اُس کے شامل حال ہوئی اپنے افعال پر متنبہ ہوا اور توبہ کرنے کے ارادہ سے ایک عابد کی خدمت میں پہنچا اور کہا میں نے اس قدر خون ناحق کیے ہیں۔ اب چاہتا ہوں توبہ کروں آیا توبہ میری قبول ہوگی یا نہیں اُس عابد نے جواب دیا تو نے بہت بڑا گناہ کیا ہے تیری توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی۔ یاس کا کلمہ سُن کر یہ شخص دل میں کہنے لگا جب دوزخ ہی میں جانا ہے پھر اس کو کیوں چھوڑوں یہ سوچ کر اُس عابد کو بھی قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد دوسرے زاہد کی عبادت گاہ میں

گیا اور اُس سے بیان کیا کہ میں نے اٹھانوے شخصوں کو قتل کیا ہے۔ چاہتا ہوں توبہ کروں۔ کیا میری توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟ اُس نے بھی وہی کلماتِ نا اُمیدی کے کہے اس کو بھی ہلاک کیا۔ اب اپنی نجات کی فکر میں تیسرے زاہد کے پاس گیا جسے کچھ علم سے بہرہ تھا۔ اس سے کہا میں نے ننانوے خون کئے ہیں اگر توبہ کروں تو میری توبہ قبول ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اس مردِ دانا نے کہا کونسا گناہ ہے جو خدا کی رحمت سے زیادہ ہوگا؟ وہ ارحم الراحمین ہے اور توبہ کرنے والوں کو بہت دوست رکھتا ہے اور کسی سائل واُمیدوار کو اپنی بارگاہ سے محروم ونا اُمید نہیں کرتا۔ اس شخص نے کہا کہ میں نے توبہ کی لیکن کیا معلوم قبول بھی ہوئی ہے یا نہیں۔ زاہد نے کہا جس راہ سے تو یہاں آیا ہے اُسی راہ پر برابر چلا جا آگے جا کر تجھے دو راہیں ملیں گی ایک راہ مسلمانوں کے شہر کی طرف جائے گی اُس کو راہِ نصرت کہتے ہیں اور دوسری راہ کافروں کی بستی کی جانب گئی ہے اُسے راہِ کفرت کہتے ہیں اُن دونوں راہوں میں سے ایک راہ پر جانا اگر افضالِ خدا سے مسلمانوں کے شہر میں پہنچ گیا تو یقین کرنا تیری توبہ قبول ہوئی اور اگر خدانخواستہ کافروں کے قریہ میں پہنچا تو سمجھنا تیری توبہ قبول نہیں ہوئی۔ یہ شخص خدا کی رحمت پر توکل کر کے وہاں سے روانہ ہوا آتے آتے جب اُس دوراہے پر پہنچا متعجب ہو کر رُک گیا کیا کرے کدھر جائے اسی تردد میں متحیر کھڑا تھا کہ ملک الموت نے اُسی مقام پر روح قبض کر لی اور اس کا مُردہ اسی دوراہے پر گر پڑا۔ مرتے ہی ملائکہ رحمت اور عذاب کے فرشتے دونوں آپہنچے۔ ملائکہ رحمت کہتے تھے بہشت میں لے جائیں گے کہ یہ تائب ہے۔ عذاب کے فرشتے کہتے تھے دوزخ میں پہنچائیں گے کہ ہنوز توبہ قبول ہونے کا حال معلوم نہیں۔ مومنین! اب اس قضیہ کو سوائے حق سبحانہ وتعالیٰ کے کون حل کرے۔ حکم ہوا اے فرشتو کیوں جھگڑتے ہو دونوں راہوں کو ناپ ڈالو اگر مسلمانوں کے شہر سے قریب ہے تو ملائکہ رحمت لے جائیں۔ اگر کفار کے قریہ سے نزدیک ہے تو ملائکہ عذاب لے جائیں۔ جب پیمائش کی تو ایک اُنگل سر اُس کا مسلمانوں کے شہر سے قریب تھا۔ فوراً رحمت کے فرشتوں نے اُس کی روح کو فردوس بریں میں پہنچا دیا۔ حضرات! اس جوان تائب نے ننانوے آدمیوں کا

قتل کیا مگر رحمت خدا کیا وسیع ہے کہ پھر اُس کی توبہ قبول ہوگئی اور یہ کیا تھا کوئی شخص کیسا ہی گنہگار ہو جب اپنی معصیت پر نادم و پشیمان ہوگا حق تعالیٰ اپنے تفضّل سے اُس کی توبہ قبول ہی کرے گا۔

تمہید:۔

لیکن وہ اشقیائے بے دین جنہوں نے صحرائے کربلا میں خاصانِ خدا کو قریب سو آدمیوں کے ایک دن میں قتل کر ڈالا وہ اگر توبہ بھی کرتے ہرگز بارگاہِ احدیت میں مستجاب نہ ہوتی۔ جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے کسی گنہگار کی سفارش اور اُس کے قبول توبہ کیلئے گذارش کی جناب باری سے خطاب ہوا۔ اے موسیٰ علیہ السلام عالم میں جس کیلئے تم شفاعت کرو گے ہم اُسے قبول کریں گے مگر حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام کے قاتلوں کو کبھی نہ بخشیں گے۔

امام حسینؑ کا چارسمت چار نگاہ کرنا:۔

حضرات! اُن ملاعین کے بخشے نہ جانے کی کئی وجہیں ہوسکتی ہیں ایک یہاں بیان کرتا ہوں کہ اُن ظالموں سے جیسا گناہ عظیم اور جو ظلم شدیدہ واقع ہوا کسی نے ایسا گناہ نہیں کیا اور کسی ظالم نے کسی مظلوم کو اس طرح نہ ستایا۔ کس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو آوارہ وطن کیا' ماں کی قبر' نانا کی لحد سے چھڑایا خدا کے گھر میں چین سے رہنے نہ دیا۔ تین روز پانی بند کیا ننھے ننھے بچے پیاس سے تڑپتے رہے۔ کسی نے بھی دوپہر میں کسی برگزیدہ باری تعالیٰ کے عزیز و انصار کو بھائیوں بیٹوں کے ہمراہ قتل کر کے گھر برباد اور مقتل آباد کیا ہے۔ منقول ہے کہ جب طفل شیرخوار تک فاقوں میں تیر ستم کھا کے کنار مادر سے آغوش لحد میں سو چکا۔ مظلوم کربلا علیہ السلام اپنی غربت و مظلومی اور اہلبیت علیہم السلام کی مصیبت و بے کسی پر بہت دیر تک روتے رہے اُس کے بعد خیمہ عصمت میں جا کے اپنی خواہرانِ غمدیدہ و اطفال آفت رسیدہ سے رخصت ہوئے اور سب کو صبر کی تلقین فرما کے اپنی شہادت پر آمادہ میدانِ قتل میں

آئے اور ذوالجناح کی باگ روک کے چاروں طرف نگاہیں اس طرح دوڑائیں کہ دیکھنے والوں کے دل پگھل گئے۔ پہلے اپنے قتل گاہ کی طرف نظر کی عجب کیفیت دیکھی کہ کیسے کیسے جوانانِ مکی و مدنی و دلیرانِ قرشی و ہاشمی عالم میں جن کا نظیر نہ تھا تیروں سے تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے خاک پر پڑے ہیں اور کیا کیا خرد سالانِ عقیلی و جعفری وطفلانِ فاطمی علیہم السلام و حیدری گھر سے جن کے باہر نکلنے کے بھی دن نہ تھے پیاس سے زبانیں نکالے فاقوں میں تیر وسناں کے زخم کھائے زمین پر اجل کی نیند سے سو رہے ہیں۔ اُن کی محرومی وتشنہ کامی کو خیال کر کے کلیجہ پانی ہو گیا اور نگاہِ حسرت سے دوسری مرتبہ فرات کی طرف رُخ کیا۔ دیکھا کہ دریا لہریں مار رہا ہے اور حباب جا بجا سر اُٹھائے ہیں اور قریب ساحل قوتِ باز و راحتِ دل علمدار علیہ السلام کا لاشہ دونوں ہاتھ شانوں سے جُدا خاک وخون میں غلطاں پڑا ہے۔ بھائی کی سقائی، بچوں کی پیاس یاد کر کے دل تڑپ گیا اور تیسری مرتبہ بے تابانہ خیمہ کی جانب نگاہ کی دیکھا کہ بیبیاں سرو پا برہنہ بچے، خالی کوزے ہاتھوں میں لئے خیمہ پر کھڑے ہیں اور وا حسیناہ علیہ السلام واعطشاہ کی فریاد سے ایک کہرام برپا ہے۔ اب مومنین! فرمائیں کہ جس مظلوم پر مصیبتوں کا یہ پہاڑ گرا ہو وہ کیا کرے کہاں سے پانی لائے کیونکر اپنے اہلبیت علیہم السلام کو سیراب کرے ذہن میں آیا اگر اعداء سدراہ نہ ہوں تو دریا سے تھوڑا پانی لا کر ان پیاسوں کو پلائیں۔ مگر آہ آہ جب حضرت نے چوتھی مرتبہ میدانِ جنگ کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا تو جہاں تک نگاہ گئی سواروں سے سوار، پیادوں سے پیادے ملے ہوئے اور نیزوں سے نیزے تلواروں سے تلواریں ملائے ہوئے دکھائی دیئے۔ قربان شجاعت جناب سید الشہداء علیہ السلام اپنی اس مصیبت اور فوجوں کی اُس کثرت پر بھی آپ نے گھوڑا دریا کی طرف بڑھایا کہاں یہ شیر بیشۂ حیدر علیہ السلام کہاں وہ سگانِ روباہ خصلت چند لمحوں میں حضرت علیہ السلام سب کو منتشر و پراگندہ کر کے نہر میں جا پہنچے۔ مگر آہ آہ دریا میں داخل ہوتے ہی ایک شقی نے مکر وفریب سے پکار کر کہا اے حسین علیہ السلام تم یہاں فرات میں ہو وہاں لشکر نے آپ کے اہلبیت علیہم السلام کو گھیر لیا قریب ہے خیمے تاراج ہو جائیں س وہ جناب سنتے ہی باہر نکل آئے اور ذوالجناح کو مہمیز کر

کے خیمہ گاہ کی طرف تشریف لائے۔ اہل حرم وخیمہ عصمت کو اپنی حالت پر پایا سمجھے کہ اُس ملعون نے مکروفریب کیا تھا۔ کلمہ لاحول پڑھ کے پھر جنگ میں مصروف ہوئے بھوک و پیاس کی شدت ہی نے ضعیف وناتواں کردیا تھا اس حملہ میں اور بھی مضمحل ہوگئے۔ ہر طرف سے دشمنوں کے گرب چلنے لگے آخر کہاں تک لڑتے کس کس کے وار کو روکتے۔ عصر کا وقت وعدہ کی وفا کا ہنگام بھی آپہنچا تھا زخموں سے چور ہو کے خانہ زین سے زمین پر تشریف لائے۔ آگے تو مومنین جانتے ہیں بیان کی طاقت نہیں اتنا کافی ہے وہی اہلبیت علیہم السلام جن کی سیرابی کے واسطے حضرت دریا تک گئے اور جن کی حفاظت کے لئے دریا سے خیمہ گاہ تک آئے۔ وہی بیبیاں اور بچے خیمہ سے نکل نکل کے روتے پیٹتے قتل گاہ کی طرف دوڑے اور وہی فوجیں جو وقت جنگ پراگندہ ہوگئیں تھیں۔ ہر طرف سے سمٹ کے قریب آگئیں۔ اُس جناب کو غش میں پا کے گھیر لیا ہر شخص چاہتا تھا حسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام کو قتل کروں۔ اللہ اللہ ابھی عصر کا وقت تمام نہ ہوا تھا کہ شمر نے خوش ہو کے تکبیر کہی لشکر میں باجوں کا غل ہوا جبرائیل علیہ السلام مابین آسمان وزمین آواز دینے لگے:

قُتِلَ الْحُسَيْنُ بِكَرْبَلَا ذُبِحَ الْحُسَيْنُ بِكَرْبَلَا
اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۞

مجلس نمبر47

- آیت نعمت ہائے خدا کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا ہے۔
- حدیث بیان میں اُس ثواب کی جو فقط نیّت سے حاصل ہوتا ہے۔
- جناب امیرؑ کا دو زائروں کی مدد کرنا۔
- جناب زینبؑ کا امام حسینؑ کو چار مرتبہ بیدار کرنا۔

مجلس نمبر 47

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا

حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ نحل میں ارشاد فرماتا ہے "اے میرے بندو اگر تم نعمت ہائے خدا کو شمار کرو تو اُن کا احاطہ وحصر نہیں کر سکتے ہو۔"

حدیث بیان اُس ثواب کے جو فقط نیت سے حاصل ہوتا ہے:۔

حضرات حق تعالیٰ کی کیا نعمتیں ظاہر و باطن و دنیا و آخرت میں ہیں۔ امر خیر کا بجا لانا گناہ کیلئے توبہ کی ہدایت کرنا' توبہ کیلئے توفیق عنایت کرنا یہ سب نعمتیں اُس کی ایسی ہیں کہ کسی سے شکر ممکن نہیں عمل خیر کا فقط قصد ہی کرے جب بھی اُسے اجر وثواب کرامت فرماتا ہے:

قَالَ الرِّضَا علیہ السلام اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ اُوْقِفَ الْمُؤْمِنُ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ فَیُعْرَضُ عَلَیْہِ عَمَلُہٗ

صاحب جواہر الاخبار بحار کی جلد ثالث سے روایت کرتے ہیں کہ جناب امام علیہ السلام رضا نے فرمایا جب قیامت قائم ہوگی بندۂ مومن کو پروردگار کے سامنے حاضر کریں گے اور اُس کا نامۂ اعمال اُس کے ہاتھ میں دیں گے:

فَیَنْظُرُ فِیْ صَحِیْفَتِہٖ فَاَوَّلُ مَا یَرٰی سَیِّئَاتُہٗ فَیَتَغَیَّرُ لَوْنُہٗ وَ تَرْعَشُ فَرَائِصُہٗ

''پس جس وقت وہ اپنے صحیفہ اعمال کو دیکھے گا پہلے نظر اپنے گناہوں پر پڑے گی اُس وقت اُس کا رنگ متغیر ہو جائے گا تمام بدن سے کانپنے لگے گا۔''

ثُمَّ يَرٰى حَسَنَاتِهٖ فَتَقَرُّ عَيْنُهٗ وَ يَفْرَحُ

''جب اپنی نیکیوں کو دیکھے گا تو اُس کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی اور خوش ہوگا:''

ثُمَّ يَنْظُرُ اِلٰى مَا اَعْطَاهُ اللّٰهُ مِنَ الثَّوَابِ فَيَشْتَدُّ فَرْحُهٗ

''اور جب وہ دیکھے گا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اُس کی نیکیوں کی عوض میں بے انتہا ثواب عطا کیے ہیں اُسے خوشی بالائے خوشی حاصل ہوگی۔''

ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ لِلْمَلَآئِكَةِ اِحْكُمُوْا الصُّحُفَ الَّتِيْ فِيْهَا الْاَعْمَالُ الَّتِيْ لَمْ يَعْمَلْهَا فَيُقَرِّبُوْنَهَا اِلَيْهِ فَيَقُوْلُ وَ عِزَّتِكَ اَنَا لَمْ اَعْمَلْ مِنْهَا شَيْئًا ○

اس کے بعد پروردگار عالم ارشاد کرے گا میرے اس بندہ کے اُن صحیفہ ہائے اعمال کو لاؤ جن میں وہ نیکیاں مندرج ہیں جو اُس نے نہیں کیں ہیں جب فرشتے وہ کے صحیفے اعمال اُس کے پاس لائیں گے تو اُسے دیکھ کر یہ بندۂ مومن کہے گا خداوندا تیرے عزت و جلال کی قسم میں تو ان اعمال سے ایک عمل بھی بجا نہیں لایا ہوں:

فَيَقُوْلُ صَدَقْتَ وَ لٰكِنَّكَ نَوَيْتَهَا فَكَتَبْنَا لَكَ ثُمَّ يُثَابُ عَلَيْهَا

''پس پروردگار کی جانب سے ارشاد ہوگا تو سچ کہتا ہے یہ اعمال تجھ سے ظہور میں نہیں آئے مگر تو نے اپنے دل میں ان نیکیوں کا قصد تو کیا تھا ہم نے بوجہ اُسی قصد کے تیرے اعمال خیر کے دفتر میں لکھ دیا۔'' اس کے بعد پروردگار عالم اس کے عوض میں بھی اُس کو بہت ثواب عطا کرے گا۔ اُس وقت اس مومن کی مسرت کا کیا کہنا وہ خوشی ہوگی جس کا بیان ممکن نہیں۔ سبحان اللہ کیا حق تعالیٰ کا تفضّل ہے عمل خیر اگرچہ کوئی بجا نہ لائے فقط قصد ہی کرے تو

بھی پروردگار عالم اُس کا ثواب عنایت فرماتا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ مومنین یہاں عملِ خیر یعنی مظلوم کربلا پر رونے رلانے کے ہی قصد سے آئے ہیں ان کا ثواب ضرور انہیں عنایت ہوگا اگر کسی وقت مجلس میں رقت نہ ہو تو اُس سے یہ خیال کرنا نہ چاہئے کہ نتیجہ مجلس حاصل نہ ہوا۔ اس لئے کہ سامعین و ذاکرین کی نیت تو گریہ و بکا کی ہے یہی نیت اُن کے واسطے موجب ثواب ہے۔ اب میں ایک حکایت فضائل کی پڑھ کے مصیبت اہلبیت علیہم السلام بیان کرتا ہوں۔ اُمید رکھتا ہوں کہ مومنین متوجہ ہو کے بقصد گریہ سماعت فرمائیں گے خود بھی مثاب ہوں اور ذاکر کو بھی شریک ثواب کریں۔

جناب امیرؑ کا دو زایرہ کا مدد کرنا:-

عبداللہ کوفی سے روایت ہے وہ کہتا ہے ایک دن میں مسجد میں گیا دیکھا ایک مرد پیر بقصد غسل چاہ کے کنارے پر کھڑا ہے اور چاہتا ہے پانی کھینچے مگر بسبب ضعف پیری کے ڈول اُس سے نہیں کھنچ نہیں پارہا مجھے دیکھ کر رحم آیا اور کہا میں پانی کھینچ دیتا ہوں تو نہا لے۔ وہ نہایت ممنون و شکر گزار ہوا جب پیراہن بدن سے اُتارا میں نے دیکھا کہ پشت پر ایک زخم ہے اور اُس سے ریم و خون جاری ہے۔ میں نے کیفیت زخم پوچھی اُس نے بیان کرنے میں تامل کیا بہت اصرار کے بعد یہ کہا جب نہا لوں گا بیان کروں گا۔ غرض بعد غسل پھر میں نے پوچھا اُس نے صحن مسجد میں علیحدہ لے جا کے کہا پہلے عہد کر کہ جب تک میں زندہ ہوں تو اور کسی سے بیان نہ کرے گا میں نے اقرار کیا اُس وقت اُس نے کہا آگاہ ہو ہم آٹھ آدمی تھے وجہ معیشت یہ تھی کہ ہم سب سر راہ جا کے بیٹھتے تھے جو قافلہ زواروں کا علی بن ابی طالب علیہ السلام کی زیارت کے واسطے نجف کی طرف جاتا تھا۔ اُسے لوٹ لیتے تھے اور مال غنیمت آپس میں برابر تقسیم کر لیتے تھے اور یہ معمول تھا کہ ہر شخص ایک ایک دن دعوت کرتا تھا اور سب کے سب اُس کے یہاں مہمان ہوتے تھے ایک شب میں اپنے گھر میں سو رہا تھا کہ زوجہ نے جگا کر کہا کل سب میرے یہاں دعوت کھانے آئیں گے اور گھر میں کچھ سامان مہمانی مہیا نہیں

ہے۔ میں نے کہا تو نے دن کو بیان کیوں نہ کیا؟ زوجہ نے کہا آج شب جمعہ ہے تو لے ابھی آدھی رات باقی ہے تو اسی وقت جا اور جو تیرے ہاتھ آئے گا لے آ۔ مجھے یہ صلاح پسند آئی فوراً بستر خواب سے اُٹھا تلوار کمر میں حمائل کر لی اور نجف کی طرف چند فرسخ پر جا کر ایک غار میں چھپ کر بیٹھ گیا رات نہایت تاریک تھی ابر بھی ہر طرف سے گھرا ہوا تھا بار بار بجلی بھی چمکتی تھی ناگاہ دیکھا دو آدمی چلے آتے ہیں میں راہ روک کر کھڑا ہو رہا جب قریب آئے تو وہ دو عورتیں ہیں۔ اُن سے کہا جو کچھ مال و اسباب تمہارے پاس ہو وہ حاضر کرو۔ وہ نہایت خائف ہوئیں اور سارا زیور و لباس اُتار کے دے دیا۔ اچانک بجلی چمکی میں نے دیکھا کہ اُن میں ایک نہایت حسین و جوان عورت ہے خواہش مجھ پر غالب ہوئی بڑھ کے ہاتھ پکڑ لیا اُس وقت اُن دونوں نے فریاد شروع کی اور مجھ سے منت وزاری کرنے لگیں مگر میں اپنے قصد سے بعض نہ آیا۔ مجبور ہو کر اُنہوں نے نجف کی طرف منہ کر کے کہا اے زوج بتول علیہ السلام ہماری مدد کیجئے۔ ہم تمہاری زیارت کو آئی تھیں راہ میں لباس و زیور تو جا چکا اب عزت کی باری ہے امداد کیجئے۔ فوراً میرے کانوں میں گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز آئی اور بجلی کی چمک میں میں نے دیکھا ایک سوار نقاب چہرے پر ڈالے نیزہ ہاتھ میں لئے چلا آتا ہے۔ میں نے خیال کیا اگر یہ مزاحم ہوگا تو پہلے اس کو قتل کروں گا اس کے بعد اپنے کام میں متوجہ ہوں گا۔ یہ سوچ رہا تھا کہ وہ سوار قریب آ پہنچا کہنے لگا اے شخص علیحدہ ہو جا اور ان دونوں عورتوں کو چھوڑ دے جہاں جاتی ہیں جانے دے۔ میں نے کہا تو اپنی زندگی کے درپے نہ ہو جہاں جاتا ہے وہاں جا۔ سنتے ہی اُس سوار نے مجھ پر ایسا حملہ کیا کہ تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی اور میں منہ کے بل زمین پر گر پڑا اُس کے بعد اُس سوار نے عورتوں سے کہا تم اپنے گھر لوٹ جاؤ اُنہوں نے لباس و زیور تو پہن لیا اور یہ کہا اے مرد باخدا تو نے اس حال میں ایسا احسان کیا ایک احسان اور کر کہ ہم کو ہمارے آقا علی بن ابی طالب علیہ السلام کے روضہ پر پہنچا دے کہ بغیر زیارت ہم یہاں سے گھر پر نہ جائیں گے۔ اُس نے کہا تمہاری زیارت قبول ہے یہیں سے اپنے مکان چلی جاؤ۔ وہ بولیں کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم اتنی دُور آئیں اور

زیارت سے محروم لوٹ جائیں۔ سنتے ہی اُس سوار نے نقاب چہرہ سے اُلٹ دی اور کہا تم جس کی زیارت کو جاتی ہو وہ علی بن ابی طالب علیہ السلام میں ہی ہوں تمہیں یہیں زیارت نصیب ہوگئی۔ اُن عورتوں نے سنتے ہی اپنے آپ کو قدم مبارک پر گرا دیا اور بوسہ دینے لگیں پھر حضرت نے رخصت کیا اور خود بھی نظر سے غائب ہو گئے میں اپنی آنکھوں سے زمین پر پڑا دیکھ رہا تھا مگر فرط ہیبت سے نہ اُٹھنے اور آپ سے نہ کلام کی مجال تھی جب آپ تشریف لے گئے اُس وقت میں نے اُٹھ کر اپنے گناہوں اور بد افعال سے توبہ کی کہ پھر زائروں کو کبھی نہ ستاؤں گا۔ میری پشت پر اُس وقت کا زخم ابھی تک اچھا نہیں ہوا۔

تمہید:۔

مومنین! جناب امیر علیہ السلام کو اپنے زائروں تک کا کتنا خیال و پاس ہے کہ جب کوئی زائر کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے تو حضرت خود داد رسی فرماتے ہیں۔ ان دو عورتوں کی کیسے سخت وقت میں آپ نے خبر گیری فرمائی مگر نہیں معلوم کیا مصلحت تھی روز عاشورا کہ خود آپ کی ذریت پر کیسی کیسی مصیبتیں گذر گئیں مگر حضرت نے کچھ کمک و مدد نہ کی۔ آہ آہ معرکہ کربلا میں مشکل کشائے عالم علیہ السلام کی بیٹیاں وا محمداہ و اعلیاہ کی فریاد کرتی تھیں اور کوئی اُن کی فریاد کو نہ پہنچا تھا۔ خصوصاً جناب زینب علیہا السلام کو سب سے زیادہ اضطراب تھا۔

چار مرتبہ جناب زینبؑ کا امام حسینؑ کو بیدار کرنا:۔

مومنین! ابتدائے عمر سے انتہائے عمر تک جناب زینب علیہا السلام کو جو محبت امام حسین علیہ السلام سے تھی وہ سب جانتے ہیں۔ اُس محبت کا مقتضا یہ کب تھا کہ کسی وقت اپنے بھائی کی راحت و آرام نہ چاہیں۔ اکثر جب حضرت خواب استراحت میں ہوتے تھے تو وہ مخدومہ مرحمہ جنبانی اور مگس رانی میں مصروف رہتی تھیں اور یہ چاہتی تھیں کسی طرح استراحت میں فرق نہ آئے مگر کئی وقت شدت مصیبت کے ایسے گذرے ہیں کہ آپ نے پریشانی کے عالم میں اپنے بھائی کو عین خواب سے بیدار کیا۔ ایک اُنیسویں تاریخ ماہ رمضان

کو سن چالیس ہجری میں جس وقت جناب امیر علیہ السلام کا سر مبارک کوفہ میں ابن ملجم مرادی کے ہاتھ سے شگافتہ ہوا۔ تمام مسجد میں تہلکہ پڑ گیا' نمازیوں میں شور ماتم برپا ہوا ہر طرف سے قَدْ قُتِلَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ کی آواز آنے لگی۔ جناب زینب علیہا السلام نے بیت الشرف میں جو یہ صدائے دردناک سنی بے تاب ہو گئیں چاہا کسی کو مسجد میں خبر کے واسطے بھیجیں کسی کو نہ موجود پایا گھبرا کے امام حسن علیہ السلام کے پاس دوڑی آئیں۔ بے ساختہ خواب سے چونکا کے کہنے لگیں بھائی کیا سوتے ہو باپ کا سایہ سر سے اُٹھا جاتا ہے۔ مسجد میں جا کر دیکھو کیا حال ہے دوسرے اٹھائیسویں صفر کو سن سو پچاس ہجری میں جب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے زہر دغا نوش کیا۔ اور کلیجہ کے ٹکڑے دہن سے طشت میں گرنے لگے۔ اُس وقت جناب زینب علیہا السلام نہایت مضطر ہوئیں کیا کریں کس سے کہیں حالت بے قراری میں اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کو خواب سے بیدار کر دیا اور کہا بڑے بھائی کی خبر لو دیکھو کیا حال ہے۔ تیسرے اس سانحہ کے دس برس بعد سن اکسٹھ ہجری میں دو مرتبہ خواب سے چونکایا پہلی نویں محرم کو صحرائے کربلا میں جب لشکر مخالف سے صلح کا جواب ہوا امام مظلوم علیہ السلام ننھے ننھے بچوں کی شدت عطش سے بے قراری' اہل حرم کی گریہ وزاری' لشکر اعداء کی کثرت جان بازوں کی قلت خیال کر کے مضطربانہ کبھی گھر میں آتے تھے کبھی باہر جاتے تھے۔ اسی حالت اضطرار میں ایک گوشہ خیمہ میں بیٹھ کے سر مبارک زانو پر رکھے کچھ سوچ رہے تھے اُسی طرح آنکھ لگ گئی ہنوز بیدار نہ ہوئے تھے کہ جناب زینب علیہا السلام نے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سُنی سمجھیں کہ اعداء اسی وقت لڑنے آتے ہیں رنگ فق ہو گیا' حواس جاتے رہے' بے تاب ہو کے بھائی کو چونکا دیا اور کہنے لگیں آپ سنتے ہیں کیسی آواز آتی ہے۔ کیا اعدا اسی گھڑی ہم کو تباہ و برباد کریں گے؟ حضرت اپنی بہن کی فریاد سے بیدار ہوئے اور جناب عباس علیہ السلام کو بھیج کے دشمنوں سے ایک شب کی مہلت لی۔ مومنین! ان وقتوں میں تو جناب زینب علیہا السلام نے امام حسین علیہ السلام کو چونکایا اور آپ بیدار ہوئے مگر ایک وقت آخر اور بھی تھا کہ بہن بھائی کو چونکا رہی تھی مگر آپ کیسی نیند سو رہے تھے کہ کسی طرح بیدار نہ ہوئے۔ وہ وقت تھا کہ مسندِ رسول

ﷺ بھی جل چکی تھی' بزرگوں کے تبرکات لوٹے جا چکے تھے۔ شہدا کی لاشیں پامال بھی ہو چکی تھیں۔ وہ ستم گار رسیاں ہاتھوں میں لئے اُن بے وارث بیبیوں اور یتیم بچوں کو قید کرنے آئے تھے۔ اُس وقت جناب زینب علیہا السلام کس سے فریاد کرتیں کہاں جاتیں' کس کو جگاتیں۔ آہ آہ دوڑ کے اپنے بھائی کی بے سر لاش کے پاس گئیں اور کہنے لگیں آپ دیکھتے ہیں اعداء ہم پر کیا کیا ظلم وستم کرتے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ کنیزوں کی ترک و روم کی طرح قید کر لیں' یہ کہہ کے بے ساختہ لاش سے لپٹ گئیں۔ ابو مخنف کہتا ہے واللہ میں نے دیکھا کہ بہن بھائی کی لاش سے لپٹی تھی اور بھائی کا لاشہ بے سر بہن سے لپٹا ہوا تھا اور فرط اضطراب سے اس طرح زمین پر تڑپتا تھا کہ ہم لوگ دُور سے مشاہدہ کرتے تھے اور دیکھا کہ نیزہ پر فرق کے بھی آنکھوں سے علی الاتصال آنسو جاری ہیں۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

مجلس نمبر48

- آیت محو و اثبات میں۔
- جناب عیسیٰؑ کے عہد میں لکڑی فروش کی حکایت
- ایک عابد کا مچھلی کے پیٹ سے موتی پانا۔
- پانچ فرشتوں اور پانچ ظالموں کا فخر کرنا۔

مجلس نمبر 48

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَمْحُو اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ وَ عِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَابِ۝

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورہ رعد میں ارشاد فرماتا ہے کہ خداوند عالم جس امر کو مناسب سمجھتا ہے محو کر دیتا ہے اور اُس چیز کو جسے مصلحت جانتا ہے قائم کرتا ہے اور اصل کتاب یعنی لوح محفوظ اُسی کے پاس ہے۔''

جناب عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ہیزم فروش کی روایت:-

صاحب تفسیر منہج الصادقین کتاب عدۃ الداعی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک روز اول وقت بعد طلوع آفتاب جناب عیسیٰ علیہ السلام ایک مقام پر تشریف رکھتے تھے گرد آپ کے حواریین بیٹھے تھے اور جبرائیل علیہ السلام امین بھی موجود تھے ایک لکڑی فروش شخص ہاتھ میں روٹی لئے ہوئے کھا رہا تھا اور خوش ہو رہا تھا۔ روح الامین علیہ السلام نے کہا اے روح اللہ یہ مرد اس وقت نہایت بشاش و مسرور ہے حالانکہ اس کی روح کے مفارقت کرنے میں کل ایک ساعت باقی ہے۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے حواریین کو بھی اُس کے حال سے آگاہ کیا۔ حسب اتفاق شام کے وقت اُسی کو دیکھا کہ لکڑیوں کا پشتارہ لئے چلا جاتا ہے۔ حواریین نے عرض کی یا روح اللہ علیہ السلام آپ نے صبح کے وقت فرمایا تھا کہ اس مرد کی موت میں ایک ساعت سے زیادہ زمانہ باقی نہیں ہے اور اس وقت دیکھتا ہوں کہ لکڑیوں کا بوجھ اُٹھائے صحیح و سالم چلا

جا رہا ہے، حضرت نے فرمایا میں نے اپنے پاس سے نہیں کہا تھا بلکہ مجھے جبرائیل علیہ السلام نے خبر دی تھی۔ اُنہوں نے عرض کی کہ پھر آپ جبرائیل علیہ السلام سے اُس کی وجہ اور علت پوچھی۔ آپ نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا؟ اُنہوں نے جواب دیا یا روح اللہ علیہ السلام اُس وقت جو میں آپ کے پاس حاضر ہوا تھا تو لوح آسمانی میں دیکھتا آیا تھا کہ اس کی عمر میں فقط ایک ساعت باقی ہے مگر جس وقت یہ حمال لوگوں کے سامنے سے گذرا ایک فقیر نے اس سے سوال کیا اس نے وہی ٹکڑا روٹی کا جو اس کے ہاتھ میں بچا تھا سائل کو دے دیا۔ اُس کے عوض میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے حکم دیا کہ اس کی عمر پچاس برس اور زیادہ کر دو اور اس کی موت ایک سیاہ سانپ کے کاٹنے پر مقدر ہوئی اور وہ سانپ اس کے لکڑیوں کے گٹھے میں موجود ہے۔ چونکہ اس نے خدا کی راہ میں روٹی صدقہ دی حق تعالیٰ نے اُس سانپ کو کاٹنے سے باز رکھا۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے جو اُس کا پشتارہ کھلوایا تو دیکھا کہ ایک کالا سانپ جس کے منہ میں ایک پتھر ہے بیٹھا ہے۔ آپ نے فرمایا اے حمال! تیری اجل آچکی تھی مگر وہ روٹی جو تو نے راہ خدا میں دی حق تعالیٰ نے اُس پارۂ نان کو مہر کر کے اس سانپ کے منہ میں رکھ دیا تا کہ تجھے گزند نہ پہنچا سکے۔ یہ سُن کر حمال نے اُس روز سے اور بھی زیادہ صدقہ دینا شروع کیا اور حق تعالیٰ نے اُس کے مال اور زندگی میں برکت دی۔ فی الواقع حضرات! عمل خیر جس طرح کا ہو ثواب آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی عمر و دولت کیلئے باعث برکت ہے۔ یہ حکایت تو آپ نے سُنی کہ صدقہ دینے سے عمر زیادہ ہوگئی۔ اب ایک عابد نادار کی حکایت سماعت فرمائیں کہ اپنی قناعت و حسن نیت کی وجہ سے غنی و مالدار ہو گیا۔

حکایت اُس عابد کی جس نے مچھلی کے پیٹ سے موتی پایا:-

کتاب جواہر الاخبار میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد نہایت تہی دست و نادار تھا مگر اُس کی زوجہ کچھ مال رکھتی تھی جس سے دونوں کی بسر اوقات ہوتی تھی جب اُس کے پاس کچھ نہ رہا تو ایک دن اُن پر فاقہ گذرا صبح کو اُس

عورت نے تھوڑا سا سوت اپنے ہاتھوں کا کاتا ہوا شوہر کو دے کر کہا اب ہمارے پاس سوائے
اس کے کچھ نہیں ہے۔ اسے بیچ کر کچھ کھانے کے واسطے لانا چاہیئے۔ وہ جو بازار گیا دیکھا
سب دوکانیں بند ہیں لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے ہیں مایوس ہو کر غسل کے ارادہ سے دریا
پر گیا۔ دیکھا کہ ایک ماہی گیر کے پاس ایک مچھلی رکھی ہے جو بو کر گئی ہے۔ اس نے ماہی گیر
سے کہا اگر تجھے جال کی مرمت کرنے کو سوت درکار ہو تو مجھ سے لے اور اس کے عوض میں یہ
مچھلی مجھے دے دے۔ اُس نے سوت لے لیا اور مچھلی دے دی۔ عابد نے اُس مچھلی کو زوجہ
کے سامنے لا کر رکھ دیا جب وہ بنانے لگی اُس مچھلی کے پیٹ سے ایک گوہر آبدار نکلا۔ اُسے
دیکھ کر دونوں زن و شوہر بہت خوش ہوئے اور اُس موتی کو بیس ہزار درہم میں بیچ دیا اور عابد
اُن درہموں کو دو تھیلیوں میں لے کر گھر آیا۔ ناگاہ ایک سائل نے دق الباب کیا اور پکار کر کہا
اے بندگانِ خدا کچھ راہ خدا میں تصدق کرو۔ عابد نے اُسے گھر میں بلا کر کہا ان دونوں
تھیلیوں میں سے ایک اُٹھا لے۔ جب وہ سائل ایک تھیلی لے کر باہر چلا گیا اُس کی زوجہ
کہنے لگی افسوس ہے ہم لوگوں کا نصف رزق جاتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد دوسرا سائل آیا اور
اس عابد نے اُسے بھی اندر بلا کر کہا یہ ایک تھیلی جو باقی ہے اسے لے جا۔ اُس وقت اُس
سائل نے پہلی تھیلی بھی وہاں پر رکھ دی اور کہا اے عابد یہ تجھی کو مبارک ہو میں سائل نہیں بلکہ
ایک فرشتہ ہوں کہ حق تعالیٰ نے تیرے امتحان کے واسطے مجھے بھیجا تھا۔ تو میں صابر و شاکر رہا
یہ کہہ کر نظروں سے غائب ہو گیا۔

تمہید:۔

حضرات! قناعت و عبادت کے بڑے مراتب ہیں لیکن ان دونوں کاموں کا
انجام دینا بھی بہت مشکل ہے اگر بالفرض کوئی عبادت بھی کرے اور دل میں اپنے یہ سمجھے کہ
میں خدا کی بہت اطاعت کرتا ہوں تو ساری عبادت اُس کی رائیگاں جائے گی اور کسی سے کیا
عبادت ہو سکتی ہے جن کے گھر سے عبادت کا رواج ہوا یعنی سرور کائنات فخر موجودات

جناب رسالت مآب ﷺ فرماتے تھے:

مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ

"یعنی خداوندا جو تیری عبادت کا حق ہے اُس طرح مجھ سے عبادت نہ ہو سکی" البتہ اگر ہم اس امر کا فخر کریں تو ہو سکتا ہے کہ پروردگار عالم نے ہم کو خاتم المرسلین رحمت للعالمین ﷺ کی اُمت مرحومہ میں پیدا کیا۔ کوئی عبادت تو کرتے نہیں جو سرمایۂ ناز ہو مگر یہ ناز و مباہات کر سکتے ہیں کہ اُن کے لاڈلے نواسے یعنی جناب امام حسین علیہ السلام کے دوستوں میں گنے جاتے ہیں اور فرزند رسول ﷺ کے سبب سے ہمارا فخر و ناز کرنا کیا' حوروں اور فرشتوں نے مباہات کیا ہے۔

پانچ دوستوں کا فخر کرنا:۔

منقول ہے مخلوقات عالم سے پانچ دوستوں نے جناب امام حسین علیہ السلام کی وجہ سے اپنے معزز و کامیاب ہونے پر فخر و مباہات کیا ہے ایک وہ حور جنت ہے جس کا نام لعیا ہے کہ وقت ولادت اُس جناب کے بہشت سے آئی تھی۔ منقول ہے کہ جب وقت تولدِ امام حسین علیہ السلام کا قریب آیا جناب سیدہ علیہا السلام کو اپنی تنہائی و ناداری سے سخت پریشانی لاحق ہوئی ہوا اُسی حالت پریشانی میں دیکھا کہ ایک زن جمیلہ صاحب عزت دروازہ سے چلی آتی ہے آپ زیادہ متردد ہوئیں کہ یہ عورت لائق احترام معلوم ہوتی ہے اس کے موافقِ شان کے کیا خاطر داری کر سکتی ہوں۔ بیٹھنے کیلئے کوئی فرش بھی سوائے ایک بوریائے بوسیدہ کے نہیں اُس نے منتشر دیکھ کے عرض کی لعیا میرا نام ہے میں بہشت کی ایک حور اور آپ کی کنیز ہوں۔ کچھ تردّد نہ کیجیے یہ مولود جو اس وقت آنے والا ہے اُس کی خدمت کیلئے حق تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ سُن کر جناب سیدہ مطمئن ہوئیں اور وقت ولادت کے تمام امور لعیا سب بجالائی اور رخصت ہو کے جب اپنے مقام سکونت پہنچی تو سب حوروں میں فخر کرنے لگی کون میرے جیسا ہے کہ خاتم الانبیاء ﷺ کے نواسے کی میں قابلہ ہوں۔ دوسرا فطرس جب امام حسین

علیہ السلام پیدا ہو چکے ملائکہ کے ساتھ جبرائیل علیہ السلام تہنیت کیلئے خدمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں چلے راہ میں فطرس بال و پر شکستہ عتاب الٰہی میں گرفتار پڑا تھا۔ جبرائیل علیہ السلام کو خوش دیکھ کر کہنے لگا آج کیا ہے ان فرشتوں کو لئے کہاں جاتے ہو؟ اُنہوں نے کہا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مبارک باد کیلئے جاتے ہیں۔ اُس نے الحاح ولجاجت سے کہا مجھے کسی طرح وہاں تک لے چلو شاید اس مولود مسعود کی برکت سے خداوند رحیم مجھ پر رحم کرے۔ روح الامین علیہ السلام نے اُسے بھی ساتھ لے لیا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آنے کے بعد تہنیت فطرس کی کیفیت عرض کی۔ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد کیا کہ اسے کہو اپنے بازوؤں کو میرے حسین علیہ السلام کے جسم سے مس کرے۔ جونہی فطرس نے اُس شاہزادہ کے بدن سے اپنے آپ کو مس کیا فوراً بال و پر نکل آئے اور اُنہیں ملائکہ کے ساتھ آسمان پر چلا گیا اور عالم ملکوت میں کروبیانِ سماوی سے کہنے لگا میرے مثل کون ہے کہ میں فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الثقلین شاہزادہ حسین علیہ السلام کا آزاد کردہ ہوں۔

دردائیل کا فخر کرنا:۔

تیسرا دردائیل فرشتہ ہے کہ اس کی حکایت بھی مثل حکایت فطرس کے ہے اس نے بھی حضرت کی برکت سے نجات و پروبال پائے ہیں اور اس نے بھی اسی طرح ملائکہ میں فخر کیا ہے کہ مجھ سا کون فرشتہ ہے کہ میں آزاد کردہ حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام ہوں۔

جبرئیلؑ و میکائیلؑ کا فخر کرنا:۔

چوتھے و پانچویں خادمانِ قدیم جبرائیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام ہیں جو گہوارہ جنبانی اور خدمت گذاری کیا کرتے تھے۔ منقول ہے کہ جب جناب فاطمہ علیہا السلام گھر کا کاروبار کرتے کرتے تھک جاتی تھیں اور چکی پیستے پیستے تھک کے سو جاتی تھیں شہزادہ امام حسین علیہ السلام گہوارے میں تنہائی کی وجہ سے چونک پڑتے تھے اُس وقت یہ دونوں فرشتے کام میں مصروف ہوتے تھے جناب سیدہ علیہا السلام کے ایک چکی پیستا تھا اور دوسرا فرشتہ اُس آقا

زادے کا جھولا جھولا کے لوریاں دے دے کے سُلا تا تھا۔ یہ دونوں فرشتے فرصت پا کر جب آسمان پر جاتے تھے۔ دوسرے فرشتوں پر اس خدمت کا افتخار کرتے تھے اسی طرف جناب صاحب الامر علیہ السلام زیارت میں اشارہ فرماتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنْ نَاغَاہُ فِی الْمَھْدِ جِبْرَائِیْلُ اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ افْتَخَرَ بِخِدْمَتِہٖ مِیْکَائِیْلُ۝

"یعنی اُس امام علیہ السلام پر میرا سلام ہو جس کو لڑکپن میں جبرائیل علیہ السلام نے لوریاں دیں اُس برگزیدہ باری پر سلام ہو جس کی خدمت کا میکائیل علیہ السلام نے فخر کیا ہے۔"

پانچ دشمنوں کا فخر کرنا:۔

مومنین! اسی طرح پانچ دشمنوں نے بھی مظلوم کربلا کی عداوت میں اپنی بے رحمی اور قساوت قلبی پر افتخار کیا ہے۔ راوی کہتا ہے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد میں نے راہِ شام میں دیکھا ایک جگہ لشکر گراں اُترا ہوا ہے ہر طرف اہل فوج مسرور و دل شاد پھر رہے ہیں۔ ایک جانب کچھ عورتیں کچھ بچے تباہ حال و خاک پر بیٹھے رُو رہے ہیں۔ جا بجا نیزے زمین میں گڑے ہیں جن کی نوکوں پر سرہائے بریدہ علم ہیں اُس وقت تک میں نے کچھ خیال نہ کیا کہ یہ کس کی فوج ہے اور کہاں جا رہی ہے میں ایک طرف سے ہو کے گذرا دیکھا کہ ایک ان میں سے قابلہ کا جو کام ہوتا تھا اُس نے فخر یہ کہا میں وہ ہوں جس نے حسین علیہ السلام کے قوت بازو عباس علیہ السلام سے ذلاور کے ہاتھ شانوں سے قطع کر کے خاک پر گرایا کچھ خدا سے نہ ڈرا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو سرنگوں کیا۔ دوسرا کہ حصین بن نمیر تھا اُس شقی نے یہ افتخار کیا میں نے تجھ سے کہیں زیادہ ظلم کیا ہے اگر تو نے حسین علیہ السلام کی کمر توڑی تو میں نے وہ کام کیا جس سے دنیا ان کی آنکھوں میں سیاہ ہوگئی بصارت چشم میں فرق آ گیا۔ اگر تو نے اُن کے بھائی عباس علیہ السلام کے ہاتھ قطع کیے تو میں نے اُن کے لختِ جگر علی اکبر علیہ السلام کے کلیجہ پر برچھی لگائی اگر تو نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو سرنگوں کیا تو میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصویر کو مٹا دیا۔ تیسرا

حرملہ بن کاہل اسدی ملعون تھا بڑے مباہات سے بولا تم سب کیا کہہ رہے ہو جو کام مجھ سے ہوا اس فوج گراں میں کسی سے نہ ہوا اگر تم نے جوانوں کو قتل کیا تو میں نے ایسے کم سن بچے کو شہید کیا جس کا دودھ بھی نہ بڑھایا گیا تھا اگر تم نے دریا پر' صحرا میں اپنا کام کیا تو میں نے حسین علیہ السلام کی گود میں نہالچہ پر علی اصغر علیہ السلام کو تیر کا نشانہ بنایا کیا اگر تم نے ایک ایک وار میں ایک ایک کو مجروح کیا تو میرے ایک تیر نے دو کام کیے شیر خوار کے گلے سے بھی پار ہو گیا حسین علیہ السلام کے بازو میں بھی پیوست ہوا۔ چوتھا ملعون شمر ذی الجوشن تھا سب کے بعد اُس نے اپنے نجس سر کو کبر و نخوت سے بلند کیا اور بڑے تفاخر سے کہنے لگا تم سب نے جنگ میں اگر ایک ایک شخص کو ہلاک کیا تو میں نے جنگ ہی کو تمام کر دیا۔ ایک حسین علیہ السلام کو کیا قتل کیا پنجتن علیہم کا خاتمہ کر دیا۔ اصغر علیہ السلام اگر حسین علیہ السلام کے ہاتھوں پر شہید ہوئے تو میں نے حسین علیہ السلام کو آغوشِ فاطمہ علیہا السلام میں شہید کیا ہے۔ تمہارے حربے نہایت تیز و تند تھے اور میرا خنجر ایسا کند و بے آب تھا کہ ذبح کے وقت رُک

رُک جاتا تھا تم اپنے کام کے وقت کسی طرف متوجہ نہ تھے میں نے جب قصد کیا کہ حسین علیہ السلام کو ذبح کروں۔ ایک لڑکے نے ناگاہ در خیمہ سے پکار کر کہا۔ اے ظالم شخص اسے اتنی بے رحمی سے قتل نہ کر اس کا نہ سر پر باپ اور ماں ہے اور نہ ہی اولاد ہے۔

اُس بچے کی فریاد و زاری پر بار بار میرا دل بے چین ہو جاتا تھا اور ہر مرتبہ چاہتا تھا خنجر گلے سے اُٹھا لوں مگر دل کو سخت کر کے اپنا کام تمام کیا۔ راوی کہتا ہے ان چار شخصوں کو تو میں پہچانتا تھا پانچواں وہ شقی تھا جس سے میں واقف نہ تھا اُس نے ان حالات کو سُن کے اپنی شقاوت پر غرور کیا اور کہا تم سب نے جو کام کیا ایسے وقت میں کیا کہ دنیا اپنی حالت پر قائم تھی اور میں نے جو ظلم کیا وہ ایسے وقت میں کیا ہے کہ زمین کو زلزلہ تھا' سیاہ آندھی چلتی تھی' آسمان سے خون برستا تھا نزدیک تھا کہ دنیا اُلٹ جائے۔ آثار قیامت ظاہر تھے حسین علیہ السلام کے خیمے جل رہے تھے' یتیم بچے گھبرا گھبرا کے صحرا میں منتشر ہو گئے تھے۔ کہیں پناہ کی جگہ نہ تھی بیبیاں ایک دوسرے کے پیچھے چھپتی پھرتی تھیں مگر زینب خاتون علیہا السلام اپنے بھائی کی بے

سر لاش پر کھڑے پیٹ رہی تھی اور اس کرب و درد سے ۔وا اَخَاہُ وَاحُسَیْنَاہُ کہہ کے فریاد کرتی تھیں کہ دل مرا خون ہوا جاتا تھا۔ اُسی عالم میں اپنی اُس معظمہ بی بی کے سر سے ردا میں نے کھینچ لی مگر وہ اپنے غم میں ایسی پریشان حال تھیں کہ چادر چھن جانے کی مطلق خبر نہ ہوئی۔ راوی کہتا ہے کا جب میں نے یہ بیان سُنا اُس وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ یزید کی فوج ہے اور یہ قیدی سب ناموس پیغمبر ﷺ ہیں اور نیزوں پر حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام اور اُن کے عزیز و انصار کے سرہائے مبارک ہیں۔ خاندان رسالت ﷺ کی تباہی پر میرا دل بے قرار ہو گیا اور اس قدر رویا کہ میں روتے روتے غش کر گیا جب غش سے افاقہ ہوا کسی کو نہ پایا ساری فوج وہاں سے کوچ کر گئی تھی۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۝

مجلس نمبر 49

- آیت حق تعالیٰ مومنوں کا اصلاح حال کرتا ہے۔
- حدیث کوئی شخص نوشتۂ جناب امیرؑ کے بغیر پل صراط سے نہ گزرے گا۔
- بروز قیامت شیعوں اور محبّوں کی جناب سیدہؑ شفاعت کریں گی۔
- میدانِ حشر میں معصومہؑ کا تشریف لانا۔

مجلس نمبر 49

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ اَصْلَحَ بَالَهُمْ ○

حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ محمد ﷺ میں ارشاد فرماتا ہے اور وہ لوگ جو خدا اور رسول ﷺ پر ایمان لائے جنہوں نے نیک وشائستہ اعمال کیے اور اُس چیز کو مان لیا جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی ہے یعنی (قرآن اور دین) اور وہ اُن کے ربّ کی طرف سے برحق ہے۔ اللہ لوگوں سے ان کے گناہوں کو دُور اور اُن کے حال کو درست کر دے گا۔"

کوئی شخص بے نوشتہ جناب امیرؑ صراط سے نہ گذرے گا:۔

حضرات! پروردگار عالم جو مومنین کے گناہوں کو دُور کر دے گا۔ اس کا مفاد کیا ہے یہ ہے کہ بلا مواخذہ اخروی اُن کو داخل بہشت کرے گا لیکن مومنین بہشت میں کس طرح داخل ہوں گے:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا كَانَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَاللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَقَامَنِیْ وَ جِبْرَآئِیْلَ علیہ السلام عَلَى الصِّرَاطِ فَلَا یُجَاوِزُ اَحَدٌ اِلَّا مَنْ مَعَهُ بَرَآئَةٌ مِنْ اَعْدَآءِ عَلِیٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ

موفق بن احمد نے کہ علمائے اہل سنت سے ہے لکھا ہے کہ ابن عباس کہتے ہیں جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا جب قیامت قائم ہو گی۔ حق سبحانہ و تعالیٰ مجھے اور جبرائیل علیہ السلام کو کھڑا کرے گا۔ پس کوئی صراط کو طے نہ کرتے پائے گا مگر وہی شخص جس کے پاس علی علیہ السلام کے دشمنوں سے بیزاری کا نوشتہ ہو گا۔ مومنین! جس طرح وصی رسول ﷺ کی محبت سے ہم سب انشاء اللہ داخل بہشت ہوں گے اُسی طرح دختر رسول ﷺ خاتون جنت کے وسیلہ سے بھی جنت میں پہنچیں گے۔

فِي الْبِحَارِ اِذَا صَارَتْ فَاطِمَةُ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ تَلْتَفِتُ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ يَا بِنْتَ مُحَمَّدٍ ﷺ مَا اِلْتِفَاتُكِ وَ قَدْ اَمَرْتُ بِكِ اِلَى الْجَنَّةِ○

کتاب بحار الانوار میں جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب روز قیامت جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام دروازۂ جنت پر پہنچیں گی تو پھر کر میدان حشر کی طرف دیکھیں گی اُس وقت پروردگار کی جانب سے خطاب ہو گا اے میرے حبیب ﷺ کی بیٹی میں نے تو بہشت میں جانے کی تجھے اجازت دی اب تامل کیوں کرتی ہے اور پھر کر کیا دیکھتی ہے۔ جناب سیدہ علیہا السلام عرض کریں گی خداوندا میں چاہتی ہوں کہ آج کے روز اپنی قدر و منزلت کو معلوم کروں۔ حکم ہو گا موقف حساب میں جاؤ اور جس کسی کے قلب میں تیری یا تیری اولاد کی محبت ہو اُس کا ہاتھ پکڑ کے بہشت میں داخل کر لو۔

قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ وَ اللّٰهِ يَا جَابِرُ اِنَّهَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ لَتَلْتَقِطُ شِيْعَتَهَا وَ مُحِبِّيْهَا كَمَا يَلْتَقِطُ الطَّيْرُ الْحَبَّ الْجَيِّدَ مِنَ الْحَبِّ الرَّدِيِّ

اس کے بعد امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا اے جابر رضی اللہ عنہ قسم بخدا اُس روز فاطمہ زہرا علیہا السلام اُس انبوہ کثیر میں سے اپنے دوستوں کو اور شیعوں کو اس طرح چن لیں گی جس طرح

مرغ اچھے دانوں کو بُرے دانوں سے چن لیتا ہے۔ جب خاتونِ جنت اپنے محبوں اور شیعوں کو اپنے ساتھ لے کر درِ جنت پر پہنچیں گی اُس وقت من جانب اللہ مومنین کے دل میں بھی یہ خیال پیدا ہوگا وہ بھی پھر پھر کر دیکھیں گے۔ خطاب ہوگا تم لوگوں کے بارے میں تو ہم نے فاطمہ علیہا السلام کی شفاعت قبول کی اور بہشت میں جانے کی اجازت دی اب پھر پھر کر کیا دیکھتے ہو؟

فَيَقُولُونَ رَبَّنَا اِنَّا نُحِبُّ اَنْ يُرَانَا قَدْرُنَا فِيْ مِثْلِ هٰذَا الْيَوْمِ

وہ عرض کریں گے بارِ الٰہا ہماری یہی آرزو ہے کہ آج کے روز ہم لوگ بھی اپنے مرتبوں کو دیکھیں۔

فَيَقُولُ اللّٰهُ يَا اَحِبَّائِيْ ارْجِعُوْا وَ انْظُرُوْا مَنْ اَحَبَّكُمْ لِحُبِّ فَاطِمَةَ○

پس ان بندگانِ رستگار کو ربّ العزت فرمائے گا اے مرے بندو! تم سب بھی موقف حساب میں جا کے اپنے محسنوں کو انتخاب کرو جس شخص نے ولائے فاطمہ علیہا السلام کی وجہ سے تم سے دوستی کی ہو یا اُن کے نام پر تمہیں کھانا کھلایا ہو یا اُس کی خاطر سے لباس پہنایا ہو اُس کی رعایت سے پانی پلایا ہو یا اس کی محبت میں تمہاری غیبت کو رد کیا ہو' بے تکلف اُن سب کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ فردوس میں لے جاؤ۔

وَ قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ علیہ السلام وَ اللّٰهِ لَا يَبْقٰى فِى النَّاسِ اِلَّا شَاكٌّ اَوْ كَافِرٌ اَوْ مُنَافِقٌ○

''امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں اُس وقت حشر کے میدان میں سوائے دین کے شک کرنے والوں کے اور کافر اور منافق کے کوئی شخص بے شفاعت کے نہ رہے گا۔'' اور جب کفار اور منافقین جہنم میں جائیں گے تو اُس وقت وہ لوگ

کہیں گے ہمارے واسطے نہ کوئی شفاعت کرنے والا اور نہ کوئی دوست خالص ہے کہ دوزخ کے عذاب سے بچائے اور نجات دے۔ کاش کہ پھر خدا ہم لوگ کو دنیا میں واپس بھیج دیتا تو بے شک ہم سب اُس پر ایمان لاتے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا یہ بات بہت مشکل ہے کہ اُن لوگوں کی یہ آرزو بر آئے اور اگر وہ لوگ دنیا میں واپس بھیج بھی دیئے جائیں تو بھی اپنے اعمال قبیحہ سے باز نہ آئیں گے۔ پھر اُنہیں افعال بد کے مرتکب ہوں گے۔ بے شک یہ لوگ کاذب اور دروغ گو ہیں۔

تمہید:۔

مومنین! جناب سیدہ علیہا السلام و آئمہ معصومین علیہم السلام کے محب و شیعہ کون لوگ ہیں وہ آپ ہی حضرات ہیں۔ اس واسطے کہ علامت دوستی و محبت کی یہ ہے کہ جس سے کوئی شخص محبت رکھے اُسے چاہئے کہ اپنے محبوب کے امور فرحت و مسرت میں خوش و مسرور ہو اور اُس کی حالت رنج و مصیبت میں افسردہ و مغموم ہو۔ پس یہ علامت آپ لوگوں میں پائی جاتی ہے کہ جب آپ حضرات فضائل و مناقب ان حضرات کے سنتے ہیں خوشحال و فرحناک ہوتے ہیں اور جب ان بزرگواروں کے شداید و مصائب سنتے ہیں رنجور و غمناک ہوتے ہیں۔

جناب سیدہؑ کا میدان حشر میں تشریف لانا:۔

بہر کیف مومنین! اس روایت سے اُس وقت کا حال معلوم ہوا جس وقت خاتون جنت علیہا السلام دروازۂ جنت پر تشریف لائیں گی اس حال کو سن کے آپ لوگ مسرور و خوشحال ہوئے۔ اب ذاکر عرصۂ محشر میں جناب سیدہ علیہا السلام کے آنے کا حال عرض کرتا ہے جس کے استماع سے آپ لوگوں کے دل محزون و مغموم ہوں گے اور بے ساختہ آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے۔ منقول ہے جب خاتون محشر علیہا السلام عرصۂ قیامت میں تشریف لائیں گی تو ایک منادی ندا کرے گا:

يَا أَهْلَ هٰذَا الْمَوْقِفِ غُضُّوا أَبْصَارَكُمْ حَتّٰى تَجُوْزَ
فَاطِمَةُ الزَّهْرَاءُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ

"اے اہل محشر اپنی آنکھیں بند کرلو تا کہ فاطمہ علیہا السلام بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس راہ سے گذر جائیں۔" راوی نے معصوم سے پوچھا یا حضرت جب جناب سیدہ علیہا السلام عرصہ قیامت میں تشریف لائیں گی مردوں کا آنکھیں بند کرنا بجا ہے مگر عورتوں کی آنکھیں بند کرنے کی کیا وجہ ہے یہ تو آپس میں محرم ہیں۔ آہ آہ حضرت نے فرمایا اے شخص وہ مظلومہ اس شکل سے آئیں گی کہ کسی کو دیکھنے کی تاب نہ ہو گی ایک ہاتھ پر دندانِ شکستہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے اور دوش دائیں پر پیراہن زہر آلود امام حسن علیہ السلام بائیں دوش پر جامہ چاک چاک خون آلود امام حسین علیہ السلام' سر پر خون آلودہ عمامہ علی مرتضٰی علیہ السلام اور آغوش مجروح میں لاش محسن علیہ السلام معصوم کی ہوگی۔ جب زیر عرش اس شکل سے پہنچیں گی تو ناقہ سے اپنے کو گرادیں گی اور خداوندِ عادل کے سامنے اس طرح داد خواہ ہوں گی اے عادل محاکمہ کر مجھ میں اور میرے فرزندوں کے قاتلوں میں۔

فریاد ازاں زماں کہ ز بیداد کوفیاں
ہنگام داد خواہی خیر النساء......

پس حکم الٰہی ہوگا اے فاطمہ داخ جنت ہو۔

فَتَقُوْلُ لَا اَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَعْلَمَ مَا صُنِعَ بِوَلَدِيَ الْحُسَيْنِ علیہ السلام

"آپ عرض کریں گی جب تک دیکھ نہ لوں گی کہ اُمت نے میرے حسین علیہ السلام سے کیا سلوک کیا بہشت میں نہ جاؤں گی۔" حکم ہوگا اے فاطمہ علیہا السلام صحرائے محشر کی طرف دیکھو۔

فَتَنْظُرُ يَمِيْنًا وَّ شِمَالًا

معصومہ دائیں بائیں دیکھیں گی۔

فَتَرَى الْحُسَيْنَ علیہ السلام وَلَيْسَ عَلَيْهِ رَاْسٌ

ناگاہ امام حسین علیہ السلام اس طرح نظر آئیں گے کہ گردن پر سر نہ ہوگا تمام بدن تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے، سینہ تیروں سے چھنا ہوا، خون میں ڈوبے ہوں گے۔ ایک طرف حضرت عباس علیہ السلام دونوں ہاتھ شانوں سے جدا سر گرز ستم سے پھٹا دکھائی دیں گے۔ ایک جانب جناب علی اکبر علیہ السلام سینہ پر نیزہ کا زخم کھائے ایک سمت اور سب شہداء سروں کو کٹائے اپنے خون میں نہائے کھڑے ہوں گے اور علی اصغر علیہ السلام کی ننھی سی لاش امام علیہ السلام کی گود میں ہوگی۔

فریاد ازاں زماں کہ جواناں اہلبیت علیہم السلام

گلگوں کفن بعرصۂ محشر قدم زنند

پس یہ حال دیکھ کر جناب فاطمہ علیہا السلام چیخ ماریں گی کہ تمام ملائکہ بھی چیخ مار کر رو اُٹھیں گے اور جناب سیدہ علیہا السلام فرمائیں گی:

وَا وَلَدَاهُ وَ ثَمَرَةَ فُؤَادَهُ

''ہائے میرے فرزند ہائے میرے میوہ دل۔'' الغرض وہ معصومہ علیہا السلام اپنے سب دوست داروں کو اور عزا دارانِ امام حسین علیہ السلام کو اور گریہ کنندگان اور زائروں کو اُس جناب کے ہمراہ لے کر داخل جنت ہوں گی۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر 50

- آیت صفات مومن میں
- حکایت اُس شخص کی جو ایک مومن کی ملاقات کو جاتا تھا
- جناب صغریٰؑ کے قاصد کی روایت
- کیفیت وفات پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور روایت سوادہ اور کافور جنت کا آنا۔

مجلس نمبر 50

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَ اَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ط اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ ہ

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ حجرات میں ارشاد فرماتا ہے نہیں ہیں مومنین مگر وہی لوگ جو خدا اور سول ﷺ پر بصدق دل ایمان لائے۔ اُس کے بعد شک وشبہ کو اپنے دلوں میں کبھی راہ نہیں دیا۔ اپنے مالوں اور جانوں سے راہِ خدا میں جد وکوشش کرتے رہے وہ مومنین ومجاہدین کا گروہ سچا اور راست گو ہے۔'' حضرات اس آیت سراپا ہدایت میں

جَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ

کا فقرہ جو مذکور ہے اس میں جہاد نفس سے ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ راہ خدا میں جہاد کرے اس طرح کہ کافروں سے جنگ کرے مگر عجب نہیں کہ جہاد نفس میں ہر قسم کا ایسا کام بھی شامل ہو جو رضائے خدا کے واسطے بلا غرض نفسانی بجالائے۔ اگرچہ اس قدر ہو کہ برادر مومن کی عیادت یا روائے حاجت کیلئے کہیں جائے یا بنظر موانست ایمانی محض اُس کی پرسش حال کے واسطے جائے۔

فِی الْاَمَالِیْ عَنِ الْبَاقِرِ علیہ السلام قَالَ اِنَّ مَلَکًا مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مَرَّ بِرَجُلٍ قَائِمٍ عَلٰی بَابِ دَارٍ فَقَالَ الْمَلَکُ

يَا عَبْدَ اللّٰهِ مَا يُقِيمُكَ عَلٰى بَابِ هٰذِهِ الدَّارِ

حکایت اُس شخص کی جو ایک مومن کی ملاقات کو جایا کرتا تھا:۔

''امالی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت نے فرمایا ایک فرشتہ نے ایک مکان کے دروازہ پر ایک شخص کو کھڑا دیکھ کر پوچھا اے بندۂ خدا تو کیوں یہاں کھڑا ہے؟

فَقَالَ اَخٌ لِي فِيهَا اَرَدْتُ اَنْ اُسَلِّمَ عَلَيْهِ

''اُس شخص نے کہا اس مکان میں میرا ایک بھائی رہتا ہے میں چاہتا ہوں اُس پر سلام کرلوں اور ایک نظر دیکھ لوں۔

فَقَالَ الْمَلَكُ هَلْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهُ رَحِمٌ مَاسَّةٌ اَوْ نَزَعَتْكَ اِلَيْهِ حَاجَةٌ

''فرشتے نے پوچھا کیا تجھ میں اور اس صاحب مکان میں کچھ قرابت ہے یا تجھے اُس سے کچھ حاجت ہے۔''

قَالَ فَقَالَ لَا بَيْنِي وَ بَيْنَهُ قَرَابَةٌ وَ لَا نَزَعَتْنِي اِلَيْهِ حَاجَةٌ اِلَّا اُخُوَّةُ الْاِسْلَامِ وَ حُرْمَتُهُ وَ اَنَا اَتَعَاهَدُهُ وَ اُسَلِّمُ عَلَيْهِ فِي اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

''حضرت فرماتے ہیں کہ اُس دیندار مرد نے جواب دیا اے شخص میرے اور اس صاحب مکان کے درمیان نہ کوئی قرابت ہے اور نہ حاجت مجھے اُس کے پاس لائی ہے لیکن یہ میرا برادر ایمانی ہے فقط بوجہ اسلام اس سے محبت رکھتا ہوں محض خوشنودی خدا کے واسطے اس کے پاس آیا جایا کرتا ہوں اور اُس پر سلام کیا کرتا ہوں جہاں تک ہوسکتا ہے رنج و راحت میں شریک حال رہتا ہوں۔''

فَقَالَ الْمَلَکُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکَ وَ ھُوَ یُقْرِئُکَ السَّلَامَ وَ یَقُوْلُ

''اُس وقت اُس فرشتے نے کہا اے شخص آگاہ ہو کہ میں خدا کا فرستادہ ایک ملک ہوں حق تعالیٰ تجھے بعد سلام ارشاد فرماتا ہے بدرستیکہ اس شخص کے ساتھ تیرا یہ سلوک کرنا گویا ہمارے ساتھ احسان کرنا ہے۔'' اس کے عوض میں ہم نے تجھ کو آتش جہنم سے نجات دی اور بہشت عنبر سرشت عطا کی۔

تمہید:۔

حضرات یہ مرد دیندار فقط بپاس اسلام اُس مرد مومن کی ملاقات کو آتا تھا اور سلام کر جاتا تھا اور اُس کے رنج وراحت میں شریک ہوتا تھا۔ حیف صد حیف جن کے گھر سے دین واسلام نے رواج پایا اور جن پر خداوند عالم اور ملائکہ درود وسلام بھیجتے ہیں اُن ہستیوں کا معرکہ کربلا میں قتل ہوا تھا کہ ان کے رنج وراحت میں شریک ہونا کیسا کوئی قائل سلام بھی نہ جانتا تھا۔ اسی وجہ سے جناب سیّد الشہداء علیہ السلام نے جناب صغریٰ سلام اللہ علیہا کے قاصد کے سلام کرنے پر تعجب فرمایا۔

روایت قاصد صغریٰ:۔

منقول ہے جیسے ہی امام حسین علیہ السلام نے سفر کیا تھا۔ جناب فاطمہ صغریٰ سلام اللہ علیہا خالی گھر کو دیکھ کے اور اپنے عزیز ایک ایک کو یاد کر کے اس قدر روتی اور پیٹتی تھیں کہ بے ہوش ہو جاتی تھیں اور ہر وقت وہ بیمار اسی انتظار میں رہتی تھیں کہ اب میرے پدر بزرگوار ہم کو بلائیں اور چچا عباس علیہ السلام اور بھائی علی اکبر علیہ السلام میرے لینے کو آئیں گے یہاں تک کہ ایک روز جب بہت گھبرائیں:

کَتَبَتْ کِتَابًا فِیْہِ سَلَامٌ وَ عِتَابٌ

"اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ایک عریضہ کہ جو اشتیاق دیدار اور شکایت سے بھرا تھا لکھا" اور چادر اوڑھ کر کچھ کنیزوں کو ہمراہ لے کر مدینہ کے دروازہ پر تشریف لے گئیں۔ ناگاہ ایک اعرابی ناقہ پر سوار نظر آیا۔ کنیزوں نے پوچھا اے عرب تو کہاں جاتا ہے؟ اُس نے کہا عراق کا ارادہ رکھتا ہوں۔ یہ سُن کر فاطمہ صغریٰ علیہا السلام نے کہا اے شخص کیا اچھا تھا کہ ہمارے ساتھ ایک احسان کرے اور اُس احسان کی جزا ہمارے جد بزرگوار جناب رسول مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیں۔ اُس نے عرض کی آپ کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا یہ عریضہ میرے بابا حسین علیہ السلام تک پہنچا دے اور جب تو فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت سے مشرف ہونا تو میری طرف سے قدم مبارک کے بوسے لینا۔ اُس نے عرض کی میں بسر وچشم خوشنودی خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خط آپ کا امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچاؤں گا۔ غرض وہ اعرابی خط لے کر روانہ عراق ہوا مگر افسوس حضرات وہ قاصد روز عاشورا کربلا میں اُس وقت پہنچا جب علی اصغر علیہ السلام بھی تیر ستم کا نشانہ ہو چکے تھے۔

دیکھا کہ مظلوم کربلا لاکھوں آدمیوں کے نرغہ میں ہزاروں تیروں کے، تلواروں کے زخم بدن پر کھائے دھوپ میں اکیلے کھڑے ہیں۔ چاروں طرف سے تیر برستے ہیں ہر سمت سے اُقْتُلُوا الْحُسَيْنَ علیہ السلام

کا شور بلند ہے کبھی آہ سرد بھر کر فرماتے ہیں:

وَ حَسْرَتَاهُ وَ غُرْبَتَاهُ وَ اَقِلَّةَ نَاصِرَاهُ

کبھی لشکر مخالف کی طرف متوجہ ہو کر کس مظلومی سے فریاد کرتے ہیں:

اَمَا مِنْ ذَابٍّ يَذُبُّ عَنَّا

اتنے لوگوں میں کوئی ایسا ہے کہ دشمنوں کے شر سے ہم کو بچائے۔

اَمَا مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا

کوئی مدد کرنے والا ہے کہ اس غربت و بے کسی میں ہماری مدد کرے۔ مومنین!

اعرابی کے دل میں یہ ہوگا کہ میں امام کی خدمت میں جاؤں گا اور حضرت شوکت شاہانہ سے مسند حکومت پر جلوہ فرما ہوں گے۔ سارے عزیز وانصار گرد وپیش کمر اطاعت باندھے حاضر دربار ہوں گے۔ یہاں یہ کیفیت دیکھ کر اُس کا کیا حال ہوگا۔ بہر کیف دیکھتے ہی ہاتھ پاؤں پھول گئے تمام بدن میں رعشہ پڑ گیا کسی طرح اپنے کو قریب پہنچایا اور کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

پھر زور زور کے قدم مبارک چومنے لگا آپ نے جواب سلام دے کر فرمایا بھائی تو کون ہے کہ اس بے کسی میں مجھ پر سلام کرتا ہے یہاں تو کوئی مجھے قابل سلام بھی نہیں جانتا؟ اُس نے عرض کی آپ کی دختر مریضہ کا قاصد ہوں اور عریضہ پیش کیا حضرت وہ خط لے کر درخیمہ پر تشریف لائے اور بہ آواز بلند فرمایا اے زینب علیہا السلام وام کلثوم علیہا السلام اے سکینہ علیہا السلام و رقیہ علیہا السلام یہاں آؤ کہ فاطمہ صغریٰ کا خط آیا ہے۔ سب بیبیاں بے تاب ہو ہو کر آواز پر دوڑیں حضرت نے جو اُس خط کو کھولا یہ لکھا تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ فَاطِمَةَ الصُّغْرٰى بِنْتِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ اِلٰى وَالِدِهَا الْحُسَيْنِ اَلَافُ التَّحِيَّةِ وَ الثَّنَاءِ

یعنی فاطمہ صغریٰ علیہا السلام کی طرف سے اُس کے پدر بزرگوار فرزند رسول الثقلین ﷺ جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں ہزار ہزار تسلیمات وتحیات قبول ہو اور چچا عباسؑ اور سب بھائیوں اور بہنوں کو میرا سلام پہنچے:

وَ السَّلَامُ التَّامُ عَلٰى مَعِیْ وَ قُرَّةِ عَيْنِىْ عَبْدِ اللّٰهِ بِرَضِيْعِ الصَّغِيْرِ

پھر میرے نور چشم چھوٹے بھائی شیر خوار علی اصغر علیہ السلام کو بہت دعا وسلام کہنا۔

اے بابا آپ کو اور سب عزیزوں کو خدا کی قسم دیتی ہوں کہ میری طرف سے علی اصغر علیہ السلام

کے بوسے لیتا اور بہت پیار کرتا اور کیوں بابا آپ نے اچھا وعدہ کیا تھا کہ جب میں عراق میں پہنچوں گا۔ چچا اور بھائی کو تجھے لینے کے واسطے بھیجوں گا کیا وہاں جا کر دل سے بھلا دیا میری بیاری اور تنہائی کا بھی خیال نہ کیا اب تک میں نے تارے گن گن کر جدائی کی راتیں کاٹی ہیں مگر کوئی لینے کو نہ آیا۔ آخر کہاں تک انتظار کے صدمے اُٹھاؤں گی یقین ہے کچھ دنوں تک سنسان گھر دیکھ دیکھ کر اکیلے گھبرا گھبرا کے مرجاؤں گی۔ جب حضرت تمام خط ملاحظہ کر چکے رنج و ملال سے عجب حال ہوا۔ دفعتہً چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا جن کو مریضہ بیٹی نے سلام لکھا تھا اُن کی صورتیں یاد آ گئیں عباس علیہ السلام کا شانہ کٹنا اکبر علیہ السلام کا برچھی کھانا اصغر علیہ السلام کا نشانہ تیر ہونا آنکھوں میں پھرنے لگا۔ بے اختیار دیر تک گریہ فرماتے رہے پھر فرمایا اے فاطمہ علیہا السلام تیری خاطر مجھے عزیز ہے جس جس کو تو نے سلام لکھا ہے میں اُنہیں تیرا سلام پہنچاتا ہوں۔ یہ فرما کر قتل گاہ کی طرف چلے پہلے بتیس برس کے جوان بھائی کا لاشہ نظر آیا قریب جا کر زمین پر بیٹھ گئے اور فرمایا عباس علیہ السلام اُٹھو بھتیجی نے تم کو وطن سے سلام لکھ بھیجا ہے اور شکایت کی ہے کہ اب تک میرے لینے کو مدینہ میں نہ آئے کچھ منہ سے بولو کیا جواب لکھ بھیجوں یہاں تمہارا تو یہ حال ہوا وہاں فاطمہ علیہا السلام تمہارا انتظار کرتی ہے۔ پھر اُٹھ کر تمام عزیزوں کی لاشوں کو پیغام پہنچاتے ہوئے اُس مقام پر آئے جہاں چھ مہینہ کے بچے کی ننھی سی لاش دھوپ میں ریت پر پڑی تھی۔ راوی کہتا ہے اُس معصوم کی لاش پر حضرت کا حال بہت تباہ ہوا۔ اس واسطے کہ فاطمہ صغریٰ نے مقرر لکھا تھا ہر چند تم سب کی مفارقت سے نہایت رنج و وحشت ہے مگر خاص اصغر علیہ السلام کی جدائی مجھے مارے ڈالتی ہے ہر دم وہ بھولی بھالی صورت آنکھوں میں پھرا کرتی ہے۔ بے ساختہ حضرت لاشِ اصغر علیہ السلام پر گر پڑے کبھی اُس گلوئے نازک کو جس پر حرملہ کا تیر لگا تھا چومتے تھے کبھی وہ چھوٹا سا دہن جس میں تین دن سے دودھ یا پانی کا قطرہ نہ گیا تھا اُس کی بو سونگھتے تھے۔ بیبیوں نے بے قراری دیکھ کر حضرت کو لاش سے علیحدہ کیا اس کے وہ ننھی سی میتلے کر دفن کرنے چلے اُس وقت بیٹیاں آپ کی دوڑیں اور کہنے لگیں بابا ذرہ ٹھہر جایئے کہ بے نیابت

فاطمہ صغریٰ علیہا السلام ہم سب اصغر علیہ السلام کو پیار کرلیں۔ آپ ٹھہر گئے سکینہ علیہا السلام اور رقیہ علیہا السلام نے شیر خوار کو گلے سے لگا کر کہا ہائے بھائی تم تو یہاں آغوش اجل میں آرام کرتے ہو وہاں بہن تمہاری دیدار کے اشتیاق میں تڑپتی ہے۔ بہرکیف امام علیہ السلام نے بہت دشواری سے وہ لاش بیٹیوں سے لے لی اور قتل گاہ میں لے جا کر دفن کر دی مومنین! جائے تامل ہے کہ فاطمہ صغریٰ علیہا السلام کو تو یہ اشتیاق تھا کہ میرا خط گیا ہے اب چچا یا بھائی میرے لینے کو ضرور آتے ہوں گے۔ جب قاصد یہاں سے یہ خبر لے کر پہنچا ہوگا اے فاطمہ صغریٰ علیہا السلام تیرے چچا کے شانے کاٹے گئے۔ اکبر علیہ السلام کے سینہ پر نیزہ لگا، اصغر علیہ السلام نے حلق پر تیر ظلم کھایا تیرا بابا تشنہ لب ذبح ہوا بھائی طوق و زنجیر میں گرفتار ہو کر پھوپھیوں کے بہنوں کے ساتھ شام کو گیا۔ جناب فاطمہ صغریٰ علیہا السلام کا اُس وقت کیا حال ہوا ہوگا؟ غرض یہ جامہ صبر حضرات آئمہ ہدیٰ اور اُن کی ذرّیت کے واسطے ذات کبریا نے عطا کیا تھا ورنہ بشر کب متحمل ایسے مصائب کا ہوسکتا ہے۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر51

- آیت وسعت و تنگی رزق مشیت خدا پر ہے۔
- حدیث سادات کے ساتھ اکرام و احسان کرنے کے ثواب میں۔
- حکایت اُس شخص کی جس نے سادات کو اپنے عیال پر ترجیح دی تھی۔
- روایت سید مہدی کا موئی اور ایک عالم کے خواب کی

مجلس نمبر 51

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَہٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ ؕ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ○

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورہ شوریٰ میں ارشاد فرماتا ہے اسی کے پاس آسمانوں کی اور زمینوں کی کنجیاں ہیں یعنی آسمانی رزق کا خزانہ کہ باران ہے اور روزی زمین کا گنجینہ کہ نباتات ہیں یہ دونوں ایک اُسی کے قبضہ اختیار میں ہیں۔ وسیع کرتا ہے رزق کو جس کے واسطے مصلحت جانتا ہے اور تنگ کرتا ہے روزی کو جس کے واسطے از روئے حکمت مناسب جانتا ہے بدرستیکہ حق تعالیٰ ہر چیز کا عالم ودانا ہے۔'' حضرات! اس آیت سے تو ظاہر ہے کہ وسعت روزی اور رزق میں تنگی مشیت ایزدی سے ہوتی ہے لیکن حق تعالیٰ نے وسعت رزق کے اسباب بھی مقرر کیے ہیں۔ ایک اُن اسباب سے اعمال خیر کا بجالانا ہے کہ یہ بھی زیادتی رزق کا باعث ہوتا ہے اور اعمال خیر کی تفصیل کہاں تک ہو سکتی ہے اطاعت خدا و رسول ﷺ کے ذریت رسول ﷺ کے ساتھ محبت رکھنا اور اُن کی اولاد کے ساتھ احسان کرنا بہترین عمل ہے۔

حدیث اکرام سادات میں :-

شفیع المذنبین جناب سید المرسلین علیہ السلام نے فرمایا روز قیامت چار شخصوں کی میں شفاعت کروں گا اگرچہ اُن کے گناہ بمقدار کل اہل زمین کے ہوں۔

نَصَرتُہٗ لِذُرِّیَتِیْ

"ایک وہ شخص ہے جس نے میری ذریت کی مدد و اعانت کی ہو۔"

وَ رَجُلٌ یَزَلَ مَالَہٗ لِذُرِّیَتِیْ عِنْدَ الْمَضِیْقِ

"دوسرا وہ ہے جس نے ہماری اولاد کی حاجت و اضطرار کے وقت اپنے مال سے امداد و حاجت روائی کی ہو۔"

وَ رَجُلٌ سَعٰی فِیْ قَضَاءِ حَوَائِجِ ذُرِّیَتِیْ اِذَا تَرَدَّدُوْا

"تیسرا وہ شخص ہے جس نے ہماری ذریت کے تردد و مشکل کے وقت اُن کی حاجت روائی میں سعی کی ہو۔"

وَ رَجُلٌ اَحَبَّ ذُرِّیَتِیْ بِاللِّسَانِ وَ الْقَلْبِ

"چوتھا وہ ہے جو ہماری ذریت کے ساتھ زبان و دل سے محبت رکھتا ہو۔"

قَالَ الصَّادِقُ علیہ السلام اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ نَادٰی مُنَادٍ اَیُّھَا الْخَلَائِقُ اَنْصِتُوْا اِنَّ مُحَمَّدًا یُکَلِّمُکُمْ فَتَنْصِتُ الْخَلَائِقُ

حدیث سادات کے ساتھ احسان کرنے کے ثواب میں :-

صاحب جواہر الاخبار کتاب مصائب المعصومین سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ "امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ روز قیامت ایک منادی ندا کرے گا۔ اے اہل محشر ساکت و خاموش ہو جاؤ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سب سے کچھ فرمانا چاہتے ہیں یہ ندا سنتے ہی تمام خلائق خاموش ہو جائے گی۔"

فَیَقُوْمُ النَّبِیُّ وَ ھُوَ یَقُوْلُ یَا مَعْشَرَ الْخَلَائِقِ مَنْ کَانَ لَہٗ عِنْدِیْ یَدٌ اَوْ مِنَّۃٌ اَوْ مَعْرُوْفٌ فَلْیَقُمْ حَتّٰی اُکَافِیَہٗ

فيقولون بآبائنا و امهاتنا

"اُس وقت رحمۃ اللعالمین جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرصۂ قیامت میں تشریف لائیں گے اور ارشاد کریں گے اے اہل محشر تم لوگوں میں سے جس کسی کا ہم پر حق یا احسان ہو وہ جدا ہو کے میرے سامنے آئے تا کہ ہم اُس کی نیکی کی جزا و عوض دیں۔ پس مومنین ایک زبان ہو کر عرض کریں گے ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ہم غلاموں کا آپ پر کیا حق و احسان ہوگا البتہ ہم لوگوں پر آپ کے حقوق و احسانات بے شمار ہیں۔"

فيقولُ مَنْ اوىٰ اَحَدًا مِنْ اَهْلِبَيْتِيْ اَوْ كَسَاهُمْ مِنَ العُرىٰ اَوْ اَشْبَعَ جَائِعَهُمْ فَلْيَقُمْ حَتّٰى اُكَافِيَهُ

"پس جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائیں گے جس شخص نے میرے اہل بیت علیہم السلام سے کسی کی مدد و اعانت کی ہو یا اُن میں سے کسی برہنہ کو لباس پہنایا ہو یا بھوکے کو کھانا کھلایا ہو وہ لوگ میرے محسن ہیں ہمارے پاس حاضر ہوں تا کہ میں اُن احسانات کا اس وقت عوض دوں۔"

فيقومُ اُنَاسٌ قَدْ فَعَلُوْا ذٰلِكَ

یہ ارشاد فیض بنیاد سُن کر وہ لوگ جنہوں نے اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کسی طرح کا احسان کیا ہوگا یا کچھ بھی نیکی کی ہوگی اہل محشر کے انبوہ سے جُدا ہو کر محبوب خدا کے سامنے حاضر ہوں گے۔"

فيأتي النِّدَآءُ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ يَا مُحَمَّدُ يَا حَبِيْبِيْ قَدْ جَعَلْتُ مُكَافَاتَهُمْ اِلَيْكَ فَاَسْكِنْهُمْ شِئْتَ مِنَ الْجَنَّةِ

اُس وقت بارگاہ جناب احدیت سے آواز آئے گی اے حبیب! میرے ان لوگوں کی جزا کا اختیار میں نے تم کو دیا بہشت کے جس مقام میں جس درجہ میں جہاں چاہو جگہ دو۔

فَيُسْكِنُهُمْ فِي الْوَسِيلَةِ حَتّٰى لَا يُحْجَبُوا عَنْ مُحَمَّدٍ ﷺ وَاَهْلِبَيْتِهِ عليهم السلام ○

پس پیغمبر ﷺ خدا ان لوگوں کو اپنے مقام وسیلہ میں جگہ دیں گے جس مقام پر اُن لوگوں میں اور حضرت میں اور آپ کے اہلبیت علیہم السلام میں کسی طرح کا حجاب نہ ہوگا۔

اُس شخص کی حکایت جس نے سادات کو اپنے عیال پر ترجیح دی تھی:۔

صاحب خلاصۃ الاخبار تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مومن کے عیال بوجہ ناداری بھوکے تھے۔ وہ دیندار اُن سب کو تشفی دے کر گھر سے باہر نکلا کہیں سے کچھ فکر کر کے نفقہ بہم پہنچائے۔ غرض اُس کو ایک درہم کسی طرح کہیں سے مل گیا کچھ روٹیاں کچھ سبزی مولی وغیرہ کی قسم سے خرید کر کے لے چلا۔ اثناء راہ میں دیکھا ایک سید ایک سیدانی دونوں بھوک سے بے تاب ہیں۔ اپنے دل میں کہا ہماری عیال سے اولاد رسول ﷺ افضل ہیں یہ خیال کر کے وہ تمام روٹیاں اور سبزی اُس سید اور سیدانی کے حوالہ کر دی اور خود شرمندگی کے سبب سے اپنے گھر نہ گیا کہ عیال کو کیا جواب دوں گا۔ یہ شہر کی گلیوں میں حیران و پریشان پھرتا تھا۔ ناگاہ ایک قاصد مصر سے پہنچا ایک خط اُس کے ساتھ ایک صرہ جس میں پانچ سو اشرفیاں تھیں اس مومن کو لا کے دیا۔ وہ خط ایک تاجر کی طرف سے اس مضمون کا تھا کہ تمہارا فلاں چچا زاد بھائی مصر میں قضا کر گیا ہے بجز تمہارے دوسرا وارث نہیں یہ پانچ سو اشرفیاں اُس کے پاس موجود تھیں جو بھیجتا ہوں اور ہزار اشرفیاں اُس کے مال سے مکہ و مدینہ میں لوگوں کے ذمہ باقی ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سی دوکانیں قریات اور زراعت یہاں اس ملک میں اُس کے ہیں جس طرح مناسب سمجھو اُس کا بندوبست کرو۔ یہ مرد مومن بہت ہی خوش ہوا پھر جس قدر چاہا غلہ خرید کر کے گھر لے گیا اور جتنا ممکن ہوا فقراء و مساکین کو بھی خیرات و صدقہ دیا۔ شب کو خواب میں دیکھا جناب رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں اے شخص تو نے اپنی اولاد پر میری اولاد کو مقدم کیا اس لئے خدا نے تجھے غنی کر دیا۔

منقول ہے اُسی شب کو وہ لوگ جن کے ذمہ مکہ و مدینہ میں اشرفیاں باقی تھیں اُنہوں نے عالم رویا میں دیکھا جناب رسالت مآب ﷺ اور حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ فلاں شخص جس کے تم لوگ مقروض ہو مر گیا اب وارث متروکہ اُس کا بھائی فلاں مقام پر ہے جلد قرض کی رقم ادا کرو ورنہ تم سب ہلاک ہو جاؤ گے۔ غرض اُن سب نے ہزار اشرفیاں اپنے ذمہ کی اُس مومن کے پاس روانہ کر دیں۔ اس کے علاوہ اہل مصر نے اسی طرح خواب دیکھا اور اُن لوگوں نے بھی فوراً اُس کا قیمتی مال لاکھ اشرفیوں کا جس سے کوئی واقف نہ تھا اُس مومن کے پاس پہنچا دیا اور لکھا کہ اگر اجازت دو تو جو کچھ تمہارے قریات اور غلات وغیرہ مصر میں ہیں۔ حاکم کی اعانت سے اُسے بیچ کر قیمت تم تک پہنچا دیں اس دیندار مرد نے اجازت لکھ بھیجی یہاں سے اس کا اجازت نامہ جانا وہاں حاکم مصر کا خواب دیکھنا کہ پیغمبر خدا ﷺ ارشاد کرتے ہیں فلاں شخص جو مر گیا اُس کی املاک وغیرہ جلد بیچ کر قیمت اُس کے بھائی کے پاس بھیج دے الحاصل جو کچھ مملوکہ مصر میں تھا وہ سب فروخت ہو کے تین لاکھ اشرفیاں قیمت کی اس مرد مومن کے پاس آئیں۔ اب وہ اس طرح صاحب دولت ہو گیا کہ اہل وطن میں ایسا مالدار نہ تھا۔ اس کے بعد دوبارہ حضرت خاتم المرسلین ﷺ اور جناب امیر المومنین علیہ السلام اس پاک طینت مرد کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا اے شخص تو نے اپنے عیال پر جو میری آل کو ترجیح دی تو دنیا میں تیرے لئے اُس کی یہ جزا ہے کہ فقیر سے غنی غیروں سے مستغنی ہو گیا اور آخرت میں تیرے واسطے ہر حبہ کے عوض میں ہزار قصر ہیں کہ سب سے اُس کا چھوٹا تمام دُنیا سے کہیں بڑا ہے۔

تمہید:۔

مومنین! اس مرد دیندار نے ایک مرتبہ اپنے مال سے ایک درہم کی روٹیاں سید و سیدانی کو دے کے خدا اور رسول ﷺ کو راضی کیا۔ اُس کے صلہ میں کیسا نفع دنیا و آخرت حاصل کیا۔ خیال کیجئے کیا خسران دنیا و آخرت اُن لوگوں کیلئے ہوگا جنہوں نے سید الانبیا

ﷺ کے نواسے وسید الاوصیاء کے فرزند سید الشہداء علیہ السلام کو طعام سے سیر کرنے کے بدلے بھوکا پیاسا آب تیغ سے سیراب کیا۔ وہ سیدانیاں جو سیدہ النساء علیہا السلام کی بیٹیاں تھیں انہیں سیر کرنے کے عوض میں وارثوں کے غم میں سیر ہو کے رونے بھی نہ دیا۔ آہ آہ راحت کے بدلے ایسے امام تارک الدنیا وقبر رسول ﷺ کے مجاور پر دشمنوں کے ہاتھوں سے وہ مصیبتیں گذریں کہ شمہ اُس کے بیان کا ممکن نہیں۔

حکایت حاجی سید مہدی کا مونی :۔

حاجی سید مہدی کا مونی جو کلید بردار روضۂ امام حسین علیہ السلام کے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ سید احمد میرے گھر میرے مہمان تھے ایک روز دن بھر انہیں روتے روتے گذر گیا کھانا بھی نہ کھایا شام کے قریب میں نے پوچھا کیا وجہ ہے کہ آپ نے صبح سے اس وقت تک رونے میں بسر کی اب تک جوش رقت کم نہیں ہوا۔ یہ سن کر سید اور بیتاب ہو کر رونے لگے اور کہنے لگے میں شب گذشتہ مظلوم کربلا علیہ السلام کی مجلس عزا میں گیا تھا ایک عجمی ذاکر نے یہ مضمون پڑھا کہ جب شمر نے امام حسین علیہ السلام کے سر اطہر کو بدن سے جدا کیا تو ایک تکبیر کہی اور معاذ اللہ تین مرتبہ اُس سر مبارک کو دونوں ہاتھوں پر بلند کیا اور اس زور سے زمین پر رکھ دیا کہ بیان اُس کا ہو نہیں سکتا ارشاے کیلئے کافی ہے ہر مرتبہ اُس جگہ کی خاک اُڑ گئی اور زمین پر اُس سر بریدہ کا نشان پڑ گیا تمام دشت کربلا کانپنے لگا اور منادی نے ندا دی:

قَدْ قُتِلَ الْحُسَيْنُ وَ قَدْ ذُبِحَ الْحُسَيْنُ

یہ حال اُس نوحہ خواں سے سُن کر تاب ساعت نہ رہی بہت رویا اور دل میں کہنے لگا شاید اہل عجم اس طرح کے مضامین فرط رقت کے واسطے اپنی طبیعت سے ایجاد کر کے پڑھتے ہیں۔ غرض روتے ہی روتے غش کر گیا اُس عالم میں کیا دیکھتا ہوں کہ جناب سید الشہداء علیہ السلام ہزاروں زخم جسم اقدس پر کھائے تشریف لائے ہیں۔ میں نے آپ سے عرض کی ہر چند حضرت کے مصائب بے انتہا ہیں مگر آج جو ذاکر نے آپ کے سر اطہر کے ساتھ

بے ادبی بیان کی واقع میں ایسا ہی ہوا تھا یا مصائب سنانے والے نے رقت کے واسطے اپنی طرف سے بڑھایا ہے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا تو اسی مضمون کو سخت تر سمجھا ہے اے احمد ہم پر وہ مصیبتیں آئی ہیں کہ ذاکر کس طرح بیان کرے شمہ بھی اُس کا ادا ہو نہیں سکتا یہ سُن کر میں غم کے مارے بے اختیار سے رویا کہ آنکھیں کھل گئیں۔ اے حاجی اُس وقت سے میرے دل کو کسی طرح چین نہیں آتا خود بخود دل اُمڈا آتا ہے۔

ایک عالم کے خواب کی روایت:۔

اور کتاب قصص العلما میں لکھا ہے کہ ایک عالم نے جناب رسالت مآب ﷺ کو خواب میں دیکھا اور عرض کی یا حضرت کتب مقاتل میں' میں نے دیکھا ہے کہ جناب سید الشہداء علیہ السلام نے معرکہ کربلا میں اتنے مصائب اُٹھائے کہ دو مرتبہ فرط صدمہ سے اُس جناب کو غش آ گیا تھا۔ آیا یہ روایت صحیح ہے یا راویوں کے سہو سے غلط مشہور ہو گیا ہے۔ یہ سنتے ہی پیغمبر خدا ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمانے لگے اے ملا میرے فرزند حسین علیہ السلام پر روز عاشوراء وہ مصائب وصدمے گذرے اور وقت شہادت ایسی تکلیف وایذا اُس کو پہنچی کہ دو مرتبہ نہیں بلکہ چار دفعہ غش آ گیا تھا۔ فی الواقع حضرات! ایسی مصیبتیں اُس جناب پر اور بعد آپ کے اہل بیت علیہم السلام پر پڑیں کہ بیان نہیں ہو سکتیں۔ خیال کیجئے کہ روز عاشوراء اُس عالم مسافرت میں' وارثوں کا سایہ سر سے اُٹھنا' ننھے ننھے بچوں کا یتیم ہو جانا' خیمہ کا جلنا' اسباب کا لٹنا' میدان میں سواروں کی دوادوش' چھوٹے چھوٹے بچوں کا ہر طرف منتشر ہو جانا ان سب آفتوں پر یہ قیامت ہوئی کہ وارثوں کی لاش پر جی بھر کے رونے بھی نہ پائے تھے کہ اشقیا جلدی جلدی اُن بے کسوں کو اُونٹوں پر سوار کر کے کوفہ کی جانب لے گئے۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ؕ

مجلس نمبر52

آیت مقام متقی و پرہیزگاروں کے بیان میں۔

منصور عمار کی روایت۔

تعریف امام حسینؑ کے اصحاب کی۔

امامؑ کا استغاثہ

شہداء کے سروں اور جسموں سے کرامات کا ظہور ہونا

مجلس نمبر 52

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ مَقَامٍ اَمِیْنٍ ۙ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ۙ یَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ۙ كَذٰلِكَ ۟ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ ۝

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ دخان مین ارشاد فرماتا ہے بدرستیکہ وہ لوگ جو متقی و پرہیزگار ہیں مقام امن و امان میں ہیں اور وہ مقام امن باغ ہائے بہشت ہیں کہ جن میں نہریں جاری ہیں اور وہ لوگ وہاں پر حریر و دیبا کے لباس پہنے ہوئے ایک دوسرے کے مقابل میں بیٹھے ہیں۔ یہ کیفیت اہل بہشت کی ہے اور ہم نے ایسی حوروں کے ساتھ جو سفید رو و سیاہ چشم ہیں اُن پرہیزگاروں کی تزویج کر دی۔'' سبحان اللہ پرہیزگاروں کے کیا مرتبے ہیں اور پرہیزگاری ہر شخص کی بقدر اُس کے ایمان کے ہوتی ہے جتنا کامل الایمان ہو گا اُتنا ہی پرہیزگار ہوگا اور جس قدر متقی و پرہیزگار ہوگا اُسی قدر اپنے پروردگار سے ڈرتا تھا۔

روایت منصور عمار:۔

بروایت تفسیر منہج الصادقین منصور عمار کہتا ہے کہ ایک مسجد میں ایک جوان کو دیکھا نہایت خشوع و خضوع سے پڑھتا ہے اور آنکھوں سے اشک کا دریا مثل نہر جاری ہے۔ میں نے دل میں کہا اس سے بوئے آشنائی آتی ہے۔ جب میں اُس کے پاس سے گذرا تو اُس نے نماز سے فارغ ہو کر مجھ سے مصافحہ کیا۔ میں نے کہا کیا تم واقف ہو کہ پروردگار عالم نے

دوزخ میں ایک صحرا قرار دیا ہے یعنی آتش شعلہ ناک مُنہ کی کھال گرانے والی ہے اُس جوان نے ایک آہ کا نعرہ کیا اور مُصلّے پر گر کے بے ہوش ہو گیا جب اس غشی سے افاقہ ہوا یا میں نے یہ آیت پڑھی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَ أَهْلِيكُمْ وَقُودُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ

"یعنی اے گروہ مومنین! اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو اُس آگ سے بچاؤ جو آدمیوں سے اور پتھروں سے افروختہ کی جائے گی۔ یہ آیت کے سنتے ہی اُس خداشناس کو تاب ضبط باقی نہ رہی بے اختیار چیخ مار کر زمین پر گر پڑا اور ایسا تڑپا کہ روح قالب سے پرواز کر گئی۔ تجہیز و تکفین کا سامان کرنے کیلئے جب اُس کا لباس اُتار ادیکھا اُس برگزیدہ خدا کے سینہ پر بخط جلی لکھا ہے:

فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۙ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ

یعنی وہ زندگانی پسندیدہ میں ہے ایسے بہشت بلند میں جہاں کے میوے تیار اور خواہش کے وقت قریب ہیں۔ الغرض جائے پاکیزہ میں اُس دیندار کو دفن کیا۔ ایک شب اُس کو خواب میں دیکھا کہ عمدہ لباس پہنے تاج مرصع سر پر رکھے کھڑا ہے اُس سے پوچھا:

مَا فَعَلَ اللّٰهُ بِكَ

"خدا نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا۔" اُس نے کہا کہ پروردگار عالم نے شہدائے بدر کے درجہ سے میرا مرتبہ بلند کیا۔ میں نے پوچھا کس سبب سے تیری ایسی منزلت ہوئی؟ جواب دیا:

لِأَنَّهُمْ قُتِلُوا بِسَيْفِ الْكُفَّارِ وَ أَنَا قُتِلْتُ بِسَيْفِ الْمَلِكِ الْجَبَّارِ

مجاہدین بدر کفار کی تلوار سے شہید ہوئے اور میں خوف خدا کی تیغ سے مقتول ہوا

اس سبب سے میرا مرنا اُن کی شہادت سے کہیں افضل ہے۔

تمہید:۔

حضرات! یہ بندہ مومن کیسا برگزیدہ باری ہوا جس نے مجاہدین بدر سے زیادہ مرتبہ پایا لیکن انصار سید الشہداء کے درجہ و مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا ہے۔ اس لئے کہ اس نے خوف الٰہی سے فقط اپنی جان دی اور صرف اپنے نفس کو مہالک اُخروی سے بچا کے درجات عالیہ پر فائز ہوا یہ کیسے برابر ہو سکتا ہے اُن لوگوں کے جنہوں نے اپنی جان بھی مال بھی اہل و عیال بھی راہ خدا میں نثار کر دیا اور فرزند رسول ﷺ و ذریّت بتول ؑ کی حفاظت و حمایت میں مرتے دم تک جہد و کوشش ہی کرتے رہے اور حضرات وہ شخص محض دیندار و نماز گذار تھا مگر قربان رفقائے امام حسین علیہ السلام کہ ایک ایک شخص میں بے انتہا اوصاف تھے۔

دیندار بھی ابرار بھی عصیان سے بری بھی
زاہد بھی مجاہد بھی نمازی بھی جری بھی

تعریف اصحاب امام حسینؑ:۔

سبحان اللہ کیسے دیندار کہ جناب سید الشہداء علیہ السلام کی رفاقت میں ان لوگوں کو اپنی ہلاکت کا یقین کامل تھا۔ اس پر بھی خوشنودی خدا و رسول ﷺ کے واسطے آپ کی امدادیں جان و مال سے حاضر رہے یہاں تک کہ بھوکے پیاسے قتل ہو گئے اور ابرار ایسے تھے کہ مومنوں کو قیامت تک اُن کی نیکوکاری میں شریک ہونے کی حسرت رہے گی برابر کہتے ہیں:

يَا لَيْتَنِي كُنْتُ مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا

"کاش ہم بھی شریک حال ہوتے کہ اُنہیں کے ساتھ درجات عالیہ پر فائز ہوتے۔" اور اس طرح ہمیشہ عصیان سے بری رہے جس طرح تین دن فرات سے دور رہے اور اُن کے زاہد ہونے کا کیا کہنا مودت آلِ رسول ﷺ میں وطن کی محبت، اہل و عیال

کی اُلفت، دنیا کی کُل لذتوں کو ترک کر دیا اور مجاہد اس مرتبہ کے ہوئے کہ میدان جنگ سے کوئی زندہ نہ پھرا۔ سب کے سب عترت رسول ﷺ کی حمایت میں قتل ہو گئے۔

اجساد سر ہائے شہدا سے کرامت ظاہر ہونا:۔

اور نمازی تو ایسے تھے کہ برچھیوں کی تیز کاٹ، دبھالوں کی گھٹائیں، تیروں کی بوچھاڑ تلواروں کی بجلیاں چمکتے میں امام علیہ السلام کے ساتھ نماز با جماعت ادا کی۔ یہاں تک کہ سعد بن عبداللہ جو صف اول میں حضرت کے سپر تھے اُسی تیروں کی بارش میں اس قدر زخمی ہوئے کہ نماز تمام ہونے کے بعد خود بھی تمام ہو گئے اور جری اُن کے مقابل کا تو کوئی کیا ہو سکتا ہے۔ پہلے ہی تلواروں کی کاٹھیوں کو توڑ کے خندق میں پھینک دیا تھا اس لئے کہ جیتے جی معرکہ حرب سے سلامت پھرنا اور پھر تیغوں کا میان میں رکھنا منظور نہ تھا اور اہلبیت علیہم السلام کی نصرت کو میدانِ جنگ میں اس بشاشت سے جاتے تھے۔ جیسے دولہا عروس کے گھر جاتا ہے۔ کیا خوب شاعر نے کہا ہے:۔

یوں خندہ رو چلے وہ جری رزم گاہ میں

جس طرح کوئی جاتا ہے اپنی سپاہ میں

اور حضرات! اُس بندۂ مومن کی میت سے تو ایک کرامت ظاہر ہوئی کہ اُس کے سینہ پر قلم قدرت سے بخط جلی آیت قرآنی لکھی تھی اور شہدائے کربلا علیہم السلام کے اجسام مجروح سے فرق ہائے بریدہ سے قطرات خون سے کتنی کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں؟ منقول ہے جب مظلوم کربلا علیہ السلام بے یار و مددگار تنہا رہ گئے:

فَرَاٰی یَمِیْنًا وَ شِمَالًا

آپ نے بنظر حسرت و یاس دائیں طرف بائیں جانب دیکھا۔ بجز غربت و بے کسی کے کوئی ہمدم و رفیق نظر نہ آیا۔ حضرت اپنی مظلومی پر آپ رونے لگے۔ کون تھا جس سے فریاد کرتے۔ پہلے اپنے جد و پدر و مادر و برادر کو یاد کیا اُس کے بعد اپنے اصحاب سے

ایک ایک کا نام لے لے کے پکارنا شروع کیا:

اَیْنَ اَیْنَ حَبِیْبُ بْنُ مُظَاہِرٍ اَیْنَ اَیْنَ مُسْلِمُ بْنُ عَوْسَجَۃَ

کہاں ہیں کہاں ہیں میرے بچپن کے رفیق حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ اور کہاں ہیں کہاں ہیں میرے یار وفادار مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ جو چند ساعت پیشتر میری حفاظت میں کوشش کرتے تھے۔ دشمنوں کے تیر اپنے بدنوں پر کھاتے تھے اور مجھے بچاتے تھے اب کیا ہو گیا کہ فوج مخالف سے تیروں کی بوچھاڑ نیزہ و شمشیر کے وار میں میرے بدن پر پڑتے ہیں وہ آ کر مجھ کو نہیں بچاتے۔ حضرت کی آواز استغاثہ پر بروایت اسرار الشہادۃ زمین کربلا کو زلزلہ ہوا اور شہداء کی لاشیں تڑپنے لگیں اور ہر شہید کا مُردہ اُٹھ کے اپنے حلقوم بریدہ سے لبیک لبیک یا ابن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز دیتا تھا اور عرض کرتا تھا اے آقا اگر ہم زندہ ہو جائیں تو پھر آپ کی نصرت کو حاضر ہیں۔ مومنین! اُن شہیدوں کے اجسام بے سر سے تو یہ امر عجیب واقع ہوا اور سر ہائے بے جسد سے یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ جب اعداء نے چاہا اُن سروں کو نیزوں پر چڑھائیں کسی سر نے اپنی جگہ سے جنبش نہ کی گویا یہ خیال تھا کہ اشقیاء اس واقعہ سے خائف ہوں اور سر امام کے ساتھ اس بے ادبی کے مرتکب نہ ہوں لیکن جب مظلوم کربلا علیہ السلام کا فرق بریدہ نیزہ پر علم ہو گیا اُس وقت سر ہائے شہداء بھی سبک ہو گئے اور نیزوں پر چڑھائے گئے۔ مطلب یہ تھا کہ آقا نے جب اس ظلم کو بھی گوارا کر لیا تو ہم کو بھی ہر حال میں آپ کی اطاعت لازم ہے اور شہداء کے قطرات خون سے بروایت گلشن عباسیہ یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ جب عمر سعد لعن اللہ کو خیموں کے جلانے سے اہلبیت علیہم السلام کی اسیری سے اطمینان ہو چکا اپنے لشکر کے کشتہ ہائے نجس کے دفن کرنے کا حکم دیا اور خود چاہا کہ گھوڑے پر سوار ہو کے اُن کے دفن میں شریک ہو۔ ناگاہ ایک آواز تکبیر ایسی آئی کہ دل پر قابو نہ رہا اور مرکب پر چڑھنا ممکن نہ ہوا دوبارہ دل سنبھال کے چاہا کہ سوار ہو پھر وہی آواز

آئی اُسی طرح مجبور رہ گیا۔ تیسری مرتبہ گھوڑے پر چڑھنے کے بعد اُس شقی نے پھر آواز تکبیر سنی بنظر حیرت چاروں طرف دیکھنے لگا۔ آہ آہ کیا دیکھتا ہے کہ سب شہیدوں کی لاشیں بے سر کھڑی ہیں اور جو قطرہ خون اُن کے بریدہ حلقوں سے ٹپکتا ہے اُس سے آواز تکبیر پیدا ہوتی ہے اور دیکھا کہ کھانے کے چند خوان سامنے رکھے ہیں اور مظلوم کربلا اُن شہیدوں سے اس طرح کے کلمات فرماتے ہیں' تم نے میری رفاقت میں بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھائیں کئی دن سے میرے ساتھ بھوکے پیاسے رہے یہ نعمت جنت موجود ہے' اب تو فاقہ شکنی کرو۔ اُن وفاداروں نے عرض کی زندگی بھر تو حضرت کا ساتھ دیا اس وقت کیونکر ساتھ چھوڑ دیں جب تک آپ کچھ نوش نہ فرمائیں گے ہم بھی نہ کھائیں گے۔ اُس جناب نے عجب طرح کا کلمہ ارشاد کیا تم جانتے ہو میری بہنیں زینب علیہا السلام و کلثوم علیہا السلام اور بیٹیاں سکینہ علیہا السلام و رقیہ علیہا السلام اور فرزند علیل زین العابدین علیہ السلام اور سب اہل بیت علیہم السلام ابھی تک بے آب و غذا ہیں۔ کسی کو کھانا اور پانی میسر نہیں ہوا مجھے کیسے گوارا ہو کہ وہ سب فاقہ سے رہیں اور حسین علیہ السلام کھانا کھالے۔ یہ سُن کر وہ شہداء بولے جن اہلبیت علیہم السلام کی نصرت میں ہم نے جانیں فدا کیں اور حضرت اُن کا ابھی تک ساتھ دیتے ہیں ہم غلاموں کو کب مناسب ہے کہ وہ بھوک کا صدمہ اُٹھاتے رہیں اور ہم سیر ہو کے راحت پائیں۔ الغرض پسر سعد یہ کرامت دیکھ کر اپنے کردار سے بہت پشیمان ہوا مگر سچ ہے:

بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند

اُس شقی نے حرص دنیا میں کچھ خیال نہ کیا۔ حاکم شام سے انعام لینے کی اُمید میں جلد جلد فقط اپنے کشتگان نجس کو دفن کیا اور اجساد شہداء علیہم السلام کو یونہی بلا دفن جلتی ریت پر چھوڑ کر کوفہ کی جانب روانہ ہو گیا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ٥

مجلس نمبر 53

آیت فرشتے انسان کی حفاظت کرتے ہیں

حکایت میاں بیوی اور فرزند کا بچنا اور ہلاک ہونا چوروں کا۔

حکایت قاسم آہن گر کی

روایت مختصر حبیب بن مظاہرؓ۔

مختصر شہادت امام حسینؑ اور سبب گلوئے مبارک پر خنجر کے رُکنے کا

مجلس نمبر 53

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهٗ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۗ

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ رعد میں ارشاد فرماتا ہے بنی آدم کے واسطے کچھ فرشتے مقرر ہیں کہ یکے بعد دیگرے آتے ہیں اُن کے سامنے سے اور اُن کی پشت سے اور بحکم خدا اُن کی حفاظت کرتے ہیں۔''

کعب الاحبار کہتے ہیں اگر حق تعالیٰ فرشتوں کو انسان کی حفاظت کے واسطے مؤکل نہ کرتا تو زمین سے ان لوگوں کو جن اُٹھا لے جاتے۔

حکایت میاں بیوی اور فرزند کا بچنا اور ہلاک ہونا چوروں کا:۔

صاحب تفسیر منہج الصادقین لکھتے ہیں کہ ایک فرشتہ انسان کے لب پر رہتا ہے وہ اور کوئی بات نہیں لکھتا ہے مگر درود کو جو محمد ﷺ و آل محمد علیہم السلام پر بھیجتے ہیں:

رُوِیَ اَنَّ جَمَاعَةً مِّنَ اللُّصُوْصِ دَخَلُوْا دَارَ رَجُلٍ فِی اللَّيْلِ لِيَسْرِقُوْا

صاحب جواہر الاخبار لکھتے ہیں کہ ایک شخص کے مکان پر شب کے وقت چوری کے واسطے کئی چور گئے جب مکان کے اندر داخل ہوئے تو اُن سب نے دیکھا کہ ایک لڑکا شیر خوار گہوارہ میں سوتا ہے۔ آپس میں کہنے لگے ایسا نہ ہو یہ لڑکا رونے لگے اور ماں باپ اس کے جاگ اُٹھیں پس گہوارہ کو اُٹھا کر مکان کے باہر رکھ دیا اور اسباب بھی لا لا کر باہر اُسی

مقام پر رکھنا شروع کیا جب سب اسباب جمع کر چکے تو پھر اس خیال سے مکان کے اندر گئے کہ شاید کچھ اور مال رہ گیا ہو۔ اس اثنا میں عورت کی جو آنکھ کھلی لڑکے کو نہ پایا شوہر کو جگا کر کہنے لگی لڑکا کہاں ہے؟ پس دونوں میاں بیوی اپنے بچے کی تلاش میں اُٹھے:

فَلَمَّا خَرَجَا مِنَ الْبَيْتِ فَإِذَا الْبَيْتُ قَدْ وَقَعَ سَقْفُهُ وَجُدْرَانُهُ فَرَأَيَا الْوَلَدَ فِي الْمَهْدِ مَعَ جَمِيعِ اَثَاثِ الْبَيْتِ○

جب مکان سے باہر آئے تو دیکھا کہ ایک جانب لڑکا گھوارہ میں سوتا ہے اور ایک طرف کُل اسباب مکان کا رکھا ہے۔ اسی عرصہ میں دفعتہً مکان کی چھت و دیواریں گر پڑیں صبح کو مٹی کھود کے جو ہٹائی تو دیکھا کہ چند آدمی دبے ہوئے مرے پڑے ہیں سمجھ گئے کہ یہ لوگ ہمارا مال چرانے آئے تھے۔ حق تعالیٰ نے انہیں دشمنوں کے ہاتھوں سے ہماری اور ہمارے لڑکے کی اور مال کی حفاظت کی ہے خدا کا سجدہ شکر بجالائے۔

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

حکایت قاسم آہن گر کی:-

حضرات! جسے حق تعالیٰ ہلاک کرنا چاہتا ہے اُسے کوئی بچا نہیں سکتا اور جسے وہ بچاتا ہے اُسے کوئی شخص ہلاک نہیں کر سکتا۔ کتاب مظہر الاعجاز میں محمد کاظم خراسانی سے منقول ہے کہ خراسان کے علاقہ میں ایک قریہ ہے جسے کاخ کہتے ہیں وہاں ایک جوان آہنگر قاسم نام کا محب اہلبیت علیہم السلام خیر الانام رہتا تھا۔ ایام پیرانہ سالی میں جناب امام رضا علیہ السلام کی زیارت کا اشتیاق اُس کے دل میں پیدا ہوا۔ پس ایک چھری نہایت عمدہ مع غلاف نذر امام علیہ السلام کیلئے اپنے ہاتھ سے تیار کی اور اُسے لے کر قافلہ کے ساتھ روانہ ہوا۔ جب مشہد مقدس پانچ چھ فرسخ رہ گیا وفور شوق میں قاسم نے چاہا تنہا شب ہی کو سفر کرے جس میں جلد پہنچ جائے ہر چند اہل قافلہ نے منع کیا کہ اس منزل میں قوم اُزبک راہ زنی کرتی ہے تنہا نہ جا

لڑنے کا قصد کیا۔ اُنہیں ایام میں ایک دن حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ کوفہ کے بازار میں خضاب لئے کھڑے تھے کہ ایک جانب سے مسلم بن عوسجہ آ نکلے۔ حبیب رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے بھائی مسلم رضی اللہ عنہ ان دنوں شہر کی کیا کیفیت ہے دیکھتا ہوں کہ ہر طرف سے فوجیں آ کر جمع ہوتی ہیں۔ کچھ لوگ تلواروں کو پتھر چٹاتے ہیں کچھ لوگ تیروں کو زہر میں بجھاتے ہیں۔ بڑی لڑائی کا سامان ہے کچھ جانتے ہو کس پر چڑھائی ہے؟ مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہنے لگے اے بھائی تم نہیں جانتے کہ یہ سب فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جگر بند بتول علیہا السلام کے قتل کا سامان ہے۔ سنتے ہی حبیب رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے ہاتھوں سے خضاب پھینک کر بولے واللہ اب یہ میری ریش امام حسین علیہ السلام کی نصرت میں میرے خون سے مخضب ہوگی۔

سبب گلوئے مبارک پر خنجر کے رُکنے کا:۔

حضرات! اس روایت سے ظاہر ہے کہ اشقیا اپنے اپنے حربوں کو تیز کر کے قتل امام علیہ السلام کے واسطے آئے تھے۔ مگر دوسری روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ جس خنجر سے مظلوم کربلا علیہ السلام کا سر جُدا ہوا وہ ایسا کند و بے آب تھا کہ گلوئے مبارک پر رُک رُک کے چلتا تھا یہاں تک کہ ستر مرتبہ رکنے کے بعد سر مبارک کو کاٹا۔ اگر کند و بے آب نہ ہوتا تب بھی تین دن سے جس گلے میں ایک قطرہ پانی کا نہ پہنچا ہو تمام کانٹے پڑے ہوں پیاس کی شدت سے ایسی خشکی ہو کہ بات کرنا دُشوار ہو کیونکر اُس گلے پر خنجر رواں ہوسکتا ہے۔ آہ آہ

حلقوم تو خشک اور خنجر بے آب
دونوں میں دم ذبح کوئی تر نہ ہوا

اور خنجر رواں نہ ہونے کی ایک یہ بھی وجہ تھی کہ شمر ملعون پر اس امر عظیم کے مرتکب ہونے سے ہیبت طاری ہوگئی تھی۔ بار بار ہاتھ لغزش کر کے رُک جاتا تھا ان سب کے علاوہ یہ تو معلوم ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے گلوئے نازک پر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوسہ دیا کرتے تھے

بوسہ گاہ رسول ﷺ پر کیونکر خنجر رواں ہوتا۔ منقول ہے جب شمر ملعون کو وقت ذبح ثابت ہوا کہ رسول خدا ﷺ کے بوسہ کا یہ مقام ہے اس وجہ سے خنجر رواں نہیں ہوتا کیا کہوں کیا شقاوت تھی جسم مجروح کو مُنہ کے بَل زمین پر لٹایا اور پشت سر کی طرف سے خنجر رواں کیا۔

صاحب الامر علیہ السلام زیارت ناحیہ میں فرماتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَى الْمَذْبُوْحِ مِنَ الْقَفَا

''اُس شہید پر سلام ہو جو اپنی پس گردن سے ذبح کیا گیا۔''

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

ضرار کا معویہ سے فضائل جناب امیرؑ بیان کرنا:-

ملا فتح اللہ کاشانی اپنی تفسیر منہج الصادقین میں بروایت صحیحہ نقل کرتے ہیں کہ ضرار بن عبداللہ حمزہ لیثی بعد وفات سید الوصیین جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے معاویہ کے پاس آیا اُس نے پوچھا ابوتراب علیہ السلام کہاں گئے؟ ضرار نے کہا:

كَانَ عَبْدًا لِلّٰهِ دَعَاهُ فَاَجَابَهُ

''علی بن ابی طالب علیہ السلام خدا کے بندے تھے درگاہِ کبریا میں طلب ہوئے آپ نے حق تعالیٰ کی اجابت دعوت کی۔'' معاویہ نے کہا اُن کے اوصاف میرے سامنے بیان کر؟ ضرار بولا مجھے اس سے معاف کر معاویہ نے جواب دیا یہ نہیں ہوسکتا۔ ضرار نے کہا جب تو اصرار کرتا ہے پس متوجہ ہو کر سُن:

كَانَ وَ اللّٰهِ اَوَّلَ مَنْ لَبّٰى وَ كَبَّرَ وَ اَفْضَلَ مَنْ تَقَمَّصَ وَاَعْلَمَ

قسم بخدا سب سے پہلے جس نے دعوت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبول کیا اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی وہی جناب تھے جنہوں نے مہمانیوں میں اونٹوں کو نحر کیا۔ سب سے آپ کریم تر تھے۔ جن لوگوں نے جہان میں زر و سیم تقسیم کیا سب سے وہ حضرت سخی تر تھے۔ دنیا میں جس نے سر پر عمامہ باندھا بدن پر پیراہن پہنا عالم میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جس شخص نے ترویج امور دین میں کوشش و تردد کیا سب سے آپ افضل و اعلیٰ تھے۔ معاویہ نے کہا:

زِدْنِىْ يَا ضَرَارُ

''آپ کے اور بھی صفات بیان کر۔'' وہ کہنے لگا:

كَانَ وَ اللّٰهِ شَدِيْدُ الْقُوٰى بَعِيْدَ الْمَدٰى يَقُوْلُ فَضْلًا وَ يَحْكُمُ عَدْلًا

مقام پر رکھنا شروع کیا جب سب اسباب جمع کر چکے تو پھر اس خیال سے مکان کے اندر گئے کہ شاید کچھ اور مال رہ گیا ہو۔ اس اثنا میں عورت کی جو آنکھ کھلی لڑکے کو نہ پایا شوہر کو جگا کر کہنے لگی لڑکا کہاں ہے؟ پس دونوں میاں بیوی اپنے بچے کی تلاش میں اُٹھے:

فَلَمَّا خَرَجَا مِنَ الْبَيْتِ فَإِذَا الْبَيْتُ قَدْ وَقَعَ سَقْفُهُ وَجُدْرَانُهُ فَرَأَيَا الْوَلَدُ فِي الْمَهْدِ مَعَ جَمِيعِ اَثَاثِ الْبَيْتِ٥

جب مکان سے باہر آئے تو دیکھا کہ ایک جانب لڑکا گہوارہ میں سوتا ہے اور ایک طرف کُل اسباب مکان کا رکھا ہے۔ اسی عرصہ میں دفعتہً مکان کی چھت و دیواریں گر پڑیں صبح کو مٹی کھود کے جو ہٹائی تو دیکھا کہ چند آدمی دبے ہوئے مرے پڑے ہیں سمجھ گئے کہ یہ لوگ ہمارا مال چرانے آئے تھے۔ حق تعالیٰ نے انہیں دشمنوں کے ہاتھوں سے ہماری اور ہمارے لڑکے کی اور مال کی حفاظت کی ہے خدا کا سجدہ شکر بجالائے۔

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

حکایت قاسم آہن گر کی:۔

حضرات! جسے حق تعالیٰ ہلاک کرنا چاہتا ہے اُسے کوئی بچا نہیں سکتا اور جسے وہ بچاتا ہے اُسے کوئی شخص ہلاک نہیں کر سکتا۔ کتاب مظہر الاعجاز میں محمد کاظم خراسانی سے منقول ہے کہ خراسان کے علاقہ میں ایک قریہ ہے جسے کاخ کہتے ہیں وہاں ایک جوان آہنگر قاسم نام کا محب اہلبیت علیہم السلام خیر الانام رہتا تھا۔ ایام پیرانہ سالی میں جناب امام رضا علیہ السلام کی زیارت کا اشتیاق اُس کے دل میں پیدا ہوا۔ پس ایک چُھری نہایت عمدہ مع غلاف نذر امام علیہ السلام کیلئے اپنے ہاتھ سے تیار کی اور اُسے لے کر قافلہ کے ساتھ روانہ ہوا۔ جب مشہد مقدس پانچ چھ فرسخ رہ گیا وفور شوق میں قاسم نے چاہا تنہا شب ہی کو سفر کرے جس میں جلد پہنچ جائے ہر چند اہل قافلہ نے منع کیا کہ اس منزل میں قوم اُزبک راہ زنی کرتی ہے تنہا نہ جا

مگر وہ نہ مانا خدا پر توکل کر کے اور امام علیہ السلام سے متوسل ہو کے رات ہی کو چلا۔ جب تھوڑی دُور نکل گیا ایسی تاریکی ہوئی کہ راہ سُجھائی نہ دیتی تھی خود بھی حیران گھوڑا بھی پریشان ہوا۔ حسب اتفاق ایک سرائے کہنہ میں جسے سرائے زعفرانی کہتے تھے پہنچا۔ اُس مقام کو غنیمت جان کے وہیں اُتر پڑا اور نماز و وظائف پڑھنے لگا۔ چونکہ تنہا تھا خوف سے نیند نہ آئی یہاں تک کہ پہر رات باقی رہ گئی اور چاندنی نے روشن کیا ناگاہ ایک خونخوار سوار مسلح آ پہنچا اور کہنے لگا او اجل گرفتہ تو کون ہے کدھر سے آیا ہے اور کہاں جاتا ہے؟ قاسم نے کہا کاخ سے آتا ہوں اور اپنے آقا اور امام علیہ السلام کی زیارت کو جاتا ہوں۔ ازبک ملعون نے پوچھا تیری خرجی میں کیا ہے اور تیرا رفیق کون ہے؟ اُس دیندار نے جواب دیا خرجین میں آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہے اور میرا رفیق و مددگار مشکل کشا کی امداد ہے۔ یہ سنتے ہی وہ شقی مثل بلائے ناگہانی اس مومن کی پشت پر آرہا اور مشکیں باندھ دیں۔ ہر چند قاسم نے کہا میرے پاس دو جوڑے کپڑے اور یہ گھوڑا ہے لے لے اور مجھے چھوڑ دے کہ اپنے آقا کی زیارت سے مشرف ہوں مگر وہ سنگدل کب رحم کرتا تھا۔ الغرض اُس کو باندھ کر اس کی خرجین دیکھنے لگا اُس میں سے نہایت خوبصورت چُھری نکلی۔ کہنے لگا یہ چُھری کس بادشاہ کے خزانہ سے چُرا لایا ہے۔ قاسم نے کہا تمام عمر میں میں نے بڑی مشقت اُٹھا کے اپنے ہاتھ سے امام کی نذر کیلئے بنائی ہے تُو سرقہ کا الزام لگاتا ہے۔ وہ ملعون بہت غضبناک ہو کے بولا اول اس چُھری کا ذائقہ تجھی کو چکھانا ضروری ہے یہ کہہ کے چاہا چُھری غلاف سے نکالے مگر بہ آسانی کھینچ نہ سکا آخر دستہ داہنے ہاتھ سے پکڑا اور میان کو بائیں ہاتھ میں لیا اور اپنے شکم نجس پر رکھ کر اور تھوڑا خم ہو کر زور لگانے لگا۔ حسب اتفاق چُھری کی دھار اُس کے پیٹ کی طرف تھی، کھینچتے ہی پوری چُھری اس کے جگر تک اُتر گئی۔ فوراً آنتیں باہر نکل پڑیں اور جہنم واصل ہو گیا۔ قاسم نے اپنے تئیں کسی طرح کھول کے سجدۂ شکر کیا مگر اب اس اندیشہ و فکر میں مبتلا ہوا کہ صبح کو جب لوگ اسے مُردہ دیکھیں گے مجھی کو قاتل سمجھ کے پکڑیں گے۔ پس یہ شقی جس طور سے زندگی میں بلائے جان تھا اُسی طرح اس کا مُردہ بھی آفت جان ہو گا۔ اس تردد و اضطرار میں

شب گذر گئی صبح ہوتے ہی نماز پڑھ کے دعا مانگنے لگا اور امام رضا علیہ السلام کے توسّل سے نجات طلب کرنے لگا۔ ناگاہ گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سُنی ڈر کر چھپ گیا کہ اتنے میں سواروں نے آواز دی قاسم گھبرانا نہیں ہم آپہنچے۔ جب وہ لوگ قریب آگئے دیکھا کہ کئی سوار ہیں سب کے گھوڑے پسینے میں تر ہیں اور خود اُن کے بھی دم اس طرح چڑھ گئے ہیں کہ بات نہیں کرسکتے تھوڑا ٹھہر کے پکارے قاسم کاخی کہاں ہے؟ اور وہ اُزبک ملعون زندہ ہے یا جہنم میں پہنچ گیا۔ جب میری دل جمعی ہوئی باہر نکل کے سلام کیا ان سب نے میرے دست و پا چومے اور میری حقیقت سُن کے کہنے لگے ہم لوگ خادم و متولی ہیں۔ عالم رویا میں امام علیہ السلام کا حکم ہوا کہ قاسم کاخی میری زیارت کو آتا ہے اور ایک خوبصورت چھُری میرے باورچی خانہ کیلئے نذر لاتا ہے' فلاں رباط میں ایک اُزبک نے گھیرا ہے جلد اُس کی مدد کو پہنچو کہ میرا مہمان ہے۔ اگرچہ تمہارے پہنچنے سے قبل ہی اُس شقی کو حق تعالیٰ ہلاک کرے گا مگر مہمان کی خاطر داری ضروری ہے اُسے اپنے ہمراہ میرے پاس لاؤ۔ پس اے قاسم تیری زیارت و نذر قبول ہوئی جلد سوار ہو کے چل الحاصل قاسم نے بعد حصول شرف زیارت وہاں کے علماء و خدام سے اپنی صورت حال لکھوا کے اور مہر کرا کے کاخ میں مراجعت کی اور تمام عمر نہایت عیش و آرام سے رہا۔

تمہید:۔

حضرات! مقام غور اور جگہ خاک اُڑانے کی ہے ایک یہ دیندار تھا جو کس خلوص و اعتقاد سے امام معصوم علیہ السلام کی نذر کیلئے چھُری بنا کے لے گیا ایک وہ بے دین تھا جس نے امام علیہ السلام کے گلا کاٹنے کی نیت سے چھریاں تیز کی تھیں۔ یزید کو ایک سر مبارک نذر دینے کے واسطے کتنی تلواریں سان پر چڑھائیں تھیں ہزار ہا نیزے اور تیر زہر میں بجھائے گئے تھے۔

روایت مختصر حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ:۔

منقول ہے جن دنوں ابن زیاد بدنہاد نے بحکم یزید پلید امام حسین علیہ السلام سے

لڑنے کا قصد کیا۔ اُنہیں ایّام میں ایک دن حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ کوفہ کے بازار میں خضاب لئے کھڑے تھے کہ ایک جانب سے مسلم بن عوسجہ آ نکلے۔ حبیب رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے بھائی مسلم رضی اللہ عنہ ان دنوں شہر کی کیا کیفیت ہے دیکھتا ہوں کہ ہر طرف سے فوجیں آ کر جمع ہوتی ہیں۔ کچھ لوگ تلواروں کو پتھر چٹاتے ہیں کچھ لوگ تیروں کو زہر میں بجھاتے ہیں۔ بڑی لڑائی کا سامان ہے کچھ جانتے ہو کس پر چڑھائی ہے؟ مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہنے لگے اے بھائی تم نہیں جانتے کہ یہ سب فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جگر بند بتول علیہا السلام کے قتل کا سامان ہے۔ سنتے ہی حبیب رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے ہاتھوں سے خضاب پھینک کر بولے واللہ اب یہ میری ریش امام حسین علیہ السلام کی نصرت میں میرے خون سے مخضب ہوگی۔

سبب گلوئے مبارک پر خنجر کے رُکنے کا:۔

حضرات! اس روایت سے ظاہر ہے کہ اشقیا اپنے اپنے حربوں کو تیز کر کے قتل امام علیہ السلام کے واسطے آئے تھے۔ مگر دوسری روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ جس خنجر سے مظلوم کربلا علیہ السلام کا سر جدا ہوا وہ ایسا کند و بے آب تھا کہ گلوئے مبارک پر رُک رُک کے چلتا تھا یہاں تک کہ ستر مرتبہ رکنے کے بعد سر مبارک کو کاٹا۔ اگر کند و بے آب نہ ہوتا تب بھی تین دن سے جس گلے میں ایک قطرہ پانی کا نہ پہنچا ہو تمام کانٹے پڑے ہوں پیاس کی شدت سے ایسی خشکی ہو کہ بات کرنا دُشوار ہو کیونکر اُس گلے پر خنجر رواں ہو سکتا ہے۔ آہ آہ۔

حلقوم تو خشک اور خنجر بے آب

دونوں میں دم ذبح کوئی تر نہ ہوا

اور خنجر رواں نہ ہونے کی ایک یہ بھی وجہ تھی کہ شمر ملعون پر اس امر عظیم کے مرتکب ہونے سے ہیبت طاری ہوگئی تھی۔ بار بار ہاتھ لغزش کر کے رُک جاتا تھا ان سب کے علاوہ یہ تو معلوم ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے گلوئے نازک پر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوسہ دیا کرتے تھے

بوسہ گاہ رسول ﷺ پر کیونکر خنجر رواں ہوتا۔ منقول ہے جب شمر ملعون کو وقت ذبح ثابت ہوا کہ رسول خدا ﷺ کے بوسہ کا یہ مقام ہے اس وجہ سے خنجر رواں نہیں ہوتا کیا کہوں کیا شقاوت تھی جسم مجروح کو منہ کے بَل زمین پر لٹایا اور پشت سر کی طرف سے خنجر رواں کیا۔

صاحب الامر علیہ السلام زیارت ناحیہ میں فرماتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَی الْمَذْبُوْحِ مِنَ الْقَفَا

''اُس شہید پر سلام ہو جو اپنی پس گردن سے ذبح کیا گیا۔''

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۵

مجلس نمبر54

آیت اہلِ دوزخ واصحاب جنت برابر نہیں ہیں۔

حدیث فضیلت جناب امیر علیہ السلام میں۔

ضرار کا معاویہ سے فضائل جناب امیرؑ بیان کرنا۔

امام حسینؑ کا وقت شہادت نماز عصر پڑھنا۔

مجلس نمبر 54

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَا یَسْتَوِیْٓ اَصْحَابُ النَّارِ وَ اَصْحَابُ الْجَنَّۃِ ط اَصْحَابُ الْجَنَّۃِ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ O

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ حشر میں ارشاد فرماتا ہے اہل دوزخ اور اصحاب جنت برابر نہیں ہیں۔ اہل جنت وہ ہیں جو فائز و رستگار ہیں۔''

حدیث فضیلت جناب امیر علیہ السلام میں:-

صاحب غایۃ المرام نے لکھا ہے کہ ابوالموید موفق بن احمد جو علمائے اہل سنت سے ہے لکھتا ہے:

قَالَ الْجَابِرُ کُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَاَقْبَلَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَ الَّذِیْنَ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّ ھٰذَا وَ شِیْعَتَہٗ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ

''جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں ہم لوگ حاضر تھے کہ سامنے سے امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ظاہر ہوئے آپ کو دیکھتے ہی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم اُس خالق کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بدرستیکہ یہ اور اس کے شیعہ قیامت کے روز فائز و رستگار ہیں۔''

ضرار کا معویہ سے فضائل جناب امیرؑ بیان کرنا:۔

ملا فتح اللہ کاشانی اپنی تفسیر منہج الصادقین میں بروایت صحیحہ نقل کرتے ہیں کہ ضرار بن عبداللہ حمزہ لیثی بعد وفات سید الوصیین جناب امیر المومنین علیہ السلام کے معاویہ کے پاس آیا اُس نے پوچھا ابوتراب علیہ السلام کہاں گئے؟ ضرار نے کہا:

کَانَ عَبْدًا لِلّٰہِ دَعَاہُ فَاَجَابَہُ

''علی بن ابی طالب علیہ السلام خدا کے بندے تھے درگاہِ کبریا میں طلب ہوئے آپ نے حق تعالیٰ کی اجابت دعوت کی۔'' معاویہ نے کہا اُن کے اوصاف میرے سامنے بیان کر؟ ضرار بولا مجھے اس سے معاف کر معاویہ نے جواب دیا یہ نہیں ہوسکتا۔ ضرار نے کہا جب تو اصرار کرتا ہے پس متوجہ ہو کر سن:

کَانَ وَ اللّٰہِ اَوَّلَ مَنْ لَبّٰی وَ کَبَّرَ وَ اَفْضَلَ مَنْ تَقَمَّصَ وَاَعْلَمَ

قسم بخدا سب سے پہلے جس نے دعوت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبول کیا اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی وہی جناب تھے جنہوں نے مہمانیوں میں اونٹوں کو نحر کیا۔ سب سے آپ کریم تر تھے۔ جن لوگوں نے جہان میں زر و سیم تقسیم کیا سب سے وہ حضرت سخی تر تھے۔ دنیا میں جس نے سر پر عمامہ باندھا بدن پر پیراہن پہنا عالم میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جس شخص نے ترویج امور دین میں کوشش و تردد کیا سب سے آپ افضل و اعلیٰ تھے۔ معاویہ نے کہا:

زِدْنِیْ یَاضَرَارُ

''آپ کے اور بھی صفات بیان کر۔'' وہ کہنے لگا:

کَانَ وَ اللّٰہِ شَدِیْدُ الْقُوٰی بَعِیْدَ الْمَدٰی یَقُوْلُ فَصْلًا وَ یَحْکُمُ عَدْلًا

''وہ حضرت نہایت با قوت اور بڑے دُور اندیش تھے کوئی شخص اُن کی تدبیر کار اور عاقبت اندیشی کی حد تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ آپ کی باتیں باطل سے حق کو جُدا کرنے والی تھیں۔ آپ کا حکم بالکل عدالت پر تھا۔'' جس طرف آپ جاتے تھے علوم و حکمتیں ساتھ رہتی تھیں۔ نہ قوی کی رعایت نہ ضعیف کو انصاف سے نا اُمید کرتے تھے دنیا و زینت دنیا سے گریزاں اور وحشت ظلمت سے مانوس تھے اور بخدائے عزوجل وہ جناب

عَزِيْزُ الْعَبْرَةِ وَطَوِيْلُ الْفِكْرَةِ

یعنی خوفِ خدا سے آپ کے رخساروں پر آنسوؤں کا دریا بہتا تھا اور ہر وقت و ہر آن آخرت کی فکر میں رہتے تھے اور اپنے خالق کے ساتھ راز و نیاز رکھتے تھے اور جامہ خشن و طعام بے مزہ مرغوب طبع تھا اور باوجودیکہ آپ کی ہیبت و سطوت سے ہم لوگوں کی مجال نہ تھی کہ آنکھیں چار کر ہو کے چہرۂ مبارک پر نظر کریں اور ہم کلام ہوں لیکن وہ حضرت جب ہماری صحبت میں بیٹھتے تھے مثل ہمارے ہو جاتے تھے اور ہم سب کے ساتھ نہایت خندہ پیشانی و تواضع و فروتنی اور عاجزی سے پیش آتے تھے۔ ہم لوگوں کی نہایت تعظیم و تکریم فرماتے تھے اور جب کسی مسکین و محتاج کے پاس بیٹھتے تھے تو ارشاد کرتے تھے:

مِسْكِيْنٌ جَالِسٌ مِسْكِيْنًا

''یعنی محتاج محتاج کے پاس بیٹھتا ہے۔'' اور ہماری باتوں کا فوراً جواب دیتے تھے اور اہل ایمان کی تعظیم و تکریم اور درویش و فقراء سے دوستی و فروتنی کرتے تھے۔ اُن کے ساتھ جو حق شفقت و مرحمت و مہربانی کا ہے اُس میں ذرا فروگذاشت نہ کرتے تھے اور قسم بخدائے لایزال میں نے بعض شبہائے تاریک میں اُس جناب کو دیکھا کہ ریش مقدس کو ہاتھ میں لے کر ایسی بے قراری و اضطراب کرتے تھے جیسے کوئی مار گزیدہ پیچ و تاب کھاتا ہے اور ہائے ہائے کر کے اس طور سے زار زار روتے تھے جیسے کوئی مصیبت کبریٰ میں نالہ و فریاد کرتا ہے کبھی خدا سے مناجات گاہے نفس کو عتاب کرتے تھے اور دنیا سے یوں خطاب

فرماتے تھے اے دنیا! آیا تو مجھے اپنا جلوہ دکھا کے چاہتی ہے کہ اپنی طرف مائل کرے مجھ سے ہرگز یہ اُمید نہ رکھ اس لئے کہ میں تجھ کو تین طلاق دے چکا ہوں جس کے بعد رجعت نہیں ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ضرار سے یہ باتیں سُن کر ہر چند معاویہ نے چاہا کہ ضبط کرے مگر تاب نہ لا سکا بے اختیار رو کر کہنے لگا:

كَانَ وَ اللّٰهِ كَمَا ذَكَرْتَ

"خدا کی قسم ہے علی بن ابی طالب علیہ السلام ایسے ہی تھے جیسا تو نے بیان کیا۔" بعد اس کے پوچھا:

كَيْفَ كَانَ حُبُّكَ لَهٗ

"اے ضرار تمہاری محبت ابوالحسن علیہ السلام کے ساتھ کس درجہ تھی؟" اُس نے جواب دیا:

كَحُبِّ اُمِّ مُوْسٰى لِمُوْسٰى علیہ السلام وَ اَعْتَذِرُ اِلَى اللّٰهِ مِنَ التَّقْصِيْرِ

"جیسے محبت مادرِ موسیٰ علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی۔ اس پر بھی ہم خدا سے عذر خواہ ہیں کہ اگر ہم سے موّدت میں تقصیر ہوئی ہو تو معاف فرمائے۔" معاویہ نے پوچھا اب حضرت کا رنج والم تجھ کو کس مرتبہ ہے جواب دیا:

كَوَالِدَةٍ ذُبِحَ وَلَدُهَا فِيْ حِجْرِهَا لَا تَرْقٰى عَبْرَتُهَا وَ لَا تَسْكُنُ حَرَارَتُهَا

"اُس جناب کے غم واندوہ میں میرا ایسا حال ہے جیسے کوئی ماں ایک ہی فرزند رکھتی ہو اور وہ دلبند اُس کی گود میں ذبح کیا جائے اور اُس کے ماتم میں اُس کی آنکھوں کا آنسو خشک نہ ہو اور قیامت تک اُس کی سوزشِ دل نہ بجھے۔"

تمہید:-

حضرات یہ مصرع مشہور ہے:

اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَآءُ

"یعنی فضیلت واقعی وہ ہے کہ دشمن تک جس کا اقرار کریں۔" معاویہ اور جناب امیر علیہ السلام سے باوجودیکہ صریحاً مخالفت رہی کتنی لڑائیاں ہوئیں مگر فضائل حضرت کو سن کر بے ساختہ اقرار کیا کہ بے شک وہ جناب ایسے ہی تھے اور کون شخص آپ کی کس فضیلت کا انکار کرسکتا ہے۔

کعبہ میں ولادت ہے تو مسجد میں شہادت
جو کچھ پایا خدا کے گھر سے پایا

ان فضیلتوں پر بھی اُس زمانے میں ایسے شقی تھے کہ حضرت کو قتل کیا اور قتل بھی کیا تو کب، کس طرح، کس جگہ، کس حال میں قتل کیا۔ ماہِ صیام کی اُنیس تاریخ کو ستون مسجد میں چھپ کر محرابِ عبادت میں عین سجدہ خالق میں شمشیر زہر آلود ایسی لگائی کہ فرقِ مبارک پیشانی تک شگافتہ ہوگیا۔ زخم کے کھاتے ہی حضرت نے فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ وَ عَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ

وقت شہادت امام حسینؑ کا نماز عصر پڑھنا:-

اس وقت مومنین خیال کریں کہ ایسے امام کا کوئی فرزند بھی عین عبادت میں درجہ شہادت پر فائز ہوا ہے۔ وہ کون تھا؟

خورشید آسمان و زمین نورِ مشرقین
پروردہَ کنار رسولؐ خدا حسینؑ

عبد الحمید کہتا ہے کہ وقت عصر روز عاشوراء میں قتل گاہ میں موجود تھا اور سید الشہداء گرم خاک پر عالم غش میں پڑے تھے اور تمام جسم نازنین فرزند خیر المرسلین ﷺ کا تیروں سے چھلنی چھلنی ہو گیا تھا اور کچھ تیر بدن میں پیوست تھے۔ ناگاہ شمر ملعون مستعد اُس امر عظیم کا ہوا جس سے زمین کربلا کو زلزلہ ہونے لگا۔ امام حسین علیہ السلام نے اُس کرب و بے چینی میں چشم مبارک کو کھولا اور بکمال حسرت شمر کو دیکھا اور آہستہ سے فرمایا اے شمر آخر تو مجھے قتل کر دے گا لیکن اتنی مہلت دے کہ نماز عصر ادا کر لوں۔ حضرات! معلوم نہیں کہ اس کلمہ نے شمر ملعون پر کیا تاثیر کی کہ وہ شقی ہٹ گیا اور کہا اے حسین علیہ السلام جلد نماز ادا کر لو اُس وقت اُن حضرت نے چاہا کہ ہاتھوں کو ٹیک کر اُٹھیں لیکن سنبھلا نہ گیا تیورا کے خاک پر گر پڑے۔ کیسے اُٹھتے کہ اُنگلیاں بھی ہتھیلیاں بھی مجروح تھیں آخر الامر کسی طرح کہنیاں ٹیک کر بہ دُشواری تمام اُٹھے اور اُنہیں دستہائے مجروح و خون آلودہ سے خاک گرم پر تیمم کیا اور کس درد و یاس سے زمین سے مخاطب ہو کے فرمایا اے ارض کربلا گواہ رہنا کہ حسین علیہ السلام نے مرتے دم تک پانی نہ پایا جو وضو کرتا مجبوراً تجھ پر تیمم کر کے آخری نماز بجالاتا ہوں۔ پس حضرت مشکل سے بیٹھ کر نماز میں مشغول ہوئے اس لئے کہ اُس جناب میں کھڑے ہونے کی طاقت نہ تھی مگر افسوس حضرات! قاعدہ ہے کہ اگر کافر کو بھی امان دیتے ہیں تو پھر اُس سے متعرض نہیں ہوتے۔ شمر نے تو اپنے نبی ﷺ کے نواسے کو خدا کی عبادت کے واسطے مہلت دی تھی اُس پر تامل نہ کر سکا نماز تمام بھی کرنے نہ دی آخری سجدہ میں اُس بے حیا نے بارہ ضربوں میں جانب قفا سے سر مقدس کو جدا کیا اُس وقت کئی ستارے آسمان سے گرے اور خون برسنے لگا اور آفتاب کو گہن لگا اور زمین کانپنے لگی یہ عالم دیکھ کر اہلبیت علیہم السلام میں ایک شور گریہ و ماتم بلند ہوا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ؕ

مجلس نمبر55

آیت کوئی نہیں جانتا کہ موت کہاں آئے گی۔

ایک جوان کے مرنے کی حکایت۔

زمانہ جناب موسیٰؑ میں ایک فاسق کا غربت میں مرنا

جناب زینبؑ کا وقتِ شہادت امام مقتل میں آنا۔

مجلس نمبر 55

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ

"حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ لقمان میں ارشاد فرماتا ہے کوئی شخص نہیں جانتا کہ کس مقام پر اُس کی موت آئے گی۔"

ایک جوان کے موت کی حکایت:-

منہج الصادقین میں منقول ہے کہ ایک روز ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کی ملاقات کو آئے۔ وہاں ایک شخص بیٹھا تھا اُس کی طرف ملک الموت بار بار دیکھتے تھے جب وہ آسمان پر پرواز کر گئے۔ اُس شخص نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے پوچھا یا حضرت یہ کون شخص تھا جو غضبناک نگاہ سے مجھے دیکھتا تھا؟ فرمایا ملک الموت تھے۔ اُس نے عرض کی یا حضرت آپ ہوا کو حکم دیں کہ مجھے اقلیم ہند میں پہنچا دے اس لئے کہ ملک الموت کو میں دیکھ کے خائف واندیشناک ہو گیا ہوں ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو میری موت قریب پہنچی ہو اور چاہتا ہوں کہ میرے اور ملک الموت کے درمیان بُعدِ مسافت ہو جائے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو حکم دیا کہ اس شخص کو دیار ہند میں پہنچا دو۔ جب ملک الموت پھر آپ کے پاس آئے، حضرت نے اُن سے پوچھا اُس روز تم فلاں شخص کو بار بار کیوں دیکھتے تھے؟ اُنہوں نے کہا مجھے اُس روز ملک ہند میں اُس کے قبض روح کا حکم ہوا تھا اور یہاں سے اُس مقام تک تقریباً ایک سال کی مسافت ہے پس میں بنظر تعجب اُس کو دیکھتا تھا کہ کیونکر اُس کی روح قبض کروں گا۔ حالانکہ وہ آپ کے پاس موجود تھا مگر جو ساعت اُس کی موت کیلئے مقرر تھی

اُس وقت میں نے اُسے ہند میں پایا اور روح کو قبض کیا۔ حدیث میں وارد ہے:

اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ قَبْضَ عَبْدٍ بِاَرْضٍ جَعَلَ لَہٗ فِیْھَا حَاجَۃً

''یعنی جب حق سبحانہ تعالیٰ کسی بندہ کی قبض روح کا کسی شہر میں قصد کرتا ہے تو اُس شخص کو ایسی ضرورت وحاجت لاحق کر دیتا ہے کہ وہ ضرور وقت مرگ اُس سرزمین پر پہنچ جاتا ہے۔''

تمہید:۔

حضرات! اس حکایت سے ظاہر ہے کہ وہ جوان صحیح وسالم تھا کوئی عارضہ نہ رکھتا تھا کہ دفعتہً موت آ گئی اور ایسا واقعہ اکثر ہوا ہے کہ تندرست آدمی چلتا پھرتا چشم زدن میں مر گیا ہے پس کسی انسان کو اس کی خبر نہیں ہے کہ کب اور کس طرح اور کہاں موت آ جائے گی۔ اس صورت میں ہر فرد بشر کو ضرور ولازم ہے کہ ہر دم اپنی موت کا خیال اور اپنے آپ کو کارِ خیر میں مشغول رکھے اور ہم لوگوں کے واسطے ادائے واجبات ومسنونات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ذکر فضائل اہلبیت علیہم السلام سے اور اُنہیں حضرت کے مصائب پر رونے اور رُلوانے سے بہتر کوئی کارِ خیر نہیں ہے۔ خصوصاً جناب سید الشہداء علیہ السلام کی مصیبت پر رونا اجر عظیم رکھتا ہے۔ پس یہ ذاکر اب ایک روایت ایک گنہگار جوان کی موت ونجات کی عرض کرتا ہے اُس کے بعد کچھ مصائب مظلوم کربلا علیہ السلام کے بیان کرے گا۔ اُمیدوار ہوں کہ آپ حضرت متوجہ ہو کر سُنیں اور چند دانہ اشک نذر امام علیہ السلام کر کے اپنے کو اور ذاکر کو مثاب درستگار کریں۔

زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں ایک فاسق کا غربت میں مرنا:۔

مجالس المتقین میں منقول ہے کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک جوان قوم بنی اسرائیل سے ایسا فاسق تھا کہ خلائق اُس کے فسق وفجور سے نہایت تنگ تھے۔ یہاں تک کہ اکثر لوگ دعا کرتے تھے پروردگار اس کے شر سے ہم کو بچانا۔ آخر کار حضرت موسیٰ علیہ السلام

کوحکم ہوا کہ اس بدکار کو یہاں سے باہر کردو ایسا نہ ہو کہ اس کی معصیت کی وجہ سے کوئی بلا اس سرزمین پر نازل ہو۔ کلیم اللہ علیہ السلام نے اُس کو شہر سے نکال دیا وہ گنہگار دوسرے قریہ میں گیا پھر وحی ہوئی وہاں سے بھی خارج کردو جب اُس قصبہ سے بھی نکالا گیا ایسے صحرا میں جہاں نہ بستی تھی نہ آبادی ایک غار میں اُس نے سکونت اختیار کی۔ قضائے کار وہ بیمار ہوا:

فَوَقَعَ عَلَى التُّرَابِ وَ وَضَعَ جَبْهَتَهُ عَلَيْهِ وَ كَانَ يَتَضَرَّعُ وَ يَبْكِي عَلَى غُرْبَتِهِ وَ وَحْدَتِهِ وَمَرَضِهِ وَ اضْطِرَارِهِ

جب اُس کا حال بہت خستہ ہوا پیشانی خاک پر رکھ کر اپنی بے کسی و غربت پر اور تنہائی و ذلت پر زار زار رونے لگا اُس وقت یوں بر جوع قلب مناجات کی بار الٰہی اگر میری ماں بالیں سر ہوتی میرے حال پر رحم کھاتی اور میری غربت و ذلت پر گریہ کرتی اگر باپ پاس ہوتا مجھ کو غسل و کفن دیتا اگر زن و اطفال موجود رہتے میرے جنازے پر روتے اور تیری درگاہ میں وہ لوگ عرض کرتے' خداوندا رحم کر اُس غریب و گنہگار پر جو اپنے وطن میں رہنے نہ پایا ایک قریہ سے دوسرے قریہ میں نکالا گیا یہاں تک کہ دربدر ہو کے اس غار میں آیا۔

اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّ إِذَا قَطَعْتَ لِي وَ فَرَّقْتَ بَيْنِي وَ بَيْنَ وَالِدِي وَ وَالِدَتِي وَ أَوْلَادِي فَلَا تَقْطَعْنِي يَا رَبِّ مِنْ رَحْمَتِكَ

''اے خدایا جب تو نے میرے باپ ماں سے اور زن و فرزند سے جُدا کیا اور اُن کے آخری دیدار سے بھی محروم رکھا پس اپنی رحمت سے تو مایوس نہ کر۔''

وَ كَمَا أَحْرَقْتَ قَلْبِي بِفِرَاقِهِمْ فَلَا تُحْرِقْنِي بِنَارِكَ لِأَجَلِ مَعْصِيَتِي ۝

''اور جس حال میں تو نے ان کی مفارقت سے میرے قلب کو جلایا پس بوجہ اُن

گناہوں کے جو مجھ سے سرزد ہوئے ہیں جہنم کی آگ سے تو میرے بدن کو سوختہ نہ کرنا۔"

پس پروردگار عالم نے دوحوریں اُس کے زن و مادر کی ہم شکل اور ایک فرشتہ اُس کے باپ کی صورت اور کچھ غلمان اُس کی اولاد کے مشابہ بھیجے وہ سب اُس کے پاس بیٹھ کے رونے لگے جب جوان نے آنکھ کھول کے دیکھا کہ میرے ماں باپ اور زن و فرزند سب بالیں سر موجود ہیں قلب کو تسکین ہوگئی اور اُسی عالم میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال کر گیا اِدھر اس نے رحلت کی اُدھر رب العزت کی جانب سے کلیم اللہ علیہ السلام کو حکم ہوا:

يَا مُوْسٰى اِنَّهٗ قَدْ مَاتَ وَلِيٌّ مِّنْ اَوْلِيَائِيْ فِيْ مَوْضِعِ كَذَا فَاذْهَبْ اِلَيْهِ فَغَسِّلْهُ وَ كَفِّنْهُ وَ صَلِّ عَلَيْهِ وَ ادْفِنْهُ

"اے موسیٰ فلاں قریہ کے غار میں ایک دوست ہمارا مر گیا ہے جا کر اُسے غسل و کفن دو نماز پڑھ کر دفن کرو۔" حضرت جو اُس مقام پر پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ وہی جوان فاسق جسے شہر بدر کیا تھا مُردہ پڑا ہے اور اُس کے گرد حور و غلمان گریاں و نالاں ہیں متحیر ہو کے عرض کی بارالٰہی کیا یہ میت اُس جوان کی نہیں ہے جس کے شہر بدر کا حکم ہوا تھا۔ خطاب ہوا ہاں یہ وہی شخص ہے چونکہ مرض الموت اور جُدائی وطن و اقربا میں نالہ و زاری کی اور اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے ہم سے مغفرت چاہی پس ہم نے اُس کو بخش دیا اور اُس کی غربت و خواری پر رحم کیا۔

تمہید:۔

حضرات! اس جوان کیلئے عالم غربت میں وقت وفات حور و غلمان بہ صورت اہل و عیال بالیں پر موجود ہو گئے جس کی وجہ سے حالت نزع میں کچھ سکون ہو گیا۔ خیال کیجئے کوئی غریب و مظلوم ایسا بھی تھا جس کے وقت شہادت بہن بیٹیاں ازواج سب موجود تھیں مگر کسی کو بہ سبب کثرت فوت کے نزدیک آنا میسر نہ ہوا۔ وہ کون تھا؟

؎ دُر یگانۂ دریائے مجمع البحرین
بخون تپیدۂ کرب و بلا امام حسینؑ

اہل وعیال کے بدلے ہر طرف اشقیاء تلواریں کھینچے ہوئے کھڑے تھے قاتل سینہ پر آمادۂ ذبح تھا اہل حرم در خیمہ پر کھڑے پیٹ رہے تھے۔ حضرت کا یہ عالم تھا جناب صاحب الامر علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَ هُوَ يُدِيرُ طَرْفًا خَفِيًّا اِلٰى بَيْتِهٖ وَ رَحْلِهٖ وَيَتَحَسَّرُ عَلٰى غُرْبَةِ لِنِسَآئِهٖ وَ اَهْلِهٖ

"یعنی میرے جد مظلوم سید الشہداء علیہ السلام اُس وقت گوشۂ چشم سے بہ نگاہ حسرت و یاس بار بار خیمہ گاہ کی طرف دیکھتے تھے اور اپنی بے وارث عورتوں یتیم بچوں کی غربت و بے کسی پر حسرت وافسوس کرتے تھے۔"

جناب زینبؑ کا وقت شہادت امام مقتل میں آنا:-

حمید بن مسلم کہتا ہے:

فَبَيْنَهُمْ اِذْ رَاَيْتُ خَرَجَتْ مَرْاَةٌ مِّنْ خَبَاءِ الْحُسَيْنِ علیہ السلام

"یعنی اُس وقت میں نے دیکھا کہ خیمہ امام حسین علیہ السلام سے دفعتہً ایک مخدومہ عظمیٰ بے تابانہ باہر نکل آئی۔"

نَاشِرَةَ الشُّعُوْرِ لَاطِمَةَ الْخُدُوْدِ

"اس طرح پریشان حال تھیں کہ بال سر کے پریشان تھے منہ پر طمانچے مارتی ہوئی قتل گاہ کو دوڑی جاتی تھی۔"

وَ تَجُرُّ ذَيْلَهَا عَلَى الْاَرْضِ

''اور گوشہ چادر زمین پر لٹکتا جاتا تھا۔''

وَهِيَ تَقُوْلُ وَ حُسَيْنَاهُ وَا اَخَاهُ يَا لَيْتَ السَّمَآءَ اِنْ طَبَقَتْ عَلَى الْاَرْضِ○

''مضطربانہ کہتی جاتی تھیں ہائے ہائے بھائی حسین علیہ السلام تم کہاں ہو کاش آسمان پھٹ کر زمین پر گر پڑتا کہ مجھے یہ وقت دیکھنا نہ ہوتا'' اسی طرح روتی پہنچتی قریب قتل گاہ پہنچیں چاہا بھائی کے پاس جائیں مگر سوار سے سوار پیادہ سے پیادہ ملے ہوئے حائل تھے۔ نیزوں سے نیزے تلواروں سے تلواریں ملائے ہوئے کھڑے تھے کہیں جانے کا رستہ نہ ملا مضطربانہ دوڑ کر کبھی داہنے کبھی بائیں جاتی تھیں۔ کسی طرح بھائی کو دیکھ نہ سکتی تھیں آخر ایک بلند مقام پر چڑھ گئیں وہاں سے وہ حال دیکھا کہ خدا کسی بہن کو کسی بھائی کا یہ حال نہ دکھائے۔

مظلوم محو طاعت پروردگار ہے
سینہ پہ شمر حلق پہ خنجر کی دھار ہے

جو بہن اپنے بھائی کا یہ حال دیکھے گی اُس کا کیا حال ہوگا دفعتہً غش کھا کر خاک پر گر پڑیں تھوڑی دیر کے بعد غش سے آنکھیں کھل گئیں۔ مومنین! غش سے کیوں جلد آنکھیں کھلیں عجب نہیں یہ وجہ ہو کہ امام مظلوم کا سر مبارک جب کٹ گیا اس کی خوشی میں ہر ظالم نے شور تکبیر بلند کیا تھا فوج میں فتح کے نقارے بجنے لگے تھے اس شور و غل سے جناب زینب علیہا السلام کی آنکھیں کھل گئی ہوں۔ آہ آہ آنکھیں کھلنے کے بعد کیا دیکھا کس زبان سے بیان ہو بھائی کے سر مجروح کو بدن سے جدا اور بدن پاش پاش کو تن اطہر سے علیحدہ پایا۔ جسد بے سر خاک و خون میں غلطاں فرق بریدہ نیزۂ طویل پر بلند نظر آیا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○

مجلس نمبر56

- آیت گنہگاروں کے جوارح گواہی دیں گے۔
- جناب داؤدؑ کے زمانے کی گائے کی حکایت۔
- مصائب بہ طرز جدید

مجلس نمبر 56

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ یَوْمَ یُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَی النَّارِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ۝ حَتّٰٓی اِذَا مَاجَآءُ وْهَا شَهِدَ عَلَیْهِمْ سَمْعُهُمْ وَ اَبْصَارُهُمْ وَ جُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۝

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورہ حٰم سجدہ میں اپنے حبیب ﷺ سے فرماتا ہے یاد کرو اے محمد ﷺ اُس روز کو جس روز خلق اولین وآخرین سے دشمنانِ خدا جہنم کی طرف روانہ کیے جائیں گے۔ پس وہ لوگ ٹھہرائے جائیں گے یہاں تک کہ تمام اہل جہنم جمع ہو جائیں جس وقت سب مل کر دوزخ کے نزدیک پہنچیں گے اُس وقت کان اور آنکھیں اور پوست ان کے بدن کے گواہی دیں گے اُن اعمال قبیحہ کی جو اُنہوں نے دار دنیا میں کیے تھے۔''
حضرات! یہ تو روز قیامت کا حال ہے اس دار دنیا میں بھی بعض پیغمبروں علیہم السلام کے اعجاز سے اعضائے بدن نے صاحب بدن کے افعال پر گواہی دی ہے۔

زمانہ جناب داؤد علیہ السلام کی گائے کی حکایت:۔

چنانچہ مجالس المتقین میں منقول ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ایک ضعیفہ بیوہ تھی اور ایک اُس کا لڑکا تھا۔ ان دونوں کو خدا کی عبادت کا شوق تھا ایک معبد بنا کے اُس میں شب و روز عبادت خدا کیا کرتے تھے۔ معبد کے دروازہ پر ایک انار کا درخت تھا

قدرتِ خدا سے ہر روز دو انار اُس درخت میں تیار ملتے تھے اُسی کو یہ دونوں مادر و فرزند کھا کے شکر خدا بجالاتے تھے اور سوائے اس کے دوسرا وسیلہ معاش کا نہ تھا۔ لڑکا چونکہ جوان تھا ایک قسم کی غذا کھاتے کھاتے گھبرا کے ایک روز اپنی ماں سے کہنے لگا بیت المقدس کے بازار میں انواع واقسام کی نعمتیں دیکھتا ہوں جن کے کھانے کو بے ساختہ دل چاہتا ہے۔ ضعیفہ نے کہا اے فرزند جو کچھ حق تعالیٰ دیتا ہے اُسی پر قناعت کر اور شکر بجالا ایسا نہ ہو کہ حرص و ہوس سے یہ نعمت بھی ہاتھ سے جاتی رہے۔ قضائے کار اُس روز درخت میں انار پیدا نہ ہوئے ضعیفہ نے کہا اے فرزند آخر تیری طمع و ناشکری نے اس نعمت کو ہم سے زائل کر دیا۔ بہر کیف اُس شب کو تو دونوں ماں بیٹے صبر و شکر کر کے سو رہے جب دوسرے روز بھی انار پیدا نہ ہوئے۔ اُس وقت لڑکے سے صبر نہ ہو سکا کہنے لگا اے ماں اب دعا کرو کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ہمارے واسطے روزی بھیجے۔ المختصر ماں نے دعا کی بیٹے نے آمین کہی ناگاہ ایک جانب سے ایک گائے نہایت خوبصورت مختلف اللون شاخیں یاقوت و مروارید سے مُزین نمودار ہوئی اور اُس معبد کے اندر چلی آئی اور کہنے لگی کیوں بھوک سے بے تاب ہو بسم اللہ مجھے ذبح کر کے گوشت کو کھاؤ اور شکر خدا بجالاؤ۔ ضعیفہ نے کہا اے فرزند اس کو جلدی یہاں سے نکال دے کہ غیر کے مال پر تصرف جائز نہیں یہ سنتے ہی وہ گائے بیٹھ گئی اور اپنے حلق کو زمین پر مل کے کہنے لگی کیوں تامل کرتے ہو بلا وسواس مجھے ذبح کرو میں تمہارے لئے رزق حلال ہوں۔ اُس وقت لڑکا اُٹھ کھڑا ہوا اور چاہا کہ گائے کو ذبح کرے۔ ضعیفہ نے کہا اے فرزند مجھے خوف آتا ہے ایسا نہ ہو کہ اس کے سبب سے ہم لوگ کسی بلا میں مبتلا ہو جائیں۔ اس واسطے کہ اس کے مالک سے میں واقف ہوں بنی اسرائیل کے فلاں رئیس کی یہ گائے ہے وہ اسے بہت دوست رکھتا ہے جس کھیت میں یہ چرنے جاتی ہے کوئی اس کا مزاحم نہیں ہوتا کیونکہ اُس رئیس کا حکم ہے کہ کوئی شخص اس کو ایذا نہ دے اگر کسی کے مارنے سے یہ ہلاک ہو جائے گی تو اس کے عوض میں وہ شخص قتل کیا جائے گا۔ لڑکے نے جواب دیا جس مالک حقیقی نے اپنی قدرت سے اس بے زبان کو گویا کیا ہے وہی قادر مطلق ہم کو ہر بلا سے نجات بھی

دے گا یہ کہہ کر گائے کو ذبح کیا اور بقدر حاجت اُس کے گوشت کا کباب لگا کر دونوں نے فاقہ شکنی کی۔ اب سنئے کہ جب تین روز تک رئیس نے اپنی گائے کو نہ دیکھا تلاش کرنے کا حکم دیا کہیں کچھ سراغ و نشان نہ ملا۔ اتفاقاً ایک عورت کچھ چیزیں بیچتی ہوئی اُس معبد میں پہنچی اور اُس نے گائے کو مذبوح اور ان دونوں کو کباب کھاتے دیکھا فوراً رئیس کو خبر کر دی۔ وہ خدا ناشناس شخص جناب داؤد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر داد خواہ ہوا۔ حضرت نے اُن دونوں ماں بیٹے کو بلا کر کیفیت پوچھی اُنہوں نے جو حقیقت گذری تھی بلا کم و زیادہ بیان کر دی۔ رئیس نے کہا یہ لوگ دروغ گو ہیں کیونکر ہو سکتا ہے کہ حیوان بے زبان انسان سے باتیں کرے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قدرت سے کچھ بعید نہیں لیکن تو اپنے مال کے عوض میں ہزار دینار مجھ سے لے اور اپنے دعویٰ سے باز آیا اُس ناعاقبت اندیش نے قبول نہ کیا اُس وقت جناب داؤد علیہ السلام نے بفرمان پروردگار یہ حکم دیا کہ کل عید کا روز ہے فلاں صحرا میں سب بنی اسرائیل حاضر و جمع ہوں اور خدا کی قدرت کا تماشا کریں۔ الغرض جب دوسرے روز اُس صحرا میں سب لوگ جمع ہوئے اُس وقت حضرت داؤد علیہ السلام نے منبر پر جا کے توریت و زبور کی کچھ آیتیں پڑھیں اس کے بعد حسب تعلیم جبرائیل علیہ السلام اُس رئیس کی طرف مخاطب ہو کر ارشاد کیا تجھے خوب یاد ہوگا جب تو نے مصر کا سفر کیا تھا فلاں منزل میں ایک تاجر شخص سے ملاقات کی جس کے ساتھ پانچ سو شتر قیمتی اسباب سے لدے ہوئے تھے۔ اُس وقت تو نے یہ مکر کیا کہ اپنا اخلاص باطل ظاہر کر کے اُس کی سواری کے اونٹ کی مہار تھام لی اور تھوڑی دُور جا کر دوسری راہ پر لے گیا۔ جب قافلہ کی نظروں سے پوشیدہ ہوا اُس وقت تو نے اُس غریب کو قتل کر کے اُس کے مال اور شتروں کا مالک بن کے مصر میں پہنچا اور وہاں اُس مال کو تجارت سے بڑھایا۔ وہاں سے شام میں آ کر بنی اسرائیل میں داخل ہو گیا ان لوگوں نے دولتمند دیکھ کر تجھ کو اپنا رئیس بنایا۔ اب واقف و آگاہ ہو کہ وہ مقتول تاجر اسی عورت کا شوہر اور اسی جوان کا باپ تھا اور یہ گائے اُسی مال سے حاصل ہوئی تھی اس لئے ان پر حلال تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ بیان سُن کر اُس ظالم نے بالکل

انکار کیا۔ اُس وقت حق سبحانہ وتعالیٰ نے اُس کے ہاتھ پاؤں چشم وزبان کو گویا کیا اُن سب نے گواہی دی کہ بے شک اُس مظلوم کا قاتل یہی ہے۔ الغرض حضرت داؤد علیہ السلام نے اُس جوان سے فرمایا کہ اپنے پدر کے قصاص میں اس ظالم کو قتل کر اور اُس کے کل مال پر متصرف ہو کہ تجھ پر حلال ہے۔ چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا اُس کے بعد حضرت نے بنی اسرائیل کی طرف مخاطب ہو کے ارشاد کیا چونکہ تم لوگ اکثر قیامت کی نشانی کے خواستگار ہوتے تھے اس لئے حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس قضیہ کو اس طرح فیصلہ کرنے کا حکم دیا۔ اب تو تم لوگوں نے دیکھ لیا جس طرح یہاں اس کے اعضا نے گواہی دی ہے اسی طرح قیامت میں تمہارے کُل اعضا تمہارے افعال پر شہادت دیں گے۔

تمہید:۔

مومنین! یہ تو معلوم ہوا کہ قیامت میں ہر عضو بدن بندوں کے افعال پر گواہی دیں گے ظاہر ہے کہ افعال واعمال دو طرح کے ہیں یا حسنات ہے یا سیئات ہے۔ حسنات کی گواہی تمہارے اعضا دیں گے پاؤں کہیں گے کہ سید الشہداء علیہ السلام کی مجالس عزا میں ہم جایا کرتے تھے' ہاتھ بولیں گے کہ اس ماتم میں ہم نے سینہ زنی کی ہے' آنکھیں کہیں گی نور چشم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے غم میں ہم رُو رُو کے آنسوؤں کا دریا بہاتے رہے ہیں اور سیئات کی شہادت اُن ظالموں کے اعضا دیں گے جن کے ظلم سے حضرت درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ کسی کے پاؤں کہیں گے ہم کوفہ ودمشق سے کسی کے قدم بولیں گے ہم شام وحلب سے فقط قتل حسین علیہ السلام کے واسطے کربلا گئے تھے۔ کسی کا دست نجس کہے گا ہم نے خیمہ عصمت میں آگ لگائی' عترت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کی چادریں چھینیں کسی کا ہاتھ بولے گا ہم نے یتیمہ حسین علیہ السلام کو طمانچے لگائے' کانوں سے گوہر اُتار لئے تھے۔ کسی کی آنکھ کہے گی حسین علیہ السلام کا سر نوک نیزہ پر دیکھ کے ہم خوش ہوئے کسی کی چشم بد بولے گی اسیری اہلبیت علیہم السلام کا ہم نے تماشا دیکھا تھا۔ دستِ یزید اور چوب بید سے کیا صدا آئے گی؟ شقی کا ہاتھ کہے گا لب ہائے

حسین علیہ السلام پر ہم نے چوب لگائی' چھڑی بولے گی یزید نے مجھ سے لبہائے مبارک امام مظلوم علیہ السلام کے کھولے تھے۔ دستِ شمر اور خنجر ظلم اُس کا کیا کہے گا؟ ہاتھ سے آواز پیدا ہوگی ہم سوکھے حلق پر خنجر پھرایا' خنجر بولے گا مجھی کو قاتل نے بوسہ گاہ رسول ﷺ پر روانہ کیا تھا اب مومنین سے پوچھتا ہوں اُس میدانِ حشر میں جناب رسول خدا ﷺ کیا کہیں گے سوائے اس کے کہ خداوندا میری ہی اُمت نے میری بیٹی فاطمہ علیہا السلام کا گھر چند ساعت میں ایسا خالی کر دیا کہ پھر آباد ہونا ممکن نہ ہوا۔ جناب فاطمہ علیہا السلام عرض کریں گی اے عادل حقیقی تو خوب جانتا ہے کہ اعدائے اُمت نے ہمارے ساتھ کیا کیا ظلم کیے:

قَتَلُوْا رِجَالَنَا

ہمارے گھر کے مردوں کو ان ظالموں نے ایک ایک کر کے اس طرح شہید کر ڈالا کہ یتیم بچے اور بے وارث بیبیوں کا کوئی خبر لینے والا نہ رہا۔

ذَبَحُوْا اَطْفَالَنَا

چھوٹے چھوٹے لڑکوں کو چُن چُن کے اس طرح ذبح کر ڈالا کہ بزرگوں کا نشان باقی نہ رہا' عورتوں کی گودیاں خالی ہو گئیں۔ جس وقت جناب سیدہ علیہا السلام فریاد کریں گی دریائے غضب الٰہی جوش میں آئے گا اور کیونکر خدا غضبناک نہ ہو اُن لوگوں پر جنہوں نے ایسے ایسے ظلم کیے کہ دنیا میں کسی ظالم نے کسی مظلوم پر وہ جور و ستم نہ کیے۔ فی الحقیقت مومنین کس کا گھر یوں ایک دن میں صاف ہو گیا' کس مظلوم علیہ السلام نے ایک روز میں ایک دل پُر درد پر اس قدر داغ پر داغ اُٹھائے' کس کی گود میں چھ مہینے کا بچہ نشانہ تیر ہوا۔ حضرات! یہ تو سب جانتے ہیں کہ روز قیامت خدا کے سامنے دادرسی کے واسطے ہر ظالم و مظلوم کا اظہار حال ہوگا۔ خیال کیجئے اُس دن جب مظلومِ کربلا کی دادرسی کا وقت آئے گا کیونکر وہ جناب صحرائے محشر میں تشریف لائیں گے' جسم اقدس پر کثرت جراحات سے کوئی جگہ خالی نہ ہوگی اور اُس بدن چاک چاک پر اُس وقت بھی وہ سر نہ ہوگا جو بعد شہادت اپنے جسد پاش پاش

سے آکر نہ ملا۔ ہاتھوں پر فرزند شش ماہہ کی چھوٹی سی لاش لئے ہوں گے۔ آگے آگے آپ اس طرح ہوں گے اور پیچھے پیچھے سب عزیز و انصار گلے کٹائے بدنوں پر سیکڑوں زخم کھائے ساتھ ساتھ ہوں گے اور ہر شہید دادرسی کیلئے اپنے اپنے قاتل کا ہاتھ تھامے ہوگا۔ مگر مشہور ہے کہ جناب سید الشہداء علیہ السلام اپنے طفل شیر خوار کے قاتل حرملہ بن کاہل کا ہاتھ تھامے ہوں گے گویا مطلب یہ ہوگا کہ سب نے تو جنگ کی قاتل نے انہیں شہید کیا میرے اس بے زبان بچے نے کس سے جنگ کی تھی کیا قصور کیا تھا؟ جس کے عوض میں حرملہ نے یہ ظلم کیا اپنے خون سے پہلے اس خون ناحق کا انصاف چاہتا ہوں۔ کیوں مومنین! اس وقت تو یہ حالات سن کر آپ لوگ اس قدر بے قرار ہوتے ہیں روز قیامت جب یہ قیامت کا واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تو کیا حال ہوگا؟

بریدہ سر شہ مظلوم جب نکلیں گے مرقد سے
قیامت دوسری ہوگی عیاں صحرائے محشر میں

اَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○

مجلس نمبر57

- آیت گناہوں کا نیکیوں سے بدل جانا۔
- معجزۂ جناب امیرؑ حسب خواہش قنبرؒ
- تین سوال کرنا جنابِ امام حسینؑ کا ابن سعد سے
- جناب زینبؑ کا شمر کی وقتِ شہادت امامؑ منت کرنا

مجلس نمبر 57

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمْ حَسَنٰتٍ۝

''سورۃ فرقان میں حق سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے مگر وہ لوگ جنہوں نے شرک سے توبہ کی اور ایمان اختیار کیا اور اعمال خیر کیے پس اُن لوگوں کے گناہوں کو حق تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا۔''

گناہوں کا نیکیوں سے بدل جانا:۔

صحیح مسلم میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز بعض لوگوں کو موقف حساب میں کھڑا کر کے اُن کے ہاتھ میں صحائف اعمال دیں گے۔ وہ اُس میں فقط گناہان صغیرہ لکھے ہوئے دیکھیں گے اور گناہان کبیرہ کے خیال سے ڈرتے رہیں گے جب تمام صحیفہ دیکھ لینے کے بعد بھی کہیں گناہان کبیرہ کا نشان نہ پائیں گے تو کہیں گے ہم نے تو گناہان کبیرہ بھی کیے تھے اُن میں سے ایک بھی اس میں نہیں پاتے ہیں۔ جواب ملے گا وہ گناہ تمہارے نیکیوں سے بدل دیئے گئے۔ راوی کہتا ہے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بیان فرماتے تھے اور خوش ہو ہو کے اس طرح ہنستے تھے کہ دندان ہائے مبارک نمایاں ہو جاتے تھے۔ مومنین! گناہوں کو جو بدل دیتا ہے وہ کون سا عمل صالح ہے؟ اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے یہ عملِ صالح جناب امیر علیہ السلام کی محبت ہے:

حُبُّ عَلِيٍّ علیہ السلام يَأْكُلُ الذُّنُوبَ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ

''یعنی علی علیہ السلام بن ابی طالب علیہ السلام کی دوستی اس طرح گناہوں کو زائل ومحو کر دیتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو جلا کے نیست ونابود کر دیتی ہے۔''

خوشا ما خوشا دین و دنیائے ما
کہ ہمچو علی علیہ السلام ہست مولائے ما

جس کو خدا ایسا آقا عنایت کرے کیسے وہ محبت واطاعت میں سرگرم نہ رہے۔ لازم ہے کہ ہم لوگ جوش محبت میں فضائل ومناقب اُس جناب کے بیان کرتے رہیں۔

معجزہ جناب امیرؑ حسب خواہش قنبر:-

مُلّا شیخ محمد نجفی ''بعض علمائے عجم کی زبانی روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں قنبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا حضرت جو کچھ حق تعالیٰ نے جناب سلیمان علیہ السلام کو معجزات عنایت کیے تھے آپ کو بھی اُس میں سے کچھ مرحمت کیا ہے؟ فرمایا تم چاہتے ہو اُن معجزات سے کچھ مشاہدہ کرو۔ اُنہوں نے کہا البتہ چاہتا ہوں ارشاد کیا آنکھیں بند کرلو اور میرے قدم گاہ پر اپنا قدم رکھو۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا آنکھیں کھول دو جب آنکھیں کھولیں اپنے آپ کو ایک کوہ عالی شان پر پایا وہاں بہت سے درخت تھے۔ حضرت نے فرمایا انہیں درختوں کی آڑ میں سے جو کیفیت گذرے دیکھتے رہو۔ قنبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا مولا مدینہ یہاں سے کتنی دُور ہے فرمایا سالہا سال کی راہ ہے۔ یہ کہہ کے خود درّہ کوہ میں تشریف لے گئے۔ قنبر کیا دیکھتے ہیں ایک مرد طویل القامت کوہ پیکر قوم عمالقہ سے بیٹھا ہے اور ایک گاؤ سنگی کو آگے رکھے کہہ رہا ہے اے ہُبَل اعلیٰ! میں نے اپنے بزرگوں کی کتابوں میں دیکھا ہے کہ اس زمانہ میں ایک پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ نام کا دشمنِ اصنام پیدا ہوگا اگر تو اُس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ یا اُس کے وصی یا کسی صحابی کو یہاں مجھ تک لے آئے یا مجھ کو مدینہ میں اُن تک

پہنچائے تو میں اُن کو ملک ہستی سے عدم میں پہنچا کر اپنے دل کا بخار نکالوں۔ کچھ جواب نہ پایا حالانکہ معمول تھا جب اُس گاؤ سنگی سے کچھ پوچھتا تھا شیطان اُس میں حلول کر کے جواب دیتا تھا اس طرح کہ وہ سمجھتا تھا کہ یہی گائے باتیں کرتی ہے لیکن جس جگہ نبی ﷺ یا وصی علیہ السلام کا نزول ہوتا ہے وہاں شیطان کیونکر رہ سکتا ہے۔ یہاں اس جگہ جناب امیر علیہ السلام موجود تھے شیطان کہاں تھا کہ کچھ جواب دیتا کئی مرتبہ اُس گائے سے پوچھا جب کچھ آواز نہ آئی غصہ میں آ کے اُس کو توڑ ڈالا۔ یہ بھی امام علیہ السلام بت شکن کا فیض قدم تھا کہ خود پرستش کنندۂ اصنام نے اُس کو توڑ ڈالا۔ بہر کیف اُس گاؤ سنگی کو توڑ کے ایک طرف گیا اور دوسرا بت جو طلائی تھا اُسی کو اُٹھا لایا اور اُس طرح التجا کی کچھ جواب نہ پایا اُسے بھی توڑ ڈالا پھر ایک بت جواہر کا جسے ہر وقت اپنے پاس رکھتا تھا باہر نکالا اور کہنے لگا تو سب سے بڑا خدا ہے اور سب سے زیادہ قدرت رکھتا ہے۔ مجھے بھی تجھ سے نہایت اخلاص ہے ہر گھڑی اپنے ساتھ لئے پھرتا ہوں اگر اس خلوص نیت کے عوض تو چاہے تو میں اپنے مطلب کو پہنچ سکتا ہوں۔ اس بت سے بھی کچھ آواز نہ آئی آخر جھنجھلا کے اُسے بھی توڑ ڈالا۔ اب کون سا بت باقی تھا جس سے التجا پیش کرتا ہر طرف درۂ کوہ میں سگ دیوانہ کی طرح چلاتا ہوا دوڑتا پھرتا تھا۔ ناگاہ پشت سر سے کسی کی آہٹ پائی پیچھے پھر کے دیکھا ایک جوان میانہ قامت شمشیر حمایل کیے مثل ماہتاب کے جلوہ افروز ہے۔ پوچھا کون ہو کیوں آئے بڑے بڑے شجاعانِ قوی دل میرے خوف سے چھ چھ مہینے کی راہ سے اس طرف نہیں آ سکتے؟ حضرت نے فرمایا کوئی نہ آئے مگر میں تو آیا۔ اُس نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ فرمایا مدینہ سے آیا ہوں۔ بولا تمہاری عمر کس قدر ہوگی۔ ارشاد کیا تیس برس کا ہوں کہنے لگا مدینہ تیس برس کی راہ سے کہیں زیادہ فاصلے پر ہے اس عمر قلیل میں وہاں سے تمہارا آنا کسی طرح ممکن نہیں۔ فرمایا جو کچھ ہو میں تو آ گیا۔ یہ سُن کے اُنگلی دانتوں سے کاٹ لی اور افسوس کر کے کہنے لگا میں نے اپنے بتوں کو ناحق توڑ ڈالا جس امر کی خواہش تھی گھر بیٹھے حاصل ہوئی۔ مدینہ کے رہنے والے سے ملاقات ہوگئی پھر حضرت کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا اگر مدینہ سے آتے ہو جو کچھ حال

وہاں کا پوچھوں بتلاؤ گے۔ فرمایا جو کچھ پوچھنا ہو استفسار کر۔ بولا میں نے بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ اس عہد میں ایک شخص محمد ﷺ نام کا پیدا ہوگا اور دعوائے نبوت کرے گا اور اُس کا پسر عم اُس کے ساتھ ہوگا۔ وہ اُسی نبی ﷺ کا داماد بھی اور وصی بھی ہوگا بتوں کو توڑے گا اور اُن کی عبادت کو باطل کرے گا۔ ابھی تک وہ پیدا ہوا ہے یا نہیں فرمایا وہ پیدا ہو چکے ہیں جن امروں کو تو نے بیان کیا وہ اوصاف اُن میں اور اُن کے وصی میں موجود ہیں۔ پوچھنے لگا یہ تو بیان کرو کہ علی علیہ السلام کا قد و قامت کیا ہے اور زور و قوت کس قدر رکھتے ہیں۔ تلوار کتنی بڑی ہے فرمایا میرا اور اُن کا سراپا قد و قامت زور و قوت ایک ہے اور ذوالفقار بغل سے نکال کے کہا اُن کی تلوار بھی بس یہی ہے۔ وہ بولا علی علیہ السلام کے اوصاف میں نے کتاب میں دیکھے ہیں کہ خیبر میں ایک در ایسا ہوگا جسے چالیس آدمی مل کے کھولیں گے اور بند کریں گے اُس در کو وہ اپنے قوت بازو سے تنہا اُکھاڑ کر پل بنا دے گا۔ بڑے بڑے شجاعانِ عرب و دلیرانِ زمانہ کو بُت پرستی کے جرم میں قتل کرے گا۔ ایک دن آفتاب غروب کرے گا تو اپنی نماز کے واسطے اُسے مغرب سے پھیر لائے گا۔ ارشاد کیا میری آنکھیں گواہ ہیں فی الحقیقت علی علیہ السلام سے یہ سب امور ظاہر ہوئے ہیں۔ اُس نے کہا تم کہتے ہو اُن کی میری قوت ایک ہے چاہتا ہوں کچھ مجھ سے زور آزمائی کرو کہ علی علیہ السلام کے زور کا امتحان ہو۔ فرمایا کہ کیا مضائقہ ہے۔ اُس نے کہا پہلے میں زور کروں یا تم زور کرو گے۔ ارشاد کیا اختیار ہے یہ سُن کے وہ خود مستعد ہوا اور کہا میں زور کرتا ہوں لیکن یہ بتاؤ کہ تمہیں دونوں ہاتھوں سے اُٹھا لوں یا ایک ہاتھ سے یا چار اُنگلیوں سے یا تین یا دو یا ایک اُنگلی سے بلند کر لوں۔ فرمایا جس طرح جی چاہے وہ بولا خیر میں تم کو ایک ہی اُنگلی پر اُٹھا لیتا ہوں یہ کہہ کے ایک اُنگلی بڑھائی۔ ناگاہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بحکم جناب باری ایک کمر بند بہشتی سبز رنگ حضرت کی کمر مبارک میں ایسا لا کے باندھ دیا جس کے عکس سے سارا پہاڑ زمردی رنگ ہو گیا۔ یہ امر عجیب دیکھ کر وہ بولا کمر بند کہاں سے آ گیا پہلے تو کمر میں تمہارے نہ تھا۔ فرمایا اس سے کیا کام ہے تو اپنا کام کر غرض ایک اُنگلی سے اُس نے زور کر کے چاہا حضرت کو اُٹھائے کچھ کارگر نہ ہوا دوسری

اُنگلی لگائی پھر بھی زور نہ چلا اسی طرح تیسری کے بعد اُس نے چوتھی اُنگلی ملا کے قوت آزمائی کی کچھ نہ ہوا۔ اُس وقت ایک ہاتھ سے پورا زور کیا مگر جنبش تک نہ دے سکا کہنے لگا البتہ کچھ زور رکھتے ہو اس کے بعد سنبھل کے دونوں ہاتھ لگائے اور جہاں تک قوت نے ساتھ دیا کس کس طرح چاہا اُس جناب کو اُس جگہ سے ہٹائے لیکن عرش الٰہی کو کون ہٹا سکتا ہے مطلقاً حرکت نہ ہوئی۔ جب ہر طرح عاجز ہوا کہنے لگا۔ البتہ زور رکھتے ہو خیر تم بھی مجھ پر زور کر لو۔ حضرت نے اُسی طرح پوچھا اب تو بتا کہ میں تجھے کس طرح زمین سے اُٹھاؤں دونوں ہاتھوں سے یا ایک ہاتھ سے یا چار اُنگلیوں یا تین یا دو یا ایک اُنگلی سے' پھر اُس نے بھی اُسی طرح جواب دیا کہ تمہیں اختیار ہے اُس وقت کنندۂ خیبر نے ایک اُنگلی بڑھا کے اُسے اُٹھا لیا اور بالائے سر آسمان کی طرف پھینک دیا اس قدر بلند ہوا کہ نظروں سے غائب ہو گیا جب نیچے آیا حضرت نے ہاتھ پر روک لیا اسی طرح سات مرتبہ اوپر پھینک دیا اور ہاتھ پر روک لیا۔ آخر زمین پر ٹپک کے سینہ پر سوار ہوئے۔ اُس وقت وہ رونے لگا حضرت نے پوچھا کیوں روتا ہے؟ اُس نے کہا میرا رونا اپنی موت پر نہیں ہے بلکہ دو وجھوں سے روتا ہوں ایک یہ کہ اپنی مراد دلی کو نہ پہنچا دوسرے یہ کہ مرتے دم قاتل کے نام ونسب سے آگاہ نہ ہوا۔ نہیں معلوم کس کے ہاتھ قتل ہوتا ہوں؟ میرا قاتل شریف القوم رئیس القبیلہ ہے یا کیسا ہے؟ حضرت نے فرمایا میں کنندۂ خیبر شکنندۂ اصنام صاحب ذوالفقار داماد رسول ﷺ مختار علی علیہ السلام بن ابی طالب ہوں جس کا تو طالب تھا میں ہی ہوں۔ وہ بولا کتابوں میں زور وقوت کے علاوہ کرم وہمت کا بھی وصف لکھا دیکھا ہے کہ کسی سائل کا سوال کبھی رد نہ کریں گے اگر حقیقت میں تم ہی علی علیہ السلام ہو تو مجھے چھوڑ دو اور خود زیر تیغ آبیٹھو کہ میں سر کاٹ کے اپنے مطلب کو پہنچوں۔ سنتے ہی وہ جناب سینہ سے اُتر کے علیحدہ ہو گئے اور سر جھکا کے قریب آبیٹھے آپ کا یہ جرأت وحوصلہ دیکھ کے وہ متحیر ہو گیا اور بے ساختہ قدموں پر گر پڑا پھر بصدق دل ایمان لا کر بولا:

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ
وَ اَشْهَدُ اَنَّكَ وَلِيُّ اللّٰهِ ○

تمہید:-

الحاصل حضرت نے اُس کو اصول ملت واحکام شریعت تعلیم کیے پھر قنبر کو لے کر خود مدینہ میں تشریف لائے۔ حضرات! جناب امیر علیہ السلام کی کیا مُروّت وسخاوت تھی کہ وہ دشمن جان ہنوز ایمان بھی نہ لایا تھا اس طرح قابو میں آ گیا کہ آپ سینہ پر سوار ہوئے مگر جب امان چاہی اور سوال کیا اور سوال بھی کیا سوال کہ آپ کے سر کا طالب ہوا۔ حضرت نے ردِ سوال گوارانہ کیا۔ خیال کیجئے ایسے کریم کے فرزند مظلوم کا کوئی سوال معرکۂ کربلا میں ابتدا سے انتہائے جنگ تک کسی نے پورا نہ کیا۔

جناب امام حسینؑ کا تین سوال کرنا ابن سعد سے:-

چنانچہ منقول ہے جب اعدائے دین نے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مع چند اطفال و مخدرات عظمیٰ چاروں طرف سے گھیر لیا اور ہر جانب سے راہ آمد و رفت مسدود کر دی اس لئے کہ نہ آپ کسی کے پاس خبر بھیج سکیں نہ کوئی آپ کی نصرت کو آ سکے اور نہ کہیں سے رسد پہنچ سکے۔ دریا کی راہیں بھی بند کر دی تھیں کہ فوج حسینی میں پانی نہ جا سکے مطلب یہ تھا کہ سب کے سب بھوک پیاس کے صدمے اُٹھاتے اُٹھاتے بغیر لڑائی کے ہلاک ہو جائیں۔ اسی طرح روز بروز ظلم وایذ ارسانی زیادہ کرتے جاتے تھے یہاں تک کہ جب امام علیہ السلام سپاہ کو یقین ہو گیا کہ یہ اعدائے دین جب تک میرا سر بدن سے جدا نہ کر لیں گے اپنے جور و ستم سے کسی طرح باز نہ آئیں گے۔ اُس وقت آپ نے پسر سعد کو جو اُس فوج نجس کا سالار تھا کہلا بھیجا اگر تو اپنے لشکر سے باہر آئے تو مجھے کچھ امر ضروری کہنا ہے۔ وہ شقی دو ایک آدمیوں کے ساتھ اپنے گروہ شیطانی سے علیحدہ ہوا۔ حضرت علیہ السلام بھی مع جناب عباس علیہ السلام قریب

اُس ملعون کے آئے پہلے بہت سمجھایا کہ دنیا کو دین پر اختیار نہ کر میرے خون میں شریک نہ ہو۔ مگر وہ بے دین طمع دنیا میں ایسا مبتلا ہو چکا تھا کہ دین کا کیا خیال کرتا تھا جب حضرت نے دیکھا کہ یہ شقی کسی طرح راہ راست پر نہ آئے گا۔ آپ نے مجبور ہو کے تین سوال کیے ایک یہ کہ اگر تو اس ملک عرب میں میرا رہنا اپنی سلطنت کیلئے باعث خلل سمجھتا ہے تو مجھے چھوڑ دے اور راہیں جو ہر طرف سے بند کی ہیں کھول دے کہ میں اپنے بچوں کو اور ناموس رسول ﷺ کو ساتھ لئے ہوئے کسی دوسرے ملک دور و دراز میں چلا جاؤں۔ سکونت عرب کو ترک کر کے بلادِ ہند یا فرنگ میں زندگی بسر کروں۔ ابن سعد نے کہا جب تک آپ بیعت یزید اختیار نہ کر لیں یہ امر ممکن نہیں کہ اب ہمارے پنجہ میں آ کے کسی حیلہ سے نکل جائیں۔ اُس وقت امام بے کس نے دوسرا سوال کیا کہ اگر تجھے بیعت یزید پر اصرار ہے تو مجھے زندہ ہی اُس کے پاس لے چل جیسا مناسب وقت ہو گا کیا جائے گا۔ اُس مردود نے اس سوال کو بھی رد کیا اور کہا اس فوج سے بغیر بیعت آپ کہیں زندہ نہیں جا سکتے ہیں۔ الغرض جب حضرت نے دیکھا بغیر جنگ کوئی چارہ کار نہیں اُس وقت تیسرا سوال کیا اور فرمایا اگر جنگ ہی کرنا منظور ہے تو موافق قاعدۂ عرب کے اپنی فوج کو یہ حکم دے کہ باری باری ایک ایک کر کے جنگ کرے۔ اُس پیمان شکن نے اُس گھڑی از راہ مکر قبول کر لیا مگر اس سوال کو بھی پورا نہ کیا۔ سب جانتے ہیں کہ فوج خدا کے ایک ایک جوان کو ہزاروں آدمیوں نے گھیر گھیر کے شہید کیا۔ اس امام مظلوم پر خود جس سے ابن سعد نے وعدہ کیا تھا وقت جنگ ساری فوج کا ہجوم تھا ایک غریب و تنہا پر ہر طرف سے ہزار ہا وار چلتے تھے نزدیک سے تلوار اور نیزہ لگاتے تھے دُور سے تیر برساتے تھے۔ بلکہ جو اہل فوج نہ تھے اور اُن کے پاس حربۂ جنگ نہ تھا وہ بھی لکڑی پتھر جو چیز پاتے تھے اُٹھا اُٹھا کے اس طرح پھینکتے تھے کہ تمام سر و سینہ اقدس مجروح ہو گیا تھا۔

جنابِ زینبؑ کا شمر کی وقتِ شہادت امامؑ منّت کرنا:۔

حضرات! جس ایک مظلوم پر اتنے وار چل گئے ہوں اُس کا کیا حال ہو گا زخم

کھاتے کھاتے بدن سے خون بہتے بہتے نڈھال ہو گئے آخر زین فرس پر سنبھل نہ سکے غش کھا کر زمین پر گر بے۔ آگے کیا بیان کروں شمر کا خنجر ظلم اور امام علیہ السلام کا حلق مجروح تھا اس وقت جناب زینب علیہا السلام بالین سر کھڑی پیٹتی تھیں اور مضطربانہ فریاد و سوال کرتی تھیں:

یَا شِمْرُ ھٰذَا ابْنُ النَّبِیِّ وَحَیْدَرٍ

وَ ابْنُ الْبَتُوْلِ الْبَضْعَۃِ الزَّھْرَآءِ

یَا شِمْرُ ھٰذَا کَھْفُنَا وَ عِمَادُنَا

وَ مَلَاذُنَا فِیْ سَائِرِ الْاَسْوَآءِ

''اے شمر کیا غضب کرتا ہے کیا تو نہیں جانتا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند علی علیہ السلام کا پارۂ جگر، فاطمہ علیہا السلام کی جان ہے۔ آیا تجھے نہیں معلوم کہ یہ ہم غریب اور بے کسوں کا وارث اور ہر مصیبت و بلا میں کفیل ہے۔''

دَعْنَا نُقَبِّلُ نَحْرَہٗ وَ نَشُمُّہٗ

قَبْلَ الرَّحِیْلِ وَ قَبْلَ وَشْکِ فَنَآءٍ

''اے بے رحم اب بھی سینۂ گنجینۂ علوم ربانی سے اُتر اور ہمیں اتنی اجازت دے کہ قبل رحلت و انتقال اُن حضرت کے ہم اس گلوئے اطہر کے بوسے لے لیں اور پیار کر لیں۔''

دَعْنَا نَرُشُّ الْمَآءَ فَوْقَ جَبِیْنِہٖ

فَلَعَلَّہٗ یَصْحُوْ عَنِ الْاِغْمَآءِ

''اے شمر اتنی مہلت دے کہ ہم کسی طرح کچھ پانی بہم پہنچائیں اور اُسے پیشانی اقدس پر چھڑکیں شاید اُس کی ٹھنڈک سے حضرت کو غش سے افاقہ ہو۔'' ادھر وہ غمدیدہ اس طرح چلاتی تھیں اُدھر وہ مظلوم کس بے کسی سے کہتا تھا:

یَا شِمْرُ اِنْ کَانَ لَا بُدَّلَکَ مِنْ قَتْلِیْ فَاسْقِنِیْ شَرْبَۃً

مِّنَ الْمَآءِ ○

"اے شمر بہت پیاسا ہوں اگر قتل ہی کرنا ہے تو ایک گھونٹ پانی پلا دے۔"

حضرات! یہ کونسا امر عظیم تھا کہ جو اُس شقی سے نہ ہو سکا دونوں بھائی بہن سے کسی کا سوال پورا نہ کیا دُختر بتول علیہا السلام کے سامنے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیاسا ہی ذبح کر ڈالا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○

مجلس نمبر 58

- آیت مباہلہ اور روایت مباہلہ مصائب امام حسینؑ
- مصائب امام حسین علیہ السلام۔
- آپؑ کا ریگ کربلا جمع کرنا۔
- بابِ زینبیہ کی توجہ تسمیہ

مجلس نمبر 58

قَالَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ فِیْ کِتَابِہِ الْکَرِیْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآئَنَا وَ اَبْنَاءَ کُمْ وَ نِسَآئَنَا وَ نِسَآئَکُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَہِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَۃَ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ۝

"جناب احدیت نے سورۂ آل عمران میں ارشاد فرمایا ہے اے محمد ﷺ! قوم نصاریٰ سے کہو کہ ہم اور تم اپنے اپنے فرزندوں کو اور عورتوں کو اور اُن کو جو بمنزلہ اپنے نفس کے ہیں بُلائیں اس کے بعد ہم تم مباہلہ کریں یعنی کاذبوں پر نفرین کریں۔"

روایت مباہلہ:-

صاحب منہج الصادقین لکھتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی رسول خدا ﷺ نے نجران کے نصاریٰ کو بُلا کے فرمایا جس قدر ہم تم کو ہدایت کرتے ہیں اُسی قدر تمہاری ہم سے عداوت بڑھتی جاتی ہے۔ اب یہی تدبیر ہے کہ آپس میں ہم تم مباہلہ کریں کہ حق باطل سے جُدا ہو جائے۔ اُنہوں نے ایک دن کی مہلت لی اور کہا آپس میں مشورہ کر کے کل صبح کو کہ چوبیسویں تاریخ ذی الحجہ کہ وہ ہفتے کا دن ہوگا صحرا میں آئیں گے۔ غرض سب اپنے گھر واپس آئے عاقب کہ اُس قوم میں عاقبت اندیش تھا اُس نے کہا ظاہر ہے کہ محمد ﷺ رسول خدا ہیں ان سے مباہلہ کرنا اچھا نہیں۔ اسقف نے کہا کل دیکھنا چاہئے اگر محمد ﷺ اصحاب

کو ساتھ لے کے صحرا میں آئیں تو اُن سے مباہلہ کرنے میں کچھ خوف نہیں اور اگر اپنی اولاد اور عزیزوں کو ساتھ لائیں تو سمجھنا چاہئے کہ وہ حق پر ہیں ہرگز مباہلہ مناسب نہیں۔ بہرکیف جب صبح ہوئی تمام اصحاب دولت سرائے جناب رسالت مآب ﷺ پر حاضر ہوئے ہر شخص کو گمان تھا کہ حضرت ہمیں ساتھ لے چلیں گے یہاں تک کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک گلیم سرخ کہ جس میں چار چوبیں تھیں وعدہ گاہ پر لے گئے اور بطور سائبان نصب کر دیا۔ اُس کے بعد رسول خدا ﷺ دولت خانہ سے باہر آئے کسی کی طرف متوجہ نہ ہوئے سیدھے خانہ جناب امیر ﷺ میں تشریف لے گئے اور حسنین علیہ السلام سے فرمایا تم آگے آگے چلو سیدہ علیہا السلام سے کہا تم پیچھے پیچھے آؤ اور اپنے قوت بازو علی علیہ السلام ابن ابی طالب کا ہاتھ تھام کے صحرا کی طرف روانہ ہوئے۔ پس اسی شان سے وہ خاصان خدا صحرا میں اُس سائبان کے نیچے تشریف لائے اور علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام اور حسنین علیہ السلام سے فرمایا جس وقت میں دعا کروں تم سب آمین کہنا۔ اسقف نے جب دیکھا کہ حضرت کے ساتھ فقط چار بزرگوار ہیں لوگوں سے پوچھا محمد ﷺ کے ساتھ یہ کون لوگ ہیں۔ کسی نے کہا یہ فاطمہ علیہا السلام اُن کی بیٹی اور وہ دونوں نواسے اُن کے حسنین علیہ السلام ہیں اور جس کا ہاتھ تھامے ہیں وہ اُن کے بھائی اور داماد علی علیہ السلام ہیں۔ اسقف نے جو یہ سُنا نور محمدی ﷺ اور جمال احمدی ﷺ سے ایک ہیبت عظیم دل پر طاری ہوئی سمجھا یہ وہ خاصان خدا ہیں کہ جو دُعا کریں گے قبول ہوگی۔ اپنی قوم سے کہنے لگا اگر محمد ﷺ کو اس مباہلہ میں کچھ خوف ہوتا تو اپنے اہل بیت کو ساتھ نہ لاتے بلکہ اصحاب و انصار اُن کے ساتھ ہوتے ان سے مباہلہ کرنا مصلحت کے خلاف ہے اگر ہمیں اپنی ہی قوم سے خوف نہ ہوتا تو ہم ان کا دین قبول کر لیتے اُن سے صلح کرنی مناسب ہے۔ اسقف آگے بڑھ کے کہنے لگا:

اے ابوالقاسم ﷺ ہم آپ سے مباہلہ نہ کریں گے بلکہ صلح چاہتے ہیں پس جس امر پر راضی ہوں ہم اُس کا خراج دینے پر تیار ہیں۔ راضی ہوئے اور دو ہزار حلہ ہائے مصالحہ ہوا اور اسی عنوان پر جناب امیر علیہ السلام نے دست حق پرست سے صلح نامہ لکھ دیا اس کے بعد

سب کے سب اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے راستے میں اپنے رفیقوں سے عاقب نے کہاو اللہ ہم تم خوب جانتے ہیں کہ محمد رسول خدا ﷺ ہیں وہ جو کہتے ہیں خدا کی طرف سے کہتے ہیں۔ بخدا کسی قوم نے کسی نبی سے کبھی مباہلہ نہ کیا مگر یہ کہ وہ قوم بالکل نیست ونابود ہو گئی۔ میں دیکھتا تھا کہ محمد ﷺ چاہتے تو پہاڑ اپنے مقام سے ٹل جاتے اسقف نے کہا میں نے جو محمد ﷺ کو دیکھا خود بخود ایک ہیبت دل پر طاری ہوئی اس سے سمجھا کہ وہ بے شک حق پر ہیں۔ وہاں تو نصاریٰ میں اس طرح کی باتیں ہوئیں یہاں جو رسول خدا ﷺ نے مراجعت کی فرمایا اگر اہل نجران کر مجھ سے مباہلہ کرتے تو حق تعالیٰ اُس قوم کو مسخ کر دیتا اور آتش غضب اُن سب کو جلا کر خاک کر دیتی یہاں تک کہ درختوں پر جو طائر ہوتے وہ بھی جل جاتے۔

تمہید و مصائب امامؑ:۔

مومنین! قوم نصاریٰ تو اُن حضرت کی بددعا سے خائف ہوئے اور یہ سمجھے کہ ان کے خلاف نہ کرنا چاہیے۔ وہ کون سے لوگ تھے کہ اپنے تئیں جس رسول ﷺ کی اُمت میں کہتے تھے اُسی رسول ﷺ کو قبر میں چین سے سونے نہ دیا؟ اُس جناب کے بعد اُن کی عترت علیہم السلام پر ہمیشہ ظلم کرتے رہے خدا کے گھر میں جناب امیر علیہ السلام کا سر شگافتہ کیا اور جناب سیدہ علیہا السلام کو اس قدر ستایا کہ آپ متحمل نہ ہو سکیں آخر محزون ہی دنیا سے گذر گئیں۔ انہیں حسنین علیہما السلام میں سے ایک کو زہر دے کر آوارہ وطن کر کے شہروں سے علیحدہ ایک جنگل میں انواع ظلم وستم سے شہید کیا۔ اور دوسرے کو افسوس وہ ہی حسین علیہ السلام اُس نہر کے کنارے پیاسے ذبح ہو گئے۔

اور یہ حال تھا کہ اپنی سوکھی زبان ہونٹوں پر پھیرتے تھے اور بار بار فرماتے تھے اے بے رحمو میں تمہارے نبی ﷺ کا نواسا ہوں اور پیاسا ہوں۔

أَنَا ابْنُ سَاقِي الْكَوْثَرِ وَ عَطْشَانْ

"میں ساقی کوثر علیہ السلام کا فرزند ہوں اور پیاسا ہوں۔" مگر سوائے تیر برسانے کے کوئی جواب نہ دیتا تھا۔ منقول ہے کہ روز عاشوراء مظلوم کربلا علیہ السلام زخم کھاتے کھاتے بعد زوال اس قدر مضمحل ہو گئے تھے کہ ایک قدم چل نہ سکتے تھے۔ خیال کیجئے دو پہر لاشیں اُٹھانے میں بسر ہوئی بھوک پیاس کی شدت آفتاب کی حرارت لاکھوں دشمنوں سے لڑنا سیکڑوں زخم بدن پر کھائے۔ کیا کرتے کہاں تک لڑتے ایک جگہ کھڑے ہو گئے۔ ناگاہ ایک تیر پیشانی انور پر لگا اور اس قدر خون جاری ہوا کہ چشم ہائے مبارک لہو سے بھر گئیں آپ نے چاہا دامن عبا سے خون پاک کریں اسی اثنا میں دوسرا تیر سینۂ اقدس میں پیوست ہو گیا ابھی وہ تیر نکالنے نہ پائے تھے کہ ایک تیر سہ پہلو زہر آلود حلق مبارک پر ایسا لگا کہ گھوڑے پر حضرت سنبھل نہ سکے غش کھا کے اُس مقام پر گرے جہاں اب اُس جناب کا مدفن ہے۔

ریگ کربلا جمع کرنا امام ؑ کا:۔

مومنین! جو عزیز و رفیق حضرت امام حسین علیہ السلام کا گھوڑے سے گرتا تھا اور پکارتا تھا:

یَا سَیِّدَاہُ اَدْرِکْنِیْ یَا مَوْلَاہُ اَدْرِکْنِیْ

حضرت خود دوڑ کر جاتے تھے اور اُس کا سر اپنے زانو پر رکھ لیتے تھے۔ اس وقت کون تھا جو آپ کے سر کو اپنے زانو علیہ السلام پر رکھتا لکھا ہے حضرت نے ریگِ صحرا کو ہاتھوں سے جمع کر کے مثل تودہ بلند کیا اور فرمایا اے زمین میرے یار و انصار سب مارے گئے کون ہے جس کے زانو پر سر رکھوں۔ اس وقتِ آخر میں حسین مظلوم علیہ السلام یہ چاہتا ہے تجھی پر اپنا سر رکھے یہ فرما کے سر مبارک اُس تودہ پر رکھ دیا اور غش کر گئے۔ دشمنوں نے جو آپ کو اس حال سے دیکھا چاہا سر اقدس بدن سے جدا کر لیں مگر چونکہ حضرت نے وہ جنگ کی تھی اور ایسے مردانہ حملے کیے تھے کہ کسی میں حواس باقی نہ تھا ہیبت سے کوئی آگے بڑھ نہ سکا۔ کسی نے کہا قتل کی حاجت ہی نہیں حسین علیہ السلام خود ہلاک ہو گئے کوئی بولا ابھی زندہ ہیں۔ غرض آپس میں یہ مشورہ کیا کہ سب مل کے اہل حرم علیہم السلام کو لوٹ لیں کہ حسین علیہ السلام نہایت غیور ہیں اگر زندہ

ہوں گے تو اس حالت میں بھی اپنے اہلبیت علیہم السلام کی تاراجی گوارانہ کریں گے یہ مشورہ کر کے سب کے سب خیمہ عصمت کی طرف چلے۔ راوی کہتا ہے جونہی گھوڑوں کے سُموں کی آواز حضرت کے کان میں آئی غش سے آنکھیں کھول دیں اور دیکھا کہ اشقیاء خیموں کی طرف چلے جاتے ہیں تلوار ٹیک کے اُٹھ بیٹھے اور آواز دی اے گروہ آل ابوسفیان! میں تم سے لڑتا ہوں تم مجھ سے لڑتے ہو ان عورتوں کا کیا قصور ہے۔ اگر تم میں اسلام نہیں ہے تو حمیت عرب کہاں گئی یہ فرماتے ہوئے اپنے مقام سے گھٹنوں کے بل اُس جگہ تک پہنچے جس جگہ کو قتل گاہ کہتے ہیں۔ وہاں پہنچ کے پھر غش کھا کے گر پڑے ساری فوج جو خیمہ کی طرف رُخ کیے ہوئے تھی پھر کے میدان میں آئی اور ایک شقی نے بڑھ کے امام مظلوم علیہ السلام کو شہید کیا۔ مومنین! حضرت کو اپنے اہلبیت علیہم السلام سے یہ محبت تھی کہ اُس حال میں بھی اُن کی تاراجی گوارانہ کی کیا حال ہوا ہوگا اُن بیبیوں کا جب ایسا وارث سر پرست آنکھوں کے سامنے شہید ہوا ہوگا؟

وجہ تسمیہ باب زینبیہ:-

حمید بن مسلم کہتا ہے جب شمر ملعون نے چاہا کہ پنجتن کا خاتمہ کر دے

فَخَرَجَتْ زَيْنَبُ مِنْ خِبَاءِ الْحُسَيْنِ علیہ السلام

"میں نے دیکھا زینب خاتون علیہا السلام خیمہ امام حسین علیہ السلام سے بے تاب ہو کر باہر نکل پڑیں۔"

نَاشِرَةَ الشُّعُورِ لَاطِمَةَ الْخُدُودِ قُرْطَاهَا تَجُولَانِ بَيْنَ أُذُنَيْهَا

"اور ہیئت اُس مظلومہ کی یہ تھی کہ گوشوارے کانوں کے ہلتے جاتے تھے سر کے بال کھلے ہوئے تھے منہ پر طمانچے مارتی ہوئی قتل گاہ کی طرف دوڑی جاتی تھیں اور چلاتی تھیں:

وَا أَخَاهُ وَا حُسَيْنَاهُ وَ غُرْبَتَاهُ وَا مُصِيبَتَاهُ

تھوڑی دُور گئیں تھیں کہ فوج کی کثرت سے راستہ نہ ملا دوسری جانب گئیں اُدھر

بھی راہ نہ ملی اسی طرح مقتل میں ہر طرف دوڑی پھرتی تھیں۔ نہ کہیں راہ ملتی تھی نہ بھائی کو دیکھتی تھیں آخر اس خیال سے کہ کسی طرح حضرت کو دیکھیں ایک بلندی پر چڑھ گئیں۔ اُسی مقام پر کربلائے معلیٰ میں اب باب زینبیہ بنا ہوا ہے خدا سب مومنین کو وہاں کی زیارت سے مشرف کرے۔ جناب زینب علیہا السلام نے اُس جگہ سے وہ حال دیکھا کہ خدا کسی بہن کو اپنے بھائی کا یہ حال نہ دکھائے۔ دیکھتے ہی خاک پر پچھاڑیں کھانے لگیں اور تڑپ تڑپ کر فریاد کرنے لگیں مظلوم کربلا علیہ السلام نے جوغش سے آنکھیں کھولیں دیکھا قاتل سینہ پر سوار ہے اور بہن سامنے بے قرار ہے۔ خنجر کے نیچے آپ بھی تڑپنے لگے اور اشارہ سے فرمایا اے زینب علیہا السلام ابھی میں زندہ ہوں میرے جیتے جی کیوں باہر نکلیں خیمہ میں لوٹ جاؤ۔ حضرات! آپ نے جو اشارہ سے منع کیا اس کی کئی وجہیں ہیں ایک یہ کہ اُس وقت آپ ذکر الٰہی میں مشغول تھے نہ چاہا کہ ذکر خدا میں خلل واقع ہو۔ دوسری یہ کہ حضرت ایسے ضعیف و ناتواں ہو گئے تھے کہ کلام کرنے کی بھی طاقت باقی نہ رہی تھی۔ تیسری یہ کہ تیر تو حلق میں پیوست تھا کیونکر حضرت بات کر سکتے تھے۔ غرض جناب زینب علیہا السلام حکم امام علیہ السلام سے خیمہ کی طرف پھریں ہنوز پہنچنے نہ پائی تھیں کہ آثار قیامت ظاہر ہوئے زمین و آسمان کانپنے لگے منادی ندا کرنے لگا:

اَلَا قُتِلَ الْحُسَيْنُ بِكَرْبَلَا اَلَا ذُبِحَ الْحُسَيْنُ بِكَرْبَلَا

''اے ساکنان ارض و سماء آگاہ ہو جاؤ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جگر گوشہ بتول علیہا السلام زمین کربلا پر مثل گوسفند قربانی ذبح کیا گیا۔''

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

مجلس نمبر 59

- وجہ نزول آیت وَالنَّجم۔
- آفتاب کا جناب امیرؑ سے کلام کرنا۔
- مصائب امام مظلومؑ۔
- چند مرتبہ امامؑ کا جناب زینبؑ سے ملنا۔
- شہادت کے وقت جناب زینبؑ کا خیمہ سے نکلنا

مجلس نمبر 59

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰیۙ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَ مَا غَوٰیۚ

"خداوند عالم اپنی کتاب معظم کے سورۃ النجم میں ارشاد فرماتا ہے اُس ستارے کی قسم جو نازل ہوا کہ تمہارا صاحب و سردار گمراہ نہیں ہوا۔" اکثر مفسرین اس سورہ کی شان نزول میں لکھتے ہیں۔

ستارے کا جناب امیرؑ کے گھر میں نزول کرنا:-

شیخ مفید علیہ الرحمہ بھی کتاب ارشاد القلوب میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر جناب امیر علیہ السلام کی اطاعت کا لوگوں کو حکم دیتے تھے اور آپ کے واسطے لوگوں سے بیعت لے کے فرماتے تھے:

وَصِیِّیْ وَ خَلِیْفَتِیْ وَ قَاضِیْ دَیْنِیْ مُنْجِزُ وَعْدَتِیْ وَ الْحُجَّةُ مِنَ اللّٰهِ عَلَی الْخَلْقِ مِنْ بَعْدِیْ مَنْ اَطَاعَهُ سُعِدَ وَ مَنْ خَالَفَهُ ضَلَّ وَ شَقٰی○

"علی علیہ السلام میرا جانشین و وصی ہے میرے دین کو ادا اور میرے وعدہ کو وفا کرنے والا ہے جس نے اُس کی اطاعت کی سعادت مند ہوا اور جس نے اُس کی مخالفت کی وہ گمراہ و بد بخت ہوا۔" منافقین آپس میں کہتے تھے:

اَلَا اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ ضَلَّ عَلٰی عَلِیٍّ ۝

"بہ تحقیق کہ علی علیہ السلام کی محبت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گمراہ ہو گئے۔" برابر یہ خبریں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچتی تھیں یہاں تک کہ ایک مرتبہ نو مفسدین خانہ اقرع بن خابس میں جمع ہوئے اور صہیب رومی بھی وہاں موجود تھا باہا سب نے کہا اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اختیار ہوتا تو علی علیہ السلام کی عبادت کا حکم دیتے۔ سعد وقاص نے کہا شق القمر یا اور معجزہ جو اُن سے خود واقع ہوئے ہیں یا وہ آیتیں جو اُن کی شان میں نازل ہوئی ہیں کاش مثل اُس کے علی علیہ السلام کے واسطے بھی ظاہر کرتے۔ بہر کیف یہ نو منافقین خانہ صہیب میں اُس رات کو سو رہے۔ ناگاہ ایک ستارہ درخشاں آسمان سے زمین پر نازل ہوا اور دیوار خانہ جناب امیر علیہ السلام پر آ کے ٹھہر گیا۔ سارا شہر اُس کی تابندگی سے روشن ہو گیا اہل مدینہ نہایت خائف و ترساں ہوئے اور ایک شور برپا ہوا۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز صبح کو جو مسجد میں تشریف لائے فرمایا شاید تم اس ستارہ سے خائف ہوئے اُنہوں نے کہا ہاں کیونکر خوفزدہ نہ ہوں؟ فرمایا کیا تم نے رات کو خانہ صہیب میں اس طرح کی گفتگو نہ کی تھی۔ جناب باری تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے غرض جب ستارے غروب کر گئے اور آفتاب طالع ہوا وہ ستارہ بھی سب کے سامنے آسمان پر بلند ہو گیا۔ صاحب ریاض الشہادۃ لکھتے ہیں بعض منافقین کہنے لگے یہ امر خدا کی جانب سے نہ تھا اگر اُس کی جانب سے ہوتا تو آفتاب ٹھہر جاتا اور علی علیہ السلام سے باتیں کرتا۔ روح الامین علیہ السلام نے منافقوں کے اس کلام کی خبر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جمعرات کے دن پہنچائی حضرت نے جناب امیر علیہ السلام بلا کر فرمایا لوگوں کو نزول ستارہ پر بھی قناعت نہ ہوئی اب چاہتے ہیں آفتاب تم سے باتیں کرے۔ اس کے بعد ایک دعا آپ نے تعلیم کی اور ارشاد کیا کل صبح کو جا کے آفتاب سے ہم کلام ہو۔

کلام کرنا آفتاب کا جناب امیرؑ سے:-

راوی کہتا ہے جب صبح ہوئی جناب امیر المومنین علیہ السلام بقیع میں تشریف لائے

جس وقت آفتاب نے طلوع کیا آپ نے کچھ کلمات زیرلب زبان پر جاری کیے پھر اُس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلْقَ اللّٰهِ الْجَدِيْدَ

''اے مخلوق خدا جو صاحب حدت اور روشن ہے تجھ پر سلام ہو۔'' فوراً آفتاب سے آواز آئی۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَخَا رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ وَصِيَّهٗ اَشْهَدُ اَنَّكَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ وَ اَنَّكَ عَبْدُ اللّٰهِ وَ اَخُوْ رَسُوْلِهٖ حَقًّا ۝

''اے جانشین رسول ﷺ میرا بھی سلام ہو میں گواہی دیتا ہوں بہ تحقیق تو خدا کا بندہ رسول ﷺ کا بھائی ہے اور تو اول و آخر ظاہر و باطن ہے۔'' یہ دیکھ کر منافقوں کے بدن میں رعشہ پڑ گیا اور جناب رسول مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کے یہ حالات خود اُن سب نے بیان کیے۔

مصائب جناب امام حسینؑ :۔

مومنین! ایک جمعہ کو تو آفتاب نے جناب امیر علیہ السلام سے کلام کیا خیال کیجیے روز عاشوراء بھی جمعہ کا دن تھا اور یہی آفتاب تھا کہ اُس آفتاب امامت کی اولاد اس کی دھوپ میں کھڑی تھی اور بات کا جواب زبان تیغ اور لب سوفار کے سوا کوئی نہ دیتا تھا۔ اُسی جناب کی آنکھوں کے تاروں کو ظلم کے بدلے اس طرح گھیرے تھے کہ کوئی چارۂ کار باقی نہ تھا ہر طرف سے فوجوں کا نرغہ اُقْتُلُوا الْحُسَيْنَ کا شور تھا۔

لکھا ہے دوپہر تک مظلوم کربلا علیہ السلام کی قلیل فوج سے کوئی زندہ نہ رہا۔ ظہر کے وقت وہ جناب یکہ و تنہا ہو گئے کبھی اپنے قوت بازو عباس علیہ السلام کو یاد کر کے دریا کی طرف دیکھتے تھے اور آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہاتے تھے۔ کبھی اپنے نور نظر علی اکبر علیہ السلام کے

خیال میں صحرا کی جانب نگاہ کرتے تھے اور خاک اُڑاتے تھے۔ کبھی آسمان کو بہ حسرت دیکھ کے آہِ سرد بھرتے تھے۔ کبھی اپنی بے کسی پر گردن جھکا کے رُو دیتے تھے۔ کبھی اہل حرم کی تسکین کے واسطے خیمہ میں تشریف لاتے تھے وہاں بیبیوں کے اضطراب اور بچوں کی صدائے العطش العطش سے گھبرا کے پھر باہر آتے تھے۔ آہ آہ یہ بھی اعداء کو منظور نہ ہوا کہ اتنی تسلی کے واسطے حضرت جایا کریں کئی دستے فوجوں کے سدراہ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ خیام اہلبیت علیہم السلام حضرت کی نظروں سے پوشیدہ ہوگئے۔ آخر مضطرب ہو کے اُس صابر نے ذو الفقار حیدری میان سے نکال لی اور اُن اشقیاء پر حملہ کیا پھر کس کے قدم ثابت رہ سکتے تھے سارا انبوہ منتشر و پراگندہ ہوگیا اور وہ جناب خیمہ گاہ کی طرف چلے در خیمہ تک پہنچے تھے ہنوز اندر جانے کی نوبت نہ آئی تھی کہ پھر لشکر نے ہجوم کیا اور حضرت مصروف جہاد ہوئے۔ اسی طرح کئی مرتبہ آپ نے جنگ کی اور ہر حملہ کے بعد تھوڑی دیر تک آ کے اہل حرم کو دیکھ جاتے تھے۔ جناب زینب علیہا السلام فرماتی ہیں جب میرے بھائی میدان سے پھرتے تھے اس قدر تیروں کی بارش ہوتی تھی کہ اُس دھوپ میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ جناب تیروں کے سایہ میں چلے آتے ہیں۔ مومنین! جناب زینب علیہا السلام لکھا ہے ابتدائے جنگ سے درخیمہ پر کھڑی تھیں جب حضرت آتے تھے وہ مخدومہ بڑھ کے اپنے بھائی کے سینہ سے لپٹ جاتی تھیں مگر جب مظلوم کربلا علیہ السلام آخری حملہ کے بعد پھرے تو کس طرح پھرے کہ صورت مبارک پہچانی نہ جاتی تھی۔ تمام بدن تیروں سے اس طرح مشبک تھا جیسے ساہی کے بدن پر کانٹے ہوتے ہیں سر سے کمر تک اُنیس سو اکاون زخم نیزہ و شمشیر کے لگے تھے۔ عمامہ کے پیچ کٹ کٹ کے چہرہ پر لٹک آئے تھے۔ بہر کیف جناب زینب علیہا السلام نے اس مرتبہ جو چاہا اپنے بھائی کے سینہ سے لگیں امام مظلوم پیچھے ہٹے وہ مخدومہ رُو رُو کر کہنے لگیں کیا زینب علیہا السلام اس قابل نہیں کہ آپ گلے لگائیں۔ وہ جناب بھی رونے لگے اور فرمایا کہ میرے سینہ میں تیر پیوست ہیں ایسا نہ ہو کہ اس سے تم کو تکلیف پہنچے۔

جناب زینبؑ کا خیمے سا ے نکلنا:۔

کیوں حضرات! اُس وقت تو حضرت کو اپنی بہن کا یہ خیال تھا؟ وہی جناب زینب

علیہا تھیں کہ چند ساعت کے بعد ظالموں نے اُن پر کیا کیا ظلم کیے بازوؤں میں رسن ظلم باندھی ساری پشت نوک نیزہ سے مجروح کی' بھائی کی لاش پر رونے نہ دیا۔ بہرحال آخری حملہ کے بعد تو جناب زینب علیہا کو بات کرنے کی بھی نوبت آئی مگر وقت شہادت یہ امر بھی ممکن نہ ہوا۔ حمید کہتا ہے جب شمر نے چاہا پنج تن علیہ السلام کا خاتمہ کردے۔

رَأَيْتُ امْرَأَةً قَدْ خَرَجَتْ مِنْ خَبَاءِ الْحُسَيْنِ

''میں نے دیکھا ایک معظمہ خیمہ حسین علیہ السلام سے مُنہ پر طمانچے مارتی

وَا اَخَاهُ وَا اَخَاهُ کہتی باہر نکلی اس طرح کہ گوشہ چادر زمین پر لٹکتا جاتا تھا۔

وَ قُرْطَاهَا تَجُوْلَانِ بَيْنَ اُذُنَيْهَا

اور دونوں گوشوارے کانوں کے ہلتے جاتے تھے۔'' اس حال سے وہ بی بی اُس مقام پر پہنچی جہاں مظلوم کربلا علیہ السلام غش میں پڑے تھے اور شمر آمادہ قتل تھا۔ کثرت فوج سے قریب نہ جاسکیں دُور سے بھائی کو دیکھتی رہیں اور بھائی بہن کو دیکھتا رہا کلام کی نوبت نہ آئی کہ سر بدن سے جُدا ہو گیا۔ زمین و آسمان ہلنے لگے میدان میں ہوائے تند چلنے لگی وہ آفتاب جس نے جناب امیر علیہ السلام سے کلام کیا تھا اُس کو گہن لگ گیا جبرائیل امین علیہ السلام مابین آسمان و زمین پکارے:

اَلَا قُتِلَ الْحُسَيْنُ بِكَرْبَلَا اَلَا ذُبِحَ الْحُسَيْنُ بِكَرْبَلَا

''اے ساکنان ارض و سماء آگاہ ہو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کا نواسا فاطمہ علیہا کی گود کا پالا حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام تین دن کا بھوکا پیاسا مثل گوسفند قربانی ذبح کیا گیا۔'' اُس وقت خیمہ اہلبیت علیہم السلام میں بی بیوں اور بچوں پر جو عالم گذرا خصوصاً جناب زینب علیہا کو جو اضطراب ہوا زبان کو اُس کے بیان کا یارا نہیں۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ٥

مجلس نمبر 60

- آیت اَلْقِیَا فِیْ جَھَنَّمَ کے بیان میں۔
- سلیمان اعمش کی حکایت فضائل جناب امیرؑ میں
- اشعار و حکایت۔
- نابینا کنیز کی روایت۔
- آدمی کی روایت۔

مجلس نمبر 60

قَالَ اللّٰہُ الْحَمِیْدُ فِیْ کِتَابِہِ الْمَجِیْدِ اَلْقِیَا فِیْ جَھَنَّمَ کُلَّ کَفَّارٍ عَنِیْدٍ ۙ

"حق سبحانہ وتعالیٰ سورہ قٓ میں ارشاد فرماتا ہے تم دونوں ڈال دو جہنم میں ہر کافر سرکش کو۔" محمد بن تمیم الواسطی سے منقول ہے کہ شریک بن عبد اللہ نے کہا کہ جس وقت سلیمان اعمش مرض موت میں مبتلا تھے میں اُن کی عیادت کو گیا ناگاہ ابوحنیفہ اور ابن لیلیٰ اور ابن شیرویہ بھی آئے اور اعمش سے کہنے لگے اے ابومحمد تمہارا وقت آخر ہے چاہیے تم اپنی اُس معصیت سے توبہ واستغفار کرو جو تم نے جھوٹی حدیثیں اور اقوال باطلہ بیان کر کے اپنی گردن پر بار مواخذہ لیا ہے۔

قَدْ کُنْتَ تَرْوِیْ فِیْ عَلِیٍّ علیہ السلام بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ لَوْ اَمْسَکْتَ عَنْھَا لَکَانَ اَفْضَلَ تُبْ اِلَی اللّٰہِ مِنْھَا

سلیمان اعمش کی حکایت:۔

تو علی علیہ السلام بن ابی طالب علیہ السلام کی محبت میں ایسا سرشار اور از خود رفتہ ہو گیا ہے کہ بہت سی حدیثیں جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علی علیہ السلام کی شان میں ایسی بیان کی ہیں جس کے سبب سے بہت سے لوگ راہِ حق سے منحرف اور متزلزل ہو گئے۔ ایسی حدیثوں کا بیان کرنا تجھے مناسب نہ تھا اب تجھ کو لازم ہے کہ اپنی اس لغزش سے توبہ کرے اور نادم و

پشیمان ہو۔ اعمش یہ کلام سنتے ہی بے چین ہو گئے اور اپنے خادموں سے کہا مجھے تکیہ سے لگا کے بٹھا دو جب درست ہو کے بیٹھے کہنے لگے:

يَا اَبَا حَنِيفَةَ حَدَّثَنَا اَبُوا الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيْ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيْ فَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَقُوْلُ اللّٰهِ وَ تَعَالٰى لِيْ وَ لِعَلِيٍّ اَلْقِيَافِي النَّارِ مَنْ اَبْغَضَكُمَا وَ اَدْخِلَا فِي الْجَنَّةِ مَنْ اَحَبَّكُمَا فَيَمْضِيْ عَلِيٌّ عَلٰى شَفِيْرِ جَهَنَّمَ فَيَقُوْلُ هٰذَالَكِ وَ هٰذَا اِلِيْ وَ هُوَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى اَلْقِيَافِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۙ

''اے ابو حنیفہ میری طرف متوجہ ہو اور جو کہتا ہوں اُسے دل لگا کر سن کہ ابو متوکل ناجی نے مجھ سے بیان کیا کہ ابو سعید خدری کہتے تھے کہ میرے سامنے محبوب ﷺ خدا نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو پروردگار عالم کی جانب سے خطاب ہوگا اے محمد ﷺ و اے علی علیہ السلام اپنے دشمنوں کو جہنم میں ڈالو اور اپنے دوستوں کو بہشت میں داخل کرو۔ پس اُس وقت علی علیہ السلام کنارۂ جہنم پر کھڑے ہوں گے اور فرمائیں گے اے دوزخ اس شقی کو لے لے کہ یہ تیرے واسطے ہے اور اُس سعید کو چھوڑ دے کہ وہ میرا دوست ہے اور قول خدا کے یہ ہی معنی ہیں۔''

اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۙ

''یعنی تم دونوں اُن کافروں کو جہنم میں ڈال دو جو نبوت اور ولایت کے منکر ہیں۔'' جب ابو حنیفہ نے یہ سُنا اپنے رفیقوں سے کہنے لگا:

قُوْمُوْا بِنَا اَنْ لَا يَاْتِيَ بِشَيْءٍ هُوَ اَعْظَمُ مِنْ هٰذَا

''اُٹھ چلو ایسا نہ ہو کہ اس سے بھی بڑھ کر کوئی بات یہ بیان کرے۔'' الغرض ابو

حنیفہ اپنے ساتھیوں کو لے کے وہاں سے چلا گیا۔

اشعار فضائل جناب امیرؑ :-

فی الحقیقت حضرات کوئی عبادت اور عمل صالح بغیر محبت علی بن ابی طالب علیہ السلام باری تعالیٰ پسند نہیں ہوتی اور کوئی گنہگار کسی طرح توبہ کرے جب تک اُس جناب کی ولا دل میں نہ ہو درگاہِ احدیت میں کبھی قبول نہ ہو گی کیا خوب شاعر کہتا ہے:۔

لَا یُقْبَلُ التَّوْبَۃُ مِنْ تَآئِبٍ
اِلَّا بِحُبِّ عَلِیّ علیہ السلام بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ
اَخُوْ رَسُوْلِ اللّٰہِ بَلْ صِہْرُہٗ
وَ الصِّہْرُ لَا یَعْدِلُ بِالصَّاحِبِ

سرور عالم کی بارگاہ میں کسی گنہگار کی توبہ قبول نہیں ہوتی جب تک کہ وہ سید الوصیین جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کی محبت و مودّت نہ رکھتا ہو اس لئے کہ ہر مومن و مسلم پر دوستی اور ولا حضرت کی واجب ہے بلکہ جزو ایمان ہے اور کیونکر علی بن ابی طالب علیہ السلام کی وِلا فرض نہ ہو کہ بعد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو مراتب و فضائل حق تعالیٰ نے آپ کو عنایت کیے ہیں وہ مدارج و شرف کسی دوسرے کو کب نصیب ہوئے۔ وہ عالی جناب پیمبر خدا کے بھائی بھی تھے داماد بھی تھے سوائے اُن حضرت کے اور جو لوگ تھے اُن کا اگر بہت مرتبہ ہوا تو زمرۂ صحابہ میں شمار کیے گئے۔ پس رفیق و صحابی کب بھائی و داماد کے مرتبہ کو پہنچ سکتا ہے۔

یَا قَوْمُ مَنْ مِّثْلُ عَلِیٍّ علیہ السلام وَ قَدْ
رُدَّتْ لَہُ الشَّمْسُ مِنَ الْمَغْرِبِ

''اے گروہ مسلمین و جماعت مومنین میں تم سب سے پوچھتا ہوں کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام کا مثل و نظیر دنیا میں کون شخص ہے کس کے لئے کئی مرتبہ آفتاب نے مغرب سے

رجعت کی ہے۔"

کنیز نابینا کی روایت:۔

بروایت تفسیر منہج الصادقین یونس بن عبداللہ کہتا ہے کہ ایک سال میں حج کو جاتا تھا کہ ایک منزل میں ایک نابینا کنیز حبشہ کو دیکھا کہ دستِ مناجات درگاہِ قاضی الحاجات میں بلند کیے کہہ رہی ہے:

يَارَادَّ الشَّمْسِ عَلٰى عَلِيِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ علیہ السلام اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ رُدَّ عَلَیَّ بَصَرِیْ

"اے آفتاب کے پھیرنے والے علی بن ابی طالب علیہ السلام کے واسطے میری آنکھوں کو روشن کردے۔" میں نے اُس کے قریب جا کر پوچھا اے جاریہ تو علی علیہ السلام کو دوست رکھتی ہے۔ اُس نے کہا میری جان فدا ہے اُس امام عالی مقام پر میں نے اُس کو دو اشرفیاں دیں اور کہا اس زرسرخ کو اپنے خرچ ضروری میں صرف کرنا اُس نے وہ دینار نہ لیے اور کہا میں محتاج نہیں ہوں۔ جب میں حج سے فارغ ہو کر پھرا اور اُسی قریہ میں پہنچا اُس کنیز کو دیکھا آنکھیں اُس کی روشن ہیں۔ حاجیوں کو پانی پلاتی ہے میں نے پوچھا تیری آنکھیں کیسے بینا ہوئیں۔ اُس نے جواب دیا اے حاجی سات روز تک میں اُسی طرح دعا کرتی رہی اور ہر شب وقت مناجات روتی تھی اور حق تعالیٰ کو علی بن ابی طالب علیہ السلام کی قسم دیتی تھی شب ہفتم ایک ہاتف کی آواز سُنی کہ وہ کہتا ہے اے کنیز تو علی علیہ السلام کو صفائی قلب و طیب نفس سے دوست رکھتی ہے۔ میں نے جواب دیا بے شک جان و دل سے حضرت کو دوست رکھتی ہوں۔ اُس مرد غیب نے فرمایا دونوں ہاتھوں کو اپنی آنکھوں پر رکھ۔ جب میں نے ہاتھ رکھے اُس بزرگ نے دُعا کی بار الٰہا اگر یہ کنیز تیرے ولی علی بن ابی طالب علیہ السلام کو صدقِ دل و صاف طینت سے دوست رکھتی ہے تو اس کی آنکھوں میں روشنی عطا کر حق سبحانہ و تعالیٰ نے دعا قبول کی اور میری آنکھوں میں نور عنایت فرمایا اُس وقت میں نے دیکھا کہ

ایک مرد مقدس تشریف رکھتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا حضرت قسم دیتی ہوں اُس خالق یکتا کی جس نے آپ کو یہ مرتبہ عنایت کیا ہے آپ کون ہیں؟ فرمایا میں بھی جملہ محبان و موالیان جناب امیر علیہ السلام سے ہوں اور حضرت کے شیعوں پر مؤکل ہوں۔ مجھ کو خضر علیہ السلام کہتے ہیں یہ کہہ کر میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ مومنین! اس عورت نے راہ مکہ میں جناب امیر علیہ السلام کی بدولت حضرت خضر علیہ السلام کے ذریعہ سے بینائی پائی۔ اب ایک دوسری خاتون کی روایت لکھتا ہوں جو انہیں امیر المؤمنین کی دختر و نور دیدہ تھیں صحرائے کربلا میں خضر دین و ایمان جناب سید الشہداء علیہ السلام کے طفیل سے اُن کی آنکھیں روشن ہو گئیں فرق یہ تھا کہ اُس عورت نے بینائی ہو کے حاجیوں کو پانی پلانا اختیار کیا ان مخدومہ نے بصارت چشم کے بعد خود شربت اجل پینے کیلئے دعا کی۔ چنانچہ منقول ہے کہ جب روز عاشورا میدانِ کربلا میں عصر کے وقت پنجتن کا خاتمہ ہو گیا اور اہل شام کے قریب شام نبی ﷺ کی قبر کا چراغ بجھا کے غارت اسباب کی طرف متوجہ ہوئے اور وہ خیمہ ہائے عصمت جہاں فرشتوں کے پر جلتے تھے اُن میں آگ لگا دی۔

فَفَرَّتِ الْبَنَاتُ عَلٰی وَجْهِهَا مِنْ غَيْرِ سِتْرٍ وَّلَا حِجَابٍ

"بہت سی لڑکیاں نبی زادیاں شعلوں کی تمازت و دشمنوں کی دہشت سے بے چین ہو کے بے مقنع و چادر خیمہ سے باہر نکل نکل پڑیں پردہ کا بھی خیال نہ تھا کہاں جاتیں اُسی صحرا میں ہر طرف بھاگیں۔"

نَادِيَاتٍ صَائِحَاتٍ بَاكِيَاتٍ

"کس طرح کہ ہر بچی زور سے چیخ مارتی تھی اور چلا چلا کے فریاد کرتی تھی۔"

روایت آدمی:-

انوار الشہادۃ وغیرہ میں بروایت ابی مخنف مروی ہے ایک بہن امام حسین علیہ السلام کی آدمی نام بطن سعدیہ سے کہ نابینا تھیں اُسی ہنگامہ گیرودار میں جب اعداء نے چاہا انہیں

بھی لوٹیں وہ بی بی نہایت مضطرب و پریشان ہو کے فریاد کرنے لگیں

وَا اَخَاهُ وَا حُسَيْنَاهُ يَا رَبِيعَ الْاَرَامِلِ وَ الْاَيْتَامِ

''ہائے بھائی حسین علیہ السلام ہائے بیوہ عورتوں کی خبر لینے والے اور یتیم بچوں کے پوچھنے والے۔''

يَا خَلِيفَةَ الْمَاضِينَ وَ يَا ثِمَالَ الْبَاقِينَ

''اے یادگار اولین وافتخار آخرین اس وقت کہاں ہو کہ میری خبر نہیں لیتے۔'' پھر آواز دی۔

يَا قَوْمُ هَلْ فِيكُمْ مَنْ فِي جَسَدِهٖ شَعْرَةٌ مِنَ الْاِسْلَامِ

''اے قوم جفا کار تم اتنے آدمیوں میں کوئی مسلمان بھی ہے۔'' کسی نے جواب نہیں دیا۔

فَصَاحَتْ ثَانِيَةً يَا قَوْمُ هَلْ فِيكُمْ رَجُلٌ قُرَشِيٌّ

''دوبارہ آواز بلند سے پکاریں تم میں کوئی مرد قرشی بھی ہے۔'' یہ سن کر زجر بن قیس نے جواب دیا:

مَا تُرِيدِينَ هَا اَنَا قُرَشِيٌّ وَ مَا حَاجَتُكِ

''میں قرشی ہوں کیا چاہتی ہو تمہارا کیا مطلب ہے۔''

قَالَتْ اُرِيدُ مِنَ اللّٰهِ اَنْ تُوصِلَنِيْ اِلٰى جَسَدِ اَخِي الْحُسَيْنِ علیہ السلام لِاَنِّي عُمْيَا لَا اَهْتَدِيْ اِلَى الطَّرِيقِ

''اس مظلومہ نے فرمایا میں نابینا ہوں کچھ دکھائی نہیں دیتا چاہتی ہوں کہ خدا کے واسطے کوئی مجھے میرے بھائی حسین علیہ السلام کی لاش پر پہنچا دے۔'' زجر نے کہا میں تو تمہیں وہاں پہنچا دوں گا مگر تم وہاں جا کر کیا کرو گی۔ فرمایا میرے بھائی مجھے نہایت عزیز رکھتے تھے اور بہت شفقت و محبت فرماتے تھے:

وَ كَانَ كُلَّ يَوْمٍ يُشَمِّنِي وَ يُقَبِّلُ مَا بَيْنَ عَيْنَيَّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

''اور یہ معمول تھا کہ ہر روز تین مرتبہ میری پیشانی پر بوسہ دیتے تھے۔''

وَ اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اَزُوْرَهُ وَ اُقَبِّلَ مَنْحَرَهُ وَ اُوَدِّعَهُ قَبْلَ الرَّحِيْلِ وَ قَبْلَ الْمَوْتِ

''اس وقت قریب ہے کہ اعدا ہمیں قید کر کے کوفہ وشام کی طرف لے جائیں یا قتل کریں میں چاہتی ہوں اس سے قبل کہ کوچ ہو یا موت آئے اپنے بھائی کی زیارت کر لوں اور گلوے نازنین پر بوسے دے کے رخصت کرلوں۔'' زجر بن قیس نے اُس مخدومہ کا عصا پکڑ لیا اور قتل گاہ میں ایک نشیب کی طرف لے جا کے کہا یہی تمہارے بھائی کی لاش ہے۔ راوی کہتا ہے وہ بی بی خاک پر بیٹھ گئی اور لاش کی طرف ہاتھ بڑھا کے دیکھا تو کیا دیکھا کہ بدن پر سر بھی باقی نہیں ہے وہ گلا جس کے بوسہ کی خواہش تھی خنجر ظلم سے کٹا ہوا ہے بے اختیار دھاڑیں مار کر رونے لگیں اور چلا کے فریاد کرتی تھیں:

وَا اَخَاهُ اَمَا تَنْظُرُ اِلَيَّ وَ اِلٰى اَخَوَاتِكَ وَ بَنَاتِكَ قَدْ سَلَبُوْهُنَّ الْاَعْدَاءُ

''اے بھائی کیا ہو گیا کہ اس وقت میری اور بہنوں کی خبر نہیں لیتے اپنے یتیم بچوں کو بھی نہیں پوچھتے' دشمنوں نے اس طرح لوٹ لیا ہے کہ کسی کے پاس ایک چادر یا رومال تک باقی نہیں ہے۔''

يَا اَخَاهُ وَ مَنْ لِاُخْتِكَ الْعُمْيَا يَدُلُّ لَهَا اِلَى الطَّرِيْقِ وَ كَيْفَ بِيْ بِرُكُوْبِ الْجَمَلِ وَ اَنَا عُمْيَا

''ہائے بھائی اب اس نابینا بہن کا کون ہے کہ ہاتھ پکڑ کر لے جائے گا سفر کی منزلوں میں بار بار کس طرح اونٹ پر چڑھوں گی اور اُتروں گی۔''

يَا اَخَاهُ مَنْ قَصَّ رَاسَكَ الشَّرِيْفَ فَاَيْنَ رَاسُكَ حَتّٰی اَشُمَّهُ

"اے بھائی کس ظالم نے آپ کا سر بدن سے جُدا کر لیا اور وہ فرق بریدہ کہاں ہے کہ زلفوں کی بو سونگھتی اور سوکھے ہونٹوں کے بوسے لیتی۔"

يَا اَخَاهُ مَا عَلِمْتُ اَنَّ الزَّمَانَ يُمِيْعُكَ قَبْلِیْ لَيْتَ الْمَوْتَ اَعْدَمَنِیَ الْحَيٰوةَ

"ہائے میں کیا جانتی تھی اس مسافرت میں قسمت آپ سے جدا کرے گی اور یہ سخت جان بہن رونے کو جیتی رہے کاش پہلے مجھے موت آتی کہ اس مصیبت میں مبتلا نہ ہوتی۔"

فَصَاحَتْ بِاَعْلٰی صَوْتِهَا وَ اَلْقَتْ نَفْسَهَا عَلٰی جَسَدِ اَخِيْهَا الْحُسَيْنِ علیہ السلام

"غرض اسی طرح چیخ مار مار کر بین کر رہی تھیں یہاں تک کہ بے قرار ہو کے اپنے تئیں لاش بے سر پر گرا دیا۔" اور دیر تک لپٹی ہوئی روتی رہی روتے ہی روتے غش آ گیا۔ راوی کہتا ہے جب امام حسین علیہ السلام کے جسد بے سر کا خون اُن کی چشم نابینا میں لگا اور وہ ہوش میں آئیں تو اپنے کو دیکھا کہ آنکھیں روشن ہیں اور بھائی کو اس حال سے دیکھا کہ خدا کسی بہن کو نہ دکھائے سراپا زخموں سے چور جابجا تیر پیوست ہیں' نیزوں سے تلواروں سے تمام بدن ریزہ ریزہ ہے۔ گردن پر سر بھی باقی نہیں ہے دیکھتے ہی بے اختیار دونوں ہاتھوں سے سر پیٹنے لگیں کبھی مدینہ کی طرف کبھی نجف کی جانب منہ کر کے فریاد کرنے لگیں: وَا مُحَمَّدَاهُ وَا عَلِیَّاهُ

این کشتۂ فتادہ بہ ہامون حسین علیہ السلام تست
وین صید دست و پا زدہ در خون حسین علیہ السلام تست

وہ کہتی تھیں اور سر وسینہ پیٹ کے خاک اُڑاتی تھیں روتے روتے پھر غش کھا کے گر پڑیں اور وہ صدمہ گذرا کہ اُسی عالم غشی میں طائر روح اُن کا پرواز کر گیا اور بھائی بہن کا لاشہ اُسی طرح ریگ گرم پر پڑا رہا۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ؕ

مجلس نمبر 61

- آیت صفت مومن میں۔
- حق تعالیٰ نے پانچ چیزوں کو پانچ مقاموں میں رکھا ہے۔
- فارسی اشعار مدح جناب امیرؑ میں۔
- ایک عروس کا سانپ سے بچنا۔
- حق تعالیٰ نے جن کو چار چیزوں کی توفیق دی ہے اُن کو چار نعمتوں سے محروم نہیں کیا ہے۔
- شر نمرود سے غلام کا بچنا۔
- رقیہؑ کا مصلے بچھانا اور محمود فرشتہ کا آنا۔
- جناب زینبؑ کا اہلبیت کو اونٹوں پر سوار کرنا۔

مجلس نمبر 61

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَ نَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی ۙ فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی ؎

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ والنازعات میں ارشاد فرماتا ہے اور بدرستیکہ جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے روز باز پرس کھڑے ہونے سے خائف ہوا اور اپنے نفس کو خواہش ہائے ناروا و ناجائز سے باز رکھا پس ہرآئینہ بہشت اُس کی آرام گاہ ہے۔'' مقاتل کہتا ہے کہ یہ آیہ اُن لوگوں کی شان میں آیا ہے جو خلوت میں کسی معصیت کرنے پر قادر ہوں اور خدا کے خوف سے اپنی نفس کشی کریں اور اُس فعل حرام سے باز رہیں۔

حق تعالیٰ نے پانچ چیزوں کو پانچ مقاموں میں رکھا ہے:۔

عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّہٗ قَالَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنِّیْ وَ ضَعْتُ خَمْسَۃَ اَشْیَآءَ فِیْ خَمْسَۃٍ وَ النَّاسُ یَطْلُبُوْنَ فِیْ خَمْسَۃٍ اُخْرٰی فَمَتٰی یَجِدُوْنَ

''جناب رسول خدا ﷺ سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے حدیث قدسی میں ارشاد کیا ہے بہ تحقیق کہ ہم نے پانچ چیزوں کو پانچ مقاموں میں رکھا ہے اور لوگ اُن چیزوں کو غیر محل میں ڈھونڈتے ہیں پس کب اُن کو پائیں گے۔''

اِنِّیْ وَضَعْتُ الْعِزَّ فِیْ طَاعَتِیْ وَ النَّاسُ یَطْلُبُوْنَ فِیْ

اَبْوَابِ السَّلَاطِيْنِ فَمَتٰی یَجِدُوْنَ

''بدرستیکہ ہم نے عزت کو اپنی طاعت و بندگی میں قرار دیا ہے اور لوگ اُسے بادشاہوں کے دروازوں پر طلب کرتے ہیں پس کہاں پا سکتے ہیں۔''

وَ وَضَعْتُ الْعِلْمَ وَ الْحِکْمَةَ فِی الْجُوْعِ وَ النَّاسُ یَطْلُبُوْنَ فِی الشَّبْعِ فَمَتٰی یَجِدُوْنَ

''اور علم و حکمت کو ہم نے حالت گرسنگی کے پردہ میں رکھا ہے اور لوگ اس نعمت کو عالم سیری و راحت میں ڈھونڈتے ہیں پس کیونکر پائیں گے۔''

وَ وَضَعْتُ الرَّاحَةَ فِی الْجَنَّةِ وَ النَّاسُ یَطْلُبُوْنَ فِی الدُّنْیَا فَمَتٰی یَجِدُوْنَ

''اور راحت کو ہم نے جنت میں جگہ دی ہے اور لوگ دنیا میں اُس کے طالب ہیں پس کس طرح پائیں گے۔''

وَ وَضَعْتُ الْغِنٰی فِی الْقَنَاعَةِ وَ النَّاسُ یَطْلُبُوْنَ فِی الْمَالِ فَمَتٰی یَجِدُوْنَ

''اور تونگری کو ہم نے قناعت میں پوشیدہ کیا ہے اور لوگ اُس کو مال میں تلاش کرتے ہیں پس کہاں پائیں گے۔''

وَ وَضَعْتُ رِضَائِیْ فِیْ مُخَالَفَةِ الْهَوٰی وَ النَّاسُ یَطْلُبُوْنَ فِیْ مُوَافَقَةِ الْهَوٰی فَمَتٰی یَجِدُوْنَ۝

''اور اپنی رضا و خوشنودی کو ہم نے مخالفت ہوا و ہوس میں مقرر کیا ہے اور لوگ موافقت ہوا و ہوس میں اُس کے خواہاں ہیں پس کب پائیں گے۔'' فی الحقیقت حضرات! نفس کشی ایسی ہی چیز ہے کہ جس کی بدولت انسان آخرت میں درجہ اعلیٰ کو پہنچتا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے سورۂ والنّازعات میں فرمایا ہے اور بدرستیکہ جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے

روز قیامت کھڑے ہونے سے خائف ہوا اور جس نے اپنے نفس کو خواہش ہائے ناجائز سے باز رکھا پس ہر آئینہ بہشت اُس کا مقام ہے اور جناب رسول خدا ﷺ نے جہاد نفس کو جہاد اکبر سے تعبیر کیا ہے اور یہ کام خاصان خدا کا ہے اور اس جہاد باطنی میں بھی محبوب خدا ﷺ کے بعد جناب امیر علیہ السلام ظفریاب ہوئے ہیں۔

اشعار و مدح جناب امیرؑ :-

آن شیر دلاور کہ برائے طمع نفس

برخوان جہان پنجہ نیا لود علی علیہ السلام بود

آن لَحمُكَ لَحمِیْ بشنو تا کہ بدانی

آن شاہ کہ آن نفس نبی ﷺ بود علی علیہ السلام بود

آن مرد حق آگاہ کہ اندر راہ ایمان

تا کار نشد راست نیا سود علی علیہ السلام بود

حضرات! فعل حرام سے اپنے کو بچانا بڑی نفس کشی ہے جیسا کہ سورۂ والنازعات کے آیہ کی تفسیر میں مقاتل کے قول سے ظاہر ہوتا ہے طاعت خدا بھی بجالانا نفس کشی ہے کہ مشاغل دنیا اور اپنی راحت کو چھوڑ کے اُس میں مصروف ہونا ہوتا ہے اُسی طرح راہ خدا میں صدقہ دینا بھی نفس کشی میں داخل ہے کیونکہ انسان کو سب سے زیادہ مال ہی سے محبت ہوتی ہے۔ دوسرے کے دینے کو دل نہیں چاہتا ہے حالانکہ سوائے جزائے آخرت دنیا میں بھی اس صدقہ کے بڑے بڑے منافع دیکھنے میں آئے ہیں' لوگوں کی جانیں بچ گئیں ہیں۔

ایک عروس کا سانپ سے بچنا:-

چنانچہ امالی میں شیخ صدوق علیہ الرحمہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب عیسیٰ علیہ السلام ایسی جگہ پہنچے جہاں بہت سے لوگ ایک شادی میں خوشیاں منا رہے تھے اور فرط مسرت میں شور وغوغا کر رہے تھے حضرت نے فرمایا:

يَجْلِبُوْنَ الْيَوْمَ وَ يَبْكُوْنَ غَدًا

آج کے روز تو یہ قوم غافل افراطِ خوشی میں شور مچاتی ہے اور کل کے روز یہی جماعت نوحہ و بکا کرے گی اس لئے کہ یہ عروس آج ہی مر جائے گی۔ حوارئین نے تو آپ کے قول کی تصدیق کی مگر منافقین نے دل میں خیال کیا کہ دیکھتے ہیں کہ کیا ہوتا ہے۔ جب صبح ہوئی اور وہ عروس زندہ و سلامت رہی حوارئین کو نہایت تعجب ہوا کیونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ نبی ﷺ کا قول کبھی خلاف نہیں ہوتا۔ اسی حالتِ استعجاب میں جناب عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عروس صحیح و سالم رہنے کی حقیقت بیان کی۔

فَقَالَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ فَاذْهَبُوْا بِنَا اِلَيْهَا

روح اللہ علیہ السلام نے فرمایا جیسا خدا چاہتا ہے ویسا ہی کرتا ہے مگر ہم کو عروس کے گھر تک لے چلو۔ جب اُس خانۂ شادی کے دروازہ تک پہنچے آپ اُس عورت کے شوہر سے اجازت لے کے اندر تشریف لے گئے

وَ قَالَ لَهَا مَا صَنَعْتِ لَيْلَتَكِ

"اور اُس عروس سے پوچھا اے نیک بخت آج کی شب تو نے کونسا کارِ خیر کیا ہے۔" اُس نے عرض کی یا نبی اللہ علیہ السلام ہر شب جمعہ کو ایک فقیر میرے دروازہ پر آیا کرتا تھا اور میں اُس کو کچھ دیا کرتی تھی گزشتہ شب کو بھی وہ درویش حسب معمول میرے مکان پر آ کے سوال کرنے لگا میں حجرۂ عروسی میں بیٹھی تھی اور لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول تھے کسی نے کچھ جواب نہ دیا جب میں نے اُس کی آواز سُنی

قُمْتُ مُتَنَكِّرَةً

تو میں اس ہیئت سے پوشیدہ ہو کے اُٹھی کہ کوئی شخص مجھے نہ پہچانے اور اُس سائل کو ماحضر دے کے فوراً اپنے مقام پر واپس آ گئی۔ جناب مسیح علیہ السلام نے فرمایا اے کنیز خدا اس مقام سے علیحدہ ہو جاؤ اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔ حضرت نے ارشاد کیا عروس کے فرش

خواب کو بھی اُٹھالو جونہی لوگوں نے اُس کے بستر کو اُٹھایا دیکھا کہ ایک سانپ عظیم الجثہ مثل شاخ خرما اپنی دُم کو اپنے مُنہ میں لئے بیٹھا ہے۔ روح اللہ علیہ السلام نے فرمایا اُس صدقہ کی برکت سے حق تعالی نے تجھے اس بلا سے نجات دی۔ مومنین! جس طرح حق تعالی نے صدقہ دینے میں اثر دیا ہے اُسی طرح دعا کرنے میں شکر وغیرہ بجالانے میں بھی اثر دیا ہے۔

عَنْ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ مَنْ اُعْطِیَ اَرْبَعًا لَمْ یُحْرَمْ اَرْبَعًا

حق تعالی نے جن کو چار چیزوں کی توفیق دی ہے ان کو چار نعمتوں سے محروم نہیں کیا ہے:۔

جواہر الاخبار میں جناب ابوعبداللہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں جن کو حق تعالی نے چار چیزیں عنایت کی ہیں وہ لوگ چار نعمتوں سے محروم نہ ہوں گے

مَنْ اُعْطِیَ الدُّعَاءَ لَمْ یُحْرَمِ الْاِجَابَةَ

''جن کو توفیق دعا عنایت کی ہے اُن کو اجابت دعا سے محروم نہ کرے گا۔''

وَ مَنْ اُعْطِیَ الْاِسْتِغْفَارَ لَمْ یُحْرَمِ الْمَغْفِرَةَ

''اور جنہیں استغفار کی توفیق دی ہے اُنہیں مغفرت سے مایوس نہ کرے گا۔''

وَ مَنْ اُعْطِیَ التَّوْبَةَ لَمْ یُحْرَمِ الْقَبُوْلَ مِنْهُ

''اور جنہیں توبہ کی طرف ہدایت کی ہے اُنہیں قبول توبہ سے نا اُمید نہ کرے گا۔''

وَمَنْ اُعْطِیَ الشُّکْرَ لَمْ یُحْرَمِ الزِّیَادَةَ

''اور جنہیں شکر کی عادت دی ہے اُنہیں زیادتی نعمت سے باز نہ رکھے گا۔'' اُن کے لئے اپنی نعمت زیادہ کرے گا۔'' حضرات! اگر کافر بھی حق تعالی سے دُعا کرتا ہے تو اُسے

بھی وہ اپنے کرم سے محروم نہیں رکھتا ہے۔

غلام کا شر نمرود سے بچنا:-

چنانچہ صاحب معارج النبوۃ لکھتے ہیں کہ جس وقت نمرود و مردود نے جناب ابراہیم علیہ السلام کے جلانے کی نیت سے حکم دیا تھا کہ جنگل کی لکڑیاں ایک صحرا میں جمع کر کے آگ روشن کی جائے اُس وقت اُس کے خزانہ سے ایک گوہر بے بہا گم ہو گیا جس کو وہ ملعون بہت عزیز رکھتا تھا اُس کے خزانہ کا نگران ایک غلام تھا اُسی پر سرقہ کا شبہ ہوا ہر چند اُس کو تہدید کی مگر وہ بے قصور تھا کسی طرح لینے کا اقرار نہ کیا۔ اُس وقت اُس خزانچی کی یہ رائے ہوئی کہ جناب ابراہیم علیہ السلام سے قبل اُسی غلام مشتبہ کو آگ میں ڈال دیں جب غلام کو یہ بات معلوم ہوئی نمرود سے اور اُس کے ارکان دولت سے استغاثہ کیا مگر کسی نے اُس کی فریاد نہ سُنی۔ عالم اضطراب و انتشار میں بتوں کی طرف رجوع کی اُس میں بھی کچھ فائدہ نہ دیکھا یہاں تک کہ اُس کو لوگوں نے منجنیق میں ڈال کر آگ کی طرف پھینکا' مابین ہوا عالم یاس و اضطرار میں اُس کی زبان سے نکلا کہ اے ابراہیم علیہ السلام کے خدا تو میری امداد کر۔ فوراً جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ میرے بندہ کی زبان سے میرا نام نکلا ہے۔ عرض کی پروردگارا یہ ملعون کافر ہے۔ خطاب ہوا اے جبرائیل علیہ السلام ہر چند کہ یہ کافر ہے مگر اس وقت اس نے میرا نام لے کر فریاد کی ہے۔ میرا حلم و کرم گوارا نہیں کرتا اس کی امداد و فریاد کو نہ پہنچوں۔

تمہید:-

مومنین! مقام غور ہے خدا کو کافروں تک کی فریاد سے استغاثہ کا رد کرنا گوارا نہیں۔ وہ مردود خدا کیسے سخت دل و اشقیا تھے کہ خدا کا لاڈلا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسہ صحرائے کربلا میں فریاد و استغاثہ کرتا تھا اور وہ سب فریاد رسی کے عوض میں زیادہ ایذا رسانی پر آمادہ ہوتے تھے۔ ساقی کوثر کا فرزند دریا کے کنارے پانی کا سوال کرتا تھا اور وہ فرقہ بے رحم جواب میں پانی دینے کے بدلے ہر طرف سے تیر بارانی کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اُس مظلوم و تشنہ کام کو

مرتے دم تک کسی نے قطرہ پانی کا نہ دیا پیاسا ہی شہید کیا اور شہادت کے بعد بھی اپنے ظلم و ستم سے ہاتھ نہ اُٹھایا۔ بیبیاں بچے جو باقی رہ گئے تھے اُن پر بھی جفاؤں پر جفائیں کرتے رہے اور خیمہ سادات جس میں کئی دن سے پانی تک اطفال کو نصیب نہ ہوا تھا آگ سے جلا دیا۔ وہ بارگاہ جہاں فرشتوں کو بے اجازت آنے کی مجال نہ تھی وہاں اعداو گھسے چلے آئے۔

جناب رقیہؑ کا مصلیٰ بچھانا:-

صاحب سرور المومنین لکھتے ہیں جس وقت شمر ملعون خیمہ امام حسین علیہ السلام میں داخل ہوا دیکھا ایک صاحبزادی کہ نام اُس معصومہ کا رقیہ تھا رُو بقبلہ سجادہ بچھائے منتظر اپنے پدر بزرگوار کی بیٹھی دعا کرتی ہے خداوندا نماز کا وقت داخل ہوا اور اب تک میرے بابا نہ آئے۔ شمر کو دیکھ کر پوچھا

یا شَیْخ ھَلْ رَاَیْتَ اَبِیْ

"اے شیخ تو نے میرے بابا کو دیکھا ہے۔" کہاں تشریف رکھتے ہیں اُس دشمن خدا نے عوض جواب کے گوشوارے اُس صاحبزادی کے چھین لئے کہ کانوں سے لہو بہنے لگا اور بے ادبی کی کہ جس کے صدمہ سے صاحبزادی کے رخسارے نیلگوں ہو گئے اور مثل ماہی بے آب تڑپنے لگیں۔

نزول محمود فرشتہ:-

مجموعہ میں لکھتے ہیں کہ بعد شہادت امام حسین علیہ السلام جناب باری ایک فرشتے نے محمود نامی کو حکم دیا کہ اطفال حسین علیہ السلام اپنے باپ کو ڈھونڈھتے ہیں اور بے قرار ہو رہے ہیں تو جلد جا کر اُن کو دلاسہ دے وہ بشکل حسین علیہ السلام ابن علی ہو کر زمین کربلا پر نازل ہوا تا کہ اطفال حسین علیہ السلام کو تسلی و دلاسا دے پس وہ کربلا میں اُس وقت پہنچا کہ جب کفار اہلبیت علیہم السلام کو لوٹ چکے تھے اور اطفال اہلبیت علیہم السلام گرد بیمار کربلا علیہ السلام کے حلقہ کیے رو

رہے تھے ناگاہ اُس فرشتہ کو بہ شکل حسین علیہ السلام دیکھ کر سب بیبیاں

وا حُسینَاہُ

کہتی ہوئی دوڑیں اور گرد حلقہ کرلیا اور جناب سکینہ علیہا السلام فریاد وا ابتاہ کر کے دامن سے لپٹ گئیں اور کہنے لگیں اے بابا اب تک آپ کہاں تھے کہ شمر نے وہ گوشوارے جو آپ نے پہنائے تھے چھین لئے اور کانوں کو میرے زخمی کر دیا اور رخسارے میرے نیلگوں کر دیئے اور ہم کو لوٹ کر سر برہنہ کر دیا۔ راوی کہتا ہے فریاد سے اُس صاحبزادے کے محمود فرشتہ کو طاقت ضبط نہ رہی بے ساختہ رو کر عرض کرنے لگا اے دُخترِ حسین علیہ السلام میں حسین علیہ السلام نہیں بلکہ ایک فرشتہ فرستادۂ خدا ہوں کہ تم سب کی تسلی کیلئے حاضر ہوا ہوں۔

جناب زینبؑ کا اہل بیت کو اونٹوں پر سوار کرنا:-

پس اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایسا کہرام برپا ہوا کہ دل دوست و دشمن کے شق ہونے لگے۔ الغرض جب پردہ دارانِ عصمت و مخدرات طہارت کا مال اور اسباب غارت ہو چکا خیمے جل چکے اُس وقت ابن سعد نے حکم دیا کہ ذریت اطہار اور اہلبیت علیہم السلام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختار کو رسن بستہ و گرفتار کر کے جانب کوفہ روانہ کیا جائے۔ ناگاہ شمر ملعون ایک رسہ ہاتھ میں لے کر عترتِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بڑھا جناب زینب علیہا السلام نے ارادہ اُس بے حیا کا سمجھ لیا۔ فرمایا او بے ادب کدھر آتا ہے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ لوں ناگاہ ایک شخص گھوڑے پر سوار ظاہر ہوا اُس کے ہاتھ میں تلوار بھی اُس نے کہا داہنا ہاتھ آگے لا میں ڈر گیا اور سوائے ہاتھ بڑھا دینے کے کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ ہاتھ بڑھاتے ہی اُس نے ایسی تلوار ماری کہ میرا ہاتھ قلم ہو گیا اُس نے ہاتھ بریدہ میری گردن میں لٹکا کے حکم دیا کہ جلد اس ناقہ کو اس کے مالک کے پاس پہنچا دے پس میں جس طرح اس ناقہ کو لے گیا تھا اُسی طرح صاحب مال کے حوالہ کر دیا۔ طاؤس حلبی یہ واقعہ سُن کر کہنے لگا:

سُبْحَانَ اللّٰهِ لَا يُضَيِّعُ وَدَائِعَهُ وَلَا يُخَيِّبُ سَائِلَهُ

"پاک ومنزہ ہے وہ خدا جو کسی کی امانت کو ضائع و برباد نہیں کرتا ہے اور جو کوئی اُس سے بہ صدق دل سوال کرے اس کو اپنی بارگاہ سے مایوس ومحروم نہیں پھیرتا ہے۔

تمہید:۔

اللہ اکبر مومنین! ایک مرد عرب کی امانت میں جس نے فقط اتنی خیانت کی کہ ایک جگہ سے دوسرے مقام پر لے گیا اُس کا ہاتھ خدا نے قطع کر ڈالا۔ کیا حال ہوگا اُن ظالموں کا جنھوں نے امانتِ خدا اور ودیعت رسول ﷺ یعنی اُن کی اولاد کو گھر سے نکال کے کربلا کے جنگل میں ضائع و برباد کیا وہاں سارق مال کا ہاتھ قطع ہوا یہاں جو لوگ امانت خدا تھے خود اُن کے ہاتھ قلم ہوئے کسی جوان کے ہاتھ زندگی میں شانوں سے جدا ہوئے کسی مظلوم شہادت کے بعد ہاتھ سے ایک انگوٹھی کے واسطے اُنگلی کاٹی گئی اور ایک ازار بند کیلئے دونوں ہاتھ بند دست سے قطع کیے گئے۔ کسی نے سنا ہے کہ سوائے مظلوم کربلا علیہ السلام کے اور بھی کسی کی لاش پر بعد وفات ایسے جور وستم ہوئے ہیں۔

لاش امامؑ پر قصد گھوڑے دوڑانے کا:۔

اب مومنین! خیال کریں کہ بجیل بن سلیم نے جو اُنگلی قلم کی اور جمال نے جو ہاتھ کاٹ ڈالے طمع قلیل کی نظر سے سوائے ایذا رسانی کے کون سی طمع تھی۔ منقول ہے کہ چند بے حیا ابن سعد کے پاس آ کے کہنے لگے ہمارے دل آرزو باقی ہے چاہتے ہیں کہ حسین علیہ السلام کا جسد بے سر پامال کریں اُس نے کہا کہ تمہیں اختیار ہے جب یہ خبر خیمہ عصمت میں پہنچی اہلبیت رسول ﷺ کا عجب حال ہوا۔ جناب زینب علیہا السلام مضطرب ہو کر امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس آ جاتیں اور کہتی تھیں بیٹا کیا غش میں پڑے ہو اُٹھو کہ تمہارے باپ کی لاش پامال ہوا چاہتی ہے۔ کبھی مدینہ کی طرف منہ کر کے فرماتی تھیں نانا دیکھیے آپ کی اُمت آپ کے نواسے پر کیا ظلم کرنے کا ارادہ کرتی ہے۔ کبھی لشکر مخالف کی طرف مخاطب ہو کر فریاد کرتی تھیں کیا تم لوگوں میں کوئی مسلمان نہیں کہ فرزند رسول ﷺ کا پاس کرے۔ میرے بھائی

کی لاش کو بچائے فضہ رضی اللہ عنہا نے جو یہ اضطراب دیکھا' قریب آ کر عرض کی اس جنگل میں ایک شیر رہتا ہے اگر اجازت ہو تو اس سے جا کے شیر الٰہی کے شیر کا حال بیان کروں اور مدد کے واسطے اُسے بُلا لاؤں۔ غرض جناب فضہ رضی اللہ عنہا اجازت لے کے اُس جگہ آئیں جہاں وہ شیر رہتا تھا اور کہنے لگیں اے ابوالحارث کیا کر رہا ہے؟ مقتل میں اسد اللہ کا گھر تباہ ہو گیا اب اشقیا چاہتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کی لاش پامال کریں۔ سنتے ہی وہ شیر ساتھ ہو لیا اور قتل گاہ میں امام علیہ السلام کے جسم بے سر کے قریب آیا۔ بعض روایت میں ہے کہ وہ شیر روتا تھا اور کبھی گلوئے بریدہ کا خون اپنے بدن پر لگاتا تھا کبھی پنجوں سے زمین کی خاک اس طرح سر پر ڈالتا تھا جیسے کوئی مصیبت زدہ ہو۔ کبھی آسمان کی طرف سر اُٹھا کر کہتا تھا خداوندا تو دیکھ رہا ہے۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۵ؕ

مجلس نمبر62

- آیت رحمتِ خدا سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔

- حکایت ابونواس اور اُس جوان گنہگار کی جو ایک فقرہ دُعا پر بخشا گیا۔

- جناب فضہؓ سے روایت پامالی لاشِ شہداء۔

مجلس نمبر 62

قَالَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ فِيْ كِتَابِهِ الْكَرِيْمِ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○

"پروردگار عالم اپنے کلام مجید کے سورۃ الزمر میں ارشاد کرتا ہے کہ اے رسول ﷺ ہمارے ان بندوں کو جنھوں نے بار تکاب گناہان کبیرہ و خطاہائے کثیرہ اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے یعنی حد سے زیادہ معصیت کی ہے خدا کی بخشش و رحمت واسعہ سے مایوس و ناامید نہ ہوں بدرستیکہ حق تعالیٰ کل گناہان کبیرہ و صغیرہ کو اگرچہ بے حد و بے شمار کیے ہوں بخش دے گا۔ بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔" جناب امیر المومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

مَا فِي الْقُرْاٰنِ آيَةٌ اَوْسَعُ مِنْ عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا

کہ قرآن میں

يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا الخ

سے بڑھ کے وسعت مغفرت و رحمت میں کوئی آیت نہیں ہے۔

روایت ابونواس:-

منہج الصادقین میں منقول ہے کہ ابونواس شاعر کو حسن ہانی نے خواب میں دیکھا

میں نے پوچھا کہ حق تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اُس نے کہا: خدا بڑا بخشنے والا ہے فقط دو شعروں پر جو میں نے زندگی میں کہے تھے سارے گناہان کبیرہ و صغیرہ میرے بخش دیئے پہلا شعر یہ ہے:

مَنْ اَنَا عِنْدَ اللّٰهِ حَتّٰى اِذَا
اَتَيْتُهٗ لَا يَغْفِرُ لِىْ ذَنْبِىْ

"خدا کے نزدیک میری کیا حقیقت ہے کہ اگر اُس کے پاس جاؤں تو میرے گناہوں کو نہ بخشے۔" خلاصہ یہ کہ میں نہایت ذلیل و بے حقیقت ہوں اس قابل بھی نہیں کہ خدا میرے گناہوں کا مجھ سے مواخذہ کرے مثل اسی مفہوم کے اکابر اسلام میں سے کسی نے کہا ہے:

يَا رَبِّ اِنْ عَذَّبْتَنِىْ فَاخْلُقْ جَحِيْمًا اُخْرٰى وَ اِنْ
رَحِمْتَنِىْ فَاخْلُقْ جَنَّةً اُخْرٰى

"یعنی خداوندا اگر تو مجھے میرے گناہوں کے عوض میں عذاب کرے گا تو کس طبقہ جہنم سے مُعذب کرے گا میری کثرت گناہ کے واسطے یہ طبقات دوزخ جو پیدا ہوئے ہیں کافی نہیں دوسرا جہنم پیدا کر کہ میرے عتاب کے لائق ہو اور اگر تو اپنی وسعت رحمت سے مجھ پر فضل کرے گا تو کس جنت میں مجھے جگہ دے گا تیرے کرم کا مقتضاء ہے کہ جنتیں جو موجود ہیں ان کے علاوہ دوسرا بہشت میرے رہنے کے لئے خلق کر۔" دوسرا شعر یہ ہے:

اَلْعَفْوُ يُرْجٰى مِنْ بَنِىْ اٰدَمَ
فَكَيْفَ لَا اَرْجُوْهُ مِنْ رَبِّىْ

"بنی آدم جنہیں کچھ قوت و قدرت نہیں خود نفس امارہ کے تابع و مغلوب الاہوا ہیں جب ان سے لوگ اُمید عفو رکھتے ہیں تو وہ پروردگار ارحم الراحمین جس کے قبضہ قدرت میں ہر چیز ہے اور اُس کی رحمت اُس کے غضب پر سبقت لے گئی ہے میں کیونکر اُس سے اپنے عفو

گناہ اور اُس کے رحم وکرم کی توقع نہ رکھوں۔"

اُس جوان گنہگار کی حکایت جو ایک فقرہ دُعا پر بخشا گیا:۔

فی الحقیقت حضرات! سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت نہایت وسیع ہے۔ صاحب تفسیر منہج الصادقین روایت کرتے ہیں مالک دینار کے زمانہ میں ایک شخص تھا جس نے تمام عمر معصیتِ خدا میں بسر کی تھی کبھی اپنی زندگی میں کار خیر بجانہ لایا تھا۔ اُس کے زمانہ کے صلحا اُس سے پناہ مانگتے تھے یہاں تک کہ اُس اُس کی موت کا زمانہ آ گیا۔ جب اُس نے دیکھا کہ چند ساعت کا مہمان ہوں اُس وقت خواب غفلت سے بیدار ہو کر اپنے اعمال کی طرف خیال کیا۔ کوئی عمل ایسا نظر نہ آیا جس سے مغفرت کی اُمید ہو۔ مایوس ہو کر ایک آہِ جگر خراش دل سے کھینچی اور آسمان کی جانب سر بلند کر کے اپنے خالق سے یوں عرض کرنے لگا:

يَا مَنْ لَهُ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةُ اِرْحَمْ مَنْ لَيْسَ لَهُ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةُ

"اے پروردگار عالم دنیا کا بھی آخرت کا بھی تو ہی حاکم ہے اپنے اس بندۂ گنہگار پر رحم کر جس بے کس کا کہیں ٹھکانا نہیں نہ دنیا ہی رکھتا ہے نہ آخرت ہی رکھتا ہے۔" یہ کلمہ کہہ کے فوراً انتقال کر گیا۔ اہل شہر اُس کے مرنے سے بہت خوش ہوئے اور اُس کی میت کو ایک مزبلہ پر رکھ کر خس وخاشاک سے چھپا دیا اور اُس پر تھوڑی مٹی دے کے وہ جگہ برابر کر دی۔ اُس شب مالک دینار کو خواب میں یہ حکم ہوا کہ فلاں میرا بندہ مر گیا اور لوگ اُس کو مزبلہ پر ڈال آئے ہیں تو جا کے اُس کی لاش کو وہاں سے اُٹھا لا اور غسل دے کے مقبرہ صلحا واتقیا میں دفن کر۔ مالک دینار نے اُسی عالم خواب میں عرض کی خداوندا وہ تیرا بندہ خلق میں بہت بدنام تھا اور بدکار مشہور تھا کونسا کار خیر اُس سے عمل میں آیا کہ تیری درگاہ کبریائی میں ایسی کرامت کا مستحق ہوا۔ آواز آئی اے مالک دینار! آگاہ ہو کہ جب یہ بندہ حالتِ نزع میں پہنچا اُس نے اپنے دفتر اعمال کی طرف خیال کیا بجز گناہوں کے اور کچھ لکھا نہ پایا۔ اُس وقت مثل اُس

فقیر کے جو بالکل تہی دست ہو ہماری بارگاہ میں فریاد کی اور مثل اُس عاجز کے جس کی راہ ہر چار طرف مسدود ہو۔ ہماری درگاہ میں التجا کی اور دل سے ہماری رحمت اور مغفرت کا متوقع ہوا۔ پس میں نے اُس کی عاجزی و بے کسی پر رحم کیا اور اُس کے کُل گناہوں کو بخش دیا اور عذاب جہنم سے نجات دے کے جنت النعیم میں پہنچایا۔ اے مالک دینار! وہ کونسا دردمند و بیمار ہے جس نے ہماری درگاہ میں نالہ و فریاد کی اور ہم نے اُس کو آرام و شفا نہ دی اور کس غمگین و عاجز نے ہم سے نجات و خلاصی طلب کی اور ہم نے اُس کو مسرور و شاد کام نہ کیا۔

تمہید مصائب:۔

مومنین! وہ لوگ اس مرد دیندار کی مغفرت سے آگاہ نہ تھے اُس کی کثرت معصیت سے پناہ مانگتے تھے یہاں تک کہ جب مر گیا لے جا کے خاک اور خس و خاشاک سے چھپا دیا مگر۔

فریاد از غریبی و بے یاری حسین علیہ السلام

نواسا رسول ﷺ سے کون سا گناہ سرزد ہوا تھا کہ اعدا نے دفن کے قابل بھی نہ جانا؟ وہ تو خاک و خس سے چھپایا گیا حضرت کو خاک و خون میں غلطان چھوڑ دیا بلکہ جسم شریف سے بعد شہادت لباس تک اُتار لئے گئے۔ منقول ہے جب شمر ملعون اپنا کام تمام کر چکا امام علیہ السلام کا فرق بریدہ لئے ہوئے وہ تو خوش خوش ابن سعد کی طرف نذر دینے کو روانہ ہوا۔ ادھر اہل فوج لاش بے سر کے قریب اس خیال سے آئے جو کچھ لباس و اسلحہ حضرت کے بدن پر ہے اُسے لوٹ لیں۔ جس نے جو چیز پائی لے لی حنظلہ بن اسود نے تلوار مالک بن بشیر نے زرہ اُتار لی۔ قیس بن اشعب نے چادر اطہر اسود بن خالف نے نعلین مبارک اخنس بن مرثد نے عمامہ مقدس لے لیا اور وہ پیراہن جسے خود حضرت نے جا بجا سے پھاڑ ڈالا تھا اور ایک سو کئی زخم تیر و نیزہ سے مشبک تھا اسحٰق لعین کے ہاتھ لگا اور پاجامہ بجیر بن کعاب نے پایا۔ سب کے بعد بجیل بن سلیم آیا کیا چیز باقی رہ گئی تھی جو وہ لیتا ایک انگوٹھی حضرت کے

دست مبارک میں باقی تھی چاہا اُتار لے مگر اُتر نہ سکی جلدی میں اُنگلی کاٹ ڈالی اور وہ انگوٹھی لے لی۔

روایت پامالئ لاش شہدا فضہ سے:-

مومنین! یہ اشقیا کیسے سنگ دل تھے کہ اتنے ظلموں پر بھی اکتفا نہ کی چاہا کہ لاشِ اقدس کو بھی پامال کر دیں۔ صاحب بحر الدرر نے مُلا محمد یوسف بحرینی سے اور اُنہوں نے جناب فضہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے:

قَالَتْ فِضَّةُ رَأَيْتُ رَجُلًا بَاكِيًا عَلٰى بَابِ الْخَيْمَةِ

جناب فضہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب میرا سردار شہید ہو گیا اور ہم مصیبت زدہ بے والی و وارث ہو گئے تو میں نے ایک سوار کو دیکھا کہ قریب درِ خیمہ کھڑا بے اختیار رو رہا ہے۔ میں نے اُس سے پوچھا اے شیخ تو ہماری مصیبت پر روتا ہے۔ اُس نے کہا میرے رونے کا باعث نہ پوچھو اے فضہ رضی اللہ عنہا ایک ایسی خبر وحشت اثر فوج عمر سعد میں سنی ہے جس کے سننے سے بے تاب ہو گیا ہوں یارائے ضبط باقی نہیں رہا یہ سُن کر فضہ گھبرا گئیں اور کہا کہ اے شیخ اُس خبر سے مجھے بھی مطلع کر اُس نے کہا تاب سماعت نہ لا سکو گی۔ فضہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں جب میں نے بہت اصرار کیا تو اُس نے کہا اس وقت میں عمر سعد کے پاس موجود تھا ناگاہ ایک ناقہ سوار فرستادہ عبداللہ بن زیاد ایک نامہ بنام عمر سعد لایا۔ جب وہ نامہ پڑھا گیا تو یہ مضمون مرقوم تھا اے عمر سعد فقط قتل حسین علیہ السلام پر اکتفا نہ کرنا بلکہ لاشہائے شہداء پر گھوڑے دوڑانا اور خیمہ ہائے عصمت میں آگ لگا دینا اور سیدانیوں کے سروں سے چادریں اُتار لینا۔ مومنین! دستور عرب ہے کہ جب کسی قوم یا قبیلہ کی زیادہ اہانت منظور ہوتی ہے تو موت کے بعد اُس کی لاش پر گھوڑے دوڑاتے ہیں۔ اے فضہ رضی اللہ عنہا جس وقت یہ خبر فوج حر رضی اللہ عنہ نے سُنی تو رسالہ حر رضی اللہ عنہ کا بگڑ کھڑا ہوا اور کہا اے عمر تو نے ہمارے سردار کو رفاقت امام حسین علیہ السلام کے سبب سے قتل کیا اور یہ چاہتا ہے کہ ہم اپنی قوم و قبیلہ میں منہ دکھانے کے

قابل نہ رہیں۔ اگر ہمارے سردار کی لاش پامال ہوگی تو قسم ہے خدا کی اسی صحرا میں خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔ یہ سن کر عمر سعد نے حکم دیا کہ لاش حُر کو لاشہائے شہداء سے علیحدہ کر لیں۔ پس عمر بن الحجاج کہ نگہبان فرات تھا دوڑ کر عمر سعد کے پاس آیا اور کہا اے عمر ہم نے سنا ہے کہ لاشیں شہداء کی پامال ہوا چاہتی ہیں۔ تجھے معلوم نہیں کہ میرے خالہ زاد بھائی ہلال بن نافع کی لاش بھی اُن شہداء کی لاشوں میں ہے اگر وہ پامال ہو جائے گی تو ہم اپنا گلا کاٹ کر اسی مقام پر مر جائیں گے۔ اُس ملعون نے حکم دیا اچھا اُس کی لاش کو بھی جدا کر لو۔ پھر ابن تمیم کندی آیا اور اُس نے کہا اے امیر ان لاشوں میں علی اکبر علیہ السلام کی لاش بھی ہے اور اُن کی ماں میرے قوم و قبیلہ سے ہیں پس اگر لاشہ علی اکبر علیہ السلام کا کچل گیا تو فساد عظیم برپا ہوگا۔ عمر سعد نے کہا بہتر اُن کی لاش بھی علیحدہ کر لو۔ اس کے بعد وہ ملعون اٹھا جس نے شہربانو کی گود خالی کر دی تھی اور آغوشِ پدر میں ششماہے صغیر کو ہدف تیر کیا تھا یعنی قاتل اصغر علیہ السلام حرملہ بن کاہل اسدی عمر کے پاس آکر کہنے لگا یا ابن سعد تو خوب جانتا ہے کہ حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ میری قوم و قبیلہ سے ہیں اگر خدانخواستہ حبیب رضی اللہ عنہ کی لاش پامال ہو جائے گی تو یہ بے حیا تمام قبیلہ میں رسوا ہو جائے گا اور کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے گا۔ عمر سعد ملعون بولا حبیب رضی اللہ عنہ کی لاش الگ کر لو۔ اللہ اکبر مومنین! کس قدر رقابت تھی پامالی لاش میں کہ یاں تک سنگدلی کے شمر ملعون کو بھی شرم آئی اور عمر سعد سے کہنے لگا تو خوب آگاہ ہے کہ عباس علیہ السلام و عبد اللہ علیہ السلام و جعفر علیہ السلام و عثمان علیہ السلام فرزندانِ علی بن ابی طالب علیہ السلام میرے بھانجے ہیں۔ اُس شقی نے کہا اپنے بھانجوں کی لاشوں کو بھی جدا کر لے۔ اے فضہ اب آگے کیا بیان کروں کوئی حسین مظلوم علیہ السلام کا ایسا وارث و والی نہ ہوا جو عمر سعد سے کہتا کہ حسین علیہ السلام میرے عزیز و قرابت دار ہیں۔ اے فضہ تمہاری گود کا کھلایا شہزادہ اور آغوش کا پالا خود اب پامال سم اسپاں ہوا چاہتا ہے۔ میں نے جیسے یہ خبر مصیبت اثر سُنی ہے دل پر قابو نہیں رہا اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکلے پڑتے ہیں یہ سن کر جناب فضہ کو تاب ضبط باقی نہ رہی۔

واحُسَیْنَاہُ وَامَظْلُوْمَاہُ وَاسَیِّدَاہُ

کہہ کر فریاد کرنے لگیں۔ مومنین! اسی اثناء میں لاشِ امام مظلوم علیہ السلام کی پامال ہوگئی اور عمر سعد شقی نے نامہ ابن زیاد کے موافق حکم دیا کہ خیمہ عصمت وطہارت کو جلائیں اور ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تاراج و غارت کریں۔ راوی کہتا ہے بعد تاراجی خیام جب ظالمانِ بدانجام نے چاہا کہ سیدانیوں کے سروں سے چادریں اُتار لیں۔ اُس وقت میں نے دیکھا کچھ فوج کے سوار کہ آگے اُن کے شمر ملعون نیزہ بکف تھا اور کچھ لوگ قبیلہ امراء القیس کے ہاتھوں میں نیزے لئے ہوئے آئے تا آنکہ داخل خیمہ ہوئے اور شمر نے ردائے زوجہ عباس علیہ السلام کی حفاظت کی، کسی لعین بے دین کو لینے نہ دی اور ایک رئیس کندی جناب رباب علیہا السلام وسکینہ علیہا السلام کی ردا اور مقنعہ کا نگہبان رہا مگر افسوس صد افسوس جناب زینب علیہا السلام و ام کلثوم علیہا السلام کی چادر کا بچانے والا کوئی نہ تھا۔ بلوائے عام میں تطہیر کی وارث بیبیاں سر برہنہ ہوگئیں۔ بعض روایات میں ہے کہ خود شمر نے چاہا کہ سر مبارک جناب زینب علیہا السلام سے ردا اُتار لے۔ اُس وقت اُس مخدومہ نے بہ لجاجت فرمایا اے بے حیا ہم پر رحم لازم ہے کہ ہمارے سروں سے وارثوں کے سائے اُٹھ گئے۔ اب تو چاہتا ہے کہ ایک چادر کا سایہ بھی سر پر نہ رہے۔ اے شمر یہ ردا تیرے کس کام آئے گی کہ نہایت کہنہ و بوسیدہ ہے اور جا بجا لیف خرما کے پیوند ہیں۔ مگر حضرات! اُس ملعون نے نہ پاسِ ادب کیا اور نہ لجاجت پر جناب زینب علیہا السلام کے اعتناء کی بلکہ بقصد لینے اُس چادر کہنہ کے پھر ہاتھ بڑھایا اُس وقت جناب زینب علیہا السلام نے بنظر قہر اُس شقی کی جانب نگاہ فرمائی۔ راوی کہتا ہے واللہ میں نے دیکھا کہ فوراً وہ بے حیا تا بہ کمر زمین میں فرو ہوگیا ناگاہ سر بریدۂ امام حسین علیہ السلام نے کہ ایک ملعون کے دستِ نجس میں تھا آواز دی

یَا اُخْتِیْ اِصْبِرِیْ

"اے بہن زینب تجھے صبر لازم ہے۔" قہر وغضب کرنا تمہاری شان سے بعید ہے جلد اس کی خلاصی کیلئے دُعا کرو ورنہ یہ شقی مثل قارون کے زمین میں فرو و غائب ہو جائے گا۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ؁

مجلس نمبر63

آیت جناب ابراہیمؑ کو عجائب آسمان وزمین دکھلانا

اور چند بزرگوں کا اور امام حسنؑ کا ایام طفولیت و شکم مادر میں کلام کرنا۔

وصیت امام حسینؑ اور عریانی وپامالی لاش مطہر۔

مجلس نمبر 63

قَالَ اللّٰہُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ فِی الْکِتَابِ الْمُبِیْنِ کَذٰلِکَ نُرِیْٓ اِبْرَاھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰاتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْمِنِیْنَ۝

"خداوند علام اپنی کتاب معجز نظام کے سورۂ انعام میں فرماتا ہے جس طرح میں نے ابراہیم علیہ السلام کو اُس کی قوم کی گمراہی وضلالت پر مطلع کیا اُسی طرح عجائب وغرائب آسمان وزمین بھی اُس کو دکھائے یعنی ابراہیم علیہ السلام پر سب راز منکشف کر دیئے تاکہ ہماری قدرت کاملہ پر استدلال کرے اور یقین کرنے والوں سے ہو۔"

ولادت جناب ابراہیمؑ:۔

صاحب حیات القلوب لکھتے ہیں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ ولادت قریب ہوا والدین آپ کے خوف نمرود سے بھاگے نہر خزران کے کنارے پر پہنچ کر قریب شام جناب ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے اور متولد ہوتے ہی ہاتھ مُنہ پر پھیر کر زبان پر یہ کلمہ جاری کیا:

اَشْھَدُ اَنْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

اور بار بار یہی کلمہ فرماتے تھے پھر ایک کپڑا اُٹھا کے اپنا بدن چھپا لیا۔ آپ کی والدہ یہ حال مشاہدہ کر کے متعجب ہوئیں اُس کے بعد جناب ابراہیم علیہ السلام دوڑنے لگے اور

اسی اثنا میں سر اپنا اُٹھا کے آسمان کی جانب دیکھتے جاتے تھے اُسی وقت کا حال حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ میں نے ابراہیم علیہ السلام کو عجائبات آسمان و زمین دکھائے تا کہ یقین کرنے والوں سے ہو۔

ولادت جناب موسیٰؑ :-

مومنین! کئی بچوں سے بعد ولادت اور بعض بچوں سے قبل ولادت شکم مادر میں خوارق عادات ظہور میں آئے ہیں اور وہ متکلم ہوئے ہیں۔ ایک تو حضرات ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ جیسا مذکور ہوا دوسرا وہ چار مہینہ کا لڑکا جس نے عصمت پر حضرت یوسف علیہ السلام کی گواہی دی تھی تیسرے جناب موسیٰ علیہ السلام ہیں کہ جب اُن کی والدہ نے فرعون کے خوف سے اور بحکم الٰہی اُنہیں دریا میں ڈال دیا اور نہایت مضطر ہوئیں۔ اُس وقت آپ نے فرمایا اے والدہ غمگین نہ ہو حق تعالیٰ جلد ہم کو تم سے ملائے گا۔ منقول ہے ستر دن یا سات مہینے آپ بے غذا رہے جب آسیہ زن فرعون نے حضرت کو پرورش کرنے کے واسطے لیا کسی کا دودھ نہ پیا تا اینکہ جب آپ کی والدہ دایہ لباس کا پہن کر آئیں اُس وقت اُن کا شیر نوش کیا۔

ولادت حضرت یحییٰؑ :-

چوتھے حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں۔ جناب مریم علیہا السلام کی خالہ حضرت زکریا علیہ السلام سے منسوب تھیں جب اُنہیں مریم علیہا السلام کا حال معلوم ہوا اپنی بھانجی کو بلا بھیجا وہ آئیں تو یہ اُن کی تعظیم کو نہ اُٹھیں۔ اُس وقت حضرت یحییٰ علیہ السلام بطنِ مادر میں تھے گویا ہوئے اے والدہ سردار زنان یہاں آئی ہیں اور مردانِ عالم کا سردار اُن کے شکم میں ہے تعظیم کیوں نہیں کرتیں اور اس طرح حرکت دی کہ مادر یحییٰ علیہ السلام اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ پانچویں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں کہ حضرت نے اپنی والدہ کی تصدیق عصمت کے واسطے گہوارہ میں یہودیوں سے کلام کیا اور اپنی نبوت کا اظہار کیا۔ چھٹے جناب امیر علیہ السلام ہیں مرقوم ہے جب آپ کا وقت ولادت قریب ہوا۔ حضرت ابوطالب علیہ السلام نے چاہا کہ قابلہ کو بُلائیں ناگاہ ہاتف نے آواز دی ٹھہر جاؤ ولی

خدا تک دست نجس پہنچ نہیں سکتا۔ اس کے بعد چار بیبیاں ظاہر ہوئیں اور اُس آفتاب امامت نے برج حمل سے طلوع کیا جو ہیں آپ پیدا ہوئے زمین پر سجدہ کیا اور فرمایا:

اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَسُوْلُ اللّٰهِ

ایک بی بی نے گود میں لیا حضرت نے بزبان فصیح فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اُمَّاهُ

اُس نے جواب دیا:

عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا بُنَيَّ

آپ نے پوچھا میرے پدر بزرگوار کس عالم میں ہیں؟ اُس بی بی نے کہا نعمت الٰہی سے کامیاب ہیں۔ حضرت ابو طالب کہتے ہیں اُس وقت مجھ سے ضبط نہ ہو سکا پوچھا کیا میں تمہارا باپ نہیں ہوں؟ فرمایا آپ میرے باپ ہیں مگر ہم آپ دونوں اُنہیں کے صلب سے ہیں اور یہ جناب حوا علیہا السلام میری اور آپ کی والدہ ہیں۔ پھر دوسری بی بی ایک سرمہ دانی چاندی کی لئے اُٹھی اور حضرت کو گود میں لے کے سرمہ لگایا۔ آپ نے بلفظ خواہر اُن پر سلام کیا اور پوچھا میرے عم نامدار اچھی طرح سے ہیں۔ ابو طالب نے کہا یہ بی بی کون ہے اور چچا تمہارے کون ہیں؟ فرمایا یہ مریم علیہا السلام بنت عمران علیہ السلام ہیں اور چچا میرے عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں۔ اس کے بعد تیسری بی بی نے جو کپڑے ساتھ لائی تھیں پہنائے۔ پھر حضرت ابو طالب علیہ السلام نے کہا اس مولود کا ختنہ کرنا چاہئے۔ وہ مخدرہ بولیں یہ خود پاک و پاکیزہ ہے اور حرارت آہن اس کو کسی طرح گزند نہیں پہنچا سکتی مگر ایک مرتبہ مسجد کوفہ میں ابن ملجم شقی کے ہاتھ سے سر اس کا شگافتہ ہوگا۔ اس کے بعد چوتھی بی بی نے اُٹھ کے تمام کپڑوں میں خوشبو لگا دی اور وہ سب بیبیاں غائب ہو گئیں۔

جناب امام حسینؑ کا شکم مادر میں کلام کرنا:۔

حضرت ابو طالب علیہ السلام نے دل میں کہا دو بیبیوں کا حال تو معلوم ہوا مگر دو

بیبیوں کی کیفیت ظاہر نہ ہوئی کون تھیں؟ حضرت نے خود فرمایا اے بابا جس نے مجھے کپڑے پہنائے وہ آسیہ زن فرعون تھیں اور جس نے خوشبو لگائی خواہر موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ساتویں جناب سیدہ علیہا السلام تھیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر بطن خدیجہ علیہا السلام میں تعظیم کرتی تھیں اور اکثر کلام کیا کرتی تھیں۔ مومنین آٹھویں جس مولود نے بطن مادر میں کلام کیا وہ کون ہے؟

خورشید آسمان و زمین نور مشرقین پروردہ کنار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا حسین علیہ السلام

بحر الدرر میں لکھا ہے جناب سیدہ علیہا السلام فرماتی ہیں جب حسین علیہ السلام کو چار مہینے میرے شکم میں گذرے تکبیر کی آواز آتی تھی۔ پانچویں مہینے ایک دن نماز صبح کے بعد وہ جنین جو میرے شکم میں تھا اُس نے آواز دی:

يَا أُمَّاهُ أَنَا وَلَدُكِ الْعَطْشَانُ

اور نماز ظہر کے بعد بولا:

يَا أُمَّاهُ أَنَا وَلَدُكِ الْعُرْيَانُ

اور نماز مغربین کے بعد صدا دی:

يَا أُمَّاهُ أَنَا وَلَدُكِ السَّحْقَانُ

راوی کہتا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جا کے معصومہ علیہا السلام نے سارا ماجرا بیان کیا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے اختیار رونے لگے۔ سیدہ علیہا السلام نے پوچھا بابا جان آپ کیوں روتے ہیں؟ ان کلمات کی تفسیر کیا ہے۔ وہ جناب متامل ہوئے اور کچھ بیان نہ کیا بعد اصرار فرمایا اے فاطمہ علیہا السلام کلمۂ اولیٰ کے یہ معنی ہیں کہ میرے بعد وہ زمانہ آئے گا کہ اشقیائے اُمت اس نواسے کو تین دن دریا کے کنارے پانی نہ دیں گے اور پیاسا ہی شہید کریں گے۔ وہ مخدومہ سنتے ہی بے تاب ہو کر رونے لگیں اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کلمۂ ثانی سے یہ مراد ہے کہ جب تیرا یہ فرزند شہید ہوگا اشقیاء لباس بدن اُتار لے جائیں گے اور لاش عریاں جلتی ریت پر کئی دن تک پڑی رہے گی۔ جناب سیدہ علیہا السلام یہ سُن کے پہلی مرتبہ سے بھی

زیادہ بے قرار ہو کر دیر تک روتی رہیں یہاں تک کہ روتے روتے غش کر گئیں۔ جب افاقہ ہوا کلمہ ثالث کی تفسیر پوچھی حضرت نے فرمایا اس کے بیان میں تیری زندگی کو خطرہ لاحق ہے یہ کہہ کے خاموش ہو رہے جب معصومہ نے اصرار کیا۔ اُس وقت رسول خدا ﷺ نے جناب امیر علیہ السلام سے فرمایا فاطمہ علیہا السلام کے بازو تھام لو پھر فرمایا:

اَنَا وَلَدُکِ الْعَطْشَانُ

سے مراد یہ ہے کہ جب تیرا یہ فرزند شہید ہو جائے گا اور اعداء لباس بدن بھی اُتار لے جائیں گے۔ اُس وقت فوج یزید اس کی لاش پاش پاش پر گھوڑے دوڑائیں گی کہ سارا بدن ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔ جناب امیر علیہ السلام یہ سُن کے اس شدت سے روئے کہ بازو سیدہ علیہا السلام کا ہاتھوں سے چھوٹ گیا اور وہ مخدومہ غش کھا کر زمین پر گر پڑیں۔ مومنین! جو ماں اپنے بیٹے کی خبر مصائب سُن کے یہ حال کرے کیا صدمہ ہوتا جو اُسی فرزند کو نہیں مصیبتوں میں مبتلا دیکھتی۔ آہ آہ کہاں تھیں جناب سیدہ علیہا السلام کہ ملاحظہ فرماتیں وہی حسین علیہ السلام معرکہ کربلا میں تین دن خود بھی پیاسے رہے اور بی بیوں کو بلکہ بچوں کو بھی ایک قطرہ پانی کا میسر نہ آیا۔ یہ حال تھا کہ جب حضرت گھر میں تشریف لاتے تھے بچوں کی صدائے وَا عَطْشَاہُ وَا عَطْشَاہُ سُن کے دل بھر آتا تھا گھبرا کے باہر چلے جاتے تھے۔ وہاں بھی فوج قلیل میں کہ سو آدمیوں سے بھی کم تھے یہی کیفیت نظر آتی تھی ایک دوسرے سے العطش العطش کہہ کے پانی طلب کرتا تھا۔ اُس وقت حضرت کیا کرتے سر جھکا کر اپنی بے کسی پر رو دیتے تھے۔ غرض جو صدمہ آپ کو تشنگی کا گذرا بیان نہیں ہو سکتا اتنا کافی ہے کہ قاعدہ ہے آدمی آخری وقت اُسی شے کی وصیت کرتا ہے جو امر عظیم ہوتا ہے حضرت نے بھی وقت آخر وصیت کی تو یہی کی کہ شیعہ میری پیاس کو یاد کریں۔

وصیت جناب امام حسینؑ :-

چنانچہ منقول ہے کہ وداع آخر کے وقت ایک نامہ لکھ کے جناب اُمّ کلثوم علیہا السلام کو

دیا کہ جب تمہارا بیمار بھتیجا غش سے افاقہ پائے یہ نامہ اُسے دے دینا۔ راوی کہتا ہے آخر میں اُس کے یہ مضمون تھا اے زین العابدین علیہ السلام میری شہادت کے بعد جب تم بیماری کی شدت' راہ کی صعوبت' قید کی مصیبت اُٹھا کے مدینہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جانا تو اہل وطن کو میری طرف سے سلام پہنچانا اور کہنا کہ میں نے تمہارے واسطے مع عزیز و انصار پیاسا گلا کٹوایا۔ شرط وفاداری یہ ہے کہ جب آب سرد پینا میری پیاس کو یاد کر لینا۔ اس کے علاوہ اکثر روایات میں ہے کہ حضرت نے وقت شہادت بھی پیاس کی شکایت کی اور فرمایا اے شمر اگر تجھے میرا قتل کرنا ہی منظور ہے:

فَاسْقِنِیْ شَرْبَۃً مِنَ الْمَآءِ فَاِنَّ کَبِدِیْ نَشَفَتْ مِنَ الظَّمَاءِ

''تو ایک گھونٹ پانی پلا دے کہ میرا میرا شدتِ تشنگی سے خشک ہو گیا ہے۔'' بلکہ بعد شہادت بھی ایک روایت میں ہے جب سر مبارک تنور میں تھا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام و فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا و حسن مجتبیٰ علیہ السلام تشریف لائے۔ اُس وقت بھی اُس فرقِ بریدہ نے بعد سلام کہا تو یہی کہا اے نانا آپ کی اُمت نے مجھے بڑے بڑے ظلم سے شہید کیا' مرتے دم تک مجھے نہ میرے عزیز و انصار کو ایک قطرہ پانی کا دیا۔

عریانی و پامالی لاش مبارک امامؑ :-

کیوں حضرات! یہ سُن کے اُس وقت جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے اپنا کیا حال بنایا ہوگا اور کیا گذری ہوگی اُس ماں پر جب صحرائے کربلا میں اپنی آنکھوں سے اُسے دیکھا ہوگا کہ بعد شہادت اُسی فرزند کے سر پر نہ عمامہ ہے نہ کلاہ ہے ظالموں نے اُسی سر کو بدن سے کاٹ کر نوک نیزہ پر چڑھایا ہے اور لاش بے سر کو خاک و خون میں غلطان زمین گرم پر اس طرح چھوڑ دیا ہے کہ بدن میں عبا اور پیراہن تک باقی نہیں رہے۔ ایک طرف قیس بن اشعث ملعون چادر اطہر ایک جانب اسود بن خالد لعین نعلین مبارک پائے اقدس سے اُتار لے گیا۔ لکھا ہے

جب اشقیاء سارا لباسِ بدن اُس جناب کا اُتار لے گئے اُس وقت بجیل بن سلیم مردود آیا۔ اب کیا چیز باقی تھی جو وہ لیتا ایک انگوٹھی حضرت کے ہاتھ میں تھی چاہا اُتار لے مگر نہ اُتر سکی۔ اس لئے کہ صبح سے عصر تک عزیز و انصار کی لاشیں اُٹھاتے اُٹھاتے اور ضعف و نقاہت میں لڑتے لڑتے سارا ہاتھ سوج گیا تھا اُنگلیاں ورم کر گئی تھیں۔ آخر اُس بے حیا نے جلدی میں اُنگلی کاٹ ڈالی اور انگوٹھی اُتار لی۔ اب مومنین! خیال کریں یہ سب ظلم کیسے جناب سیدہ علیہا السلام نے دیکھے ہوں گے اور کیونکر دیکھا گیا ہوگا جب اُن جفاؤں کے بعد اُس لاشِ عریاں پر اعداء نے گھوڑے دوڑائے ہوں گے؟ لکھا ہے جناب سید الشہداء علیہ السلام کی شہادت کے بعد بارہ اشقیاء ابن سعد کے پاس آئے اور کہنے لگے اے امیر ہمارے دل کی سب حسرتیں نکلیں مگر یہ ایک آرزو باقی ہے کہ ہم چاہتے ہیں لاش حسین علیہ السلام پر گھوڑے دوڑائیں۔ اگر تو اجازت دے تو یہ حسرت بھی اپنے دلوں سے نکال لیں اُس بے حیا نے کہا تمہیں اختیار ہے۔ غرض اُن ظالموں نے اپنے گھوڑوں کی نعل بندیاں کیں اور فوج سے باہر آ کے قتل گاہ میں لاشہائے شہداء پر وہ ستم کیے کہ ذاکر کو جس کے بیان کی قدرت اور سامعین کو اُس کے سننے کی طاقت نہیں۔ اتنا اشارہ کافی ہے کہ اُن اجسادِ طاہرہ پر سموں کے نشان پڑ گئے شاعر نے اس ظلم کی اس طرح تصویر کشی کی ہے۔

عَلَیْهِ الْخَیْلُ تَجْرِیْ رَاکِضَاتٍ   فَقَدْ دَارَتْ بِهَا دَوْرَ الرَّحَاءِ

حاصل معنی یہ ہے کہ اُس میدان میں چاروں طرف گھوڑے دوڑتے تھے اور اُن لاشوں کا یہ حال تھا جیسے چکی میں دانوں کو پیستے ہیں۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ؕ

مجلس نمبر 64

- آیت جناب رسول خداؐ کے فرش پر جناب امیرؑ کا آرام کرنا۔

- روایت انگشتری رسول خداؐ اور اُس انگوٹھی کا قاسمؑ و علی اکبرؑ اور اپنے منہ میں امامؑ کا رکھنا۔

- امامؑ کے بدن مبارک سے لباس و انگوٹھی کا اُتار لینا

مجلس نمبر 64

قَالَ اللّٰہُ الْکَرِیْمُ فِیْ کِتَابِہِ الْعَظِیْمِ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ وَ اللّٰہُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ○

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ بقر میں ارشاد فرماتا ہے جس کا حاصل ترجمہ یہ ہے بندوں سے کوئی ایسا ہے کہ راہِ خدا میں اپنی جان بیچے اور اُس کی خوشی کے واسطے.......... جان دینے پر آمادہ ہو اور اللہ اپنے ایسے بندوں پر مہربان ہے۔'' ملا فتح اللہ اعلی اللہ مقامہ نے اپنی تفسیر خلاصۃ المنہج میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور غزالی نے کہ اکابر علمائے اہل سنت سے ہے کتاب احیاء العلوم وغیرہ میں لکھا ہے کہ یہ آیہ وافی ہدایہ شان علی بن ابی طالب علیہ السلام میں آیا ہے۔

جناب رسول خدا ؐ کے فرش پر جناب امیر ؑ کا آرام کرنا:۔

تفسیر ثعلبی میں یہ مضمون منقول ہے جب رسولِ مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب کو غار مکہ سے باہر جانے کا قصد کیا اپنے جانشین امیر المومنین علیہ السلام کو بلایا اور فرمایا آج کی رات کفار قریش نے مشورہ کر کے میرے قتل کا ارادہ کیا ہے۔ حکم الٰہی یوں ہے میں پوشیدہ اس شہر سے باہر نکل جاؤں اور تم میرے فرشِ خواب پہ میری گلیم سبز اوڑھ کر سو رہو۔ تا کہ وہ لوگ جانیں کہ میں موجود ہوں میرا تعاقب نہ کریں یہاں تک کہ جہاں مقام امن وامان اور حکم خدا

ہو وہاں تک پہنچ جاؤں۔ علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اپنی جان کا کچھ خوف نہ کیا حضرت ہی کی تنہائی کا خیال کر کے عرض کی اگر میں ساتھ چھوڑ کے یہاں رہ جاؤں خدانخواستہ آپ کو تو شرِ اعداء سے کوئی آسیب نہ پہنچے گا۔ فرمایا البتہ محفوظ رہوں گا اور اگر آج کی رات تم بچ رہے کل شہر میں اعلان کر دینا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جس کا کچھ دین یا کچھ حق ہو مجھ سے آ کے طلب کرے میں اُسے ادا کروں گا۔ یہ فرما کے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لے گئے اور جناب امیر علیہ السلام حکم خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیل پر آمادہ ہوئے۔

شَرىٰ نَفْسَهٗ حُبًّا لِمَرْضَاتِ رَبِّهٖ
فَبَاتَ عَلٰى فَرْشِ الرَّسُوْلِ الْمُكَرَّمِ

”یعنی وہ جناب فرشِ خواب پر بجائے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے خوف و اضطراب سو رہے اور اپنی جان بیچ کے رضائے خدا کو مول لیا۔“ سبحان اللہ بجز علی بن ابی طالب علیہ السلام اس طرح خوشنودی خدا کا طالب کون ہو سکتا ہے؟ حدیث میں آیا ہے اُس دن خداوند عالم نے ملاء اعلیٰ میں جناب امیر علیہ السلام پر افتخار کیا اور جبرئیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام سے فرمایا میں نے تم دونوں میں اُخوت و برادری قرار دی ہے اور ایک کی حیات دوسرے سے زیادہ مقرر کی ہے تم میں سے کون ایسا ہے کہ اپنی حیات دوسرے کو دے۔ کوئی راضی نہ ہوا اُس وقت ندا آئی علی علیہ السلام کو دیکھو کہ وہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بھائی کے واسطے مرنے پر راضی ہو گیا ہے۔ مومنین! جناب امیر علیہ السلام سوائے اس رات کے کبھی کسی معرکہ عظیم میں جہاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان کا خوف ہو آپ سے جُدا نہ ہوئے اور اس شب میں جُدا ہونا بھی ساتھ رہنے سے کم نہ تھا بلکہ زیادہ تھا۔ معیت ان دونوں حضرات کی ہر حال میں ثابت ہے خدا نے بھی جس سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اقرار لیا ہے اُس سے اپنے ولی کی ولایت کا بھی عہد و پیمان لیا ہے۔ آسمان یا ساقِ عرش یا درِ جنت پر جہاں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لکھا ہے وہاں شاہِ ولایت کا بھی نام تحریر ہے بلکہ اس عالم اسباب میں بھی

جہاں فقط رسول ﷺ خدا کا نام تھا وہاں منظورِ الٰہی یہ ہوا کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام کا نام ساتھ رہے۔

روایت انگشتری جناب رسولِ خدا ﷺ۔

چنانچہ منقول ہے:

اَعطَى النَبِیُّ عَلِیَّ بنَ اَبِی طَالِبٍ خَاتَمَهُ لِیَنقُشَ عَلَیهِ مُحَمَّدُ بنُ عَبدِ اللّٰهِ

"ایک دن خاتم الانبیاء ﷺ نے جناب امیر علیہ السلام کو ایک انگوٹھی دی اور فرمایا اس پر مُحَمَّدُ بنُ عَبدِ اللّٰهِ کھدوالاؤ آپ نے نقاش کو دی بعد نقش دیکھا اُس پر مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ منقوش تھا فرمایا میں نے تجھ سے کیا کہا تھا تو نے کیا کندہ کر دیا۔ اُس نے معذرت کی اور کہا کہ موافق ارشاد میں نے چاہا محمد ﷺ بن عبد اللہ کندہ کروں مگر میرے ہاتھ نے خطا کی اور محمد رسول اللہ ﷺ نقش ہو گیا۔ معاف فرمایئے امیر المومنین علیہ السلام وہ انگوٹھی لئے خدمت سید المرسلین ﷺ میں حاضر ہوئے اور حقیقت حال کو منقوش خاطر مبارک کیا۔ حضرت نے فرمایا کیا مضائقہ ہے میں محمد بن عبد اللہ بھی ہوں اور رسول اللہ ﷺ بھی ہوں جو کندہ ہو گیا بہتر ہے۔ راوی کہتا ہے دوسرے روز صبح کو جناب رسول خدا ﷺ نے جو انگوٹھی ملاحظہ کی دوسری طرف عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰهِ وَصِیُّ رَسُولِ اللّٰهِ لکھا ہوا پایا۔

حضرت ﷺ کو نہایت تعجب ہوا

حَتّٰی نَزَلَ جِبرَائِیلُ وَ قَالَ یَا مُحَمَّدُ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ یَقرَئُکَ السَّلَامُ وَ یَقُولُ کَتَبتَ مَا اَرَدتَّ وَ کَتَبنَا مَا اَرَادنَا

"ناگاہ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی حق تعالیٰ بعد تحفہ درود و سلام ارشاد فرماتا ہے جو تم نے چاہا وہ نقاش سے کھدوایا اور جو میں نے چاہا اُسے خود کندہ کیا۔"

دہن قاسمؑ میں انگوٹھی دینا:۔

راوی کہتا ہے بعد رسالت مآب ﷺ وہ انگوٹھی علی الترتیب ائمہ علیہم السلام کے پاس رہی۔ چنانچہ روز عاشوراء معرکہ کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے پاس موجود تھی۔ مومنین! اُس دن اُس انگوٹھی سے کس کس وقت میں آپ نے کیا کیا کام لیا؟ ایک جب وہ صاحبزادہ جو ہنوز حدِ شباب تک نہ پہنچا تھا' بھائی کی نشانی بھی' چند ساعت کا اپنا داماد بھی تھا اُسے آپ نے لاکھوں دشمنوں میں لڑنے کو بھیجا۔ اللہ اللہ اس کم سنی میں کہ بنا بر مشہور کے تیرہ برس کی عمر تھی ایسے معرکہ میں جانا جہاں موت کے سوا زندگی کی اُمید نہ تھی بجز خاندانِ رسالت اور کس کا حوصلہ تھا۔ میدان میں آتے ہی صاحبزادے نے ہر طرف کشتوں کے پشتے لاشوں کے انبار کر دیئے ازرق شامی سے نامی گرامی پہلوان کو مع اُس کے چار بیٹوں کے کہ ہر ایک اُن میں سے بجائے خود فیل مست اور دیو خونخوار تھا ایک ایک وار میں فی النار کر دیا۔ ساری فوج سامنے سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ آخر بچپنے کا لڑنا بھی جنگ کا اتفاق کب ہوا تھا لڑتے لڑتے زخمی بھی ہوئے' پیاس نے بھی غلبہ کیا دریا کی طرف جانا مناسب نہ سمجھے چچا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

یَا عَمَّاہُ یَا عَمَّاہُ الْعَطَشُ

حضرت جناب قاسم علیہ السلام تو خوب جانتے تھے کہ مظلوم کربلا علیہ السلام خود پیاسے ہیں۔ چھ مہینے کا بچہ تک خیمہ میں پیاس سے مرتا ہے اور پانی کا ملنا کسی طرح ممکن نہیں۔ پھر کیوں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پیاس کی شکایت کی؟ ظاہراً اس میں چند احتمال ہیں ایک یہ کہ جناب قاسم علیہ السلام نے یہ خیال کیا ہو کہ حضرت نے فقط جنگ کی اجازت دی تھی نہر کی طرف جانے کو بصراحت نہ کہا تھا۔ اب پیاس کی شکایت اس نظر سے تھی کہ آپ

دریا کے جانے کی اجازت دیں۔ دوسرا احتمال یہ ہے شاید اُس شہزادہ کی والدہ ام فروہ نے چلتے وقت کہہ دیا ہو تمہارے پھوپھی کے لڑکے تم سے بھی چھوٹے تھے اور وہ پیاسے ہی دنیا سے سدھارے دیکھو ایسا نہ ہو کہ لڑتے لڑتے دریا کی طرف جاؤ پیاس کی شدت میں فرات کی موجیں دیکھ کر صبر نہ کر سکو اور پانی پی لو۔ خیال رکھنا کہ میں بیوہ ہوں ان بیبیوں سے جن کے بچے پیاسے مارے گئے ہیں مجھے ندامت نہ ہو۔ اب جناب قاسم علیہ السلام کیونکر دریا کی طرف جاتے پیاس سے نہایت مضمحل ہوئے اور خیمہ کی طرف جا کے ماں سے اجازت لینے کی مہلت نہ پائی۔ سمجھے کہ امام علیہ السلام کا ارشاد سب سے زیادہ ہے انہیں سے چل کر اجازت لینی چاہیے۔ اگر حکم دیں تو ہم دریا کی طرف جائیں پیاس سے کلیجہ کباب ہے ایک جرعہ آب سے سیراب ہوں۔

علی اکبرؑ کے منہ میں انگوٹھی دینا:۔

بہر کیف اُس وقت مظلوم کربلا علیہ السلام نے کیا عجب ہے یہ خیال کیا ہو کہ قاسم علیہ السلام کی تقدیر میں تو پیاسا ہی شہید ہونا ہے۔ اگر نہر کی طرف جائیں گے تو بھی پانی پینا نصیب نہ ہوگا گردن جھکا کے دیر تک روتے رہے۔ فرات پر جانے کی اجازت نہ دی وہی انگوٹھی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو اُس وقت آپ کے ہاتھ میں تھی صاحبزادہ کو دی کہ اُس کو اپنے دہن خشک میں رکھ کے زبان سے چوسیں کہ شاید کچھ تری پہنچے۔ لکھا ہے جناب قاسم علیہ السلام نے جب وہ انگشتری منہ میں لی یہ معلوم ہوا کہ اس انگوٹھی سے ایک چشمہ شیریں جاری ہے اور اس سے سیراب ہو رہے ہیں۔ دوسرا کس وقت امام مظلوم علیہ السلام نے اُس انگوٹھی سے کام لیا؟ جب وہ فرزند نوجوان کہ ہنوز سبزہ بھی اچھی طرح سے نکلنے نہ پایا تھا۔ ماں اور پھوپھی کے دل میں شادی کا ارمان بھی باقی تھا۔ اُسے آپ نے ہم گنہگاروں کی نجات کیلئے ہزاروں نیزے اور تلواروں میں ٹکڑے ہونے کو بھیجا اللہ اکبر حسین علیہ السلام سے صابر کا کلیجہ تھا کہ علی اکبر علیہ السلام سے فرزند کو اپنی آنکھوں کے سامنے خاک و خون میں غلطاں دیکھا۔ غرض وہ شاہزادہ میدان

کارزار میں آکر مصروف جہاد ہوا اور وہ جنگ کی کہ قیامت تک یادگار رہے گی۔کوئی سر کسی گردن پر نظر نہ آتا تھا صحرا میں خون کا دریا بہنے لگا ہر طرف لاشیں مچھلیوں کی طرح تڑپنے لگیں۔لکھا ہے جس وقت سے علی اکبر علیہ السلام میدان میں لڑتے گئے۔اُن کی ماں اُمّ لیلیٰ علیہا السلام در خیمہ کے قریب آکھڑی ہوئیں اور امام حسین علیہ السلام کو دیکھنے لگیں اس خیال سے کہ خدانخواستہ اگر میرے فرزند کو کوئی صدمہ عظیم پہنچے گا تو امام علیہ السلام ہر چند صابر ہیں مگر باپ ہی کا دل ہے ضرور غمگین و پریشان ہوں گے۔حضرات! اس کی کیا وجہ تھی کہ اُمّ لیلیٰ علیہا السلام میدان کی طرف نگاہ نہ کرتی تھیں بلکہ مظلوم کربلا علیہ السلام کو دیکھتی تھیں یہاں کئی احتمال ہیں۔ایک یہ کہ شاید خیمے بیچ میں حائل تھے یا یہ کہ سواروں کے رسالے پیادوں کے دستے راہ میں اس طرح کھڑے تھے کہ نظر کام نہ کرتی تھی یا یہ کہ میدان میں کثرت فوج اور شدت گیرودار سے اس قدر گرد اڑتی تھی کہ کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔دوسرا یہ احتمال ہے کہ امّ لیلیٰ علیہا السلام ازواج امام علیہ السلام سے تھیں کیونکر ہوسکتا تھا اُس میدان میں جہاں نامحرموں کا ہجوم تھا نگاہ کرتیں۔تیسرا یہ بھی احتمال ہے کہ ماں کی محبت تو سب جانتے ہیں کیا عجب کثرت غم سے اُس وقت ام لیلیٰ علیہا السلام کی آنکھوں میں اندھیرا ہو گیا ہو میدان دور تھا اپنے فرزند کو دیکھ نہ سکتی تھیں۔جناب سید الشہداء علیہ السلام چونکہ قریب تھے انہیں کو دیکھتی تھیں۔بہرحال جب ہم شکل پیمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑے بڑے نامیوں کو فوج مخالف کے مار لیا اور کسی میں تاب مقابلہ کی باقی نہ رہی۔اُس وقت بکر بن غانم کہ اُس فوج میں بڑا نامی اور نہایت جنگ آزمودہ تھا گھوڑا بڑھا کے پرے سے باہر نکلا۔یعقوب علیہ السلام کربلا نے یہ خیال کیا کہ بکر بن غانم ایک گرگ باران دیدہ گرم و سرد عالم چشیدہ آب و طعام سے سیر ہے اور میرا فرزند یوسف جمال تین دن کی بھوک و پیاس سے نڈھال پہلوانوں اور زور آوروں سے لڑتے لڑتے تھک گیا ہے۔دفعتہً چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا۔اب میں مومنوں سے پوچھتا ہوں جو ایسا صابر باپ تھا اُس کی یہ کیفیت ہوئی عورتیں تو رقیق القلب ہوتی ہیں ماں کا کیا حال ہوا ہوگا؟ جو صدمہ گذرتا بجا تھا وہ فرزند جو گھر کا چاند آنکھوں کا تارا تھا سترہ برس کے بعد تقدیر اُس سے چھوڑاتی ہے۔مگر کیا

چارہ تھا گھبرا کر حضرت سے پوچھنے لگیں میرے فرزند کی تو خیر ہے۔ آپ کا رنگ کیوں متغیر ہو گیا؟ فرمایا ابھی تک تو خیریت ہے لیکن اس وقت ابن غانم سا پہلوان علی اکبر علیہ السلام کے مقابلہ کو آیا ہے۔ نہیں معلوم کیا اتفاق ہو میں نے اپنے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ ماں کی دُعا بیٹے کے حق میں مستجاب ہوتی ہے تم بھی خیمہ میں جا کر اپنے فرزند کی نصرت کے واسطے دُعا کرو۔ اُمّ لیلیٰ علیہا السلام سنتے ہی صحنِ خیمہ میں آئیں اور سر کے بال کھول کر دعا میں مصروف ہوئیں۔ وہاں شیر خدا کے پوتے نے بکر بزدل کو ایک وار میں دو حصے کر دیا۔ مومنین! کیوں حضرت نے اُمّ لیلیٰ علیہا السلام سے دُعا کرنے کو کہا؟ اگر محض استجابت دعا مقصود تھی تو خود جناب باپ بھی تھے اور مظلوم بھی تھے' مضطر بھی تھے' امام بھی تھے آپ کی دعا بدرجۂ اولیٰ مقبول تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ام لیلیٰ علیہا السلام کا سامنے سے ہٹا دینا منظور تھا تا کہ وہ اپنے فرزند کو شہید ہوتے نہ دیکھیں۔ الغرض جب ہم شکل پیمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکر ملعون کو مار لیا پھر ساری فوج میں تہلکہ پڑ گیا سب یہ سمجھے اس نوجوان پر فتح یاب ہونا ممکن نہیں مشورہ کیا کہ ہر طرف سے گھیر کے نیزوں سے تلواروں سے زخمی کر کے ہلاک کر ڈالیں۔ آہ آہ فوجیں ہر طرف سے سمٹ آئیں کمانیں کڑکیں تیر برسنے لگے تلواریں کھنچیں نیزے چلنے لگے۔ لیکن اُس شہزادہ کی نظر میں وہ انبوہ کثیر کب سماتا تھا۔ لشکر میں گھس کے وہ تلوار کی کہ نہ کسی بدن میں قوت' نہ کسی قالب میں روح باقی رکھی مگر ایک پیاسا کہاں تک لڑتا کس کس کے وار روکتا اُس کشت وخون میں وہ صاحبزادہ خود بھی زخمی ہو گیا۔ اب مومنین! خیال کریں وہ شباب کا سن' وہ گرمیوں کے دن دوپہر کا وقت زخموں کی کثرت سلاح جنگ کی حرارت اس پر کئی دن سے قحطِ آب اتنی دیر تک برابر لڑنا کیونکر تحمل ہو سکتا تھا؟ پیاس نے بے چین کر دیا اُس وقت پانی کی کیا سبیل تھی ہزاروں دن دشمن لہو کے پیاسے دریا کی راہ روکے ہوئے تھے ادھر کس طرح جاتے ایک طرف سے جو اُس مجمع کثیر میں ذرا سی راہ ملی مضطر ہو کے اپنے پدر بزرگوار ہی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے:

یَا اَبَتَاہُ اَلْعَطَشُ اَلْعَطَشُ

حضرت سے کیا ہو سکتا تھا بیٹے کی حالت اپنی غربت پر بے اختیار رونے لگے۔ اور فرمایا تم اپنی سوکھی زبان میرے منہ میں دو شاید کچھ تسکین ہو۔ مومنین! کیا عجب اس ارشاد سے غرض حضرت کی اپنا بھی اظہار حال ہو کہ میں خود پیاسا ہوں اور پانی نہیں ملتا۔ چنانچہ منقول ہے جب علی اکبر علیہ السلام نے اپنی زبان امام مظلوم علیہ السلام کے منہ میں دی فوراً نکال لی اور کہا اے بابا آپ کی زبان تو میری زبان سے بھی زیادہ خشک ہے۔ اُس وقت حضرت نے وہی انگوٹھی اپنے نانا کی اُس فرزند کے منہ میں دی کہ کسی طرح تو پیاس میں کمی ہو۔

امامؑ کا انگوٹھی اپنے منہ میں رکھنا:۔

تیسرے کس وقت امام مظلوم علیہ السلام نے اُس انگوٹھی سے کام لیا جب سارے عزیز و رفیق درجہ شہادت سے فائز ہو چکے نہ کوئی بھتیجا حمایت کرنے والا تھا نہ کوئی بیٹا لڑنے والا باقی تھا فقط مظلومی و غربت ساتھ تھی۔ ہر طرف سے فوجوں کا نرغہ دشمنوں کا بلوہ تھا بدن پر انیس سو اکاون زخم دل میں اکہتر داغ تھے۔ لبوں پر شکر جاری زبان میں پیاس کے مارے کانٹے پڑتے تھے۔

اَلْمَآءُ جَارٍ وَابْنُ سَاقِی الْکَوْثَرِ
فِیْ شِدَّۃِ الْعَطَشِ یَلُوْکُ لِسَانَہٗ

فرات کا پانی سامنے موجیں مارتا تھا اور ساقی کوثر کا فرزند شدتِ تشنگی سے بار بار سوکھی زبان اپنے منہ میں پھیرتا تھا۔ اگر پانی مانگتے تھے اعداء اُس کے جواب میں پتھر برساتے تھے اُس وقت حضرت کیا کرتے وہی انگوٹھی منہ میں رکھ کے زبان خشک سے چوسنے لگے۔ آہ آہ ۔

بو دند دیو و دو ہمہ سیراب و می مکید
خاتم ز قحط آب سلیمان کربلا

امامؑ کی اُنگلی سے انگوٹھی اُتار لینا:۔

حضرات! روزِ عاشورا امام تشنہ علیہ السلام کام کی زندگی میں جو جو کام اُس انگوٹھی نے دیئے وہ تو سُن چکے۔ اب انجام پر خیال کیجئے کس وقت کس طرح آپ سے جدا ہوئے ایک روایت مجھے یاد آئی ہے عجب نہیں کہ اُسی انگوٹھی کا حال ہو۔ لکھا ہے جب فوج شام نے پنجتن علیہم السلام کا خاتمہ کر دیا قریب شام اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کا چراغ بجھا دیا۔ اُس وقت اشقیاء سے کچھ لوگ خیمہ عصمت کی طرف گئے اور کچھ لوگ لاش امام علیہ السلام کے قریب آئے۔ وہاں کسی نے مسند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلائی کسی نے زینب علیہا السلام وام کلثوم علیہا السلام کے سروں سے چادریں چھین لیں، کسی نے دختر حسین علیہ السلام کو طمانچے لگائے، کانوں سے گوشوارے اُتار لئے۔ یہاں سید الشہداء علیہ السلام کے جسم بے سر سے کوئی عبائے مبارک لے گیا، کسی نے پیراہن اُتار لیا کسی نے نعلین لے لی۔ غرض سارا لباسِ بدن حضرت کا لوٹ لے گئے۔ سب کے بعد بجیل بن سلیم آیا کیا چیز باقی رہ گئی تھی کہ وہ لیتا ایک انگوٹھی اُس جناب کے ہاتھ میں تھی چاہا کہ اُسے اُتار لے مگر ہاتھوں پر ورم تھا اُنگلیاں سوج گئی تھیں انگوٹھی اُتر نہ سکی ظالم نے جلدی میں اُنگلی کاٹ ڈالی اور انگوٹھی انگلی سے اُتار لی۔

اے فلک ہرگز نہ بودی آشنائے اہلبیت

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر65

آیت سب سے عمدہ چیز صدقہ میں دینا چاہیے۔

اشعار و حدیث بے ثباتی دنیا میں۔

کیفیت ایک شخص کا اعمال نیک و بد کو دیکھنا۔

اسمٰعیل حمیری کے واسطے کفن آنا۔

ربابہ کا گم ہونا۔

شہیدوں کے سروں کا بلند نہ ہونا۔

مجلس نمبر 65

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ آل عمران میں ارشاد فرماتا ہے ہرگز نہ پہنچو گے انتہائے نیکی کو جب تک اپنی محبوب اشیاء سے کچھ خرچ نہ کرو گے۔''

حکایت ابوذر با مہمان:۔

صاحب تفسیر منہج الصادقین مِمَّا تُحِبُّوْنَ کے معنی میں کہتے ہیں مال میں جس چیز کو زیادہ دوست رکھتے ہو فقرا پر تصدق کرو یا مراد جاہ وحکومت سے ہے کہ اُس سے عاجزوں کی اعانت وکمک کرو یا قوت بدن کو عبادت خدا میں صرف کرو یا دل کو وقف محبت الٰہی کرو یا جانِ عزیز کو راہِ خدا میں نثار کرو۔ منقول ہے کہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے یہاں ایک مہمان آیا۔ اُنہوں نے کہا اے بھائی مجھے فرصت نہیں دوسرا کام ضروری رکھتا ہوں تم چراگاہ سے میرے اُونٹوں میں سے ایک اونٹ ذبح کیلئے لے آؤ وہ شخص جا کے ایک اونٹ لاغر لے آیا ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا اس سے صحت مند کوئی اونٹ نہ تھا جو اسے لے آیا ہے اُس نے کہا البتہ تھا مگر میں اس خیال سے کہ کہیں تمہیں اُس کی ضرورت واحتیاج ہو۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے سب سے کہا کہ جس روز میں قبر میں رکھا جاؤں گا تو نے فرمان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں سُنا کہ جو چیز سب سے بہتر ہو وہ راہ خدا میں صرف کرنا چاہئے پس سب سے بہتر اونٹ منگا کے اُس شخص کی مہمانی میں صرف کیا اور پھر اُسی تفسیر میں منقول ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ لوگوں سے کہتے

تھے اے بھائیو تمہارے مال میں تین شریک ہیں۔

حدیث صدقہ دینے میں:۔

پہلا شریک قضاوقدر ہے کہ اُس کو تم سے پوچھنے کی بھی کچھ حاجت نہیں یہ شریک جو چیز چاہے گا اچھی ہو یا بری تمہارے مال سے لے جائے گا۔ دوسرا شریک تیرے وارث ہیں اُن کو اسی کا انتظار ہے کہ کب تو مرجائے اور وہ مال لے جائیں۔ تیسرا شریک تو خود ہے جہاں تک ممکن ہو ان دونوں پر سبقت کر اور قبل اس کے کہ قضاوقدر الٰہی نازل ہو یا تیرے ورثہ پر منتقل ہو تو خود ہی اپنے محبوب ترین مال کو اپنے صرف میں لا اور منقول ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام قند مصری بہت تصدق کرتے تھے۔ کسی نے اس کا سبب پوچھا؟ فرمایا چونکہ اس کو بہت دوست رکھتا ہوں اس لئے اس کو زیادہ صدقہ دیتا ہوں اور پھر تفسیر میں منقول ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اٰثَرَ عَلٰى نَفْسِهٖ اٰثَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِالْجَنَّةِ

''جو شخص محبوب ترین اشیاء میں اپنے نفس پر دوسرے کو اختیار کرے تو حق تعالیٰ اُس کو روز قیامت واسطے بہشت کے اختیار کرے گا۔''

وَ مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا فَجَعَلَهٗ لِلّٰهِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَدْ كَانَ الْعِبَادُ يُكَافُوْنَ فِيْمَا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَنَا اُكَافِيْكَ الْيَوْمَ بِالْجَنَّةِ

''اور جو شخص دوست رکھے کسی چیز کو اور اُس چیز کو راہ خدا میں صرف کرے تو روز قیامت اُس سے حق سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ دنیا میں میرے بندے آپس میں ایک دوسرے کو نیکی کا بدلا دیتے تھے آج میں تجھ کو تیری نیکی کے عوض میں بہشت دوں گا۔'' حضرات! اگر غور سے خیال کریں سب سے پیاری چیز اپنی جان ہے پس انسان کو چاہئے کہ اپنی جان کو راہ خدا میں تصدق و نثار کرے یعنی ہمیشہ اپنے کو عبادت خدا و اعمال خیر میں مشغول رکھے۔ تاکہ روز

• جز انعمت ہائے الٰہی کا مستحق ہو۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

تَخَیَّرْ خَلِیْطًا مِنْ فِعَالِکَ اِنَّمَا
قَرِیْنُ الْفَتٰی فِی الْقَبْرِ مَا کَانَ یَفْعَلُ
وَ لَا بُدَّ بَعْدَ الْمَوْتِ مِنْ اَنْ تُعِدَّہٗ
لِیَوْمٍ یُنَادَی الْمَرْءُ فِیْہِ فَیُقْبِلُ

اشعار بے ثباتی دنیا میں :-

''یعنی اے انسان تجھ کو چاہیے کہ اعمال خیر کو اپنا دوست قرار دے اس لئے کہ کوئی دوست سوائے اعمال نیک کے لائق دوستی نہیں ہے کیونکہ اعمال صالحہ انسان کے ساتھ قبر میں جاتے ہیں اور ایک دن بعد موت کے ضرور ایسا ہوگا کہ پیش خدا جانا ہوگا پس انسان کو چاہیے کہ کسی اور کام میں مصروف نہ ہو سوائے اُس کام کے جس میں رضا باری غراسمہ ہو اس لئے کہ یہاں بھی اور وہاں بھی اعمال ہی کام آتے ہیں۔''

اَلَا اِنَّمَا الْاِنْسَانُ ضَیْفٌ لِاَھْلِہٖ
یُقِیْمُ قَلِیْلًا بَیْنَھُمْ ثُمَّ یَرْحَلُ

حدیث بے ثباتی دنیا اور کیفیت وقت مرگ میں :-

''اگر غور و تامل کرو تو انسان اپنے اہل و عیال کا ایک مہمان ہے کہ اُن میں کم ٹھہرتا ہے اُس کے بعد کوچ کر جاتا ہے۔''

عَنِ الْبَاقِرِ علیہ السلام اِذَا بَلَغَ الرَّجُلُ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً نَادٰی مُنَادٍ مِنَ السَّمَآءِ دَنَی الرَّحِیْلُ

''جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں جب آدمی کا سن چالیس برس کا ہوتا ہے تو ایک منادی آسمان سے پکار کے کہتا ہے اے غافل کچھ تجھ کو خبر بھی ہے کہ اب تیرے کوچ کا

زمانہ قریب پہنچا ہے زادِ راہ مہیا کر چلنے پر آمادہ رہ۔"

اے مسافر زاد راہ ہم بگیر

خستہ حالی پارۂ مرہم بگیر

وا بکن از خواب نوشین چشمکے

خفتۂ بسیار بنشین اند کے

بگذ راز عالم تامل خوب نیست

خواب راحت بر سر پل خوب نیست

داعے حق چون رسید بودن کجا

مہلتِ کفہا بہم سودن کجا

أَيُّهَا النَّاسُ فَاذْكُرُوْا أَقْرَانَكُمُ الَّذِيْنَ مَضَوْا قَبْلَكُمْ

بِأَيْدٍ عَارِيَةٍ وَ كَيْفَ مَحَى التُّرَابُ حُسْنَ صُوَرِهِمْ

"ایھا الناس یاد کرو اپنے ہم نشینوں کو اور عزیزوں کو کہ دنیا سے کیسے خالی ہاتھ چلے گئے اور زیر زمین پنہاں ہو گئے۔ اور کس طرح خاک نے اُن کی اچھی اچھی صورتیں مٹا ڈالیں۔"

وَ كَيْفَ أَكَلَ الدُّوْدُ أَلْسِنَتَهُمْ

اور وہ زبانیں جن سے انواع واقسام کے کلام کرتے تھے اُن کو کیسا کیڑوں نے کھالیا۔

آنا نکہ بصد زبان سخن می گفتند

آیا چہ شنید ند کہ خاموش شدند

وَ ضُيِّعَتْ أَمْوَالُهُمْ وَ خَلَتْ مِنْهُمْ مَجَالِسُهُمْ

حدیث انسان کے تین خلیل ہیں:-

''اور اُن کے وہ مال واسباب جو اُنہوں نے مشقتوں سے جمع کیے تھے ضائع و برباد ہو گئے اور اُن اموال پر وہ لوگ جن کا تصرف اُنہیں نہایت ناگوار تھا متصرف ہو گئے اور وہ مجلسیں جہاں بیٹھ کے باتیں کیا کرتے تھے اُن سے خالی ہو گئیں۔''

وَ حَلُّوْا بِدَارٍ لَاتَزَاوُرَ بَيْنَهُمْ

''اور ایسے مکان میں جا کے ساکن ہوئے ہیں جہاں نہ وہ کسی کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ کوئی اُنہیں دیکھ سکتا ہے ایک دوسرے کے دیکھنے کو ترستا ہے۔''

وَ لَا مُؤْنِسَ لَهُمْ اِلَّا الْحَسْرَةُ وَ النَّدَامَةُ

''اب اُن کا سوا حسرت وندامت کے کوئی ہمدم و مونس نہیں ہے۔'' جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

لِلْمَرْءِ الْمُسْلِمِ ثَلَاثَةُ اَخِلَّاءَ

''یعنی مسلم مرد کیلئے تین دوست ہیں۔''

فَخَلِيْلٌ يَقُوْلُ اَنَا مَعَكَ حَتّٰى تَمُوْتَ وَ هُوَ مَالُهٗ فَاِذَا مَاتَ صَارَ لِلْوَرَثَةِ۝

''پس ایک دوست کہتا ہے کہ جب تک تو زندہ ہے میں تیرے ساتھ ہوں اور جب مر جائے گا میں تجھ سے جُدا ہو جاؤں گا وہ دوست اُس کا مال ہے اس لئے کہ جب انسان مر جاتا ہے تو مال اُس کا مال ورثہ ہو جاتا ہے۔'' پس خوشا بحال اُس وارث کے جو بعد موت مورث کے مال اُس کا اعمال خیر میں صرف کرے اور باقیات الصالحات ایسے ہی اولاد سے عبارت ہے۔

وَ خَلِيْلٌ يَقُوْلُ اَنَا مَعَكَ اِلٰى بَابِ قَبْرِكَ وَ هُوَ وَلَدُهٗ

''اور ایک دوست کہتا ہے میں تجھ کو قبر تک پہنچا دوں گا اور جب قبر میں دفن ہو جائے گا تو میں تجھ سے جُدا ہو جاؤں گا اور وہ دوست اُس کی اولاد ہے۔''

وَ خَلِيْلٌ يَقُوْلُ اَنَا مَعَكَ حَيًّا وَّ مَيِّتًا وَ هُوَ عَمَلُهٗ

''اور ایک دوست کہتا ہے میں تیرے ساتھ ہوں تیری زندگی میں اور بعد موت کے کسی مقام پر کسی حالت میں میں تجھ سے جُدا نہ ہوں گا اور وہ دوست اُس کا عمل ہے۔''

ایک شخص کا اعمال نیک و بد کو دیکھنا:-

صاحب سردار المومنین لکھتے ہیں کہ اہل کاظمین کے ایک مرد ثقہ سے میں نے سُنا کہ اُن سے حاجی جواد مزا نجی نے جو مشاہیر تجار بغداد سے تھے اپنی حکایت بیان کی تھی کہ میں نے کچھ کبوتر پالے تھے ایک روز میں نے ایک کبوتری کو دیکھا کہ ایک مقام پر بیٹھی ہے نہ اُڑتی ہے نہ پھرتی ہے اور نر اُس کو دانہ کھلاتا ہے اور وہ خود نہیں کھا سکتی۔ معلوم ہوا کہ اُس کی بصارت چشم جاتی رہی ہے مگر ظاہر میں دونوں آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ ایک دن اُس کبوتر نر کو اپنے گھر میں نہیں دیکھا شام تک انتظار کیا جب نہ آیا تو میں نے سمجھا کہ شاید اس نر نے کسی دوسری جگہ اپنا جفت پیدا کیا ہے اس لئے یہاں سے چلا گیا۔ غرض تین روز تک میں نے خود اُس کبوتری کو دانہ کھلایا پانی پلایا۔ چوتھے روز صبح کو کیا دیکھتا ہوں کہ اُس کا نر ایک ہری پتی منقار میں لئے ہوئے آ پہنچا اور اُس برگ سبز کو مادہ کی آنکھوں میں ملا۔ فوراً وہ بینا ہو گئی اور خود دانہ کھانے لگی ہر طرف نر کے ساتھ پھرنے اور اُڑنے لگی۔ مجھے نہایت تعجب ہوا اور احباب کے دکھانے کیلئے اُس پتی کو اُٹھا کے رومال میں باندھ لیا۔ اُس کے ایک روز کے بعد میرے ہمسایہ میں ایک شخص نے انتقال کیا اور لوگ اُس کی میت کو غسل و کفن دے کے کاظمین میں دفن کرنے لے چلے۔ میں بھی اُس جنازہ کی مشایعت میں چلا اثناءِ راہ میں دیکھا ایک کالا کُتا عظیم الجثہ جنازہ کے ساتھ ساتھ چلا آتا ہے۔ میں نے دل میں کہا اس صحرا میں کُتے بہت ہیں اُنہیں میں سے ایک یہ بھی ہوگا۔ جب کاظمین میں پہنچے دیکھا وہ کُتا اُسی

طرح زیر تابوت چلا آتا ہے۔ جب صحن مبارک میں بھی اُس کتے کو آتے دیکھا اُس وقت
اُس میّت کے ورثہ اور احباب سے جو جنازہ کے ساتھ آئے تھے کہا خلاف ادب ہے کہ کتا
صحن اقدس میں آئے۔ اسے یہاں سے نکال دو اُن لوگوں نے کہا کوئی کتا ہمارے ساتھ
نہیں ہے جسے نکال دیں۔ الغرض جب جنازہ کو زیارت کیلئے حرم مطہر میں لے گئے اور وہاں
بھی اُس کتے کو میں نے زیر تابوت موجود پایا۔ اُس وقت میں نے شور و فریاد کی اے
مسلمانوں کیا غضب کی بات ہے کہ کتا نجس العین حرم میں داخل ہوا اور کوئی اس کو نکالتا نہیں
ہے۔ وہ لوگ ہنس کے کہنے لگے کیسا کتا کہاں ہے کدھر ہے جو اُسے نکال دیں۔ آخر میں
نے خود اُس کتے کو ڈانٹا کہ نکل جائے مگر اُس نے کچھ اعتنا بھی نہ کی اُسی طرح جنازہ کے
ساتھ پھرتا رہا یہاں تک کہ اُس تابوت کو صحن میں جہاں قبر کھودی تھی لائے اور چاہا کہ میّت کو
قبر میں اُتاریں۔ اُس وقت دیکھا کہ ایک جوان خوبصورت وخوش منظر آیا اور قبر میں اُتر گیا وہ
کتا بھی قبر میں داخل ہوا اور اُس جوان خوشرو کو کاٹ کے مجروح کیا اُس وقت میں نے شور و
غل کیا۔ اے لوگو! کیا ستم ہے کہ وہی کتا ایک جوان حسین کو کاٹ رہا ہے اور تم لوگ تماشا
دیکھتے ہو کوئی اُس کتے کو مار کے نکالتا نہیں ہے۔ وہ سب ہنس کے کہنے لگے آج کیا ہو گیا
ہے کہ بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے نہ کوئی جوان ہے نہ بڈھا نہ کتا نہ شیر کس کو ماردیں کس کو
بچائیں۔ الغرض میں خود عالم غضب میں قبر کے اندر اُتر گیا اور اُس جوان خوشرو سے کہا تجھے
اسی صاحب روضہ کی قسم دیتا ہوں سچ بتا تو کون ہے اُس نے کہا میں تجھے کیونکر دکھائی دیا؟
میں نے جواب دیا جس طرح ہو اب تو میں نے تجھ کو دیکھ لیا اُس نے پوچھا تیرے پاس کیا
چیز ہے میں نے کہا سوائے کپڑوں کے اور کچھ نہیں ہے وہ بولا ضرور تیرے پاس کوئی ایسی
چیز ہے جس کی تاثیر سے مجھے دیکھتا ہے۔ اُس وقت مجھے خیال آیا اور کہا البتہ ایک پتی
میرے رومال میں بندھی ہوئی ہے شاید اُس کا یہ اثر ہو۔ اُس نے کہا کہاں ہے مجھے دکھادو۔
جب میں نے ہاتھ میں نکال کر دکھائی۔ فوراً وہ میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا چونکہ تو نے قسم دی ہے
اس لئے کہتا ہوں آگاہ ہو میں اس میّت کا عمل صالح ہوں اور یہ کتا اس کا عمل بد ہے چونکہ

اس کے گناہ عمل خیر سے زیادہ ہیں اس لئے کتا مجھ پر غالب ہوا یہ کہہ کر وہ پتی میرے ہاتھ سے لے لی۔ پھر جو میں خیال کرتا ہوں تو نہ وہ جوان ہے نہ وہ کتا، میں ہوں اور میرے ساتھ کے لوگ ہیں۔ پس حضرات! ہم لوگوں کو مناسب ہے کہ اس حیات چند روزہ کو غنیمت سمجھیں اور جہاں تک ہو سکے عمل صالح کر لیں اور بعد واجبات خدا کے ہمارے لئے بہترین عمل یہ ہے کہ اُس غریب و مظلوم کی مصیبتوں پر نوحہ وزاری کیا کریں جس کو بعد شہادت کئی دنوں تک گور و کفن نصیب نہ ہوا۔ اے عزادارانِ آلِ رسول ﷺ! آپ لوگوں کو تو یہ خوب معلوم ہے کہ ہر ملت و مذہب میں یہی دستور و قاعدہ ہے کہ جب کوئی مر جاتا ہے تو اُس کے ورثا اور احباب مل کر غسل و کفن دیتے ہیں منزل اول تک پہنچا دیتے ہیں بلکہ اغیار بھی بنظر ثواب اس کار خیر میں شریک ہوتے ہیں۔

اسمٰعیل حمیری کے واسطے کفن آنا:۔

چنانچہ فاضل بہبہانی لکھتے ہیں کہ جب اسمٰعیل حمیری شاعر نے بغداد میں وفات پائی اور اُس کے مرنے کی خبر مشتہر ہوئی سوائے اُن کفنوں کے جو امرائے بغداد نے دیئے تھے اشراف و روٴسائے کوفہ نے نوے کفن نفیس وعمدہ اُس کے لئے بھیجے۔ جب ہارون رشید نے خبر پائی تو سب کفنوں کو واپس کر دیا اور اپنے پاس سے چار ہزار اشرفی کی قیمت کا کفن اسمٰعیل حمیری کی میت کے لئے بھیجا اور بزرگان بنی عباس اُن کے جنازہ پر حاضر ہوئے اور مہدی عباس نے اُن پر نماز پڑھی اور ہارون رشید کے حکم سے نہایت شان و تزک سے اُن کا جنازہ اُٹھایا گیا۔ ہزار ہا خلقت بغداد و کوفہ نے جنازہ کی مشایعت کی اور بہت سے علم ہائے سیاہ ساتھ تھے اور لوگ تکبیر و تہلیل بہ آواز بلند کہتے جاتے تھے۔

تمہید:۔

کیوں مومنین! مقام تصور اور جگہ خاک اُڑانے کی ہے کہ اسمٰعیل حمیری فقط ایک شاعر نامی و مداح اہلبیت علیہم السلام تھا اُس کی تجہیز و تکفین میں کیسا سامان و تزک ہوا اور سوائے

اہل بغداد کے کوفیوں نے فقط نوے کفن بھیجے مگر افسوس ہزار افسوس کہ اس شاعر کے ممدوح نے اور اہلبیت علیہم السلام اور اہل جنت کے سردار نے جب کربلا میں شہادت پائی اور جہاں لاکھوں اہل کوفہ و گروہ شام جو ادعائے اسلام کرتے تھے موجود تھے ایک کفن بھی کسی نے مظلوم کربلا کو نہ دیا۔ کفن دینا کیسا بلکہ جو لباس کہنہ جسم اقدس پر تھا اُس کو بھی ملاعین اُتار لے گئے۔

فریاد بر غریبی و بے یارے حسین علیہ السلام
نہ مرقد و نہ جنازہ نہ غسل نہ کافور
نہ فاطمہ علیہا السلام سر نعش و نہ زینب علیہا السلام رنجور
نہ مونسِ کہ کند نوحہ بر مصیبتِ او
نہ دوستے کہ کند فکر غسل و تربت او

کون گور و کفن کرتا سب عزیز و انصار تو پہلے ہی مارے جا چکے تھے اور اپنے آقا کی طرح خود گور و کفن کے محتاج پڑے تھے؟ ایک فرزند علیل جو بچ رہا تھا اُس کی اور اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسیری کا سامان ہو رہا تھا۔ خیموں میں آگ لگا دی گئی تھی۔

ربابہ کا گم ہونا:۔

راوی کہتا ہے کہ جب خیام حسینی جلنے لگے بے وارث بیبیاں، یتیم بچے جانوں کے خوف سے روتے پیٹتے خیموں سے باہر نکل پڑے اور صحرائے ہولناک میں منتشر ہو گئے۔ چھوٹے چھوٹے اطفال جا بجا چھپتے پھرتے تھے اور تحفہ حسینیہ میں عبداللہ پسر کامل دمشقی سے منقول ہے وہ کہتا ہے وقت شام بعد غارت اہلبیت علیہم السلام جب فوج کو سکون ہوا۔ میں کسی ضرورت سے مقتل کو گیا ایک آواز دردناک ایسی سُنی جیسے کوئی لڑکی اپنے باپ کی لاش پر روتی ہے، سنتے ہی دل تڑپ گیا بے اختیار رونے لگا۔ میں نے دیکھا کچھ بیبیاں برہنہ سر بال بکھرائے خاک چہروں پر لگائے وامحمداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واعلیاہ علیہ السلام کہہ کر ہر طرف دوڑی پھرتی ہیں اور رُو رُو کر کہتی ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی نواسیاں اس جنگل میں لُٹ گئیں

حسین علیہ السلام سا وارث و والی مارا گیا۔ دو پہر میں آباد گھر برباد ہو گیا' گودیاں ماؤں کی بچوں سے خالی ہو گئیں۔ اس وقت آپ کے نواسے کی بیٹی گم ہو گئی ہے نہ معلوم گھوڑوں کے پاؤں سے کچل کر مر گئی یا زندہ ہے اُن میں سے ایک بی بی قریب آ کر پوچھنے لگی:

یَا رَجُلُ هَلْ رَأَیْتَ صَبِیَّةً

''اے شخص تو نے کسی لڑکی کو بھی دیکھا ہے۔'' میں نے کہا دیکھا تو نہیں مگر ایک آواز دردناک نشیب کی طرف سے سُنی ہے کیا عجب وہ ہی بچی کسی کی لاش پر روتی ہو۔ سنتے ہی وہ بیبیاں اُس طرف یہ کہتی دوڑیں

یَا بِنْتَ الْمَظْلُوْمِ یَا بِنْتَ الشَّهِیْدِ

''اے حسین مظلوم علیہ السلام کی بیٹی اے امام شہید علیہ السلام کی لاڈلی کہاں ہو؟ جواب دو ہر چند اُن بیبیوں نے آواز دی کہیں سے کچھ صدا نہ آئی بے تاب ہو کر چلائیں اے حسین مظلوم علیہ السلام تمہاری بیٹی رباب نہیں ملتی ناگاہ حلق بریدہ سے امام حسین علیہ السلام کے آواز آئی:

یَا اُخْتَاهِ بِنْتِیْ هٰذِهٖ فِیْ جَنْبِیْ مَغْشِیَّةٌ

''بہن اُدھر آؤ بچی روتے روتے میرے پہلو میں غش کر گئی ہے کوئی پُرساں حال نہیں ہے۔'' عبداللہ کہتا ہے حسین علیہ السلام کی آواز سُن کر مجھے غش آ گیا پھر نہ معلوم اُن بیبیوں پر کیا گذری۔

شہیدوں کا سر بلند ہونا:۔

الغرض حضرات! دو روز عمر سعد نے وہاں مقام کر کے اپنے لشکر کے کشتہ ہائے نجس کو دفن کیا اور اجساد شہدائے کربلا کو اُسی طرح خاک و خون میں غلطاں بلا دفن چھوڑ دیا اور حکم دیا کہ سرہائے شہداء کو نیزوں پر علم کریں۔ مگر مومنین! بروایت صاحب کشاف کسی سر نے اپنے مقام سے حرکت نہ کی ہر چند زور آوروں نے قوت آزمائی کی مگر کچھ بس نہ چلا آخر ایک شقی بولا کیونکر ان شہیدوں کے سر نیزوں پر بلند ہوں اپنے آقا کا ادب کرتے ہیں۔

جب تک حسین علیہ السلام کا سر نوک سناں پر نہ چڑھایا جائے گا کوئی سر اپنی جگہ سے جنبش نہ کرے گا۔ پس بروایت زاد العاقبۃ عمر سعد نے حکم دیا حسین علیہ السلام کے سر کو نوک نیزہ پر رکھو ناگاہ حلق بریدہ سے آواز آئی:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَنِیْ مِنَ الصَّابِرِیْنَ وَ بَعَثَنِیْ مِنَ الشَّاکِرِیْنَ

عمر سعد خائف ہوا اور کہنے لگا لشکر میں کون ایسا ہے جو اس سر کو نیزہ پر علم کرے؟ خولی ملعون نے کہا اگر پانچ ہزار دینار دے تو میں ابھی تیرے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ عمر نے اقرار کیا۔ خولی نے سر اقدس کے قریب آ کر چاہا اُٹھائے پھر اُس سر بریدہ سے آواز آئی اے خولی تو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں ڈرتا چاہتا ہے کہ میرا سر نیزہ پر رکھ کر شہر بہ شہر پھرائے۔ اُس شقی نے کہا میں خوب جانتا ہوں کہ آپ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں مگر مجھے اطاعت امیر شام کی منظور ہے یہ کہہ کر چاہا کہ سر اقدس کو اُٹھائے دفعتہً ایک ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ تمام بدن سے کانپنے لگا۔ لیکن اُس دشمنِ خدا نے کچھ خوف نہ کیا سر اقدس کو اُٹھا کر ایک نیزہ طویل پر علم کیا اُس وقت سب شہیدوں کے سر سبک ہو گئے۔ ظالموں نے اپنے اپنے نیزوں پر نصب کیا اور کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ ؀

مجلس نمبر 66

- آیت بے ثباتی دنیا میں۔

- حکایت ایک فاسق کا زمانہ جناب موسیٰؑ میں بہ سبب محبت جناب رسول خدا ﷺ نجات پانا۔

- روایت فرنگن

مجلس نمبر 66

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یٰا قَوْمِ اِنَّمَا ھٰذِہِ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ وَاِنَّ الْاٰخِرَۃَ ھِیَ دَارُ الْقَرَارِ

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ مومن میں اپنے حبیب ﷺ سے بطور حکایت ارشاد فرماتا ہے کہ خربیل مومن آل فرعون نے بطریق ہدایت کہا اے میرے قوم والو زندگانی دنیا نہیں ہے لیکن مایۂ قلیل کہ لطف وحظ اُس کا جلد گذر جاتا ہے اور وبال ومظلمہ اُس کا باقی رہ جاتا اور ہمیشہ رہنے کی جگہ آخرت ہے اُس کو کبھی زوال نہیں پس اس دار فانی پر مغرور نہ ہو اور سرائے باقی کو چھوڑ کے اس کو اختیار مت کرو۔'' حضرات ظاہر ہے کہ انسان کی زندگانی ناپائیدار اور عیش دنیا بے اعتبار ہے کوئی کتنی ہی عمر دراز بسر کرے کتنے ہی لذات سے کامیاب ہو آخر مر جاتا ہے اور انجام کار فنا ہے۔ انسان کو چاہئے کہ اپنی عمر عزیز کو خدا کی اطاعت وبندگی ہی میں بسر کرے اور جو امر اُس کے خلاف ہے عمل میں نہ لائے گناہوں سے اپنے کو بچاتا رہے اگر کوئی معصیت سرزد ہو جائے تو نادم و پشیمان ہو کر فوراً توبہ کرے۔ حق تعالیٰ تواب الرّحیم ہے اُمید قوی ہے کہ وہ اپنی رحمت واسعہ سے اُس کے گناہوں کو بخش دے۔ اکثر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص عمر بھر انواع واقسام کے گناہوں میں مبتلا رہا اور اُس سے ایک کارِ خیر بھی مرضی الٰہی کے موافق ظہور میں آیا تو حق تعالیٰ نے اسے ایک حسنہ ونیکی کے عوض میں اُس کے تمام عمر کے گناہوں کو بخش دیا ہے۔

ایک فاسق کا زمانہ جناب موسیٰؑ میں بسبب محبت جناب رسول خداؐ نجات پانا:-

چنانچہ معارج النبوۃ میں منقول ہے کہ زمانہ بنی اسرائیل میں ایک مرد ایسا گنہگار تھا جس نے دو سو برس عمر اپنی فسق و فجور میں بسر کی تھی اور انواع واقسام کے فساد برپا کرتا تھا۔ جس سے بندگانِ خدا کو تکلیفیں پہنچتی تھیں ناگاہ زمانہ موت آ پہنچا جب مر گیا بنی اسرائیل بہت خوش ہوئے شکر خدا بجالائے۔ لکھا ہے کہ ایسی ایذائیں اُٹھائیں تھیں کہ اُس کے مرنے کے بعد کوئی تجہیز و تکفین پر بھی آمادہ نہ ہوا میّت کو اسی طرح ایک مزبلہ پر پھینک آئے لیکن رحمت پروردگار کو خیال کرنا چاہئے۔ جبرائیل علیہ السلام سے خطاب ہوا موسیٰ علیہ السلام کو بعد سلام پیغام پہنچاؤ کہ ایک دوست ہمارا دنیا سے گذر گیا ہے۔ بنی اسرائیل نے اُس کی لاش مزبلہ پر پھینک دی ہے تم جا کے وہ میّت اُٹھا لاؤ اور خود تجہیز و تکفین میں مشغول ہو۔ سارے بنی اسرائیل کو حکم کرو جنازے پر نماز کو حاضر ہوں کہ اُس پر نماز کے پڑھنے کی برکت سے یہ لوگ بھی بخشے جائیں۔ کلیم اللہ علیہ السلام فرمانِ الٰہی پاتے ہی مزبلہ پر تشریف لائے دیکھا کہ وہ ہی مرد گنہگار ہے جس نے تمام زندگی گناہوں میں بسر کی خلق خدا کو تکلیفیں دیتا رہا۔ بہت متحیر ہوئے کہ ایسے فاسق کو ایسا حکم الٰہی کیونکر ہوا لیکن فرمان باری میں کیا چارہ تھا' مزبلہ سے اُٹھا لائے اور بہ عزت واحترام غسل وکفن دیا پھر بنی اسرائیل کے ساتھ نماز پڑھ کے دفن کر دیا۔ بعد فراغت درگاہِ الٰہی میں عرض کی پروردگارا یہ بندۂ گنہگار کس سبب سے تیری رحمت کا سزاوار ہوا۔ مومنین! جناب موسیٰ علیہ السلام نے فارغ ہونے کے بعد سوال کیا قبل کیوں نہیں پوچھا ظاہراً اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے پوچھنے سے گمان تھا کہ امتثال امر ایزدی میں کچھ تامل ہے اس لحاظ سے بعد تعمیل حکم کے خدا سے اُس حکم کی وجہ کا سوال کیا۔ بہر کیف وحی نازل ہوئی اے موسیٰ علیہ السلام جس قدر بنی اسرائیل اُس کے گناہوں سے واقف ہیں اُس سے کہیں زیادہ اُس نے گناہ کیے تھے لیکن ایک روز یہ بندہ گنہگار توریت کو دیکھتا تھا ایک مقام پر میرے

حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ جو زمان آخر میں مبعوث ہوں گے اُن کے فضائل لکھے دیکھے میرے حبیب ﷺ کی محبت اُس کے دل میں پیدا ہوئی اور اُس ورق کو جس پر وہ نام لکھا تھا اُٹھا کر تعظیماً آنکھوں پر رکھا میں نے اس امر خیر اور خلوص خاص کی برکت سے اس کے بالکل دوسو برس کے گناہوں کو بخش دیا اور اپنے مقربین خاص سے گردانا۔

تمہید:۔

مومنین! مقام تصور ہے کہ جس حال میں رسول خدا ﷺ کے فضائل لکھے دیکھ کر ایک شخص فاسق و فاجر کے دل میں محبت پیدا ہوئی اور ایک دفعہ اسم پاک کو دیکھ کر اُس کی تعظیم کی فقط اتنے حسن اعتقاد پر دوسو برس کے گناہ حق تعالیٰ نے بخش دیئے اور اپنے مقربین سے گردانا اور آپ حضرات تو ابتدائے عمر سے خاتم الانبیاء ﷺ کا نام نگینۂ دل میں نقش رکھتے ہیں۔ اُن سے اور ان کی اولاد سے جس عقیدت کیا مؤدّت و جاں نثاری کا دعویٰ کرتے ہیں حق تعالیٰ کے نزدیک آپ لوگوں کی کیسی قدر و منزلت ہوگی اور روز قیامت انشاءاللہ اُس کی رحمت و کرامت کے مستحق و سزاوار اور کس درجہ مقرب بارگاہ پروردگار رہوں گے اور اہلبیت نبوت ﷺ کی محبت والفت کی علامت یہ ہے کہ جب ان حضرات کے فضائل و مناقب بیان ہوں تو خود بخود دل مسرور ہو جائیں اور جس وقت ان خاصان خدا کی مظلومی و مصیبت کا ذکر ہو بے اختیار قلب حزن درد میں آئیں اور محزون و دردناک ہونے کا نشان یہ ہے کہ بے ساختہ چشموں سے اشک ٹپک پڑیں۔

روایت فرنگن:۔

فی الواقع مومنین ان حضرات پر خصوصاً جناب سید الشہداء علیہ السلام پر وہ مصیبتیں پڑی ہیں جن کو سن کے مومن کیا کافروں کے دل بھی پانی ہو گئے ہیں۔ انسان تو انسان ہیں جانورانِ صحرا تک آپ کے غم میں روئے ہیں۔ چنانچہ صاحب خلاصۃ المصائب نے عبداللہ بن اسود سے اور اُس نے ایک زن نصرانیہ سے روایت کی ہے اُس عورت کا بیان ہے کہ جس

سال واقعۂ کربلا ظہور میں آیا اُس سال تجار کے ہمراہ میں نے بھی عراق کا سفر کیا تھا وقت مراجعت بارہویں محرم کوزمین کربلا پر پہنچے۔ وہاں پہنچتے ہی خود بخود دل امنڈ نے لگا یہی جی چاہتا تھا خوب روئے گمان ہوا شاید وطن میں کسی عزیز نے قضا کی ہے۔ رفع ملال کی نیت سے ایک کنیز کو ساتھ لے کر صحرا کی طرف چلی تھوڑی دُور گئی تھی کہ بہت سے جانوروں کو دیکھا کچھ تو بالائے ہوا نوحہ وزاری کرتے ہیں اور بعض خاک پر گر کے لوٹتے ہیں اور روتے ہیں پھر ایک مقام پر جمع ہو کے بہت شور وفغاں کرتے ہیں۔ مجھے ظن غالب ہوا کہ ان پرند کا بادشاہ یہاں مارا گیا ہے یہ سب جمع ہو کے رسم تعزیت بجالاتے ہیں۔ اسی خیال میں آگے جو بڑھی ایک بلندی ملی اُس بلندی پر جو گئی تو ایک صحرائے وسیع خون سے تمام سرخ نظر آیا۔ سمجھی شاید کوئی بڑا قافلہ اُترا تھا اہل کارواں نے اس قدر گوسفند ذبح کیے ہیں کہ تمام زمین لہو سے لال ہوگئی ہے۔ تھوڑا اور آگے گئی تو آہ آہ کیا دیکھتی ہوں کہ قریب سو آدمیوں کے سراپا زخموں سے چور سر کٹے پڑے ہیں اُن میں ایک لاش رُو بقبلہ خاک وخون میں غلطان ایسی ہے کہ جس کے تن پر صدہا زخم تلواروں کے اور ہزارہا سوراخ تیروں کے ہیں اور اُس جسد پاش پاش سے مشک وعنبر کی بو آتی ہے۔

قُلْتُ وَ اللّٰهِ قُتِلَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ

''میں نے کہا قسم بخدا یہ شخص نماز میں بلکہ عین سجدہ میں ذبح ہوا ہے۔''

وَ فِیْ جَنْبِهٖ طِفْلٌ مَذْبُوْحٌ

''اور اُس لاش بے سر کے پہلو میں ایک بچہ کی میت دیکھی۔'' کہ خون گلے سے جاری ہے اور اپنا ننھا سا ہاتھ زخم پر رکھے ہے۔ نزدیک جا کے گلے سے ہاتھ اُٹھایا دیکھا گلوئے نازک میں تیر کا ایک سوراخ ہے دیکھتے ہی دل امنڈ آیا آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اپنی چادر سے بدن کا لہو پونچھ کے زخم پر بوسہ دیا گلے سے لگا لیا اور رُو رُو کے میں نے کہا وائے بے کسی تیری اے فرزند مظلوم اگر تیرے ماں باپ تجھ کو اس طرح دیکھتے نہ معلوم اپنا کیا حال کرتے یقین ہے پیٹتے پیٹتے ہلاک ہو جاتے یہ کہہ کے بہت روئی اور اُس کے قاتل

پر نفریں کی۔ مومنین! اُس فرنگن کو یہ خبر نہ تھی کہ اس بچہ نے اپنے باپ ہی کے ہاتھوں پر تیر ستم کھایا ہے اور اپنی ماں ہی کے سامنے آغوش اجل میں سویا ہے۔ بہر کیف یہ نصرانیہ کہتی ہے کہ وہ لاش جو قبلہ رُو پڑی تھی دیکھا کہ اُس پر جانورانِ سفید رنگ اپنے پروں کو کھولے سایہ فگن ہیں یہ امر عجیب دیکھ کے میں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ سب کشتوں کا یہ سردار ہے اور بے شک مثل سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے مقربانِ خدا سے ہے کہ جانورانِ صحرا اس کی لاش پر پروں کا سایہ کیے ہیں اور اُس کی غربت پر روتے ہیں۔ کنیز بولی اے بی بی حضرت سلیمان علیہ السلام پیمبر تھے ان کشتوں کو اُن سے نسبت نہ دو۔ میں نے کہا اے بے بصیرت تو نہیں جانتی کہ سلیمان علیہ السلام کی حیات میں جانور اطاعت کرتے تھے اور اس بزرگ کے بعد مرگ بھی متابعت کرتے ہیں بخدا یہ مقتول سلیمان علیہ السلام سے کہیں بہتر ہے۔ الغرض قافلہ میں آکے میں نے سب ماجرا بیان کیا اور کہا تم لوگ بھی چل کر دیکھو اور پہچانو کہ یہ کشتے کس ملک کے باشندے ہیں۔ اکثر لوگ قافلہ کے جمع ہو کے آئے اور دیکھ کر کہنے لگے یہ لوگ حجازی معلوم ہوتے ہیں اور دست و پا ان کے اہل مدینہ سے مشابہ ہیں اگر بدنوں پر سر ہوتے تو بعض کو پہچان بھی لیتے مگر یہاں کے زمینداروں سے یقیناً ان کا حال مفصل معلوم ہوگا۔ الغرض چند زمینداروں کو بلا کر جو استفسار حال کیا تو وہ لوگ کہنے لگے آہ آہ ہم لوگ ان کا احوال کیا کہیں دوسری تاریخ محرم کی تھی کہ ہم نے دُور سے دیکھا کہ ایک قافلہ چلا آتا ہے اُس میں کچھ عماریاں ہیں کچھ محملیں ہیں اور تھوڑے لوگ نہایت شان و شوکت کے عربی گھوڑوں پر سوار اُن میں کچھ مُسن کچھ کم سن ہیں اور سب کے سب اُن عماریوں کو محملوں کو اس طرح اپنے حلقہ میں لیے ہیں جیسے کوئی شہزادیوں کی سواری کے اہتمام میں رہے اور اُن سے دُور دُور چاروں طرف اور بھی تھوڑے سوار و پیدل ہیں۔ آخر کو وہ قافلہ آکر اسی زمین پر اُترا چوتھی تاریخ کو سردار لشکر نے ہم لوگوں کو طلب کیا جب حاضر ہوئے دیکھا کہ ایک بزرگوار جس کے چہرۂ نورانی سے سطوت و جلالت شاہانہ آشکار ہے ایک طفل ماہ طلعت کو زانو پر لئے بیچ میں جلوہ گر ہے اور سب خویش و رفقا پاکیزہ صورت نیک سیرت جن کے چہروں سے صلح و

تقویٰ ہویدا ہے گردو پیش ایستادہ ہیں۔ ہر ایک بزرگوار کمال لطف وکرم سے پیش آیا اتنے میں ظہر کا وقت ہو گیا ہم نے دیکھا کہ ایک جوان سبزہ آغاز آفتاب کی صورت خیمہ سے برآمد ہوا اور رُو بقبلہ کھڑے ہو کے نہایت خوش آواز سے اذان کہی۔ ایک شخص سے پوچھا یہ جوان رعنا کون ہے اُس نے کہا اسی امیر کا فرزند ہے علی اکبر علیہ السلام نام ہے غرض وہ سردار آگے کھڑا ہوا اور سب نے اُس کے پیچھے نماز پڑھی فراغت نماز کے بعد اُس سردار نے ہمیں قریب بلایا اور نہایت نرم زبانی سے فرمایا ہم غریب الوطن اپنے شہر و دیار سے آوارہ ہو کے تمہارے جوار میں اِس زمین پر وارد ہوئے ہیں اگر رسم ترحم کو ہاتھ سے نہ جانے دو اور مروّت و ہمت کو کام فرماؤ تو یہ زمین ہمارے ہاتھ بیچ کرو کہ ہم اس زمین پر ایک شہر بسائیں۔ سردار نے یہ باتیں ایسے لب ولہجہ میں فرمائیں کہ ہم سب کے دل ہل گئے آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اُس کے عزیز واصحاب کو جب معلوم ہوا کہ ہمارا سردار یہیں کی سکونت کا قصد مصمم رکھتا ہے' اب وطن کو نہ جائے گا سب کے سب شدت سے رونے لگے خیمہ گاہ سے بھی بیبیوں کے بچوں کے رونے پیٹنے کی آواز آنے لگی۔ بہرکیف ہمیں ساٹھ ہزار درہم قیمت اس زمین کی دی اور خود اُٹھ کے چار حدیں مقرر کیں اور فرمایا:

قَدِ اخْتَارَ اللّٰهُ لَنَا یَوْمَ دَحْوِ الْاَرْضِ

''جس روز سے یہ زمین خلق ہوئی ہے اُسی روز سے حق تعالیٰ نے اس جگہ کو میرے لئے اختیار کیا ہے۔''

وَ جَعَلَهَا مَعْقِلًا لِشِیْعَتِنَا وَلَهُمْ اَمَانٌ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ

''اور اس مقام کو حق تعالیٰ نے ہمارے دوستوں وشیعوں کے واسطے جائے ورود و بازگشت قرار دیا ہے اور دنیا وآخرت میں یہ سرزمین اُن کے واسطے باعث امن وامان ہے۔''

الحاصل ہم جب قیمت لے کے رخصت ہونے لگے تو اُس سردار نے فرمایا یہ زمین بھی میں تم کو دو شرطوں پر بخشتا ہوں اوّل یہ کہ چند قبریں خاص جو ہم غریبوں کی یہاں پر بنیں گی اُن پر زراعت نہ کرنا اور جو زائر ہمارا پوچھتا آئے اُنہیں قبروں کا نشان بتادینا۔ دوسری شرط یہ ہے

کہ ہمارے زائر کو تین دن مہمان رکھنا اور اُن کے ساتھ خوش خلقی واحسان سے پیش آنا اور زائروں کو اس جوار میں کسی طرح ایذا پہنچنے نہ پائے ہم نے قبول کیا۔ الغرض تین دن کے بعد یعنی ساتویں سے فوج کوفہ سے آنے لگی۔ آٹھویں کو تمام صحرا لشکر سے بھر گیا اور اس جماعت قلیل پر پانی بند کر دیا۔ ہر چند اُس سردار نے چاہا کہ صلح ہو کسی طرح مصالحہ نہ ہوا اہل کوفہ اُس کو بیعت یزید کی تکلیف دیتے تھے اور وہ کلمہ لاحول پڑھ کے انکار کرتے تھے۔ یہاں تک کہ دسویں محرم کو جنگ چھڑ گئی پہلے اُس کے رفقاء پیر و جوان خوب لڑے اور مارے گئے بعد اُس کے نوبت خویش واقربا کی پہنچی۔ ہر چند عزیزوں میں کئی لڑکے بہت کم سن تھے مگر ایک ایک طفل صغیر انبوہ کثیر کو قتل کر کے شہید ہوتا تھا یہاں تک کہ وہ سب بھی قتل ہو گئے۔ کوئی باقی نہ رہا خود اُس سردار کو اپنی جان دینے کے سوا کچھ چارہ نہ ہوا۔ رخصت کیلئے خیمہ میں گیا اُس وقت اہل حرم کے نوحہ و ماتم کی ایسی صدا بلند تھی معلوم ہوتا تھا زمین سے آسمان تک انسان و ملائکہ سب کے سب روتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد پردہ اُٹھا اور وہ بزرگوار روتا ہوا برآمد ہوا اور اکیلا میدان میں آیا بھوک پیاس کی شدت' آفتاب کی حدت سے نڈھال ہو رہا تھا۔ دل پر رفیقوں کے' عزیزوں کے داغ بدن پر تیروں کے زخم تھے لڑنے کی طاقت کہاں تھی اس حال میں بھی وہ حملۂ شیرانہ کیا کہ دم بھر میں ساری فوج کو پسپا کر دیا لیکن دو تین حملوں میں خود بھی ایسے زخمی ہو گئے کہ زمین فرس پر سنبھلنا مشکل ہوا کثرت جراحات سے زمین پر آرہے اور خاک پر آتے ہی عبادت خالق میں مشغول ہوئے۔ عین سجدہ میں کسی نے سر کو بدن سے قلم کر لیا دفعتہً خوف ناک آندھی چلنے لگی زمین کو زلزلہ ہوا ہم سب اپنے گھروں میں چھپ رہے شام کو جو آئے دیکھا اُس سردار کے خیمے جلے پڑے ہیں اور وہ بیبیاں جو عماریوں میں محملوں میں سوار آئی تھیں اور اُن کے عزیز و اقربا اُن کی پردہ داری میں کمال اہتمام کرتے تھے وہ سب خواتین عظمیٰ شتران برہنہ پر بالوں سے منہ چھپائے سوار ہیں۔ کسی کے سر پر چادر نہیں ہے اور اپنے وارثوں کے غم میں جو خاک اُڑائی ہے تمام بدن گرد و غبار سے آلودہ ہو گیا ہے اور وہ طفل صغیر جو سردار کے زانو پر بیٹھا تھا اُس کو تیر ستم کھایا

دیکھا اور وہ جوان رعنا جس نے اذان دی تھی اُس کا سر نیزہ پر علم پایا اور ایک جوان کم سن کو دیکھا کہ بیمار ہے اور اُسی حالت میں طوق وزنجیر میں گرفتار ہے۔ الغرض شہیدوں کے سر نیزوں پر چڑھا کے اور بیبیوں کو برہنہ اونٹوں پر بٹھا کے کوفہ کی جانب لشکر روانہ ہو گیا اور ایک شتر کی مہار اُسی بیمار قیدی کے ہاتھ میں دے کے پیدل لے گئے اور اہل کوفہ نے اپنے کشتوں کو تو دفن کیا مگر ان شہیدوں کو یوں ہی چھوڑ دیا۔ ہم لوگ حاکم کے خوف سے دفن نہیں کر سکتے ہیں چاہتے ہیں کہ جب لشکر دُور چلا جائے تو ہم ان کے دفن کی تدبیر کریں۔ اہل قافلہ نے پوچھا کہ ان کے سردار کا نام ونسب بھی کچھ معلوم ہوا زمینداروں نے کہا سردار کی لاش تو وہی ہے جس پر جانور روتے ہیں تا وقت شہادت نام معلوم نہ تھا لیکن جب اُس کا سر کٹ گیا اور زمین متزلزل ہوئی اُس وقت ایک ہاتف کی آواز سُنی کہ وہ یہ کہتا تھا:

اَلَا قُتِلَ الْحُسَیْنُ علیہ السلام اَلَا ذُبِحَ الْحُسَیْنُ

''لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ حسین علیہ السلام پیاسا قتل ہو گیا اے اہل زمین واقف ہو کہ حسین علیہ السلام تشنہ لب ذبح ہو گیا۔'' اہل قافلہ نام حسین علیہ السلام سنتے ہی پیٹنے و خاک اُڑانے لگے اور کہنے لگے حسین علیہ السلام تو سارے حجاز و یثرب میں سوائے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور کوئی نہیں ہے۔ ہائے علی علیہ السلام کا پسر فاطمہ علیہا السلام کا لعل مارا گیا۔ وہ فرنگن جب اس واقعہ سے مطلع ہوئی دوڑ کر لاش اقدس پر گر پڑی اور بولی اے آقا گواہ رہنا میں مسلمان ہوئی۔ روز قیامت میری شفاعت کرنا اور حضرت کا خون لے کر اپنے ماتھے پر مل لیا اور عرض کرنے لگی اے مولا جب روز قیامت حق تعالیٰ کو تمہاری مادر گرامی اپنی پیشانی خون آلودہ دکھائیں گی اُس وقت میں بھی اپنا ماتھا لہو بھرا دکھاؤں گی۔ تمام اہل قافلہ لاش کے گرد حلقہ باندھ کے اتنا روئے وپیٹے اور اس قدر ماتم وسینہ زنی کی کہ ہر ایک غش کھا کھا کر گر پڑا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

مجلس نمبر 67

- آیت سکینہؑ اور جناب امیرؑ کی ایک کنیت ابوالنواۃ بھی تھی۔
- پیوند مصائب۔
- امامؑ کا لب وچشم بند کرنا۔

مجلس نمبر 67

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ھُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْا اِیْمَانًا مَعَ اِیْمَانِھِمْ ○

"حق سبحانہ وتعالیٰ سورۃ الفتح میں ارشاد فرماتا ہے یعنی اللہ وہی ہے جس نے مومنین کے دلوں میں اُس چیز کو بھیجا جو باعث سکون وثبات تھی تاکہ وہ لوگ اپنے ایمان سابق پر اور بھی ایمان کو زیادہ کریں۔" ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

اِنَّ اَوَّلَ مَا اَتَاھُمْ بِہٖ النَّبِیُّ تَوْحِیْدُ فَلَمَّا اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَحْدَہٗ اَنْزَلَ الصَّلٰوۃَ وَ الزَّکٰوۃَ ثُمَّ الْحَجَّ ثُمَّ الْجِھَادَ ثُمَّ وِلَایَۃَ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فَازْدَادُوْا اِیْمَانًا اِلٰی اِیْمَانِھِمْ وَ اَتَمُّوْہُ بِوِلَایَۃِ عَلِیٍّ علیہ السلام ○

"پہلے جو چیز پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت کے واسطے لائے وہ توحید تھی جب وہ توحید کے قائل ہوئے تب آپ نے نماز پڑھنے وزکوٰۃ دینے کا حکم دیا جب اس کو بھی قبول کیا اُس وقت حج وجہاد کو فرمایا اس کے بعد علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت اُن پر واجب کی پس یہ لوگ ایمان پر ایمان بڑھاتے گئے یہاں تک کہ ولایت علی بن ابی طالب علیہ السلام قبول کر کے کامل الایمان ہو گئے۔"

جناب امیرؑ کی ایک کنیت ابوالنواۃ تھی:۔

حضرات جس طرح ولایت شاہ ولایت ضروری ہے اُسی طرح اس محبت وولا کا مقتضی یہ سمجھنا چاہیئے کہ فضائل ومعجزات کا حضرت کے اعلان وبیان کرنا لازم ہے لیکن فضیلتیں غیر متناہی ہیں کہاں تک کوئی لکھ سکتا ہے میں بنظر سرور مومنین یہاں ایک معجزہ اُس جناب کا لکھتا ہوں

رَوَی الْقَسْطَلَانِیّْ فِیْ تَخْرِیْجَاتِہٖ اَنَّ عَلِیًّا فِیْ صِغَرِہٖ کَانَ یُکَنّٰی بِاَبِی النَّوَاۃِ

''قسطلانی نے کہ علمائے اہلسنت سے ہیں اپنی بعض تالیفات میں روایت کی ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام ایامِ طفلی میں جب چند سال کے تھے کنیت آپ کی ابوالنواۃ تھی۔'' لفظی ترجمہ اس کا ظاہر ہے کہ نواۃ تخم خرما کو کہتے ہیں ابوالنواۃ کے معنی یہ ہوئے کہ صاحب تخم خرما۔

وَ سَبَبُ ذٰلِکَ اَنَّ مُشْرِکِیْ قُرَیْشٍ وَ الْمَرَدَۃَ مِنْھُمْ کَانُوْا یُؤْذُوْنَ النَّبِیَّ بِاَنْوَاعِ الْاَذَایَا حَتّٰی اَنَّہٗ سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ سُمَّ مِنْھُمْ مِرَارًا یَقُوْلُ مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ مِثْلَ مَا اُوْذِیْتُ۝

''اس کنیت کا سبب یہ تھا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبل بعثت بھی کفار قریش بہت ستایا کرتے تھے ہر وقت درپے ایذارسانی وجان ستانی کے رہا کرتے تھے یہاں تک کہ کئی مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر بھی دیا۔ قدرت خدا سے اثر نہ ہوا اس قدر اُن کے ہاتھوں سے آپ متاذی ہوئے تھے کہ فرماتے تھے جیسے میں نے ایذا اُٹھائی ہے کسی نبی نے اپنی اُمت سے اس قدر تکلیف نہیں اُٹھائی۔

وَ ذٰلِکَ اَنَّهُمْ کَانَ اِذَا مَرَّ فِی الطَّرِیْقِ یَکْمُنُوْنَ لَهٗ فِیْ اَبْوَابِ دُوْرِهِمْ وَ یَضْرِبُوْنَ رَاْسَهٗ وَ قَدَمَیْهِ بِالْحِجَارَةِ حَتّٰی یَسِیْلَ دَمُهٗ

"یہ کیفیت تھی جب حضرت گلی کوچوں میں، راہوں سے گذرتے تھے کفار کمین گاہ میں اپنے دروازوں پر چھپ چھپ کر بیٹھے تھے اور زد کا موقع پا کے اینٹوں سے اور پتھروں سے اس طرح مارتے تھے کہ تمام سراپا سے آپ کے خون جاری ہوتا تھا۔"

وَ هُوَ یَرْفَعُ رَاْسَهٗ وَ یَدْعُوا اللّٰهَ اَنْ یَعْفُوْ عَنْهُمْ وَ یَقُوْلُ یَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ جُهَّالٌ وَ لَا تَغْضَبْ عَلَیْهِمْ وَ کَانَ هٰذَا دَابُهٗ مَعَهُمْ وَ ذَاکَ دَابُهُمْ مَعَهٗ

"اور اُس جناب کے حلم وشفقت کا یہ حال تھا کہ ان سب تکلیفوں پر بھی سر مبارک سوئے آسمان بلند کر کے فرماتے تھے پروردگارا یہ لوگ جاہل و نادان ہیں میری قدر و منزلت سے واقف نہیں تو ان کی جہالت و کم عقل پر رحم فرما جتلائے عذاب نہ کر الله الله اُن کی تکلیف دہی تو آپ کے ساتھ وہ تھی اور آپ کی رحم دلی اور نوازش کا اُن کے ساتھ یہ حال تھا۔"

وَ کَانَ عَلِیٌّ صَغِیْرًا لِسِنٍّ کَمَا هُوَ عَجْرٰی عَادَةِ الْاَطْفَالِ فَفَطَنَ لَهٗ یَوْمًا فَرَاٰهُ یَخْرُجُ مِنْ عِنْدِهِمْ سَالِمًا صَحِیْحًا مُعَافًا وَ یَاْتِیْهِمْ لَیْلًا مُجَرَّحًا مُدَمًّا فَعَجَبَ مِنْ هٰذِهِ الْحَالَةِ

"جناب امیر علیہ السلام اُس زمانہ میں بہت چھوٹے تھے بچوں کے ساتھ کھیلنے کے دن تھے ظاہر ہے کہ ایسے زمانہ میں کسی بات کا لحاظ نہیں ہوتا ہے مگر آپ نے ایک مرتبہ خیال کیا اس کا کیا سبب ہے کہ میرے پسر عم جب گھر سے باہر جاتے ہیں صحیح وسالم جاتے ہیں اور

جب گھر کے آتے ہیں تو ایسی حالت سے آتے ہیں کہ سراپا زخمی ہوتے ہیں اور زخموں سے خون جاری ہوتا ہے۔"

وَ كَانَ مُحَمَّدُ قَدْ كَفَلَتْهُ أُمُّ عَلِيٍّ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَسَدٍ مِنْ حِينَ مَاتَتْ أُمُّهُ آمِنَةُ بِنْتُ وَهْبٍ وَ كَانَتْ فَاطِمَةُ لَا تَنَامُ اللَّيْلَ حَتَّى يَنَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَ لَا تَأْكُلُ وَ لَا تَشْرَبُ حَتَّى يَأْكُلَ الرَّسُولُ وَ يَشْرَبَ وَ كَانُوا كُلُّهُمْ قَدْ غَفَلُوا عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ

"یہ اُس زمانہ کا حال ہے کہ جناب سید المرسلین ﷺ و حضرت امیر المومنین علیہ السلام دونوں بزرگوار ایک گھر میں رہتے تھے اور ساتھ ہی پرورش پاتے تھے۔ لکھا ہے جیسے جناب رسالت مآب ﷺ کی مادر گرامی آمنہ بنت وہب نے رحلت فرمائی اُس دن سے حضرت کی پرورش و تربیت بالکل جناب امیر علیہ السلام کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد کے ساتھ متعلق تھی اور اُن مخدومہ کی محبت کا یہ حال تھا کہ رات کو گھر کے سب لوگ سو رہتے تھے مگر جب تک رسول خدا ﷺ کھا پی کے آرام نہ کرتے تھے اُس وقت تک وہ بھی نہ کچھ کھاتی پیتی تھیں نہ سوتی تھیں۔"

فَلَمَّا فَطِنَ عَلِيٌّ نَامَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ قَلِقًا لَمْ يَأْكُلْ وَ لَمْ يَشْرَبْ حَتَّى أَصْبَحَ الصَّبَاحُ

"بہر حال جس دن امیر المومنین علیہ السلام نے رسول خدا ﷺ کی اس حالت کا خیال کیا اُس دن مارے قلق کے شب کو نہ کچھ کھایا نہ پیا بے آب و دانہ سو رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔"

فَلَمَّا خَرَجَ فِي الْغَدَاةِ رَسُولُ اللهِ ﷺ خَرَجَ عَلِيٌّ علیہ السلام خَلْفَهُ وَ لَمْ يَعْلَمْ بِهِ أَحَدٌ فَنَظَرَ عَلِيٌّ إِلَى

قُرَیْشٍ وَ هُمْ فِیْ اَبْوَابِ دُوْرِهِمْ كُلَّمَا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ضَرَبُوْهُ بِالْحِجَارَةِ عَلٰی رَاْسِهٖ وَ قَدَمَیْهِ○

''صبح کو جب وہ حضرت گھر سے باہر چلے جناب امیر علیہ السلام بھی چپکے سے آپ ﷺ کے پیچھے ساتھ ہو لئے۔ آگے بڑھ کے دیکھا کفار قریش گھروں کے دروازوں پر پوشیدہ ہیں جدھر سے پیغمبر خدا ﷺ گذرتے ہیں وہ لوگ پتھروں سے اُس جناب کو مارتے ہیں۔''

فَجَعَلَ عَلِیٌّ یَبْكِیْ لِمَا یَرٰی مِنْ حَالِهٖ وَ اَخَذَ یَجْمَعُ النَّوٰی وَ یَجْمَعُ النَّوٰی وَ یَجْعَلُهَا فِیْ حِجْرِهٖ وَ هُوَ یَبْكِیْ حَتّٰی جَآءَ اِلَی الدَّارِ

''حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام یہ کیفیت دیکھ کر بے اختیار رونے لگے بچپنا تھا کسی سے لڑنے کے قابل نہ تھے خُرمے کی گٹھلیاں جو راہ میں پڑی تھیں اُٹھا اُٹھا کے اپنی گود میں رکھ لیں اور اُسی طرح روتے ہوئے گھر میں واپس آئے۔''

فَكُلَّمَا اَرَادَتْ اُمُّهٗ اَنْ تُسَكِّنَهٗ وَ تُهَجِّعَهٗ لَمْ یَسْكُنْ وَ لَمْ یَضْجَعْ وَ كُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ یَنْظُرُوْا مَا فِیْ حِجْرِهٖ لَمْ یُمَكِّنْهُمْ وَ كَانَ قَابِضًا عَلٰی حِجْرِهٖ بِیَدِهٖ وَ كَانَتْ یَدُهٗ كَزُبَرِ الْحَدِیْدِ لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی فَكِّهَا

''کس کس طرح آپ کی والدہ تسکین دیتی تھیں اور چپ کراتی تھیں مگر تسکین نہ پاتے تھے اور چپ نہ ہوتے تھے اور ہر چند لوگ چاہتے تھے دیکھیں آپ گود میں کیا لئے ہیں کسی کو دیکھنے نہ دیتے تھے اور اس طرح مٹھی سے گرتے کو تھامے ہوئے تھے جیسے قبضہ فولاد ہو کوئی کھول نہ سکتا تھا۔''

فَلَمَّا اَصْبَحَ الصَّبَاحُ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰی عَادَتِہٖ وَ خَرَجَ عَلِیٌّ خَلْفَهٗ وَ لَمْ يَعْلَمُوْا بِہٖ

''غرض جب دوسری صبح ہوئی اور رسول خدا ﷺ حسب معمول باہر چلے جناب امیر علیہ السلام بھی اُن گٹھلیوں کو لئے چپکے سے پیچھے پیچھے ساتھ چلے۔''

فَلَمَّا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلٰی قُرَيْشٍ اَخَذَ اَحَدُهُمْ حَجَرًا فَرَمٰی بِہٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

یوں ہی اُن کفار قریش کے گھروں تک گذرے ایک شقی کو دیکھا کہ اُس نے پیغمبر ﷺ کی طرف پتھر پھینکا۔

فَاَخَذَ عَلِیٌّ نَوَاةً مِنْ تِلْكَ النَّوٰی الَّتِیْ جَمَعَهَا فِیْ حِجْرِہٖ

امیر المومنین علیہ السلام نے وہ تخمہائے خرما جو گود میں جمع کیے ہوئے تھے اُن میں سے ایک گٹھلی کو باہر نکالا۔

فَجَعَلَهَا بَيْنَ سَبَّابَتِہٖ وَ رَمٰی ذٰلِكَ الْقُرَشِیَّ فَكَانَتْ كَالسَّهْمِ اِذَا مَرَقَ مِنَ الْقَوْسِ فَاَصَابَتْ ظَهْرَ الرَّجُلِ وَ خَرَجَتْ مِنْ صَدْرِہٖ فَوَقَعَ مَيِّتًا

''اور اُس گٹھلی کو دو اُنگلیوں سے اُس کی جانب پھینکا وہ تخم خرما اس طرح چلا جیسے کمان سے تیر جاتا ہے اور اُس کافر قریشی کی پشت میں پیوست ہو کے سینہ سے پار ہو گیا اور وہ ملعون زمین پر گر کے جہنم میں پہنچ گیا۔''

فَفَعَلَ ذٰلِكَ خَمْسَ دَفْعَاتٍ اَوْسِتًّا فَقَتَلَ مِنْهُمْ خَمْسَةً اَوْسِتَّةً فَعِنْدَهَا قُرَيْشٌ هَابُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

"اسی طرح اُس قاتل کفار نے پانچ چھ گٹھلیاں پھینکیں اور پانچ چھ کافروں کو ہلاک کیا اُس وقت قریش کے دلوں میں رسول خدا ﷺ کی ہیبت طاری ہوئی۔"

فَكَانَ اِذَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ خَلْفَهٗ عَلِيٌّ قَالُوْا تَنَحُّوْا عَنْهُ جَآءَ مَعَهٗ اَبُوا النَّوَاةِ وَ رَاَوْهُ وَحْدَهٗ رَضَحُوْهُ بِالْحِجَارَةِ فَلِذٰلِكَ كُنِّيَ عَلِيٌّ بِاَبِي النَّوَاةِ

"لیکن یہ معمول تھا کہ جب اُن حضرت ﷺ کو اکیلا پاتے تھے پتھر مارتے تھے اور جب دیکھتے تھے کہ جناب امیر علیہ السلام بھی پیچھے پیچھے آتے ہیں آپس میں ڈر کے کہتے تھے بھاگو ابوالنواۃ یعنی صاحب تخم خرما بھی ساتھ موجود ہے۔ اس وجہ سے علی بن ابی طالب علیہ السلام کی کنیت ابوالنواۃ ہوگئی۔"

تمہید:۔

مومنین! جس طرح شجرۂ مبارکہ یعنی رسول خدا ﷺ کی شاخ ابوالنبواۃ علی بن ابی طالب علیہ السلام تھے اور جس طرح اُن کے بھائی ہر حال میں رضامندی کے طالب دشمنوں پر غالب تھے اُسی طرح ریحان رسول ﷺ یعنی امام حسین علیہ السلام کے عندلیب دلدادہ جناب عباسِ علیہ السلام اُن کے بھائی ہر مصیبت میں شریک حال دشمنوں پر باعث رعب و ہیبت تھے۔ جس علم کو جناب امیر علیہ السلام پیغمبر ﷺ کے عہد میں اُٹھاتے رہے۔ اُسی علم کو جناب عباس علیہ السلام نے زمانہ امام علیہ السلام میں اُٹھایا مگر فرق یہ تھا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے جس لڑائی میں علم برداری کی اُس لڑائی کو فتح کیا' رسول خدا ﷺ کو بچایا خود بھی صحیح وسالم وطن میں آئے اور سقائے اہلبیت علیہم السلام کو جس جنگ میں علم برداری ہاتھ آئی اُسی جنگ میں شہادت نصیب ہوئی۔ صحیح وسالم وطن میں جانا کیسا نہر سے خیمہ تک زندہ نہ پہنچ سکے۔ خود کیا لاش بھی خیمہ گاہ میں نہ آئی حیدر کرار علیہ السلام ہمیشہ رسول خدا ﷺ کو بچاتے رہے۔ عباس علمدار علیہ السلام جب تک زندہ رہے فرزند رسول ﷺ اور اُن کے دلبند ہمشکل رسول ﷺ کو اعداء

سے لڑنے نہ دیا برابر حفاظت کرتے رہے۔ آپ خود شہید ہو گئے کون بچاتا دشمنوں کی جرأت بڑھ گئی ہر طرف سے نرغہ کر لیا۔ فوجیں سمٹ کے دُور سے نزدیک آ گئیں کوئی نیزہ کوئی تلوار لگانے لگا کسی نے پتھر مارے۔ پہلے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشانی مٹا دی' شہزادہ علی اکبر علیہ السلام کو شہید کر ڈالا پھر امام مظلوم علیہ السلام پر اس قدر زخم لگائے جن کا شمار نہ تھا۔

روایت ست کہ بر جسم آن شہ ذیجود
ہزار و نہصد و پنجاہ ویک جراحت بود

حضرات! جس کے بدن پر اس قدر زخم لگے ہوں اُس کا کیا حال ہوا ہوگا۔ فاقوں کی حالت میں' پیاس کی شدت میں جس کے تن مجروح سے اتنا خون بہہ گیا ہو کہاں تک برداشت کر سکے گا آخر قریب عصر ہم غلاموں کے آقا پشت زین سے زمین پر آ رہے۔

بلند مرتبہ شاہی زصدر زین افتاد
اگر غلط نکنم عرش بر زمین افتاد

فوج کے پرے سے قاتل' قاتل کی کمر سے خنجر باہر آیا خیمہ عصمت سے اہلبیت علیہم السلام' اہلبیت علیہم السلام کے دلوں سے نالہ ہائے جانکاہ نکلے۔ شمر بے حیا بالیں پر قتل کے ارادہ میں' امام مظلوم علیہ السلام خاک پر سجدہ خالق میں مصروف تھے۔ سجدہ سے اُٹھنے کی نوبت بھی نہ آئی کہ اُس ملعون نے سر پاک جدا کر کے ہاتھ میں اُٹھا لیا اہل حرم روتے پیٹتے خیمہ کی طرف پھرے وہ شقی ہنستا خوش ہوتا امام علیہ السلام کا سر لئے اپنی فوج کی جانب چلا۔ عمر سعد کے پاس آ کے کہنے لگا امیر کے انعام دینے اور میرے انعام لینے کا یہی وقت ہے۔ فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر نذر کے واسطے لایا ہوں۔ اُس ملعون نے نہ پہچانا کہ کس کا فرق بریدہ ہے بولا معلوم نہیں تو کس کا سر کاٹ لایا کچھ پہچانا نہیں جاتا۔

امامؑ کا لب وچشم بند کرنا:-

مومنین! پسر سعد جس قدر امام حسین علیہ السلام کو پہچانتا تھا کچھ چھپا نہیں وہ بچپن میں حضرت کے ساتھ کھیلا بھی تھا ہمیشہ آپ کو دیکھتا بھی رہا۔ کربلا میں کئی مرتبہ تخلیہ کی ملاقات

بھی ہوئی۔ امام علیہ السلام نے سمجھانے کے واسطے اُس کو بلایا تھا روز عاشورا صبح سے برابر دیکھتا تھا کہ وہ جناب اپنے ایک ایک عزیز وانصار کی لاش پر آتے تھے۔ بار بار لشکر شقاوت اثر کو سامنے آ آ کے سمجھاتے تھے باوجود ان سب امور کے کیا وجہ تھی کہ حضرت کے سر کو نہ پہچانا۔ ظاہراً اس کی کئی وجہیں معلوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ امام علیہ السلام کی شجاعت ودلاوری سے جو روز عاشورا ظہور میں آئی سارے اہل لشکر پر ہیبت ورعب طاری تھا۔ کسی طرح عمر سعد کو یقین نہ ہوتا تھا کہ کوئی آپ کے سر کو بدن سے جدا کرے گا۔ دوسرے یہ کہ وہ جانتا تھا سب لوگ اس فوج کے مسلمان ہیں کیونکر اپنے ہاتھ سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کا سر کاٹیں گے۔ تیسرے یہ کہ جب شمر ملعون سر اقدس لے کر عمر سعد کے پاس آیا سارے لشکر کے لوگوں نے خوش ہو کے دیکھنے کیلئے ہجوم کر لیا۔ اس قدر کثرت ہوگئی کہ اندھیرا ہو گیا۔ چوتھے یہ کہ فرق مطہر جدا ہونے کے بعد آفتاب گہن میں آ گیا' ہوا تیرہ وتار چلنے لگی' عالم میں تاریکی چھا گئی تھی' پانچویں یہ کہ وہ سرانور اس طرح حربوں کے وار سے مجروح اور خاک وخون میں آلودہ ہو گیا تھا کہ صورت نورانی آپ کی پہچانی نہ جاتی تھی۔ آہ آہ جس کی پیشانی پر گرزِ ستم لگا ہو ایک گوشہ چشم میں سات تیر پیوست ہوں خون بہہ بہہ کے رخساروں پر ریش اقدس پر جم گیا ہو زمین پر اس طرح بدن سے جدا ہوا ہو کہ ریگ صحرا زخموں میں بھر گئی ہو وہ چہرہ کیونکر پہچانا جائے۔ پسر سعد نے کہا اس سر کو نہر فرات سے دھو کر سامنے لاؤ دیکھوں تو حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام کا سر ہے یا نہیں۔ بہر حال شمر بدانجام اُس سر بُریدہ کو لئے جب نہر پر آیا۔ لکھا ہے اُس وقت مظلوم کربلا علیہ السلام کی آنکھیں اور لب ہائے مبارک بھی دونوں کھلے ہوئے تھے اس کی وجہ تو سب جانتے ہوں گے کیوں آنکھیں کھلی تھیں یعنی وقت شہادت وہ جناب خیمہ کی طرف اپنے اہل حرم علیہ السلام کو بہ نگاہ حسرت دیاس دیکھ رہے تھے۔ اُسی حال میں سر مبارک جدا ہو گیا اور لب ہائے اقدس کے کھلے رہنے کا بھی سبب ظاہر ہے کہ عین سجدہ میں ذکر خدا کرتے کرتے ہم غلاموں کیلئے دعا مانگتے مانگتے سوکھے حلق پر خنجر ظلم رواں ہوا۔ لب بند نہ ہونے پائے تھے کہ فرق مطہر کٹ گیا۔ غرض جب شمر نے اُس سر پاک کو نہر میں چاہا ڈبوئے

اُس وقت آپ نے اعجاز سے لب ہائے مبارک بند کر لئے گویا یہ مطلب تھا کہ جس پانی کے واسطے عباس علیہ السلام سا بھائی مارا جائے' علی اصغر علیہ السلام سا شیر خوار تیر ستم کھائے' خیمہ میں ننھے ننھے بچے تڑپتے ہوں کیونکر گوارا ہو کہ اُس پانی سے اپنی زبان ولب کو تر کروں۔ اس وجہ سے آپ نے سوکھے ہونٹوں کو بند کر لیا لیکن چشم ہائے مبارک اُسی طرح کھلی رہیں۔ کیا کہوں کس جگہ کس وقت آپ نے آنکھوں کو بھی بند کر لیا۔ منقول ہے کہ جب اعدائے دین فتح کر کے روانہ شام ہوئے اور دمشق میں پہنچ کے چاہا دربار یزید میں جائیں۔ اونٹوں پر اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر برہنہ رسن بستہ سوار نیزوں پر شہدائے کربلا کے سر ہائے بریدہ نصب تھے باب ساعات پر پہنچ کے کئی ساعت توقف کیا تھا۔ وہ شہر کا صدر دروازہ تھا لوگوں کے اژدہام' تماشائیوں کے ہجوم کی کچھ انتہا نہ تھی جو کوئی پوچھتا تھا یہ بیبیاں بچے کس کے ناموس ہیں اہل فوج خوش ہو ہو کے ایک ایک کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے:

هٰذِهٖ زَيْنَبُ علیہا السلام وَ هٰذِهٖ اُمُّ كُلْثُوْمٍ علیہا السلام وَ هٰذِهٖ سَكِيْنَةُ علیہا السلام وَ هٰذِهٖ رُقَيَّةُ علیہا السلام

''یہ زینب علیہا السلام وام کلثوم حسین علیہ السلام کی بہنیں' یہ سکینہ علیہا السلام ورقیہ علیہا السلام اُن کی بیٹیاں ہیں۔'' اُس مقام پر پہنچ کے امام علیہ السلام نے اپنی آنکھیں بند کر لیں گویا یہ منظور نہ ہوا کہ اشقیاء اس طرح اہل حرم کو اشارہ کر کے بتائیں اور میں آنکھیں کھولے دیکھتا رہوں۔ اللہ اللہ کیا مصیبتیں اُس جناب پر اور ناموس پر پڑی ہیں۔

افسانہ کہ کس نتواند شنید نش
یا رب بر اہلبیت علیہم السلام چہ امد چہ دید نش

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ؕ

مجلس نمبر68

- آیت جناب عیسیٰؑ کا گہوارہ میں تکلّم کرنا۔
- گہوارہ جناب رسولؐ خدا کی روایت۔
- فاطمہؑ صغریٰ سے تاراجی خیام کی روایت۔

مجلس نمبر 68

قَالَ الْحَمِیْدُ فِیْ کِتَابِہِ الْمَجِیْدِ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ ط اٰتَانِیَ الْکِتَابَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ہ

"خداوند حمید نے قرآن مجید کے سورۂ مریم میں ارشاد فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہا السلام نے کہا بہ تحقیق کہ میں بندۂ خدا ہوں اور اُسی خدا نے مجھے کتاب بھی عنایت کی اور نبی بھی گردانا۔" تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے بعد قوم یہود جمع ہوئے اور جناب مریم علیہا السلام سے کہنے لگے:

یٰۤاُخْتَ ھٰرُوْنَ مَا کَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا کَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا ہ

"اے ہارون علیہ السلام کی بہن! تو ایسے خاندانِ عالی سے ہے کہ نہ تیرے باپ نے کبھی کوئی بدی کی نہ تیری ماں سے کوئی فعل ناشائستہ سرزد ہوا تعجب ہے تجھ سے یہ فعل واقع ہوا۔" اُس وقت حضرت مریم علیہا السلام نے مولود کی طرف اشارہ کر کے اُس قوم سے فرمایا تم اسی لڑکے سے پوچھ لو میری عصمت کی تصدیق ہو جائے گی وہ لوگ نہایت غضبناک ہوئے اور کہنے لگے:

کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِی الْمَھْدِ صَبِیًّا ہ

"اُس لڑکے سے جو گہوارہ میں ہو ہم کیا باتیں کریں۔" اور وہ ہمیں کیا جواب دے گا یہ کہہ کے سب نے چاہا جناب مریم علیہا السلام کو سنگسار کریں۔ ناگاہ گہوارہ سے خود حضرت

عیسیٰ علیہ السلام نے کلام کیا میں خدا کا بندہ ہوں اُس نے مجھے علم و کتاب سے سرفراز کیا اور اپنا نبی گردانا غرض یہ تھی میں پیغمبر خدا ہوں اور پیغمبر طیب الولادت ہوتا ہے۔ بہر کیف سارے یہود متعجب ہوئے اور حضرت مریم علیہا السلام کے قتل سے باز آئے۔

روایت گہوارہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :-

مومنین! جناب عیسیٰ علیہ السلام تو ایک مرتبہ گہوارہ میں متکلم ہوئے اور ہمارے پیغمبر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لکھا ہے کہ حضرت گہوارے میں اکثر تسبیح و تہلیل حق تعالیٰ کیا کرتے تھے۔ منقول ہے جس گہوارہ میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذکر خدا کرتے تھے اُسے حضرت مطلب نے آپ ہی کے واسطے خرید کیا تھا اور وہ گہوارہ چوب بید سے بنا ہوا دندان فیل سے مشبک تھا اور طلا و جواہر رنگا رنگ و بیش بہا سے مرصع تھا اور اُس میں چند آویزے موتیوں سے گندھے ہوئے تھے۔

وَ نَبِیُّنَا یُسَبِّحُ بِهَا وَ یَذْكُرُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ

''جب حضرت اُن آویزوں کو دیکھتے تھے تسبیح خدا کرتے تھے۔'' جس وقت پردہ اُس گہوارہ کا اُٹھ جاتا تھا ساتوں زمین و آسمان چہرۂ نورانی کی تجلی سے منور ہو جاتے تھے۔ لکھا ہے جب جناب امیر علیہ السلام پیدا ہوئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ گہوارہ اُنہیں عنایت کیا وہ جناب بھی اُسی طرح تسبیح خدا کرتے تھے اور جب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے وہ گہوارہ جناب امیر علیہ السلام نے اُنہیں دیا۔ وہ شہزادے بھی اُس میں ذکر خدا کرتے رہے اور جب علی اصغر علیہ السلام پیدا ہوئے امام حسین علیہ السلام نے وہ جھولا اُن کو عنایت کیا۔ راوی کہتا ہے اُس گہوارہ پر لکھا تھا

هٰذَا الْمَهْدُ الَّذِیْ نَامَ فِیْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ۝

''یعنی یہ وہ جھولا ہے جس میں خاتم الانبیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبد اللہ علیہ السلام بن عبد

المطلب علیہ السلام آرام کرتے تھے۔" اور سفرِ کربلا میں وہ گہوارہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تھا۔
روز عاشوراء شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد جب تاراجی خیام کا وقت آیا پہلے اشقیا کی نظر اُس گہوارہ علی اصغر علیہ السلام پر پڑی اور پہلے اُسی کو لے لیا۔ حضرات! اس کی کیا وجہ ہے کہ وہ گہوارہ پہلے تاراج ہوا۔ اس کی دو وجہیں تو ظاہر ہیں ایک یہ کہ پہلے ظالموں کی نظر اُسی پر پڑی تھی۔ دوسرا یہ کہ خیمہ عصمت میں فقر و فاقہ کے سوا مال دنیا سے کیا چیز تھی جسے اعدا لیتے ایک وہ ہی گہوارہ تھا کہ اُس میں جواہر گراں قیمت تھے اس وجہ سے پہلے اُس گہوارے کو لیا۔ تیسرا احتمال یہ بھی ہے کہ بچوں کی چیزیں لینے سے اُن کے ماں باپ کو زیادہ صدمہ ہوتا ہے اُن ظالموں کو ایذا رسانی منظور تھی علی اصغر علیہ السلام کا گہوارہ پہلے اسی وجہ سے لیا کہ سیدانیوں کو صدمہ زیادہ ہو۔ بہر کیف جب اعداء گہوارہ لے چکے اور تبرکات کے لوٹنے میں مشغول ہوئے۔ راوی کہتا ہے مجھے وہ وقت نہیں بھولتا کہ خیمہ امام حسین علیہ السلام میں آگ لگی تھی اور اشقیاء اسباب لوٹ رہے تھے۔ بیبیاں بچے جس گوشہ میں جا کے چھپتے تھے وہاں کی قنات جلنے لگتی تھی گھبرا کے دوسری طرف جاتے تھے وہاں بھی جب شعلہ آتش پہنچتا تھا اور طرف بھاگتے تھے اسی حال میں چادریں بھی اُن کے سر سے چھن گئیں۔

تاراجی خیام فاطمہ صغریٰ سے روایت:۔

بحار الانوار میں ایک صاحبزادی سے کہ بنا بر اس روایت کے نام اُن کا فاطمہ علیہا السلام تھا منقول ہے وہ کہتی ہیں جب میرے پدر بزرگوار شہید ہو گئے میں نے درِ خیمہ پر آ کے نگاہ کی دیکھا کہ لاش اُس جناب کی ریگستان گرم پر دھوپ میں عریاں پڑی ہے اور بدن کے لہو میں اس طرح نہائے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے حضرت لباس سرخ پہنے ہیں اور گرد حضرت کے سارے عزیز و انصار بکریوں کی طرح ذبح کیے پڑے ہیں۔ دیکھتے ہی مجھے یارائے ضبط باقی نہ رہا رُو رُو کے فریاد کرنے لگی اور دل میں یہ خیال کرنے لگی کہ ہمارے وارث و مددگار تو سب مارے گئے اب دیکھیے اشقیاء ہمیں بھی قتل کرتے ہیں یا اسیر کر لیتے ہیں۔ ناگاہ ایک

سوار ہاتھوں میں نیزہ لئے آیا اور خیمہ میں جا کے بیبیوں کو نوک نیزہ سے مارنے لگا اور چادریں سب کے سروں سے چھیننے لگا۔ میں نے دل میں کہا اگر یہاں سے صحرا میں کسی طرف بھاگ جاؤں تو شاید اس ظالم کے ظلم سے محفوظ رہوں۔ یہ سوچ کے ایک طرف بھاگ چلی تھوڑی دُور گئی تھی کہ اُس شقی نے تعاقب کیا اور اس طرح سے نیزہ پشت پر لگایا کہ میں منہ کے بل گر پڑی اُس ملعون نے مقنعہ میرے سر سے اُتار لیا اور کانوں سے گوشوارے اس طرح چھین لیے کہ سارا کان زخمی ہو کے خون بہنے لگا اور میں غش کر گئی۔ جب افاقہ ہوا اپنی پھوپھی جناب زینب علیہا السلام کو دیکھا کہ میرا سر آغوش میں لئے رُو رہی ہیں اور فرماتی ہیں اے بیٹی ہوش میں آؤ اور چلو کہ دیکھیں خیمہ میں اور یتیموں پر کیا حادثہ گذرا اور تمہارے بھائی زین العابدین علیہ السلام کس حال میں ہے۔ میں نے کہا وہاں نامحرموں کا ہجوم ہے میرا سر کھلا ہے کیونکر چلوں ایک چادر دیجئے کہ اُسے اوڑھ کے ساتھ ہو لوں۔

قَلْتُ وَ هَا حَالِیْ کَحَالِكِ مَا عَلٰی
رَاسِیْ یُرٰیٰ شَیْءٌ مِنَ الْاَشْیَاءِ

"یہ سُن کے جناب زینب علیہا السلام رونے لگیں اور فرمایا اے بیٹی تیری پھوپھی بھی تیری طرح برہنہ سر ہے میرے پاس خود کوئی چادر نہیں ہے کہ اپنا منہ چھپاؤں تجھے کہاں سے دوں۔" فاطمہ صغریٰ علیہا السلام کہتی ہیں یہ کلام حسرت آمیز سُن کے جو میں نے نگاہ کی دیکھا کہ سر اُس جناب کا کھلا ہے اور ساری پشت تازیانوں سے زخمی ہے دیکھتے ہی میں بے تاب ہو کر رونے لگی اور پھوپھی بھی مجھے چھاتی سے لگا کر رونے لگیں۔ اس کے بعد وہاں سے مجھے اپنے ساتھ خیمہ میں لائیں میں نے دیکھا سارا خیمہ تاراج ہو گیا ہے سب تبرکات بزرگوں کے لُٹ گئے ہیں کسی بی بی کے سر پر چادر نہیں ہے سب بال بکھرائے

وَا مُحَمَّدَاهُ وَا حُسَیْنَاهُ

کی فریاد کر رہے ہیں چھوٹے چھوٹے بچے وَا اَبَتَاهُ وَا عَمَّاهُ

کہہ کہہ کر رُو رہے ہیں یہاں تک کہ اپنے بیمار بھائی کی بالیں پر پہنچے دیکھا کہ وہ چمڑا جس پر پہلے آپ لیٹے تھے وہ بھی باقی نہیں ہے خالی زمین پر بیماری کی شدت سے غش میں آنکھیں بند کیے پڑے ہیں۔ نشست و برخواست کی بھی طاقت نہیں یہ دیکھ کے میں سرہانے بیٹھ گئی اور بے قرار ہو ہو کر اپنی مصیبتوں اور اُن کے حال پر رونے لگی آپ نے غش سے آنکھیں کھول دیں۔ بیبیوں کے کھلے سر، بچوں کے حال تباہ دیکھ کر خود بھی رونا شروع کیا اور فرمایا کاش میں بھی باپ بھائیوں کے ساتھ قتل ہو جاتا کہ تم سب کو اس خراب حال سے نہ دیکھتا یہ سن کر خیمہ میں ایسا شور و ماتم برپا ہوا کہ زمین ہلنے لگی۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

مجلس نمبر69

- آیت وسعت وتنگی رزق مصلحت خدا پر ہے۔
- اُس شخص کی حکایت جس کی نصف عمر راحت میں اور نصف زحمت میں مقدر تھی۔
- امامؑ کے مصائب سن کر ایک ارمنی کا رونا۔
- بچوں کا امامؑ کی قبر تلاش کرنا۔

مجلس نمبر 69

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ لَہٗ ط اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ہ

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ عنکبوت میں ارشاد فرماتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں سے جسے چاہتا ہے اُس کی روزی زیادہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے اُس کی روزی کم کرتا ہے ہر آئنہ خدا ہر چیز سے خبردار وآگاہ ہے اور کشادگی وتنگی رزق اُسی کی مصلحت سے ہے۔''

اُس شخص کی حکایت جس کی نصف عمر راحت میں اور نصف زحمت میں مقدر تھی:۔

کتاب جواہر الاخبار میں جناب امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک مرد صالح ودیندار تھا اور اُس کی زوجہ بھی مثل اپنے شوہر کے نہایت صالحہ وعفیفہ تھی ایک شب اُس مرد نیک وکار نے خواب میں دیکھا کوئی شخص اس سے کہتا ہے اے بندۂ خدا حق تعالیٰ نے تیری عمر اتنے برسوں کی قرار دی ہے اُس میں نصف زندگی تیری آرام وآسائش سے مقدر کی ہے اور نصف ایام حیات تنگی وتکلیف میں گذریں گے اور تجھ کو اختیار دیتا ہے کہ جس نصف کو چاہے مقدم کرے۔ پس اگر تجھے اول عمر میں راحت وعیش پسند ہو تو ویسا بیان کر اور اگر نصف اول ہی میں تنگی وتکلیف گوارہ ہو تو ویسا ظاہر کر اس نے جواب دیا میں زوجہ صالحہ وعاقلہ رکھتا ہوں وہ امر معاش میں ہر دم میری شریک حال ہے اُس سے صلاح ومشورہ کر کے

عرض کروں گا اُمیدوار ہوں کہ آپ پھر تشریف لائیں تا کہ اپنے مشورہ سے خبر دوں۔ الغرض صبح کو اس نے اپنی زوجہ سے ساری کیفیت خواب کی بیان کی اُس مومنہ نے کہا تم اُسی نصف کو پہلے اختیار کرو جس میں وسعت و آرام ہے شاید حق سبحانہ تعالیٰ باقی نصف کو بھی عیش و راحت میں بسر کر دے اور اپنی نعمت کو ہم سے سلب و زائل نہ کرے۔ دوسری شب اس مرد صالح نے پھر اُسی بزرگ کو خواب میں دیکھا کہ پوچھتے ہیں اے برادر بتا تجھے کون سا نصف مطلوب ہے اس نے کہا کہ اول عمر میں فراغت و کشائش رزق چاہتا ہوں۔ المختصر اُسی روز سے دنیا نے اس کے ساتھ موافقت شروع کی یہاں تک کہ تھوڑے دنوں میں وہ مفلس مرد تو نگر و غنی ہو گیا اور ہر قسم کا مال دنیا اُس کے واسطے مہیا ہو گیا۔ بہت آرام و چین سے گذرنے لگی چونکہ وہ دونوں زن و شوہر عاقل و نیک کردار و عاقبت اندیش تھے آپس میں یہ صلاح کی کہ یہ دولت چند روزہ ہے فقط اپنی ذاتوں پر خرچ کر کے حظ نفس اُٹھانا خوب نہیں آخر کو نہ ہم زندہ رہیں گے نہ یہ دولت باقی رہے گی بہتر ہے کہ اس مال کو خدا کی راہ پر صرف کر کے آخرت کیلئے ذخیرہ کریں۔ پس اُس نے دار باقی کو سرائے فانی پر اختیار کیا محتاجوں کو مسکینوں کو اپنا مال دینے لگا۔ ہمسایہ کے لوگوں کے ساتھ سلوک و احسان کرنے لگا' عزیز و اقارب کے ساتھ بھی صلہ رحم بجالاتا تھا یہاں تک کہ وہ نصف عمر موعود نہایت فراغت و آرام کے ساتھ تمام ہو گئی۔ اُسی وقت اُس نے پھر اُنہیں بزرگ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں اے شخص حق سبحانہ و تعالیٰ نے تیری نیکیوں کو قبول و پسند کیا اب تیری بقیہ زندگانی بھی اسی لطف و راحت سے گذرے گی۔

تمہید:۔

مومنین! ان کے اعمال نیک سے حق سبحانہ و تعالیٰ اتنا راضی ہوا کہ ساری عمر راحت و آرام سے بسر ہو گئی اور وہ لوگ جن کے گھر سے اعمال نیک جاری ہوئے بچپنے سے وہ خدا کو اور خدا اُن کو دوست رکھتا تھا کیا مصلحت تھی کہ تمام عمر اُن کے فاقہ ہی کرتے کرتے دشمنوں کے ہاتھوں سے تکلیف و ایذا ہی اُٹھاتے اُٹھاتے گذر گئی اور وہ وہ ظلم و ستم ان خاصانِ خدا پر ہوئے کہ کفار و مشرکین تک جس کو سُن کر بے تاب ہو جاتے ہیں۔

امامؑ کے مصائب سن کر ارمنی کا رونا:۔

چنانچہ صاحب سرور المومنین لکھتے ہیں کہ شہر اصفہان میں ایک روضہ خواں مصائب امام حسین علیہ السلام بیان کرتا تھا اور ہمسایہ میں اُن کے چند ارمنی قوم نصاریٰ سے رہتے تھے وہ سب اپنے مکان کی چھتوں پر آ کر کھڑے ہوئے اور ذاکر کی طرف متوجہ ہو کر مصائب سید الشہداء سننے لگے اور مثل اہل مجلس وہ بھی رونے لگے۔ ذاکر کہتا ہے کہ دوسرے روز میں نے ایک ارمنی سے پوچھا کہ گذشتہ روز ہم لوگ تو اپنے امام مظلوم علیہ السلام کی مصیبتوں کو یاد کر کے روتے تھے مگر تم لوگ کہ اغیار و قوم کفار سے ہو کیا وجہ تھی کہ ہمارے پڑھنے پر گریہ و زاری کرتے تھے؟ اُس نے جواب دیا جب ہم لوگوں نے تمہاری زبان سے یہ بیان سُنا کہ مظلوم کربلا علیہ السلام نے روز عاشورا اپنے نانا کی اُمت سے فرمایا اے قوم جفا کار اگر تمہیں ملک حجاز و عراق میں ہمارا رہنا گوارا نہیں تو اتنی اجازت دو کہ ہم تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموس کو لے کر سلطنت ہند یا فرنگ میں جا کر سکونت اختیار کریں اور قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے محروم رہ کر بقیہ حیات غیر قوم کے ساتھ بسر کریں۔ اس کلمہ نے ہمارے دلوں پر ایسا اثر کیا کہ بے ساختہ آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور یہ خیال کیا کہ وہ قوم کیسی تھی جو اپنے کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلمہ گو کہتے تھے اور نواسے کو اُن کے ایسا عاجز و مجبور کر دیا تھا اور چاروں طرف سے راہیں مسدود کر کے محاصرہ کر لیا تھا کہ حضرت کسی طرح چارۂ کار نہ پاتے تھے آخر تنگ آ کر تمنائے ہجرت ہمارے ملک میں کی اس پر بھی اُس گروہ نے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پناہ نہ دی۔

تمہید:۔

حضرات! جو شخص کسی کا دشمن جان ہوتا ہے فقط اُس کی زندگی تک بغض و عناد رکھتا ہے مگر لشکر یزید نے فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا عداوت تھی کہ بعد شہادت بھی اُس جناب کے وہ وہ ظلم کیے کہ قابل بیان نہیں لاش مطہر پر خوش ہو ہو کر گھوڑے دوڑائے اور سر انور جسم اقدس سے کاٹ کر نوک نیزہ پر چڑھایا اور شہر بشہر پھرایا اور کیسے بے دین تھے کہ اپنے

اموات نجس کو غسل و کفن دے کر دفن کیا اور لاش جگر گوشہ بتول علیہا السلام کو زمین گرم پر تابش آفتاب میں بے گور و کفن چھوڑ دیا۔

بچوں کا امامؑ کی قبر تلاش کرنا:۔

منقول ہے کہ روز عاشورا جب اہل شام قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چراغ بجھا چکے اور خیمہ عصمت کو آتش ظلم سے جلا دیا۔ بے وارث بیبیوں اور یتیم بچوں کے لوٹنے میں وہ دن تمام ہوا کہیں بیٹھنے کی جگہ باقی نہ تھی سب کے سب دامن صحرا میں خاک پر بیٹھے رُو رہے تھے۔ ابن سعد نے حکم دیا جیسا خیمہ قیدیوں کو دیا جاتا ہے اُسی طرح کے ایک خیمہ کہنہ میں ذریت حسین علیہ السلام کے رہنے کو جگہ دو۔ غرض ایک خیمہ بوسیدہ میں اُن قیدیوں کو جگہ ملی۔ اہلبیت علیہم السلام نے اپنے خیمہ کو یاد کر کے اور رونا شروع کیا چھوٹے چھوٹے یتیم بچوں نے بیبیوں سے کہا اگر چہ ہم قید ہیں اور قیدیوں کو کہیں جانے کی اجازت نہیں مگر اس پردہ شب میں دشمنوں سے نظر بچا کر قتل گاہ کی طرف چلنا چاہئے کہ اس وقت تک ہم جی بھر کے رونے نہیں پائے ہیں اپنے آقا کی قبر پر چل کے جہاں تک ممکن ہو نالہ و زاری کریں خدا جانے پھر اتنی بھی مہلت ملے یا نہ ملے۔ جناب زینب علیہا السلام نے قبر کا نام سنتے ہی ایک چیخ ماری اور کہا اے بچو قبر کہاں ہے جس پر جا کر ماتم کریں ابھی تک میرے ماں جائے کو گوشتہ قبر نصیب نہیں ہوا ہے غسل کی جگہ اپنے خون میں نہائے ہوئے خاک پر پڑے ہیں' کفن کے بدلے لاش بے سر سے لباس بدن بھی اُتار لیا گیا ہے۔ حنوط کافور کے عوض میں ریگ صحرا اُڑ اُڑ کے جسد پاش پاش کے زخموں میں بھر گئی ہے۔ زمین میں دفن کیلئے اُتارنا کیسا سر کاٹ کے نوک نیزہ پر چڑھایا گیا ہے میت کو مٹی دینا کیسا اُس مظلوم کو طرح طرح کی اذیتیں دی گئی ہیں بعد شہادت اُنگلیاں کاٹ لی گئیں' لاش پر گھوڑے دوڑائے گئے ہیں۔ جناب زینب علیہا السلام کے اس بیان پر بچوں کی فریاد بیبیوں کے ماتم سے صحرائے مصیبت میدانِ قیامت ہو گیا تھا۔

اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ۝

مجلس نمبر70

- آیت بیان عرض بہشت وحدیث طول بہشت میں
- ایک زاہد وعبدالطاہر کی حکایت۔
- خیام عصمت میں آگ لگانا اور اہلبیتؑ کولوٹنا۔
- جناب زینبؑ کا اضطراب۔

مجلس نمبر 70

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی سَابِقُوْۤا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ جَنَّۃٍ عَرْضُھَا کَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ۝

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ حدید میں بندوں کو واسطے تحصیل اسباب مغفرت کے ترغیب دیتا ہے اور فرماتا ہے سبقت اور جلدی کرو اُس نجات کے اسباب کی طرف جو جانب خدا سے ہے اور تعجیل کرو اُس بہشت کے استحقاق حاصل کرنے میں جس کا عرض بمقدار عرض آسمان وزمین کے ہے۔''

حکایت طول بہشت میں:-

مومنین! حق سبحانہ وتعالیٰ نے اُس آیت میں بہشت کی چوڑائی کا ذکر کیا ہے طول کا بیان نہیں کیا اس لئے کہ انسان اُس کے طول کو سمجھ نہیں سکتا اور دنیا میں کوئی چیز ایسی طولانی نہیں ہے جس سے طول بہشت کی مثال دی جائے۔ صاحب منہج الصادقین لکھتے ہیں حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ایک دفعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے قصد کیا کہ بہشت کے طول سے مطلع ہوں اذنِ باری پا کر تیس ہزار برس پرواز کی یہاں تک کہ ضعیف اور سست ہو گئے اُس وقت خدا سے مدد وقوت چاہی حق تعالیٰ نے قوت عطا کی تیس ہزار سال پھر اُڑے اور تھک گئے۔ پھر حق تعالیٰ نے قوت عطا کی اور اُنہوں نے پرواز کی اسی طرح پروردگار نے تیس ہزار مرتبہ قوت عنایت کی اور ہر دفعہ اُنہوں نے تیس ہزار سال پرواز کی اُس وقت عرض کی بارالٰہی کیا میں نے طول بہشت کو طے کیا یا اُس سے بھی آگے نکل آیا ہوں؟ ناگاہ ایک حور نے اپنے

خیمہ سے آواز دی کہ اے روح اللہ کیوں زحمت اُٹھاتے ہو اتنے زمانہ دراز سے جو تم پرواز کررہے ہو ہنوز اہل بہشت سے ایک میرے مالک کی سرحد سے نہیں گذرے ہو۔ جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا تو کون ہے اُس نے کہا میں ایک حوریہ ہوں اور ایک مومن کے واسطے خلق ہوئی ہوں۔

ایک زاہد کی حکایت:۔

منہج الصادقین میں نکات الصالحین سے روایت لکھتے ہیں کہ ایک زاہد کا یہ معمول تھا کہ شب کو اُٹھ کے نماز پڑھتا تھا' قرآن کی تلاوت کرتا تھا اور جب آیت وعید یعنی عذاب پر پہنچتا تھا تو اس سے تکرار کرتا تھا اور روتا تھا ایک شب اسی آیت پر یعنی

وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

پر پہنچا اور بار بار اُس کو پڑھ کے رونے لگا۔ صبح کو اُس کے ہمسایہ والوں نے پوچھا اے شخص اور شب تو آیت عذاب پر گریہ کرتا تھا آج آیت وعد یعنی آیت رحمت پر کیوں رویا؟ اُس نے جواب دیا میں نے اس وسعت پر بہشت کے جو خیال کیا تو میں نے ایک قدم رکھنے کی بھی جگہ نہ پائی جہاں پر کھڑا ہوں۔ فی الواقع حضرات ہم ایسے گنہگاروں کو کثرت معاصی کی وجہ سے کون سا استحقاق ہے کہ بہشت میں جگہ پائیں اگر حق تعالیٰ کا تفضل شامل حال ہو تو البتہ قابل رحمت اُس کے ہو سکتے ہیں۔ بڑے بڑے دیندار اور پرہیزگار کے بھی داخل بہشت ہونے میں بعض تسابل کی وجہ سے تامل ہو جاتا ہے۔

عبد الطاہر کی حکایت:۔

چنانچہ صاحب خلاصۃ الاخبار لکھتے ہیں کہ مضافات خراسان کے کسی شہر میں ایک مرد مقدس و تونگر و مستطیع عبد الطاہر نامی رہتا تھا عزیز و اقارب سے جُدائی اختیار کر کے خود مع اہل و عیال مکہ معظمہ میں جا کے سکونت پذیر ہوا اور وہاں اُس دیندار کا ایسا اعتبار ہو گیا کہ اکثر حجاج اپنا مال اُس کے پاس رکھتے تھے اور چلنے کے وقت بلاکم و کاست امانت واپس لیتے

تھے۔ ایک سال ایک مومن نے اُس کے پاس کچھ مال رکھ دیا حج کے وقت جب وطن چلنے کا
قصد کیا اُس کے مکان پر واپس لینے گیا معلوم ہوا کہ جس روز اُس نے امانت رکھی تھی اُسی
شب عبدالطاہر انتقال کر گیا اور اُس کے لڑکوں نے جن جن لوگوں کا مال تھا سب کو دے دیا
فقط اسی شخص کی امانت سے اُنھوں نے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ اس مومن نے وہاں کے علماء سے
اپنا اظہار حال کیا عالموں نے کہا سوائے قسم لینے کے اور کوئی چارہ نہیں اس نے کہا مجھ کو ان
اطفال پر ہرگز ایسا گمان نہیں کہ وہ دروغ وخلاف کہتے ہوں۔ موت نے عبدالطاہر کو اتنی
مہلت نہ دی کہ اپنے لڑکوں کو میری امانت سے مطلع کرتا۔ عالموں نے جواب دیا ہم نے
کتابوں میں دیکھا ہے جب کوئی مومن جنتی مرجاتا ہے ہر شب جمعہ حکم خدا سے ملائکہ رحمت
اس کی روح کو چاہ زمزم میں لاتے ہیں۔ جمعہ کی شام تک اُسی چاہ میں سب مومنوں کی روح
رہتی ہے۔ چاہیئے کہ جمعرات کو تو روزہ رکھے اور شب کو تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھ کے دعا
کرے اس کے بعد چاہِ زمزم پر جا کر نام لے کے پکارنا یقین ہے کہ جواب پائے گا جو کچھ
اپنی امانت کا حال پوچھنا ہو دریافت کر لینا۔ اُن کے کہنے کے موافق اُس مومن نے عمل کیا
اور لب چاہ اے عبدالطاہر کہہ کے چند مرتبہ پکارا کچھ جواب نہ پایا۔ صبح کو اُن علماء کی خدمت
میں جا کر ساری کیفیت بیان کی سنتے ہی وہ لوگ رُو کے کہنے لگے افسوس ہم تو اُس کو اہل
بہشت سے جانتے تھے اب معلوم ہوا کہ اُس کی روح دوزخ میں گئی۔ اب تو وادی برہوت
میں جا کر چاہ حضر موت پر یہی عمل بجالا کہ اہل دوزخ کی روحیں شب یکشنبہ کو اُسی چاہ پر جمع
ہوتی ہیں پس تو روز شنبہ کو روزہ رکھنا اور شب اتوار کی رات کو بعد اس نماز و دعا کے چاہ پر
کھڑے ہو کر آواز دینا وہاں تجھے تیرے مال کا نشان مل جائے گا۔ المختصر اُس مومن نے اسی
طرح عمل کیا اور نام لے کے پکارا فوراً لبیک کی آواز آئی۔ پہلے تو یہ مومن خائف ہوا اُس
کے بعد دل سنبھال کے کہا اے عبدالطاہر میں تو اہل بہشت سے تجھے سمجھتا تھا اس عذاب میں
کس وجہ سے مبتلا ہو گیا۔ اُس نے جواب دیا البتہ تیرا گمان غلط نہ تھا مگر تین خطاؤں کے سبب
سے میں یہاں پھینکا گیا ہوں۔ اول خطا یہ ہے کہ میں جیسے اپنے عزیز واقارب سے جدا ہو کر

مکہ معظمہ میں آیا پھر کبھی اُن لوگوں کی خبر نہ لی بعد موت مجھ سے سوال ہوا کہ تو نے اپنے عزیزوں سے قطع رحم کیوں کیا۔ دوسری خطا یہ ہے کہ وطن میں ایک عالم میرے ہمسایہ میں رہتا تھا جب میں اُس کے ساتھ کبھی کبھی مسجد جاتا تھا راستے میں آگے ہو لیتا تھا مرنے پر مجھ سے پرستش ہوئی تو نے اُس عالم کی حرمت کا خیال کیوں نہ کیا اور اُس پر پیش روی کیوں اختیار کی۔ تیسری خطا یہ ہے کہ ایک دینار مال زکوٰۃ سے میں نے غیر مستحق کو دیا تھا اُس کی بھی باز پرس ہوئی۔ یہ سُن کر وہ دیندار بہت رُویا اس کے بعد پوچھا اے عبدالطاہر میری امانت تو نے کہاں رکھی ہے اُس نے کہا فلاں حجرہ میں زیر زمین دفن ہے اے بھائی جب تجھے تیری امانت مل جائے تو مجھے بھول نہ جانا حتی الامکان میرے حق میں نیکی کرنا اور میرے لڑکوں سے کہنا کہ اُس ایک دینار کے عوض میں تین دینار مستحق کو پہنچادیں اور اگر میرے شہر تک تیرا جانا ہو تو اُس حاکم کو اور میرے عزیز و اقارب کو مجھ سے راضی کرنا شاید حق سبحانہٗ و تعالیٰ تیری سعی و کوشش کی وجہ سے مجھ پر رحم کرے اور بخش دے۔ لکھا ہے کہ وہ مرد دیندار پہلے خراسان گیا اور اُس عالم کو اور اُس کے عزیز و اقارب کو اس کیفیت سے مطلع کیا وہ لوگ بہت رُوئے اور سب نے عبدالطاہر کے حق میں دعائے مغفرت کی۔ اس کے بعد مکہ میں آکر اُس کے لڑکوں سے ساری حقیقت بیان کی وہ سب بھی بہت روئے اور فوراً تین دینار مستحق کو پہنچادیئے اور حجرے کی زمین کھود کر اُس مومن کی امانت حوالے کر دی۔ منقول ہے کہ اس مرد دیندار نے پھر ایک جمعرات کے دن روزہ رکھا اور شب کو بعد نماز و دعا چاہ زمزم پر کھڑے ہو کے پکارا یا عبدالطاہر فوراً لبیک لبیک کہہ کر عبدالطاہر نے جواب دیا اور اُس مومن کا بہت شکریہ ادا کیا۔

تمہید:۔

مومنین! عبدالطاہر نے مکہ میں آکے اپنے عزیزوں کی خبر نہ لی اس سے ماخوذ ہوا کیا حال ہوگا اُن ظالموں کا جنہوں نے عذاب عقبیٰ سے بے خبر ہو کے فرزند رسول ﷺ پر

اس طرح راہیں بند کردی تھیں کہ حضرت اُس صحرائے مصیبت سے باہر نکل نہ سکتے تھے۔ اہل وطن کو اپنا حال اور آپ کو اہل وطن کی خبر معلوم ہونا ممکن نہ تھا۔ عبدالطاہر نے فقط ایک عالم پر چلنے میں سبقت کی تھی کچھ ایذا نہ پہنچائی' کوئی تکلیف نہ دی تھی اُس پر باز پرس ہوئی۔ خدا لعنت کرے قاتلانِ حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام پر کہ اپنے امام علیہ السلام کے قتل کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت کرتا تھا۔ فوج کے پروں سے بڑھ بڑھ کے کوئی نیزہ کوئی تلوار لگاتا تھا۔ اُس نے ایک دینار غیر مستحق کو دیا تھا جس کی وجہ سے عتاب الٰہی ہوا ان اشقیائے اُمت نے پہلے تو اپنے نبی ﷺ کے نواسے کی دولتِ اولاد اس طرح لوٹی کہ گھر خالی کردیا پھر بعد شہادت اُس جناب کے خیمہ عصمت میں آگ لگادی۔ وہ گھر جس میں کئی دن سے فاقہ تھا وہاں مال و متاع کیا تھا مگر جو کچھ پایا سب کا سب غارت کرلیا حالانکہ وہ اشقیاء عزت و حرمت اہل بیت کو جانتے تھے مگر ظلم سے باز نہ آتے تھے۔ چنانچہ ایک مخدومہ کا حال لکھا ہے کہ ایک شقی اُن کے زیور کو اُتار رہا تھا اور اُسی حال میں روتا بھی جاتا تھا۔ اُن معظمہ نے پوچھا تجھ پر کیا مصیبت گذری ہے کہ رُو رہا ہے؟ ہمارا نوحہ و فریاد کرنا تو بجا ہے کہ انواع مصائب سخت میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ وہ بولا میں آپ ہی کی مصیبتیں و سختیاں دیکھ کر رُو رہا ہوں کہ اہلبیت رسول ﷺ کن بلاؤں میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ جس سے کسی طرح نجات ممکن نہیں فرمایا اگر تجھ کو مجھ پر رحم آتا ہے تو پھر زیور کیوں چھینتا ہے۔ اُس ملعون نے عجب طرح کا جواب دیا اے خاتون معظمہ اگر بالفرض میں یہ زیور نہ لوں اور رحم کھا کے چھوڑ دوں جب بھی یقین ہے کہ آپ کے پاس یہ رہ نہیں سکتا کوئی دوسرا ظالم آ کے لے جائے گا اس سے بہتر ہے کہ میں خود کیوں نہ لے لوں۔

اہلبیتؑ کو لوٹنا:۔

حضرات! وہ وقت اہلبیت رسول ﷺ پر عجب وقت مصیبت تھا کہ بیان نہیں ہو سکتا اشقیاء اس طرح اسباب لوٹ رہے تھے کہ کسی کے سر پر چادر بھی نہ چھوڑتے تھے اگر بی

بیاں خوف اعدا سے بھاگ کے جائیں تو کہاں جائیں خیمہ کی قناتوں میں تو آگ لگی ہوئی تھی جان بچائیں تو کس طرح بچائیں اُسی عالم میں سب کے سب گھبرا کے باہر نکل پڑیں۔

خیمہ عصمت میں آگ لگانا اور اضطراب جناب زینبؑ :-

منقول ہے کہ تمام بیبیاں آگ کے صدمہ سے گھبرا کے باہر نکل پڑیں اور اُس ہجوم اعدا میں جس کو جدھر راستہ ملا چاروں طرف منتشر ہوگئیں مگر جناب زینب ؑ کا یہ حال تھا کبھی امام زین العابدین علیہ السلام کو کہ ایک خیمہ میں بے ہوش پڑے تھے جا کر اُٹھاتی تھیں اور یتیموں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر گود میں اُٹھا لاتی تھیں اور دُور بٹھا دیتی تھیں اور چاروں طرف اُسی عالم میں ایک ایک طفل صغیر کو ڈھونڈتی پھرتی تھیں۔ جب شعلۂ آتش تکلیف پہنچاتے تھے ہٹ آتی تھیں کسی نے عرض کی اے معظمہ آپ کیوں اس خیمہ میں بار بار جاتی ہیں اور عمداً تکلیف اُٹھاتی ہیں

قَالَ یَا هٰذَا فِیْهِ ابْنِیْ عَلِیْلٌ

فرمایا اے شخص اس خیمہ میں ایک بھتیجا میرا ضعیف و ناتواں غش میں پڑا ہے بیماری سے ہلنے کی طاقت نہیں اور چھوٹے چھوٹے بچے جا بجا منتشر گھبراتے پھرتے ہیں باہر نہیں آسکتے کیونکر ہوسکتا ہے کہ اس وقت میں اپنی جان بچا کر الگ ہو جاؤں اور بھائی کے بچوں کو چھوڑ دوں۔ حضرات! منقول ہے کہ اُس وقت کئی اطفال یتیم اُس مصیبت اور اضطرار میں ایسے منتشر و تباہ ہوئے کہ وقت تلاش بعض تو سلامت مگر قریب مرگ ملے اور بعض کہ صدمہ عطش سے ہلاک ہوگئے اُن کی لاشیں ہی ملیں۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ؕ

مجلس نمبر71

● آیت عمل خیر و بد کا نفع و نقصان اپنے ہی واسطے ہے۔

● اُس مجوسی کی دعوت قبول ہونے کی حکایت جس نے سادات کو کھانا بھیجا تھا۔

● روایت امامؑ کا چادر و گوہر خریدنا۔

مجلس نمبر 71

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ وَ مَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْھَاط

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ حٰم سجدہ وغیرہ میں ارشاد فرماتا ہے یعنی جو شخص عمل خیر کرتا ہے اُس کا نفع اُسی کیلئے ہے اور جو آدمی کار بد کرتا ہے گناہ اور وبال اُس کا اُسی پر ہے۔''
مومنین! خوشا حال اُن لوگوں کا جو اعمال صالحہ بجالایا کرتے ہیں۔

اُس مجوسی کی دعوت قبول ہونے کی حکایت جس نے سادات کو کھانا پہنچایا:۔

صاحب جواہر الاخبار ابوالدنیا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد دیندار نے عالم رویا میں دیکھا کہ جناب رسول خداؐ تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں اے شخص فلاں مجوسی کے پاس جا کر ہماری طرف سے یہ خوشخبری سُنا کہ حق تعالیٰ نے اُس کی دعوت قبول کی چونکہ یہ شخص بھی اغنیا میں سے تھا اس خیال سے اُس آتش پرست کی یہاں جانے میں مکث و کراہیت کی کہ ایسا نہ ہو وہ ہمارے اس پیام رسانی سے یہ گمان کرے کہ شاید میں اُس کی دعوت پر طعن کرتا ہوں

فَرَاٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ ثَانِیًا وَ ثَالِثًا

دوبارہ خواب میں پھر حضرت نے جانے کو ارشاد کیا اس دفعہ بھی اس نے تامل کیا

تیسری مرتبہ جناب سرور کائنات ﷺ نے فرمایا اے شخص تجھے لازم ہے کہ ہمارا پیغام اُس مجوسی تک پہنچادے۔ خواب سوم کی تاکید سے مجبور ہو گیا اور اسی وقت اُس گبر کے مکان پر پہنچا اور خلوت میں علیحدہ لے جا کر کہا کہ میں پیغمبر خدا ﷺ کا پیغام تیرے پاس لایا ہوں حضرت نے فرمایا ہے کہ تیری دعوت حق سبحانہ وتعالیٰ کی درگاہ میں قبول ہوئی۔

فَقَالَ لَهٗ اَتَعْرِفُنِيْ فَقَالَ لَهٗ نَعَمْ

''اُس گبر نے کہا تم مجھے پہچانتے ہو؟ اُنہوں نے کہا خوب جانتا ہوں۔'' اُس نے کہا میں تو دین واسلام کا اور جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت کا منکر ہوں۔

فَقَالَ اَنَا اَعْرِفُ هٰذَا

''اُس مومن نے کہا یہ بھی مجھ کو خوب معلوم ہے۔'' مگر کیا کروں کہ حضرت ﷺ نے مجھے تین شب پیہم تجھے اس خوشخبری دینے کے بارے میں تاکید فرمائی ہے نہیں معلوم تیرا کون سا عمل حضرت کو پسند خاطر ہوا کہ جس کے عوض میں تو اس عنایت و بشارت کا مستحق ہوا۔ یہ مژدہ سنتے ہی اُس آتش پرست کے قلب میں نور ایمان پیدا ہوا فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور اپنے اہل وعیال و کل متعلقین کو اُسی وقت بلا کر کہا میں آج تک گمراہ تھا اب دین حق پر آیا ہوں تم لوگوں میں جو شخص اسلام قبول کرنا چاہے جس قدر میرا مال ہے اُس پر حلال ہے اور جسے یہ ملت پسند نہ ہو اس پر لازم ہے کہ جس قدر میرا مال ہے میرے حوالے کر دے اور خود جہاں چاہے چلا جائے۔ الغرض اُس کے سب متعلقین بھی دولت ایمان سے بہرہ یاب ہوئے۔ اُس تازہ مسلمان نے پہلے اپنے طریقہ کے موافق اپنی بیٹی کو اپنے بیٹے کے ساتھ منعقد کیا تھا اب دین اسلام کے مطابق اُس عقد کو فسخ کر کے دونوں کو جُدا کر دیا۔

جب ان اُمور سے فارغ ہو چکا اس مرد مومن سے پوچھا تم ہماری دعوت مقبولہ سے بھی واقف ہو۔ اُنہوں نے کہا میں خود اُس دعوت کی حقیقت سننے کا مشتاق ہوں۔ کہنے

لگا میں نے اپنے پسر و دختر کی عروسی میں اپنی قوم کی دعوت کی تھی اور میرے ہمسایہ میں کچھ سادات رہتے تھے کہ وہ لوگ نہایت مفلوک الحال تھے جس وقت میرے یہاں مہمان جمع ہوئے اور میں اہتمام دعوت میں مشغول ہوا اُس وقت اُن سادات کی اولاد میں سے ایک بچی نے اپنی ماں سے کہا اے مادر اس مجوسی کے کھانے کی خوشبو نے مجھے بے تاب کر دیا ہے یہ کلمہ سن کر میرا دل پگھل گیا اور اپنی قوم کی دعوت سے قبل اُن سادات کو خوش و مسرور کرنا مقدم سمجھا۔

فَاَرْسَلْتُ اِلَیْهِنَّ بِطَعَامٍ كَثِیْرٍ وَ كِسْوَةٍ وَ دَنَانِیْرَ لِلْجَمِیْعِ

"پس میں نے چند خوان کھانے کے اور کئی گٹھڑیاں کپڑوں کی اور کچھ اشرفیاں اُن سب کے واسطے بھیج دیں۔"

فَلَمَّا نَظَرْنَ اِلٰی ذٰلِكَ قَالَتِ الصَّبِیَّةُ لِلْبَاقِیَاتِ وَ اللّٰهِ مَا نَاْكُلُ حَتّٰی نَدْعُوَ

"جب اُن عورتوں نے میرے ہدیہ کو دیکھا بہت خوش ہوئیں اور چاہا اُس طعام سے تناول کریں اُس وقت اُس بچی نے کہا میں اس وقت تک اُس مجوسی کے حق میں دعائے خیر نہ کرلوں گی جب تک آپ طعام نہ کریں گی۔

پس اُن سب مخدرات نے ہاتھ کو جانب آسمان بلند کر کے دعا کی پروردگار اس احسان کے عوض میں اپنے فضل و کرم سے اس مجوسی کو ہمارے جد رسول خدا ﷺ کے ساتھ محشور کرنا۔ کچھ نے دعا کی بعضوں نے آمین کہی۔

"اے شخص چونکہ میں نے اولاد رسول خدا ﷺ کے ساتھ نیکی و سلوک کیا حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے اس عمل کو میرے قبول فرمایا۔" اسی دعوت کے قبول عوض اور پیغمبر خدا ﷺ نے بشارت دی ہے۔

تمہید:۔

حضرات! اس مجوسی کو جو کافر تھا گوارا نہ ہوا کہ خود عیش وطرب میں آب وطعام سے سیر ہو اور جو لوگ ہمسایہ میں ہیں وہ بھوکے رہ جائیں مگر وہ اُمت جفا کار جو اپنے کو مسلمان کہتی تھی اور جنہوں نے اپنے نبی ﷺ کے نواسے کو مہمان بلایا تھا۔ انہیں کیونکر گوارا ہوا کہ خود راحت وآرام میں آب وطعام سے آسودہ ہوئے اور وہ لوگ جو اولاد رسول ﷺ سادات بھی تھے۔ مہمان بھی تھے اُن کو آب وغذا کا دینا کیسا کئی دن تک بہتے ہوئے دریا کے پانی سے محروم رکھا سب کے سب بھوکے پیاسے دنیا سے گذر گئے۔ کسی کو ایک قطرۂ آب مرتے دم تک نہ دیا اُس مجوسی نے ہمسایہ کیلئے کپڑے بھیجے۔ یہاں ان کافروں نے اپنے امام علیہ السلام کو شہید کر کے لاش مبارک سے لباس بدن تک اُتار لیا۔ بے وارث بیبیوں کے سروں سے چادریں بھی چھین لیں۔ اُس نے رحم دلی سے نقد اشرفیاں بھی بھیجیں یہاں داغ دل کے سوا درہم و دینار کیا باقی تھا جو اشقیا لیتے بے رحمی سے یتیم بچوں کے کانوں میں گوشوارے بھی رہنے نہ دیئے اس طرح چھین لیا کہ کان تک زخمی ہو گئے۔

امامؑ کا چادر و گوہر خرید کرنا:۔

حمید بن مسلم کہتا ہے جب امام حسین علیہ السلام مع اہلبیت علیہم السلام وارد کربلا ہوئے تو ایک روز میں نے خواب میں کو دیکھا کہ ایک شخص چھوٹی دو چادریں اور دو گوشوارے لئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے دونوں چادریں اور دونوں گوشوارے خرید لئے اور قیمت دے کر ایک چادر بھی اُس میں سے اُسی شخص کو عنایت کی اور فرمایا اے شخص میں تجھ کو یہ چادر اس شرط پر ہبہ کرتا ہوں کہ میری شہادت کے بعد جب خیام اہلبیت علیہم السلام کو اشقیا تاراج کریں اُس وقت یہ دوسری چادر تو جس بچی کے سر پر دیکھنا اُس سے نہ چھین لینا۔ اس کے بعد حضرت نے وہ دوسری چادر اپنی لاڈلی بیٹی سکینہ علیہا السلام کو عنایت فرمائی اور وہ دونوں گوشوارے اپنے ہاتھوں سے اُس بچی کے کان میں پہنائے۔ پس حمید کہتا ہے جب

مظلوم کربلا درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے اور اعدائے دین اہلبیت علیہم السلام کو لوٹنے لگے تو دیکھا میں نے اُسی شخص کو وہی چادر لئے اور مٹھی میں کوئی چیز چھپائے چلا جاتا ہے۔ جب میرے قریب پہنچا دیکھا میں نے کہ اُنگلیوں سے اُس کے خون ٹپکتا ہے۔ میں نے پوچھا کیا چیز چھپائے ہوئے ہے؟ اُس نے مٹھی کھول کر مجھے دکھلائی تو وہی دونوں گوشوارے تھے جو اُس نے بیچے تھے اور امام مظلوم علیہ السلام نے اپنی بیٹی سکینہ علیہا السلام کو پہنائے تھے۔ یہ دیکھ کر میں نے اُس سے کہا او بے رحم باوجودیکہ تجھ کو اُس جناب نے ایک چادر مع قیمت اس شرط پر ہبہ کر دی تھی کہ دوسری چادر کو ہاتھ نہ لگانا مگر تو نے اپنی شقاوت قلبی سے بعد شہادت اُس مظلوم کے اُس چادر کو بھی لے لیا اور اُن گوشواروں کے واسطے ایک بچی کے کانوں کو بھی زخمی کیا۔ یہ سُن کے اُس شقی نے جواب دیا جس سے میں نے وعدہ کیا تھا وہ تو قتل ہو گیا اب میرا اُس عہد پر رہنا کیا ضروری تھا پھر حمید کہتا ہے اُسی اثناء میں میں نے دیکھا ایک صاحبزادی کہ نہایت کم سن و معصوم ہے خیمہ سے روتی ہوئی باہر دوڑی جاتی ہے کرتے میں اُس کے آگ لگی ہے اور دونوں کانوں سے خون جاری ہے۔ میں نے دوڑ کر اُس کے کرتے کی آگ بجھائی اور پوچھا اے صاحبزادی یہ کان آپ کے کیسے زخمی ہوئے وہ رُو کے کہنے لگی ایک شخص نے ہمارے سر سے چادر اُتار لی اور کانوں سے گوہر چھین لئے اُسی کا یہ زخم ہے۔ میں نے پوچھا اے صاحبزادی تم کون ہو اور تمہارا کیا نام ہے وہ رُو کر بولی

اَنَا سَکِینَۃُ بِنْتِ الْحُسَیْنِ علیہ السلام

''میں سکینہ علیہا السلام دختر حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام ہوں۔''

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

مجلس نمبر 72

- آیت فضائل جناب امیرؑ میں۔
- ایک مخالف کا ایک منقبت خوان کو زدوکوب کرنا اور اس مخالف کا مسخ وہلاک ہونا۔
- جناب سکینہؑ کا لاش امامؑ پر جانا اور حضرتؑ کے حلق بُریدہ سے آواز کا آنا۔
- شمر کا سکینہؑ کو لاشِ امامؑ سے جُدا کرنا۔

مجلس نمبر 72

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ سُوْرَۃِ الْاَعْرَافِ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَ عَزَّرُوْہُ وَ نَصَرُوْہُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝

’’حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ اعراف میں ارشاد فرماتا ہے جس کے ظاہری معنی یہ ہیں پس جن لوگوں نے پیغمبر آخر الزماں ﷺ کے دین کو قبول کیا اور اُن کی تعظیم کی اور نصرت و مددگاری کرتے رہے اور اُس نور کی پیروی میں رہے جو اُس نبی ﷺ کے ساتھ بھیجا گیا ایسے لوگ عذاب خدا سے رستگار اور رحمت پروردگار پر فائز ہیں۔‘‘

حدیث فضائل مومنین میں:-

تفسیر اہلبیت علیہم السلام میں مراد نور سے اس آیت میں علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور بعض مفسروں نے نور سے قرآن مراد لی ہے۔ چنانچہ کتاب معالم الزلفی وغیرہ میں منقول ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا ﷺ نے اصحاب سے پوچھا

اَیُّ الْخَلْقِ اَعْجَبُ اِیْمَانًا

’’کن لوگوں کا ایمان عجیب تر ہے یعنی کامل تر ہے۔‘‘ اصحاب نے جواب دیا فرشتے کامل الایمان ہیں۔ آپ نے فرمایا

اَلْمَلَآئِکَۃُ عِنْدَ رَبِّھِمْ فَمَا لَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ

فرشتوں کو تو قرب باری حاصل ہے احکام الٰہی سے بلاواسطہ مستفیض ہوتے ہیں کیونکر ہوسکتا ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں۔ انہوں نے عرض کی آپ ﷺ ہی ارشاد فرمائیں۔

حضرت ﷺ نے ارشاد کیا

اَلنَّبِیُّوْنَ یُوْحٰی اِلَیْھِمْ فَمَا لَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ......

انبیاء کو بھی خدا کی جانب سے وحی نازل ہوتی ہے۔ پس اُن کو بھی سوائے ایمان لانے کے کوئی راہ نہیں۔ اصحاب بولے پس ہم لوگ کامل الایمان ہیں فرمایا:

اَنَا فِیْکُمْ فَمَا لَکُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ

''تم لوگوں میں ہم موجود ہیں تمہارے ایمان کی بھی ایسی تعریف نہیں۔'' اُس کے بعد ارشاد کیا

اِنَّھُمْ قَوْمٌ یَکُوْنُوْنَ بَعْدَ کُمْ یَجِدُوْنَ کِتَابًا فِیْ وَرَقٍ فَیُؤْمِنُوْنَ بِہٖ

وہ لوگ وہ قوم ہیں جو تمہارے بعد پیدا ہوں گے فقط کتابوں میں لکھا دیکھ کر اُس پر ایمان لائیں گے اور یہی لوگ اس کے مصداق ہیں قول حق تعالیٰ کے

وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

حضرات! اگرچہ بعض مفسروں نے نور سے اس آیت میں قرآن مراد لیا ہے لیکن اگر عقل سلیم سے ملاحظہ کریں تو معلوم ہوگا کہ نور سے مقصود ذات بابرکات جناب امیر علیہ السلام ہے کہ وہ حضرت مثل رسول خدا ﷺ انوار الٰہی تھے اور لفظ اُنْزِلَ مَعَہٗ کا بھی اشارہ کرتا ہے کہ وہ نور رسول خدا ﷺ کے ساتھ زمین پر نازل ہوا ہے۔ جیسا کہ احادیث میں ثابت ہے کہ سید المرسلین ﷺ اور سید الوصیین کا نور اصلاب طاہرہ و ارحام مطہرہ میں ہیں برابر ساتھ رہا۔ جناب عبدالمطلب علیہ السلام سے دو ٹکڑے ہوکر ایک ٹکڑا صلب جناب عبداللہ علیہ السلام میں اور دوسرا صلب ابوطالب علیہ السلام میں منتقل ہوا اس سے بڑھ کے

معیت کیا ہوگی۔ البتہ اگر اُنزِلَ عَلَیۡہِ

ہوتا تو قرآن سے مراد لینا زیادہ قریب الفہم ہوتا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا۔

اَنَا عَبۡدٌ لِفَتٰی اُنۡزِلَ فِیۡہِ هَلۡ اَتٰی
اِلٰی مَتٰی اَکۡتُمُهٗ اَکۡتُمُهٗ اِلٰی مَتٰی

"شاعر کہتا ہے میں اُس حریم کا بندہ ہوں جس کی شان میں خداوند عالم نے سورہ اھل آتی نازل کیا اُس جناب کی محبت رکھتا ہوں کہ اگر چاہوں دل میں پوشیدہ رکھوں کسی طرح چھپ نہیں سکتی کہ جہاں تک پنہاں کروں بے ساختہ ظاہر ہی ہوجاتی ہے۔"

اِلٰی مَا الۡاَمۡرُ وَ حَتّٰی مَتٰی
اُعَاتَبُ فِیۡ حُبِّ هٰذَا الۡفَتٰی
...... زَوۡجَتُ فَاطِمَةٌ غَیۡرَهٗ
وَ فِیۡ غَیۡرِهٖ هَلۡ اَتٰی هَلۡ اَتٰی

"یعنی کہاں تک لوگ مجھے ایسے جوان کریم النفس کی محبت و مودّت میں عتاب و ملامت کریں گے جس کے سوا دوسرا جناب سیدہ علیہا السلام کا شوہر و ہمسر نہیں ہے آیا بجز اُس کے کسی اور کی شان میں بھی سورۂ اھل آتی آیا ہے۔" کبھی اُس جناب کی محبت میرے دل سے محو وزائل نہ ہوگی۔ مومنین! کسی کی ملامت وطعن کرنے سے کیا ہوگا آپ کی محبت شیعوں کے ہر رگ وپے میں اس طرح سرایت کرگئی ہے جیسے خون رگوں میں دوڑتا ہے۔ موالیان حضرت ایسے ہوتے ہیں کہ اگر آپ کی محبت میں اُنہیں کوئی ضرر جانی پہنچے جب بھی اپنے دل سے جوش ایمانی کم نہیں ہوتا۔

حکایت ایک مخالف کا ایک منقبت خوان کو زدوکوب کرنا:۔

صاحب مظہر الاعجاز بروایت معتبر لکھتے ہیں کہ بنی امیہ و بنی مروان کے زمانہ سلطنت میں ایک مداح نے بصرہ کی مسجد میں عشاء کی نماز کے بعد اہلبیت علیہم السلام کی مدح وثنا

میں ایک منقبت پڑھی اور حاضرین مسجد سے صلہ کا متوقع ہوا۔ ایک شقی دشمن خاندان رسالت ﷺ اُس گروہ سے اُٹھا اور اس مداح کو بوعدہ عطائے صلہ اپنے گھر لے گیا اور وہاں مکان کا دروازہ بند کر کے غلاموں کو حکم دیا اسے خوب مارو۔ پس اُن بے رحموں نے اُس غریب کو اس قدر مارا کہ قریب الموت ہو گیا اس کے بعد کپڑے میں لپیٹ کے شہر کے باہر ایک خرابہ میں ڈال دیا۔ وہ بے چارہ بے مونس و یار غش میں پڑا تھا تمام بدن سے خون جاری تھا۔ کون تھا جو اس کی خبر لیتا؟ ناگاہ مظہر العجائب و الغرائب علی بن ابی طالب علیہ السلام اپنے مداح کی مدد کو خود تشریف لائے اُس کا ہاتھ تھام کر اُٹھایا اور تمام بدن پر دست مبارک پھیر کے ارشاد کیا شب آئندہ پھر اُسی مسجد میں جا کے مدح خوانی کرنا خدا کی قدرت سے ایک پوشیدہ راز ہویدا ہوگا یہ فرما کر نظروں سے نہاں ہو گئے مداح کو تکلیف کے بعد زیارت آقا کی جو دولت عظمیٰ ملی فوراً دل شاد ہو گیا تمام بدن کا درد جاتا رہا اور جسم میں طاقت آ گئی مار پیٹ کا کوئی نشان تک دکھائی نہ دیتا تھا الغرض دوسری شب کو پھر اُس مسجد میں گروہ مروانی کے سامنے نہایت جوش و خروش سے منقبت پڑھنے لگا۔ پھر اُس جماعت سے ایک جوان خوش رو اُٹھا اور اُس مداح کا ہاتھ پکڑے بوعدہ عطائے صلہ مسجد سے باہر لے چلا اور اُسی مکان میں لایا جہاں شب گذشتہ آیا تھا یہاں آ کر یہ مومن کیا دیکھتا ہے کہ ایک ریچھ زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ اسے دیکھتے ہی وہ حیوان پاؤں پر گر کے زمین پر ناک رگڑنے لگا اُس صالح جوان نے کہا اے مداح تم نے پہچانا یہ مردود کون ہے اور کیا کہتا ہے اس نے جواب دیا خدا اور رسول ﷺ کو اس کا علم ہوگا میں کیا جانوں کون ہے کیا کہتا ہے؟ ظاہر میں تو خرس معلوم ہوتا ہے۔ اُس نے کہا یہ وہی شقی ہے جس نے شب گذشتہ تیرے ساتھ بے ادبی کی تھی تجھ کو خرابہ پر پھینکوا کے جو یہ خبیث بستر پر سویا تو صبح کو اس شکل میں مسخ ہو کے اُٹھا میں نے فوراً اسے زنجیروں میں جکڑ دیا۔ اب یہ لعین تیری منتیں کرتا ہے ہر چند یہ شخص میرا باپ ہے مگر میں اس کے افعال ناپسندیدہ اور شقاوت سے ہمیشہ ناراض اور متنفر تھا اور اب اس کے دین و آئین سے بھی بیزار ہو کے طریقہ جعفری اختیار کیا ہے۔ حق تعالیٰ مجھ کو اہلبیت علیہم السلام کے

دوستوں میں شمار کرے۔اس کے بعد اُس جوان خوش اعتقاد نے اس مداح کو اتنا مال و زر دیا کہ اس کی زندگی بھر کو کافی تھا۔روایت میں آیا اُس کے تین روز کے بعد اُس مکان پر آسمانی بجلی گری کہ وہ مکان اور وہ ریچھ سب جل کے خاک ہو گیا۔

تمہید:۔

مومنین !ایک مخالف نے ایک محب جناب امیر علیہ السلام کو فقط زدوکوب کیا تھا اُس پر بشکل ریچھ مسخ ہو گیا اور آتش دنیا و آخرت کا حقدار ہو گیا۔کربلا میں مخالفین سے فوج کی فوج نے اُس جناب کو زخموں سے چور کر دیا اور سب کے سب کثرت طمع سے سگان دنیا بن کر خیام آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ٹوٹ پڑے کہ اُس وقت نار جہنم نے اُن اشقیا کو نہ جلایا بلکہ اُنہیں ناریوں نے خیموں کو آگ لگا دی اور چاہا کہ عورتیں بچے سب کے سب جل کے ہلاک ہو جائیں۔جب ناریوں نے خیمہ عصمت میں آگ لگا دی بیبیاں اور بچے جان بچانے کیلئے باہر نکل نکل کر صحرا میں جا بجا منتشر ہو گئے کوئی دریا کی طرف کوئی مقتل کی جانب پناہ کی جگہ ڈھونڈ ھتے پھرتے تھے۔

سکینہ ؑ کا لاشِ امام ؑ پر جانا:۔

جناب سکینہ علیہا السلام اُس عالم اضطراب میں اپنے باپ کی لاش پر پہنچیں دیکھا سر تو بدن سے جُدا ہے اور بدن پر ہزاروں زخم نیزوں کے،تلواروں کے،تیروں کے لگے ہیں اور ریگ صحرا ہوا سے اُڑ اُڑ کر زخموں میں بھر گئی ہے۔زمین پر پچھاڑیں کھا کر باپ کے خون میں لوٹنے لگیں اور کہنے لگیں بابا کس نے آپ کا یہ حال بنایا ہے نہ جانتی تھی کہ آپ شہید ہوئے اور میں یتیم ہو گئی۔اب راتوں کو کس کے سینہ پر سوؤں گی کون مجھے پیار سے گلے لگائے گا۔

امام ؑ کے حلق بریدہ سے آواز آنا:۔

راوی کہتا ہے سید الشہداء علیہ السلام نے جو اپنی بیٹی کی آواز گریہ سُنی خاک پر تڑپنے

لگے اور دونوں زخمی ہاتھ پھیلا کر سینہ سے لگا لیا جناب سکینہ علیہا السلام کہتی ہیں اُس وقت حلق بریدہ سے یہ آواز آتی تھی۔

یَا شِیْعَتِیْ اِنْ شَرِبْتُمْ مَآءَ عَذْبٍ فَاذْکُرُوْنِیْ
اَوْ سَمِعْتُمْ غَرِیْبًا اَوْ شَہِیْدًا فَانْدُبُوْنِیْ
اَنَا السِّبْطُ الَّذِیْ مِنْ غَیْرِ جُرْمٍ قَتَلُوْنِیْ
وَ بِجُرْدِ الْخَیْلِ بَعْدَ الْقَتْلِ عَمْدًا سَحَقُوْنِیْ

شمر کا سکینہؑ کو لاش امامؑ سے جُدا کرنا:۔

''اے دوستو جب آبِ شیریں پینا میری تین دن کی پیاس یاد کر لینا اور جب کسی مسافر کا حال سننا تو میری غربت و مظلومی سے قتل ہونے کا خیال کرنا میں وہ سبطِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں کہ جسے بغیر کسی جرم خطاء کے ذبح کیا گیا اور سر کو جُدا کر کے عمداً میری لاش کو گھوڑوں کے سموں سے پامال کیا گیا۔''

وہ صاحبزادی اپنے باپ کے سینہ سے لپٹی حلق بریدہ پر بوسے دیتی تھی کہ شمر لعین تازیانہ ہاتھوں میں لئے بالیں سر آیا اور جھڑک کر کہنے لگا علیحدہ ہو جا سکینہ علیہا السلام۔ وہ بچی کیونکر لاش سے جُدا ہوتیں باپ کا ہاتھ چھوٹی سی گردن میں تھا۔ آخر اُس بے حیا نے تازیانہ اُٹھا کر وہ ظلم کیا کہ پشت سکینہ علیہا السلام زخمی ہوگئی اور وہ بچی خاک پر تڑپنے لگی۔ شمر نے تڑپنے بھی نہ دیا ننھا سا بازو پکڑ کر کھینچتا ہوا اسیرانِ اہلبیت علیہم السلام میں لے گیا۔ وہ بچی کیا کرتی بلبلا کر جناب زینب علیہا السلام سے فریاد کرنے لگی آپ دیکھتی ہیں کہ یہ ظالم مجھے ناحق تازیانے لگاتا ہے اور رونے بھی نہیں دیتا بابا کی لاش سے چھڑا کر کھینچتا لئے جاتا ہے۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر 73

- آیت نجویٰ و حدیث منزلت فضائل جناب امیر علیہ السلام میں۔
- عہد جناب موسیٰ میں نابینا و عابد کی حکایت۔
- ایک قصاب کی حکایت جس نے ماں کے سامنے بچے کو ذبح کیا تھا۔
- مصائب امامؑ۔
- اہلبیتؑ کا لاش امامؑ پر لے جانا۔

مجلس نمبر 73

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۃ المجادلہ میں ارشاد فرماتا ہے اے بندگان مومنین جب رسول ﷺ سے کچھ پوچھو تو چاہئے پہلے کچھ صدقہ دے لو یہ امر تمہارے واسطے بہتر و پاکیزہ ہے۔'' بعض کتب میں اس آیہ کے نازل ہونے کا سبب یہ لکھا ہے کہ بعض منافقین خدمت باسعادت جناب رسالت ﷺ میں حاضر ہو کے سوالات لاطائل کرتے تھے جس سے حضرت کو ملال ہوتا تھا جب یہ آیت نازل ہوئی اُن لوگوں نے صدقہ دینے کے خوف سے سوال کرنا چھوڑ دیا۔

جناب امیرؑ میں فضائل حدیث منزلت :-

تفسیر مدارک میں ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا یہ وہ آیہ ہے کہ میرے سوا کسی نے قبل یا بعد اس پر عمل نہ کیا ایک دینار میرے پاس تھا میں نے اُسے خوردہ کیا اُس میں سے ایک ایک درہم تصدق دے کے دس مسئلے رسول خدا ﷺ سے پوچھے اُس کے بعد یہ آیت منسوخ ہوگئی۔ سبحان اللہ! مظہر العجائب علی بن ابی طالب علیہ السلام کے فضائل و مناقب کی انتہا نہیں کتب فریقین میں ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یَا عَلِیُّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی علیہ السلام

"جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی علیہ السلام تمہیں کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔" یعنی تم میرے وزیر اور پشت پناہ ہو۔

خدا را مباہات ایجاد او
نبی علیہ السلام را تظاہر امداد او

شفقت جناب امیرؑ کی نابینا کے ساتھ روایت صفت حلم جناب امیرؑ میں:۔

حضرت کے صفت حلم میں لکھا ہے ایک دن کسی غلام کو آپ نے آواز دی اُس نے جواب نہ دیا باوجودیکہ وہ پس پردہ موجود تھا۔ کئی مرتبہ پکارنے کے بعد حضرت علیہ السلام نے پس پردہ سے نگاہ کی دیکھا وہ غلام موجود ہے فرمایا تو نے کیوں جواب نہ دیا؟ اُس نے عرض کی میں آپ کے حلم کو دیکھنا تھا میری اس حرکت پر کچھ غصہ کرتے ہیں یا نہیں یہ سُن کے وہ جناب متبسم ہوئے اور فرمایا میں نے تجھے راہ خدا میں آزاد کیا اور تازندگی تیرے نان ونفقہ کو اپنے اوپر لازم کیا۔ اس صفت حلم کے علاوہ رحم دلی وغربا پروری آپ کی یہ تھی کہ راتوں کو روٹی اور غلہ کا بار پشت مبارک پر رکھ کے خود بہ نفس نفیس غریبوں اور بے کسوں کے گھر لے جاتے تھے اور کھلاتے تھے۔ مجالس مفجعہ میں منقول ہے جب حسنین علیہم السلام اپنے پدر بزرگوار کے دفن کے بعد دولت خانہ کو پھرے راہ میں ایک خرابہ سے کسی کے گریہ وبکا کی آواز کان میں آئی تفتیش حال کیلئے اُسی آواز کی طرف چلے تھوڑی دُور جا کے دیکھا ایک مرد کہ جس کے ہاتھ بھی شل ہیں پاؤں بھی بیکار ہیں آنکھیں بھی نابینا ہیں فرش خاک پر پڑا بیقراری سے رُو رہا ہے شہزادے بمقتضائے ترحم خاندانی قریب گئے اور کمال شفقت سے اُس کے حال اور وجہ

معاش کا سوال کیا اُس نے کہا میں ایک سال سے اسی ویرانہ میں اسی کیفیت سے پڑا ہوں ہر روز ایک بندۂ خدا یہاں آتا تھا اور اپنے ہاتھ سے کھانا کھلا جاتا تھا۔ آج کئی دن گذرے ہیں کہ نہیں آیا صاحبزادوں نے پوچھا اُس بندہ خدا کا کیا نام تھا؟ عرض کی میں نے کئی مرتبہ پوچھا تھا اُس نے نہ بتایا اور کہا نام سے کیا غرض میں تیرا کام فقط خوشنودی خدا کیلئے کرتا ہوں۔ حسنین علیہ السلام نے فرمایا اگر نام سے واقف نہیں تو اُن کی کچھ صفات و عادات سے بیان کرو اُس نے کہا جب تک وہ یہاں رہتا تھا وہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتا تھا۔ یہ سُن کے شہزادوں نے کہا آہ آہ وہ ہمارے پدر بزرگوار عالم کے امام وسردار علی بن ابی طالب علیہ السلام تھے دو دن ہوئے کہ ابن ملجم ملعون نے اُس جناب کو خدا کے گھر میں عین سجدے میں شہید کیا۔ اس کے علاوہ رحم و کرم میں حضرت کے بہت سی روایتیں ہیں کہاں تک بیان ہوں۔

حکایت عابد عہد جناب موسیٰ:۔

مومنین! صفت رحم پروردگار عالم کے نزدیک نہایت مستحسن و پسند ہے چنانچہ کتاب سرور المومنین میں مرقوم ہے کہ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درگاہ الٰہی میں عرض کی خداوندا مجھے عجائبات دریا سے وہ چیز دکھلا کہ وعظ و نصیحت پر مشتمل ہو۔ حکم ہوا کہ رود نیل کے کنارے جاؤ اور عصا پانی پر مار کر ہماری قدرت کا تماشا مشاہدہ کرو۔ حضرت نے ویسا ہی کیا دریا کا پانی خشک ہو گیا اور ایک صحرا نظر آیا اُس میں ایک قصر بلند دیکھا جب داخل ہوئے دیکھا محراب عبادت میں ایک شخص تقدیس و تہلیل حق تعالیٰ میں مصروف ہے۔ ہاتھ اُس کے مرفق سے اور پاؤں زانو سے جدا ہیں آنکھیں بھی بے نور و نابینا ہیں۔ حضرت نے سلام کیا اُس نے جواب دے کر پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا خدا کا بندہ تیرا نبی موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہوں۔ یہ سُن کر وہ معذرت کرنے لگا معاف کیجئے کہ میرے پاؤں نہیں ہیں کہ تعظیم کو اٹھوں اور ہاتھ نہیں کہ دست بوسی کروں آنکھیں نہیں کہ جمال مبارک کی زیارت کروں۔ حضرت نے پوچھا تیری عمر کتنی گذری اُس نے کہا یہ نہیں معلوم مگر اتنی مدت مجھے گذری ہے کہ خوف

الٰہی سے روتے روتے آنکھیں نابینا ہوگئیں اور اس قدر نمازیں اس مقام پر بجالایا ہوں کہ پاؤں میرے زانو سے جدا ہو گئے اور اتنے زمانہ تک ہاتھوں کو دعا کے واسطے بلند کیا کہ کہنیوں سے علیحدہ ہو گئے۔ آپ نے فرمایا اس جگہ تجھے روزی کیونکر میسر ہوتی ہے؟ اُس نے کہا ذرا توقف کیجئے جب ظہر کا وقت آیا ایک آواز پیدا ہوئی زمین شگافتہ ہوگئی پھر زمین سے ایک انار اور انار سے ایک مرغ خوش رنگ پیدا ہوا۔ اُسی مرغ نے ایک ایک دانہ کر کے سارا انار اُس مرد عابد کو کھلا دیا اور غائب ہو گیا اُس کے بعد عابد نے عرض کی اسی طرح دن بھر میں تین مرتبہ روزی مجھے پہنچتی ہے۔ یا نبی اللہ علیہ السلام آپ درگاہ الٰہی میں میری طرف سے سوال کریں آیا میں اہل بہشت سے ہوں یا اہل جہنم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا۔ وحی نازل ہوئی ہرگز یہ شخص جنتی نہیں اس لئے کہ مدتِ دراز سے اس کو روزی اسی طرح پہنچاتا ہوں اور کبھی اس نے انار میں سے ایک دانہ بھی اس مرغ کو نہیں دیا یہ سُن کے عابد زار زار رونے لگا اور دعا کی خداوندا تجھے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کی اولاد کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرے جثہ بدن کو اس قدر عظیم و بزرگ کر دے کہ وسعت جہنم کے برابر ہو جائے اور دوسرے اہل سقر کی گنجائش نہ ہو اور اس وجہ سے وہ لوگ عذاب دوزخ سے محفوظ رہیں۔ دوبارہ ارشاد الٰہی ہوا اے موسیٰ علیہ السلام عابد کے کلام سے بوئے رحم آتی ہے کہ اس نے اور لوگوں کا معذب ہونا گوارہ نہ کیا۔ اس رحم کی وجہ سے اب اس شخص پر آتش دوزخ میں نے حرام کر دی۔

حکایت قصاب:۔

اُسی کتاب میں نقل ہے کہ زمانہ سابق میں کسی قصاب نے ایک گائے کے سامنے اُس کے بچہ کو ذبح کیا اُس کا ہاتھ خشک ہو گیا ایک سال کے بعد گھر میں بیٹھا تھا ناگاہ ایک بچہ کنجشک آشیانہ سے گر پڑا اُس کی ماں بے قرار ہو ہو کے فریاد کرنے لگی قصاب سے اُس کی بے قراری دیکھی نہ گئی اُس بچے کو اُٹھا کے آشیانہ میں رکھ دیا اس رحم کے سبب سے خشک ہاتھ

اُس کا اچھا ہو گیا۔ حضرات! مقام تامل ہے ایک قصاب نے جانور حلال کو جس کا ذبح کرنا شرع میں درست ہے حلال کیا فقط ماں کے سامنے ذبح کرنے سے اُس کا ہاتھ خشک ہو گیا وائے اُس قوم جفا کار پر جنہوں نے انسان کے بچوں کا سر اُن کی ماؤں کو دکھا دکھا کر بدن سے جُدا کیا انسان بھی وہ انسان جن کی اطاعت خدا اور رسول ﷺ نے واجب کی تھی شرع کا رواج اُنہیں کے گھر سے ہوا بچے بھی وہ بچے کہ بعضوں کا اُن میں سے دودھ بھی بڑھنے نہ پایا تھا گھٹنوں بھی چلنے نہ پائے تھے۔ اُس قصاب نے بچہ چڑیا کے بچہ بھشک کو آشیانہ میں رکھ دیا یہ فعل اُس کا کس قدر خدا کو پسند آیا۔ خیال کیجئے کہ غضب الٰہی نازل ہوگا اُن لوگوں پر جنہوں نے اپنے نبی ﷺ کے نواسے کو ننھے ننھے بچوں کے ساتھ اُس فصل میں کہ پرندے بھی اپنے آشیانوں سے جُدا نہیں ہوتے تھے گھر سے نکال کر آوارہ وطن کیا۔ جہاں حضرت تشریف لے جاتے تھے کہیں چین سے نہ رہنے دیتے تھے خدا کے گھر میں بھی پناہ نہ ملی آخر مجبور ہو کے شہروں سے کربلا کے کنارے جنگل میں آپ نے قیام کیا وہاں بھی اعداء ظلم سے باز نہ آئے مہمان نوازی کیسی رحم کیسا روز بروز ظلم بڑھتا گیا۔ کئی دن کے بعد پانی بھی بند کر دیا عاشور کو دن ڈھلنے تک سارا گھر صاف کر دیا بتیس برس کے جوان بھائی کو ضعیف بھائی کے سامنے بے جان کر دیا۔ علی اکبر علیہ السلام سے فرزند کو باپ کے روبرو نیزہ لگایا۔ قاسم علیہ السلام سے بھتیجے کی لاش چچا کے سامنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کی۔ عبداللہ بن الحسن علیہ السلام کو ماں خیمہ سے دیکھتی رہی اور چچا کے آغوش میں ہلاک کیا۔ چھ مہینے کے بچہ کو باپ کے ہاتھوں پر مارا اور خود مظلوم کربلا علیہ السلام کو خنجر ظلم سے کس طرح شہید کیا کہ بہن سامنے کھڑی پیٹتی تھی؛ ماں اپنی گود میں سر لئے فریاد کرتی تھی' نانا باپ بھائی یہ سب بزرگوار سرہانے رُو رہے تھے۔

اہلبیتؑ کو لاش امامؑ پر لے جانا:۔

آہ آہ کہاں تک اعدا کی بیدردی اور بے رحمیوں کا بیان ہو جب خیام عصمت بھی جلا چکے اور بزرگوں کے تبرکات بھی لوٹ چکے جو بے وارث و والی چند زنان و اطفال باقی

تھے انہیں اسیر کرلیا اور شتران بے کجاوہ و بے عماری پر بٹھا کر شام کی طرف روانہ ہوئے۔ لکھا ہے اشقیا اُن قیدیوں کو تخفی دل دکھانے کے واسطے مقتل شہداء سے لے چلے جونہی اُن بیبیوں اور بچوں کی نظر اپنے وارثوں کی لاشوں پر اور عزیزوں کے جسد پاش پاش پر پڑی سب نے اپنے آپ کو اونٹوں سے گرا دیا ایک ایک بی بی بے قرار ہو ہو کے فریاد کرتی تھی اور اُس میدان میں اپنے عزیزوں اور وارثوں کی لاش ڈھونڈتی پھرتی تھی۔ حضرات! وجہ تلاش کرنے کی تو ظاہر ہے کیونکہ اُن لاشوں میں پتا ملتا کہ اشقیا پہلے ہی تنوں سے سر اُتار لے گئے تھے اس کے علاوہ اعضائے بدن زخموں کی کثرت سے چاک چاک گھوڑوں کی ٹاپوں سے ریزہ ریزہ ہو گئے تھے۔ سواروں کی آمد و رفت سے اس قدر گرد اُڑی تھی کہ وہ اجساد بے سر غبارِ صحرا میں چھپ چھپ گئے تھے بہرکیف کوئی بی بی اپنے بھائی کی لاشِ خاک آلود سے کوئی اپنے فرزند کے تنِ چاک چاک سے لپٹ گئی۔ اُس وقت کون تھا جو اُن پر رحم کھاتا؟ وہی اعدا رحم کے بدلے تازیانوں سے ڈرا ڈرا کے نیزے دکھا دکھا کے اُن بے وارثوں کو لاشوں سے چھڑاتے تھے اور اُونٹوں پر بٹھا بٹھا کے شام کی طرف روانہ ہوتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ اُس وقت تک سر ہائے شہداء تنوں سے جدا نہ ہوئے تھے انہیں بیبیوں اور بچوں کے سامنے ظالموں نے سروں کو علیحدہ کیا اور نیزوں پر چڑھا کے اُن عورتوں کو دکھاتے کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام تک لے گئے۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر 74

- توجیہ آیہ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی۔
- ایک مومن کے ہاتھ کٹنے کی حکایت۔
- روایت ہفت دست بریدہ۔

مجلس نمبر 74

قَالَ اللّٰهُ الْكَرِيْمُ فِي الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط

''حق سبحانہ وتعالیٰ قرآن مجید کی سورہ توبہ میں ارشاد فرماتا ہے تحقیق کہ خدا نے مومنوں سے اس طرح معاملہ کہ اُن کی جان و مال کو لے لیا اور بہشت کو قیمت میں دے دیا۔'' صاحب زبدۃ المصائب نے اس آیت کے ترجمہ میں کیا اچھی توجیہ وتوضیح کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ان مومنوں سے مراد سرتاج مومنین باعث بقائے ایمان و دین سید الشہداء مظلوم کربلا علیہ السلام ہیں پس اس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ خدا سے اور حضرت سے معاملہ ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ ہر معاملہ کے بعد مشتری کو خرید کی ہوئی چیز پر بائع کو قیمت پر ہر طرح کے تصرف کا اختیار ہو جاتا ہے ہر شے وقیمت شے کے دونوں مالک ہو جاتے ہیں پس قطع نظر نسبت الوہیت وعبودیت کے جب حق تعالیٰ اس معاملہ کے رو سے آپ کی جان و مال کا مالک ہو گیا۔ جس طرح مناسب سمجھا اپنی مصلحت کے موافق اُن کی جان و مال کو لے لیا اگر یزید کے پنجہ ظلم میں دے دیا تو اُس کی مصلحت کو وہی جانتا ہے۔ اُسی طرح وہ جناب بھی بہشت کے مالک ہو گئے اب یہ بھی اُس کی قیمت یعنی بہشت کو جس طرح جس کو مناسب سمجھیں گے دیں گے اختیار ہے۔ اپنے دوستوں کو اگر چہ گنہگار ہوں جنت دے دیں اور دشمنوں کو اگر چہ ظاہر میں نیکوکار ہوں نہ جانے دیں اسی وجہ سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے سب شیعہ فردوس میں داخل ہوں گے یعنی آپ کو دعویٰ ہے کہ ہم بہشت

کے مالک ہیں اور سب شیعہ ہمارے مملوک ہیں۔

وَاِنَّ مَرْجَعَ الْعَبْدِ اِلٰی مَوْلَاہُ

غلام تو آقا کے پاس رہتا ہے جب ہم بہشت میں ہوں گے تو ہمارے شیعہ بھی بہشت کے سوا کہاں رہیں گے۔ اب مجھے یہاں ایک دوسرا نکتہ عرض کرنا ہے کہ مضمون سابق سے معلوم ہوا یہ آیت مظلوم کربلا علیہ السلام کی شان میں ہے اور اس معاملہ میں بہشت جس کی قیمت ہے وہ جان بھی ہے مال بھی ہے دونوں کو راہ خدا میں صرف ہونا چاہئے۔ امام حسین علیہ السلام نے جان تو راہ الٰہی میں اس طرح دی کہ انواع ظلم وستم سے شہید ہوئے۔ مگر مال کس طرح دیا سمجھنا چاہئے کہ دولت و مال کی دو قسمیں ہیں۔ ایک دولت اولاد جسے جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے تھے اپنی زندگی ہی میں آنکھوں کے سامنے لٹا دیا۔ دوسرا زر و مال یہ بھی دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ کہ گھر میں اسباب کے قسم سے ہو وہ حضرت کے پاس کیا تھا لیکن جو کچھ بزرگوں کے تبرکات تھے وہ بھی شہادت کے بعد اس طرح اعداء لے گئے کہ جناب زینب علیہا السلام کے سر سے ردائے فاطمہ علیہا السلام تک اُتار لی۔ دوسری قسم مال دنیا سے وہ ہے کہ بدن پر جو کچھ لباس و پوشاک ہو سب جانتے ہیں کہ امام مظلوم علیہ السلام کی شہادت کے بعد جسم مبارک پر وہ بھی ظالموں نے باقی نہ رکھا عمامہ نعلین سب اُتار لے گئے۔ لاشِ اقدس کو عریاں خاک گرم پر چھوڑ دیا۔ سب کے بعد ایک انگوٹھی ہاتھ میں بچ رہی تھی بجدل بن سلیم ملعون اُنگلی کاٹ کر وہ انگوٹھی بھی لے گیا۔

تمہید:۔

بہرکیف اب یہ سمجھنا چاہئے کہ ہر معاملہ میں بیع وشرٰ ے کسی غرض کے واسطے ہوتی ہے۔ امام حسین علیہ السلام کا یہ معاملہ کس غرض سے تھا؟ ہم گنہگاروں کی بخشش آپ کو منظور تھی کثرت معصیت ہمارے بہشت میں جانے سے مانع نہیں ہو سکتی لیکن اُس وقت کہ جب ہم شیعیان و موالیان حضرت سے قرار پائیں اور یہ امر نہیں ہو سکتا مگر جب علامات تشیع اور ولا

کی بھی ہم میں ہوں۔

یَا اَیُّهَا الْبَاکُوْنَ عِتْرَةَ اَحْمَدٍ وَ بُکَاءُ کُمْ حُزْنًا عَلَامَةُ حُبِّکُمْ

کیوں عزاداران مظلوم کربلا علیہ السلام و سوگواران سید الشہداء علیہ السلام ہمارے پاس محبت و دوستی کی علامت کیا ہے پس اسی قدر کہ اُس جناب کی مصیبتوں کو سُن کے جہاں تک ہوسکے گریہ و زاری کریں۔ افسوس ہے اگر ہم سے یہ امر بھی انجام نہ پائے اس رونے میں کوئی جان کا یا مال کا ضرر بھی نہیں ہے۔ اگلے زمانہ میں خیال کیجئے مردوں اور عورتوں میں کیسے کیسے لوگ گذر گئے ہیں جنہوں نے خاندان نبوت علیہم السلام کے نام پر مال بھی دیا روح کا صدمہ بدن کا نقصان بھی گوارہ کیا ہے۔

ایک مومنہ کے ہاتھ کٹنے کی حکایت:۔

کتاب مظہر الاعجاز میں منقول ہے کہ بنی عباس کے زمانہ حکومت میں شہر بغداد میں ایک زن مومنہ ایک سوداگر ناصبی کے عقد میں تھی ایک دن وہ سوداگر اپنی دوکان پر بیٹھا تھا کہ ایک فقیر نے آکر جناب امیر علیہ السلام کے نام پر سوال کیا اور دیر تک متوقع کھڑا رہا مگر اُس نے کچھ نہ دیا بلکہ اپنی دوکان سے جھڑک کر نکال دیا۔ وہ قلندر گھومتا ہوا ایک مومنہ کے دروازہ پر پہنچا اور جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کے نام پر سوال کیا وہ مومنہ خاتون جنت کا نام سنتے ہی بے قرار ہوگئی اور فوراً اپنے کان سے ایک گوشوارہ جڑاؤ بہت قیمتی نکال کر اُس درویش کو پیش کیا اور قلتِ مقدار کی بہت عذر خواہی کی۔ سائل نے اُس کو بہت دعائیں دیں اور خوش خوش وہاں سے چلا حسب اتفاق اُسی سوداگر کی دوکان کی طرف سے نکلا جہاں پہلے سوال کیا تھا اور اُسے وہ گوشوارہ دکھلا کر کہا اگرچہ تو نے مجھے اپنی دوکان سے محروم پھیر دیا مگر حق تعالیٰ نے اپنی بارگاہ سے مایوس نہ کیا۔ ایک مومنہ صالحہ کے ہاتھ سے یہ نعمت دلائی جو میری زندگی کو کافی ہے۔ وہ دیکھتے ہی پہچان گیا کہ یہ اُسی کی زوجہ کا زیور ہے۔ فوراً دکان بند کر کے مار سیاہ کی طرح پیچ و تاب کھاتا ہوا گھر پہنچا۔ دیکھا زوجہ کے ایک کان میں گوشوارہ نہیں ہے پوچھنے

لگا ایک گوشوارہ کہاں گیا؟ اُس نے نہایت کشادہ پیشانی سے جواب دیا خدا کی راہ پر اور اپنی بی بی فاطمہ زہرا علیہا السلام کے نام پر سائل کو بخش دیا۔ یہ کور باطن شخص مومنہ کو ملامت و سرزنش کرنے لگا اُس نے کہا یہ زیور تیرا دیا ہوا نہ تھا میرا مال تھا جسے چاہا استعمال کیا۔ اُس شقی نے کہا اگر ایسی ہی ہمت رکھتی ہے تو اپنا ہاتھ بھی خدا کی راہ اور فاطمہ علیہا السلام کے نام پر فدا کر دے۔ اُس خوش اعتقاد نے ہاتھ بڑھا کر کہا لے خالی ہاتھ کی کیا حقیقت ہے معبود کی راہ پر اور جناب سیّدہ علیہا السلام کے نام پر ہزار جانیں ہوتیں تو بھی صدقہ و نثار کرتی۔ اُس دشمن اہلبیت علیہم السلام نے فوراً چھری سے اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا اُس مومنہ نے جو اس شقی کی اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ اس قدر عداوت دیکھی کہنے لگی اے دشمن خدا اب تیرے مکان میں ایک دم رہنا حرام ہے نار و نور ایک جا بہم نہیں ہو سکتے۔ طلاق لے کر اپنا ہاتھ اُٹھا کے گھر سے باہر نکلی ہر چند درد سے بے چین تھی مگر بغداد میں ایک ساعت بھی ٹھہرنا اور توقف کرنا گوارہ نہ کیا۔ جنگل ویرانہ طے کرتی چلی جاتی تھی۔ اثناء راہ میں ایک جگہ زمین کھود کر وہ دست بریدہ دفن کر دیا اور خدا پر توکل کر کے آگے بڑھی کئی دنوں کے بعد ایک صحرا میں ایک ضعیفہ سے ملاقات ہوئی۔ اُس نے رحم کھا کر اپنی جھوپڑی میں رہنے کو جگہ دی اور یہ دونوں مثل مادر و دختر کے اُسی ویرانہ میں بسر کرنے لگیں۔ حسب اتفاق تھوڑے عرصے کے بعد ایک سوداگر مصر کی طرف سے بہت سا اسباب تجارت لئے ہوئے اُسی صحرا میں پہنچا اور ضعیفہ کی جھونپڑی کے قریب خیمہ و خرگاہ برپا کیا۔ ناگاہ اُس دختر عفیفہ کو نماز کی حالت میں دیکھ لیا دیکھتے ہی اُس کی عبادت و صورت پر عاشق و فریفتہ ہو گیا۔ دوسرے دن ضعیفہ کو بلا کے اُس دختر کی خواستگاری کی بڑھیا نے صاف کہہ دیا کہ وہ زن پارسا ہر چند صالح و عفیفہ ہے مگر ایک ہاتھ نہیں رکھتی۔ سوداگر ایسا مفتون ہو چکا تھا کہ اُس عیب پر بھی عقد کو راضی ہوا اور بہت کچھ نقد و جنس سے اُس ضعیفہ کی تواضع کی الحاصل اُس کی کوشش اور تقدیر کی مدد سے وہ عورت بھی راضی ہو گئی۔ اُن دونوں کا نکاح ہو گیا شب زفاف اُس سوداگر نے لباس ہائے نفیس زیور ہائے عمدہ عروس کے واسطے بھیجے جب ضعیفہ نے اُسے پوشاک و گہنا پہنایا اور دلہن بنا کے بٹھایا اور ایک ہاتھ کا زیور معطل دھرا رہ گیا

اُس وقت اس مومنہ کو اپنا دست بریدہ یاد آیا اور خیال کیا کہ شوہر کٹا ہاتھ دیکھ کر کیا گمان کرے گا اسی تصور میں اس قدر روئی کہ روتے روتے غش کر گئی خواب میں کیا دیکھتی ہے کہ خاتونِ قیامت جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام تشریف لائی ہیں اور اس کے سر کو سینہ مبارک سے لگا کر فرماتی ہیں کیوں غم کرتی ہے اور کس لئے روتی ہے جب تو نے میرا دامن پکڑا ہے اور میرے نام پر ہاتھ فدا کیا ہے تو میں تجھے کیونکر تیرے شوہر کے سامنے خجل و شرمندہ ہونے دوں گی۔ یہ فرما کر دست مبارک ایک سمت بڑھایا ناگاہ اُس کا دست بریدہ موجود ہو گیا۔ جناب سیدہ علیہا السلام نے اُسے قبضہ سے ملا کر دست مبارک پھیر دیا فوراً اچھا ہو گیا یہ رویا صادقہ دیکھ کر جو خواب سے چونکی ہاتھ کو درست پایا شکر خدا بجا لائی وہ تاجر بہت سا خوش ہوا اور بصرہ میں اپنے گھر لے گیا۔ حق تعالیٰ نے اُسے کئی اولادیں عطا کیں۔ ایک روز یہ مومنہ اپنے مکان کی چھت پر بیٹھی تھی کہ فقیر کی آواز سُنی دیکھا اُسی کا سابقہ شوہر گلی کوچوں میں گدائی کرتا پھرتا ہے۔ ایک خادم کو بھیج کر بلایا اور پوچھا تو فقیر کیونکر ہو گیا؟ اُس نے جواب دیا اپنی شامت اعمال و شومئی قسمت سے اس حال کو پہنچا ہوں۔ مومنہ نے کہا کچھ حال تو بیان کر۔ کہنے لگا پہلے میں سوداگری کرتا تھا اور بہت خوش حال تھا جس دن سے میری زوجہ کہ نہایت صالحہ و طاعت گذار تھی میرے گھر سے نکلی اُس روز سے مجھ پر عذاب آیا یہاں تک کہ تھوڑے دنوں میں فقیر ہو گیا اب در بدر گدائی کرتا پھرتا ہوں۔ عورت نے پوچھا اے درویش تو مجھے بھی جانتا ہے کون ہوں؟ وہ بولا نہیں اُس وقت زن صالحہ نے کہا میں وہی تیری زوجہ ہوں جسے تو نے ہاتھ قطع کر کے گھر سے نکال دیا تھا' دیکھ میرا ہاتھ بھی درست ہو گیا اور شوہر بھی تونگر و محب اہلبیت علیہم السلام ملا۔ پس بروایتے یہ تاجران دونوں کی تقریر سنتا تھا فوراً سامنے آ کر کہنے لگا اے بی بی میں ہی وہی درویش ہوں جسے تو نے جناب فاطمہ علیہا السلام کے نام پر گوشوارہ دیا تھا اور اُسی گوشوارے کی بدولت حق تعالیٰ نے مجھے یہ دولت عطا کی ہے۔ الغرض شوہر اول کو بطور صدقہ کچھ دے کر دروازہ سے باہر کر دیا۔

تمہید:۔

حضرات! ایک یہ مومنہ تھی جس نے فقط نام پر جناب سیدہ علیہا السلام کے سائل کو اپنے کان سے گوشوارہ اُتار دیا ایک وہ اشقیائے بے دین تھے جنہوں نے صحرائے کربلا میں اُنہیں معصومہ کی پوتی کو طمانچے بھی لگائے کانوں سے گوشوارے بھی چھین لئے اُس مومنہ کے دست بریدہ کو تو خود آ کے خواب میں اچھا کر دیا دشت ماریہ میں خود روح اُس مخدومہ کی موجود تھی کیونکر گوارہ ہوا کہ دیکھا ایک دن میں پانچ رفقاء و عزیزوں کے ہاتھ قلم کیے گئے۔ چنانچہ منقول ہے ابتدائے اسلام سے آج تک راہ خدا میں سات بزرگواروں کے ہاتھ قطع ہوئے۔

سات ہاتھ کٹنے کی روایت:۔

ایک جنگ تبوک میں عہد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جعفر طیار علیہ السلام کے ہاتھ قلم ہوئے' دوسرے جنگ صفین میں عہد جناب امیر علیہ السلام میں مسلم عجم کے ہاتھ کاٹے گئے اور پانچ شخصوں کے ہاتھ ایک ہی دن روز عاشورا معرکہ کربلا میں قلم کئے گئے ایک وہب بن عبداللہ کلبی دوسرے ہلال بن نافع تیسرے سقائے اہلبیت علیہم السلام شیدائے امام تشنہ کام علیہ السلام یعنی جناب عباس علیہ السلام جن کے بعد مظلوم کربلا علیہ السلام کے لشکر قلیل کی زینت اور بازوؤں کی قوت جاتی رہی اور بار بار فرماتے تھے

اَلْاٰنَ انْکَسَرَ ظَھْرِیْ وَ قَلَّتْ حِیْلَتِیْ

یعنی اب حسین علیہ السلام کی کمر ٹوٹ گئی اور چارۂ کار مسدود ہو گیا۔ چوتھے طفل معصوم یادگار امام مسموم علیہ السلام یعنی عبداللہ علیہ السلام بن حسن علیہ السلام باقی بزرگواروں کے ہاتھ تو لڑائی میں قطع ہوئے یہ صاحبزادہ تو کسی سے لڑا بھی نہ تھا بلکہ لڑنے کے قابل بھی نہ تھا۔ پانچویں کون ہاتھ کس طرح کس وقت قلم ہوا؟ بیان کی طاقت نہیں یہ اُسی فوج قلیل کے سردار یعنی امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ ہیں سب ہاتھ تو زندگی میں قطع ہوئے مگر یہ ہاتھ بعد شہادت

جمال ملعون کے ظلم سے جُدا کیئے گئے۔ مومنین! جس کے ہاتھ قطع ہوئے اُس کی لاش پر رفیق وعزیز روئے۔ جعفر طیار علیہ السلام جب مارے گئے سارا لشکر اسلام اور خود جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گریاں اور نالاں ہوئے مسلم مجتم کی لاش پر اُن کی ماں روئیں اور وہب و ہلال کی لاشوں پر اُن کی ماں اور زوجہ روئی اور لاش عباس علیہ السلام پر امام حسین علیہ السلام اور علی اکبر علیہ السلام روئے عبداللہ علیہ السلام بن الحسن علیہ السلام کی لاش پر امام حسین علیہ السلام اور سب اہلبیت علیہم السلام روئے مگر وائے غریبی و بے کسی امام حسین علیہ السلام کہ کوئی اُس مظلوم علیہ السلام کی لاش پر رونے والا بھی نہ تھا۔ حضرات! کون روتا مردوں میں رونے والے بھائی بھتیجے بھانجے بیٹے ہوتے ہیں۔ وہ سب کے سب پہلے ہی مارے جا چکے تھے۔ ایک سید الساجدین علیہ السلام باقی تھے وہ بھی طوق و زنجیر میں جکڑے غش میں بستر بیماری پر پڑے تھے۔ عورتوں میں رونے والیاں بہنیں بیٹیاں بہوئیں ہوتی ہیں یہ سب کی سب سر کھلے رسیوں میں بندھیں لشکر اعدا میں گرفتار تھیں مگر لکھا ہے اس عالم غربت میں وہ ماں جس نے فاقے اُٹھا اُٹھا کے چکی پیس پیس کے امام حسین علیہ السلام کو پالا تھا بہشت چھوڑ کے رونے کو آئی تھی۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر75

- آیت شان صالحین میں۔
- قصاب مدائن اور کنیز احمد کوفی کی حکایت۔
- مختصر روایت امامؑ کا ہاتھ کٹنا۔

مجلس نمبر 75

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّھُمْ فِی الصّٰلِحِیْنَ ۵

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ عنکبوت میں ارشاد فرماتا ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے البتہ ان لوگوں کو ہم صالحین کے زمرہ میں داخل کریں گے۔''

قصاب مدائن وکنیز احمد کوفی کی روایت:۔

مجالس المتقین میں کتاب دلائل الاعجاز سے نقل ہے کہ سید الاوصیاء جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام ایک روز کوفہ کے کسی کوچے میں تشریف لئے جاتے تھے دیکھا کہ ایک کنیز بیٹھی رُو رہی ہے۔ آپ ازراہ شفقت خود اُس کے پاس جا کے پوچھنے لگے تو کیوں روتی ہے؟ وہ بولی اپنی بی بی کے واسطے گوشت خرید کر کے لے گئی تھی اُس نے پسند نہ کیا دوبارہ قصاب نے بدل دیا خاتون نے اُسے بھی ناپسند کیا بار سوم پھر قصاب نے لے لیا اور اُس کے عوض میں دوسرا گوشت دے کے کہا قسم ہے مجھ کو امیر المومنین علیہ السلام کی اگر اس کے بعد پھیرنے آئے گی تو واپس نہ لوں گا اور میری بی بی نے بھی اُس دفعہ ناپسند کر کے قسم کھائی ہے کہ اگر اس مرتبہ بُرا گوشت لائے گی تو تجھے سزا دوں گی اب نہ میں قصاب کے پاس جا سکتی ہوں نہ خاتون کے پاس حیران و سرگرداں ہوں کیا کروں کس کے یہاں جاؤں۔ آپ نے فرمایا ان دونوں میں سے جس کو تو اختیار کرے اُس سے چل کر تیری شفاعت کروں۔ اُس نے عرض کی بی بی کے پاس جانے میں اذیت کا خوف ہے کہے گی ایک تو گوشت ناقص دوسرا شفیع لائی

ہے بہتر ہے قصاب کے یہاں چلیں پس۔ حضرت اُس کنیز کو لے کر قصاب کی دوکان پر آئے۔ گوشت فروش کی بیٹے کہ وہ دیندار شیعیان خالص سے جناب امیر علیہ السلام کے تھا مگر آپ کو پہچانتا نہ تھا۔ شہر مدائن سے مع اہل وعیال حضرت کی زیارت کے اشتیاق میں کوفہ آیا جب یہاں پہنچا معلوم ہوا کہ امیر المومنین علیہ السلام کسی جہاد پر تشریف لے گئے ہیں۔ حضرت کے انتظار میں وہاں توقف کر کے پیشہ قصابی اختیار کیا۔ المختصر جب وہ جناب مع کنیز اُس کی دوکان پر پہنچے ارشاد کیا اے جوان تو نے سُنا ہوگا کہ خداوند عالم اُس شخص کو بہت دوست رکھتا ہے جو کسی مومن کے قلب میں سرور پہنچائے اس دفع تو پھر گوشت واپس لے کے اس غریب کو اچھا گوشت دے۔ اُس نے جواب دیا اے فرد اعرابی یہ چوتھی دفعہ ہے جو یہ کنیز گوشت واپس لائی ہے اور میں نے اس مرتبہ قسم کھائی ہے کہ ہرگز نہ بدلوں گا۔ آپ نے فرمایا میں اس کا ضامن ہوتا ہوں کہ اس قسم کا خدا تجھ سے مواخذہ نہ کرے گا۔ اُس قصاب نے حضرت کے سینہ پر ہاتھ مار کے کہا میری دوکان پر سے چلے جاؤ تم کو میرے امور میں کیا دخل ہے۔ وہ جناب کہ کوہ حلم تھے کچھ نہ بولے اور سر جھکا کر کنیز سے کہنے لگے اب اپنی خاتون کے پاس چل شاید وہ میری شفاعت قبول کرے۔ الغرض اُس کے گھر پہنچے دق الباب کیا وہ پارسا احمد بن حسن کوفی کی زوجہ تھی دروازہ پر جو آئی اور چہرۂ مبارک پر نظر پڑی دیکھتے ہی پہچان گئی اور حضرت کے قدموں پر گر پڑی اور آپ نے فرمایا:

یَا اَمَةَ اللّٰهِ

آیا تو نے سُنا ہے کہ جہنم میں ایک وادی ہے جسے غضبان کہتے ہیں اور وہ مقام اُن لوگوں کا ہے جو اپنے کنیز وغلام پر ستم کرتے ہیں کیا اس کنیز کے واسطے اس قدر کافی نہیں کہ دو حاکموں کی اطاعت کرے۔ ایک خداوند عالم دوسرے مخلوق کی اُس نے عرض کی یا مولا آپ کے قدم مبارک پر میری جان فدا ہے یہ کنیز میں نے آپ کو بخشی۔ حضرت نے فرمایا میں نے اس کو راہِ خدا میں آزاد کیا۔ اُس مومنہ نے التجا کی متوقع ہوں کہ آج کے روز

میرے گھر کو حضور اپنے مقدم شریف سے زینت بخشیں آپ قبول کر کے اندر تشریف لے گئے۔ وہ نیک بخت کمال مسرت سے تہیہ دعوت میں مشغول ہوئی ناگاہ اُس کا شوہر احمد کوفی بھی پہنچا اُس زن پاک اعتقاد نے کہا اے احمد تجھے بشارت ہو کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کنیز کی شفاعت کیلئے میرے گھر میں تشریف لائے ہیں۔ اُس نے پوچھا آیا اپنے امام علیہ السلام کو تو نے مسرور بھی کیا یا نہیں؟ وہ بولی میں نے وہ کنیز حضرت کو بخش دی اور آپ نے آزاد کر دیا۔ احمد کوفی یہ مژدہ سُن کر اس قدر خوش ہوا کہ اپنی زوجہ سے کہنے لگا کہ اس خدمت و احسان کے عوض میں میں نے اپنے کل باغ و بوستان تجھے بخشے اس کے بعد مولا کے حضور میں طبق خرما لا کر حاضر کیا۔ آپ رطب تناول فرماتے تھے اور بہ کمال شفقت احمد کوفی سے باتیں کرتے تھے یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت ہو گیا حذیفہ یمانی نماز جماعت کیلئے حضرت کے منتظر تھے جب کچھ توقف ہوا اُس گوشت فروش کے پاس آئے اور پوچھا امیر المومنین علیہ السلام تمہاری دوکان سے کس طرف تشریف لے گئے؟ اُس نے کہا میں کجا اور یہ فیض عظیم کجا ہم تو مدائن سے حضرت ہی کی زیارت کے اشتیاق میں یہاں تک آئے تھے مگر اب تک ناسازی طالع نے اس شرف سے بہرہ یاب نہ کیا تھوڑا سا عطر بھی اپنے ساتھ اُس امام عالی علیہ السلام مقام کیلئے تحفہ لایا ہوں قصد ہے کہ جمعہ کے روز شرف حضوری حاصل کروں۔ حذیفہ نے کہا یہ تو کیا کہتا ہے وہی عرب جوان جس نے کنیز کی شفاعت تجھ سے کی تیرا امام علیہ السلام تھا۔ وہ دیندار گھبرا کے بولا یہ تو بیان کرو لباس اُس نور خدا کا کیسا تھا؟ حذیفہ نے جواب دیا وہ بزرگوار جو جامہ پشمی لیف خرما کے پیوند لگے پہنے تھا اور جس کے چہرہ سے نور تاباں تھا امیر المومنین علیہ السلام تھے۔ یہ سنتے ہی وہ جوان خاک پر گر کے لوٹنے لگا اور بہ آواز بلند رونا شروع کیا اور یہی کہتا تھا حیف صد حیف میں نے اپنے امام علیہ السلام کو نہ پہچانا اور اُسی عالم اضطراب و دحشت میں فقیروں کو پکار کر کہا آتے جاؤ اور جو کچھ میری دوکان میں گوشت واسباب ہے تم سب پر حلال کر دیا لے جاؤ کہ اب دنیا ہم پر حرام ہو گئی۔ فقراء اجازت پاتے ہی کُل مال و متاع اُس کا لوٹ لے گئے اس کے بعد وہ پاک اعتقاد اپنے ہاتھ کی طرف مخاطب ہو کر کہنے

لگا میں ایسا دست بدبخت جو بے ادبی کے ساتھ آقا کی طرف دراز ہوا ہو نہیں چاہتا۔ یہ کہہ کے اُس ہاتھ کو دوکان کے تختہ پر رکھا اور کارد قصابی اُٹھا کے اس قدر اُس پر مارا کہ قطع ہو گیا اور اُس دست بریدہ کو لے کے کمال ضعف و ناطاقتی سے چلا۔ تھوڑی دور جا کر کوفہ کے ایک محلہ میں بلندی پر گر پڑا اپنے خون میں لوٹتا تھا اور زار زار روتا تھا۔ بہت سے لوگ اُس کے گرد جمع ہو گئے اور جو شخص اُس کی کیفیت اور بے تابی دیکھتا تھا رُو دیتا تھا۔ جناب امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار مسجد میں نماز پڑھتے تھے جب وہ جناب عبادت خدا سے فارغ ہوئے میں نے دیکھا کہ دفعتہً چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا اور مجھ سے ارشاد کیا اے حسن علیہ السلام جلد اُٹھو کہ ایک ہمارے دوستؔ نے میری راہ میں اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا ہے۔ میری عبا لیتے جاؤ اُس پر ڈال کے میرے پاس لے آؤ۔ آپ فوراً اُس طرف روانہ ہوئے لوگوں نے اُس دیندار کو خبر کی امام حسن علیہ السلام تشریف لائے ہیں۔ وہ اُٹھ کر آپ کے قدموں پر گر پڑا حضرت نے اُسے عبا اُڑھا دی اور فرمایا چل میرے پدر بزرگوار نے تجھے یاد کیا ہے وہ رُو کے کہنے لگا

وَ خَجلَتَاہُ لَیتَنِی کُنتُ اَعمٰی

وائے خجالت و شرمندگی میری کاش میں اندھا ہوتا کس مُنہ سے حضرت کے سامنے جاؤں گا مگر چونکہ حکم امام علیہ السلام تھا اُٹھا اور تھوڑی دور جا کر کمال ناتوانی سے چل کر گر پڑا جب اس کے پہنچنے میں توقف ہوا بے تاب ہو کے خود امیر المومنین علیہ السلام تشریف لے چلے۔ اثناء راہ میں اُس کو خاک پر افتادہ دیکھا فوراً حضرت نے گود میں بٹھا کے کمال شفقت و مہربانی سے فرمایا اے جوان اپنا ہاتھ کیوں کاٹ ڈالا قسم بخدا جس وقت تو نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا تھا اُسی وقت میں نے بخش دیا تھا۔ المختصر مولا نے اُس کے دست بریدہ کو جہاں سے قطع ہوا تھا ملا کر لعابِ دہن لگا دیا اور حق تعالیٰ سے دعا کی فوراً اُس کا ہاتھ جیسا تھا ویسا ہو گیا نشان زخم تک باقی نہ رہا۔

تمہید:۔

حضرات! اس روایت میں چند مقامات قابل غور ہیں اول یہ کہ احمد کوفی یا اُس کی زوجہ نے حضرت کو طلب نہ کیا تھا خود جناب امیر علیہ السلام ایک کنیز کی سفارش کیلئے اُس کے مکان پر تشریف لے گئے تھے۔ اُن دونوں زن وشوہر نے کس قدر آپ کے مسرور کرنے میں اہتمام کیا اور امیر المومنین کے فرزند یعنی سید الشہدا علیہ السلام کو تو کوفیوں نے کربلا میں مہمان بلایا تھا اُس پر آپ کے ساتھ اُن بے وفاؤں نے کیا سلوک کیا۔

از آب ہم مضائقہ کردند کوفیاں
خوش داشتند حرمت مہمان کربلا
زان تشنہ گان ہنوز بعیوق میر سد
فریاد العطش زبیابان کربلا

دوسرے یہ کہ ایک کنیز کی خاطر سردار دو جہاں کہاں کہاں تشریف لے گئے اور آخر کو وہ جاریہ آپ کی بدولت بند کنیزی سے رہا ہوگئی۔ حیف صد حیف کہ ایسے رحم دل آقا کی صاحبزادیاں و پوتیاں جور اعداء سے قید ہو کر کس کس شہر و دیار میں اس ذلت و خواری سے پھرائی گئیں کہ اکثر اشخاص اسیران ترک و دیلم سمجھ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زادیوں کو اپنی کنیزی میں طلب کرتے تھے۔ چنانچہ عبداللہ حلبی کی زوجہ نے زندان شام میں جناب سکینہ علیہا السلام کو پھٹا کرتا پہنے خاک پر بیٹھے دیکھ کر قصد مصمم کیا تھا کہ جس قیمت پر یزید راضی ہوگا اسے مول لے کر پرورش کروں گی جب اُس مومنہ کو معلوم ہوا کہ یہ شہزادیاں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زادیاں ہیں۔ اپنا منہ پیٹ لیا اور اہلبیت علیہم السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عذر تقصیر بجالائی۔

امامؑ کا ہاتھ کٹنا:۔

تیسرے یہ کہ ایک محب کے ہاتھ کٹنے سے جسے اُس نے خود قطع کیا تھا جناب امیر علیہ السلام کس قدر بے چین ہو گئے کہ رنگ مبارک متغیر ہو گیا اور اپنے بڑے شہزادے کو

اُس کی تسلی اور لانے کے واسطے بھیجا۔ اُس پر بھی دل نہ مانا جب تک وہ حاضر ہوتا گھبرا کر اُس کے پاس خود تشریف لے گئے اور اعجاز سے اُس کا دستِ بریدہ ملا کر اچھا کیا۔ افسوس صد افسوس کیا حال ہوا ہوگا اُس عالی جناب کا جب اُن کے اُس شہزادے کے ہاتھ جو نبی ﷺ کا لاڈلا فاطمہ علیہا السلام کا پیارا اور آپ کی آنکھوں کا تارا تھا کاٹے گئے ہوں گے۔

منقول ہے کہ بعد شہادت امام حسین علیہ السلام جب اُس مظلوم پر یہ تازہ ستم ہوا بے تاب ہو کر بہشت سے امیر المومنین علیہ السلام مع خاتون جنت و امام حسن علیہ السلام جناب رسول خدا ﷺ کے ساتھ مقتل میں پہنچے آہ آہ یہاں آ کے یہ کیفیت دیکھی کہ لاش پارہ پارہ فرزند کی تو مقام نشیب میں بے سر پڑی ہے اور دونوں ہاتھ کلائیوں سے جُدا خاک پر علیحدہ پڑے ہیں۔

مومنین! اس واقعہ جانکاہ کو دیکھ کر سب سے زیادہ جس نے اپنا بُرا حال کیا وہ خاتون قیامت جناب سیدہ علیہا السلام تھیں اور آپ نے پیغمبر خدا ﷺ سے عرض کی اے بابا اگر اجازت ہو تو اپنے پارۂ جگر حسین علیہ السلام کا لہو اپنی پیشانی پر لگا لوں۔ الغرض اُس معصومہ علیہا السلام نے حکم رسول ﷺ سے مظلوم کربلا کا خون ماتھے پر لگا لیا اور اس قدر نوحہ و زاری کی کہ حورانِ بہشتی جو آپ کے ساتھ آئی تھیں غش کھا کھا کے گر پڑیں۔

اَلَا لَعۡنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ۝

مجلس نمبر 76

- آیت قیامت میں ہر شخص کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک گواہی دینے والا ہوگا۔
- تفسیر لفظ سائق وشہید کی۔
- جناب امیرؑ کا ایک سائل کو نانِ جویں دینا۔
- اہلبیتؑ امامؑ کے لئے عمر سعد کا آب وطعام بھجوانا۔

مجلس نمبر 76

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجَآئَتْ کُلُّ نَفْسٍ مَّعَھَا سَآئِقٌ وَّ شَھِیْدٌ ط

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورہ ق میں ارشاد فرماتا ہے اور بروز قیامت ہر شخص اس حالت سے آئے گا کہ اُس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک گواہی دینے والا ہوگا۔''

تفسیر لفظ سائق وشہید:۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک فرشتہ ہو کہ وہ ہکانے والا بھی ہو اور گواہ بھی ہو یا سائق سے وہ فرشتہ مراد ہو جو کاتب سیئات ہے اور شہید سے وہ فرشتہ مقصود ہو جو کاتب حسنات ہے یا مطلب سائق سے اُس کا ہم نشین ہو جو دنیا میں اُس کا مصائب و جلیس تھا اور شہید سے مراد اُس کے اعضا اور جوارح ہوں اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس آیت میں سائق سے مراد میں ہوں اور شہید سے میرے بھائی علی بن ابی طالب علیہ السلام مقصود ہیں۔
حضرات! جناب امیر علیہ السلام اُس وقت کیونکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہ ہوں اس دار دنیا میں ہر وقت ہر حال میں پیمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شریک رہے شریعت نبوی کا رواج آپ ہی سے ہوا ہم سب نے ہدایت آپ ہی سے پائی۔

لِیْ مِنَ اللّٰہِ اِمَامٌ قُرَشِیٌّ عَرَبِیْ
طَیِّبُ الْمَوْلِدِ وَ النَّسْلِ اَغَرُّ اللَّقَبِ

جناب باری کا کیا تفضل ہے کہ اپنی رحمت کاملہ سے ہم عاصیوں کی ہدایت کے واسطے ایسا امام علیہ السلام کہ ہر عیب اور ہر رجس سے پاک و پاکیزہ بھیجا ہے اور اُس کا مولد خانہ کعبہ ہے اور حسب ونسب اور لقب اُس امام قرشی عربی کا مثل آفتاب کے درخشاں و تاباں ہے۔

اٰمَنَ النَّاسُ عَلَی الطَّوْعِ اَوِ الْکُرْہِ بِہٖ
وَ الَّذِیْ یُنْکِرُہٗ فَھُوَ غَوِیٌّ وَ غَبِیٌّ

لوگ اُس امام علیہ السلام عالی مقام کے مراتب واعجاز دیکھ کر ایمان لائے اور دین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذات پاک حیدر کرار علیہ السلام صاحب ذوالفقار سے رونق ہوئی پس جو شخص فضائل وامامت کا اُس عالی جناب کے منکر ہوا وہ گمراہ وناری ہوا۔

جناب امیرؑ کا ایک سائل کونان جوین دینا:۔

کتب فضائل میں مرقوم ہے کہ ایک فقیر وارد مدینہ ہوا دیکھا کہ باغ میں ایک نورانی صورت مرد بیلچہ ہاتھ میں لئے باغ کی زمین ہموار کر رہا ہے اور جب وہ بیلچہ زمین پر مارتا ہے اور پتھر توڑتا ہے کہ ایک آدمی کی قوت سے اُس کا اُٹھانا ممکن نہیں فقیر نے کہا اے شخص میں بھوکا ہوں۔ اُنہوں نے فرمایا اے بندۂ خدا جو رزق خدا نے دیا ہے وہ موجود ہے پھر ایک سوکھی روٹی جو کی نکال کر دی فقیر نے چاہا کھائے مگر اس قدر خشک تھی کہ ٹوٹ نہ سکی فقیر رونے لگا اور کہنے لگا مجھ سے تو یہ روٹی ٹوٹتی بھی نہیں تو کیوں کر برابر کھاتا ہے جواب دیا شکر خدا کا کہ یہی نعمت ہر روز میں کھاتا ہوں اگر تجھے طعام لذیذ کی خواہش ہو تو محلّہ بنی ہاشم میں جا وہاں حسن علیہ السلام بن علی علیہ السلام رہتے ہیں اُن کا دستر خوان بہت وسیع ہے۔ راوی کہتا ہے امام حسن علیہ السلام کا خوان احسان اس قدر کشادہ تھا کہ ہر روز چالیس اُونٹ چھلکے پیاز کے باہر پھینکے جاتے تھے۔ بہر کیف یہ فقیر بھی آیا امام حسن علیہ السلام نے اُس کو نہایت شفقت و اخلاق سے بٹھایا دستر خوان بچھا کر انواع نعمت سامنے رکھی وہ فقیر کھانے لگا مگر جس چیز کو

کھاتا تھا تھوڑا تھوڑا نکال کر علیحدہ رکھتا جاتا تھا۔ حضرت نے فرمایا اے شخص تو سیر ہو کر کھانا کھالے میں تیرے عیال کے واسطے اور دوں گا ساتھ لیتے جانا اور اگر کل کے واسطے جمع کرتا ہے تو یہاں ہمیشہ اسی قدر کھانا موجود رہتا ہے روز آ کر کھا جانا۔ اُس فقیر نے عرض کی یا حضرت میں مسافر ہوں عیال میرے ساتھ نہیں میں تنہا یہاں وارد ہوں مگر یہ کھانا اُس شخص کیلئے جمع کرتا ہوں جس نے مجھے یہاں بھیجا ہے اور وہ خود ایک باغ میں زمین ہموار کر رہا ہے۔ ابھی میں نے اُس سے بھوک کی شکایت کی تھی ایسا نادار تھا کہ کچھ اُس کے پاس نہ تھا ایک روٹی جو کی دی وہ بھی ایسی خشک و سخت تھی کہ کھانا کیسا مجھ سے ٹوٹ نہ سکی۔ امام حسن علیہ السلام یہ سُن کر رونے لگے اور فرمایا اے شخص اُنہیں محتاج نہ سمجھنا وہ تو تمام عالم کے مالک و حاکم ہیں۔ وہ میرے پدر بزرگوار امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں یہ سب نعمتیں اُنہیں کے طفیل سے مجھے حاصل ہوئی ہیں۔ اس کھانے کو وہ نہیں کھاتے دنیا ولذائذ دنیا کو ترک کر کے فقط جو کی سوکھی روٹی پر قناعت کی ہے۔ یہ سنتے ہی وہ فقیر رونے لگا اور خدمت جناب امیر علیہ السلام میں حاضر ہو کر قدموں پر گر پڑا اور عرض کی یا مولا معاف فرمایئے گا غلام نہ جانتا تھا کہ آپ تمام امیروں کے امیر میرے آقا اور امام ہیں۔

تمہید:۔

مومنین! جناب امیر المومنین علیہ السلام کے فضائل و مناقب کوئی کہاں تک لکھ سکتا ہے کیا خوب جناب مفتی سید عباس صاحب شوستری اعلی اللہ مقامہ نے یہ اشعار فرمائے ہیں:۔

آدَمُ قَدْ اَکَلَ الْحِنطَۃَ وَاللّٰہُ نَھٰی

وَ عَلِیٌّ تَرَکَ الْاَکْلَ لِقَصْدِ الْقُرْبِ

"یعنی جناب آدم علیہ السلام باوجودیکہ ممنوع تھے مگر حضرت سے استعمال گندم ہو گیا اور جناب امیر علیہ السلام حالانکہ ممنوع نہ تھے مگر واسطے حصول قرب خدا کے تمام زندگی حضرت نے فقط نان جویں پر اکتفا و قناعت فرمائی۔"

وَ سُلَیْمَانُ دَعَا اللّٰہَ لِمُلْکٍ فَانٍ
وَ عَلِیٌّ طَلَبَ الْفَقْرَ رِضًا بِالسَّغَبِ

"اور حضرت سلیمان علیہ السلام جناب احدیث سے طالب ملک فانی ہوئے اور جناب امیر المومنین علیہ السلام قبلہ دنیا و دین نے برضا و رغبت فقر و گرسنگی کی خواہش کی۔"

حضرات! جو امام ایسا تارک الدنیا تھا اُس کے ساتھ اس دنیا نے پائیدار نے کیا سلوک کیا اُسی امام علیہ السلام کو لذت دنیوی کی طمع میں ابن ملجم مرادی نے عین عبادت خدا میں شہید کیا اور آہ آہ جو برگزیدہ باری ایسا رحم دل تھا کہ خود اکثر فاقہ کرتا تھا گرسنہ رہ جاتا تھا مگر سائل کو اپنے در سے محروم جانے نہ دیتا تھا۔ اُس کا فرزند زمین نینوا پر کئی روز کا بھوکا پیاسا قتل ہو گیا اس ظلم عظیم کے بعد بھی اُس کے ناموس و اطفال پر عمر سعد سنگ دل رحم نہ کھاتا تھا۔

عمر سعد کا اہل بیت ؑ کو آب و طعام بھجوانا:۔

منقول ہے کہ بعد شہادت امام حسین علیہ السلام خیمۂ محترم میں سوائے امام زین العابدین علیہ السلام اور چند اطفال اور عورتوں کے کوئی باقی نہ رہا تھا اُس وقت بعض رؤسائے کوفہ سے مانند اسماء بن خارجہ، حمید بن مسلم و مرہ بن مہاجر و مہاجر بن اوس و علی بن طعان و یزید بن رکاب آپس میں کہنے لگے جس سے کام تھا اُس کو تو قتل کر چکے اب اطفال حسین علیہ السلام پر رحم کرنا چاہئے اب اُن کو آب و طعام بھیجنا چاہئے۔ وہ سب عمر سعد کے پاس جا کر کہنے لگے آیا تو قتل کرنا چاہتا ہے عورتوں اور اطفال حسین علیہ السلام کو حالانکہ وہ تین دن سے بھوکے اور پیاسے ہیں اور ہم نے حکم ابن زیاد سے اُن خاصانِ خدا کو قتل کیا جو اپنا روئے زمین پر نظیر نہیں رکھتے تھے اب جلد اُن بے کسوں کے واسطے آب و طعام بھجوا اور اگر تو ہمارے کہنے پر عمل نہ کرے گا تو اب ہم تجھ سے جنگ کریں گے اور کیونکر اب ہم اُن کو آب و طعام نہ دیں۔

قَتَلْنَا رِجَالَھُمْ وَ اَطْفَالَھُمْ بِاَیْدِیْنَا

"حالانکہ تمام مردوں کو اُن کے حتیٰ کہ طفل شیر خوار کو بھی ہم نے اپنے ہاتھوں سے

قتل کیا۔'' عمر سعد نے تقریر رؤسائے کوفہ سے خوف کھا کے حبیب بن حماز کو بلا کر کہا کچھ آب و طعام اہلبیتِ حسین علیہ السلام کے لئے لے جا۔ وہ ملعون بولا اے امیر ابھی نہ بھیج جب ہم لوگ روزہ افطار کر چکیں گے اُس وقت اُن کو بھی بھیج دینا رؤسائے کوفہ نے کہا اے امیر اسے نہ بھیج یہ بڑا سنگ دل ہے عورتیں غریب اپنے وارثوں کے ماتم میں مشغول ہوں گی ایسا نہ ہو کہ یہ شقی کوئی بات سخت کہہ کر اور اُن کے دلوں کو دکھائے۔ مناسب یہ ہے کہ کچھ عورتوں کو لشکر سے انتخاب کر کے بھیج ابن سعد نے کہا تم لوگ مختار ہو جسے چاہو بھیجو اُس وقت چالیس یا ساٹھ عورتیں اشراف قوم کی تمام لشکر سے انتخاب کیں مثل زوجہ حر اور زنِ قیس و زن اسماء بن خارجہ اور دو بیٹیاں عمر سعد کی اور ام عامر و ہندہ زن عمر بن سعد بن نفیل ازدی وغیرہ کی ان سب عورتوں کے شوہر تو راضی ہوئے لیکن ہندہ کے شوہر نے منع کیا یا وہ خود جانے پر راضی نہ ہوئی کہ اُس کو شرم دامن گیر ہوئی کہنے لگی مجھ کو نہ بھیجو کہ میرے شوہر نے قاسم علیہ السلام نو داماد کو شہید کیا ہے مجھے اُن کی ماں سے شرمندگی ہوگی۔ اُس وقت رؤسائے کوفہ نے زوجہ عثمان یاسر اور اُس کی دونوں بیٹیاں اور تین عورتیں قبیلہ بنی اسد سے تجویز کر کے ہمراہ اُن کے پندرہ خوان روٹیوں کے اور پچاس مشک پانی کی بھیجیں جب وہ عورتیں در خیمہ پر پہنچیں۔ وہ وقت مغرب کا تھا وہ عورتیں اُن ظلموں کی ندامت سے جو ان کے شوہروں نے کئے تھے کھڑی ہوگئیں اور آپس میں کہنے لگیں کیونکر ہم خیمہ میں جائیں کہ سب بیبیاں اپنے وارثوں کے غم میں مبتلا ہوں گی ہم کو دیکھ کر اور زیادہ ملال ہوگا اور ہم سے کچھ پوچھیں گی تو ہم کیا جواب دیں گے۔ غرض وہ اسی فکر میں متحیر تھیں

اِذْ بَکَتْ زَیْنَبُ وَ قَالَتْ بِحَقِّ اللّٰہِ لَا تَوْذُوْنَنَا بِاللَّیْلِ وَالصِّبْیَانُ فِی الْمَنَامِ

''راوی کہتا ہے اُن لوگوں کی آہٹ پا کر جناب زینب علیہا السلام نے سمجھا کہ پھر یہ قوم جفا کار ہمارے لوٹنے کو آئی ہے بہ آواز حزیں رُو کر فرمایا اے قوم برائے خدا ہم کو رات کو نہ

ستاؤ اور ہمیں نہ لوٹو کہ بچے ہمارے روتے روتے سست ہو کر سو گئے ہیں صبح کو جو چاہنا زیور و اسباب ہمارا غارت کر لینا لیکن آج کی شب کو مت ستاؤ۔'' اُس وقت ایک عورت اُن میں سے بولی اے بی بی تم اندیشہ نہ کرو ہم تمہارے لوٹنے کو نہیں آئے ہیں بلکہ کچھ آب و طعام لائے ہیں۔

فَدَخَلَتْ اَوَّلاً زَوْجَةُ حُرِّبْنِ الرِّيَاحِيْ وَ اَلْقَتْ قِنَاعَهَا
وَخَلْفَهَا النِّسْوَانُ بَاكِيَاتٍ حَزِيْنَاتٍ

اُس وقت اُن سب عورتوں سے زوجہ حُر نے سبقت کی اور مقنعہ سر سے اُتار کے پھینک دیا اور ننگے پاؤں روتی ہوئی خیمہ میں گئی اور پیچھے اُس کے باقی عورتیں روتی پیٹتی داخل ہوئیں اور وہ سب عورتیں اُس قوم غدار کے حق میں بد دعا کرتی تھیں کہ خداوندا جمعیت کو اُن کے پراگندہ کر اور رزق اُن کا بند کر اور مکانوں کو اُن کے خراب کر اور قبروں کو اُن کے آگ سے بھر

كَمَا قَتَلُوا ابْنَ نَبِيِّكَ بِالْجُرْمِ

''جیسا کہ اُنہوں نے بے گناہ فرزندان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کیا۔'' غرض زوجہ حُر نے اور بقیہ عورتوں نے دست بستہ عرض کی اے دختر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقصیر ہماری معاف فرمایئے کہ ہم محض ناچار تھے اور نادم ہیں اُن ظلم و ستم سے جو ہمارے شوہروں نے کئے ہیں اور یہ آب و طعام حاضر ہے اس میں سے کچھ نوش فرمایئے

وَ اصْبِرِيْ عَلٰى عَزَآءِ الْحُسَيْنِ علیہ السلام

''اور ماتم حسین علیہ السلام میں صبر فرمایئے۔''

فَبَكَتْ زَيْنَبُ علیہا السلام وَ قَالَتْ كَيْفَ اٰكُلُ هٰذَا الطَّعَامَ وَ
قَدْ قُتِلَ اَخِيْ جَائِعًا وَ عَطْشَانًا

''جناب زینب علیہا السلام کھانے پانی کا نام سن کر بہت روئیں اور اپنے بھائی کی

بھوک و پیاس یاد کر کے کہنے لگیں افسوس میں کیونکر یہ کھانا کھاؤں اور پانی پیوں درحالیکہ میرا بھائی گرسنہ و تشنہ شہید ہوا'' بخدا ہرگز یہ آب و طعام اُن کے بعد مجھے گوارا نہ ہوگا پس وہ عورتیں لشکر عمر سعد میں پھر گئیں مگر زوجہ حر د خواہر ہاشم بن عتبہ خدمت اہلبیت علیہم السلام میں حاضر رہیں اور یہ دونوں عورتیں جناب زینب علیہا السلام کو امام حسین علیہ السلام کا پُرسہ دیتی تھیں اور جناب زینب علیہا السلام اُن دونوں کے شوہر اور برادر کا پرسا دیتی تھیں اُس وقت اہلبیت علیہم السلام میں عجب طرح کا کہرام برپا ہوا کہ ہر طرف سے واحسیناہ علیہ السلام واعباساہ علیہ السلام واعلی اکبراہ علیہ السلام کی آواز بلند ہوئی۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰالِمِيْنَ ۞

مجلس نمبر 77

- آیت عمل نیک کا ثواب پورا ملے گا۔
- حکایت رغصہ ومشاطہ دختر فرعون وحزبیل وآسیہ کی۔
- عمر سعد کا یزید کو فتح نامہ لکھنا۔

مجلس نمبر 77

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ۵۱

"حق سبحانہ وتعالیٰ سورۃ النساء میں ارشاد فرماتا ہے جو لوگ کچھ اعمال خیر بجا لائیں گے مرد ہوں یا عورت درحالیکہ وہ مومن ہوں داخل جنت ہوں گے اور عمل نیک سے جو حق ثواب اُنھیں حاصل ہے پورا ادا کر دیا جائے گا کچھ کمی نہ کی جائے گی۔"

رغصہ دختر نمرود کی حکایت:۔

صاحب معارج النبوۃ کتاب زہرۃ الریاض سے لکھتے ہیں کہ نمرود کی بیٹی جس کا نام رغصہ تھا نہایت صاحب عقل تھی جب جناب اُبراہیم علیہ السلام کو آگ میں نمرود ڈال چکا تو کئی روز کے بعد رغصہ نے اُس مردود سے کہا چاہتی ہوں کہ ابراہیم علیہ السلام کے حال سے مطلع ہوں اگر حکم دے تو اُس منارہ پر جس پر چڑھ کے لوگوں نے آگ روشن کی تھی جا کر کیفیت دیکھوں اُس ناری نے کہا ابراہیم علیہ السلام کی ہڈیاں تک جل کر خاکستر ہو گئی ہوں گی کیا دیکھے گی۔ اُس نے کہا اُن کا مآل کار دیکھوں گی نمرود نے اجازت دی جب رغصہ اُس منارہ پر آئی تو کیا دیکھتی ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام ایک تخت نور پر رونق افروز ہیں اور گرد حضرت کے پھولوں کا باغ کھلا ہے۔ رغصہ نے متعجب ہو کر باآواز بلند پوچھا اے ابراہیم علیہ السلام آپ آگ

میں کیونکر سلامت رہے؟ حضرت نے جواب دیا:

مَنْ کَانَتْ فِیْ قَلْبِہٖ مَعْرِفَۃُ اللّٰہِ لَا تُحْرِقُہُ النَّارُ

''جس بندہ کے قلب میں حق تعالیٰ کی معرفت ہو اُسے آگ نہیں جلاسکتی ہے۔''

اُس نے عرض کی اگر اجازت ہو تو میں بھی آپ کے پاس حاضر ہوں حضرت نے فرمایا کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ کر بے خوف چلی آؤ۔ نیک انجام کلمہ طیبہ پڑھتی ہوئی اُس آگ میں گھس گئی اور حضرت کے دستہائے مبارک پر ایمان لاکر اپنے باپ کے پاس پھر آئی۔ جب نمرود نے دیکھا کہ اُس کی لڑکی بھی مسلمان ہوگئی اور آتش سوزاں سے نہ خلیل اللہ کو نہ رغصہ کو کچھ گزند و صدمہ پہنچا نہایت متحیر ہوا لیکن لوگوں کی ملامت کے خوف سے ایمان نہ لایا اور اپنی بیٹی کو بہت تہدید کی مگر وہ اپنے ایمان پر ثابت قدم رہی آخر اُس سنگ دل نے حکم دیا کہ اُس مومنہ کے چاروں ہاتھ پاؤں میں میخ آہنی ٹھونک کر دھوپ میں ڈال دیں۔ اُس وقت جبرائیل علیہ السلام کو حق تعالیٰ کا حکم ہوا کہ جلد میری کنیز کی فریاد کو پہنچ اور دشمنوں کے ہاتھ سے اُس کو نجات دے لکھا ہے جب جناب ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے ملک سے نکل کر مسافرت اختیار کی تو رغصہ برابر آپ کے ساتھ تھی اور اُس کا انجام کار یہ ہوا کہ جناب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے مدین کے ساتھ عقد کر دیا۔ حق تعالیٰ نے اُس سے بطنا بعد بطن بیں فرزند عطا کیے جو سب خلعت نبوت سے سرفراز ہوئے۔

چار شخص تمام دنیا کے بادشاہ ہوئے ہیں:-

حضرات! اخبار میں وارد ہوا ہے کہ چار شخص دو مومن اور دو کافر تمام دنیا کے حاکم و بادشاہ ہوئے ہیں مومنوں میں ایک جناب سلیمان علیہ السلام اور دوسرے سکندر ہیں اور کافروں میں ایک نمرود دوسرا بخت النصر ہے اور بعضوں نے لکھا ہے کہ نمرود و فرعون ان دو کافروں نے تمام روئے زمین پر فرماں روائی کی ہے اور ان دونوں ملحدوں نے ادعائے خدائی کیا تھا۔ ان کے وقت میں جو شخص خدا پر ایمان لایا ہے وہ مراتب عالیہ کو پہنچا ہے اس لئے کہ یہ دونوں

ملحد ایسے سفاک و سنگ دل تھے کہ ان کے زمانہ میں جو شخص حق تعالیٰ کی خدائی کا معترف ہوتا تھا اُسے عذاب شدید سے ہلاک کرتے تھے۔ نمرود کی شقاوت تو آپ لوگوں نے سُنی کہ اپنی بیٹی کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اب فرعون کی سنگ دلی بیان کرتا ہوں خیال کیجئے کہ اس ملحد نے بھی اہل ایمان کے ساتھ کیسے کیسے سلوک بد کیے ہیں۔

حکایت مشاطہ دختر فرعون:-

صاحب منہج الصادقین لکھتے ہیں اخبار میں آیا ہے کہ حزبیل جو فرعون کے خزینہ دار تھے مع اپنی زوجہ کے خدا پر ایمان لائے تھے اُنہیں کا لقب مومن آل فرعون ہے۔ اُن کی بیوی فرعون کی بیٹی کی مشاطہ تھیں ایک روز اُس کے سر میں شانہ کرتی تھیں کہ ہاتھ سے کنگھی گر پڑی بے ساختہ اُن کی زبان سے یہ کلمہ نکلا کو رونا بینا ہو وہ شخص جس نے خدا کو نہ پہچانا۔ دُخترِ فرعون نے پوچھا میرے باپ کو کہتی ہے اُس نے کہا نہیں بلکہ اُس خدا کو یاد کیا جس نے تیرے باپ کو اور آسمان و زمین اور کل مخلوقات کو پیدا کیا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ لڑکی نے جا کے فرعون کو خبر کر دی۔ اُس نے مشاطہ کو بُلا کے بہت تہدید کی اور کہا کہ اپنے عقیدہ سے باز آ ورنہ تجھے بدترین عذاب سے قتل کروں گا۔ اُس نے کہا تیرا جو جی چاہے کر میں ہرگز اپنے عقیدہ سے منحرف نہ ہوں گی۔ فرعون نے حکم دیا کہ اُس بی بی کو زمین پر لٹا کے چاروں ہاتھ پاؤں میں کیلیں ٹھونک دیں اور سانپ اور بچھو اُس کے پاس چھوڑ دیں اور اُس کے دونوں بیٹوں کو سامنے کھڑا کیا اور کہنے لگا اب بھی اپنے اعتقاد سے باز آ ورنہ تیرے لڑکوں کو قتل کروں گا۔ اُس زنِ خوش اعتقاد نے کہا میرے اور میرے بچوں کی جانیں راہِ خدا میں نثار ہیں۔ اُس سنگ دل نے بڑے لڑکے کو قتل کیا پھر چھوٹے کو کہ چار مہینہ کا تھا اُس کے سینہ پر بٹھا کے کہنے لگا اب بھی اپنے اعتقاد سے باز آ ورنہ اس طفل کو بھی ہلاک کروں گا۔ اس وقت قدرت خدا سے وہ لڑکا گویا ہوا اور یہ کہا اے مادر ہرگز اپنے دین سے نہ پھرنا دنیائے چند روزہ کا اعتبار نہیں بہتر یہی ہے کہ ہم لوگ اپنے آپ کو جلد بہشت میں پہنچائیں پس اُس

لڑکے کو ماں کے سینہ پر شہید کیا بعد اُس کے مشاطہ کو بھی قتل کیا۔

حکایت حزبیل:۔

حزبیل یہ واقعہ دیکھ کے وہاں سے بھاگے اور ایک پہاڑ پر جا کے پناہ لی۔ فرعون نے کچھ لوگ اُن کی تلاش کیلئے بھیجے اُن میں سے دو آدمی اُس کوہ پر پہنچے دیکھا کہ حزبیل نماز پڑھ رہے ہیں اور درندے ان کی پاسبانی میں ہیں۔ یہ دونوں فرعون کو خبر دینے کے واسطے واپس پھرے حزبیل نے دعا کی خداوندا سَو برس سے خلائق سے پوشیدہ میں تیری عبادت کرتا ہوں ان دونوں شخصوں میں سے جو میرے راز کو پوشیدہ رکھے اُسے ایمان کی ہدایت کر اور جو افشائے راز کرے اُس کو ہلاک و معذب کر منقول ہے کہ اُن میں سے ایک شخص نے یہ خیال کیا کہ درندے جن کی خوراک گوشت ہے جب وہ حزبیل کی محافظت کرتے ہیں تو بیشک یہ اُسی خدا کا کام ہے جو آسمان و زمین اور کُل مخلوقات کا خالق ہے۔ یہ سوچ کر فوراً ایمان لایا اور دوسرے نے فرعون سے حزبیل کی حقیقت بیان کر دی فرعون نے گواہ طلب کیا اُس نے کہا میرا ساتھی جانتا ہے۔ جب اُس کو بلا کے پوچھا اُس نے صاف انکار کیا کہ میں نے کچھ نہیں دیکھا فرعون نے خبر دہندہ کو چاروں ہاتھ پاؤں میں میخیں ٹھکوا کے ہلاک کیا اور جس نے اخفائے راز کیا تھا اُسے خلعت و انعام دیا۔ لکھا ہے۔

حکایت آسیہ:۔

جب آسیہ بنت مزاحم کو جو فرعون کی بیوی تھیں مشاطہ کے ہلاک ہونے کی خبر معلوم ہوئی اُنہوں نے فرعون کو ملامت کی کہ تو نے ایک زن بے گناہ کو جس نے مدت دراز تک ہماری خدمت کی تھی ہلاک کیا۔ فرعون نے کہا معلوم ہوتا ہے تو بھی دیوانی ہوگئی ہے۔ اُنہوں نے کہا میں مجنونہ نہیں نہایت ذی ہوش و عاقلہ ہوں میرا اور تیرا بلکہ کُل عالم کا خدا وہی ہے جس نے تجھ کو یہ قدرت دی ہے کہ تمام دنیا پر حکومت کرتا ہے۔ فرعون نے غضب ناک ہو کر اپنے سامنے سے اُس کو ہٹا دیا اور آسیہ کے ماں باپ کو بلا کے کہا جیسا جنون مشاطہ کو ہوا تھا

ویسا ہی تمہاری لڑکی کو بھی ہو گیا ہے۔ اُنہوں نے آسیہ کی ملامت کی اور سمجھایا کہ اپنے عقیدہ سے باز آجا آسیہ نے کہا میں اُس خدا کی وحدانیت کی قائل ہوں جس نے آسمان وزمین اور تمام عالم کو خلق کیا ہے۔ اُنہوں نے کہا آسمان وزمین کو فرعون نے پیدا کیا ہے۔ آسیہ نے کہا اگر تم سچ کہتے ہو تو فرعون سے کہو کہ میرے لئے ایک ایسا تاج بنوا دے جس کے آگے آفتاب اور پیچھے ماہتاب اور چاروں طرف ستارے جڑے ہوں۔ اُنہوں نے کہا یہ امر محال ہے۔ آسیہ نے کہا خدائے برحق وہی ہے کہ جس وقت جو چاہے کر سکے۔ جب فرعون نے سمجھا کہ یہ اپنے عقیدہ سے ہرگز نہ پھرے گی تو اُس کو دُھوپ میں لٹا کے چاروں ہاتھ پاؤں میں کیلیں ٹھکوا دیں فوراً ملائکہ نے بحکم خدا اُس کے بدن پر اپنے پروں کا سایہ کر لیا۔ فرعون نے حکم دیا کہ ایک بڑا پتھر لا کے اس کے سینہ پر رکھ دو اُس وقت آسیہ نے مناجات کی

رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ۝

"خداوندا میرے واسطے اپنے پاس بہشت میں ایک گھر تعمیر کر دے اور فرعون اور اُس کے فعل سے مجھے بچا لے۔" فوراً دعا اُن کی قبول ہوئی اور قبل اس کے کہ وہ سنگ گراں اُن کے سینہ پر رکھا جائے اُن کی آنکھوں کے سامنے سے حجاب اُٹھ گیا آسیہ نے دیکھا کہ بہشت میں ایک ڈال موتی کا قصر اُن کے لئے تیار ہے دیکھتے ہی ایسا خوش ہوئیں کہ روح اُن کے جسم سے جنت کی طرف پرواز کر گئی اور وہ پتھر اُن کے جسد بے جان پر رکھا گیا اور اکثر تفسیروں میں لکھا ہے کہ فرشتگانِ رحمت جناب آسیہ کو مع جسد آسمان پر لے گئے اور وہ بہشت میں کھاتی پیتی ہیں۔

تمہید:۔

حضرات! ابتدا سے منکرین خدا تو مومنین کے دشمن جانی ہوتے ہی آئے ہیں مگر وائے یزید سفاک پر اس ملعون نے باوجود ادعائے اسلام کیسے کیسے مومنین اور اولادِ سید

المرسلین ﷺ کی خون ریزی کی جن خاصانِ خدا کا روئے زمین پر مثل وعدیل نہ تھا اور کافروں نے اگر کسی مومن کو قتل بھی کیا تو بعد قتل کے پھر کوئی ظلم نہ کیا یہاں فوج یزید نے امام حسین علیہ السلام کو بھوکا پیاسا شہید بھی کیا شہادت کے بعد لاش پر گھوڑے بھی دوڑائے ذریت کو حضرت کے اسیر بھی کیا اس کے باوجود وہ ملاعین کس قدر بے حیا تھے کہ کچھ اُن کو تنبہ نہ ہوتا تھا بلکہ خوشیاں کرتے تھے آپس میں ایک دوسرے کو قتل امام حسین علیہ السلام کی مبارکباد دیتا تھا جابجا فتح نامہ بیان کرتے تھے۔

عمر سعد کا یزید کو فتح نامہ لکھنا:۔

• چنانچہ منقول ہے جب شام کے قریب نبی ﷺ کی قبر کا چراغ گل ہو چکا اور اہل شام اہلبیت رسالت ﷺ کو مقید کر کے سرہائے شہداء کو نیزوں پر چڑھا کے فارغ و مطمئن ہو گئے۔ عمر سعد ملعون نے امیر دفتر کو بلا کے حکم دیا ساری مملکت میں جابجا شہروں میں فتح نامے لکھ کر روانہ کرو مگر سب سے پہلے یزید کو مبارک باد کی عرضی اس مضمون سے تحریر کرو خدا کا شکر کرتا ہوں کہ اقبال شاہی سے فوج اپنی فتح یاب ہوئی فرزندِ رسول ﷺ کا سر کاٹا گیا دختران علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام مقید ہوئیں ایک جوان علیل جو بچ رہا ہے وہ بھی طوق و زنجیر میں گرفتار ہے اگر راہ کی صعوبت اور بیماری کی شدت سے زندہ رہا تو اپنی ماں بہنوں کے ساتھ مقید تیرے دربار میں حاضر ہوگا' لڑائی کی کیفیت بنی ہاشم کی شجاعت ادھر کے سرفروشوں کی ہمت انشاء اللہ تعالیٰ ملازمت کے وقت عرض کروں گا خلاصہ یہ ہے اگرچہ تین لاکھ کا انبوہ میرے ساتھ تھا اور اُدھر کُل بہتر شخص تھے اُن میں بھی کچھ لڑکے کچھ بوڑھے وہ بھی تین دن کے بھوکے پیاسے تھے مگر ایسا لڑے کہ خلقت آدم سے اب تک کوئی نہ لڑا اتنا کافی ہے کہ لشکر حسین علیہ السلام کے کسی لڑکے کو بھی لاکھوں دلیروں میں سے کوئی تنہا قتل نہ کر سکا چاروں طرف سے گھیر گھیر کر تلواروں سے نیزوں سے تیروں سے زخمی کر کے ہلاک کیا سب کے بعد حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام کی جرأت خیال کرنی چاہیے بھوک پیاس کے

علاوہ ضعیفی کا عالم بھی تھا دل پر اکہتر داغ بھی تھے۔ بازو کی قوت آنکھوں کی بصارت بھی جا چکی تھی کمر بھی شکستہ تھی۔ دوستوں کی عزیزوں کی بچوں کی لاشیں اُٹھاتے اُٹھاتے بدن کی طاقت نے بھی جواب دیا تھا۔ صبح سے دوپہر تک روتے روتے زخم پر زخم کھاتے کھاتے خون بہتے بہتے مضمحل بھی ہو چکے تھے لیکن جب فرزند حیدر کرار علیہ السلام قبضہ ذوالفقار کو تھام کر حملہ کرتا تھا ساری فوج درہم برہم ہو جاتی تھی ہر چند اس وقت نہ حسین علیہ السلام ہیں نہ اُن کی فوج ہے خیمے بھی جل چکے اہل حرم لوٹے بھی جا چکے بیبیوں کے بچوں کے شانوں میں گلوں میں رسن بھی بندھ چکی' شہیدوں کی لاشوں پر گھوڑے بھی دوڑ چکے' سروں کو تنوں سے کاٹ کر نیزوں پر بھی چڑھا چکے مگر جب وہ جنگ یاد آتی ہے تو اب تک سینہ میں جگر کانپنے لگتا ہے۔ راوی کہتا ہے جس وقت یہ عرضی یزید پلید کو پہنچی ایسا خوش ہوا کہ کئی مرتبہ تخت پر اپنی جگہ سے اُٹھا اور بیٹھا اور کہنے لگا اس خدا کا شکر کرتا ہوں جس نے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام عالم پر مبعوث کیا کہ میں فتح یاب ہوا اور اُنہیں کے نواسے کو قتل کر کے اُن کی ذریت کو اسیر کر لیا۔ اب میری سلطنت سے خلل جاتا رہا پھر حکم دیا کہ در خزانہ کھول دو فقراء و مساکین کو مال و زر تقسیم کرو اور کہو کہ اہل شہر دوکانیں آراستہ کریں جشن پر آمادہ ہوں ایک دوسرے کو مبارک باد دے۔

لِاٰلِ اَبِیْ سُفْیَانَ دُوْرٌ مُسَرَّۃٌ
وَفِیْ بَیْتِ اَھْلِ الْبَیْتِ قَدْ قَامَ مَاتَمٌ

اللہ اللہ کیا انقلاب زمانہ ہے یزید کے خزانہ سے تو فقیروں کو مال تقسیم ہوا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت کا مال و اسباب لوٹا جائے۔ اہل شام تو اپنے گھروں کو مزین کریں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھر تباہ ہو زنانِ بنی اُمیہ تو محلوں میں آرام کریں دخترانِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر برہنہ رسن بستہ اونٹوں پر شہروں میں بازاروں میں پھرائی جائیں۔ یزید تو تخت سلطنت پر بیٹھے اور وہ لوگ کہ جن کی جگہ عرش پر تھی فرش خاک پر بیٹھیں۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ○

مجلس نمبر 78

- آیت نعمت ہائے مومن میں اور احادیث فضائل جناب امیرؑ میں۔
- جناب امیرؑ کا ایک قلندر مناقب خواں کو جلنے سے بچانا۔
- فوج شام پر جناب زینبؑ کا قصد نفرین کرنا۔

مجلس نمبر 78

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُو الصّٰلِحَاتِ یَھْدِیْھِمْ رَبُّھُمْ بِاِیْمَانِھِمْ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھِمُ الْاَنْھٰرُ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ○

"حق سبحانہ وتعالیٰ سورہ یونس میں ارشاد فرماتا ہے بے شک وہ لوگ جنہوں نے ایمان اختیار کیا اور اعمال نیک کئے پروردگار عالم اُن کو بہ سبب ایمان کے وہ راہ دکھاتا ہے جو بہشت میں اسے پہنچا دیتی ہے جہاں قصروں کے نیچے باغہائے نعمت میں پانی کی نہریں جاری ہیں۔"

فضائل جناب امیرؑ :-

صاحب منہج الصادقین مجاہد سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ

وَ یَھْدِیْھِمْ رَبُّھُمْ بِاِیْمَانِھِمْ

سے مراد

یَھْدِیْھِمْ بِالنُّوْرِ عَلَی الصِّرَاطِ ہے۔

یعنی اہل ایمان نور ایمان سے ہدایت پاتے ہیں اور بذریعہ اُسی نور کے صراط سے گذر جائیں گے اور حدیث میں وارد ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا

كَيْفَ تَجَاوَزُ اُمَّتِيْ عَلَى الصِّرَاطِ

میری اُمت صراط سے کیونکر گذرے گی جبرائیل علیہ السلام آسمان پر گئے اور یہ پیام لائے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَقْرَئُكَ السَّلَامَ وَ يَقُوْلُ

کہ حق تعالیٰ بعد تحفہ سلام ارشاد کرتا ہے:

اِعْلَمْ اَنَّكَ تَجَاوَزُ الصِّرَاطَ بِنُوْرِيْ وَ اَنَّ عَلِيَّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ يَتَجَاوَزُ الصِّرَاطَ بِنُوْرِكَ وَ اُمَّتَكَ تَجَاوَزُ الصِّرَاطَ بِنُوْرِ عَلِيٍّ

''آگاہ ہوا ے میرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ تم بذریعہ میرے نور کے صراط سے گذرو گے اور علی علیہ السلام تمہارے نور سے اور تمہاری اُمت کے لوگ علی علیہ السلام کے نور کے وسیلہ سے صراط سے گذریں گے۔''

وَ نُوْرَ اُمَّتِكَ مِنْ نُوْرِ عَلِيٍّ وَ نُوْرُ عَلِيٍّ مِنْ نُوْرِكَ وَ نُوْرُكَ مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ

''اور آگاہ ہوا ے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ تمہاری اُمت کا نور علی علیہ السلام کے نور سے ہے اور علی علیہ السلام کا نور تمہارا نور ہے اور تمہارا نور میرا نور ہے۔''

ایضاً فضائل:۔

سبحان اللہ علی بن ابی طالب علیہ السلام کے کیا عالی مراتب ہیں۔

فِيْ تَفْسِيْرِ الْاِمَامِ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ اِلٰى اَنْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَا اَبَا الْحَسَنِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ اَوْجَبَ لَكَ مِنَ الْفَضَائِلِ وَ الثَّوَابِ مَا لَا يَعْرِفُهُ اَحَدٌ اِلَّا هُوَ۔

''صاحب جواہر الاخبار تفسیر امام علیہ السلام سے لکھتے ہیں یہ حدیث بہت طولانی ہے مختصر ایک مقام سے بیان ہوتی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوالحسن علیہ السلام بدرستیکہ پروردگار عالم نے تمہارے واسطے ایسے فضائل وثواب مقرر کیے ہیں جس کو سوائے حق سبحانہ وتعالیٰ کے کوئی نہیں جان سکتا۔''

يُنَادِيْ مُنَادٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَيْنَ مُحِبُّوْا عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ فَيَقُوْمُ قَوْمٌ مِنَ الصَّالِحِيْنَ

''اے ابوالحسن علیہ السلام روز قیامت ایک منادی ندا کرے گا دوست داران علی علیہ السلام بن ابی طالب کہاں ہیں۔'' یہ آواز سن کر ایک گروہ صالحین کا اُٹھ کھڑا ہوگا اُن کو حکم ہوگا میدان حشر سے جس کو چاہو بہشت میں اپنے ساتھ لے جاؤ پس اُس گروہ سے ایک ایک شخص کم سے کم دس لاکھ آدمیوں کو بخشوائے گا۔

ثُمَّ يُنَادِيْ مُنَادٍ اَيْنَ الْبَقِيَّةُ مِنْ مُحِبِّيْ عَلِيٍّ علیہ السلام فَيَقُوْمُ قَوْمٌ مُقْتَصِدُوْنَ

''پھر منادی آواز دے گا باقی محبان علی علیہ السلام کہاں ہیں حاضر ہوں ایک جماعت اُٹھ کھڑی ہوگی جس میں وہ لوگ ہوں گے جو اپنے اعمال میں میانہ روی کرتے تھے۔'' حق سبحانہ وتعالیٰ سے ارشاد ہوگا جو تمہاری آرزو وتمنا ہو اس وقت طلب کرو پس جو کچھ طلب کریں گے حق تعالیٰ عطا کرے گا بلکہ لاکھ درجے اُس سے اور زیادہ عنایت کرے گا۔

ثُمَّ يُنَادِيْ مُنَادٍ اَيْنَ الْبَقِيَّةُ مِنْ مُحِبِّيْ عَلِيٍّ فَيَقُوْمُ قَوْمٌ ظَالِمُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ مُعْتَدُوْنَ عَلَيْهَا

''پھر ایک منادی پکارے گا باقی محبان علی علیہ السلام کہاں ہیں اس دفعہ وہ لوگ حاضر ہوں گے جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیے ہیں یعنی خدا کی معصیت کی ہے۔

فَيُقَالُ اَيْنَ الْمُبْغِضُوْنَ لِعَلِيٍّ فَيُؤْتٰى بِهِمْ جَمٌّ غَفِيْرٌ

''اُس کے بعد پھر ایک منادی ندا کرے گا دشمنانِ علی بن ابی طالب علیہ السلام کہاں ہیں پس تمہارے دشمنوں سے ایک جم غفیر کو ملائکہ پکڑ کر حاضر کریں گے۔'' اُس وقت حق سبحانہ وتعالیٰ حکم فرمائے گا علی بن ابی طالب علیہ السلام کے ایک ایک محبّ کے گناہوں کا عوض اُن کے ایک ایک ہزار دشمن سے لو اسی طرح سب دوست تمہارے نجات پائیں گے اور اُن کے بدلے میں اعداء پر عذاب ہوگا۔

جناب امیرؑ کا ایک قلندر مناقب خوان کو جلنے سے بچانا:۔

صاحب مظہر الاعجاز لکھتے ہیں کہ محمد صالح خراسانی بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے ہندوستان کا سفر کیا تو ایک فقیر بلخی قلندر وضع بھی ہمارا ہم سفر ہوا مسافرت میں انسان کی کیفیت اور نیک و بد کی حقیقت خوب معلوم ہو جاتی ہے اُس کو نہایت خوش رفتار و محبِ اہلبیت اطہار علیہم السلام پایا ایک روز اُس سے طریقہ درویشی اختیار کرنے کا سبب پوچھا؟ کہنے لگا شہر بلخ میں فقرائے باب اللہ کا ایک تکیہ تھا میں ابتدائے عمر سے اُسی مقام میں فقیروں کے ساتھ اوقات بسر کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک جوان ایرانی قلندر عباس نام اُس تکیہ میں آ کر فروکش ہوا وہ درویش اکثر اہلبیت علیہم السلام کے مناقب بہت جوش وخروش سے پڑھا کرتا تھا۔ ایک روز اُس تکیہ کے فقیروں میں سے ایک کور باطن بول اُٹھا حضرت اگر آپ کو منقبت خوانی کا بہت ذوق وشوق ہے تو کسی روز شہر کے بازار میں جا کے پڑھیئے کہ کچھ صلہ بھی ملے۔ وہ قلندر طعن کا کلمہ سُن کر فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور اُسی وقت شہر کے چوک میں جا کر نہایت خوش الحانی کیساتھ مناقب پڑھنے لگا وہاں کے لوگوں نے جو بظاہر مسلمان مگر باطن میں بے ایمان اکثر قوم خوارج ونواصب سے تھے اُس درویش کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور مشکیں باندھ کے مارتے ہوئے ارباب عدالت کے پاس لے گئے۔ اُس فقیر کی یہ کیفیت تھی کہ اپنے باندھے جانے مار کھانے کی کچھ خبر بھی نہ تھی اُسی جوش وخروش سے مناقب پڑھے جاتا تھا چونکہ قاضی و مفتی نے اپنے کانوں سے اُس کی مدح خوانی سُنی گواہ کی بھی کچھ حاجت نہ رہی اُسی وقت

قتل کا محضر لکھ کے حاکم شہر کو اُس کے مار ڈالنے کی صلاح دی۔ اُس خدا ناشناس نے حکم دیا کہ اِس فقیر کو آگ میں جلا دینا چاہئے تا کہ اس قبۃ السلام میں پھر کوئی ایسی جرأت و حرکت نہ کرے۔ لوگوں نے لکڑیوں کا انبار کر کے مٹی کا تیل چھڑک دیا اور اُس مرد غریب کو اُسی طرح بندھا ہوا اُس پر بٹھا کے آگ لگا دی جب تماشائیوں کو یقین ہوا کہ وہ جل کر خاک ہوا۔ اپنے اپنے گھروں پر واپس آئے میں نے اُس فقیر کور باطن کو بہت ملامت کی کہ تو نے اس مسافر غریب کو جلا کے درویشوں کی آبرو کو خاک کر دیا وہ دشمن خدا بھی آخر کو منفعل ہوا اور عذر کرنے لگا مگر اُس مردود کی خجالت و ندامت اب کیا نفع بخشتی تھی۔ دوسرے دن بعد نصف شب کے جب لوگ اپنے گھروں میں سو گئے اُسی درویش کی آواز سُنی کہ بیرون شہر منقبت پڑھتا ہے جب ہم سب فقیروں کو یقین کامل ہو گیا کہ بے شک وہی قلندر ہے ایک فقیر کی کمر میں رسی باندھ کے شہر پناہ کی دیوار سے نیچے اُتار دیا۔ اُس نے دیکھا وہی درویش اُسی زور و شور سے مناقب پڑھ رہا ہے اُس وقت ہم لوگوں نے اُن دونوں کو باری باری رسی کے ذریعہ سے اپنی طرف کھینچ لیا مگر وہ قلندر ایسا مدہوش تھا کہ اُسے کچھ خبر بھی نہ ہوئی اُسی طرح جوش و خروش سے منقبت پڑھے جاتا تھا کسی طرف ملتفت بھی نہ ہوتا تھا۔ ہم لوگوں نے اُس کو اس خیال سے مکان کے اندر بٹھا دیا کہ مبادا پھر کوئی دشمنِ خدا اُس کی آواز سن لے اور پھر کوئی بلائے تازہ اُس پر نازل ہو۔ صبح تک وہ دیندار اُسی طرح عالم وجد میں مناقب پڑھتا رہا بعد طلوع آفتاب سو گیا تمام روز غافل رہا رات کو بیدار ہوا اُس وقت ہوش میں آ کے تکیہ کے فقیروں سے پانی مانگا۔ ہم لوگوں نے شربت پلایا پینے کے بعد فقیروں سے باتیں کرنے لگا اُس کو خوش پا کے ہم سب نے کیفیت پوچھی؟ کہنے لگا مجھ کو یہاں تک یاد ہے کہ میرے ہاتھ پاؤں باندھ کے لکڑیوں کے انبار پر ڈال دیا اور چاروں طرف سے آگ لگا دی جب میں آگ کی گرمی اور دھوئیں سے متاذی ہونے لگا بے ساختہ یہ شعر میری زبان پر جاری ہوا۔

یا علی علیہ السلام گفتی چو درمانی بفریادت رسم

یا علی علیہ السلام درماندہ ام اکنون بفریادم برس

ناگاہ ایک ہاتھ غیب سے پیدا ہوا اور میرا گریبان پکڑ کے اُٹھالیا پھر خبر نہیں کیا ہوا اس وقت اپنے آپ کو تمہارے پاس دیکھتا ہوں۔ محمد صالح خراسان کہتے ہیں کہ یہاں تک اُس درویش بلخی نے مجھ سے بیان کر کے کہا کہ اس معجزہ کے دیکھنے سے ہم لوگوں نے ہدایت پائی اور بصدق دل موالیان اہل بیت علیہم السلام سے ہو گئے۔ اُسی شب دشمنانِ اہلبیت علیہم السلام کے خوف سے ہم سب نے اُس مقام کو چھوڑ دیا اور اُسی بزرگ کے ساتھ ہندوستان کا ارادہ کر کے نکلے اثناء راہ سے وہ مرد با خدا ہم سے جدا ہو کر نہ معلوم کدھر چلا گیا ہر شہر و ہر قریہ میں اُسے ڈھونڈھتے پھرتے ہیں ابھی تک کہیں سراغ و نشان نہیں ملا ہے۔

تمہید:۔

مومنین! جناب امیر علیہ السلام نے اپنے ایک محب کی آگ میں مدد کی اور اُس کو جلنے سے بچالیا مگر اعداء نے اُنہیں حضرت کے دل کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیموں کو جلایا کیا مصلحت تھی کہ وہ جناب خاموش رہے۔ فی الحقیقت حضرات! رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صبر و تحمل کا خاتمہ ہو گیا ہمیشہ دوسروں کی مصیبتوں میں کمک و امداد فرماتے رہے لیکن اپنے اوپر جو بلا نازل ہوئی راضی برضائے الٰہی رہے۔ خیال کیجئے جناب زینب علیہا السلام پر بھی بعدِ شہادت مظلوم کربلا علیہ السلام کیا کیا مصائب گذرے سوائے صبر و شکر کے کبھی کچھ نہ فرمایا مگر ایک مقام پر آپ نے نفرین کرنے کا قصد کیا تھا' صبر امام علیہ السلام کی وجہ سے اُس وقت بھی باز رہیں۔

فوج شام پر جناب زینب ؑ کا قصد نفرین کرنا:۔

عمان البکا میں مذکور ہے جناب سید الشہداء علیہ السلام کی شہادت کے بعد شہادت جب اہلبیت علیہم السلام عصمت و طہارت قدم قدم پر تکلیفیں اُٹھاتے ہوئے کربلا سے کوفہ تک آئے۔ ابن زیاد بدنہاد نے حکم دیا کہ آج ان قیدیوں کو کسی خرابہ میں بند رکھو کل دربار عام میں حاضر کرنا اُس وقت شہر میں خبر مشہور ہوئی کہ کل دربار میں اہلبیت علیہم السلام کا داخلہ ہے لوگوں

نے تماشہ کے اشتیاق اور صبح کے انتظار میں وہ رات بسر کی، ستم رسیدہ قیدیوں نے جو ایک ٹوٹے ہوئے مکان میں بند تھے خوف و تہلکہ میں روتے روتے اُس شب کو سحر کیا۔ صبح ہوتے ہی اہل شہر اپنے اپنے گھروں سے نکل کے کوچہ و بازار میں جمع ہوئے کثرت خلائق سے ہر طرف شور و غوغا بلند ہوا۔ جناب زینب علیہا السلام نے قید خانہ میں جو غل سُنا بیمار کربلا علیہ السلام سے پوچھنے لگیں اے فرزند یہ کیسا ہنگامہ برپا ہے؟ کیوں اتنی آوازیں سنائی دیتی ہیں؟ آپ نے رو رو کے فرمایا ابن زیاد نے حکم دیا ہے کہ آج ناموس حسین علیہ السلام کو شہر میں اس طرح تشہیر کریں کہ ہاتھ سب کے بندھے ہوں اور سر سب کے کھلے ہوں اسی حالت میں کشاں کشاں دربار میں پہنچائیں۔ اسی کا تماشا دیکھنے کے واسطے لوگوں کا اژدہام ہے اور اژدہام مردم سے شور مچا ہوا ہے۔ سر کھلنے کا حال سنتے ہی جناب زینب علیہا السلام کے ہوش و حواس جاتے رہے کہنے لگیں خاندان نبوت پر تو ہمیشہ ظلم ہی ہوتے رہے میرے ماں باپ نے اعداء کے ہاتھ سے کیا کیا تکلیفیں اُٹھا کے دنیا سے انتقال فرمایا بھائی حسن علیہ السلام کو ستمگاروں نے زہر دغا سے شہید کیا۔ میرے مظلوم بھائی حسین علیہ السلام پر کیا کیا ظلم و ستم کیے ایک دن میں سارے عزیز و اقربا کو قتل کر ڈالا خود اُس جناب کے گلے پر خنجر ظلم پھرایا۔ لاش پاش پاش پر گھوڑے دوڑائے سر بریدہ کو نوک نیزہ پر چڑھایا۔ دختران فاطمہ علیہا السلام کو اسیر کر کے یہاں تک لائے بزرگوں میں سے تو کبھی کسی نے اُمت کیلئے دعائے بد نہیں کی ظلم پر ظلم اُٹھاتے رہے اور صبر پر صبر کرتے رہے میں نے بھی اس وقت تک دشمنوں کے ہاتھ سے جو جو ایذائیں اُٹھائیں ہر ایذا میں صابر رہی کچھ شکوہ نہیں کیا۔ ان جفاؤں پر بھی اشقیا اب تک اپنے جور و ستم سے ہاتھ نہیں اُٹھاتے سب طرح کی ذلتیں تو دے چکے اب چاہتے ہیں کہ سروں کو ہمارے برہنہ کریں اور دربار میں لے جائیں ہرگز اس تعدی پر تحمل نہیں ہو سکتا اس وقت میں خدا سے شکایت اور ان سب پر نفرین و لعنت کروں گی یہ کہہ کے سر کے بال کھول دیئے اور ام کلثوم علیہا السلام اور سکینہ علیہا السلام اور رقیہ علیہا السلام اور سب بی بیوں اور بچوں کو گرد و پیش لے کے کہا سب کے سب اپنے سروں کو کھول دو میں جب نفرین کروں اُس وقت تم لوگ ایک زبان ہو کے

آمین کہنا اس کے بعد چہرۂ مبارک پر آثار غضب ظاہر ہوئے اور دہن اقدس سے کف باہر آنے لگا ہنوز کوئی کلمہ نفرین زبان سے نہ نکلا تھا کہ نوک نیزہ سے مظلوم کربلا علیہ السلام کے سر بریدہ نے آواز دی اے بہن بزرگوں کا طریقہ ہاتھ سے نہ جانے دو اور ہر بلا میں صبر کرو۔ خدا کے نزدیک صبر کا بڑا مرتبہ ہے ہم نے نانا کی اُمت کا برباد ہونا گوارا نہ کیا۔ غصہ میں تم چاہتی ہو کہ یہ سب ضائع ہو جائیں۔ سبحان اللہ کیا صبر تھا۔ جناب زینب علیہا السلام کا غیظ امام علیہ السلام کا حکم سنتے ہی کم ہو گیا اور بھائی کے سر اقدس کی طرف دیکھ کے رونے لگیں۔ راوی کہتا ہے میں نے دیکھا امام مظلوم علیہ السلام کا سر نیزہ پر تڑپ گیا اور نوک نیزہ سے جنبش کر کے بہن کی آغوش میں آتا رہا اور خود بخود سینے سے لپٹ گیا گویا اس مصیبت میں خواہر غمدیدہ کو تشفی اور دلاسا دینے کے واسطے حضرت نیزے سے تشریف لائے اور اس صبر کرنے پر اپنی بہن کو گلے سے لگا لیا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر 79

- آیت اہل علم و جاہل برابر نہیں ہیں۔
- حدیث اسی آیت کی تفسیر میں۔
- احادیث فضائل علم و اکرام علماء میں۔
- احترام علماء میں جناب ابراہیمؑ کی روایت۔
- ایک ضعیفہ کا قبر مسلم بن عقیلؑ پر رونا۔
- زید بن ارقم کی روایت۔

مجلس نمبر 79

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی قُلْ هَلْ يَسْتَوِی الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ط اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○

"حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ زمر میں ارشاد فرماتا ہے اے محمد ﷺ کہو کفار سے آیا وہ لوگ جو سمجھتے ہیں اور علم رکھتے ہیں اور وہ لوگ جو نافہم و بے علم ہیں کیا برابر ہو سکتے ہیں سوائے اس کے نہیں ہے کہ صاحبان عقل اصل حقیقت کو سمجھتے ہیں اور قبول کرتے ہیں۔" امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

نَحْنُ الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ اَعْدَائُنَا الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ وَ شِيْعَتُنَا اُولُوا الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ

اَلَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ ہم اہلبیت علیہم السلام کی شان میں ہے

وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ہمارے دشمنوں کے بارے میں ہے:

وَ اُولُوا الْاَلْبَاب

ہمارے شیعوں کے حق میں ہے۔ پس ہم اہلبیت علیہم السلام زیور علم و دانش سے زینت دیئے گئے ہیں۔ دشمنوں نے راہِ جہالت اختیار کی ہے اور ہمارے شیعوں نے صفائی عقل و فہم سے حق کو باطل سے جدا کر کے ہدایت پائی ہے۔

فضیلت علماء میں حدیث:۔

حضرات! اس آیت میں لفظ یعلمون سے موافق اس حدیث کے اگرچہ

طاہرین علیہم السلام مراد ہیں مگر یہ زمانہ غیبت امام علیہ السلام کا ہے اس زمانہ میں ائمہ طاہرین علیہم السلام کے جو نائب ہیں یعنی علماء دین اُن کے بھی بہت مدارج و مراتب ہیں۔ کتاب معالم الزلفیٰ میں جناب امیر علیہ السلام سے منقول ہے:

اَلْعَقْلُ وِلَادَةٌ وَ الْعِلْمُ اِفَادَةٌ وَ مُجَالَسَةُ الْعُلَمَاءِ عِبَادَةٌ

"عقل انسان کی خلقی چیز ہے اور علم دوسرے سے حاصل ہوتا ہے اور علماء کی صحبت میں بیٹھنا عبادت ہے۔"

وَ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ جُلُوْسُ سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ عِنْدَ الْعَالِمِ فِيْ مُذَاكَرَةِ الْعِلْمِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ مِائَةِ اَلْفِ رَكْعَةٍ تَطَوُّعًا وَ مِائَةِ اَلْفِ تَسْبِيْحٍ وَ مِنْ عَشَرَةِ الْاٰفِ فَرَسٍ يَغْزُوْبِهَا الْمُؤْمِنُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اور اسی معالم الزلفیٰ میں "جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ایک ساعت عالم کے پاس بیٹھ کے ذکر کرنا یعنی مسائل دینیہ دریافت کرنا خدا کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے لاکھ رکعت نماز سے جو کسی نے رضائے خدا کیلئے پڑھی ہو اور لاکھ تسبیح سے اور دس ہزار اُن گھوڑوں کے دینے سے جن پر مجاہدین سوار ہو کے راہ خدا میں جہاد کریں۔"

دس شخصوں کا جناب امیرؑ سے سوال کرنا:۔

الغرض علم اور اہل علم کی مدح میں بہت حدیثیں آئی ہیں جار اللہ زمخشری نے کہ مشاہیر علماء اہل سنت و جماعت سے ہیں کتاب اربعین میں لکھا ہے کہ بعض خوارج نے جب حدیث

اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا

کو سنا تو اپنے دل میں بہت پیچ و تاب کھایا اور اُن میں سے دس آدمی کہ ادعاء علم

رکھتے تھے مشورہ کر کے جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے کہ آپ کی فضیلت علم میں جو یہ حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمائی ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی علیہ السلام اُس شہر کا دروازہ ہے ہم اس حدیث کو اُس وقت تصدیق و باور کریں کہ ہم لوگ ایک ایک سوال کریں اور آپ ہر ایک سوال کا جواب باصواب دیں۔ حضرت نے فرمایا جو چاہو پوچھو الغرض اُن میں سب نے باری باری ایک ہی سوال کیا اور آپ نے سب کا ایک ہی جواب بہ عنوان مختلف ارشاد فرمایا۔ ایک شخص نے پوچھا علم بہتر ہے کہ مال؟ آپ نے فرمایا علم بہتر ہے۔ پوچھا کس دلیل سے فرمایا علم انبیاء علیہ السلام کی میراث ہے اور مال قارون کی میراث ہے دوسرے نے بھی یہی سوال کیا آپ نے فرمایا علم بہتر ہے اس لئے کہ مال کے دشمن بہت ہیں اور علم کے دوست زیادہ ہیں۔ تیسرے نے بھی وہی سوال کیا آپ نے فرمایا مال سے علم بہتر ہے اس وجہ سے کہ مال صرف کرنے سے کم ہوتا جاتا ہے اور علم صرف کرنے سے زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ چوتھے نے بھی یہی سوال کیا فرمایا علم اس سبب سے بہتر ہے کہ صاحب مال کو بخیل اور اہل علم کو کریم کہتے ہیں۔ پانچویں نے بھی یہی پوچھا فرمایا علم بہتر ہے اس رو سے کہ مال کے واسطے چوروں سے حفاظت کرنا ضروری ہے اور علم اپنے صاحب کا خوف میں محافظ ہوتا ہے چھٹے کو جواب میں فرمایا علم بہتر ہے اس جہت سے کہ قیامت کے دن صاحب مال سے مال کا حساب و مواخذہ کیا جائے گا اور صاحب علم سے علم کا نہ کچھ حساب ہے نہ کچھ مواخذہ ہے۔ ساتویں کے سوال پر بھی آپ نے فرمایا علم بہتر ہے اس وجہ سے کہ مال طول زمانہ سے کہنہ ہو جاتا ہے بخلاف علم کے کہ تازہ ہو جاتا ہے۔ آٹھویں کے جواب میں فرمایا علم بہتر ہے اس راہ سے کہ مال سے دل سیاہ ہوتا ہے اور علم سے دل روشن ہوتا ہے۔ نویں شخص کو فرمایا علم بہتر ہے بایں معنی کہ صاحب مال سے بعض نے مثل فرعون کے معبودیت و خدائی کا دعویٰ کیا اور صاحب علم ہمیشہ اعتراف بہ عبودیت کرتا ہے اس کے بعد آپ نے فرمایا قسم بخدا! اگر تم میری زندگی تک سوال کرتے رہو گے تو میں ہر مرتبہ جواب میں علم کی فضیلت بطرز جدید بیان کرتا جاؤں گا۔ دسویں سائل کے

سوال جواب میں فرمایا کہ سال کے پیچھے جو بعد حمرات لگے رہتے ہیں جبکہ علم اس سے بری ہے۔ الحاصل دسوں خوارج توبہ کر کے مومن خالص ہو گئے اور اہل علم کے اکرام اور احترام کرنے کی بھی بہت تاکید ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ اَکْرَمَ عَالِمًا فَقَدْ اَکْرَمَنِیْ وَ مَنْ اَکْرَمَنِیْ فَقَدْ اَکْرَمَ اللّٰہَ وَمَنْ اَکْرَمَ اللّٰہَ فَمَصِیْرُہٗ اِلَی الْجَنَّةِ وَمَنْ اَہَانَ عَالِمًا فَقَدْ اَہَانَنِیْ وَ مَنْ اَہَانَنِیْ فَقَدْ اَہَانَ اللّٰہَ فَمَصِیْرُہٗ اِلَی النَّار

"عالم علم لدنی واسرار الٰہی سید الانبیا جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا جس شخص نے عالم کا اکرام کیا اُس نے میری تکریم کی اور جس نے میری تکریم کی اُس نے خدا کا احترام کیا اور جس بندہ نے خدا کا احترام کیا اُس کی جگہ بہشت میں ہے اور جس شخص نے عالم کی اہانت کی اُس نے میری توہین کی اور جس نے میری توہین کی اُس نے خدا کی اہانت کی اور اُس کا مقام جہنم ہے۔

روایت جناب ابراہیمؑ احترام علما میں:-

صاحب مجالس المتقین ثعلبی سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام شام سے مصر میں تشریف لائے اور وہاں اقامت فرمائی تو اُس شہر کے زہاد و عباد و علماء اکثر آپ کی خدمت سے بہرہ یاب ہوتے تھے کچھ زمانہ کے بعد جب جناب ابراہیم علیہ السلام نے پھر شام کا قصد کیا وہ لوگ آپ کی مشایعت کو حاضر ہوئے اس قدر حضرت سے خلوص و ارادت رکھتے تھے کہ چار فرسخ تک آپ کی سواری کے ساتھ زمین ناہموار پر پیادہ و برہنہ پا گئے اور وہاں سے رخصت ہو کے اپنے گھروں کو پھرے۔ لکھا ہے جناب ابراہیم علیہ السلام اُن لوگوں کے ہنگام وداع مرکب سے نہ اُترے اس لئے حق تعالیٰ کی جانب سے عتاب آمیزہ خطاب ہوا اے ابراہیم علیہ السلام تم نے میرے بندگانِ خاص کا جو تم سے نہایت حسنِ عقیدت

رکھتے تھے احترام نہیں کیا اور وقت وداع مرکب سے اُتر کر اُن کو رخصت نہیں کیا پس واقف ہو کہ تمہارے اس ترک احترام کی پاداش میں تمہارے ایک فرزند کو اس شہر میں بلائے بندگی و عبودیت میں مبتلا کروں گا اور کئی برس زندان مصر میں مقید رکھوں گا۔

تمہید:۔

مومنین!۔آپ نے سُنا کہ پروردگار عالم نے علماء کے احترام واکرام کی کس قدر تاکید کی ہے باوجودیکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام انبیائے اُولوالعزم سے تھے اور وہ لوگ جو آپ کی مشایعت کے واسطے آئے تھے حضرت ہی کی اُمت سے تھے اور بلاطلب فقط اپنے حسن عقیدت سے حاضر ہوئے تھے۔اس کے باوجود بسبب فضیلت علم کے جناب ابراہیم علیہ السلام پر اُن کی نہ کرنے کی بناء پر عتاب ہوا۔کیا حال ہوگا اُس اُمتِ جفا کار کا جس نے اُن خاصانِ خدا کے ساتھ جن کے گھر سے دین کا رواج، علم کو شیوع ہوا اور خود جن کو اپنا خلوص وارادت باطلہ ظاہر کر کے بلایا تھا یہ سلوک کیا کہ بجائے احترام واکرام اُن کے سرتن سے اس بے رحمی سے جُدا کیے کہ قصاب بھی اس شقاوت سے حیوان کو ذبح نہیں کرتے اور اس بے احترامی سے اپنے اُس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریّت کو جو انبیائے اولوالعزم میں سب سے افضل تھا مقید کیا جیسے حبش وزنگبار کی عورتوں کو اسیر کرتے ہیں۔وہاں علماء جناب ابراہیم علیہ السلام کی مشایعت کو زمین ناہموار پر پیادہ پا چار فرسخ تک گئے یہاں اشقیا اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کی ناموس کو شتران بے کجاوہ پر امام زین العابدین علیہ السلام کو پیادہ پا زمین ناہموار پر کئی منزلوں لے گئے۔

شہروں میں جنگلوں میں پہاڑوں میں دشت میں
پیدل پھرے ہیں عابد علیہ السلام مضطر کہاں کہاں

ایک ضعیفہ کا قبر مسلمؑ پر رونا:۔

منقول ہے کہ جب اہلبیت امام مظلوم علیہ السلام کو اعدائے دین مثل بندیاں ترک

وروم کے اسیر کر کے داخل کوفہ ہوئے اور اہلبیت طاہرین علیہم السلام متصل مسجد کوفہ کے پہنچے تو کیا دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت ایک قبر تازہ پر بیٹھی نوحہ وشیون کر رہی ہے دیکھتے ہی دِل اِن دردمندوں کا اُس کے گریہ وبکا پر بھر آیا۔ پوچھنے لگیں اے نیک بخت تو کون ہے اور یہ لحد تازہ کس مظلوم کی ہے جس پر غربت اور بے کسی برستی ہے اور یہ صاحب قبر تیرا کون تھا کہ اب تک تو اس کو رو رہی ہے؟ اُس نے عرض کی اے بیبیو! کیا پوچھتی ہو یہ مظلوم ستم دیدہ آفت رسیدہ ایک غریب الوطن بے سروسامان میرا مہمان تھا کوفیانِ پُر دغا وظالمان بے حیا نے بے جرم وخطا بھوکا پیاسا اسے تنہا شہید کیا اور کوئی اس بے کس کی قبر پر رونے والا نہ تھا۔ یہ سُن کر اہلبیت علیہم السلام نے پوچھا اے نیک بخت اس کا نام کیا تھا اور یہاں کس وجہ سے تیرا مہمان ہوا۔

قَالَتِ اسْمُهُ مُسْلِمُ بْنُ عَقِيْلٍ رَسُوْلُ الْحُسَيْنِ علیہ السلام قَتَلَهُ ابْنُ زِيَادٍ

''اُس نے عرض کی آہ آہ نام اُس غریب آفت نصیب کا مسلم علیہ السلام بن عقیل علیہ السلام تھا اور یہاں ہمارے آقا مظلوم امام حسین علیہ السلام کا ایلچی ہو کر آیا تھا مگر ابن زیاد کے حکم سے وہ بے چارہ بہزار ظلم جفا شہید کیا گیا یہ سنتے ہی اہلبیت علیہم السلام میں ایک شور داویلاہ وامسلماہ کا بلند ہوا۔ آہ آہ راوی کہتا ہے میں نے دیکھا ایک لڑکی کو کہ نہایت بے قراری سے روتی تھی اور بار بار آہ آہ کہتی تھی تا آنکہ اپنے آپ کو اُس نے اونٹ سے گرا دیا اور قبر مسلم علیہ السلام سے خطاب کر کے یہ بین کرنے لگی:

يَا اَبَتَاهُ بِاَيِّ عَيْنٍ اَرٰى قَبْرَكَ

''ہائے اے مظلوم بابا کن آنکھوں سے تمہاری قبر کو دیکھوں۔''

يَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ الْيَوْمَ عَمْيَا

''اے بابا کاش میں آج کے روز اندھی ہوتی۔''

يَا اَبَتَاهُ قَتَلُوْا اَخَاكَ الْحُسَيْنَ علیہ السلام ظَمْآنًا

''اے بابا تمہارے بھائی حسین علیہ السلام کو ظالموں نے پیاسا شہید کیا۔''

وَ سَلَبُوْنَا وَ لَمْ يَتْرُكُوْا عَلٰى رُؤُسِنَا قِنَاعًا وَ خِمَارًا

''اے بابا ہم کو ظالموں نے ایسا لوٹا کہ چادریں اور مقنعہ ہمارے چھین لئے۔''

يَا اَبَتَاهُ لَطَمُوْا عَلٰى خُدُوْدِنَا

''اے بابا ظالموں نے ہمیں بے والی و وارث جان کے طمانچے مارے کہ اب تک نیل باقی ہے۔ اور اے بابا بھائی ہمارے ہم سے رُخصت گئے معلوم نہیں کہ اُن کا حال کیا ہوا پھر قبر پدر سے لپٹ کر اس قدر روئی کہ بے ہوش ہو گئی۔ منقول ہے کہ بین پر اُس صاحبزادی کے قبر مسلم علیہ السلام کانپنے لگی لوگوں نے اُس کو بجز قبر سے جُدا کیا اور اونٹ پر بٹھالیا اور قافلہ آگے چلا۔

روایت زید بن ارقم:۔

زید بن ارقم کہتا ہے جناب سید الشہداء علیہ السلام کی شہادت کے بعد میں کوفہ میں ایک دن بازار کی طرف اپنے مکان میں بیٹھا تھا ناگاہ میں نے دیکھا کچھ اہل فوج جھنڈوں کے پھریرے کھولے نقارے بجاتے خوشیاں کرتے چلے آتے ہیں اور اُن کے پیچھے نیزوں کی نوکوں پر سرہائے بریدہ نصب ہیں۔ اس طرح کہ اُن میں بعض بوڑھے بعض جوان بعض لڑکوں کے سر ہیں۔ نورانی شکلیں بھولی بھولی صورتیں زخم کے لہو سے راہ کی گرد سے آلودہ ہو رہی ہیں اور اُنہیں میں ایک نیزہ طویل پر فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جگر گوشۂ بتول علیہا السلام کا سرِ بُریدہ مانند شب چہاردہ جلوہ گر ہے' دیکھتے ہی حواس جاتے رہے رنگ فق ہو گیا شدتِ قلق سے یہ معلوم ہوتا تھا کلیجہ پھٹ رہا ہے۔ بے تاب ہو کر رونے لگا جب وہ سر اطہر قریب آیا میں نے سُنا کہ حضرت یہ آیت بہ آواز حزیں تلاوت فرماتے ہیں۔

اِنَّ اَصْحَابَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا

معنی اس آیت کے یہ ہیں بہ تحقیق کہ اصحاب کہف ورقیم کی حکایت ہماری آیات عجیبہ سے نہ ہے۔ میں نے سر پیٹ کر کہا یا ابن رسول اللہ ﷺ آپ کے مصائب اصحاب کہف کے قصہ سے عجیب تر ہیں غضب ہے ان لوگوں نے آپ کے نانا کا کلمہ پڑھ کے آپ ہی کو شہید کیا اور سر کاٹ کے نیزہ پر شہر بہ شہر پھراتے ہیں۔ غرض جب نیزہ دار اُن نیزوں کو لئے آگے بڑھ گئے میں نے دیکھا چند اونٹ جن پر نہ محملیں ہیں نہ عماریاں ہیں آگے پیچھے چلے آتے ہیں اُن پر کچھ بیبیاں صاحب عزت اس طرح سوار ہیں کہ نہ سروں پر چادریں ہیں نہ چہروں پر نقابیں ہیں بالوں سے منہ چھپائے شرم سے گردنیں جھکائے بدنوں پر پھٹے پرانے کپڑے، گرد و غبار میں اَٹے رُو رُو کر فریاد کرتی ہیں یا رسول اللہ ﷺ یا جداہ ﷺ آپ کہاں ہیں دیکھئے آپ کی بہوئیں بیٹیاں بندیاں ترک و دیلم کی طرح کس ذلت و خواری سے بازار کوفہ میں پھرائی جاتی ہیں۔ اہل شہر گھروں سے نکل نکل کے تماشے کو جمع ہوئے ہیں ہر محلہ میں ہماری تباہی اور بربادی کی عید ہو رہی ہے۔ یہ کہتی ہیں اور بے قرار ہو کر روتی ہیں چھوٹے چھوٹے بچے ماں پھپھیوں کے سینوں سے لپٹے، لوگوں کی کثرت سے سہمے ہوئے چپکے چپکے بلک بلک کر رُو رہے ہیں۔ زید بن ارقم کہتے ہیں یہ مصیبت اہلبیت علیہم السلام کی دیکھ کے میرا دل اور بھی پھٹ گیا کلیجہ منہ کو آنے لگا اُسی حال میں ایک ہاتف کی آواز سُنی کہ یہ کہہ رہا ہے:

رَاْسُ ابْنِ بِنْتِ مُحَمَّدٍ وَ وَصِیِّہٖ
یَا لِلرِّجَالِ عَلٰی قَنَاۃٍ یُرْفَعُ

''ہائے ظالموں نے کیا ستم کیا اپنے نبی ﷺ کے نواسے کا سر کاٹ کے فخریہ نیزہ پر چڑھا کر شہروں میں محلوں میں کوچوں میں بازاروں میں لئے پھرتے ہیں۔''

وَ الْمُسْلِمُوْنَ بِمَنْظَرٍ وَ بِمَشْهَدٍ
لَا جَازِعٌ مِنْهُمْ وَ لَا مُتَوَجِّعٌ

"کیسے مسلمان ہیں کہ فرزندرسول ﷺ کے سر بریدہ کا تماشا دیکھنے کو جمع ہوئے ہیں اور باوجود دعوائے اسلام کوئی ان میں ایسا رحم دل نہیں کہ خاندان رسالت ﷺ کی تباہی پر دل اُس کا دُکھے ہر شخص خوشی میں مصروف ہے۔" زید بن ارقم کہتے ہیں کہ یہ اشعار ہاتف کے سُن کر میں روتے روتے بے ہوش ہوگیا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

مجلس نمبر 80

- آیت نجویٰ اور جناب امیرؑ کا رسولِ خدا ﷺ سے پوچھنا اور جناب زینبؑ کا حضرت امیرؑ سے سوال کرنا
- جناب سیدہؑ و حضرت امیرؑ کا جناب زینبؑ پر سایہ کرنا۔
- روضہء رسولؐ خدا پر جناب زینبؑ کا جانا۔
- مصائب اہلبیتؑ اشعار میں۔

مجلس نمبر 80

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰکُمْ صَدَقَۃً ط ذٰلِکَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَ اَطْھَرُ ط فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ط

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ مجادلہ میں ارشاد فرماتا ہے اے ایمان لانے والو جب رسول ﷺ سے کچھ پوچھنا چاہو تو پوچھنے سے قبل کچھ صدقہ دے لو اُس کے بعد پوچھو یہ امر تمہارے لئے اچھا اور بہتر ہے مگر جب تمہارے پاس کچھ نہ ہو تو بہ تحقیق کہ خدا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

قَالَ عَلِیٌّ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ عَشْرَ مَسَائِلَ فَاَجَابَنِیْ عَنْھَا

جناب امیرؑ کا حضرت رسول خدا ﷺ سے سوال کرنا:۔

جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں میرے پاس ایک دینار تھا اُسے خوردہ کیا اور ایک ایک درہم تصدق دے کر ''میں نے جناب رسول خدا ﷺ سے دس مسئلے پوچھے حضرت نے ہر ایک کا جواب مجھ سے ارشاد فرمایا۔''

قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا الْوَفَاءُ

''میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ وفا کیا چیز ہے؟''

قَالَ التَّوْحِيْدُ وَ شَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

''فرمایا خدا کو ایک جاننا اور اُس کی واحدانیت اور یکانیت کی گواہی دینا۔''

قُلْتُ وَ مَا الْفَسَادُ قَالَ الْکُفْرُ وَ الشِّرْکُ بِاللّٰهِ

''پھر میں نے پوچھا فساد کیا چیز ہے؟...... فرمایا کفر اور شرک خدا کے ساتھ عمل میں لانا۔''

قُلْتُ وَ مَا الْحَقُّ قَالَ اِسْلَامُ وَ الْقُرْآنُ وَ الْوِلَایَةُ اِذَا انْتَهَتْ اِلَیْکَ

''میں نے کہا حق کیا چیز ہے؟...... فرمایا اسلام اور قرآن اور ولایت جبکہ تم تک منتہی ہو۔''

قُلْتُ وَ مَا الْحِیْلَةُ قَالَ تَرْکُ الْحِیْلَةِ

''میں نے پوچھا نجاتِ آخرت کے واسطے حیلہ کیا ہے؟ فرمایا لذات دنیا کے واسطے مکروفریب نہ کرنا۔''

قُلْتُ وَ مَا عَلَیَّ قَالَ طَاعَةُ اللّٰهِ وَ طَاعَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

''میں نے کہا مجھ کو کیا کرنا لازم وضروری فرمایا خدا کی اطاعت وبندگی اور اُس کے رسول کی اطاعت وفرمان برداری۔''

قُلْتُ فَکَیْفَ اَدْعُوا اللّٰهَ قَالَ بِالصِّدْقِ وَ الْیَقِیْنِ

''میں نے کہا خدا سے کیونکر دعا کروں؟ فرمایا صدق ویقین کے ساتھ۔''

قُلْتُ وَ مَا ذَا اَسْئَلُ اللّٰهَ قَالَ الْعَافِیَةَ

''میں نے کہا خدا سے کیا چیز طلب کروں؟...... فرمایا عافیت۔''

قُلْتُ وَ مَا اَصْنَعُ لِنَجَاةِ نَفْسِیْ قَالَ کُلْ حَلَالًا وَ قُلْ صِدْقًا

''میں نے کہا اپنے نفس کی نجات کے واسطے کیا کروں؟ فرمایا غذا سے حلال کھایا

کرو اور سچ بولا کرو۔"

قُلْتُ وَمَا السُّرُوْرُ قَالَ الْجَنَّةُ

"میں نے کہا سرور کیا چیز ہے؟ فرمایا بہشت ہے۔"

قُلْتُ وَمَا الرَّاحَةُ قَالَ لِقَاءُ اللّٰهِ

"میں نے کہا راحت کیا چیز ہے؟ فرمایا خدا سے ملاقات کرنا۔"

جناب امیرؑ سے حضرت زینبؑ کا سوال کرنا:-

حضرات! یہ سوالات جناب امیر نے سرور کائنات ﷺ سے استفسار کیے اس وقت مجھے یاد آ گئے۔ وہ سوالات سے جو خود جناب امیر علیہ السلام سے اُن کی نور دیدہ جناب زینب علیہا السلام نے پوچھے تھے۔ مشہور ہے مخدومۂ عالم جناب زینب علیہا السلام بچپنے میں اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضر تھیں اور وہ جناب اُن سے بہ محبت باتیں کر رہے تھے کہ اُس صاحبزادی نے پوچھا

يَا اَبَتِ هَلْ تُحِبُّنِيْ قَالَ نَعَمْ

"اے پدر بزرگوار آپ مجھے دوست رکھتے ہیں فرمایا یقیناً میں دوست رکھتا ہوں۔"

ثُمَّ قَالَتْ هَلْ تُحِبُّ اُمِّيْ وَ الْاَخَوَيْنِ

"پھر عرض کی آیا آپ میری مادر گرامی اور حسنین علیہم السلام کو بھی دوست رکھتے ہیں۔"

قَالَ نَعَمْ

"فرمایا ہاں انہیں بھی دوست رکھتا ہوں۔"

قَالَتْ تُحِبُّ جَدِّيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ نَعَمْ

"پھر پوچھا آیا آپ میرے نانا رسول خدا ﷺ کو بھی دوست رکھتے ہیں؟ فرمایا ہاں بے شک انہیں بھی دوست رکھتا ہوں۔"

قَالَتْ هَلْ تُحِبُّ اللهَ قَالَ نَعَمْ

''پھر عرض کی آیا حق سبحانہ وتعالیٰ کو بھی آپ دوست رکھتے ہیں؟ فرمایا ہاں بلاشبہ خدا کو بھی دوست رکھتا ہوں۔''

قَالَتْ كَيْفَ تَجْتَمِعُ الْمَحَبَّتَانِ فِيْ قَلْبٍ وَاحِدٍ

''اُس وقت جناب زینب علیہا السلام نے عرض کی کیونکر ہوسکتا ہے کہ آپ کے دل میں دو محبتوں کا اجتماع ہو۔ جناب جناب امیر علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی کی پیشانی پر بوسہ دیا اور لبوں کو چوم کے فرمایا یہ مسئلہ بہت نازک ہے مگر آگاہ ہو لِلّٰهِ حُبِّيْ لِغَيْرِهٖ

یعنی سوائے خدا کے جس سے محبت رکھتا ہوں اُس سے خدا کے واسطے میں محبت رکھتا ہوں۔ اللہ اکبر مومنین! کس قدر جناب امیر علیہ السلام کو خاطر داری اپنی صاحبزادی کی ملحوظ تھی جو امر ذہن اطفال سے باہر تھا۔ آپ نے اُس کا بھی جواب محض بپاس خاطر بیان کیا حضرت کا اپنی دختر نیک اختر کا عزیز رکھنا اور اُن کے ساتھ محبت کرنا اس روایت میں تو خود جناب امیر علیہ السلام کے ارشاد سے ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی روایتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ جناب زینب علیہا السلام کو نہایت دوست رکھتے تھے۔

جناب امیرؑ وسیدہؑ کا جناب زینبؑ پر سایہ کرنا:۔

چنانچہ مجتہد کربلائی جناب شیخ محمد مہدی جو خاندان شیخ فخر الدین صاحب مجمع البحرین سے ہیں اُن کی زبانی میں نے سُنا ہے کہ ایک روز ثانی زہرا جناب زینب علیہا السلام فرش خواب پر آرام میں تھیں یہاں تک کہ آفتاب بلند ہوا اور چہرۂ مبارک پر دھوپ آگئی۔ جناب سیدہ علیہا السلام کو منظور نہ ہوا کہ اُس صاحبزادی کو نیند میں بے چین کریں اور اُٹھا کر دوسری جگہ لے جائیں بالیں سر اپنی ردائے مبارک کا سایہ کر کے کھڑی ہوئیں دیر تک یونہی کھڑی رہیں اسی اثنا میں جناب امیر علیہ السلام باہر سے حرم سرا میں تشریف لائے اور یہ کیفیت دیکھ کر حقیقت دریافت کی جب حقیقت حال سے مطلع ہوئے جناب سیدہ علیہا السلام سے فرمایا:

يَا فَاطِمَةُ اَوْلٰى بِتَظْلِيْلِ ابْنَتِيْ

"یعنی میں اپنی نوردیدہ زینب علیہا السلام پر سایہ کرنے کیلئے تم سے سزاوار زیادہ ہوں۔"

اب تم جاؤ آرام کرو میں سایہ کروں گا یہ کہہ کے اُس امام علیہ السلام صاحب علم نے جس کے زیر علم روزِ قیامت مومنین و موالیان انشاء اللہ گرمی آفتاب سے محفوظ رہیں گے اپنی عبائے مبارک کا سایہ کیا اور بالیں سر جناب زینب علیہا السلام کے ایستادہ ہوئے اور اتنی دیر تک کھڑے رہے کہ خود وہ شہزادی خواب سے بیدار ہوئیں۔ اللہ اکبر کیا منزلت اور کیا شان تھی جناب زینب علیہا السلام کی۔

روضۂ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جناب زینبؑ کا جانا:۔

ذاکر نے انہیں مجتہد کربلائی سے یہ روایت بھی سنی ہے کہ ایک دن جناب زینب علیہا السلام نے اپنے پدر بزرگوار سے روضۂ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اشتیاق بیان کر کے زیارت کے لئے اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دی مگر یہ فرمایا کہ شب کو جانا چاہیے غرض وہ دن گذرا جناب امیر علیہ السلام اُس صاحبزادی کو پردۂ شب میں اپنے ساتھ اس طرح روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لے چلے کہ جناب زینب علیہا السلام کے داہنے بائیں امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام ہوئے اور آگے آگے خود جناب امیر علیہ السلام تشریف لے چلے جب قریب روضہ کے پہنچے اپنے بڑے فرزند سے فرمایا تم آگے بڑھ جاؤ اور پہلے پہنچ کے مسجد کا چراغ گل کر دو ایسا نہ ہو کہ جب میری نور دیدہ زینب علیہا السلام داخل روضہ ہو تو اُس کے قد و قامت پر روشنی میں کسی نامحرم کی نظر پڑ جائے۔ اور اسی مضمون کو کسی عالم نے نظم بھی کیا ہے۔

لَهْفِيْ لَبِنْتِ النُّبُوَّةِ وَ الْاِمَامَةِ تَاتِيْ
زِيَارَةَ جَدِّهَا وَاللَّيْلُ قَدْ اَرْخٰى ظَلَامُهٗ
فَيَقُوْلُ حَيْدَرُ لِلزَّكِيِّ اَخْفِ الضِّيَاءَ لَهَا كَرَامَةً
كَيْلَا يُبَانَ لِشَخْصِ زَيْنَبَ بِنْتِ فَاطِمَةَ عَلَامَةٌ

''یعنی اُس وقت کو جناب زینب علیہا السلام کے خیال کر کے انجام حال اُن کا یاد آ جاتا ہے اور تب میرا دل سینہ میں مشعل کی طرح جلنے لگتا ہے کہ جب وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی امام علیہ السلام کی صاحبزادی اپنے نانا کے روضہ پر زیارت کے واسطے گئیں درحالیکہ تیرگی شب نے عالم کو گھیر لیا تھا۔ نور خدا علی مرتضیٰ علیہ السلام نے اپنے نور چشم حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے فرمایا بنظر عظمت اپنی بہن کے مسجد اور روضہ کی روشنی کو کم کر دو کہ اگر کوئی شخص وہاں ہو تو دختر فاطمہ کے قد و قامت پر اُس کی نگاہ نہ پڑے۔''

أَيْنَ الْوَصِيُّ بِكَرْبَلَاءَ لِيَرٰى سَلِيْلَتَهُ مُضَامَةً
وَ فُؤَادُهَا مَعَ دَمْعِهَا يَجْرِيْ وَ حُمْرَتُهُ الْعَلَامَةُ

''آہ آہ کہاں تھے حیدر کرار علیہ السلام معرکہ کربلا میں کہ ملاحظہ فرماتے شامیوں نے مرقد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چراغ کو بجھا دیا اور اُسی زینب علیہا السلام کو جس کی وہ عظمت و عزت تھی روز روشن میں اس ذلت و خواری سے قید کر لیا کہ آتش غم سے شمع سوزاں کی طرح آنکھوں سے آنسو بہ بہ کے دامن تک پہنچے تھے اور سرخی اشک سے ظاہر تھا کہ دل خون ہو ہو کے آنکھوں کی راہ سے نکل آیا ہے۔''

مصائب:۔

اب مومنین! خیال کریں کہ جناب امیر علیہ السلام نے جس زینب علیہا السلام پر دھوپ میں اپنی عبا کا سایہ کیا تھا وہ زینب علیہا السلام ایک روز اسیر ہو کے ایسے شتر بے کجاوہ پر سوار ہوئی جس پر کوئی سایہ بجز سایہ آفتاب نہ تھا اور حیدر کرار علیہ السلام کو اپنے گھر میں اتنا گوارہ نہ ہوا کہ چہرۂ جناب زینب علیہا السلام پر ایک ساعت بھی آفتاب کی گرمی پہنچے وہی زینب علیہا السلام پردیس میں قید ہو کے کتنے دنوں ایسی دھوپ میں پھرتی رہیں کہ تمازت آفتاب سے چہرۂ کا رنگ متغیر ہو گیا تھا اور جا بجا سے پوست اُڑ اُڑ گیا تھا۔ جناب سیدہ علیہا السلام نے تو اپنی بیٹی کیلئے اتنی تکلیف بھی نہ چاہی کہ نیند میں چونکا کے دوسری جگہ لے جائیں مگر اعداء نے اُس لاڈلی بیٹی کو کیا کیا اذیتیں

پہنچائیں کربلا سے کوفہ کوفہ سے شام تک تکلیفیں دیتے کہاں کہاں لے گئے۔ اللہ اللہ جن کا یہ اعزاز و احترام ہو کہ باپ بھائیوں کے حلقہ میں راہ چلیں اُن کی راہِ شام میں یہ ذلت و خواری ہو کہ سر کھلے ہوں ہاتھ بندھے ہوں گرد و پیش بھائیوں کے عزیزوں کے سر بریدہ نوک نیزہ پر علم ہوں ہر طرف سے اشقیاء تلواریں کھینچے نیزے تانے نرغہ میں لئے ہوں۔ وہ شہزادیاں جو روضہ رسول ﷺ میں بھی شب کو چراغ کی روشنی میں نہ جائیں وہ دن کو آفتاب کی روشنی میں دشمنانِ رسول ﷺ کے دربار عام میں جائیں۔

شامیاں بستند باز و زینب علیہا السلام و کلثوم علیہا السلام را
اے فلک آن ابتدا این انتہائے اہلبیت علیہم السلام

راوی کہتا ہے جب اعدائے دین نے بعد شہادت جناب سید الشہداء علیہ السلام کے چاہا خیمہ عصمت کو تاراج کریں اور ناموس امام علیہ السلام کو لوٹ لیں۔ وہ وقت مجھے نہیں بھولتا کہ کس طرح وہ بیبیاں بچوں کو چھوڑ چھوڑ کے گوشہ پناہ ڈھونڈتی پھرتی تھیں اور کہیں پناہ نہ ملتی تھی اور کس طرح بچے اُن بیبیوں سے چھوٹ چھوٹ کے صحرا میں جا بجا منتشر ہو گئے تھے کہ کوئی اُن کا سنبھالنے والا نہ تھا۔ جناب زینب علیہا السلام کا یہ حال تھا کبھی اُس طرف دوڑ جاتی تھیں کبھی اس طرف آتی تھیں ایک ایک بی بی بچے کا ہاتھ تھام تھام کے لاتی تھیں اور ایک طرف اُسی صحرا میں بٹھا دیتی تھیں۔ کبھی مدینہ رسول ﷺ کی طرف منہ کر کے استغاثہ کرتی تھیں کبھی نجف کی جانب رُخ پھیر کے فریاد کرتی تھیں کبھی مقتل کے سمت متوجہ ہوتی تھیں اور لاش برادر سے خطاب کر کے کہتی تھیں

اَخِیْ یَا اَخِیْ قُلْ لِاَعْدَاءِ نَا اَمْ زَنِّفُوْا
بِسَلْبِ حَرِیْمِیْ وَارْحَمُوْا جَلَ عِتْرَتِیْ

''اے بھائی حسین علیہ السلام اس وقت ان ظالموں سے اتنا تو کہو کہ ہم بیواؤں پر رحم کریں اہلبیت علیہم السلام رسول کے سروں سے چادریں نہ اُتاریں۔''

اَخِیْ یَا اَخِیْ سَلْبُ النِّسَآءِ اَسَآءَ نَا
وَ ضَرْبُ الْیَتَامٰی یَابْنَ اُمِّیْ بِقُرَّۃٍ

اے بھائی اس وقت اعداء کے دو ظلموں نے ہمارے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے ایک یہ کہ ناموس نبی ﷺ کا کچھ پاس نہ کیا بی بیوں کے سروں سے چادریں بھی چھین لی ہیں۔ دوسرے یہ کہ بن باپ کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اپنی قساوت قلبی سے ناحق رلاتے ہیں کسی کے کانوں سے گوشوارہ چھینتے ہیں کسی کے رخساروں پر طمانچے مارتے ہیں۔ غرض وہ مظلوم نوحہ وزاری کرتی رہیں اشقیاء نے کچھ خیال نہ کیا اُن سب بے کسوں کو قید کر لیا اور شتران بے کجاوہ پر بٹھا کے چاہا کوفہ کی جانب روانہ ہوں۔ جناب زینب علیہا السلام نے جب دیکھا کہ اب اپنے بھائی کی لاش سے بھی جدا ہوتی ہوں عجب اضطراب و درد سے رُو رُو کر کہنے لگیں اے بھائی تم تو اس بے کسی میں ہم کو چھوڑ کے بہشت میں باپ اور نانا کے پاس گئے۔ ہم تمہارے بعد قید ہو کے کوفہ جاتے ہیں ہمارا آخری سلام قبول ہو۔

اَخِیْ بَلِّغِ الْمُخْتَارَ طٰهٰ سَلَامَنَا
وَ قُلْ زَیْنَبُ اَضْحَتْ تُسَاقُ بِذِلَّۃٍ

”اے بھائی نانا کی خدمت میں بھی ہم اسیروں کا سلام پہنچانا اور کہہ دینا کہ آپ کی نواسی زینب علیہا السلام اب اس حال کو پہنچی ہے کہ اعداء ذلت و خواری سے قید کر کے دن کو کربلا سے کوفہ لئے جاتے ہیں۔“

اَخِیْ بَلِّغِ الْکَرَّارَ مِنِّیْ تَحِیَّۃً
وَ قُلْ اُمُّ کُلْثُوْمٍ بِکَرْبٍ وَ مِحْنَۃٍ

”اے بھائی پدر بزرگوار حیدر کرار علیہ السلام کو بھی تیری جانب سے سلام پہنچانا اور اُن سے بھی اتنا کہہ دینا آپ کی بیٹی ام کلثوم علیہا السلام کس درد و غم میں مبتلا ہے آ کے خبر لیجئے۔“

مومنین! جناب زینب علیہا السلام کا اُس وقت ان دونوں بزرگواروں کو سلام کرنا اور اپنے حال سے

خبر دینا کیا عجب ہے کہ روایت سابق کے خیال سے ہو یعنی اے نانا ایک دن آپ کے روضہ میں ہم زیارت کیلئے کس شان سے گئے تھے کہ اندھیری رات تھی باپ بھائیوں کا ساتھ تھا آج اس ذلت سے دن کو قید ہو کے جاتے ہیں کہ بھائی کا سر سامنے نیزہ پر علم ہے اور اے پدر بزرگوار اُس دن آپ بھائیوں کے حلقہ میں روضۂ رسول ﷺ پر لے گئے تھے' آج ہم اپنی بہن اُم کلثوم علیہا السلام کے ساتھ مُقید ہو کے دشمنوں کے حلقہ میں کوفہ جاتے ہیں۔

نہ مونسے نہ شفیقے نہ ہمدمے دارم
حدیث دل بکہ گویم عجب غمی دارم

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر 81

- آیت خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ فضائل جناب امیرؑ وشیعہ میں۔
- راضی ظالمی کی حکایت کہ ایک منافق کتے کی صورت ہو گیا۔
- دیر راہب کی روایت۔

مجلس نمبر 81

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ ؕ جَزَآؤُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ ۝

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۃ البیّنہ میں ارشاد فرماتا ہے بدرستیکہ وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے اعمال شائستہ ونیک کیے ہیں وہ لوگ بہترین مخلوقات سے ہیں اُن کی جزا خدا کے نزدیک باغ ہائے بہشت عنبر سرشت ہیں جن بہشت کے اشجار اور قصور کے نیچے نہریں جاری ہیں اور اُن باغوں میں اور قصور بہشت میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے اُن کی اطاعت اور حسنات سے خدا خوشنود اور خدا کے تفضلات و بندہ نوازی سے وہ راضی ہوں گے اور یہ سب نعمتیں اُن لوگوں کے واسطے ہیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں۔''

بیان آیہ ہُم خیر البریہ:-

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

اُولٰٓئِكَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ نَزَلَتْ فِیْ عَلِیٍّ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ

یعنی یہ آیہ مبارکہ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ

جناب امیر علیہ السلام اور اُن کے اہلبیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوا ہے اور کتاب حلیۃ الابرار میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جناب رسول مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وصی حیدر کرار علیہ السلام سے فرمایا:

یَا عَلِیُّ ھُوَ اَنْتَ وَ شِیْعَتُکَ تَاْتِیْ اِلَیَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ رَاضِیْنَ مَرْضِیِّیْنَ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ

یعنی اے علی علیہ السلام مراد سے تم اور شیعہ تمہارے ہیں قیامت کے دن تم اپنے شیعوں کے ساتھ میرے پاس آؤ گے درحالیکہ تم لوگ خدا سے اور خدا تم لوگوں سے راضی و خوشنود ہوگا اور حضرت عائشہ سے منقول ہے:

قَالَ النَّبِیُّ عَلِیٌّ خَیْرُ الْبَشَرِ مَنْ اَبٰی فَقَدْ کَفَرَ وَ مَنْ رَضِیَ اللّٰہُ فَقَدْ شَکَرَ

"جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین بشر علی علیہ السلام ہیں جس شخص نے ولایت علی علیہ السلام سے انکار کیا پس کافر ہوا اور جس نے برضا و رغبت اُن کی ولایت قبول کی پس اُس نے نعمت خدا کا شکر ادا کیا۔" سبحان اللہ! دوستانِ علی بن ابی طالب علیہ السلام کے کیا مراتب عالیہ ہیں کہ دین و دنیا کی مشکلیں حضرت کی بدولت حل ہو جاتی ہیں۔

حکایت راضی ظالمی:۔

مُلّا شیخ محمد بن شیخ جعفر بن شیخ علی بن شیخ الاکبر مُلّا جعفر مرحوم صاحب کشف الغطاء کہ یہ سب بزرگوار مجتہدین نجف اشرف سے تھے روایت کرتے ہیں کہ علمائے نجف اشرف سے ایک مرد صالح جن کا نام شیخ راضی ظالمی تھا۔ اُن کا یہ معمول تھا کہ ہر شب جمعہ کو کربلائے معلی اور ہر مہینہ میں کاظمین اور ہر سال میں سامرہ ایک مرتبہ پاپیادہ زیارت کو

جاتے تھے۔ اس طرح کہ تھوڑا ستو اور ایک مشکیزۂ آب کے اور کچھ زادِ راہ نہ ہوتا تھا حسب معمول ایک سال کاظمین میں آئے اور سامرہ کا قصد کیا معلوم ہوا کہ ان دنوں عرب بدّو کے ظلم وتعدی سے راہ مسدود و مخدوش ہے۔ خوف جان وعزت واشتیاق زیارت سے جانا اور ٹھہرنا دونوں دشوار ہوا رہ رہ کے مضطرب ہوتے تھے گھبرا گھبرا کے روتے تھے آخر باب الحوائج جناب موسیٰ کاظم علیہ السلام سے رجوع کیا ایک شب حالت خضوع و بے قراری میں دعا کرتے کرتے سو گئے عالم رویا میں دیکھا کہ وہ جناب تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں اے راضی ظالمی تم صبر پر راضی نہیں ظالموں کے خوف سے اتنا دل تنگ ہوتے ہو نہ گھبراؤ کل صبح کو جاؤ۔ جب بیدار ہوئے سوچا کہ حکم امام علیہ السلام ہے اب کیا خوف کا مقام ہے اُسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے۔ تھوڑی دُور چلے تھے معلوم ہوا کہ ایک سردار ہزار سواروں کی جمعیت سے موصل کو جاتا ہے سمجھے کہ اسی قافلہ کے ساتھ ہو رہنا بہتر ہے۔ جن قاطروں پر اہل فوج کا اسباب تھا اُنہیں کے ہمراہ ہو لئے ناگاہ ایک قاطر گرا قاطرچی نے برہم ہو کے لفظ علی علیہ السلام زبان پر جاری کیا اور کلماتِ ناشائستہ کہے اُس کے بعد کئی مرتبہ کئی قاطروں کو دیکھا کہ جب گرا تو اُس دشمن اہلبیت علیہم السلام نے آئمہ علیہم السلام سے کسی کا نام لیا اور سخت وسست جو دل میں آیا کہا۔ غرض یہ امر معلوم ہوا کہ اُس شقی نے اپنے قاطروں کے یہی نام رکھے ہیں جو قاطر جس نام کا گرتا ہے اُسی کا نام لے کے ناسزا کہتا ہے۔ اس مردِ مومن کو نہایت صدمہ ہوا اور دل میں جناب امیر علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کے کہنے لگا یا حضرت امام معصوم علیہ السلام کے سوا کس سے ہو سکتا ہے ظالموں کی بدزبانیوں پر صبر وتحمل کرے۔ آپ ہی کا کام ہے میں تو ایک بندۂ گنہگار نفس امارہ کے پردے میں گرفتار ہوں ایسا حلم کہاں رکھتا ہوں کہ ان کلمات ناشائستہ کی برداشت ہو سکے چاہتا ہوں اس ناسزا کو سزا دوں۔ خدا سے اپنی حفاظت کا طلب گار اور آپ سے امداد واعانت کا اُمیدوار ہوں۔ قضائے کار وہ قاطرچی رفع ضرورت کے واسطے ایک جگہ بیٹھ گیا۔ یہ مرد مومن بھی موقع سمجھ کے رفع ضرورت کے حیلہ سے اُسی طرح قریب جا بیٹھا جب قافلہ آگے بڑھ گیا قاطرچی سے کہنے لگا کیوں ملعون تیرا کیا نقصان علی علیہ السلام و

فرزندانِ علی علیہ السلام نے کیا ہے کہ تو نے اُن کے اسمائے طیبہ پر اپنے قاطروں کے نام رکھے ہیں۔ وہ موذی مار سیاہ کی طرح پیچ و تاب کھا کے کہنے لگا کہ تو رافضی ہے صبر کر فرصت پالوں تو تیرا کام تمام کرتا ہوں۔ اُس دیندار نے سنتے ہی کہا کہ میں کب اتنی مہلت دیتا ہوں جب تک تو اپنی ضرورت سے فرصت کرے پہلے میں ہی اپنے کام سے فرصت کر لیتا ہوں یہ کہہ کر ایک لکڑی جو اُس کے ہاتھ میں تھی اس زور سے ماری کہ سر اُس شقی کا شگافتہ ہو گیا اور مغز سر ایک نیزہ بلند ہو کر زمین پر گرا۔ جب اُس ناری کا مُردہ اور اس مومن کا غصہ ٹھنڈا ہوا دل میں سوچا اگر قافلہ میں جاؤں اور لوگ پوچھیں قاطرچی تیرے ساتھ تھا کیا ہوا۔ اُس وقت کیا جواب دوں گا یا تلاش کے بعد کسی کو مبادا اس واقعہ کی خبر ہو جائے تو تیرا کیا حال ہو گا یہ سوچ کے مضطرب ہوا حالت اضطراب میں کوئی چارہ کار معلوم نہ ہوا نجف اشرف کی طرف رُخ کر کے کہنے لگا:۔

أَبَا حَسَنٍ لَوْ كَانَ حُبُّكَ مُدْخِلِيْ

جَهَنَّمَ كَانَ الْفَوْزُ عِنْدِيْ جَحِيْمُهَا

كَيْفَ يُخَافُ النَّارَ مَنْ كَانَ مُوْقِنًا

بِأَنَّكَ مَوْلَاهُ وَ أَنْتَ قَسِيْمُهَا

"اے وصی حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پروردگار عالم وائے قسیم جنت وجہنم اگر آپ کی محبت میں مجھے دوزخ ملتا تو طبقۂ جحیم میرے لئے ایک طبق نعمت ہوتا جسے یہ یقین ہو کہ آپ غلام نواز آقا ہیں بہشت و دوزخ کا تقسیم کرنا آپ ہی کے ہاتھ ہے پھر وہ آتش جہنم سے کیوں خائف ہو گا جب ضرر آخرت سے بے خوف ہے تو دنیا کے ضرر کا ڈر کیا ہو گا۔" آپ جانتے ہیں کہ حضرت ہی کے جوش محبت میں یہ فعل مجھ سے سرزد ہوا کیونکر گوارا کیجئے گا کہ ایک دشمن کے مواخذہ میں ایک محب آپ کا مبتلا ہو۔ اس وقت کوئی چارہ کار معلوم نہیں ہوتا ایسے مہلکہ سے نجات دینا حضرت ہی کے ہاتھ ہے اُس کے بعد دفعتہً خیال کیا کہ اس لاش نجس کو یہیں

کسی جگہ ریگ میں چھپا دینا چاہئے پھر ایک آلہ آہنی کہ بطور چھُری کے تھا جیب سے باہر نکالا اور اس سے کچھ گڑھا کھود کے دفن کر دیا۔ فرصت کر کے قافلہ کی طرف چلا تھا کہ سردار لشکر آن پہنچا اور بہ آواز غضب ناک کہنے لگا میرا قاطرچی کہاں ہے؟ یہ مرد مومن ڈر گیا اور کانپ کے بولا کہ میں واقف نہیں۔ اُس نے کہا تیرا حیلہ کارآمد نہ ہوگا ابھی لکڑی سے مار کے اسی جگہ دفن کر دیا ہے۔ یہ کہنے لگا میں کسی آدمی سے تو آگاہ نہیں لیکن مرا ہوا ایک کتا پڑا تھا اس خیال سے کہ لوگوں کو اُس کی بو سے گزند نہ پہنچے فلاں مقام پر البتہ ریگ میں چھپا دیا ہے۔ وہ سردار سُنتے ہی برہم ہو کے کہنے لگا مُردہ پر خاک ڈال کے اب آنکھ میں خاک ڈالتا ہے میں نے تو بذریعہ دُوربین کے ساری کیفیت دیکھی ہے تو آدمی کو کتا بتلاتا ہے یہ کہہ کر اُس قبر تازہ پر ایک ٹھوکر اس زور سے لگائی کہ اُس مقام کی ریت ہٹ گئی۔ دیکھا ایک سیاہ کتا زندہ اُس قبر سے نکل کر ایک طرف بھاگ گیا یہ امر عجیب دیکھ کے حیرت میں آ گیا کہ آدمی سے کتا اور مُردہ سے زندہ کیونکر ہو گیا اُس کے بعد اُس زائر دیندار سے کہا کہ اصل کیفیت جو کچھ ہے بے خوف بیان کر میں نے ابھی جس طرح کتے کو دیکھا ہے اُسی طرح قاطرچی کا قتل ہونا اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اُس وقت اُس مومن کامل نے بشاش ہو کے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ سردار لشکر حقیقت حال سُن کر متنبہ ہوا اور فوراً بصدق دل جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے شیعیان خالص سے ہو گیا اور شیخ کو سَو اشرفیاں دے کے کہا اب قافلہ میں جانا مناسب نہیں جان کا خوف ہے تمہاری زیارت قبول ہو گئی یہیں سے لَوٹ چلو میں نے بھی اس فوج کی افسری کو ترک کیا۔ اپنے گھر جاتا ہوں چلو تمہیں بھی کاظمین تک پہنچائے دیتا ہوں اپنے گھوڑے پر بٹھلا کے کاظمین لایا اور اُن کو اُتار کے خود اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

پیوند:۔

حضرات! مقام غور ہے ایک یہ ٹیک انجام بغداد کا افسر فوج تھا جس نے جناب امیر علیہ السلام کو دیکھا نہ تھا فقط آپ کا ایک معجزہ دیکھ کے راہ راست پر آ گیا بُغض آئمہ علیہم السلام کے

ساتھ فوج کی افسری بھی چھوڑ دی۔ ایک وہ بدمآل پسر سعد کوفہ کا سالار لشکر تھا جس نے بچپنے سے امام حسین علیہ السلام کو دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح محبت کرتے تھے بلکہ بروایت یہ ملعون اُس جناب کے ساتھ لڑکپن میں کھیلا بھی کرتا تھا۔ اکثر معجزات و فضائل مشاہدہ بھی کیے تھے اُس پر بھی اُسی امام علیہ السلام کے قتل کے واسطے فوج کی افسری اختیار کی تھی اور اُس کی فوج کے لوگ بھی کس قدر شقی تھے کہ امام علیہ السلام کو دانستہ قتل کیا۔ زندگی میں کتنے معجزات دیکھے بعد شہادت بھی لاش پاش پاش سے فرق بریدہ سے، کبھی کربلا میں کبھی کوفہ میں، کبھی دمشق کی راہ میں برابر معجزہ پر معجزہ دیکھتے رہے لیکن ظلم وستم سے باز نہ آئے طمع دنیا کے ساتھ عداوت وشقاوت بھی بڑھتی گئی۔

روایت نصرانی:۔

بروایت بحار الانوار سلیمان اعمش کہتا ہے ایک دفعہ میں طواف خانہ کعبہ میں مشغول تھا کہ ایک شخص کو دیکھا حرم کا پردہ پکڑے کہہ رہا ہے خداوندا مجھے بخش دے مگر جانتا ہوں تو نہ بخشے گا اُس کا کلام سُن کر میں نے کہا اے شخص مقام محترم اور ایام متبرک میں دعا کرتا ہے اور خدا کی رحمت سے نا اُمید ہوتا ہے۔ اُس نے کہا میں نے بڑا گناہ کیا ہے۔ میں نے پوچھا کیا تیرا گناہ کوہ تہامہ سے بڑا ہے؟ وہ بولا یقیناً اُس سے عظیم تر ہے اگر تو چاہے کہ میری معصیت سے مطلع ہو تو باہر چل اپنی حقیقت بیان کروں۔ الغرض باہر آ کے کہنے لگا آگاہ ہو جب عمر سعد نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا تو چالیس نگہبانوں کی حراست میں حضرت کا سر مبارک دے کے شام کی جانب روانہ ہوا اُن چالیس میں ایک میں تھا۔ اثناء راہ میں ایک نصرانی کے دیر میں لشکر نے قیام کیا جس نیزہ پر سید الشہداء علیہ السلام کا سر مبارک تھا ہم لوگ اُس کی حفاظت کرتے تھے کہ کھانے کا وقت آیا جونہی کھانے بیٹھے کہ ایک ہاتھ اور اُس ہاتھ میں قلم ظاہر ہوا اور دیر کی دیوار پر یہ شعر لکھا:

أَتَرْجُوْا أُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا
شَفَاعَةَ جَدِّهِ يَوْمَ الْحِسَابِ

''وہ اُمت ملعونہ جس نے حسین علیہ السلام کو قتل کیا آیا وہ روز قیامت اُس مظلوم کے جد بزرگوار سے اُمید شفاعت رکھتی ہے۔'' ہم سب یہ دیکھ کے بہت روئے اور بعضوں نے چاہا کہ اُس ہاتھ کو پکڑلیں فوراً غائب ہو گیا پھر میرے رفقاء نے چاہا کچھ کھائیں کہ وہی ہاتھ نمودار ہوا اور دیوار پر لکھا:

فَلَا وَ اللّٰهِ لَيْسَ لَهُمْ شَفِيْعٌ
وَ هُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الْعَذَابِ

''قسم بخدا ہرگز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہوگی اور کوئی ان کا شفیع نہ ہوگا روز قیامت یہ ملاعین عذاب جہنم میں مبتلا ہوں گے۔'' پھر نگہبانوں نے اُس ہاتھ کی طرف دست درازی کی غائب ہو گیا جب بار سوم زہر مار کرنے بیٹھے اس دفعہ دستِ غیب نے یہ شعر لکھا:

وَ قَدْ قَتَلُوا الْحُسَيْنَ بِحُكْمِ جَوْرٍ
وَ خَالَفَ حُكْمُهُمْ حُكْمَ الْكِتَابِ

''اور بہ تحقیق کہ ان سنگ دلوں نے ایک ظالم کے حکم سے اور جور و ستم کی راہ سے امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا اور یہ اشقیا خلاف حکم قرآن اس فعل بد کے مرتکب ہوئے۔'' یہ دیکھ کے میں نہایت غمگین ہوا اور کھانے سے باز رہا الغرض دیر سے ایک راہب باہر آیا اور حسین علیہ السلام کے چہرۂ نورانی کو دیکھ کے نگہبانوں سے پوچھنے لگا کہاں سے آتے ہو یہ فرق بُریدہ کس کا ہے؟ ہم لوگوں نے کہا عراق سے حسین علیہ السلام کا سر کاٹ کر یزید کے پاس شام لئے جاتے ہیں۔ راہب بولا کیا وہ حسین علیہ السلام جو فاطمہ علیہا السلام کا بیٹا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسہ تھا؟ ہم نے جواب دیا ہاں وہی حسین علیہ السلام سنتے ہی وہ رُو کے کہنے لگا وائے ہو تم پر اگر عیسیٰ علیہ السلام

بن مریم علیہ السلام کا کوئی فرزند ہوتا تو ہم لوگ اُس کو آنکھوں پر رکھتے۔ خیر مجھ کو دس ہزار درہم اپنے پدر سے ارث میں ملے ہیں۔ وہ دیتا ہوں یہ سر میرے حوالہ کرو جب یہاں سے کوچ کرو گے واپس لے لینا۔ نگہبانوں نے عمر سعد کو خبر کی اُس بندۂ زر نے دس ہزار درہم لے کے سر دے دیا۔ راہب نے فرق مبارک کو مشک و کافور سے معطر کیا اور ایک پارچہ حریر پر رکھ کے اپنی گود میں لے لیا۔ برابر دیکھتا تھا اور روتا تھا جب کوچ کے وقت اُس سر کو طلب کیا وہ شدت سے رُویا اور سر مبارک سے مخاطب ہو کر کہنے لگا اے مظلوم افسوس ہے کہ اس گروہ گمراہ سے طاقت جنگ نہیں رکھتا ہوں مگر اُمیدوار ہوں کہ روز قیامت اپنے نانا کے سامنے گواہی دینا کہ میں تمہارے روبرو مسلمان ہوتا ہوں اور کلمہ پڑھتا ہوں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا وآلہٖ عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۝

پھر عمر سعد سے کہا اے رئیس تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اب اس سر پر کوئی ظلم نہ کرنا صندوق سے باہر نہ نکالنا عمر سعد نے قبول کیا۔ مومنین! ایک وہ راہب غیر دین میں سے تھا جس نے دس ہزار درہم بھی دیئے کفر کو چھوڑ کے دین اسلام میں بھی آ گیا حفاظت سر کے واسطے تاکید بھی کی ایک یہ اشقیاء تھے کہ اپنے کو مسلمان بھی کہتے تھے اور کافروں سے زیادہ بے دینی کے امور بھی کرتے تھے۔ اُنہیں نے سر امام علیہ السلام کے واسطے دس ہزار درہم بھی لئے اور حفاظت سر کا وعدہ بھی کیا لیکن تھوڑی دُور دیر سے آگے گئے تھے کہ وہ وعدہ کثرت عداوت سے بھول گئے پھر اُسی فرق مطہر کو صندوق سے نکال کے نیزۂ طویل پر بلند کیا۔ شیعوں کی جانیں فدا ہوں اُس سر پاک پر جو اپنے بدن اقدس سے جُدا ہو کے نیزہ پر کربلا سے کوفہ کوفہ سے شام تک شہروں میں راہوں میں کہاں کہاں پھرایا گیا۔ صاحب الامر علیہ السلام زیارت ناحیہ میں فرماتے ہیں:

وَ رَاْسُهُ الشَّرِيْفُ عَلَى الْقَنَاةِ مَشْهُوْرٌ

''میرا اسلام ہو اُس شہید آوارہ وطن پر جس کو وقت شہادت تک ایک جگہ چین سے رہنا نصیب نہ ہوا بعد شہادت اُس کا سر مبارک بھی نوک نیزہ پر جا بجا تشہیر ہوتا رہا۔''

حضرات! اس فقرۂ زیارت کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سر اقدس ایک ہی نیزہ پر برابر نصب رہا لیکن بعض روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ چالیس نگہبانوں کے نیزوں پر باری باری علم ہوا ہے۔ آہ آہ کس طرح اُس کی کیفیت بیان کی جائے اتنا اشارہ کافی ہے کہ وہ اشقیاء آپس میں خوش ہو ہو کے نیزہ کو اس طرح حرکت دیتے تھے کہ وہ فرق مطہر ایک سنان سے دوسری برچھی پر جا رہتا تھا۔ غرض اہلبیت علیہم السلام بے کجاوہ اُونٹوں پر' بیمار کربلا علیہ السلام صحرا کے کانٹوں پر' مظلوم کربلا علیہ السلام نیزوں کی نوکوں پر' راہ قطع کرتے برابر ظلم پہ ظلم اُٹھاتے قتل گاہ سے دمشق تک گئے۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

مجلس نمبر 82

- آیت جزائے مومنین میں۔
- حکایت عبدالمومن زائر نجف کی کہ ایک قاطرچی بشکل خوک ہوگیا۔
- بیانِ جلالت شان جناب زینبؑ۔
- اُمِّ حجام کا سر امام مظلومؑ پر پتھر مارنا۔

مجلس نمبر 82

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُکَفِّرَنَّ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَ لَنَجْزِیَنَّھُمْ اَحْسَنَ الَّذِیْ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ٥

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ عنکبوت میں ارشاد فرماتا ہے اور جو لوگ کہ خدا اور رسول ﷺ پر ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے عمل ہائے نیک وشائستہ کیے ہیں البتہ ہم محو و نابود کر دیں گے ان سے خطاؤں اور گناہوں کو بہ سبب ان کے ایمان وطاعات کے اس طرح پر کہ گویا ان لوگوں نے کوئی معصیت کی ہی نہ تھی اور ہر یقیناً ہم اُن کو اُن کے اعمال سے بہتر جزا دیں گے۔''

حضرات! جس طرح مومنوں کو حق تعالیٰ جزائے خیر دیتا ہے اُسی طرح کفار و منافقین و دشمنانِ اہلبیت علیہم السلام کو بھی اُن کے کردار بد کی سزا دیتا ہے۔ آخرت میں جو اُن کے لئے عذاب مہیا ہے وہ تو بے شک ہوگا ہی دنیا میں بھی بعض اوقات عمل بد کی سزا مل جاتی ہے۔

حکایت عبدالمومن کہ ایک قاطرچی بشکل خوک ہوگیا:۔

صاحب مظہر الاعجاز باقر اصفہانی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد مومن عبد المومن نام اصفہان کا رہنے والا نجف اشرف کی زیارت کو وطن سے روانہ ہوا چونکہ قاطرچی

اس کے خچر کا ایک ناصبی شخص دشمن خاندان نبوت تھا اثنائے راہ میں اکثر اس مومن کو ستایا کرتا تھا اور ہر مقام پر ایک نئے طور سے ایذا دیا کرتا تھا اور اہلبیت علیہم السلام کے حق میں کلمات خلاف شان کہتا تھا۔ یہ زائر اپنے دل ہی میں پیچ و تاب کھا کر رہ جاتا تھا اور اُس ملعون پر کچھ بس نہ چلتا تھا۔ الحاصل جب نجف اشرف پہنچا کرایہ دے کے اُس ناصبی کو رخصت کر دیا اور کئی دنوں کے بعد یہ مومن غسل کرنے کے قصد سے دریا پر گیا اور لوگوں سے بہت دُور ہٹ کر نہانے اور کپڑے دھونے لگا۔ اتفاقاً وہ قاطر چی ملعون بھی اُسی طرف اپنے قاطر کو پانی پلانے لے گیا اور وہاں پر اُس زائر کو تنہا پا کر پھر ستانے لگا اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی شان میں کلمات ناسزا کہنے لگا اس وقت اس مومن کو تاب ضبط باقی نہ رہی بے خود ہو گیا اور اُسی بے خودی میں تلوار میان سے کھینچ کر ایسی ضرب لگائی کہ وہ شقی دو حصے ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اس کے بعد وہ مومن اُس کے خچر کو لے کے شہر کی طرف چلا۔ حسب اتفاق اس کی تلوار کی چمک بعض پاسبانانِ شہر نے دیکھی تھی۔ اثنائے راہ میں اُن سپاہیوں نے اُس کو ٹوکا تو کون ہے کہاں سے آتا ہے کدھر جاتا ہے اور یہ تلوار کی چمک کیسی تھی۔ یہ زائر حیران ہوا کہ اُن کو کیا جواب دے اور بلا جواب دیئے اپنی رہائی بھی نہیں بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا کہ میں اس جانور کو پانی پلانے دریا پر لے گیا تھا دفعتہً ایک خوک صحرائی نکلا اور اس جانور پر حملہ کیا میں نے ایک تلوار مار کے اس کو ہلاک کیا۔ وہ لوگ اُس کو ساتھ لے کے اُسی جانب چلے اُس وقت یہ مومن بہت مضطر ہوا اور دل میں دعا کرنے لگا پروردگار اس بلا سے تیرے سوا کون نجات دے سکتا ہے واسطہ امیر المومنین علیہ السلام کا میری آبرو اور جان بچا لینا۔ خدا کی شان و قدرت اور امیر المومنین علیہ السلام کی قدر و منزلت کو ملاحظہ کرنا چاہئے کہ جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو دیکھا فی الحقیقت ایک بڑا جنگلی سور جس کے دانت ایک ایک بالشت کے ہیں دو ٹکڑے پڑا ہے۔ دیکھتے ہی اُن لوگوں نے اُس کی جرأت کی بہت تعریف کی کہ ایسے موذی کو ایک وار میں ہلاک کیا اور بہت معذرت کر کے چھوڑ دیا۔ یہ مومن خوش خوش حق تعالیٰ کا شکر اور امیر المومنین علیہ السلام کی مدح کرتا ہوا اپنے فرودگاہ پر آیا۔

تمہید:۔

حضرات! آپ نے سنا یہ مومن ایک قاطرچی سے راہ میں کلمات ناملائم شان ائمہ علیہم السلام میں سنتے سنتے تاب لا نہ سکا آخر قابو پا کے قتل کر ڈالا اور اُس قاطرچی کو بھی اس عداوت کا دنیا ہی میں یہ عوض ملا کہ قتل بھی ہوا اور مرنے پر مسخ بھی ہو گیا۔ خیال کیجئے اہلبیت علیہم السلام سید الشہداء علیہ السلام کو کہ راہِ شام میں اعدائے دین کے ہاتھوں سے کیسے کیسے صدمے برداشت کیے فقط کلام خلاف شان پر اکتفا نہ تھی اشقیاء کبھی تازیانوں سے کبھی نوکِ نیزہ سے تکلیف پر تکلیف دیتے تھے مگر کیا صبر تھا کہ کبھی دشمنوں سے عوض لینے کا قصد نہ کیا ورنہ ہر حال میں خدا نے وہ شان وہ جلالت اور وہ اختیار و قدرت دی تھی اگر چاہتے تو ایک جنبش لب میں سب کے سب جیتے جی مسخ ہو جاتے اور مبتلائے عذاب ہوتے۔ مومنین! اہلبیتِ علیہم السلام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صبر کا بیان جس طرح ممکن نہیں اُسی طرح اُن کے مراتب عالیہ کو بھی کوئی لکھ نہیں سکتا۔ منقول ہے جب دشمنانِ دین نے بعد شہادت جناب سید الشہداء علیہ السلام خیمہ ہائے عصمت میں آگ لگا دی مسند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جلا ڈالی۔ تخی کی سرکار میں مال و اسباب کیا تھا مگر جو کچھ تھا وہ بھی اور جس قدر بزرگوں کے تبرکات تھے سب کا سب لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ بی بیوں کے سروں سے چادریں مقنعے، بچوں کے کانوں سے بُندے گوشوارے بھی اُتار لئے۔ اہلبیت علیہم السلام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسیر کر لیا اور اُن بے وارثوں کو شترانِ بے محمل پر بٹھا کے کربلا سے کوفہ لائے اور کوفہ سے دمشق لے گئے۔ جس وقت یہ لُٹا ہوا قافلہ بازار دمشق میں پہنچا تماشائیوں کا ہجوم ہوا کسی کے پاس اتنا کپڑا نہ تھا کہ نامحرموں سے منہ چھپائیں بی بیوں نے سر کے بالوں بچیوں نے ہاتھوں کو چہروں پر رکھ لیا۔ اُس اژدہام میں بعض مومنوں کا اگر گذر ہوتا تھا تو اہلبیت علیہم السلام کو اس حال خراب سے دیکھ کے اُن کی بے کسی اور اپنی مجبوری پر رُو دیتے تھے۔

بیان جلالت شان جناب زینبؑ:-

بروایت مجالس المتقین ایک محب خالص نے جو اصحاب رسول خدا ﷺ سے تھے چاہا کہ بیمار کربلا علیہ السلام سے کچھ پوچھیں مگر سطوت وجلالت امامت کی مانع ہوئی۔ جناب زینب علیہا السلام کے ناقہ کے پاس آئے اور عرض کی اے دختر رسول ﷺ عالم کا ایجاد آپ ہی کے وجود ذیجود اور آپ ہی کے اجداد امجاد کے طفیل سے ہوا مجھ کو نہایت حیرت ہے اس شرف ومنزلت پر یہ اسیری اور یہ مصیبت کس راہ سے گوارا کی ہے؟ آپ نے جواب دیا اے شخص! خاصانِ خدا ہمیشہ رنج وبلا ہی میں مبتلا رہتے ہیں اور ہر حال میں خوشنودی خالق کے طالب رہا کرتے ہیں۔ مصائب ظاہریہ سے مراتب باطنیہ میں کمی نہیں ہوتی اگر تو چاہتا ہے کہ اُن مرتبوں سے کچھ دیکھے تو اپنا سر اُٹھا۔ وہ شخص کہتا ہے میں نے جو سر بلند کیا تو دیکھا بالائے ہوا اس قدر ملائکہ ہیں کہ اُن کی تعداد سوائے خدا کے کوئی نہیں جان سکتا انواع واقسام کے علَم ہاتھوں میں تاج مرصع سروں پر ہیں اور اُن کے لباس اور اسباب شاہانہ ایسے ہیں کہ کسی بادشاہ دنیا کو ویسا تزک وجلوس نصیب نہ ہوا ہوگا اور وہ سب بیمار کربلا کے اور اہلبیت علیہم السلام کے آگے آگے یہ ندا کرتے جاتے ہیں اے غافلو آنکھیں بند کرلو نہیں جانتے کہ یہ مخدرات عظمیٰ کس کے ناموس ہیں فرشتے بھی پاس حرمت سے ان کی طرف نظر نہیں کر سکتے؟ مومنین! اگر خیال فرمائیں تو ائمہ علیہم السلام ہدیٰ اور اہلبیت علیہم السلام رسول ﷺ پر صبر کا خاتمہ ہو گیا صبر ان کے واسطے اور یہ صبر کے واسطے مخلوق ہوئے مگر بعض مقام پر ظہور حقیقت اور اظہار مراتب کیلئے دشمنوں پر نفریں بھی کرنا مناسب تھا۔

سر امامؑ پر حجام کا پتھر مارنا:-

چنانچہ خلاصۃ المصائب میں منقول ہے کہ جب اسیرانِ اہلبیت علیہم السلام اور سرہائے شہداء دمشق میں ایک مکان کے نیچے پہنچے اُس چھت پر ایک ملعونہ سن رسیدہ اُم حجام نام اپنی کنیزوں کے ساتھ بیٹھی تھی۔ یہ وہ عورت تھی جس کے باپ اور شوہر کو جناب امیر علیہ السلام نے

قتل کیا تھا جس وقت اُس کو معلوم ہوا کہ ان سروں میں ایک حسین علیہ السلام کا بھی سر ہے رگ عداوت حرکت میں آئی ایک کنیز سے کہنے لگی ایک پتھر اُٹھا دے کہ اپنے دل کا دیرینہ کینہ نکالوں اپنے باپ اور شوہر کا عوض علی علیہ السلام کے بیٹے سے لوں۔ الغرض وہ ملعونہ پتھر لے کے بیٹھی جب امام علیہ السلام کا سر مبارک اُس کے کوٹھے کے مقابل آیا اُس نے اس زور سے وہ پتھر حضرت کے سر پر مارا کہ فرق مطہر کے زخموں سے بہ اعجاز تازہ خون جاری ہوا اور لہو بہہ بہہ کے رخساروں پر اور ریش مقدس پر آرہا۔ جناب زینب علیہا السلام نے جو بھائی کے چہرۂ انور پر خون بہتے دیکھا بے تاب ہو گئیں اور پوچھنے لگیں اب میرے بھائی پر کس بے رحم نے یہ ظلم تازہ کیا ہے؟ کسی نے کہا کہ ام حجام ملعونہ نے اپنے پدر و شوہر کے خون کا عوض لیا ہے۔ سنتے ہی وہ مظلومہ تڑپ گئیں اور ہاتھ اُٹھا کر دعا کی خداوندا اس کافرہ کو جلد ہلاک کر اور قبل جہنم کے آتش دنیا سے جلا دے ابھی دعا آپ کی تمام نہ ہوئی تھی کہ وہ مکان گرا اور اُس میں آگ لگ گئی۔ وہ عورت اور جو گرد و پیش تماشائی جمع تھے سب کے سب دب کر اور جل کے داخل جہنم ہو گئے۔ پھر جناب زینب علیہا السلام اپنے بھائی کی مصیبتوں کو یاد کر کے اس شدت و بے قراری سے رونے لگیں کہ راہ کے تماشائی بھی وہ بے قراری دیکھ کر رونے لگے۔

اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ۝

مجلس نمبر83

- آیت استغفار اور جناب امیرؑ کا اسی آیت سے چھ سائلوں کو جواب دینا۔
- فضائل وکلام جناب امیر المؤمنینؑ ۔
- اُس زن فاحشہ کی حکایت جس نے ایک عابد کے ساتھ نیکی کی اور بخشی گئی۔
- اُمّ حجام اور اطفالِ کا سرِ امام پر پتھر مارنا۔

مجلس نمبر 83

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَقُلۡتُ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا ۙ﴿۱۰﴾ یُّرۡسِلِ السَّمَآءَ عَلَیۡکُمۡ مِّدۡرَارًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّ یُمۡدِدۡکُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّ بَنِیۡنَ وَ یَجۡعَلۡ لَّکُمۡ جَنّٰتٍ وَّ یَجۡعَلۡ لَّکُمۡ اَنۡہٰرًا ﴿۱۲﴾

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورہ نوح میں زبانی جناب نوح علیہ السلام کے فرماتا ہے پس میں نے اپنی قوم سے کہا تم لوگ توبہ واستغفار کرو اپنے خدا سے کہ وہ بڑا بخشنے والا ہے تاکہ تم پر پے در پے بارانِ رحمت نازل کرے اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے اور تم لوگوں کو باغ ہائے سرسبز وشاداب عنایت کرے اور تمہارے لئے آب خوشگوار کی نہریں جاری کرے۔

جناب امیرؑ کا ایک آیت سے چھ سائلوں کو جواب دینا:۔

قلانسی کہ علمائے اکابر اہلسنت سے ہے اپنی تفسیر میں لکھتا ہے کہ ایک شخص جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا میں نے بہت گناہ کیے ہیں آپ دعا فرمائیں کہ خداوند غفار میرے گناہوں کو بخش دے۔ فرمایا جا درگاہِ خدا میں استغفار کر بعد اس کے دوسرا شخص آیا اور کہنے لگا یا امیر المومنین علیہ السلام میری زراعت پانی کے نہ ہونے سے خشک ہو رہی ہے آپ دعا کریں کہ خدا پانی برسائے فرمایا جا اور استغفار کر پھر تیسرا شخص آیا بعد اظہار افلاس وتنگ دستی کی دوری کیلئے طالب دعا ہوا۔ حضرت نے اُسے بھی فرمایا جا اور استغفار کر

اُس کے بعد چوتھا شخص آیا اور بولا یا مولا میرے پاس مال تو بہت ہے مگر دولتِ فرزند سے محروم ہوں دعا فرمایئے حق تعالیٰ مجھے ایک فرزند عطا کرے۔ حضرت نے اُس سے بھی کہا جا اور استغفار کر۔ اتنے میں ایک شخص حاضرین صحبت سے اُٹھ کر کہنے لگا یا حضرت میرے باغ میں میوہ کم پھلتا ہے آپ اُس کے زیادہ ہونے کیلئے دعا کریں فرمایا جا اور استغفار کر پھر ایک شخص نے کہا یا علی علیہ السلام ہماری بستی کے اطراف میں نہریں خشک ہو گئیں ہیں اور کمی آب کی وجہ سے قحط ہو گیا ہے آپ دعا کریں کہ خدا بارانِ رحمت نازل کرے۔ فرمایا جا اور استغفار کر۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اُس وقت میں حضرت کی خدمت میں حاضر تھا پوچھا یا امیر المومنین علیہ السلام کیا سبب ہے آپ سے ان لوگوں نے مختلف سوال کیے مگر آپ نے سب کا ایک ہی جواب دیا؟ حضرت نے فرمایا تم نے وہ قول خدا کا نہیں سُنا ہے کہ وہ فرماتا ہے:

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ؕ

"یعنی تم لوگ توبہ و استغفار کرو اپنے خدا سے کہ وہ بڑا بخشنے والا ہے تا کہ تم پر پے در پے بارانِ رحمت نازل کرے اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے اور تم لوگوں کو باغ ہائے سرسبز و شاداب عنایت کرے اور تمہارے لئے آب خوشگوار کی نہریں جاری کرے۔"

فضائل جناب امیرؑ :-

اور صاحب منہج الصادقین لکھتے ہیں کہ ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے جناب امیر علیہ السلام کے فضائل پوچھے اُس وقت آپ نے فرمایا:

عَلِیٌّ اَقْدَمُكُمْ اِسْلَامًا وَ اَوْفَرُكُمْ اِيْمَانًا وَ اَكْثَرُكُمْ عِلْمًا وَ اَرْجَحُكُمْ حِلْمًا وَ اَشَدُّكُمْ فِی اللّٰهِ غَضَبًا

عَلَّمْتُهُ عِلْمُهُ عِلْمِیْ وَ اسْتَوْدَعْتُهُ سِرِّیْ وَ. كَلِمَتُهُ كَلِمَةُ
لِسَانِیْ وَ هُوَ خَلِيفَتِیْ فِیْ اَهْلِیْ وَ اَمِيْنِیْ فِیْ اُمَّتِیْ

''یعنی علی بن ابی طالب علیہ السلام نے تم سب سے پہلے اسلام قبول کیا ہے اور ایمان اُن کا تمہارے ایمان سے کامل تر ہے اور فہم و دانش اُن کی تم سب سے کہیں بڑھی ہوئی اور تم لوگوں سے حلیم تر ہیں اور غضب اُن کا دین خدا اور احکام شریعت میں تم سب سے زیادہ ہے۔ میں اُن کا معلم ہوں۔ علی علیہ السلام کا علم میرا علم ہے اور میں نے اُن کے سینہ میں جواہر اسرار خدا امانت رکھے ہیں اور میرے کُل امور اُن کے سپرد ہیں اور کلام اُن کا عین میرا کلام ہے پس میرے اہلبیت علیہم السلام میں وہ خلیفہ ہیں اور میری اُمت کے امین ہیں۔''

کلام جناب امیرؑ:۔

منقول ہے ایک روز سید الوصیین جناب امیر المومنین علیہ السلام مسجد کوفہ میں بالائے منبر وعظ فرماتے تھے:

فَذُكِرَ لَهُ قَضِيَّةُ سَارِقِ اَكْفَانٍ وَ قَبُوْلِ تَوْبَتِهِ عِنْدَ اللّٰهِ

پس حاضرین مجلس میں سے کسی شخص نے ایک کفن چور کی حکایت اور پیش خدا اُس کے توبہ قبول ہونے کی روایت آپ کے سامنے بیان کی۔

فَقَالَ كَمْ مِنْ عَاكِفٍ عَلٰى ذَنْبٍ خُتِمَ لَهُ بِخَيْرٍ وَ كَمْ
مِنْ مُقْبِلٍ عَلٰى عِبَادَةٍ اَفْسَدَهَا اٰخِرَ عُمْرِهٖ

''اُس وقت حضرت علیہ السلام نے فرمایا بہت سے ایسے گنہگار ہیں کہ تمام زندگی اپنی اُنہوں نے معصیتِ خدا میں بسر کی لیکن آخر میں ایسا فعل پسندیدہ اُن سے وقوع میں آیا کہ خاتمہ بخیر ہو گیا اور کتنے ایسے عبادت گذار ہیں کہ اپنی حیات میں برابر عبادت کرتے رہے مگر قریب موت اُن سے وہ عمل بدسرزد ہوا کہ ساری نیکیاں محو ہو گئیں۔''

حکایت اُس زن فاحشہ کی جس نے ایک عابد کے ساتھ نیکی کی اور بخشی گئی:۔

صاحب جواہر الاخبار کتاب کافی سے نقل کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

كَانَ عَابِدٌ فِيْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْل لَمْ يُقَارِنْ مِن اَمْرِ الدُّنْيَا شَيْئًا○

بنی اسرائیل میں ایک شخص عابد و پرہیز گار تھا سوائے عبادتِ خدا کسی امر دنیا سے سروکار نہ رکھتا تھا ہر چند ابلیس نے چاہا کہ اُسے اپنے دام تزویر میں گرفتار کرے لیکن کسی طرح غالب نہ ہوا۔ ایک روز اُس ملعون نے ایک آواز دی سنتے ہی بہت سے شیاطین جمع ہو گئے۔ ابلیس نے اُن سب سے کہا تم میں ایسا کون ہے جو فلاں عابد کو معصیت میں مبتلا کر دے؟ ایک شیطان بولا یہ کام مجھ سے ہو سکتا ہے۔ ابلیس نے پوچھا کس تدبیر سے اُس نے کہا عورتوں کے حیلہ سے عزازیل بولا تو اس کام کا نہیں کیونکہ وہ عابد عورتوں کی طرف مطلق رغبت نہیں کرتا۔ دوسرے شقی نے کہا میں شراب کے ذریعہ سے بہکا سکتا ہوں۔ ابلیس نے جواب دیا تجھ سے بھی نہ ہو سکے گا اس لئے کہ اُسے شراب کے نام سے نفرت ہے۔ تیسرے نے کہا میں اُس کو عابدوں کے پیرائے میں فریب دے سکتا ہوں ابلیس خوش ہو کے کہنے لگا البتہ تو اس کام کو کر سکتا ہے۔

فَانْطَلَقَ اِلٰى مَوْضِعِ الرَّجُلِ فَقَامَ حَذَاهُ يُصَلِّيْ قَالَ وَ كَانَ الرَّجُلُ يَنَامُ وَ هُوَ يَسْتَرِيْحُ وَ الشَّيْطَانُ لَا يَسْتَرِيْحُ○

پس وہ لعین اُس مقام پر آیا اور عابد کے پہلو میں مُصلّٰی بچھا کر نماز میں مشغول ہوا

ہر وقت و ہر آن نماز و ذکر خدا میں مصروف رہتا تھا عابد بے چارہ کبھی خستہ ہو کر دم بھی لیتا تھا سو بھی رہتا تھا مگر یہ شقی مکار نہ کبھی آرام لیتا تھا نہ کبھی سوتا تھا۔ شب و روز عبادت میں مشغول رہا کرتا تھا جب عابد نے یہ کیفیت دیکھی اُس کی ریاضت کے مقابل میں اپنی عبادت کو پست و حقیر پایا۔ کہنے لگا اے بندۂ خدا کس وجہ اور کون سے سبب تو نے اتنی قوت پائی ہے کہ کسی حال میں عبادت کرنے سے خستہ و درماندہ نہیں ہوتا۔ وہ کچھ نہ بولا مکرر پوچھا جواب نہ پایا جب تیسری مرتبہ استفسار کیا اُس وقت اُس فیلسوف نے کہا اے بھائی مجھ سے ایک خطا ہو گئی تھی ہر چند میں نے توبہ کی مگر جب اُس گناہ کو یاد کرتا ہوں خوف خدا غالب ہوتا ہے اور عبادت کی قوت اور خواہش زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس سادہ لوح نے کہا اے شخص مجھے بھی بتا دے کہ میں بھی وہ فعل کر کے توبہ کروں اور مثل تیرے نماز و عبادت کی قوت و طاقت پاؤں۔ جب اُس حیلہ ساز نے دیکھا کہ اُس کا مکر و فریب کارگر ہو چکا ہے کہنے لگا اس شہر میں ایک عورت زانیہ فلاں نام رہتی ہے تو دو درہم اُس کو دے کر اپنے دل کا مقصد حاصل کر اُس کے بعد توبہ کر لینا۔

قَالَ وَ مِنْ اَیْنَ لِیْ دِرْھَمَانِ وَ مَا اَدْرِیْ مَا الدِّرْھَمَانِ

''اس نے کہا درہم کیا چیز ہے اور میں کہاں سے لاؤں۔'' اُس لعین نے فوراً دو درہم اپنے مُصلّے کے نیچے سے نکال کر دیئے یہ نادان وہ درہم لئے شہر میں آیا اور ہر ایک سے اُس زنِ فاحشہ کا نشان پوچھنے لگا لوگ سمجھے شاید یہ عابد اُسے وعظ و پند کرنے جاتا ہے مکان بتا دیا۔ وہاں پہنچ کر اُس نے دونوں درہم اُس عورت کو دیئے اور خلوت میں لے گیا۔ وہ نہایت عاقلہ و زیرک تھی اس کی شکل و شمائل کو دیکھ کر پوچھنے لگی اے جوان میں جس لباس و ہیئت میں تجھے دیکھتی ہوں اس وضع کا آج تک کوئی شخص میرے پاس نہیں آیا تو اپنی کیفیت سے مطلع کر کون ہے کس طرح یہاں تک آیا ہے؟ عابد نے ساری حقیقت من و عن بیان کر دی۔

فَقَالَتْ لَهُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اِنَّ تَرْكَ اَهْوَنُ مِنْ طَلَبِ التَّوْبَةِ وَ لَيْسَ كُلُّ مَنْ طَلَبَ التَّوْبَةَ وَجَدَهَا

''اُس عاقبت اندیش کے دل میں سنتے ہی خوفِ خدا پیدا ہوا اور اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہنے لگی افسوس ہے کہ ایک تو میں خود دریائے معصیت میں غرق ہو رہی ہوں دوسرے اس عابد کو بھی ڈبوؤں اور اُس کی اتنے دن کی ریاضت برباد ہونے دوں۔'' مناسب ہے کہ اس غافل کو اس فعل بد سے بچالوں یہ سوچ کر اُس عابد سے کہنے لگی اے بندہ خدا مجھے تیرے حال پر رحم آتا ہے آگاہ ہو کہ گناہ کا ترک کرنا توبہ کرنے سے زیادہ آسان ہے اور یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص تائب کی توبہ قبول بھی ہو جائے میرے گمان میں تیرا اغوا کرنے والا شیطان تھا کہ جس نے عابد کے لباس میں تجھے فریب دیا یقین ہے کہ اب تو اس کو اپنے مقام پر نہ پائے گا یہ کلمہ نصیحت سنتے ہی عابد متنبہ ہوا اور اپنی عبادت گاہ پر پھر گیا اور وہ عورت نیک انجام اُسی شب مر گئی۔

فَاَصْبَحَتْ فَاِذَا عَلٰى بَابِهَا مَكْتُوْبٌ اُحْضُرُوا فُلَانَةَ فَاِنَّهَا مِنَ الْجَنَّةِ فَارْتَابَ النَّاسُ وَ مَكَثُوْا ثَلَاثًا لَا يَدْفُنُوْنَهَا اِرْتِيَابًا فِيْ اَمْرِهَا

''صبح کو اہل شہر نے دیکھا کہ اُس کے دروازہ پر یہ مضمون لکھا ہے ایہا الناس اس عورت کے جنازہ پر حاضر ہو جاؤ کہ یہ اہل بہشت سے ہے چونکہ لوگ اُس کی بدکاری سے واقف تھے کوئی دفن کرنے پر متوجہ نہ ہوا تین روز تک اُس کا جنازہ یوں ہی پڑا رہا۔''

فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى نَبِيٍّ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ اَنِ ائْتِ فُلَانَةَ وَ صَلِّ عَلَيْهَا وَ مُرِ النَّاسَ اَنْ يُّصَلُّوْا عَلَيْهَا

''حق تعالیٰ کی وسعتِ رحمت کو خیال کرنا چاہئے کہ اُس وقت کے انبیاء میں سے ایک نبی علیہ السلام کو وحی ہوئی فلاں عورت کے جنازہ پر جاؤ اور اُس پر نماز پڑھو اور لوگوں کو بھی

حکم کرو کہ اُس کی نعش پر حاضر ہوں اور نماز پڑھیں۔"

فَاِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَهَا وَ اَوْجَبْتُ الْجَنَّةَ بِتَشْطِيطِهَا عَبْدِیْ فُلَانًا عَنْ مَعْصِيَتِیْ

"چونکہ اس عورت نے ہمارے خوف سے فلاں بندے کو معصیت سے باز رکھا، اس لئے میں نے اس کے کل گناہوں کو بخش دیا بہشت کو اس پر واجب کیا۔" مومنین! زمانہ میں طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں۔

نہ ہر زن زن ست و نہ ہر مرد مرد

ایک یہ عورت تھی جس نے طمع دنیا نہ کی عابد کو فعل بد سے بچایا بہشت میں داخل ہوئی۔ ایک قسم کی وہ عورتیں تھیں جنہوں نے افعال بد سے اپنے نفس کو ہمیشہ کے واسطے مبتلا بہ عذاب کیا۔ ہند جگر خوار نے جناب حمزہ علیہ السلام کی شہادت کے بعد کلیجہ کے کٹے ٹکڑے چبائے قطامہ ملعونہ نے ترغیب دے کے ابن ملجم شقی کو ایسے امر عظیم کا مرتکب کیا جس سے عرش الٰہی کو تزلزل ہوا جبرائیل علیہ السلام زیر آسمان پکارنے لگے:

تَهَدَّمَتْ وَ اللّٰهِ اَرْكَانُ الْهُدٰى

"قسم بخدا آج ارکان ہدایت منہدم ہو گئے۔" رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائب نے خدا کے گھر میں شہادت پائی۔

اُم حجام و اطفال کا سر امامؑ پر پتھر مارنا:-

اُم حجام ملعونہ نے مظلوم کربلا کے فرق بریدہ پر وہ ظلم کیا کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ لکھا ہے دمشق میں جب ہر طرف غلغلہ ہوا کہ آج کچھ قیدی شہر میں داخل ہوں گے اپنے اپنے گھروں سے لوگ کوٹھوں پر بنظر تماشا آ بیٹھے۔ اُم حجام بھی لب بام چند کنیزوں کو لے کے آئی دیکھا آگے آگے کچھ سر ہائے بریدہ نیزوں پر علم پیچھے پیچھے اونٹوں پر بیبیاں بچے روتے پیٹتے چلے آتے ہیں۔ سب کے آگے ایک نیزہ طویل پر ایک سر مقدس تلاوت قرآن میں مشغول

ہے۔ پوچھا یہ کس کا سر ہے؟ کسی نے کہا حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام کا فرق بُریدہ ہے۔ سنتے ہی اُس کی رگ عداوت نے جُنبش کی ایک پتھر ہاتھ میں لے کے منتظر رہی جب وہ سر پاک کوٹھے کے سامنے آیا اس طرح زور سے پتھر پھینک مارا کہ پیشانی نورانی مجروح ہوگئی اور اعجاز سے خون جاری ہوا۔ آہ آہ فدا ہو جان شیعوں کی اُس سرِ انور پر جو اپنے جسم اطہر سے جُدا ہو کے انواع انواع کی مصیبتیں اُٹھاتا رہا کبھی فتراک اسپ میں اس طرح باندھا گیا کہ زمین میں لٹک کے ٹھوکریں کھاتا رہا کبھی نیزے پر صدمہ اُٹھایا کبھی اُم حجام کے پتھر سے زخمی ہوا کبھی شاخ درخت پر آویزاں ہو کے سنگِ اطفال سے مجروح ہوا۔ منقول ہے کہ ایک دوست دار اہلبیت علیہم السلام نے راہِ شام میں دیکھا کچھ لڑکے ایک درخت پر پتھر مار رہے ہیں حیرت ہوئی کہ ظاہراً درخت پر کوئی پھل معلوم نہیں ہوتا لڑکے پتھر کیوں مارتے ہیں؟ جب قریب گیا ایک سر مجروح کو دیکھا کہ شاخ درخت میں لٹکتا ہے اُسی سر بریدہ پر سنگِ باران ہو رہا ہے دیکھتے ہی دل بھر آیا پوچھا کس کا سر ہے؟ لوگوں نے کہا یہ وہ سر ہے جو مدتوں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ اقدس پر فاطمہ زہرا علیہا السلام کی آغوش میں رہا ہے۔ یہ وہ سر ہے جو راہ خدا میں بدن سے جُدا ہو کر راہِ شام میں یہ مصیبتیں اُٹھا رہا ہے۔ یہ سرِ مجروح حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام کا فرق بریدہ ہے سنتے ہی اُس مومن نے اپنا سر پیٹ لیا رونے لگا مگر اتنی قدرت نہ تھی کہ اُن لڑکوں کو اس ظلم شدید سے باز رکھتا روتے روتے غش کر گیا جب افاقہ ہوا نہ اُس سر پاک کو درخت پر پایا نہ بچوں کا نشان ملا۔

اَلَا لَعۡنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ۞

مجلس نمبر 84

- آیت دو مومنوں میں صلح کرا دینے کے بارے میں۔
- کس کار خیر میں کتنی دُور جانا چاہیے اور اسی حدیث پر تمہید مصائب۔
- امام رضاؑ کا قاطر وزادراہ سے زائروں کی مدد کرنا۔
- مصائب اہلبیتؑ بمقابلہ معصومہ قمؑ۔

مجلس نمبر 84

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ○

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ حجرات میں ارشاد فرماتا ہے سوا اس کے نہیں ہے کہ مومنین آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں چاہیے کہ اُن کے درمیان خصومت نہ ہو اور اگر احیاناً کچھ نزاع واقع ہو جائے تو اپنے دو بھائیوں کے درمیان مصالحہ کرا دو اور عذاب خدا سے ڈرو شاید خدا تم پر رحم کرے۔ جناب رسول خداﷺ فرماتے ہیں:

اَجْرُ الْمُصْلِحِ بَيْنَ النَّاسِ كَاَجْرِ الْمُجَاهِدِيْنَ بَيْنَ اَهْلِ الْحَرْبِ

''اُس شخص کا اجر وثواب جو درمیان لوگوں کے اصلاح کرے ایسا ہے جیسا اجر و ثواب اُن لوگوں کا ہے جو کفار سے راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں۔''

حدیث دو مومن کے اصلاح کرنے کے بارے میں:-

منہج الصادقین میں منقول ہے کہ جناب رسول خداﷺ نے فرمایا کہ مومنین آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں چاہیے ایک دوسرے پر ظلم نہ کرے اور جو شخص برادر مومن کی حاجت روائی میں سبقت وکوشش کرے حق تعالیٰ اُس کی حاجت برلاتا ہے اور جو آدمی کسی برادر ایمانی کے غم کو دفع کرے خدا اُس کے غم واندوہ کو بروز قیامت مبدّل بہ سرور

کرے گا اور جو کوئی کسی مومن کو لباس پہنائے خداوند کریم قیامت کے دن اُس کو خلعہ ہائے بہشت عنایت کرے گا اور جناب رسول خدا ﷺ نے جو وصیتیں فرمائی ہیں۔

کس کارِ خیر میں کتنی دور جانا چاہیے:۔

منجملہ اُس کے ایک یہ ہے اے علی علیہ السلام بیمار کی عیادت کو جاؤ اگرچہ ایک میل کے فاصلہ پر ہو اور جنازہ کی مُشایعت کرو گرچہ دو میل کا بُعد اور دعوت قبول کرو گرچہ تین میل تک جانا ہو اور اُس شخص کی ملاقات کو جاؤ جس سے تم نے راہ خدا میں برادری پیدا کی ہو گرچہ وہ بھائی تمہارا چار میل کی مسافت پر رہتا ہو اور مصیبت زدہ کی پرسش حال کرو گرچہ پانچ میل پر مقیم ہو اور مظلوم کی نصرت و امداد کرو گرچہ چھ میل کی راہ طے کرنا ہو اور اے علی علیہ السلام تم کو ضروری ہے کہ ہمیشہ استغفار کرتے رہو۔

پیوند مصائب:۔

مومنین! جناب رسول خدا ﷺ نے حضرت امیر علیہ السلام کو مظلوم کی دادرسی کیلئے اور مداومت استغفار کے واسطے وصیّت کی اب مقام غور ہے کہ اُنہیں حضرت امیر علیہ السلام کے فرزند امام حسین علیہ السلام بھی مظلوم تھے اور مظلوم بھی وہ مظلوم کہ ابتدائے جناب آدم علیہ السلام سے اس وقت تک ایسا کوئی مظلوم نہ ہوا۔ ایسے مظلوم کی دادرسی کے عوض میں ایذا رسانی و ظلم کرنے کے واسطے کہاں کہاں سے منزلوں کی راہ طے کر کے اُنہیں رسول خدا ﷺ کی اُمت کے لوگ صحرائے کربلا میں جمع ہوئے تھے اور استغفار و توبہ کیسی روز بروز ساعت بساعت جور و جفا زیادہ کرتے جاتے تھے اور پیمبر ﷺ کے نواسے نے جب ایمان کی دعوت دی تو قبول کرنے کے بدلے دشمنوں نے عداوت پر کمر باندھی۔ ایک دن میں سارے عزیز و انصار کو آنکھوں کے سامنے قتل کر ڈالا کسی کو نیزۂ ظلم لگایا، کسی کو تیر ستم کا نشانہ کیا۔ سب کے بعد اُس امام رہنما کو سیکڑوں ہزاروں زخم لگا کے بھوکا پیاسا شہید کر ڈالا۔ مُشایعت جنازہ کیلئے جس نبی ﷺ نے تاکید کی اُس نبی ﷺ کے فرزند کو بعد شہادت کئی

دن تک اشقیا نے گور و کفن نہ دیا۔ مشایعت کے عوض میں لاش پاش پاش پر گھوڑے دوڑائے عیادت بیمار اور مصیبت زدہ کی حال پرسی کو تو پیغمبر ﷺ وصیت کریں اور اُن کی اُمت اُن کے فرزند بیمار کو صحرائے کربلا میں عیادت کے بدلے طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں، طوق و زنجیر میں جکڑ کے کشاں کشاں دمشق تک لے جائیں۔ مصیبت زدہ عورتوں و یتیم اطفال کو اعداء لوٹ لیں حال پُرسی کیسی ہر گھڑی جہاں تک ممکن ہو اُن کی خرابی حال کے در پے رہیں۔ مومنین! اُمت جفا کار نے جن پر یہ ظلم و ستم کیے یہ وہ امام ہیں جو خود ہمیشہ اُمت پر احسان کرتے رہے۔ اُن کے آبائے معصومین علیہم السلام اور اولاد طاہرین علیہم السلام برابر خلائق کے ساتھ نیکی کے ساتھ پیش آتے رہے، دوست داران و موالیان و زائرین کی امداد و اعانت کرتے رہے۔

جناب امام رضاؑ کا قاطر و زادراہ سے زائروں کی مدد کرنا:۔

چنانچہ مُلّا محمد حسین کشمیری حائری کی زبانی ۱۳۰۵ھ میں مجھے معلوم ہوا بارہ تیرہ برس ہوئے کہ قریب اسّی آدمیوں کے بحرین سے مشہد مقدس کی زیارت کو روانہ ہوئے اور یہ قصد کیا تھا کہ خراسان پانچ سات روز رہ کے بعد شرف یابی زیارت واپس آئیں گے۔ اسی انداز سے زادراہ اپنے ساتھ لیا مگر جب وہاں جا کے مُشرّف ہوئے بمقتضائے دین داری ہفتہ عشرہ میں زیارت سے سیری حاصل نہ ہوئی آپس میں صلاح کی اتنی دُور سے آنا اور اس قدر جلد واپس جانا کچھ اچھا معلوم نہیں ہوتا سب کی رائے متفق ہوئی کہ ہر چند توشہ راہ کم ہے مگر جو کچھ ہو جب تک جی بھر کے زیارت نہ کرلیں گے یہاں سے نہ جائیں گے۔ غرض دو مہینوں تک اُن زائروں نے وہاں قیام کیا بالکل سرمایہ صرف ہو گیا اب رہیں تو کیا کھائیں اور جائیں تو کیسے جائیں اسی تشویش و انتشار میں رات دن بسر کرتے تھے۔ جب کسی طرح چارہ کار معلوم نہ ہوا سب کے سب مل کے ایک روز روضہ حضرت میں حاضر ہوئے نہایت خضوع و خشوع سے عرض کرنے لگے یا مولا علیہ السلام یا غریب الغربا آپ خوب جانتے ہیں کہ

اپنے وطن میں ہم سب اہل عزت وارباب ثروت سے ہیں فقط اشتیاق زیارت میں راہِ غربت اختیار کر کے یہاں تک آئے ہیں اور صرف اسی اشتیاق میں اتنے دنوں رہ کے جو کچھ سرمایہ تھا صرف کر ڈالا۔ پرایا دیس ہے کسی سے تعارف بھی نہیں کہ قرض لے کر برآر کار ہو اور یہ آستانہ چھوڑ کے کسی سے مانگنے بھی جائیں مسافروں کی خبر گیری زائروں کی دست گیری حضرت کے سوا کون کر سکتا ہے۔ آپ ہی چاہیں تو ہم سب اپنے وطن پہنچ سکتے ہیں غرض اپنا حال عرض کر کے وہ سب کے سب اپنے مقام پر جہاں رہائش پذیر تھے چلے آئے۔ رات بھر کسی طرح فکر و تردد میں بسر کی صبح کو دیکھا کہ ایک قاطرچی سامنے سے آیا اور کہنے لگا تم لوگ اپنے وطن کب تک جانا چاہتے ہو؟ اُنہوں نے کہا ابھی موجود ہیں مگر کیا کریں راحلہ اور زادِ سفر کچھ پاس نہیں مجبوری ہے اگر کہیں قرض بھی مل جائے تو کاظمین میں جا کے ہم ادا کر سکتے ہیں۔ اُس نے کہا کیا مضائقہ ہم سامان کیے دیتے ہیں وہ لوگ نہایت خوش ہوئے اور جتنی سواریاں درکار تھیں اور جس قدر زادِ راہ منظور تھا بیان کیا کہ ہم کو یہ ضرورت ہے۔ فوراً قاطرچی نے ایک صُرّہ بغل سے نکال کر دیا جس میں بقدر خواہش اُن کے درہم و دینار تھے اور کہا تم لوگ توشۂ راہ خرید کے سفر پر آمادہ رہو میں جا کے قاطر سواریوں کا لاتا ہوں۔ تھوڑی دیر میں وہ قاطرچی جتنے قاطر درکار تھے لے آیا اور یہ لوگ سوار ہو کر روانہ ہوئے ہنوز دوپہر بھی نہ ہوئی تھی کہ کاروان سرا میں آ پہنچے قاطرچی نے کہا تمازت آفتاب زیادہ ہے کھا پی کے چند ساعت استراحت کرنا مناسب ہے وقت عصر کے چلا جائے گا یہ کہہ کے قاطرچی اپنے قاطروں کو لئے باہر گیا یہ لوگ سمجھے کہیں دانہ گھاس کے واسطے لے گیا ہے بہ اطمینان خواب و خور میں مشغول ہوئے۔ عصر کے وقت چلنے پر آمادہ و منتظر تھے مگر قاطرچی نہ آیا بعض لوگ اُن میں سے تلاش کیلئے باہر نکلے دیکھا کہ وہ شہر مثل کاظمین کے آباد ہے۔ دل میں کہا کہ کاظمین تو خُراسان سے مہینوں کی راہ پر واقع ہے پھر یہ کون سا شہر اُس طرح کا ہے؟ اہل بازار سے پوچھا اُنہوں نے کہا شاید تم مسافر ہو کیا نہیں جانتے یہ کاظمین ہے اور بھی حیرت زدہ ہوئے مگر جب متواتر معلوم ہوا یقین کیا کہ یہی

کاظمین ہے۔ روضۂ مطہر میں جا کے آداب زیارت بجا لائے اور خوش خوش وہاں سے کارواں سرا میں آ کے اہل قافلہ سے بیان کیا کس انتظار میں ہو کہاں جانے کو ہو۔ ہم تو کاظمین میں پہنچ گئے ابھی روضہ میں جا کے زیارت بھی کر آئے ہیں وہ لوگ سمجھے کہ یہ مزاح کرتے ہیں زیادہ اصرار پر خیال کیا کہ کوئی عارضہ ہو گیا جس سے دماغ میں ان لوگوں کے خلل ہو گیا ہے مگر جب بہت مصر ہوئے اور قسمیں کھائیں اُس وقت اہل قافلہ نکل نکل کے سرا سے باہر آئے اور دیکھا کہ فی الواقع ہم سب کاظمین میں پہنچ گئے ہیں۔ اُس گھڑی سب کو یقین ہو گیا کہ امام غریب کی طرف سے وہ قاطرچی آیا تھا اور حضرت ہی کے اعجاز سے ہم لوگوں کے واسطے زمین سمٹ گئی اور طے الارض واقع ہوا۔ کئی مہینے کی راہ کئی ساعت میں طے ہو گئی جب اہل شہر کو اس حقیقت سے اطلاع ہوئی سب کے سب دوڑے اور ان زائروں کی خاک قدم آنکھوں سے لگانے لگے۔

تمہید:۔

اُس جناب کے قربان اعجاز پر کہ کس کس طرح ظاہراً و باطناً دین و دنیا میں نزدیک و دُور سے گھر میں اور عالم مسافرت میں اپنے زائروں کی دوستوں کی امداد و اعانت فرماتے ہیں اور امام غریب الغربا پر نثار کہ خود عالم غربت میں شدائد اعداء پر صابر و شاکر رہے۔ زائروں کو پردیس میں مرکب و سواری اور درہم و دینار زاد راہ کیلئے عنایت کیا اور خود جب مدینہ سے عازم سفر ہوئے تھے لوگوں کو وطن میں بارہ ہزار دینار مرحمت فرمائے تھے زوّار کو وطن میں پہنچا کے اہل و عیال سے ملایا اور خود اہل و عیال کو چھوڑ کے ایسی راہ غربت اختیار کی کہ پھر گھر میں آنا نصیب نہ ہوا جس طرح جد مظلوم آپ کے امام حسین علیہ السلام مدینہ سے جا کے پھر وطن میں نہ آئے فرق یہ تھا کہ امام رضا علیہ السلام کی خواہر فراق دیدہ وطن میں بھائی کے دیکھنے کو خراسان کی طرف تشریف لے گئیں اور مظلوم کربلا علیہ السلام کی خواہر آفت رسیدہ کربلا میں بھائی کی قبر سے رخصت ہو کے وطن میں روتی پیٹتی آئیں۔ معصومہ قم علیہا السلام کو

راہ میں فقط برادر کا حال وفات معلوم ہوا دو چار ہی روز میں صدمہ سے وفات پا ہو گئیں اور جناب زینب علیہا السلام کی تو آنکھوں کے آگے سارا گھر خالی ہو گیا۔ بھائی کو اپنے سامنے خود ذبح ہوتے دیکھا سالہا سال صدمہ مفارقت سے جب تک زندہ رہیں روتے ہی روتے بسر کی۔ فاطمہ معصومہ علیہا السلام خواہر امام رضا کا بعد وفات اُس جناب کے شہر قم میں پہنچنے پر مومنوں نے اعزاز و اکرام کیا اور زینب علیہا السلام خواہر امام حسین علیہ السلام کا بعد شہادت اُس مظلوم کے دمشق میں پہنچ کے ظالموں نے کیا حال کیا جب دروازہ دار العمارہ یزید کا قریب آیا شتران برہنہ سے اُتار کے پیادہ لے چلے۔ کس طرح کہ بیبیوں کے سر برہنہ تھے بازوؤں میں رسی بندھی تھی کشاں کشاں اس طرح لئے جاتے تھے جیسے قصاب بکریوں کو باندھ کے قربان گاہ میں لئے جاتے ہیں۔ اعزاز و اکرام کے بدلے وہ ذلت و خواری تھی کہ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

اُقَادُ ذَلِيْلًا فِيْ دِمَشْقَ كَاَنَّنِيْ
مِنَ الزَّنْجِ عَبْدٌ غَابَ عَنْهُ نَصِيْرُهٗ

"یعنی شہر دمشق میں اعداء ہم بے وارثوں کو اس ذلت و خواری سے لے گئے جیسے حبش و زنگبار کا غلام ہو اور غلام بھی وہ غلام جس کا آقا مر گیا ہو کوئی پرساں حال نہ ہو۔"

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۵

مجلس نمبر 85

- آیت مقام ابرار میں۔
- درویش بنی اسرائیل کی حکایت۔
- امامؑ کا سر زیرِ تغار رکھنا۔

مجلس نمبر 85

قَالَ اللّٰهُ الْاَکْبَرُ فِیْ سُوْرَۃِ الْقَمَرِ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ ۙ﴿۵۴﴾ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ﴿۵۵﴾

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ قمر میں ارشاد فرماتا ہے یقیناً متقی و پرہیزگار بروز قیامت ایسے باغوں میں قیام کریں گے جو انواع واقسام کے میوہ دار درختوں سے آراستہ و پیراستہ ہوں گے اور جن میں نہریں شیر وآب و شہد و شراب کی جاری ہوں گی اور ایسے مکانات پسندیدہ میں رہیں گے جس میں کسی قسم کے لغویات و معصیت نہ ہوگی اور سب نعمتوں سے بڑھ کے یہ دولت ملے گی کہ حضور میں بادشاہ صاحب اقتدار کے حاضر رہیں گے یعنی قرب خدا کا شرف حاصل ہوگا۔'' صاحب تفسیر منہج الصادقین نے اس آیت کی تفسیر کے بعد یہ حکایت لکھی ہے کہ ایک روز جناب موسیٰ علیہ السلام مناجات کے واسطے تشریف لئے جاتے تھے اثناءِ راہ میں ایک ویرانہ کی جانب سے ایسی آواز آہ و نالہ کی گوش مبارک میں پہنچی کہ حضرت بے چین ہو گئے۔ اُس طرف متوجہ ہوئے دیکھا کہ ایک شخص برہنہ سر کے نیچے اینٹ رکھے منہ کو ٹاٹ سے چھپائے خاک پر پڑا نالہ وزاری کر رہا ہے اور اس قدر ناتواں ہے کہ جو کچھ کہتا ہے وہ سمجھ میں نہیں آتا۔ جناب موسیٰ علیہ السلام اُس کے قریب گئے سُنا کہ یہ کلمہ کہہ رہا ہے

اِلٰهِیْ تَرٰی غُرْبَتِیْ وَ وَحْدَتِیْ وَ تَعْرِفُ فَقْرِیْ وَ فَاقَتِیْ

''پروردگارا تو میری غربت کو تنہائی کو دیکھتا ہے اور میرے فقر سے ناداری سے بھی خوب واقف ہے۔''

حکایت درویش بنی اسرائیل:۔

المختصر جب کلیم اللہ علیہ السلام نے بعد مناجات قصد پھرنے کا کیا حق تعالیٰ کی جانب سے خطاب ہوا اے موسیٰ علیہ السلام تم نے اُس درویش کا کچھ حال ہم سے بیان نہ کیا۔ آپ نے عرض کی بار خدایا میں کیا کہوں خود تو خوب جانتا ہے کہ وہ اتنی تنہائی و وحشت کا اظہار فقر و فاقہ کا شکوہ کررہا تھا۔ حکم ہوا اے موسیٰ علیہ السلام جاؤ اور اُس کو میرے سلام کے بعد یہ پیغام پہنچاؤ کہ تو اکیلا نہیں ہے میں تیرا انیس ہوں تو غریب نہیں ہے میں تیرا جلیس ہوں تو محتاج نہیں میں تیرا کفیل ہوں۔ کلیم اللہ محل مناجات سے پھر کے اُس درویش کے سرہانے آئے اور پیغام خدا پہنچایا۔ اُس مرد دیندار نے عرض کی یا نبی اللہ علیہ السلام میرا ابھی اتنا مرتبہ ہوا ہے کہ خداوند عالم نے میرا کلام سُنا اور جواب دیا یہ کہہ کے ایک نعرہ مارا اور جاں بحق تسلیم ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو جا کر اس واقعہ کی خبر دی اور شرفائے قوم کو لے کر اُس خدا رسیدہ کی تجہیز و تکفین کے واسطے تشریف لائے۔ جب اُس ویرانہ میں پہنچے دیکھا کہ وہ ٹاٹ کا ٹکڑا مع اینٹ کے پڑا ہے لیکن فقیر کا مُردہ نہیں ہے متحیر ہو کے مناجات کی بارالٰہی درویش کا کیا ہوا زمین نگل گئی یا بھیڑیا کھا گیا۔ فوراً جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی حق سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہمارے دوستوں کے بارے میں ایسا گمان بد کرتے ہو یہ درویش اس منزلت کا تھا کہ شیطان نے دنیا میں ڈھونڈا اُس کے پاس پہنچ نہ سکا۔ ملک الموت نے وقت نزاع چاہا اُس تک جائیں راہ نہ پائی نکیرین نے تفحص کیا نہ ملا۔ رضوان نے بہشتوں میں تلاش کیا کہیں پتا نہ پایا۔ مالک نے تمام جہنم میں دیکھا کہیں سراغ نہ لگا۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی خدایا پھر یہ تیرا بندہ کہاں گیا؟ خطاب ہوا دوست نہیں رہتا ہے مگر اپنے دوست کے پاس۔

فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ

”مجلس قدس و مکان پسندیدہ میں نزدیک بادشاہ صاحب اقتدار کے ہے۔“

تمہید:-

حضرات! ظاہراً اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس دیندار کو بعد وفات غسل و کفن کی نوبت نہ آئی بوجہ اُس قدر و منزلت کے جو خدا کے نزدیک اُسے حاصل تھا۔ سب جانتے ہیں کہ جناب سید الشہداء علیہ السلام کو عنداللہ کیا قدر و منزلت حاصل تھی یہ مرد دیندار کیا انبیاء و مرسلین بھی اس مرتبہ کو نہ پہنچے۔ پھر کیا مصلحت تھی کہ بعد شہادت لاش کو اُس مظلوم کی غسل و کفن میسر نہ ہوا اُس دیندار کا مُردہ مقام قدس میں مقیم ہوا اور امام علیہ السلام بے کس کا کیا حال ہوا۔

اَلْجِسْمُ مِنْهُ بِكَرْبَلَاءَ مُضَرَّجٌ
وَ الرَّاسُ مِنْهُ عَلَى الْقَنَاةِ يُدَارُ

''یعنی لاشہ اُس جناب کا تیروں سے مشبک' تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے گرم ریگ کربلا پر پڑا رہا اور سر مبارک بدن سے جدا ہو کے نوک نیزہ پر کہاں کہاں پھرایا گیا۔

چوب سناں میں قلعہ کے در میں درخت میں
لٹکا ہے شہ کا فرقِ مطہر کہاں کہاں
صندوق میں تنور میں زندان میں دیر میں
رکھا حسین علیہ السلام کا سر انور کہاں کہاں

آہ آہ سرِ پاک کبھی شمر کے دستِ نجس میں رہا کبھی اُس کے گھر میں تغار کے اندر چھپایا گیا۔

امامؑ کا سر زیر تغار رکھنا:-

منقول ہے شہادت جناب سید الشہداء علیہ السلام کے بعد اعدائے دین سر ہائے شہداء اور اسیران اہلبیت علیہم السلام کو لیے ہوئے جس شب داخل کوفہ ہوئے افسرانِ فوج نے

خیال کیا اس وقت ابن زیاد کے پاس جانا مناسب نہیں ہے صبح کو جب روز روشن ہوگا ان اسیروں کو اور قیدیوں کو دربار میں لے جائیں گے تاکہ اہل شہر بھی کوچہ وبازار میں اچھی طرح مشاہدہ کریں یہ سوچ کے سب نے اُس شب اپنے اپنے گھر جا کے باعیش وعشرت بسر کی۔ شمر ملعون بھی امام مظلوم علیہ السلام کا فرق بریدہ لئے اپنے گھر آیا وہ تغار جس میں کپڑے دھوئے جاتے تھے اُس کے نیچے چھپا دیا اور خود سامانِ عیش وعشرت میں مصروف ہوا۔ شمر کی زوجہ مومنہ تھی وہ کہتی ہے کہ تغار کے اندر سے آواز گریہ ایسی سُنائی دی کہ میرا دل پانی ہوگیا۔ شمر سے میں نے پوچھا اِس میں تو نے کیا رکھا ہے جس سے رونے کی صدا آرہی ہے وہ بولا کہ ایک شخص نے یزید پر خروج کیا تھا یہ اُس کا فرق بریدہ ہے۔ میں نے کہا جس کا سر ہے وہ ضرور مقربان خدا سے تھا مرنے کے بعد بھی زندوں کی طرح روتا ہے۔ صاحب سر کا نام و نسب تو بتلا کس خاندان سے تھا اُس شقی نے کہا:

هٰذَا رَاسُ الْحُسَيْنِ

یہ حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام کا سر بریدہ ہے۔ کل ابن زیاد کو نذر دے کے انعام لوں گا دفعتہً یہ امر عظیم جو میرے گوش زد ہوا ہوش جاتے رہے سینہ میں دل تھرتھرانے لگا بعد اپنے کو دیر کے سنبھال کے کہا وائے ہو تجھ پر جس نبی ﷺ کا کلمہ پڑھتا ہے اُسی نبی ﷺ کے نواسے کو قتل کر کے فخر ومباہات کرتا ہے پھر میں نے دوڑ کے خاک سے وہ سر پاک اُٹھا لیا اور سینہ سے لگا کے رونے لگی۔ اُس کے بعد زنان محلہ کو خبر کی وہ سب بھی آ کے میرے ساتھ شریک نوحہ وزاری ہوئیں بیچ میں وہ فرق اطہر رکھ کے گرد ہم سب نے حلقہ باندھ لیا اور اس طرح ماتم کیا کہ پیٹتے پیٹتے بے ہوش ہو گئے اور غش کھا کھا کے زمین پر گر پڑے۔ وہ مومنہ کہتی ہے کہ اُسی عالم بے ہوشی میں دیکھا میں نے ایک عماری نور کی نمایاں ہوئی اُس عماری سے دو بیبیاں نورانی صورت ماتمی لباس پہنے ہوئے روتی پیٹتی باہر آئیں اور اُس فرق بریدہ کو بار بار اپنے سینہ سے لگا کر کبھی وَا وَلَدَاهُ وَ اَقُرَّةَ عَيْنَاهُ کہتی تھیں کبھی وَا غُرْبَتَاهُ وَا

کی فریاد کرتی تھیں۔ میں نے ضبط گریہ کر کے پوچھا آپ کون بیبیاں ہیں؟ وہ اپنے نالہ وزاری میں ایسی مصروف تھیں کہ کچھ جواب نہ دیا۔ ناگاہ ہاتف کی آواز آئی کہ اسی مظلوم کی یہ مادر گرامی فاطمہ زہرا علیہا السلام ہے اور وہ اُن کی جدّہ عالی وقار خدیجۃ الکبریٰ علیہا السلام ہیں۔ میں نے چاہا دوڑ کر قدم مُبارک سے آنکھیں ملوں۔ جناب سیدہ علیہا السلام نے بڑھ کے خود میری طرف خطاب کیا اور فرمایا اے مومنہ تو نے مجھ پر بڑا احسان کیا زنان محلہ کو جمع کر کے میرے ایسے فرزند بے کس کی مجلس ماتم برپا کی ہے کہ جس کی لاش پر اُس کے ماتم داروں کو جی بھر کے رونا بھی نصیب نہ ہوا۔ اس اثنا میں غش سے مجھے افاقہ ہوا اب جو دیکھتی ہوں تو اُن دونوں بیبیوں میں سے کسی کو نہ پایا۔

اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ؕ

مجلس نمبر86

- آیت اگر حق تعالیٰ بندوں کو روزی زیادہ دیتا تو فساد کرتے۔
- درویش و طفلِ تونگر کی حکایت۔
- جناب سکینہؑ کو راہِ شام میں پانی نہ دینا۔

مجلس نمبر 86

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَوْ بَسَطَ اللّٰہُ الرِّزْقَ لِعِبَادِہٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَ لٰکِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَا یَشَآءُ ط

منقول ہے جب اہل اسلام نے یہودیوں کو فارغ البال اور صاحب مال دیکھا اپنے دلوں میں آرزو کرنے لگے کہ کیا خوب ہوتا اگر ہم بھی تونگر ہوتے۔ پس یہ آیت سورۂ شوریٰ کی نازل ہوئی یعنی ''اگر اللہ اپنے بندوں کیلئے روزی کو وسیع و کشادہ کرتا تو اکثر بندے زمین پر ضرور فساد و سرکشی کرتے لیکن حق تعالیٰ ہر شخص کو اُس مقدار سے روزی پہنچاتا ہے جتنی مصلحت جانتا ہے۔''

حکایت ایک درویش و طفل تونگری:۔

صاحب تفسیر منہج الصادقین کتاب حکایت الصالحین سے ایک درویش کی نقل لکھتے ہیں کہ وہ مرد نادار ایک تونگر کے ہمسایہ میں اس لطف و خوبی سے اوقات بسر کرتا تھا کہ کسی پر اُس کے فقیری کی کیفیت ظاہر نہ ہوتی تھی۔ کبھی کسی سے کچھ سوال نہ کرتا تھا ایک روز اُس تونگر کا لڑکا اُس فقیر کے گھر آیا۔ درویش نے اُس کے سامنے چولہے پر سے دیگچی اُتاری اور گوشت نکال کے خود بھی کھایا اپنے بچوں کو بھی کھلایا مگر اُس کو کچھ نہ دیا۔ وہ لڑکا روتا ہوا گھر پر آیا اور اپنے باپ سے فقیر کی بد خُلقی کا ماجرا مفصّل بیان کیا۔ اُس نے ہر چند انواع اقسام کے طعام ہائے لذیذ سامنے رکھے لیکن لڑکے نے کسی کھانے پر رغبت نہ کی یہی ضد کرتا رہا کہ میں وہی گوشت کھاؤں گا جو مرد ہمسایہ نے میرے سامنے پکا کر خود کھایا ہے اور اپنے اہل

وعیال کو کھلایا ہے۔ تونگر نے جب دیکھا یہ کسی طرح کچھ کھاتا ہی نہیں برابر روئے جاتا ہے مجبور ہو کے فقیر کو بلایا اور کہنے لگا تعجب ہے کہ تمہاری ذات سے مجھے ملا مال پہنچے۔ اُس نے جواب دیا آپ کا رتبہ تو بہت بلند ہے کہ رئیس محلہ ہیں اور حق ہمسائیگی بھی رکھتے ہیں۔ میں تو آپ کے غلاموں کو آزار دینا جائز نہیں رکھتا۔ تونگر نے کہا تمہارا کلام تمہارے قول کے موافق نہیں معلوم ہوتا ہے ابھی تم نے گوشت پکا کر خود کھایا اور اپنے بچوں کو کھلایا میرے لڑکے کو نہ دیا یہ امر مُروّت کے خلاف ہے۔ یا نہیں یہ کلمہ سُن کے درویش کا رنگ زرد ہو گیا ندامت سے گردن جھکالی تھوڑی دیر کے بعد سر اُٹھا کر بولا افسوس کہ میرا وہ راز دیرینہ جس سے بجز خدا کے ابھی تک کوئی مطلع نہ تھا اس وقت کُھلتا ہے کیا کروں ایسا معاملہ درپیش ہوا ہے کہ بجز بیان کے کچھ چارہ نہیں۔ اے رئیس آگاہ ہو وہ گوشت جس کو ہم لوگوں نے کھایا اور تیرے لڑکے کو نہ دیا فقط ہمیں لوگوں پر حلال تھا دوسروں پر حرام تھا۔ اُس نے کہا سبحان اللہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک ہی شے ایک شخص پر حلال اور دوسرے پر حرام ہو۔ درویش نے قرآن کی یہ آیت پڑھی:

فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○

خلاصہ مفہوم اس آیہ کا یہ ہے کہ حرام شے کا استعمال بقدر سدرمق اُس شخص کو جائز ہے کہ بھوک سے لاچار ہو گیا ہو اگر لذت و معصیت کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ اے رئیس وہ گوشت جو ہم نے کھایا مُردار کا تھا مجھ پر بسبب اضطرار کے حلال اور تم پر بہ سبب عدم اضطرار کے حرام تھا۔ یہ حقیقت سنتے ہی اُس مرد باخدا کے قلب پر ایسا صدمہ پہنچا کہ رنگ متغیر ہو گیا اور کہنے لگا حیف صد حیف تو ہمارے ہمسایہ میں رہ کر اس عسرت و پریشانی میں صبر کرے اور میں تیرے حال سے غافل رہوں۔ اپنے خالق کی قسم کھاتا ہوں کہ تجھے اپنے گھر سے باہر جانے نہ دوں گا جب تک تیرے افلاس کو زائل نہ کروں گا یہ کہہ کے نقد وجنس جو اُس کے پاس تھا

منگا کر دو حصے برابر لگائے۔ ایک حصہ اپنے واسطے رکھ لیا دوسرا درویش کے حوالہ کر دیا۔ راوی کہتا ہے کہ جب اُس رئیس صالح نے رحلت کی ایک مرد دیندار نے اُس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا حق سبحانہ وتعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا اُس نے جواب دیا کہ بہ سبب اُس رعایت واحسان کے جو میں نے اُس درویش ہمسایہ کے ساتھ کیا تھا پروردگار عالم نے مجھ کو درجۂ اعلیٰ علیین پر جو مقام صالحین کا ہے پہنچایا۔

تمہید:۔

مومنین! اس درویش نے ایک رئیس کے لڑکے کو بہ عذر شرعی ایک وقت خاص میں اپنے طعام سے نہ دیا کس قدر اُس رئیس کو صدمہ ہوا حالانکہ اُس رئیس کا کوئی حق اُس درویش پر بجز حق ہمسائیگی نہ تھا۔ خیال کریں کیا صدمہ گذرا ہوگا روح رسالت مآب ﷺ پر کہ اعدائے دین نے اُن کی اولاد طاہرین علیہم السلام پر کھانا کیسا' پانی تک بے وجہ بند کر دیا تھا۔ حالانکہ وہ اشقیا اپنے آپ کو کلمہ گو کہتے تھے اور حق رسالت اُس جناب کا اپنے ذمہ واجب جانتے تھے اور خوب معلوم تھا کہ تمام عالم کا آب ونمک مہر جناب سیدہ علیہا السلام میں ہے باوجود ان حقوق کے ننھے ننھے بچوں کو اُن کے مرتے دم تک پانی کا قطرہ نہ دیا اور محض بقصد ایذا رسانی باقی ماندہ یتیموں کو دکھا دکھا کر خود کھانا زہر مار کرتے تھے اور پانی سے سیر ہوتے تھے اور اُنہیں نہ دیتے تھے۔ چنانچہ تائید میں اس بیان کے فقیر کو مولوی عابد علی ذاکر بنارسی سے روایت ملی ہے۔ منقول ہے کہ بعد شہادت مظلوم کربلا جب اعدائے دین اہلبیت علیہم السلام طاہرین کو اسیر کر کے شام کی طرف لے چلے جہاں آب وگیاہ پاتے تھے مقام کرتے تھے۔ ایک دن دوپہر کو ایسے صحرا میں سے گذر ہوا کہ پانی وہاں نایاب تھا آفتاب کی تمازت اور پیاس کی شدت سے سارا لشکر مضطر ہوا گھوڑوں کی زبانیں منہ سے باہر نکل آئیں۔ ایک قدم راستہ چلنا پہاڑ ہوا عمر سعد نے حکم دیا آج یہیں قیام ہوگا۔ اہل فوج وسرداران فوج نے خیمہ ہائے بلند میں استراحت کی۔

جناب سکینہ کو راہِ شام میں پانی نہ دینا:-

راوی کہتا ہے میں نے دیکھا عمر سعد کی سواری کے گھوڑے بھی شامیانوں کے نیچے سایہ میں بندھے ہیں مگر امام زین العابدین علیہ السلام اپنی ماں پھوپھیوں کو لئے علیحدہ خاک پر بیٹھے ہیں بجز آفتاب کے کوئی دوسرا سایہ اور سوائے زمینِ گرم کے دوسرا فرش نہیں ایک تو خود بیمار وضعیف تھے دوسرے طوق وزنجیر کے حلقے دھوپ کی شدت سے گرم ہو کر بدن جلائے دیتے تھے۔ کبھی اس پہلو کبھی اُس پہلو بیٹھتے تھے مگر کسی طرح قرار نہ آتا تھا۔ بہر کیف کچھ سوار چاروں طرف گئے اور کہیں سے پانی لائے اور شمر اہل لشکر کو تقسیم کرنے لگا۔ جناب سکینہ علیہا السلام بہت پیاسی تھیں جب پانی تقسیم ہوتے دیکھا خالی کوزہ ہاتھ میں لے کر شمر کے قریب آئیں اور کہنے لگیں تھوڑا پانی مجھے بھی دے کہ پیاس نے بے چین کر دیا ہے۔ وہ ملعون متوجہ نہ ہوا آپ نے سمجھا جب اپنی ساری فوج کو سیراب کر لے گا تو مجھے بھی پانی دے گا۔ اُسی طرح خالی کوزہ لئے دُھوپ میں چپکی کھڑی رہیں یہاں تک کہ وہ شقی آدمیوں کو اور جانوروں کو پانی پلا چکا۔ اس پر بھی اُس صاحبزادی کی طرف مخاطب نہ ہوا اُس وقت وہ بچی کہنے لگی اب تو تھوڑا پانی دے کہ شدتِ تشنگی سے کلیجہ کباب ہو رہا ہے۔ آہ آہ اُس سنگ دل نے وہ مشک جس میں پانی بچ رہا تھا ہاتھ میں لے کر اُس صاحبزادی کو دکھلا کر بالکل پانی زمین پر بہا دیا اور اُس پیاسی کو ایک قطرہ بھی نہ دیا۔ جناب سکینہ علیہا السلام نے جو یہ بے رحمی دیکھی رُو دیں اور بے تاب ہو کر اُسی تر زمین پر اپنے سوکھے گلے کو رکھ دیا کہ شاید زمین کی نمی سے کچھ حلق میں طراوت پہنچے۔ غرض اُس صاحبزادی کو جو فی الجملہ خنکی معلوم ہوئی نیند آ گئی تا انیکہ ٹھنڈے وقت لشکر نے کوچ کیا اور وہ بچی غفلت سے اُسی طرح اُسی جگہ چھوٹ گئی۔ دوسری منزل پر جب قیدیوں کو شمار کیا معلوم ہوا کہ ایک لڑکی نہیں ہے اشقیاء بہت متردد ہوئے۔ آخر شمر نے سوچا کہ وہ صاحبزادی منزل گذشتہ میں چھٹ گئی ایک سوار کو کہ نام اُس کا میمون تھا روانہ کیا۔ جب وہ قریب گیا تو دیکھا کہ وہ لڑکی نجف کی طرف منہ کیے زار زار رُو رہی

کر فریاد کرتی ہے یا جداہ ہم پر کیا کیا مصیبتیں گذر گئیں آپ نے خبر نہ لی اس وقت تو مدد کیجئے کہ کوئی میرے پاس نہیں بابا سے تو کربلا میں جدا ہو چکی تھی راستے میں ماں پھوپھیوں سے بھی چھوٹ گئی۔ ہوں میمون بے رحم نے ننھا سا بازو پکڑ کر اس زور سے کھینچا قریب تھا کہ ہاتھ شانہ سے علیحدہ ہو جائے اور ناقہ پر بٹھا کے اس تیزی سے لے چلا کہ وہ بچی کئی جگہ راہ میں اونٹ سے گر پڑی اسی طرح دوڑاتا قافلہ سے آملا۔

اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ۝

مجلس نمبر 87

- آیت اِنَّا فَتَحْنَا اور اُس کی تفسیر۔
- روایت عبداللہ بن مبارک۔
- حرم امام حسینؑ کی روایت جو حاملہ تھیں۔

مجلس نمبر 87

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۙ لِّیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ

''پروردگارِ عالم اپنے حبیب ﷺ سے خطاب کر کے سورہ فتح میں ارشاد فرماتا ہے تحقیق کہ ہم نے فتح دی اور تمہارے واسطے فتح روشن و ہویدا ظاہر کیا تاکہ بخش دے خدا تمہارے گناہانِ گذشتہ اور آئندہ کو مفضل بن عمر سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے لوگوں نے اس آیت کے معنی پوچھے فرمایا:

وَ اللّٰہِ مَا کَانَ لَہٗ ذَنْبٌ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ ضَمِنَ لَہٗ اَنْ یَغْفِرَ ذُنُوْبَ شِیْعَۃِ عَلِیٍّ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِھِمْ وَ مَا تَاَخَّرَ ۝

''خدا کی قسم پیغمبر خدا ﷺ نے کوئی گناہ نہ کیا تھا کہ خداوند کریم اُس کے بخشنے کی بشارت دیتا مگر سبب یہ ہے کہ خدا ضامن ہوا ہے اپنے پیغمبر ﷺ سے کہ شیعان علی بن ابی طالب علیہ السلام کے گناہوں کو بخشے خواہ وہ گناہ اُن کے گذشتہ ہوں یا آئندہ۔'' اور عمر بن یزید کہتے ہیں میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے معنی پوچھے فرمایا:

مَا کَانَ لَہٗ ذَنْبٌ وَ لَا ھَمَّ بِذَنْبٍ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ حَمَّلَہٗ ذُنُوْبَ شِیْعَتِہٖ ثُمَّ غَفَرَھَا لَہٗ ۝

''پیغمبر خدا ﷺ نے کوئی گناہ نہ کیا تھا اور نہ کبھی آپ نے گناہ کا قصد کیا تھا بلکہ مراد یہ ہے کہ پروردگار عالم نے آپ کے شیعوں کے گناہوں کا بار حضرت ﷺ پر رکھا بعد اس کے اُن گناہوں کو پیغمبر ﷺ کی خاطر سے بخش دیا۔''

روایت عبداللہ بن مبارک :-

حضرات! فی الواقع اس آیت میں جو لفظ گناہ کا آیا ہے اس سے بے شک ہم گناہ گاروں کے معاصی مراد ہیں کیونکہ اُس جناب سے اور اُن کے اہلبیت طاہرین علیہم السلام یعنی ائمہ معصومین علیہم السلام میں سے تو کسی طرح گناہ عمداً خواہ سہواً کبھی واقع نہیں ہو سکتے سب کے سب معصوم تھے۔ ان حضرات سے ایک ایک بزرگوار کا جو کچھ زہد و تقویٰ اور حسن اخلاق تھا اگر شمہ بھی اُس کا لکھا جائے تو لکھنا ممکن نہیں۔ بروایت تفسیر منہج الصادقین عبداللہ بن مبارک کہتا ہے ایک سال میں بقصد حج بیت اللہ الحرام ایک قافلہ کے ساتھ ہو لیا اتفاقاً اثناء راہ میں کارواں سے چھوٹ گیا تنہا خدا پر توکل کر کے قطع مسافت کرتا تھا۔ ایک روز کیا دیکھتا ہوں کہ ایک لڑکا کم سن جامہ کوتاہ بدن پر پہنے سر پر چھوٹا سا عمامہ باندھے نعلین عربی زیر پا کیے نہ کچھ اسباب سفر ہمراہ رکھتا ہے نہ سواری نہ کوئی رفیق ساتھ ہے نہ مددگار تنہا بیابان میں چلا جاتا ہے۔ میں نے دل میں کہا سبحان اللہ دشت ایسا ہولناک اور لڑکا اس سن و سال کا کیونکر منزل مقصود تک پہنچے گا یہ سوچ کر میں اُس کے قریب گیا اور بعد سلام میں نے پوچھا اے صاحبزادے کہاں سے آتے ہو؟ بعد جواب سلام بولا: مِنَ اللّٰہِ اللہ کے یہاں سے آتا ہوں۔

میں نے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ اِلَی اللّٰہِ حق تعالیٰ کے پاس۔

جب استفسار کیا کس چیز کی تلاش میں گھر سے نکلے ہو؟ رِضَیَ اللّٰہُ میں پروردگار کی خوشنودی کا طالب ہوں۔

میں نے کہا نہ تمہارے پاس زادِ راہ ہے نہ راحلہ؟ کہنے لگا:

زَادِیْ تَقْوَایَ وَ رَاحِلَتِیْ رِجْلَایَ وَ مُرَادِیْ مَوْلَایَ

''توشہ میرا التقویٰ ہے، راحلہ میرے دونوں پاؤں ہیں اور مطلوب میرا آقا ہے۔''

میں نے عرض کی صحرا ایسا خطرناک اور آپ ایسے خورد سال کیونکر یہ راہ دراز طے ہوگی؟ ارشاد کیا اے شخص تو نے کسی کو دیکھا ہے کہ اپنے دوست کی زیارت کو جائے اور اُس کی طرف توجہ کرے اور وہ اپنے مہمان وزائر کو بے بہرہ ومحروم رکھے۔ میں اس کلام سے نہایت متعجب ہوا اور دل میں کہنے لگا کمال زہد وتوکل کے یہ معنی ہیں۔ پس میں نے التماس کی: اَخْبِرْنِیْ مَنْ اَنْتَ

''مجھ کو اپنے نام ونسب سے تو آپ مطلع کریں۔'' فرمایا محنت زدگان زمانہ کا حال پوچھ کر کیا کرے گا۔ جب میں نے بہت مبالغہ کیا جواب دیا:

نَحْنُ قَوْمٌ مَظْلُوْمُوْنَ

''اے مرد میرا حال کیا پوچھتا ہے میں اُس خاندان سے ہوں جن پر ہمیشہ ظلم وستم ہوتے رہے۔''

نَحْنُ قَوْمٌ مَطْرُوْدُوْنَ

''میں اُن لوگوں سے ہوں جو اپنے وطن سے نکالے گئے۔''

نَحْنُ قَوْمٌ مَقْهُوْرُوْنَ

''میں اُس گروہ سے ہوں جو دشمن کے ہاتھوں سے ہمیشہ عاجز ودل تنگ رہا۔''

میں نے کہا مجھے کچھ معلوم نہ ہوا کہ آپ کون اور کس قبیلہ سے ہیں صاف بیان کیجئے ارشاد کیا:

لَنَحْنُ عَلَی الْحَوْضِ ذُوَّادُهٗ
نَذُوْدُ وَ نَسْعَدُ وُرَّادُهٗ
وَ مَا فَازَ مَنْ فَازَ اِلَّا بِنَا
وَ مَا خَابَ مَنْ حُبُّنَا زَادُهٗ

"اے مرد آگاہ ہو میں وہ ہوں کہ جو شخص میری طرف توجہ کرے گا اُس کو آبِ حوضِ کوثر سے سیراب کروں گا اور جو مجھ تک وہاں پہنچے گا اُس کو معزز و ممتاز کروں گا اور کوئی شخص بدوں میرے وسیلہ کے نجات نہ پائے گا اور میری محبت و مودّت جس کا توشہ ہوگا ہرگز وہ بے بہرہ و بے نصیب نہ ہوگا۔"

وَ مَنْ سَرَّنَا نَالَ مِنَّا السُّرُوْرَ

وَ مَنْ اَسَائَنَا سَاءَ مِيْلَادُهٗ

وَ مَنْ كَانَ غَاصِبَنَا حَقَّنَا

فَيَوْمَ الْقِيَامَةِ مِيْعَادُهٗ

"اور جس نے مجھ کو خوشنود کیا میں نے بھی اُس کو مسرور کیا اور جس نے میرے ساتھ بدی کی یقین کر کہ وہ بوجہ حلال کے اپنی ماں سے متولد نہیں ہوا ہے۔ بے شک وہ ولد الزنا اور حرام زادہ ہے اور جس نے میرے حق کو غصب کیا ہوگا قیامت میں محکمہ جزا وعدہ گاہ میرا اور اُس کا ہے یہ کہہ کر نظروں سے غائب ہو گئے۔" مجھ کو نہایت تاسف ہوا اس صاحبزادے کا حال مجھ پر منکشف نہ ہوا کہ کون تھا جب میں مکہ میں پہنچا ایک روز بہت سے لوگوں کو دیکھا کہ کچھ تو حلقہ باندھے بیٹھے ہیں اور اکثر ایستادہ ہیں۔ میں نے بنظر انکشاف حال سے اپنے کو دُشواری اُس انبوہ میں پہنچایا تاکہ معلوم کروں یہ ہجوم کیسا ہے اور لوگ کس کو گھیرے ہوئے بیٹھے ہیں۔ جب اُس جماعت میں داخل ہوا اُس صاحبزادے کو دیکھا کہ جم غفیر اُس کی خدمت میں حاضر ہے ایک گروہ مسائل حرام و حلال پوچھتا ہے۔ ایک طائفہ دقائق قرآن دریافت کرتا ہے۔ ایک فرقہ حدیث نبوی سے سوال کرتا ہے اور وہ صاحبزادہ کمال فصاحت و بلاغت سے ہر اک کو جواب شافی و کافی دیتا ہے اور اُن کی مشکلات کی گرہوں کو بہ آسانی تمام کھولتا ہے۔ اُس جماعت میں ایک شخص سے میں نے پوچھا یہ بزرگوار کون ہیں؟ وہ بولا وائے تجھ پر ان سے تو واقف نہیں یہ وہ بزرگ ہے کہ جس کو بطحا کا ہر

سنگ ریزہ جانتا ہے اور ہر در و دیوار مکہ کی پہچانتی ہے۔ یہ عالی جناب سید سجاد علی علیہ السلام بن الحسین علیہ السلام ہیں۔ جب عبداللہ بن مبارک کو معلوم ہوا یہ امام زین العابدین علیہ السلام ہیں دوڑ کر آپ کے قدموں پر گر پڑا اور ہاتھوں کو چومنے لگا۔ پھر رُو رُو کے کہا یابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ آپ نے مظلومی و محرومی اپنے اہلبیت علیہم السلام کی بیان کی سب راست و درست ہے البتہ اس اُمت میں جو کچھ جفائیں اہلبیت رسالت علیہم السلام پر گذری ہیں ویسا ظلم کسی قوم پر کبھی نہیں ہوا ہے۔ رات و دن فرزندان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رنج و تعب ہی میں گذرا ہے ہمیشہ غم و الم ہی میں بسر کرتے ہیں۔

تمہید:۔

حضرات! ایک دن امام زین العابدین علیہ السلام اس طرح راہ میں پیادہ جاتے تھے کہ کسی پر ظاہر نہ تھا کون ہیں اور جب مکہ معظمہ میں پہنچے لوگوں نے اعزاز و اکرام کیا اور ہر طرف سے بنظر کامیابی اپنے حضرت کو گھیرے ہوئے تھے مسائل پوچھتے تھے ہدایت پاتے تھے۔ خیال کریں مومنین ایک روز یہی امام علیہ السلام حالت بیماری میں راہِ شام میں پیادہ بہنوں کو پھوپھیوں کو ساتھ لئے طوق و زنجیر میں گرفتار چلے جاتے تھے اس طرح کہ اعداء فخریہ ایک ایک سے آپس میں یہ اعلان کہتے جاتے تھے اور جو نہ جانتا تھا اُس کو واقف کرتے تھے۔ یہ سب ذریت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جنہیں ہم قید کر کے لئے جاتے ہیں اور آہ آہ جب بیمار کربلا علیہ السلام اپنے لٹے ہوئے قافلہ کو ساتھ لئے شہر دمشق میں پہنچے تو عزت و احترام کے بدلے ہر طرف سے اہل بازار و مکان شہر نے ایذا رسانی و تماشے کی نظر سے گھیر لیا۔ مکہ میں عبداللہ نے اور تمام مومنین نے حضرت کے ہاتھ و پاؤں چومے دمشق میں اعداء نے دست بوسی کے عوض یہ ستم تازہ کیا کہ بیمار کربلا علیہ السلام اور سب اسیران اہلبیت علیہم السلام کے بازوؤں اور شانوں کو ریسمانِ ظلم میں کس کر باندھا۔ حضرات! عجب عجب مصیبتیں اہلبیت علیہم السلام نے دمشق میں اور راہِ دمشق میں اُٹھائی ہیں کہ جن کے خیال سے منہ کو کلیجہ آتا ہے۔

روایت اُن بی بی کی جو حاملہ تھیں:۔

انوار الشہادۃ میں کتاب مصابیح الشہادۃ سے منقول ہے کہ بعد شہادت جناب سید الشہداء علیہ السلام جب ناموس حسین علیہ السلام کو قید کر کے اعدائے دین دمشق کی طرف لے چلے اُن قیدیوں میں ازواج حضرت سے ایک بی بی حاملہ تھی کہ جناب زینب علیہا السلام ہر منزل میں ہر حال میں اُن کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ظاہر ہے کہ جب کوئی مر جاتا ہے اور اُس کی نشانی کوئی لڑکا باقی رہتا ہے تو اُس میت کے اہل قرابت اُس لڑکے کو یادگار سمجھ کے نہایت عزیز رکھتے ہیں یہاں تو امام مظلوم علیہ السلام کے سب لڑکے پہلے ہی شہید ہو چکے تھے طفل شش ماہہ تک نشانہ تیر ہو چکا تھا سوائے بیمار کربلا علیہ السلام کے بیٹوں میں کوئی باقی نہ رہا تھا شدت بیماری میں صعوبت سفر اُٹھاتے اُٹھاتے ظاہر حال سے اُس کے بچنے کی بھی اُمید نہ تھی کیونکر وہ جنین بطن مادر میں یادگار حضرت رہ گیا تھا اُس کا خیال جناب زینب علیہا السلام سی بہن کو نہ ہوتا۔ جب کبھی آب وطعام کچھ مل جاتا تھا تو پہلے اُسی بی بی کو جو حاملہ تھیں کھلاتی پلاتی تھیں ایک دن اعداء نے ایسے شہر میں منزل کی جو پہاڑ پر واقع تھا چند اہل فوج کو اسیران اہل بیت کی حراست کیلئے زیر کوہ رہنے دیا اور اُن قیدیوں کو وہیں چھوڑ کے خود آرام کے خیال سے پہاڑ پر جا کے شہر میں مقیم ہوئے اور اپنی عیش وعشرت میں ایسے مصروف ہوئے کہ اُس دن آب و طعام اُن اسیروں کو کچھ بھی نہ دیا۔ دامنِ کوہ میں تمازت آفتاب سے سب پر پیاس نے غلبہ کیا خصوصاً وہ بی بی جو حاملہ تھیں اُن کا عجب عالم ہوا شدت تشنگی سے بہت نڈھال ہو گئیں۔ جناب زینب علیہا السلام اُن کا حال متغیر دیکھ کے نہایت مضطرب ہوئیں مگر کیا کر سکتی تھیں کوئی چارۂ کار نظر نہیں آیا۔ بنا براس روایت کے دختر فاطمہ علیہا السلام پر بعد شہادت اپنے بھائی کے کیا کیا مصیبتیں نہ گذر گئی تھیں کون کون سی تکلیف نہ اُٹھا چکی تھیں مگر اُس وقت تک کسی حال میں کبھی اعداء کسی حالت کو بیان نہ کیا تھا۔ اُس اضطراب میں ایسی مجبور ہو گئیں کہ فضہ سے فرمایا ان دشمنوں سے جا کے کہو اگر ہم سب کو آب وطعام نہیں دیتے ہیں تو اختیار ہے لیکن اس بی بی

کے واسطے اتنا پانی تو بھیج دیں کہ جان بچ جائے ایسا نہ ہو کہ حمل ساقط ہو جائے۔ فضہ اس سن ضعیفی میں فاقہ کی اُس حالت میں کہ ایک قدم چلنا پہاڑ تھا اپنی خوزادی کے حکم سے کسی طرح پہاڑ پر چڑھیں اور اہل فوج سے ساقی کوثر کی صاحبزادی کا پیام بیان کیا اُن بے رحموں میں سے پانی دینا کیسا کوئی متوجہ بھی نہ ہوا کیا کرتیں روتیں ہوئیں واپس پھر آئیں دختر فاطمہ علیہا السلام کا انتشار اور بھی زیادہ ہوا۔ پھر فضہ کو اہل شہر کے پاس بھیجا کہ شاید اُن میں کوئی رحم دل ہو اور عترت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ترس کھا کے تھوڑا پانی دے لیکن خاندان رسالت سے زمانہ ایسا پھر گیا تھا کہ اہل شہر سے بھی کسی نے پانی نہ دیا۔ اب جناب زینب علیہا السلام کیا کرتیں کہاں سے پانی لاتیں کیونکر پلاتیں آخر وہ بی بی جو حاملہ تھیں حرارت تشنگی سے سوزش دل کے بڑھنے سے تاب نہ لا سکیں غش کر گئیں۔ آہ آہ اُسی عالم غش میں جنین جو اُن کے شکم میں تھا ساقط ہو گیا اور بطن مادر سے گرتے ہی اپنے باپ کے پاس بہشت میں چلا گیا۔ اس صدمہ تازہ سے سارے اہلبیت علیہم السلام میں ایسا کہرام پڑا کہ وہ دامن کوہ صحرائے قیامت ہو گیا۔ حق تعالیٰ نے اُس شہر کو اور وہاں کے رہنے والوں کو آتش غضب سے اپنے جلا کے آتش جہنم میں پہنچایا اور چونکہ مظلوم کربلا علیہ السلام کا وہ صاحبزادہ اُس منزل پر شکم مادر سے ساقط ہوا۔ اسی وجہ سے اُس منزل کا نام منزل سقطیہ مشہور ہو گیا ہے۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○

مجلس نمبر 88

- آیت منافق قیافہ سے پہچانا جاتا ہے۔
- فضائل جناب امیر المومنین علیہ السلام۔
- ناصبی مسقطی کی حکایت۔
- سہل بن سعد سہروردی کی روایت۔

مجلس نمبر 88

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰہُ اَضْغَانَھُمْ ۵ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰکَھُمْ فَلَعَرَفْتَھُمْ بِسِیْمٰھُمْ ط وَلَتَعْرِفَنَّھُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ ط

خلاصہ معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ حق تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے سورۂ محمد ﷺ میں فرماتا ہے اے میرے حبیب ﷺ جن کے دلوں میں مرض نفاق ہے وہ سمجھتے ہیں کہ خدا ان کے کینہ ونفاق کو جو رسول ﷺ واہل ایمان سے رکھتے ہیں ظاہر نہ کرے گا۔

منافق قیافہ سے پہچانا جاتا ہے:۔

اگر ہم چاہیں تو بے شک تم کو دکھا دیں اُن لوگوں کو یعنی اُن میں علامت ونشانی پیدا کر دیں پس البتہ تم پہچان لو گے اُن کو اُن کے قیافہ سے اور ضرور تم پہچانو گے اُن کو اُن کے طرز کلام واسلوب سخن وخطائے گفتار سے۔" ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

لَحْنُ الْقَوْلِ بُغْضُھُمْ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ علیہ السلام

"یعنی خطائے گفتار منافقوں کی جس سے اُن کا نفاق ظاہر ہو جاتا ہے وہ علی بن ابی طالب علیہ السلام سے بغض وعداوت رکھنا ہے۔" اور سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

کُنَّا نَعْرِفُ الْمُنَافِقِیْنَ بِبُغْضِھِمْ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ

"کہ ہم لوگ زمانہ جناب رسول خدا ﷺ میں منافقوں کو امیر المومنین علیہ السلام

کے کینہ و بغض سے پہچان لیتے تھے۔'' اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

كُنَّا نَبْلُوْا اَوْلَادَنَا بِحُبِّ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبْ فَاِذَا رَاَيْنَا اَحَدَهُمْ لَا يُحِبُّهُ عَلِمْنَا اَنَّهُ لِغَيْرِ رِشْدٍ

''کہ ہم لوگ اپنے فرزندوں کا دوستی علی بن ابی طالب علیہ السلام سے امتحان کرتے تھے جس لڑکے کو دیکھتے تھے کہ وہ حضرت سے محبت نہیں رکھتا ہے سمجھ جاتے تھے کہ وہ حلال زادہ نہیں ہے۔''

ناصبی مسقطی کی حکایت:۔

حضرات! جو ایسے امام علیہ السلام لازم الطاعۃ سے منحرف و مخالف ہو بے شک وہ حرام زادہ ہے ہرگز مآل کار اُس کا اچھا نہ ہوگا۔ صاحب مظہر الاعجاز مُلّا خواجہ علی سے روایت کرتے ہیں خواجہ کہتے ہیں ایک دفعہ میں نے اصفہان سے ہندوستان کا سفر کیا اور بندر مسقط پہنچا دیکھا کہ وہاں کے لوگ مُتموّل و تاجر پیشہ ہیں چاروں خلفاء میں پہلے دونوں سے دوستی اور مابعد کے دونوں سے دشمنی رکھتے ہیں اور وہاں کے حاکم کو امام کہتے ہیں اور انہیں بے دینوں سے وہ شہر آباد ہے لیکن دو چار گھر اُن میں ایسے ہیں کہ اپنے آبائی دین کو ترک کر کے امامیہ ہو گئے ہیں۔ چنانچہ اُن کے رئیس سے کہ ایک مرد پیر و صالح تھا ملاقات کی چند دنوں کے بعد جب محبت ہوگئی اُس کے عقائد کو پوچھا اُس نے مجھے اپنا ہم طریق پا کے کہا اے برادر میں امامیہ مذہب رکھتا ہوں اور ان چند گھر والوں کی ہدایت بھی میرے ہی باعث سے ہوئی ہے۔ جناب مشکل کشا علیہ السلام کی مدد سے اِن بے دینوں میں بہت اچھی طرح بسر کرتا ہوں۔

در سایۂ حمایت شاہ ولایتم
مشغوف صد کرامت و چندیں عنایتم

میں نے پوچھا اس قدر مخالفوں میں بے تقیہ کیونکر رہتے ہو؟ وہ کہنے لگا میرا عجیب قصہ ہے میرا باپ بہت دولت مند اور یہاں کے سرداروں میں تھا اور گمراہوں کا بھی سرکردہ

تھا۔ ایک سال میں حج وزیارت کا مشتاق ہوا اور اُس سے اجازت چاہی اُس نے کہا ایک شرط سے اذن دیتا ہوں کہ جب تو رسول خدا ﷺ کے روضہ میں پہنچے تو میری طرف سے یہ عرض کرنا یارسول اللہ ﷺ آیا دنیا میں کوئی دوسرا شخص نہ تھا جو آپ نے فاطمہ علیہا السلام کا عقد علی علیہ السلام سے کر دیا۔ چونکہ میں حج وزیارت کا نہایت شائق تھا اُس کی شرط کو قبول کر کے جہاز پر سوار ہوا ایک مقام پر میرا جہاز ایسا طوفانی ہوا کہ غرق ہونے میں کچھ باقی نہ تھا۔ اہل جہاز میں کوئی یا مشکل کشا کوئی یا علی علیہ السلام مدد کہہ کے فریاد کرنے لگا بے اختیاری میں میرے منہ سے بھی یا علی مدد علیہ السلام نکل گیا اس نام کے لیتے ہی دل مضطر میں آرام آ گیا اور طوفان بھی موقوف ہو گیا۔ اس بلا سے نجات پا کے لوگوں نے شکر کا سجدہ کیا اور ہر شخص جدا جدا مشکل کشا علیہ السلام کی مدح وثنا کرنے لگا میں نے چونکہ کبھی ایسے تذکرے سُنے نہ تھے اپنے احباب سے حضرت کا احوال پوچھنا شروع کیا ہر اک نے دفتر دفتر فضائل ومناقب آپ کے بیان کیے۔ آخر میں سب نے بالاتفاق کہا کہ اے جوان آگاہ ہو کہ۔

تعریف علی علیہ السلام بگفتگو ممکن نیست
گنجائش بحر در سبو ممکن نیست
من ذات علی علیہ السلام بواجبی کے دانم
لیکن دانم کہ مثل او ممکن نیست

ان باتوں کے سننے سے میرے دل کا زنگ دُور ہوا اور اُس جناب کی محبت قلب میں پیدا ہوئی اور مذہب امامیہ اختیار کیا۔ الحاصل جدہ میں اُتر کے پہلے حج کیا وہاں سے مدینہ منورہ گیا اور پیغمبر خدا ﷺ کی زیارت سے مُشرّف ہوا مگر سوئے ادب سمجھ کے اپنے پدر بے دین کا پیغام کہہ نہ سکا۔ شب کو خواب میں دیکھا کہ حضرت رسالت ﷺ پناہ و جناب ولایت مآب علیہ السلام تشریف لائے ہیں اور مجھ سے فرماتے ہیں تو نے اپنے باپ کا پیام کیوں نہ کہا اُس میں کچھ حرج نہ تھا کہ خدا نے فرمایا ہے:

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغِ

خیراب ہمارے ساتھ آاور اپنے پدر مردود کے پیام کا جواب لے۔ الغرض مجھ کو ساتھ لے کے دونوں بزرگوار اُس حُجرہ میں پہنچے جہاں میرا باپ رہتا تھا دیکھا کہ وہ بدبخت سوتا ہے اُس وقت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا اے علی علیہ السلام اپنے دشمن کو قتل کرو کہ تمہارا دشمن خدا اور رسول ﷺ کا دشمن ہے۔ پس آپ نے ایک تکبیر کہی کہ سارا مکان ہل گیا اور خنجر نکال کے اُس کا سر جُدا کر دیا۔ سید المرسلین ﷺ نے فرمایا تیرے پدر شقی کا یہی جواب تھا بعد اس کے مکان کے باہر ایک سنگ کلاں تھا اُس کی طرف قاتل المشرکین جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے اشارہ کیا کہ دو پارہ ہو گیا اور وہ خنجر خون آلود اُسی پتھر کے اندر رکھ دیا پھر دونوں ٹکڑے باہم مل گئے اور دونوں بزرگوار میری نظروں سے غائب ہو گئے یہ خواب وحشت ناک دیکھتے ہی خوف سے چونک پڑا اور اپنے ساتھیوں سے بیان کیا اُن لوگوں نے ماہ و تاریخ و روز لکھ لیا۔ بہر کیف جب ہم لوگ مسقط میں پہنچے جہاز ہی پر چند شخصوں نے آکر مجھے خبر دی کہ تیرا باپ فرش خواب پر مارا گیا اور ایک شخص اس مواخذہ میں حاکم کے یہاں گرفتار ہے۔ میں نے حاکم کے پاس جا کے ساری کیفیت بیان کی اور وہ تاریخ و روز بھی مقابل ٹھہرا۔ اُس وقت حاکم نے سنگ تراش بلا کر اُس پتھر کو کٹوایا جب وہ ٹوٹا اسی طرح خنجر خون آلود لہو ٹپکتا ہوا نکلا یہ معجزہ دیکھتے ہی سارے شہر میں تہلکہ پڑ گیا اور وہ اسیر بھی چھوٹ کر شیعہ ہو گیا اور اُس خنجر کو امام مسقط نے اپنے خزانہ میں بطور تبرک رکھا۔ اُس کی حیات تک موجود تھا جب مر گیا خنجر خود بخود غائب ہو گیا اور میں نے اُسی مجلس میں حاکم مسقط سے کہا میں نے اور میری قوم نے اُس شہر کے لوگوں کے خلاف مذہب امامیہ اختیار کیا ہے۔ پس شاید کوئی ہم سے مزاحمت کرے تو بہتر ہے کہ آج ہی امام سے رخصت ہو کے اور ملک میں جا رہے ہیں۔ امام مسقط نے کہا یہ شہر بہت بڑا بندر ہے ہر ملک و ملت کے لوگ یہاں آتے ہیں کسی کو کسی سے تعرض کرنا نہ چاہئے ہر شخص اپنے دین و آئین پر بلا خوف و خطر قائم رہے اور ہم کو خاص کر کے آزادی کا پروانہ اپنے دستخط و مہر سے عطا کیا۔ اس لئے ہم لوگ یہاں بے تقیہ گذران کرتے ہیں۔

تمہید:۔

حضرات! اُس وقت جناب رسول خدا ﷺ کو ایک منافق کا حرف نامناسب کہنا پسند نہ آیا آخر جناب امیر علیہ السلام سے اُس کیلئے حکم قتل فرمایا لیکن اُمت کس قدر عزیز تھی کہ اُس کے لئے اپنے عزیزوں کا قتل ہو جانا بھی گوارا کیا۔ حسین علیہ السلام سے لاڈلے فرزند کی شہادت پر راضی ہو گئے۔ محضر پر مہر کر دی سید الشہداء علیہ السلام کا عزیزوں اور رفیقوں سمیت قتل ہو جانا، اہلبیت علیہم السلام کا اسیر ہونا جابجا در بدر پھرنا کوفہ و شام میں مدتوں قید رہنا ان سب مصیبتوں کو منظور کر لیا۔

آہ آہ اہل حرم پر مصیبتیں کیا کیا ہوئیں ایک روز میں
قیدی ہوئے خیمہ جلا قُتِلَ الْحُسَیْنُ بِکَرْبَلَاءَ
جو صاحب تطہیر تھیں اُن کا کوئی پرساں نہیں
بلوہ میں پھرتے ہیں برملا قُتِلَ الْحُسَیْنُ بِکَرْبَلَاءَ

سہل بن سعد سہروردی کی روایت:۔

سہل بن سعد سہروردی کہتے ہیں جب میں شام میں داخل ہوا دیکھا بازاروں میں گلیوں میں اس قدر لوگوں کا ہجوم ہے کہیں جگہ نہیں ملتی ہر شخص لباس ہائے پر تکلف پہنے ایک دوسرے سے مل کر مُبارکباد دیتا ہے۔ میں نے ایک مرد جلیل القدر سے کہ نام اُن کا سلیمان تھا پوچھا کیا آج کوئی عید ہے اہل شہر کیوں خوشیاں کر رہے ہیں؟ اُس نے میرا ہاتھ تھام لیا اور ایک گوشہ میں لے جا کر کہنے لگا شاید تو مسافر ہے آج عید کا دن تو نہیں مگر یہ لوگ قتلِ حسین علیہ السلام کی خوشی میں آج کے دن کو عید سے بڑھ کے جانتے ہیں۔ میں نے پوچھا کون حسین علیہ السلام مارا گیا ماں باپ اُس کے کون تھے؟ وہ بولا وہ ہی حسین علیہ السلام جس کا نام و نشان دنیا میں سب کے نام و نسب سے روشن تر، خدا کا لاڈلا، نبی ﷺ کا نواسہ علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام کا بیٹا شہید ہوا۔ یہ سنتے ہی مجھ میں طاقت باقی نہ رہی بے تاب ہو کر منہ پیٹنے لگا اور چیخ مار کر

رونے لگا اور وہ مرد سعید اتنا رُو دیا کہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا اسی اثنا میں امام حسین علیہ السلام کا سر بُریدہ نوک نیزہ پر دکھائی دیا اور اُس سے ایک نور مثل نور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساطع تھا دیکھتے ہی میں تڑپ گیا اور بے تاب ہو کر رونے لگا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ کچھ اُونٹ جن پر نہ محمل ہے نہ پردہ ہے نہ عماری ہے نہ کجاوہ ہے چلے آتے ہیں۔ اور اُن پر کچھ بچے کچھ بیبیاں سوار ہیں جن کے سروں پر نہ چادر ہے نہ برقع ہے نہ رومال ہے نہ مقنعہ ہے نہ پشت شتر پر کوئی فرش ہے کہ آرام سے بیٹھیں نہ دُھوپ میں کوئی سایہ ہے کہ آفتاب کی تمازت سے محفوظ رہیں کسی کے شانوں سے کسی کی کلائیوں سے کسی کے کانوں سے لہو بہتا ہے۔ بدنوں پر جو لباس بوسیدہ بھی ہیں کوئی دامن سے کوئی گریبان سے کوئی آستین سے پھٹا ہے سر سے پاؤں تک راہوں کی منزلوں کی، صحراؤں کی گرد میں اَٹے ہیں بیبیاں بالوں سے، لڑکیاں چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے مُنہ چھپائے ہیں کوئی چلا چلا کر کوئی چپکے چپکے روتی ہے۔ اُن میں ایک مخدومہ بھائیوں سے بھتیجوں سے کبھی جوانوں کا کبھی لڑکوں کا نام لے لے کر پکارتی ہے اور اس بے تابی سے بین کرتی ہے کہ سننے والوں کا کلیجہ مُنہ کو آتا ہے اور رُو رُو کر کہتی ہیں:

يَا قَاسِمُ يَا جَعْفَرُ يَا عَوْنَ

يَا عَبَّاسَ بْنَ اَبِيْ عَلِيٍّ وَ اَخِيْ

''آہ اے عون علیہ السلام و جعفر علیہ السلام، ہائے ایک رات کے بیاہے نامراد قاسم علیہ السلام بن الحسن علیہ السلام آہ آہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میرے پُر ارمان علی اکبر علیہ السلام، ہائے اے بابا کی نشانی جعفر ثانی عباس علیہ السلام بن علی علیہ السلام سب کے سب ہمیں پردیس میں چھوڑ کر کہاں چل بسے۔''

يَا طِفْلِيَ الْمَفْطُوْمَ قَبْلَ فِطَامِهٖ

مِنْ نَصْلِ سَهْمٍ ثَابِتٍ فِيْ لَبَّةٍ

''اے چھ مہینے کی جان علی اصغر علیہ السلام ابھی تو ماں نے دودھ بھی نہ بڑھایا تھا کہ موت کے نیند آ گئے حرملہ نے آب تیر سے تیرا دودھ بڑھایا۔''

نَفْسِیْ فِدَاۤئُكَ یَا حُسَیْنُ وَ لَیْتَنِیْ
جُرِّعْتُ دُوْنَكَ مِنْ كُئُوْسِ مَنِیَّتِیْ

''ہائے اے حسین علیہ السلام بہن آپ پر قربان ہو۔ کیوں بھائی آپ تو چلے گئے ہمیں آفتوں میں مصیبتوں میں رونے کو چھوڑ گئے کاش آپ زندہ رہتے اور مجھے موت آتی۔''

سہل کہتے ہیں میں قریب اُس اونٹ کے گیا اور کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ یَا اَهْلَ بَیْتِ النُّبُوَّةِ وَ مَعْدِنَ الرِّسَالَةِ

''سلام ہو تم پر اے اہلبیت علیہم السلام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' خدا اور معلوم ہوا کہ وہ معظمہ جناب ام کلثوم علیہا السلام ہیں۔

فَقَالَتْ مَنْ اَنْتَ اَیُّهَا الرَّجُلُ لَمْ یُسَلِّمْ عَلَیْنَا اَحَدٌ
غَیْرُكَ مُنْذُ قُتِلَ سَیِّدِیْ الْحُسَیْنُ علیہ السلام

''آپ نے فرمایا تو کون ہے جو اس حال خراب میں ہم مصیبت زدوں پر سلام کرتا ہے حالانکہ جب سے میرے بھائی حسین علیہ السلام شہید ہوئے سلام تو کیسا کوئی ظلم کے سوا رحم بھی نہیں کرتا۔'' عرض کی میں آپ کے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے سہل بن سعد ہوں۔ مومنین! قاعدہ ہے جب مصیبت میں کوئی اپنے دوست کو پاتا ہے تو جو ایذائیں اور تکلیفیں اُٹھائی ہیں بیان کرتا ہے۔ جناب ام کلثوم علیہا السلام سہل کا نام سنتے ہی زیادہ رونے لگیں فرمایا اے میرے نانا کے صحابی دیکھتے ہو اس اُمت نے ہماری کیا قدر شناسی کی۔ بھائی حسین علیہ السلام کو مع عزیز و انصار تین دن کا بھوکا پیاسا دریا کے کنارے گوسفند قربانی کی طرح ذبح کیا اور ہم کو بے وارث جان کر کنیزوں غلاموں کی طرح قید کر لیا۔ سروں سے چادریں چھین لیں، ہاتھوں میں گردنوں میں رسیاں باندھ کر شتران بے کجاوہ پر جنگلوں میں شہروں

میں جہاں جہاں جی چاہتا ہے لئے پھرتے ہیں اور سب سے زیادہ سخت مصیبت یہ ہے کہ جہاں ہم جاتے ہیں وہاں کے لوگ ہمارا تماشا دیکھنے کو جمع ہوتے ہیں۔ اگر تجھ سے ممکن ہو تو جو شہداء علیہم السلام کے سر لئے کھڑے ہیں اُن نیزہ داروں کو ہمارے سامنے سے دُور کر دے کہ یہ اہل شہر اُن سروں کے دیکھنے میں مصروف ہوں اور نامحرموں کی نظروں سے ہم محفوظ رہیں۔
یہ سُن کر میں بہت رویا اور دو سو دینار دے کر اُن ملعونوں کو آگے بڑھا دیا پھر عرض کی اے دُختر رسول ﷺ اور جو کام میرے لائق ہو ارشاد کیجئے۔ فرمایا اب تجھ سے دو حاجتیں ہیں ایک تو یہ کہ جب مدینہ میں ہمارے نانا کے روضہ پر پہنچنا تو بعد سلام کے خبر کر دینا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں کہ آپ کی نواسیاں ننگے سر شتران بے کجاوہ پر بلوائے عام میں پھرائی جاتی ہیں۔ دوسری غرض یہ ہے کہ اگر تیرے پاس کچھ چادریں ضرورت سے زیادہ ہوں تو لا دے کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی بیٹیاں اپنے چہروں کو چھپائیں راوی کہتا ہے جب سُہل چادریں لائے تو ہر بی بی ہاتھ بڑھا کر چاہتی تھی پہلے میں لے کر اپنا مُنہ چُھپاؤں۔

أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

مجلس نمبر 89

- آیت اہل دوزخ بدشکل ہو جائیں گے۔
- حکایت عبداللہ و آیت دیگر جہنم کے سات دروازے ہیں۔
- ایک ضعیفہ کی حکایت۔
- بیماروں کا برکت عزائے امامؑ سے شفا پانا۔
- ایک عورت کا مجلس عزا میں ہنسنا۔
- شیریں کی روایت۔

مجلس نمبر 89

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَ هُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ○

''پروردگار عالم سورۃ المومنون میں اہل جہنم کے بارے میں فرماتا ہے دوزخ کی آگ ان کے چہروں کو ایسا جلائے گی کہ وہ لوگ بدشکل وزشت رو ہو جائیں گے۔''

عبداللہ کی حکایت:۔

مالک دینار سے منقول ہے کہ عبداللہ جس کا لقب غلام تھا ابتدائے عمر میں نہایت فاسق وفاجر تھا۔ ایک روز بازار میں چلا جاتا تھا دیکھا ایک شخص نے کلہ گوسفند تنور سے نکالا کہ پوست کے جلنے سے اُس کے لب کھنچ گئے تھے اور دانت نکل آئے تھے۔ اُس وقت اُسے اہل جہنم کی صورت یاد آ گئی کہ اُن کے چہرے بھی جل کر اسی طرح بدنما ہو جائیں گے۔ ایک نعرہ مارا اور تین شبانہ روز تک بے ہوش پڑا رہا جب ہوش میں آیا اپنے گناہوں سے توبہ کی اور بڑا عابد وزاہد ہو گیا۔ مومنین! ہم لوگوں کو چاہیے کہ جس وقت کوئی آیت وعید یعنی آیت عذاب قرآن میں پڑھیں یا دوسرے کو پڑھتے سنیں تو اُس وقت خود خدا سے ڈر جائیں اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور آئندہ ایسے اعمال صالحہ بجالائیں کہ جس کے سبب سے حق تعالیٰ خوشنود ہو اور ہم کو بخش دے۔

وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○
لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ○

''اور حق تعالیٰ سورۂ حجر میں ارشاد فرماتا ہے اے ابلیس بدرستیکہ تیرے کُل تابعین کی وعدہ گاہ جہنم ہے جس میں سات دروازے ہیں اور ہر دروازہ ایک فرقہ کے واسطے معین ہے۔''

حکایت ضعیفہ:۔

صاحب تفسیر منہج الصادقین لکھتے ہیں ایک روز جناب رسولِ خدا ﷺ مسجد میں تنہا نماز پڑھ رہے تھے۔ حسب اتفاق ایک زن اعرابی اُدھر سے گذری اور حضرت کو نماز پڑھتے دیکھ کر اُس نے اقتدا کی اور آپ کو اُس کی خبر نہ تھی بعد سورۂ فاتحہ کے آپ نے اسی سورۂ حجر کو پڑھنا شروع کیا جب اس آیت پر پہنچے۔ اُس عورت نے ایک نعرہ مارا اور بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ حضرت نماز سے جو فارغ ہوئے اُس زن اعرابی کو غش میں پڑا دیکھا مُنہ پر پانی چھڑکوایا جب وہ ہوش میں آئی پوچھا کس وجہ سے تجھے غش آگیا تھا؟ اُس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ کو نماز پڑھتے دیکھ کر میں نے بھی اقتدا کی تھی مگر جب آپ اس آیت پر پہنچے:

آیت جہنم کے سات دروازے ہیں:۔

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ۝

میں بے تاب ہو کر غش کر گئی یہ کہہ کے فریاد کرنے لگی اے وائے مصیبت ایک ایک عضو میرا جہنم کے ساتوں دروازوں پر منقسم ہوگا۔ حضرت ﷺ نے فرمایا ایسا نہیں ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ ہر فرقہ کو بقدر کردار اُس کے جہنم کے دروازوں سے ایک در پر عذاب کریں گے۔ اُس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں ایک مسکینہ ہوں بجز سات غلاموں کے مال دنیا سے کچھ نہیں رکھتی میں آپ کو گواہ کرتی ہوں کہ اُن ساتوں غلاموں کو راہِ خدا میں آزاد کرتی ہوں تاکہ حق سبحانہ وتعالیٰ مجھے جہنم کے ساتوں دروازوں کے عذاب سے نجات

دے۔ فوراً جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس زن عربیہ کو آپ بشارت دیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے ساتوں طبقات جہنم کو اس پر حرام کیا اور درہائے بہشت اس کیلئے کھول دیئے ہیں۔

تمہید:۔

حضرات! اس ضعیفہ سے تو ایک عمل صالح بھی واقع ہوا جس سے سات بندے قید غلامی سے آزاد ہو گئے اور خود وہ عورت زندان جہنم سے رہا ہو گئی۔ ہمارے پاس تو کوئی عمل خیر سوائے اعمال قبیح کے نہیں ہے۔ وہ ایک مرتبہ خوفِ عذاب سے روئی جس کے سبب سے بشارت جنت سے کامیاب ہوئی۔ ہم کو اس طرح حرص و ہوائے دنیا نے گھیر لیا ہے کہ بالکل عذاب الٰہی سے بے پرواہ ہو رہے ہیں اور جو حضرات اُس عذاب سے ہم کو انشاءاللہ بچائیں گے اُن کی محبت میں بھی سرگرم نہیں رہتے ہیں اور محبت میں سرگرم رہنا کیا ہے کہ اُن کے مصائب و آلام پر جو ہمارے واسطے اُن حضرات نے اُٹھائے ہیں رات و دن گریاں و نالاں رہیں کہ یہ گریہ و نالہ ثواب آخرت اور حفاظت عذاب کے علاوہ دنیا میں بھی ہمارے شدائد واسقام کو دفع کرتا ہے کل سختیاں سب بیماریاں دُور ہو جاتی ہیں۔

بیماروں کا برکت عزائے امامؑ سے شفا پانا:۔

چنانچہ کتاب بحر البکا میں مرقوم ہے کہ ایک شخص مسیحائے دین و دنیا خدمت باسعادت بیمار کربلا میں حاضر ہوا اور عرض کی یا ابن رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں کئی بیمار ہیں ہر چند دوا کرتا ہوں کچھ تخفیف بھی نہیں ہوتی نہایت پریشان اور اُن کی زندگی سے مایوس ہوں۔ حضرت نے فرمایا میرے پدر بزرگوار امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کیوں نہیں کرتا کہ اُس مظلوم پر رونا ہر درد و مرض کے واسطے باعث شفا ہے۔ وہ مومن اپنے گھر گیا اور مجلس عزا برپا کی لوگ جمع ہوئے مصائب امام علیہ السلام پر خوب روئے۔ صاحب خانہ کہتا ہے حاضرین مجلس میں اُن بیماروں کے علاوہ ایک نابینا بھی تھا بعد فراغت جب میں فرش خواب پر گیا

عالم رویا میں اُسی مرد نابینا کو دیکھا کہ آنکھیں روشن ہیں۔ اُس نے مجھے پہچان کے سلام کیا میں نے پوچھا تیری آنکھوں میں کیونکر نور آ گیا کہنے لگا اے بانی عزائے حسین علیہ السلام میرا عجب واقعہ ہے میں نے خواب میں دیکھا گویا اُسی مجلس میں بیٹھا ہوں۔ ناگاہ ایک بزرگوار سبز پوش ایک معظمہ علیہا السلام سیاہ پوش کا ہاتھ پکڑے ہوئے تشریف لائے۔ پھر اُس ماتمی لباس بی بی نے اُن سے کہا آپ میرے حسین علیہ السلام کے رونے والوں کے واسطے دعا کریں کہ جو جو بیمار ہیں شفا پائیں۔ اُس مرد مقدس نے دُعا کی اور اُس مخدمہ نے آمین کہی دفعتہً ایک نور نے ہم سب کو احاطہ کر لیا اور سب بیماروں نے شفا پائی۔ میری آنکھیں بھی روشن ہو گئیں اُس بی بی نے کہا ہر چند اس مرد نابینا کی آنکھوں میں نور آ گیا۔ مگر ان عزاداروں میں نہ تھا اُس بزرگ نے فرمایا میں نے سب کیلئے دعا کی شرم آئی کہ یہ اسی مجلس میں بیٹھا ہوا اور اس کے لئے دعا نہ کروں۔ اُس وقت میں اُس بزرگوار کے قدموں پر گر پڑا اور بُوسے دے کر عرض کی آپ کون برگزیدۂ خدا ہیں اور یہ بی بی کون ہے؟ فرمایا تو جس حسین علیہ السلام کی مجلس میں شریک ہے میں اُسی مظلوم کا پدر غمدیدہ علی بن ابی طالب علیہ السلام ہوں اور یہ اُسی بے کس کی مادر آفت رسیدہ فاطمہ زہرا علیہا السلام ہے۔

ایک عورت کا مجلس عزا میں ہنسنا:-

صاحب مظہر الاعجاز نے محمد عسکری بن مُلّا حسن سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میری والدہ پہلے اپنے آبائی دین پر تھیں اُس کے بعد طریقہ جعفری اختیار کیا اور اہلبیت علیہم السلام کی محبت اُن کے دل میں اس قدر پیدا ہوئی کہ ہر وقت آئمہ اثنا عشر کا نام ورد زبان رہتا تھا۔ آخر مخالفت مذہب کی وجہ سے اپنی قوم وقبیلہ سے ملنا چھوڑ دیا۔ ایک دن میں نے تبدیل ملت کا سبب پوچھا اُنہوں نے بیان کیا ایک بار عشرۂ محرم میں اپنے محلہ کی عورتوں کے ساتھ تعزیہ خانوں میں جانے کا اتفاق ہوا۔ ایک عزاخانہ میں دیکھا کہ لوگ ماتم کر رہے ہیں کبھی ہائے حسین علیہ السلام کبھی وائے حسین علیہ السلام کہہ کہہ کے سر وسینہ پیٹ رہے ہیں۔ اُن

کو اس حالت وجد میں دیکھ کے میں برائے بداعتقادی خوب قہقہہ مار کر اُسی عالم خندہ میں ایسی بے ہوشی ہوگئی کہ مطلق اپنی خبر نہ رہی۔ یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ مجھے کون لوگ کس ترکیب سے کب اُٹھالائے۔ اُسی بدحواسی میں کیا دیکھتی ہوں کہ کئی اشخاص قوی ہیکل مُہیب شکل پیدا ہوئے کسی نے میرا بازو کسی نے گریبان پکڑا اور کھینچتے ہوئے ایک تعزیہ خانہ میں لے گئے۔ اُس عزاخانہ کے پہلو میں ایک مسجد تھی کہ اُس کے دروازے پر نہایت پُر تکلف پردہ پڑا تھا اُس پردہ کے اندر سے آواز آئی یہ کیا بے حیائی اور قساوت قلبی ہے کہ جس وقت میں تمام جن وانس وملائکہ ارض سما روتے ہیں تو قہقہہ مار کر ہنستی ہے۔ ہاں اسے لے جاؤ اگر اپنے عقیدہ فاسدہ اور حرکت بے ادبانہ سے توبہ نہ کرے تو جہنم میں ڈال دو۔ پھر وہی لوگ لپٹ گئے اور مجھے کوہِ ماران کی طرف لے چلے ہنوز وہ پہاڑ دُور تھا کہ میں اُس کی گرمی وحرارت سے جلنے لگی۔ تب تو غل مچا کے توبہ واستغفار کرنے لگی اور اُن مُوکلانِ عذاب سے گڑگڑا کر کہا ایک مرتبہ پھر مجھے اُسی پردہ کے پاس لے چلو اور شفاعت کرو کہ میری تقصیر معاف ہو۔ اُنہوں نے کہا او بدبخت تو جانتی بھی ہے کہ اُس پردہ کے اندر کون خاتونِ معظمہ ہیں؟ اور غافل وہ خاتونِ جنتؑ پیغمبر ﷺ کی صاحبزادی، حسین علیہ السلام کی والدہ جناب سیدہ علیہا السلام ہیں۔ حضرت ﷺ کا اسم پاک سنتے ہی میں نے بہت منت وسماجت اور الحاح وزاری کے ساتھ اُن سے کہا کہ اب میں توبہ نصوح کرتی ہوں اور عقیدہ باطلہ سے بے زار ہو کے حضرت کی کنیزی میں در آتی ہوں۔ اُنہیں کا واسطہ ایک دفعہ پھر مجھ کو اُن کے پاس لے چلو تا کہ میں ہدایت پاؤں۔ الحاصل مجھے پھر وہاں لے گئے اور احوال عرض کیا پردہ کے اندر سے آواز آئی فی الحقیقت یہ دل سے تائب ہوئی ہے اسے لے جا کر اس کا ظاہر و باطن دُھو کے پاک کرلاؤ۔ پھر وہ لوگ مجھے ایک چشمہ پر لے گئے اور غسل دینے کے بعد میرا شکم چاک کر کے دل وجگر کو دھویا اس کے بعد مجھ کو پھر اُس مسجد کے دروازے پر پہنچایا۔ اس دفعہ حکم ہوا کہ اب اسے چھوڑ دو اُس وقت میں نے فریاد والتجا کی اے مخدومہ کونین جب اس لونڈی کو آپ نے کنیزی میں سرفراز کیا ہے تو اب یہ آرزو ہے کہ اپنی زیارت سے بھی بہرہ

یاب فرمایئے۔ حکم ہوا آنے دو پس میں اندر جا کے حضرت کی زیارت سے ممتاز و کامیاب ہوئی۔ مجھ سے بکمال شفقت فرمایا کہ اس سعادت کا حاصل ہونا روز قیامت پر بہشت میں موقوف تھا مگر تیری خاطر ایسی ہی عزیز تھی کہ یہ دولت تجھ کو یہیں عنایت ہوگئی۔ غرض اس نعمت عظمیٰ سے مشرف ہونے کی مجھے وہ خوشی ہوئی کہ فرط انبساط سے جاگ اُٹھی دیکھا کہ اپنی گھر کی عورتیں اور محلہ کی وہ بیبیاں جن کے ساتھ میں عزاخانہ گئی تھی مجھے گھیرے ہوئے پریشان بیٹھی ہیں کوئی علاج کی فکر میں ہے' کوئی دعا پڑھتی ہے۔ میں نے اُن سب کو تسلی دی اور اُسی روز سے میں اس مذہب پر ہوں۔

تمہید:۔

مومنین! یہ عورت امام حسین علیہ السلام کے مصائب سُن کر ایک دفعہ ہنسی تھی کس قدر جناب سیدہ علیہا السلام اُس سے ناراض ہوئیں آخر بغیر توبہ نجات نہ ہوئی۔ خیال کیجئے وہ معصومہ علیہا السلام کس درجہ آزردہ ہوں گی اُن لوگوں سے جنہوں نے اُنہیں حسین علیہ السلام کو خود اُن مصیبتوں میں مبتلا کیا اور اہلبیت علیہم السلام کو بے وارثی کے غم میں عمر بھر رُلایا اور جب اُن مصیبت زدوں کو روتے دیکھتے تھے خوش ہو ہو کے ہنستے تھے۔ کیوں اے فلک کج رفتار تجھے یہی مناسب تھا۔

تعب میں آل ہاشم چین میں آل اُمیہ ہیں
وہ غمگین ہیں یہ شاداں ہیں وہ روتے ہیں یہ ہنستے ہیں

روایت شیریں:۔

حضرات! اگر تصور کیجئے تو اس چرخ سفلہ پرور نے خاصانِ خدا کو ہمیشہ محزون و مغموم رکھا یہاں تک کہ اُن کی کنیزوں کا بھی خوش و مسرور ہونا گوارا نہ کیا۔ صاحب محیط العزا لکھتے ہیں کہ کنیزانِ جناب شہر بانو میں ایک کنیز شیریں نام نہایت خوش چشم و شیریں سخن تھی۔ ایک روز امام حسین علیہ السلام نے از روئے مطائبہ اُس کی آنکھوں کی تعریف کی جناب شہر بانو

نے سمجھا کہ شاید حضرت کی مدنظر ہوئی۔ اُسی وقت شیریں کو لباس ہائے فاخرہ میں آراستہ و زیور ہائے مرصع سے پیراستہ کر کے امام علیہ السلام مقام عالی کے لا کر نذر دی۔ حضرت نے اُس کو راہِ خدا میں آزاد کر دیا بعد چند روز کے زریر عسقلانی کے ساتھ اُس کا عقد کر دیا جب وہ خدمت فیض درجت سے رخصت ہونے لگی تو رو کر عرض کی اے آقا پھر بھی کبھی مجھ کو ان قدموں کی زیارت نصیب ہوگی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا البتہ میں ایک روز مع اہل و عیال تیرے گھر آ کر مہمان ہوں گا اور یہ وعدہ میرا سر کے ساتھ ہے۔ یہ فرما کر آپ خاموش ہو گئے اور سر مخفی سے اس کلام کے آگاہ نہ کیا۔ تا آنکہ شیریں اپنے شوہر کے گھر گئی اور ایک پہاڑ پر کہ نام اُس کا معمورہ تھا مقیم ہوئی اور اُس روز سے برابر امام علیہ السلام کے ایفائے وعدہ کی منتظر رہی تھی۔ اب مومنین کہ حضرت نے اپنے وعدہ کو شیریں سے کیونکر وفا کیا جب فوج شام شہادت امام علیہ السلام کے بعد تاراجی خیام سے فارغ ہوئی تو سر ہائے شہداء کو نیزوں پر چڑھا کر اور اہلبیت اطہار کو رسن بستہ ناقہ ہائے بے عماری پر سوار کر کے منزل بمنزل مقام کرتے ہوئے حکومت یزید کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ جبل معمورہ جس کی بلندی پر شیریں کا مسکن تھا ایک روز اُسی پہاڑ کے نیچے اُس لشکر شقاوت اثر نے مقام کیا۔ اُسی شب کو شیریں نے عالم رویا میں دیکھا کہ حضرت علیہ السلام حسب اقرار مع اہلبیت اطہار علیہم السلام میرے گھر تشریف لائے ہیں۔ مسرت سے بیدار ہوگئی اور شوہر کو جگا کر کہنے لگی میں نے ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ فرزند مخبر صادق علیہ السلام نے اپنے وعدہ کو وفا کیا ہے جلد اُٹھ اور زیر کوہ جا کر دیکھ کہ حضرت کس طرف تشریف رکھتے ہیں۔ زریر فوراً اُس پہاڑ سے نیچے اُترا اور ابھی کچھ خبر نہ پائی تھی کہ شیریں خود بھی شوق میں بے تاب ہو کے زیر کوہ اُتر آئی دیکھا کہ ایک طرف لشکر گراں اور فوج بے کراں ہے اور ایک طرف نیزوں پر کچھ سر مقتولوں کے علَم ہیں اور چند بیبیاں بالوں سے مُنہ چھپائے سروں کو جھکائے بستر خاک پر بیٹھی آہ و زاری میں مصروف ہیں اور ایک بیماری طوق و زنجیر میں گرفتار فرش بیمار پر بے ہوش پڑا ہے۔ یہ دیکھ کر خود بخود شیریں کی زندگی تلخ ہوگئی اور کلیجہ مُنہ کو آنے لگا قریب ایک بی بی کے جا کر پوچھنے لگی

اَنْتُنَّ مِنْ اَیِّ الْاُسَارٰی

''اے گرفتارانِ مصیبت تم لوگ کس شہر و دیار کے رہنے والے ہو اور کس جگہ اور کس وجہ سے اس بلا میں مبتلا ہوئے ہو؟'' اُس بی بی نے رُو کر کہا اب تو ہمارا وطن غریب الوطنی ہے کسی زمانہ میں مدینہ رسول ﷺ محلہ بنی ہاشم میں رہتے تھے۔ شیریں نے پوچھا آپ میرے آقائے کونین امام حسین علیہ السلام اور شاہزادیاں جناب زینب علیہا السلام و ام کلثوم علیہا السلام اور شہر بانو علیہا السلام سے بھی کچھ خبر رکھتی ہیں۔ یہ سنتے ہی اُس معظمہ علیہا السلام نے اپنے چہرے سے بالوں کو ہٹا دیا اور گردن اُٹھا کر شیریں کو دیکھا اور بے اختیار فرمایا:

وَ اُحُسَیْنَاہُ وَا اَخَاہُ

بلند کر کے کہنے لگیں اے شیریں اب انقلاب زمانہ سے ہماری یہ نوبت پہنچی کہ تو نے بھی ہمیں نہ پہچانا۔

اَنَا زَیْنَبُ علیہا السلام بِنْتُ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ هٰذِهٖ اُمُّ کُلْثُوْمِ علیہا السلام وَ هٰذَا رَاْسُ اَخِی الْحُسَیْنِ علیہ السلام

''اے شیریں میں ہی زینب علیہا السلام ستم دیدہ و آفت رسیدہ ہوں اور یہ میری بہن ام کلثوم علیہا السلام ہے اور تیرے سامنے اس نیزہ طویل پر تیرے آقا میرے بھائی حسین علیہ السلام کا سر بریدہ ہے۔'' اے شیریں ہم لوگ دشتِ کربلا میں اپنے ماں جائے کو کھو کر لشکر اعداء میں مقید ہو کر آئے ہیں اور معلوم نہیں کہ اب اس کے بعد یہ اعدائے دین کیا کیا ظلم و ستم کریں گے۔ یہ سنتے ہی شیریں نے اپنے سر سے چادر پھینک دی اور بال سر کے چہرہ پر بکھرا دیے اور دونوں ہاتھوں سے سر و سینہ پیٹنے لگی اور وَا سَیِّدَاہُ وَا حُسَیْنَاہُ

کہتی ہوئی اُس نیزہ کے نیچے گئی جس کی نوک پر امام علیہ السلام کا سر تھا اور اس قدر نوحہ و ماتم کیا کہ غش کر گئی بعض ذاکروں سے سُنا ہے کہ وہ عاشق امام علیہ السلام اُسی مقام پر مر گئی۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

مجلس نمبر 90

- آیت جزائے ابرار میں۔
- حکایت اصحاب اخدود میں۔
- روایات عبداللہ بن قیس انصاری۔

مجلس نمبر 90

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ۙ عَلَی الْاَرَائِکِ یَنْظُرُوْنَ ۙ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْھِھِمْ نَضْرَۃَ النَّعِیْمِ ۚ

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۃ التطفیف میں ارشاد فرماتا ہے بدرستیکہ نیکوکار لوگ نعمت وآرام میں تخت ہائے بہشت پر بیٹھے ہر طرف اُن چیزوں کو دیکھتے ہیں جس سے وہ خوش و شادمان ہوں اور کامیابی نعمت سے جو تازگی و بشاشت اُنہیں حاصل ہوگی دیکھتے ہی چہرہ سے معلوم ہوجائے گی۔'' حضرات! نیک وکار ہونا اور خدا پر ایمان لانا ایسا ہی امر ہے کہ آخرت میں آتش جہنم سے محفوظ رہ کے انسان جنت میں پہنچ جاتا ہے بلکہ بعض مومنین کے حالات سے ثابت ہوتا ہے کہ اپنے ایمان کی وجہ سے دنیا میں بھی دشمنوں کے آتش ظلم سے محفوظ رہے اور اُن کے عوض میں اُن کے دشمن ہی عذاب دنیا وآخرت میں مبتلا ہوئے ہیں۔

روایت اصحاب اخدود:۔

چنانچہ اصحاب اخدود کے زمانہ میں ایسا واقعہ گذرا جس کی طرف حق تعالیٰ اشارہ فرماتا ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۙ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۙ

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ بروج میں ارشاد فرماتا ہے ہلاک وملعون ہوئے اہل

خندق اور اصحاب اُس آگ کے جو شعلہ ور تھی۔'' صاحب تفسیر منہج الصادقین لکھتے ہیں کہ پانچ لڑکوں نے زمانہ طفولیت میں کلام کیا ہے ایک وہ لڑکا جس نے جناب یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی پر گواہی دی تھی۔ دوسرا بچہ دختر فرعون کی مشاطہ کا تیسرا وہ طفل جس نے جریج کی براءت کی شہادت دی تھی۔ چوتھے جناب عیسیٰ علیہ السلام ہیں بعضوں نے جناب یحییٰ علیہ السلام کو بھی لکھا ہے کہ آپ نے بھی بچپن میں بات کی ہے۔ پانچواں وہ لڑکا جس کو اُس کی ماں کے ساتھ اصحاب اخدود نے آگ میں ڈال دیا تھا۔ قصہ اصحاب اخدود کا منہج الصادقین میں یوں لکھا ہے کہ یہ کفار کی جماعت ذوانواس یمنی کے متابعین سے تھے اور ایک شخص ساحر زبردست جو فن کہانت وشعبدہ بازی میں بھی کمال رکھتا تھا اُس کا مدار المہام تھا۔ جب وہ ساحر بوڑھا ہوا اور اکثر بیمار رہنے لگا تو ایک روز اُس نے ذونواس سے کہا اب میری موت کا زمانہ قریب آپہنچا ہے چاہتا ہوں کچھ لوگ عاقل وتیز فہم میرے حوالہ ہوں کہ میں اپنا علم اُن کو تعلیم کروں تا کہ میرے بعد تیری سلطنت میں کسی طرح کا رخنہ وفساد نہ پڑے۔ بادشاہ نے ایک لڑکا جو نہایت ذہین وزیرک تھا اُس کے سپرد کیا وہ ساحر اُسے فن سحر تعلیم کرنے لگا۔ منقول ہے جس راہ سے لڑکا ساحر کے گھر جاتا تھا اُس راہ میں ایک راہب کی عبادت گاہ تھی کبھی کبھی وہ طفل اُس معبد میں بھی جایا کرتا تھا اور راہب کے وعظ سنتا تھا۔ آخر اُس کا شعار وطریقہ پسند کر کے خدا پرست ہوگیا۔ اب جانے کے وقت اور پھرنے کے وقت صبح وشام راہب کے پاس تھوڑی دیر بیٹھ کے علم دین سیکھنے لگا۔ دونوں وقت وہاں جانے کے سبب سے ساحر کے یہاں پہنچنے میں اور اپنے گھر آنے میں توقف ہونے لگا اس وجہ سے دونوں جگہ کی خفگی سنتا تھا مار کھاتا تھا۔ اُس طفل نے جب راہب سے اپنی حقیقت بیان کی اُس نے کہا ساحر سے یہ حیلہ کرنا کہ گھر والے مجھ کو سویرے مکان سے نکلنے نہیں دیتے ہیں اور گھر والوں سے یہ بیان کرنا کہ اُستاد جلد فرصت نہیں دیتا ہے۔ حسب اتفاق ایک روز وہ جوان راہب کے یہاں سے گھر آتا تھا کہ اُس نے سُنا ایک اژدہا سد راہ ہے آدمی کا چلنا موقوف ہوگیا ہے سب حیران ہیں کسی سے کوئی تدبیر بن نہیں آتی۔ اس نے اپنے دل میں سوچا کہ راہب کی

حقیقت اور ساحر کا بطلان معلوم کرنے کا یہی موقع ہے خیال کر کے ایک پتھر اُٹھا لیا اور یہ کہہ کے اژدہے کی طرف پھینکا:

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ الرَّاهِبُ اَحَبَّ اِلَيْكَ مِنَ السَّاحِرِ فَاقْتُلْهَا

''اے خدایا اگر راہب تیرے نزدیک ساحر سے زیادہ دوست ہے تو اس اژدہے کو ہلاک کر۔'' قدرتِ خدا سے وہ پتھر ایسا لگا کہ اژدہا فوراً مر گیا اور بروایت اسم اعظم پڑھ کے اژدہے کی پیٹھ پر ہاتھ رکھا اور کہا لوگوں کی راہ چھوڑ دے۔ فوراً وہ سانپ وہاں سے چلا گیا اور ایک دفعہ اسی طرح ایک شیر راہ پر بیٹھا تھا اُس کے کان میں کچھ کہا کہ وہ شیر وہاں سے جُدا ہو گیا۔ الغرض یہ جوان ایسا مستجاب الدعوات ہو گیا کہ اکثر مریض اور اہل حاجت اُس کے پاس آنے اور اُس کی دعا سے شفا پانے اور اپنی مراد دلی کو پہنچنے لگے۔ جب یہ خبر راہب کو معلوم ہوئی اُس نے کہا تو ایک بلائے سخت میں مبتلا ہو گا اُس وقت صبر کرنا اور مجھ کو دشمنوں کے ہاتھ میں نہ دینا۔ اتفاقاً بادشاہ کا ایک دربان اندھا ہو گیا جب اس جوان کے پاس آیا اس نے کہا اگر تو میرے راز کو مخفی رکھے اور ایمان اختیار کرے تو البتہ میں دعا کروں گا۔ اُس نے قبول کیا اور اُس کی دعا سے بینا ہو گیا جب ذونواس نے اُس کی آنکھیں روشن دیکھیں پوچھنے لگا تو نے شفا کیونکر پائی اُس نے کہا حق تعالیٰ نے مجھے صحت دی۔ اُس بے دین نے پوچھا مجھے کہتا ہے وہ بولا نہیں ذونواس نے کہا کیا میرے سوا دوسرا بھی خدا ہے۔ اُس نے جواب دیا:

اَللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبِّيْ رَبُّكَ وَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ

''خدا وہ ہے جو میرا اور تیرا اور ہر شے کا خالق اور پروردگار ہے۔'' سلطان نے فکر کی راہ سے کہا جس نے تم کو یہ دین تلقین کیا ہے اُس کا نام مجھے بتا دے تا کہ میں بھی دین اسلام حاصل کروں۔ حاجب نے جوش ایمان میں جوان کا قصہ من وعن کہہ دیا۔ المختصر ذونواس نے اُس جوان کو بلایا اور پہلے دین حق سے منحرف ہونے کا اس سے خواہاں ہوا جب

اُس جوان نے نہ مانا تب پوچھا تم کو یہ دین کس نے بتایا ہے اُس نے نام بتانے سے بھی انکار کیا۔ آخرالامر ذونواس نے اتنی ایذا دی کہ اس نے راہب کا نام بتادیا راہب کو بادشاہ نے قتل کیا اور جوان کے ڈوبو دینے کا حکم دیا جب لوگ اُس کو دریا پر لے گئے اس نے دعا کی خداوندا ان لوگوں کے شر سے مجھے بچالے۔ فوراً کشتی اُلٹ گئی سب غرق ہو گئے فقط یہ جوان بچ گیا۔ دوبارہ بادشاہ نے حکم کیا اسے پہاڑ پر لے جا کے نیچے گرادو وہاں بھی دعا کی برکت سے محفوظ رہا اور بادشاہ کے لوگ ہلاک ہوئے اسی طرح ایک دفعہ آگ میں ڈالا ایک مرتبہ درخت میں لٹکا کے تیر باران کیا ہر جگہ خدا نے اس کی حفاظت کی۔ آخر اسی جوان کی تعلیم سے بسم اللہ کہہ کے جو تیر مارا وہ جوان شہید ہو گیا حضار مجلس اُسی وقت خدا پر ایمان لائے الغرض ذونواس نے برہم ہو کے یہ حکم دیا کہ شاہراہوں پر کھائی کھدوا کے اُس میں آگ روشن کریں اور جو خدا پرست ہو اُسے آگ میں ڈال دیں۔ غرض کہ اُس کے لوگوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ ایک عورت مومنہ کو جس کی گود میں تین مہینہ کا لڑکا تھا خندق پر لائے۔ وہ مومنہ بچے کی محبت سے آگ دیکھ کے بھاگنے لگی۔ اُس وقت قدرتِ خدا سے وہ طفل سہ ماہہ بول اُٹھا:

یَا اُمِّیْ اُدْخُلِیْ وَاصْبِرِیْ وَانْظُرِیْ وَلَا تُبَالِیْ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا○

''اے مادر گرامی آگ میں کود پڑو اور اس بلا پر صبر کرو اور قدرت خدا کا تماشا دیکھو اور کچھ اندیشہ و تردد نہ کرو اس لئے کہ بتحقیق تمہارے جلانے والے کے واسطے خدا نے آتش جہنم کو جو دنیا کی آگ سے کہیں زیادہ سوزاں ہے مہیا کیا ہے۔'' یہ سنتے ہی وہ عورت لڑکا لئے آگ میں کود پڑی۔ لکھا ہے اس عورت کے گرتے ہی ہوا نے حکم خدا سے آگ کو اُس کھائی میں سے ایسا اڑایا اور منتشر کیا کہ بادشاہ مع تخت اور اہل لشکر جل کے مر گیا اور وہ عورت اور اُس کا لڑکا اور جو مومنین آگ میں ڈالے جانے کیلئے آئے تھے سب صحیح و سالم شہر

میں پھر گئے اور بہ فراغت تمام عبادت خدا میں مشغول ہوئے۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ جو شخص آگ میں کودنے سے انکار کرتا تھا اُسے تازیانہ مارتے تھے اور قبل اس کے کہ وہ لوگ آگ تک پہنچیں اُن کی روحیں بہشت میں پہنچ جاتی تھیں اور لکھا ہے کہ جو لوگ جلائے گئے اُن کی تعداد بارہ ہزار تھی اور بروایت ستر ہزار و بقولے نوے ہزار آدمی تھے اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ قبل از ایمان قوم مجوس سے تھے اور ایک روایت میں یہ لکھا ہے کہ اخدود ایک ہی خندق تھی جس کا طول چالیس گز اور عرض بارہ گز کا تھا اور ایک روایت میں اُس مومنہ کے لڑکے کی عمر ایک مہینہ کی لکھتے ہیں۔

تمہید:۔

حضرات یہ دیندار جوان جس نے اپنے دین کی حفاظت کی اس نے تو ہر مہلکہ سے ہر بلا سے نجات پائی دریا میں ڈوبنے سے آگ میں جلنے سے بچ گیا پہاڑ سے گرا دینے پر تیر باران کیے جانے پر بھی محفوظ و سالم رہا۔

اے وائے بر غریبی و بے یاری حسین علیہ السلام

جو پیشوائے دین اور حافظ شریعت خیر المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ کیسی کیسی آفتوں میں بلاؤں میں مبتلا ہوئے لیکن آپ نے کسی مہلکہ سے کسی بلا سے نجات پانے کیلئے دعا نہ کی کوئی شقی تلوار لگاتا تھا کوئی ملعون نیزہ مارتا تھا کچھ لوگ تیر بارانی کرتے تھے کچھ اشقیا پتھر پھینکتے تھے آپ کی کن کن مصیبتوں کا ذکر کروں۔

تنہائی کا مظلومی کا یا بے وطنی کا
فاقوں کا جراحات کا تشنہ دہنی کا

وہاں اصحاب اخدود جن لوگوں کو جلانے کے واسطے پکڑ لائے تھے وہ لوگ مع اُس مومنہ عورت اور اُس کے بچہ کے جس کا قصہ بیان ہوا آگ میں جلنے سے محفوظ رہے۔ یہاں کربلا میں امام حسین علیہ السلام مع بہتر عزیز و انصار شہید ہو گئے۔ خیموں میں آگ لگا دی گئی

اہلبیت رسول ﷺ لوٹے گئے، اسیر ہوئے اور اسیر بھی ایسے حال خراب سے ہوئے کہ موالیان وشیعیان تک نہ پہچان سکتے تھے۔

عبداللہ بن قیس انصاری کی روایت:۔

صاحب سرور المومنین لکھتے ہیں جناب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی شہادت کے بعد اُن کے برادر رضاعی عبداللہ بن قیس انصاری ایسے متوحش و دل برداشتہ ہوئے کہ مدینہ منورہ کو چھوڑ کے حلب میں سکونت اختیار کی مگر یہ بمقتضائے محبت قدیمہ وعقیدت ایمانی معمول کر لیا تھا کہ ہر سال حج کے بعد یثرب میں آتے تھے اور امام حسین علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہو کے کچھ تحفے وسوغات کی قسم سے پیش کش کیا کرتے تھے۔ جس سال دنیا میں کربلا کا واقعہ گذرا اُسی سال اُن کو حجاج سے معلوم ہوا کہ خامس آل عبا علیہ السلام مکہ میں تشریف لائے تھے اور بغیر حج کیے ہوئے عراق کی طرف کوفہ کو روانہ ہو گئے ہیں۔ سنتے ہی اختصاص روحانی کی وجہ سے دل گھبرانے لگا اور اشتیاق زیارت میں بے چین ہو گئے کسی طرح جلد جلد سامان سفر مہیا کر کے خود بھی روانہ ہوئے۔ راستے میں معلوم ہوا کہ حضرت کربلا میں رونق افروز ہیں انہوں نے بھی وہیں کا قصد کیا ایک منزل کے بعد ایک باغ دلچسپ میں ٹھہرے تنہائی سے وحشت ہوئی کہنے لگے کہ خداوندا اگر کوئی قافلہ آ جاتا تو دل بستگی کی صورت ہوتی ناگاہ دور سے لشکر نمایاں ہوا غور سے دیکھا کہ اسی طرف چلا آتا ہے۔ دل میں خوش ہوئے اور شکر خدا بجا لائے جب اہل فوج نزدیک آئے چند اونٹوں پر کچھ بیبیاں کچھ لڑکیاں مثل ترک و دیلم کے قیدیوں مثل بحال خراب نظر آئیں جن کے آگے پیچھے نوک نیزہ پر سرہائے بریدہ نصب تھے۔ غرض وہ بی بیاں اُتریں اور جابجا خاک پر بیٹھ کے رونے لگیں اُس میں سے ایک بی بی ایک چھوٹی لڑکی کو لئے روتی ہوئی باغ کی طرف آئی اور کنارہ چشمہ کے بیٹھ گئی اور پانی کو بہ نگاہ حسرت دیکھ کے زیادہ رونے لگی۔ اس کے بعد ایک چلو میں پانی لیا اور یہ کہا کیونکر وہ بہن پانی پیئے جس کے سامنے اُس کا بھائی پیاسا ذبح کیا گیا ہو یہ کہہ کے اس

شدت سے روئی کہ چلو کا پانی آنسوؤں سے مخلوط ہو گیا اور وہ پانی پھینک دیا۔ اسی طرح کئی مرتبہ پانی ہاتھ میں لیا اور گرا دیا اُس کے بعد اونٹ پر ایک جوان بیمار روتا تواں زنجیر میں گرفتار نظر آیا جب اونٹ نے توقف کیا مریض نے چاہا نیچے آئے مگر اُتر نہ سکا۔ اُنھیں بی بیوں نے سنبھال کے دُشواری سے اُتارا' اُترنے کو تو اُترا مگر فرط نقاہت سے غش کر گیا۔ عبداللہ کہتے ہیں میں ان سب حالتوں کو بار بار دیکھ رہا تھا وہ عورت جو چشمہ کے کنارے بیٹھی تھی مجھ سے کہنے لگی تجھے کب زیبا ہے کہ غیر شخص ہو کے ہم کو دیکھے میں نے کہا کہ دیکھنا میرا فقط بنظر حیرت ہے کہ ایسے لوگ کہ جن کی شان سے عزت و سرداری ظاہر ہے کیسی ذلت اور خرابی میں مبتلا ہیں۔ کسی کو بہ نگاہ تماشا کیا دیکھوں گا مجھے تو خود کربلا جانے کی جلدی ہے اپنے بھائی کے اشتیاق زیارت میں سیر و تماشے کا کیا خیال ہوگا۔ اُس بی بی نے کہا تیرا کیا نام ہے اور کون تیرا بھائی ہے جس کا مشتاق جاتا ہے؟ میں نے کہا میرا نام عبداللہ بن قیس انصاری ہے اور میرا بھائی وہی ہے جو اپنے باپ بھائی کے بعد اب عالم کا امام علیہ السلام اور اُمت کا سردار ہے۔

خورشید آسمان و زمین نور مشرقین
پروردۂ کنار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسین علیہ السلام

بس نام حسین علیہ السلام سنتے ہی کنار چشمہ پر وہ بی بی خاک پر مثل ماہی بے آب تڑپنے لگی اور سر و سینہ پیٹ کر کہنے لگی:۔

اب جا کے کیا کرو گے وہاں خاتمہ ہوا
تن سے جدا سر پسر فاطمہ علیہا السلام ہوا

اے بھائی اُسی حسین علیہ السلام کو اُمت نے بھوکا پیاسا دریا کے کنارے شہید کر ڈالا اگر دست بوسی کا مشتاق ہے تو بعد شہادت اُن ہاتھوں کو جمال نے قلم کیا اگر سر و سینہ پر بوسہ دینے کی آرزو ہے تو سر مبارک بدن سے جُدا ہو کر نوک نیزہ پر شہر بشہر پھرایا جاتا ہے۔ اُس نیزۂ طویل پر دیکھ تلاوتِ قرآن کر رہا ہے اور سینہ کو ظالموں نے گھوڑوں سے پامال کیا اگر

آستانِ بوسی چاہتا ہے تو جس خیمہ میں حضرت رہتے تھے وہ خیمہ آتش ظلم سے جلایا گیا اگر اہلبیت علیہم السلام کی حال پرسی منظور ہے تو یہ سب قیدی اُنہیں کے اہلبیت علیہم السلام ہیں۔اے عبداللہ میں زینب علیہا السلام ہوں وہ ام کلثوم علیہا السلام ہے یہ سکینہ علیہا السلام ورقیہ علیہا السلام اُسی حسین علیہ السلام کی بیٹیاں ہیں اور وہ بیمار ناتواں جو طوق وزنجیر میں گرفتار ہے اُنہیں کا یادگار اور اس لُوٹے ہوئے قافلہ کا سالار ہے۔عبداللہ جوں جوں حال سُنتے جاتے تھے گریہ وزاری اُن کی بڑھتی جاتی تھی یہاں تک کہ سُن کے تاب ضبط نہ لاسکے غش کھا کے زمین پر گر پڑے دیر کے بعد جب غش سے افاقہ ہوا قافلہ کوچ کر چکا تھا کسی کو نہ پایا وہیں سے روتے ہوئے گھر کو پھرے۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

مجلس نمبر 91

آیت خدا بڑا بخشنے والا ہے۔

ایک عابد کی حکایت۔

جو شخص تین کام کرے بہشت میں داخل ہوگا۔

حکایت خلیفہ بغداد و بہلول اور ایک زائر کی۔

جناب امام رضاؑ کا مدد کرنا۔

جناب زینبؑ کا شمر سے حاجت طلب کرنا۔

مجلس نمبر 91

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ط

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۃ والنجم میں اپنے حبیب ﷺ سے ارشاد فرماتا ہے بدرستیکہ پروردگار تیرا بڑا بخشنے والا ہے۔''

ایک عابد کی حکایت:۔

منہج الصادقین میں منقول ہے کہ ایک عابد اپنے مناجات میں عرض کرتا تھا بار خدایا اگر تو تمام عالم کو جہنم میں جلا ڈالے تو تیرے آگے ایسا ہے گویا ایک مشت خاک کو جلا ڈالا اور اگر کل عالم کو بخش دے تو تیرے نزدیک ایسا ہے کہ ایک مشت خاک کو بخش دیا۔ ناگاہ غیب سے آواز آئی:

اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ

''اور تحقیق کہ حق تعالیٰ کل گناہوں کا بخش دے گا بدرستیکہ وہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔''

جو شخص تین کام کرے بہشت میں داخل ہوگا:۔

اور منہج الصادقین میں جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا جو مومن تین کام کرے اُس کو قیامت میں اختیار دیا جائے گا کہ جس دروازہ سے چاہے بہشت میں داخل ہو اور حق سبحانہ وتعالیٰ اُس کو حور العین سے تزویج کرے گا۔ ایک یہ کہ اگر

کسی مومن کے ذمہ اُس کا قرضہ باقی ہو اُسے بخش دے۔ دوسرے اپنے قاتل کے قصاص سے درگذرے۔ تیسرے بعد ہر فریضہ کے دس مرتبہ سورۂ توحید پڑھے ایک اصحابی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر کوئی شخص ان تینوں باتوں میں سے ایک بجالائے تو وہ بھی اِس سعادت سے مستفیض ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا البتہ وہ بھی اس سعادت پر فائز ہوگا۔ اللہ اکبر کس قدر اُس کی رحمت وسیع ہے کہ آخرت میں ایک ایک حسنہ پر بے حساب نعمتیں عطا کرے گا اور دنیا میں بے انتہا گناہوں پر بھی کسی سے اپنی نعمت کو سلب نہیں کرتا ہے۔ بندے کیسی ہی نافرمانی کریں رزاق مطلق اُس کا رزق دیئے ہی جاتا ہے۔

خلیفہ بغداد اور بہلول کی حکایت:۔

منہج الصادقین میں منقول ہے کہ ایک دفعہ خلیفہ بغداد نے بہلول سے کہا کہ اگر تم کہو تو میں تمہارے لئے کچھ وظیفہ مقرر کر دوں تا کہ تم دغدغہ روزی سے فارغ البال ہو جاؤ۔ اُنہوں نے جواب دیا اگر مجھے کئی باتیں مانع نہ ہوتیں تو ایسا کرتا اول یہ کہ تم نہیں جانتے ہو کہ مجھے کس چیز کی خواہش ہے۔ دوم تمہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ مجھ کو کب چاہئے۔ سوم تم کو اس کی خبر نہیں کہ مجھ کو کتنے کی ضرورت ہے اور حق تعالیٰ کہ میری روزی کا کفیل ہے ان سب باتوں کا علم رکھتا ہے اور موافق اپنی مصلحت کے مجھے بے منت خلق پہنچایا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ شاید تو میرے کسی فعل سے ناراض ہوا تو اُسی وقت میرا وظیفہ بند کر دے گا اور پروردگار عالم کتنا ہی میرا گناہ دیکھے گا مگر کبھی میری روزی موقوف نہ کرے گا۔

جناب امام رضاؑ کا ایک زائر کی مدد کرنا:۔

فی الحقیقت حضرات

خدائے راست مسلم بزرگواری و حلم

کہ جرم بیند و نان برقرار میدارد

انسان کو چاہئے کہ جو حاجت رکھتا ہو اپنے معبود ہی سے عرض کرنے اور رشتۂ

استقلال و توکل ہاتھ سے نہ چھوڑے کیونکہ

خدا خود میر سامان ست ارباب توکل را

کیسا ہی امر مشکل ہو گا خدا آسان ہی کر دے گا۔ انسان کی مشکلیں آسان کرنے کیلئے اپنی رحمت سے اُس نے کتنے وسیلے قرار دیئے ہیں اس کے وسائل رحمت سے یہ بھی ہے کہ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کو روئے زمین پر ہمارا امام اپنا نائب مقرر کر کے اُن کے ذریعہ سے ہمارے شدائد و آلام کو زائل کر دیتا ہے۔ چنانچہ کتاب مظہر الاعجاز میں سید عبداللہ کرمانی سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میر منصور کرمانی میرا بڑا دوست تھا ایک سال کرمان سے قافلہ زوار کا خراسان جانے لگا یہ جوان سید بھی وہاں کی زیارت کا نہایت مشتاق ہوا اور جس طور سے ہو سکا خرچ کی فکر کر کے ماں و خالہ کو ہمراہ لے کر قافلہ کے ساتھ ہولیا۔ جب زیارت سے مشرف ہو کے وطن میں مراجعت کی اور مجھ سے ملاقات ہوئی تو اُس کو بہت مرفہ الحال و نہایت خوش و خرم پایا حالانکہ پیشتر نہایت تنگ دست و کم مایہ تھا۔ جب حال پوچھا اُس نے کہا میری روداد سننے کے قابل ہے عجیب لطیفہ غیبی میرے حق میں ہوا ہے۔ میں کیفیت و حقیقت سننے کو بیٹھ گیا وہ بیان کرنے لگا بھائی میری گذر اوقات سے تو تم خوب واقف و آگاہ ہو کہ توکل پر معاش تھی۔ بعض چیزوں کے بیچنے سے اور بعض املاک موروثی کے رہن سے جس قدر بہم پہنچا تھا اُس میں سواری کا کرایہ اور زاد راہ ہوا اور چند روز وہاں کے خرچ کو بھی کفایت کیا۔ جب قافلہ نے پھر وطن کے پھرنے کا قصد کیا اُس وقت ہمارے پاس اتنا مایہ نہ تھا کہ معاودت کر سکیں نہ کوئی وسیلہ تھا جو وہاں رہ کے گذران کریں نہ کوئی دوست ایسا تھا جس سے کچھ چشم اُمید ہوا گر تنہا ہوتا تو پیادہ بھی چلا آتا۔ دونوں ضعیف کا بلا سواری آنا ممکن نہ تھا جب قافلہ کی روانگی کو تین چار روز باقی رہ گئے نہایت مضطر و متردد ہوا کہ اگر یہ کاروان چلا جائے گا تو پھر سال بھر مجھے توقف کرنا پڑے گا اور ہمارے حال کی اطلاع اور غم و غصہ کی خبر سوا خدا و امام علیہ السلام کے کسی کو نہ تھی۔ اُسی رنج و ملال میں روضہ کے اندر جا کے نماز مغربین پڑھی نماز کے بعد مجھ پر اس قدر رقت طاری ہوئی کہ روتے روتے غش کر گیا جب خدام دروازہ بند

کرنے آئے مجھ کو ہوشیار کیا۔ وہاں سے رہائش گاہ پر آیا۔ اُسی اندیشہ و فکر میں مُنہ لپیٹ کر پڑ رہا اور چپکا چپکا خدا سے دعا کرتا تھا یہاں تک کہ اسی تشویش میں صبح ہوگئی نماز و تعقیبات پڑھ کے توکل بخدا و توسل بہ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کر کے دیوانہ وار باہر نکلا نہیں جانتا تھا کدھر جاتا ہوں مگر ایک طرف چلا جاتا تھا۔ اثناء راہ میں دیکھا کہ ایک بزرگ ماہ طلعت نور کی صورت اپنے مکان کے دروازہ پر کھڑے ہیں مجھ کو دیکھتے ہیں فرمایا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ

میں نے مؤدب و خم ہو کے کہا:

عَلَيْكَ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ

اُنہوں نے پوچھا ایسا جلد کہاں جاتا ہے؟ میں نے عرض کی نہیں جانتا کہاں جاتا ہوں اور کیا کرتا ہوں۔ فرمایا شاید تو مسافر ہے اور اپنے وطن کا قصد رکھتا ہے۔ میں نے کہا فی الواقع ایسا ہی ہے لیکن راہ کا سامان موجود نہیں اور دو ضعیفہ میرے ساتھ ہیں کہ اُن کا وطن لے جانا میرے لئے پہاڑ ہے چھوڑ جانا بھی ممکن نہیں نہایت درماندہ و عاجز ہو رہا ہوں۔ فرمایا غم نہ کھا خدا آسان کر دے گا یہ تو بتلا سفر کے واسطے کیا چیزیں درکار ہیں یہ کہا اور میرا ہاتھ پکڑ کے بازار کی طرف چلا۔ میں نے جو ایک شخص کو غم خوار اور مہربان پایا بے تکلف کُل ضروریات سفر کو مفصل بیان کیا تھوڑی ہی دُور گئے تھے کہ دو جوان خدمت گاروں کی وضع ملے۔ اُن سے اس بزرگ نے کچھ کہہ کے روانہ کیا اور مجھ کو باتوں میں لگایا چند دقیقوں کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ وہ دونوں جوان ایک ناقہ مع محمل پردہ دار اور ایک خچر اور ایک گدھا زین و پالان وغیرہ سے آراستہ اور ایک چھوٹا سا خیمہ اور کل ضروریات سفر لے کر حاضر ہوئے۔ اُس وقت مجھ سے فرمایا چل تجھے اپنے روبرو قافلہ باشی کے سپرد کر دوں۔ جونہی قافلہ میں پہنچے بے اختیار سب لوگ تعظیم کو اُٹھ کھڑے ہوئے اور قافلہ باشی نے اُس بزرگ کو مسند پر بٹھایا اور خود مؤدب سامنے کھڑا رہا پس تینوں جانور اور اسباب اُس کے حوالے کر کے فرمایا کل صبح کو یہ جوان مع دو ضعیفہ آئے گا بہت حفاظت سے اس کے وطن پہنچا دینا۔ جب سفارش کر کے وہاں سے پھرا راہ میں کہنے لگا الحمد للہ سفر کی ضروریات سے تو اطمینان ہوا اب خرچ راہ باقی

ہے۔ میں نے عرض کی یہ امر آسان ہے اہل قافلہ سے قرض لے لوں گا۔ فرمایا کون دے گا سب نے مال خرید کیا ہے فقط بقدر خرچ راہ اپنے پاس رکھا ہے یہ کہہ کے ایک تھیلی سر بمہر مجھے عنایت کی اور رخصت ہوا نہ معلوم کدھر گیا۔ اُس وقت میرے حواس درست ہوئے اب جو خیال کیا تو کبھی کی اُس سے ملاقات نہ تھی اور اہل بازار میں بھی کسی کو اُس کا آشنا نہ پایا۔ قافلہ باشی بھی نہ پہچانتا تھا حیران ہوا کس سے اُس بزرگوار کا نام ونشان پوچھوں تا کہ پھر اُس کی خدمت میں حاضر ہو کر رخصت ہوں ہر چند چاروں طرف دوڑا اور تلاش کیا مگر کہیں نہ پایا اُس وقت اپنی غفلت پر اپنی تنگ دستی ولاچاری سے بھی زیادہ مغموم ومتاسف ہوا اور دل کو یقین ہو گیا کہ یہ میرے آقا امام رضا علیہ السلام تھے کہ میری حاجت روائی اور دستگیری کر کے نظروں سے پوشیدہ ہو گئے۔ اپنی جہالت ونادانی پر بہت کچھ ملامت کی اور اسی غم وافسوس میں شب کو سو گیا۔ عالم رویا میں پھر اُسی بزرگوار آفتاب لقا کو دیکھا کہ نہایت شفقت سے فرماتے ہیں اے زائر میزبان کو مناسب ہے کہ مہمان کی ہر حال میں خبر لے اور مہمان کو بھی لازم ہے کہ افشائے راز نہ کرے۔ اب تو اپنے گھر میں توکل وقناعت کر کے بیٹھ اور واجبات خدا بجالا تا کہ دونوں جہاں میں رستگار ہو رزاق مطلق بے تردد روزی پہنچائے گا۔ الحاصل صبح کو جو وہ تھیلی کھولی تو ایک سو تومان عراقی تھے شکر الٰہی بجالایا اور باآرام تمام قافلہ کے ساتھ یہاں پہنچا اور جو املاک رہن کی تھی چھڑایا۔ اب تک اُسی میں سے خرچ کرتا ہوں اور الحمدللہ نہ معاش کی طرف سے مجھے اطمینان ہے۔

تمہید:۔

مومنین! جس امام عالی مقام علیہ السلام نے ایک زائر کے ساتھ یہ مہمان نوازی کی کہ ناموس کا مسافرت میں تکلیف اُٹھانا گوارا نہ کیا زاد وراحلہ کا سامان کر دیا اور قافلہ باشی سے خود جا کے سفارش فرمائی اُسی کے جد مظلوم پر غریب الوطنی میں کیا کیا مصیبتیں گذریں۔ جنہوں نے مہمان بلایا تھا مہمانی کے بدلے ایذا رسانی کے درپے ہوئے زاد وراحلہ دینا کیسا

مردوں کے تنوں سے سر، عورتوں کے سروں سے چادر تک اُتار لی۔ مرکب وعماری کہاں شتران برہنہ پر بے محمل وکجاوہ اہلبیت اطہار علیہم السلام کو کربلا سے کوفہ کوفہ سے شام تک لے گئے۔

نہ مونسے نہ شفیقے نہ آشنائے بود

عجیب واقعہ و طرفہ ماجرائے بود

آہ آہ کیا گردش فلکی تھی وہ لوگ جو حاجت روائے عالم تھے ایسی آفتوں میں مبتلا ہو گئے کہ دوسروں سے اپنی حاجت بیان کرتے تھے۔

جناب زینبؑ کا شمر سے حاجت طلب کرنا:۔

لکھا ہے لشکر یزید جب اہلبیت علیہم السلام کو قید کر کے شام کی طرف روانہ ہوا تو ہر شقی کے دل میں یہ تھا کسی طرح جلد پہنچ کر یزید سے انعام و جاگیر لے اور اس قدر تعجیل تھی کہ کسی منزل پر زیادہ توقف بھی نہ کرتے تھے۔ راتوں کو دنوں کو برابر چلے جاتے تھے یہاں تک کہ وہ قافلہ اہلبیت علیہم السلام کا لٹا ہوا متصل دیر عقول کے پہنچا کہ وہاں سے شہر شام بارہ کوس تھا۔ شمر ملعون نے یزید پلید کو لکھی کہ تیرے اقبال سے یہاں تک پہنچے اب جس وقت حکم ہو ذریت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کے مع سرہائے شہداء علیہم السلام داخل شہر شام ہوں۔ شب یہ عرضی لکھی اور صبح وہاں سے کوچ کیا چار کوس شہر شام باقی ہوگا کہ شتر سوار جواب لے کے آیا لکھا تھا جس جگہ تجھے یہ خط پہنچے آج وہیں مقام کرنا علی الصباح سب کو لے کے داخل شہر ہونا۔ شمر ملعون نے حکم دیا کہ ہمارے لشکر سے کوئی آگے نہ بڑھے اور خیمے فوج کے یہیں ایستادہ ہوں گے۔ ملعون کے جابجا سرداران فوج کے خیمے کھڑے ہو گئے اور وہ ملاعین خوش ہوتے تھے اور کہتے تھے خدا کا شکر ہے ہم لوگ حسین علیہ السلام پر فتح یاب ہوئے اور یہاں تک زندہ پہنچے کل اپنے اپنے عزیزوں سے ملیں گے اور اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جگہ علیحدہ رسیوں میں بندھے سر برہنہ زیر آسمان فرش خاک پر اپنے وارثوں کو رو رہے تھے۔ جب جناب زینب سلام اللہ علیہا نے یہ حال دیکھا کہ اہل شام خوش ہو ہو کے پوشاکیں بدلتے ہیں اور آپس میں معانقہ کرتے

ہیں۔ فرمایا اے فضہ آج کیا کوئی عید ہے اُس نے عرض کی شہزادی عید تو نہیں مگر ان لوگوں کو یہ روز عید سے بھی بہتر ہے اس واسطے کہ صبح کو سب لوگ اپنے عزیزوں سے ملیں گے۔ حضرت زینب علیہا السلام نے فرمایا تو جانتی ہے جب سے شمر کو سینہ حسین علیہ السلام پر سوار دیکھا ہے میں اُس کی جانب نہیں دیکھتی اگر سامنے آتا ہے تو آنکھیں بند کر لیتی ہوں مگر اس وقت کیا کروں مجبور ہوں تو جا کے بُلا لا جناب فضہ خیمہ شمر کے قریب آئیں دیکھا وہ ملعون کرسی پُر تکلف پر بیٹھا ہے اور گرد سرداران فوج بیٹھے اُس کی ثنا خوانی کر رہے ہیں۔ یہ سامنے گئیں اُس ملعون نے مُنہ اپنا داہنی طرف پھیر لیا جب یہ داہنی طرف آئیں اُس نے بائیں طرف رُخ کر لیا جب وہ اُدھر آئیں تو اُس شقی نے سر اپنا جھکا لیا ایک سردار نے شمر سے کہا خدا سے ڈر پہچانتا نہیں یہ کون ہے؟ یہ وہ عورت ہے جس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کی اور پروردگار نے اس کے واسطے طعام بہشت بھیجا یہ وہ عورت ہے کہ جبرائیل امین علیہ السلام اس سے پوچھ کے خانہ جناب سیدہ علیہا السلام میں آتے تھے۔ حیف ہے کہ وہ تیرے پاس آئے تو تو اُس سے مُنہ پھیر لے حسین علیہ السلام سے تجھے عناد تھا اُن کا خاتمہ ہوا اب عورتوں سے تجھے کیا رنجش ہے برائے خدا پوچھ تو یہ کیوں آئی ہے؟ شمر نے جواب دیا میری آنکھ اس سے چار نہیں ہوتی جس وقت حسین علیہ السلام کے گلے پر خنجر پھیرتا تھا تو یہ خاتون

وَا مُحَمَّدَاہُ وَا عَلِیَّاہُ وَا فَاطِمَۃُ

پس پُشت چلاتی تھی اور منتیں کرتی تھی کہ میرے آقا و سردار کو برائے خدا ذبح نہ کر۔ انہوں نے کہا جو کچھ گذرنا تھا گذرا اب تجھے قیدیوں پر بے کسوں پر رحم لازم ہے۔ یہ سُن کر اُس ملعون نے قریب بُلایا اور کہا کیا کہتی ہو؟ فضہ نے کہا اے شمر ہماری شہزادی جناب زینب علیہا السلام تجھے بُلاتی ہیں۔ اُس نے کہا کیا کام ہے؟ فضہ نے کہا کچھ تو ایسی ضرورت ہو گی جو تجھ کو بُلایا ہے۔ غرض سب کے کہنے پر وہ ملعون فضہ کے ساتھ قریب جناب زینب علیہا السلام کے آیا۔ آپ نے مُنہ اپنا چھپا لیا اور فرمایا اے شمر سنتی ہوں کل ہم بے کسوں کا داخلہ شہر شام میں ہو گا یہ پوچھتی ہوں کس دروازہ سے لے جاؤ گے۔ اُس ملعون نے جواب

دیا دروازہ ساعات سے جناب زینب ؑ نے فرمایا اول تو یہ ہے کہ دروازہ ساعات سے ہمیں نہ لے جانا۔ اُس ملعون نے پوچھا کیا وجہ ہے؟ جناب زینب ؑ نے ارشاد کیا سنتی ہوں ہجوم خلائق ادھر بہت ہے جس وقت وہ لوگ ہمیں اس حال تباہ سے دیکھیں گے اور ہاتھ سے بتائیں گے کہ یہ بیٹیاں علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ہیں جو آج سر برہنہ جاتی ہیں یہ سخن اُن کے نیزہ و تیر اور سنگ و شمشیر سے زیادہ ہمارے دلوں کو مجروح کریں گے اور دوسرے سُنا ہے کہ بھائی مسلم علیہ السلام کا سر جو کوفہ سے ابن زیاد نے بھیجا ہے وہ یزید پلید کے حکم اُسی دروازہ میں لٹکایا گیا ہے۔ جس وقت ہمارے بھائی حسین علیہ السلام کا سر مبارک محاذی سر مسلم علیہ السلام کے جائے گا تو حضرت کی روح پر صدمہ عظیم ہوگا۔ یہ سُن کے اُس نے جواب دیا حکم حاکم یہ ہے کہ اُسی دروازہ سے اسیروں کو لاؤ اس کے خلاف ہم نہیں کر سکتے اور بیان کرو کیا مطلب ہے۔ جناب زینب ؑ نے فرمایا گر ادھر سے لے جانے کا اردہ ہے تو ایک ایک چادر ہم اسیران کو دے کہ ہم اپنے سروں پر ڈال لیں۔ اُس شقی نے کہا حکم یہ ہے کہ بلوائے عام میں سر برہنہ اہلبیتِ حسینی علیہ السلام کو لاؤ۔ جناب زینب ؑ نے سر جھکا کر فرمایا خیر ہم ایسے ہی قصوروار ہیں جس طور سے چاہو لے چلو۔ شمر نے کہا اور جو مطلب ہو بیان کرو حضرت زینب ؑ نے کہا تو کچھ مانتا ہی نہیں میں کیا کہوں جب اُس لعین نے مکرر کہا آپ نے فرمایا اگر اُدھر سے ہمیں لے چلتے ہو اور چادر بھی نہیں دیتے ہو تو ہم بے کسوں کے شانوں سے رسیاں کھلوا دے کہ ہم اپنے ہاتھوں سے ہی منہ چھپالیں گے۔ یہ سُن کے اُس ملعون نے کچھ جواب نہ دیا اور اپنے خیمہ کی جانب چلا گیا بروایت دیگر یہ حاجتیں جناب ام کلثوم ؑ نے بیان کی تھیں۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر92

- آیت اعمال خیر کا پلہ سنگین ہوگا۔
- پانی پینے کے بعد صلوات بھیجنے کا ثواب۔
- نجات اُس شخص کی جو حق تعالیٰ سے حُسنِ ظن رکھتا ہے۔
- بخشش ایک مرد کی مژگان کی شہادت سے۔
- مصیبت اہلبیتؑ میں اشعار۔
- زریر خزاعی کی روایت۔

مجلس نمبر 92

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ ۙ فَھُوَ فِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ ؕ

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۃ قارعۃ میں ارشاد فرماتا ہے یعنی روز قیامت جس کے اعمال خیر کا پلہ سنگین وگراں ہوگا پس وہ زندگانی پسندیدہ میں ہوگا۔'' یعنی ہول قیامت سے محفوظ رہے گا اور بہشت عنبر سرشت میں جگہ پائے گا۔

رُوِیَ اَنَّ رَجُلًا وُزِنَتْ حَسَنَاتُہٗ وَ سَیِّئَاتُہٗ فَرَجَحَتْ سَیِّئَاتُہٗ فَاَرَادَ الْمَلَائِکَۃُ اَنْ یَاخُذُوْہُ اِلَی النَّارِ

ثواب بعد پانی پینے کے صلوات بھیجنے کا:۔

جواہر الاخبار میں منقول ہے کہ روز قیامت جب خلائق کا حساب وکتاب ہوگا اور سب کے اعمال نیک وبد تولے جائیں گے تو ایک شخص کے گناہوں کا پلہ اُس کی نیکیوں کے پلہ سے گراں تر ہوگا پس ملائکہ عذاب اُس کو پکڑ کے جہنم کی طرف لے جانے کا قصد کریں گے۔

فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی لَا تَاخُذُوْہُ اِنَّ لَہٗ عِنْدِیْ عَمَلًا لَا تَدْرُوْنَ اَنْتُمْ فِیْہِ

اُس شخص کی نجات جو حق تعالیٰ سے حسن ظن رکھتا ہے:۔

''اُس وقت حق تعالیٰ کی جانب سے ارشاد ہوگا اے فرشتو اسے چھوڑ دو اس کا

ایک عمل خیر ہمارے پاس ہے جس کو تم نہیں جانتے۔"

وَ هُوَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا شَرِبَ الْمَآءَ صَلّٰی عَلَی الْحُسَیْنِ علیہ السلام وَ لَعَنَ ظَالِمِیْهِ

اور وہ عمل نیک یہ ہے کہ جب یہ بندہ پانی پیتا تھا تو میرے حسین علیہ السلام پر درود و سلام بھیجتا تھا اور اُس کے قاتلوں پر لعنت کرتا تھا پس جس وقت یہ نیکی حسنات کے پلہ میں رکھ دی جائے گی پلہ حسنات کا سیئات کے پلہ سے سنگین تر ہو جائے گا۔ اُس وقت حق تعالیٰ کا حکم ہوگا اس بندے کو بہشت میں داخل کرو۔

ایک شخص کی شہادت مژگان سے مغفرت:-

اُسی کتاب میں بروایت معتبر منقول ہے کہ جب روز قیامت برپا ہوگا اور خلائق کے اعمال کا وزن کیا جائے گا تو ایک شخص کی نسبت حکم خدا کا ہوگا کہ اس کے اعمال کو تولو جب اُس کے اعمال تولے جائیں گے تو گناہ کا پلہ بہت سنگین ہوگا ارشاد ہوگا اس کو جہنم میں لے جاؤ جب ملائکہ پکڑ کر دوزخ کی طرف لے چلیں گے تو وہ شخص پیچھے پھر پھر کے دیکھے گا

فَيَقُوْلُ لَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمَ تَلْتَفِتُ

"پروردگار عالم پوچھے گا تو پیچھے پھر کے کیا چیز دیکھتا ہے۔" وہ عرض کرے گا بار الٰہی مجھے تجھ سے یہ گمان نہ تھا کہ مجھ کو سقر میں داخل کرے گا۔ اُس وقت حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہوگا اے فرشتو قسم ہے مجھے اپنے عزت وجلال کی ہرگز دنیا میں یہ شخص ہمارے ساتھ حسن ظن نہیں رکھتا تھا مگر چونکہ اس وقت ہمارے سامنے اپنا حسن ظن ظاہر کرتا ہے اس لئے اس کے گناہوں کو بخش دیا بہشت میں لے جاؤ۔ پھر اُسی کتاب میں اسرار الشہادۃ سے لکھا ہے کہ روز قیامت ملائکہ ایک ایسے شخص کو حاضر کریں گے جس شخص کے نامۂ اعمال میں بہت کم نیکیاں ہوں گی۔

فَيُؤْمَرُ بِهٖ اِلَى النَّارِ

''خدا کا حکم ہوگا اس کو لے جا کے جہنم میں ڈال دو۔'' فرشتے اُس کو کشاں کشاں دوزخ کی طرف لے چلیں گے۔

فَتُنَادِیْ شَعْرَۃٌ مِّنْ اَشْفَارِ عَیْنَیْہِ

''اُس عالم واضطراب میں ایک پلک اُس کے آنکھوں کی کہے گی بارالٰہی میں شہادت دیتی ہوں کہ ایک روز اس شخص کے سامنے تیراذکر ہوا تو یہ تیرے خوف سے اتنی چشم پُر آب ہوئی کہ میں اس کے اشک سے تر ہوگئی۔ اُس وقت حق سبحانہ وتعالیٰ ارشاد کرے گا اے ملائکہ یہ مژگان سچ کہتی ہے اس بندہ کو بہشت میں لے جاؤ۔ مومنین! قیامت میں آپ لوگوں کی پلکیں بھی جُدا گواہی دیں گی کہ خداوندا بارہا تیرے خوف سے یہ بندہ اتنا رویا ہے کہ ہم بھی اور رخسارے بھی تر ہو گئے ہیں اور تجھ سے ہمیشہ حسن ظن رکھتا تھا اور آنکھیں علیحدہ کہیں گی بارالٰہی تیرے حبیب ﷺ کی ذرّیت کے غم میں، کبھی اُن کی تشنگی یاد کر کے، کبھی اُن کی مصیبتوں کو سُن کے اکثر اس شخص نے اتنی گریہ وزاری کی ہے کہ میرے ساغر سے اشک اُبل کر اسکے دامن پر گرے ہیں بلکہ رومال پر رومال بھیگ گئے ہیں۔ زبان عرض کرے گی اے رب جلیل جب یہ بندہ پانی پیتا تھا تو تیرے حسین علیہ السلام پر درود وسلام بھیجتا تھا۔ اُس وقت رحمت حق سبحانہ وتعالیٰ سے امید قوی ہے کہ آپ لوگ بہشت عنبر سرشت میں بلکہ اپنے آقا کے جوار میں جگہ پائیں گے۔

اشعار مصائب:۔

یَا مُؤْمِنُ مُتَشَبِّعٌ بِوَلَائِہٖ
تَرْجُو النَّجَاۃَ الْفَوْزَ یَوْمَ الْمَحْشَرِ
فَلْیَبْکِ الْحُسَیْنَ علیہ السلام بِلَوْعَۃٍ وَ بِعَبْرَۃٍ
اِنْ لَمْ تَجِدْ فَارْبُ فُؤَادَکَ اَکْثَرِ

پس جو لوگ عالم حیات میں اہلِ بیت علیہم السلام اطہار کی دوستی کا دعویٰ کرتے ہیں اور مرنے کے بعد نجات و رستگاری کی اُمید رکھتے ہیں اُنہیں لازم ہے کہ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ذرّیت علی علیہ السلام و بتول سلام اللہ علیہا کی مصیبتوں پر بآواز بلند اس طرح روئیں کہ دل درد میں آئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوں اور اگر اشک کمی کرے تو دل سے خون آنسو بن کے بجائے اشک بہہ جائے۔

مَا فِی الرَّزَایَا الْھَائِلَاتِ رَزِیَّۃٌ
بِاَجَلَّ مِنْھَا فِی الْاُمُوْرِ وَ اَکْبَرِ

فی الواقع خاندان رسالت پر وہ مصیبتیں واقع ہوئیں کہ سلف سے کوئی برگزیدہ باری اِن بلاؤں میں مبتلا نہ ہوا اور نہ قیامت تک کسی پر یہ مصیبتیں پڑیں گی۔

بے وارثی و در بدری قید مصیبت
مخصوص بناموس پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شدنی بود

قُتِلَ الْحُسَیْنُ فَیَا سَمَآءُ تَفَطَّرِی
حُزْنًا وَ یَاشَمْسَ النَّھَارِ تَکَوَّرِیْ

"اے آسمان تیرے دور میں یہ ظلم و جور ہوا کہ خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسا بھوکا پیاسا ذبح ہو گیا اور تو اب تک قائم ہے تجھے لازم ہے کہ اس غم سے پھٹ کر زمین پر گر پڑے اور اے آفتاب تیرے سامنے کیسے کیسے عرش کے ستارے کربلا کی خاک میں چھپ گئے اور تو دیکھتا رہا چاہئے کہ تو بھی اس ماتم میں سیاہ اور بے نور ہو جائے۔"

نَسْلُ النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ حَرِیْمُہٗ
تُسْبٰی کَمَا تُسْبٰی بَنَاتُ الْاَصْفَرِ

"افسوس دُخترانِ علی علیہ السلام و فاطمہ سلام اللہ علیہا پر جو اپنے وارث و والی امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد لشکر اعدا میں اس طرح مقید ہو گئیں جیسے کنیزانِ ترک و روم کو مقید

کرتے ہیں کسی کے سر پر چادر بھی باقی نہ تھی یونہیں سر برہنہ رسن بستہ منزل بہ منزل کہاں کہاں پھرائی گئیں۔"

کوفہ میں شہر شام میں رے میں دمشق میں
آل نبی ﷺ پھرے ہیں کھلے سر کہاں کہاں

زریر خزاعی کی روایت:-

منتخب وغیرہ میں منقول ہے جب لشکر ابن زیاد مع سرہائے شہدا و اہلبیت اطہار ؑ قریب شہر عسقلان کے پہنچا اور یعقوب عسقلانی حاکم وہاں کا کہ قتل امام حسین علیہ السلام کے واسطے کربلا میں گیا تھا ہمراہ اُس لشکر شقاوت اثر کے شہر کے باہر اُترا اُس نے حکم بھیجا کہ شہر کو زینت کریں اور ہر زن و مرد زیور ولباس سے آراستہ ہوں اور شکریہ میں اس فتح عظیم کے ایک دوسرے کو مبارک باد دے اور بغل گیر ہو اور ہر کوچہ و بازار میں نوبت و نقارہ کی صدا بلند ہو اور جابجا ہر شخص شطرنج بازی و شراب خواری میں مشغول ہو کہ مثل آج کے کوئی دن عید اور خوشی کا نہیں۔ جب شہر آراستہ ہوا اُس وقت وہ شقی مع لشکر بکمال کروفر داخل شہر ہوا اتفاقاً اُس وقت ایک مرد تاجر کہ اُس کا نام زریر خزاعی تھا بقصد تجارت بازار عسقلان میں پہنچا دیکھا کہ تمام بازار کثرت تماشائیوں سے بھرا ہے اور ہر طرف سے دف و نقارہ کی صدا بلند ہے اور ہر شخص انواع و اقسام کی زینت سے آراستہ ہے اور ہر زن و مرد باہم مبارکباد دیتے ہیں اور ایک دوسرے سے بغل گیر ہوتا ہے:

وَ الرُّؤُسُ عَلَى الرِّمَاحِ وَ السَّبَايَا عَلَى الْجِمَالِ

اور کچھ سرہائے بریدہ نیزوں کی نوکوں پر اس طرح علم ہیں کہ کسی کی زلفیں چوب سنان سے بندھی ہیں کسی کی بھولی بھولی صورت پر جنگلوں کی صحراؤں کی خاک پڑی ہے کسی کے نورانی چہرہ پر جابجا خون لگا ہے کسی کی ریش مقدس ہوا سے ہلتی جاتی ہے اور کچھ لڑکیاں اور بیبیاں شتران بے کجاوہ پر اس طرح سوار ہیں کسی کی کلائیوں میں، کسی کے شانوں میں

رسیاں بندھی ہیں' کسی کے لباس جابجا پھٹے ہیں' کسی کے کان سے لہو بہتا ہے۔ زریر نے کسی سے پوچھا یہ لٹا ہوا قافلہ کس کا ہے اور یہ اہل شہر کیوں خوشیاں کرتے ہیں۔ اُس نے کہا شاید تو مسافر ہے کیا نہیں جانتا ایک جماعت نے یزید پر خروج کیا تھا حکم شاہی سے وہ سب قتل ہوئے یہ سر اور ناموس اُنہیں خارجیوں کے ہیں۔ ہم لوگ اسی فتح کی خوشی کرتے ہیں۔ زریر نے پوچھا یہ لوگ اہل اسلام سے تھے یا کافر تھے۔ اُن کے سردار کا نام ونسب کیا تھا؟ وہ بولا مسلمان کیسے انہیں کے گھر سے دین کا رواج ہوا امیر ان کا نبی ﷺ کا نواسا علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام کا بیٹا حسن مجتبیٰ علیہ السلام کا بھائی حسین علیہ السلام تھا۔ زریر نے جب یہ اسمائے مقدسہ سنے یقین ہوا حسین علیہ السلام مارے گئے پنج تن کا خاتمہ ہو گیا منہ اپنا پیٹنے اور دھاڑیں مار کر رونے لگا۔

قَالَ وَيْلٌ لَّكُمْ اِنَّ هٰذَا الْفَرَحَ وَ السُّرُوْرَ لِقَتْلِ ابْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

''اور کہا وائے ہو تم پر اور تمہارے اسلام پر کہ تم نے اپنے رسول ﷺ کے فرزند کو ناحق قتل کیا اور اُس کی ذرّیت کو ترک وروم کی کنیزوں کی طرح مقید کیا اُس پر یہ قیامت ہے کہ ماتم کے بدلے ہر گھر سے صدائے مبارکباد بلند ہے۔'' غرض زریر روتا ہوا خدمت جناب سید الساجدین علیہ السلام میں حاضر ہوا اور سلام کیا حضرت نے جواب سلام دیا اور فرمایا عجب ہے کہ تمام مرد وزن اس شہر کے ہمارے حال زار پر خوش ہوتے ہیں اور تو ہماری مصیبت پر روتا ہے۔ زریر نے عرض کی اے امام کونین علیہ السلام میں مسافر تاجر مرد ہوں ابھی آپ کے حال سے مطلع ہوا ہوں۔ افسوس کہ میں شہر میں یکہ وتنہا ہوں ورنہ اپنی جان آپ پر نثار کرتا۔ اے مولا اگر کوئی خدمت لائق غلام کے ہو تو ارشاد ہو۔ حضرت نے فرمایا اگر ممکن ہو تو یہ شخص جو میرے پدر مظلوم کا سر نیزہ پر لئے ہے اس کو کسی طرح راضی کر کے عورتوں کے مقابل سے آگے بڑھا دے تاکہ یہ لوگ تماشائے سر اطہر کے دیکھنے میں مشغول ہوں اور دختران رسول ﷺ نگاہِ نامحرم سے محفوظ رہیں۔ زریر اُس نیزہ بردار کے پاس آیا اور پچاس مثقال سونا دے کر اُس کو بیبیوں کے سامنے سے دور ہٹا دیا پھر حضرت کی خدمت میں حاضر

ہو کر عرض کی اب کیا ارشاد ہوتا ہے۔

قَالَ يَا زُرَيْرُ اِنْ كَانَ فِيْ رَحْلِكَ ثِيَابٌ زَائِدَةٌ فَأْتِنِيْ بِهَا لِلنِّسَاءِ

''آپ نے فرمایا اگر تیرے اسباب میں کچھ چادریں زائد ہوں تو لے آ کہ میں علی علیہ السلام کی بیٹیوں کو فاطمہ علیہا السلام کی بہوؤں کو سر چھپانے کیلئے دوں۔'' اُس سعادت مند نے فوراً بہت سی چادریں اور ایک عمامہ اور پیراہن لا کر حاضر کیا۔ زریر کہتا ہے اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ شمر ملعون گھوڑے پر سوار چلا آتا ہے مجھ سے ضبط نہ ہو سکا لگام تھام لی اور کہا او ملعون خدا کی لعنت تجھ پر کیا ستم ہے کہ سر اقدس فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کا نیزہ پر نصب ہے اور دختران جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام مثل کنیزوں کے باحال پریشان سر برہنہ مقید ہیں اور سر بازار مجمع کفار میں بہ کمال ذلت وخواری پھرائی جاتی ہیں اور تجھے باوصف ادعائے اسلام کے یہ سب گوارہ و منظور ہے۔ شمر ملعون نے اہل فوج کو آواز دی جلد اسے قید کرو سنتے ہی سب نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور اس قدر نیزے لگائے اور تلواریں ماریں کہ میں غش کھا کر زمین پر گر پڑا اور وہ اشقیا چلے گئے۔ نصف شب کے بعد افاقہ ہوا افتاں وخیزاں ایک مسجد کے قریب کہ نام اُس کا مشہد سلیمان علیہ السلام تھا پہنچا دیکھا کچھ لوگ گریبان پھاڑے سروں پر خاک ڈالے زُو پیٹ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا نہایت عجب ہے کہ آج ہر گھر میں اس شہر کے جشن عید برپا ہے اور تم لوگ نوحہ و ماتم کرتے ہو۔ اُن لوگوں نے جواب دیا اے شخص اگر تو بھی شیعیان علی بن ابی طالب علیہ السلام سے ہے تو اُن کے فرزند کی مصیبت میں ہمارا شریک ہو اور ہم سب قوم جن سے ہیں اور اُس امام علیہ السلام غریب پر روتے ہیں جس کو اشقیائے اُمت نے بھوکا پیاسا مثل قربانی گوسفند ذبح کیا ہے۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ٥

مجلس نمبر 93

- آیت جو احکامِ خدا کی جامع ہے۔
- حکایت شاہ عباس کی جب ایک مومن کی حاجت روائی کی تھی۔
- اہلبیتؑ کا دربار یزید کی طرف لے جانا۔
- فرقِ مبارک امامؑ کا سرِ مسلمؑ سے کلام کرنا۔
- اہلبیت کا دربار یزید میں داخلہ۔

مجلس نمبر 93

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ یَخْشَ اللّٰہَ وَ یَتَّقْہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَائِزُوْنَ ۝

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ نور میں ارشاد فرماتا ہے اور جو لوگ خدا کی اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت و پیروی کریں اور عذاب خدا سے ڈریں اور اپنے کو اُس کی نافرمانی سے بچائیں پس ایسے لوگ درجات عالیہ پر پہنچنے والے ہیں۔'' صاحب کشاف لکھتے ہیں کہ ایک بادشاہ نے اپنی مملکت کے علماء کو جمع کیا اور اُن سے کہا کہ کوئی آیت قرآن کی ایسی بتلاؤ جو احکام خدا کی جامع ہو اور اُسی پر عمل کرنا کافی ہو جائے کسی دوسری آیت کی حاجت نہ رہے۔ سب علماء نے اسی آیت پر اتفاق کیا اس لئے کہ جب انسان نے خدا و رسول ﷺ کی فرماں برداری قبول کی اور عذاب خدا سے خوف کیا اور تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کی تو ضرور ہے کہ وہ مراتب عالیہ اور درجات رفیعہ پر پہنچے۔

شاہ عباس کی حکایت:۔

مومنین! بادشاہوں میں بعض سلاطین بڑے دیندار و خدا شناس گذرے ہیں۔ چنانچہ یہ حقیر شاہ عباس صفوی کی جو ملک ایران کے بادشاہ تھے ایک حکایت عرض کرتا ہے۔ کتاب مظہر الاعجاز میں خسرو آقا غلام شاہ عباس سے جو بعد حج حاجی آقا کے نام سے مشہور ہوا منقول ہے وہ کہتا ہے کہ شاہ عباس کے غلاموں میں ایک غلام مہتر حاجی نام نہایت مقرب بارگاہ سلطان تھا۔ محل سرا کی ڈیوڑھی کی حفاظت و نگرانی اُسی کے متعلق تھی اور بہت سے خواجہ

سرا وغلام اُس کے ماتحت تھے۔ میں بھی اُسی کے زیرِ حکم تھا ایک شب سے تھوڑی رات باقی تھی میں پہرے پر حاضر تھا کہ دفعتہً بادشاہ نے اندر کی ڈیوڑھی سے حاجی مہتر کو پکارا۔ اُس نے دوڑ کر دروازہ کھول دیا دیکھا کہ شاہ دو خواجہ سراؤں کو ساتھ لئے نہایت مکدر و متردد کھڑا ہے۔ دروازہ کھولتے ہی شاہ کسی طرف متوجہ نہ ہوا سیدھا جلو خانہ کی جانب روانہ ہوا۔ مہتر حاجی بھی جلدی سے دروازہ بند کر کے اور پہرا بٹھا کے ساتھ چلا مجھ کو بھی ہمراہ لے لیا جب بادشاہ جلو خانہ کے میدان سے آگے بڑھا۔ اُس وقت مہتر حاجی نے دست ادب باندھ کر عرض کی ولی نعمت اس وقت کدھر کا قصد رکھتے ہیں چونکہ شاہ نہایت بد دماغ ہو رہا تھا کچھ جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ ہم لوگ شہر سے باہر نکل کے باغ سلطانی میں پہنچے اور ہر چند فکر کی مگر باغ کا دروازہ نہ کھلا۔ آخر جس طرف کی چار دیواری کچھ نشیب میں تھی اُس جانب سے پہلے حاجی مہتر اندر گیا اُس کے بعد شاہ ایک خواجہ سرا کی پشت پر پاؤں رکھ کے اُس طرف اُتر گیا۔ پھر ہم اور دونوں خواجہ سرا داخل ہوئے وہاں شاہ کی یہ کیفیت دیکھی کہ ہر روش پر اس ترکیب سے جاتا ہے جیسے کوئی شے گم شدہ ڈھونڈھتا ہو۔ ناگاہ ایک حوض کے کنارے ایک غریب مرد کو دیکھا نہایت بوسیدہ کپڑے پہنے زمین پر پڑا سوتا ہے۔ اُسے دیکھ کے بادشاہ نے سجدۂ شکر کیا اور پہلو میں آہستہ سے خاموش بیٹھ گیا اور ہم لوگوں کو بھی اشارہ سے حکم دیا کہ خبردار کوئی ایسی حرکت نہ کرے کہ یہ جوان بدخواب ہو۔ آخر شب کا یہ قصہ ہے تھوڑی دیر میں صبح ہو گئی اوّل بادشاہ نے نماز پڑھی بعد میں مہتر حاجی اور ہم لوگوں نے باری باری نماز ادا کی۔ جب دو گھڑی دن چڑھا وہ غریب بیدار ہوا اور ہم لوگوں کو اپنے پاس دیکھ کے گھبرایا او ربھاگنے کا قصد کیا۔ بادشاہ نے اُس کو تسلی دی اور اپنے پاس بٹھایا اور بہت شفقت سے مزاج پُرسی کے بعد پوچھا اے بھائی تو اس شہر میں کس ارادہ سے اور کون سی حاجت کو آیا ہے۔ وہ کہنے لگا فلاں شخص نے میری املاک موروثی چھین لی ہے ہر چند میں نے عمال شاہی کے پاس اور حاکم خراسان کے نزدیک جا کے استغاثہ کیا مگر کسی نے میری فریاد نہ سنی آخر ناچار ہو کر اس شہر میں بادشاہ کے پاس آیا وہاں تک رسائی نہ ہوئی۔ کسی نے خبر تک نہ کی مجبور ہو کے

پھر گیا اب تیری صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ تو بادشاہ سے عرض کرسکتا ہے اگر غریب نوازی کی راہ سے میری خبر شاہ عباس سے کردے تو میں تیرا احسان مند ہوں گا اور تو خدا کے نزدیک مثاب اور ماجور ہوگا۔ سنتے ہی بادشاہ رونے لگا اور کہا میں ہی عباس ہوں۔ وہ کہنے لگا اے شاہ یہ بار سوم ہے کہ میں دربار شاہی میں حاضر ہوا ہوں۔ اس دفعہ میرے آقا جناب امام رضا علیہ السلام نے میری بہت تسلی کی تھی اور فرمایا تھا اس مرتبہ بادشاہ سے ضرور ملاقات ہوگی ورنہ میں نے یہ قصد کیا تھا کہ جب تک میں اپنی داد نہ پاؤں گا مولا کے در مبارک سے نہ اُٹھوں گا۔ الحمد للہ کہ تجھ سا بادشاہ خدا شناس مجھ کو بہ آسانی مل گیا۔ اس دفعہ شاہ عباس بہت شدت سے رویا اور دو مرتبہ ملاقات نہ ہونے کا بہت عذر کیا اور کہا اے بھائی مجھ سے بھی خواب میں یہی فرمایا تھا باغ میں تیرا نشان بتا دیا تھا بیدار ہوتے ہی میں یہاں پہنچا۔ شکر خدا کہ تجھے پایا اب تو میری خطا معاف کر کہ میں تجھے تیرا حق دلوائے دیتا ہوں اور تیرے دشمن کی سزا کا بھی انتظام کرتا ہوں یہ کہہ کے حاجی مہتر سے دوات و قلم و کاغذ مانگا۔ حاجی مہتر نہایت دانا شخص تھا ہر وقت یہ سامان اُس کے پاس موجود رہتا تھا فوراً سامنے رکھ دیا۔ بادشاہ نے اپنے دست خاص سے حاکم خراسان کے نام رقعہ لکھا کہ فوراً اس غریب کی حق رسانی کرنا اور اس کے دشمن کو سزا دینا یہ لکھ کے اپنی انگوٹھی سے مہر کر دی اور ایک گھوڑا مع ساز و یراق اور خلعت فاخرہ اور بہت سی اشرفیاں اُس کے پیش کش کیں اور اُس سے اقرار لیا کہ جب تو اپنے حق کو پہنچ چکے اُس وقت حضرت کے روضہ مبارک میں جا کے میرے واسطے طلب مغفرت کرنا۔

تمہید:۔

الحاصل بادشاہ نے نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ اُس کو خراسان کی طرف رخصت کیا اور خود دو رکعت نماز شکر ادا کر کے اپنے محل میں پھر گیا۔ مومنین! ایک یہ بادشاہ دین پرست تھا جس نے خواب میں امام علیہ السلام کی ہدایت سے ایک مومن کے حق دینے کا حکم دیا، خود محل سے باغ میں رات کو تنہا خلاف آداب شاہانہ گھبرا کے چلا آیا۔ ایک یزید ایسا بادشاہ

دنیا پرست خواب غفلت میں بے ہوش تھا جس نے امام رہنما کے حق غصب کرنے کا حکم دیا۔ دارالسلطنت سے فوجوں پر فوجیں صحرائے کربلا میں روانہ کیں اُس جناب کو شہید کر کے وہ مستورات عظمیٰ جو عالم کی شاہزادیاں تھیں اُنہیں شان ملوکانہ کیسی ترک و روم کی کنیزوں کی طرح دن دوپہر دربار جشن میں سر برہنہ بلایا۔ جناب امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں ہم اہلبیت علیہم السلام کو رسیوں میں باندھ کے دربار میں اس صورت و ہیئت سے لے گئے تھے جس طرح قصاب بکریوں کو باندھ کے قربان گاہ میں لے جاتے ہیں اور نبی ﷺ زادیوں کو ایک رسن میں اس طرح باندھا تھا کہ کسی بی بی کا بازو کسی بچہ کا گلا کسی خاتون کی کلائی جکڑی تھی۔

دربار یزید کی طرف اہل بیتؑ کا لے جانا:-

مومنین! کچھ سمجھے کہ اس ترکیب سے باندھنے کی علت کیا تھی؟ آہ آہ بچوں کا قد تو چھوٹا ہوتا ہے کسی بچہ کا گلا کسی بی بی کے بازو کے مقابل پڑا بعض چھوٹے بچوں کا گلا بعض خاتون کی کلائی تک پہنچتا تھا اس لئے اسیروں میں جس کے مقابل جس کو جس طرح پایا باندھ دیا اور لکھا ہے کہ وہ رسیاں ظلم اتنی چھوٹی تھیں کہ اگر ان بارہ قیدیوں میں سے ایک اسیر بھی راہ میں تھک کے بیٹھ جاتا تھا تو سب کو بیٹھ جانا پڑتا تھا اور اسیروں کے بیٹھ جانے کا سبب تو یقین ہے کہ اکثر مومنوں کو معلوم ہوگا۔ یعنی وہ مخدرات عظمیٰ جو سوائے راہ خدا کے دوسرا راستہ چلی نہ تھیں در ساعات پر تین گھڑی ٹھہرائی گئیں وہاں سے دربار یزید تک چند ساعت پا پیادہ جانا پڑا۔ فاقوں کا ضعف لوگوں کا ہجوم برابر کس طرح چل سکتی تھیں۔ بیبیاں تو کسی قدر قوت وتحمل بھی رکھتی تھیں مگر اطفال کبھی خستہ ہو کے گر گر پڑتے تھے کبھی تیورا کے بیٹھ بیٹھ جاتے تھے اور حضرات در ساعات پر تین ساعت توقف کرنے کی کئی وجہیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ ملازمان یزید کو ہر حال و ہر مقام میں ان بے کسوں کا ستانا اور ایذا دینا منظور تھا جانتے تھے کہ جس قدر دھوپ میں یہ قیدی رہیں گے اُسی قدر زیادہ تکلیف اُٹھائیں گے۔ دوسری

وجہ یہ تھی کہ یزید پلید نے اہل شہر پر امام حسین علیہ السلام کا شہید ہونا ظاہر نہ کیا تھا یہ مشہور کر دیا تھا کہ کچھ مسلمان میری بیعت سے انکار کر کے زمرۂ خوارج میں داخل ہو گئے تھے۔ میری فوج نے اُن کو قتل کیا اور مقتولوں کے سر اور اُن خوارجیوں کی عورتیں اور بچے اسیر آتے ہیں کبھی کسی نے اس طرح کے مسلمان قیدی دیکھے نہ تھے اور دمشق عہد اسلام میں کبھی ایسا آراستہ نہ ہوا تھا۔ اس لئے بہت تماشائی جمع ہوئے تھے خصوصاً در ساعات پر کہ شہر کا وہ صدر دروازہ تھا اس قدر خلقت کی کثرت تھی کہ ایک پیدل شخص کا بھی اُس ہجوم سے بآسانی گذر جانا مشکل تھا۔ ایک تو خود اہل فوج کو انتظام راہ کیلئے کچھ ٹھہرنا پڑا دوسرے یہ بھی منظور ہوا کہ یہاں کثرت زیادہ ہے توقف کریں کہ سب لوگ اچھی طرح ان قیدیوں کا تماشا دیکھیں۔ تیسری وجہ ذاکر کس زبان سے عرض کرے کہ دو سبب سے خود اہلبیت علیہم السلام وہاں پر چلنے سے باز رہ گئے اول تو مارے شرم و حیا کے کسی کے قدم آگے نہ بڑھتے تھے۔ دوسرے بروایت سرور المومنین وہ نیزہ جس پر امام علیہ السلام کا سر تھا خولی کے ہاتھ سے چھٹ کر گر گیا اور اس کی علت یہ تھی کہ اُسی دروازہ پر آپ کے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل علیہ السلام کا سر بریدہ لٹکتا تھا۔ اپنے بھائی و ایلچی کے سر کو دیکھ کے امام حسین علیہ السلام کے فرق بریدہ نے آنکھیں کھول دیں اور اس طرح غور سے دیکھنے لگا جیسے کوئی مدت کے بچھڑے کو دیکھتا ہے۔ حضرات! یہ تو قرآن سے ثابت ہے کہ شہداء زندہ ہوتے ہیں پس ان دونوں شہیدوں نے آپس میں کیا باتیں کی ہوں گی؟ اُنہوں نے کہا ہوگا یا مولا مجھ کو کوٹھے سے گرا لاش کو گلیوں میں پھرایا سر کو کاٹ کے یہاں لٹکایا۔ آپ نے فرمایا ہوگا ظالموں نے نیزۂ ظلم لگا کر مجھے گھوڑے سے گرایا لاش کو پامال کیا سر کو بدن سے جُدا کر کے اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ کہاں کہاں پھرایا' اب دربار یزید میں لے جاتے ہیں۔

داخلہ اہل بیتؑ دربار یزید میں:۔

الحاصل ان بے کسوں کو کشاں کشاں اُس دربار میں پہنچایا جہاں سوائے خدام و

غلاموں کے ساتھ سو دو سو کرسی نشین حاضر تھے وہ سب کے سب خوشیاں کرتے تھے۔ اہلبیت رسول علیہم السلام کو کوئی ساعت بیٹھنے کا بھی حکم نہ ہوا۔

مصروف اپنے جشن میں چھوٹے بڑے رہے
یہ سر جھکائے چار گھڑی تک کھڑے رہے

آہ آہ یزید تو تخت پر بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ امام کا سر تخت کے نیچے طشت میں رکھا تھا۔ اہل حرم علیہم السلام رسی میں بندھے سامنے کھڑے تھے۔

سر حسین علیہ السلام کجا مجلس شراب کجا
ہجوم عالم کجا آل بوتراب علیہ السلام کجا

اور کس نخوت و غرور سے یزید ملعون پوچھتا تھا یہ بی بی کون ہے اور یہ خاتون کون ہے اور شمر جفا کار ایک ایک شہزادی کی طرف اشارہ کر کے بتاتا تھا یہ زینب علیہا السلام و اُم کلثوم علیہا السلام ہے یہ سکینہ علیہا السلام وہ رقیہ علیہا السلام ہے۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر94

- آیت خلقت انسان میں۔
- فضائل جناب امیرؑ نظم ونثر میں۔
- حضرت امیرؑ کا خواجہ محمد رضا کشمیری کی مدد کرنا۔
- دربار یزید میں جناب سکینہؑ کا اضطراب۔

مجلس نمبر 94

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَ لِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ٥

''حق سبحانہ وتعالٰی سورۃ المومن میں ارشاد فرماتا ہے پروردگار عالم وہ ہے جس نے اپنی قدرت کاملہ سے تم کو خاک سے بنایا اس کے بعد نطفہ سے خلق کیا پھر خون منجمد سے درست کیا یعنی بعد چالیس روز کے نطفہ خون منجمد ہو گیا ان سب حالتوں کے بعد تم لوگوں کو شکم مادر سے باہر لاتا ہے دراں حالیکہ طفل رہتے ہو اور بعد طفولیت کے زندہ رکھتا ہے یہاں تک کہ تم جوان ہو اور بعد سن شباب کے تمہیں باقی رکھتا ہے یہاں تک کہ بوڑھے ہو جاؤ اور بعض تم لوگوں میں سے وہ ہیں جنہیں زمانہ شیخوخت و شباب سے پہلے ہی موت آ جاتی ہے اور تمہیں مہلت دیتا ہے یہاں تک کہ پہنچو تم مدت معین کو اس لئے کہ شاید تم سوچو اور فکر کرو۔''

فضائل جناب امیرؑ نظم میں:-

اپنی پیدائش اور تغیرات میں کہ ابتدائے طفولیت سے تا وقت انتقال کیونکر درجہ بدرجہ ایک حالت سے دوسری حالت پر پہنچتے رہتے ہو تا کہ اپنے خالق کے عارف و شناسا

ہو۔ حضرات! ابتدائے فطرت سے وقت مرگ تک انسان کیلئے کیا کیا تغیرات ہیں اور سب کا نتیجہ کار فانی ہو جاتا ہے آخر وقت کوئی چیز سوائے محبت اہلبیت علیہم السلام کار آمد نہیں اُس وقت یہی حضرات امداد کرتے ہیں۔

قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ علیہ السلام

يَا حَارَ هَمْدَانَ مَنْ يَمُتْ يَرَنِيْ
مِنْ مُؤْمِنٍ اَوْ مُنَافِقٍ قُبُلَا

''سید الوصیین جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا اے حارث ہمدانی جو بندہ خواہ مومن ہو خواہ کافر جب مرتا ہے وقت مرگ مجھے ضرور دیکھتا ہے۔''

يَعْرِفُنِيْ طَرْفُهُ وَ اَعْرِفُهُ
بِنَعْتِهِ وَاسْمِهِ وَ مَا فَعَلَا

''اُس کی آنکھیں مجھے پہچان لیتی ہیں اور میں بھی اُس کو اور اس کے نام وصفات کو خوب جانتا اور پہچانتا ہوں۔''

وَ اَنْتَ عِنْدَ الصِّرَاطِ تَعْرِفُنِيْ
فَلَا تَخَفْ عَثْرَةً وَ لَا زَلَلَا

''اے حارث روز قیامت جب تو صراط پر پہنچے اُس وقت مجھے پہچانے گا اور میرے رتبہ کو دیکھے گا لیکن تو میرے دوستوں سے ہے تجھے وہاں لغزش قدم سے کیا خوف ہے۔''

اَسْقِيْكَ مِنْ بَارِدٍ عَلٰى ظَمَاءٍ
تَخَالُهُ فِي الْحَلَاوَةِ الْعَسَلَا

''اس گرمی آفتاب میں حوض کوثر پر تجھے ایسے آب سرد سے سیراب کروں گا جس کا مزہ مثل نبات وشہد کے ہوگا۔''

أَقُوْلُ لِلنَّارِ حِيْنَ تُوقَفُ

لِلْعَرْضِ ذَرِيْهِ وَ لَا تَقْرَبِيْ الرَّجُلَا

ذَرِيْهِ لَا تَقْرَبِيْهِ إِنَّ لَهُ

حَبْلًا بِحَبْلِ الْوَصِيِّ مُتَّصِلًا

''کنارہ جہنم جب لوگوں کو بہ ارادۂ عذاب لائیں گے ہم اپنے شیعوں کیلئے آتش شعلہ ور سے کہیں گے انہیں چھوڑ دے اور علیحدہ ہو جا کہ یہ ہمارے دوستوں سے ہیں انہیں کوئی وسیلہ سوائے ہمارے وسیلہ کے نہیں ہے۔''

فضائل جناب امیرؑ:-

مجاہد کہ علمائے اہلسنت سے ہیں عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا جناب رسول خدا ﷺ نے مجھے وصیت کی:

يَا بْنَ عَبَّاسٍ عَلَيْكَ بِعَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ فَإِنَّ الْحَقَّ يَنْطِقُ عَلَى لِسَانِهِ وَ إِنَّ الْجَنَّةَ وَ مَفَاتِيْحَهَا وَ أَقْفَالَهَا وَ إِنَّ النَّارَ وَ أَقْفَالَهَا بِيَدِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِهِ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ بِهِ يُعَذَّبُوْنَ بِالنَّارِ

''اے ابن عباس مراتب علی علیہ السلام کو نگاہ میں رکھو اور اُن کے کلام پر عمل کرو کس لئے کہ سوائے حق کے اُن کی زبان پر کچھ جاری نہیں ہوتا اور روز قیامت تقسیم جنت و نار اور کلید بہشت و دوزخ انہیں کے ہاتھ میں ہے۔ انہیں کی محبت سے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور انہیں کی عداوت کے سبب سے جہنم میں جائیں گے۔'' اور بعض تفسیر اہلبیت علیہم السلام میں منقول ہے کہ قیامت میں رسول ﷺ بشیر و نذیر اور اُن کے وصی و وزیر جناب امیر علیہ السلام یہ دونوں بزرگوار صراط کے کنارے کھڑے ہو کے خلائق کیلئے جائے

ثواب وعذاب تقسیم کریں گے۔ اسی طرح کہ جناب رسالت مآب ﷺ اس امر میں امیر المومنین علیہ السلام کو مدار المہام قرار دیں گے اور بالکل کام اُن کے سپرد کر کے اختیار تام دیں گے کہ وہ آپ دوزخ سے خطاب کر کے فرمائیں گے۔

هٰذَا لِیْ وَ هٰذَا لَكِ خُذِیْهِ فَاِنَّهٗ مِنْ اَعْدَائِیْ وَ ذَرِیْهِ فَاِنَّهٗ مِنْ اَحِبَّائِیْ

''فلاں بدکار تیرے لئے ہے اور یہ دیندار میرے لئے ہے اُسے لے لے کہ میرے دشمنوں سے ہے اور اسے چھوڑ دے کہ میرے دوستوں سے ہے۔''

جناب امیرؑ کا خواجہ محمد رجا کشمیری کی مدد کرنا:-

حضرات! فضائل و معجزات کی آپ کے انتہا نہیں کتاب مجموعہ معجزات میں خواجہ محمد رضا کشمیری سے منقول ہے۔ وہ مومن کہتا ہے کہ ابتدائے جوانی میں میرے دل میں نجف اشرف کی زیارت کا شوق ہوا پس اسی ولولہ میں لاہور آیا۔ وہاں ایک تاجر ایرانی سے ملاقات و محبت ہو گئی۔ اُن کے ساتھ پہلے ملتان گیا وہاں سے خراسان پہنچا اور جناب امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اس جگہ اُن کو ایسے امور ضرور پیش آئے کہ کچھ دنوں توقف کرنا پڑا چونکہ میں شوق زیارت نجف اشرف میں بے چین ہو رہا تھا رخصت چاہی اُس تاجر نے کچھ زر نقد خرچ راہ کیلئے اور کچھ تحائف دے کر رخصت کیا۔ میں ایک قافلہ کے ہمراہ جو عراق عرب کو جاتا تھا ہولیا یہاں تک کہ ایک مقام پر دوراہہ ملا۔ وہاں معلوم ہوا کہ ایک راہ بغداد کی طرف سے دوسری بصرہ کی جانب سے عراق عرب کو گئی ہے اور بصرہ کی سمت کی راہ نزدیک ہے اگر ادھر کی منزلوں میں قطاع الطریق کے شر سے بچ جائے تو مسافر بہت جلد نجف اشرف پہنچ جاتا ہے۔ چونکہ میں نجف اشرف کا بہت مشتاق تھا اور کچھ مال و متاع بھی نہ رکھتا تھا باوجود امتناع احباب اُسی راہ نزدیک سے روانہ ہوا۔ تمام روز چلتا تھا شب کو کبھی بستی میں کبھی صحرا میں کبھی کوہستان میں مقام کرتا تھا قضائے کار ایک منزل میں

چند جوان صورت میں انسان مگر سیرت میں شیطان ملے۔ انہوں نے میری راہ روک لی اور پوچھا کہ کہاں کا ارادہ رکھتا ہوں۔ میں نے بتایا نجف اشرف کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اُن وحشیوں نے مجھے بہت مارا اور مجھ سے میرا مال ومتاع بھی چھین لیا اور مزاحمت پر میرا ایک ہاتھ قطع کر دیا۔ مجھے غش آ گیا۔ جب افاقہ ہوا اس مشکل میں سوائے مشکل کشا کے کس سے طلب امداد کرتا حضرت ہی سے رُو رُو کے فریاد کرنے لگا۔ ناگاہ ایک سوار دور سے نمودار ہوا کہ اُس کے دیکھتے ہی درد میں خفت ہوگئی قلب میں طاقت آگئی اور وہ بزرگ میرے قریب آ کے پوچھنے لگا تو کون ہے اور کہاں جاتا ہے؟ میں نے عرض کی کشمیری ہوں اور اپنے آقا علی بن ابی طالب علیہ السلام کی زیارت کو نجف اشرف جاتا تھا کہ اس بلا میں مبتلا ہو گیا۔ فرمایا تو کیوں تنہا بے راہ چلا انسان کو مناسب ہے کہ اپنا نیک و بد دیکھ کے چلے۔ اس کے بعد ارشاد کیا اپنا دستِ بریدہ قبضہ سے ملا دے میں نے ہزار دقت اُٹھا کے کلائی سے ملایا اُس بزرگ نے اپنا ہاتھ میرے زخم پر پھیر دیا فوراً اچھا ہو گیا اور کچھ معلوم نہ ہوتا تھا کہ کہاں سے میرا ہاتھ کٹا تھا۔ پھر فرمایا کہ یہاں سے فلاں مقام تک سیدھا چلا جا وہاں سے شارع عام پائے گا اور دو تین روز میں نجف پہنچ جائے گا اور میں بامرالٰہی اُن ظالموں سے انتقام لینے جاتا ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اُن کو اُن کے کردار کی سزا دیتا ہوں۔ اُس وقت میں نے جرأت کر کے عرض کی اُسی خالق کی قسم دیتا ہوں جس نے آپ کو یہ کرامت وعظمت عطا کی ہے بتایئے آپ کون ہیں؟ فرمانے لگے تو نہیں جانتا کہ تو جس کیلئے جاتا ہے وہ تیرے ساتھ ساتھ ہر جگہ ہر وقت ہر حال میں نگران رہتا ہے۔ تو نے نہیں سُنا ہے کہ جو کوئی میری راہ میں ایک قدم چلتا ہے تو میں سو قدم اُس کے واسطے جاتا ہوں اور مصیبت کے وقت اُس کی مدد واعانت کرتا ہوں۔ یہ فرما کر نظروں سے غائب ہو گئے اور میں روتے روتے پھر غش کر گیا۔ جب ہوش آیا اُسی راہ سے جدھر سے ارشاد ہوا تھا بہ آرام تمام نجف اشرف پہنچا اور زیارت سے مشرف ہوا۔

تمہید:۔

مومنین! جناب امیر علیہ السلام اپنے زائر کے فقط ہاتھ کٹنے پر مدد کو بھی تشریف

لائے۔ دشمن سے انتقام بھی لینے گئے۔ کہاں تھے وہ جناب اور کیوں اُن ظالموں سے انتقام نہ لیا جنہوں نے حضرت کے فرزند پر جفاؤں پر جفائیں کیں۔ جیتے جی ہزاروں زخم تلواروں کے نیزوں کے لگائے شہادت کے بعد ہاتھ بھی قلم کئے۔ اہلبیت علیہم السلام کے ہاتھ رسن میں باندھ کے کشاں کشاں دربار میں لے گئے۔

جناب سکینہؑ کا دربار یزید میں اضطراب کرنا:۔

راوی کہتا ہے جب یزید پلید مجلس عشرت آراستہ اور دربار میں سامان جشن مہیا کر چکا حکم دیا اسیران اہلبیت علیہم السلام کو سامنے لائیں تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کچھ بیبیاں کچھ بچے باحال خراب ایک رسی میں بندھے ہوئے دروازے سے نمودار ہوئے تمازت آفتاب سے سب کے چہروں کا رنگ متغیر ہے۔ اشک چشم سے بھیگ کے لباس بدن بوسیدہ ہو رہے ہیں چند اہل فوج برہنہ شمشیریں علم کیے گرد و پیش ساتھ ساتھ چلے آتے ہیں۔ قیدی مصیبت زدہ افتاں و خیزاں قریب تخت آ کر گناہ گاروں کی طرح سامنے یزید کے کھڑے ہوئے۔ وہ شقی شراب خواری میں مصروف تھا کچھ متوجہ نہ ہوا بیٹھنے کی بھی اجازت نہ دی۔

مصروف اپنے جشن میں چھوٹے بڑے رہے
یہ سر جھکائے چار گھڑی تک کھڑے رہے

اہل دربار نے رُعب سلطنت سے اُس کے بے پوچھے ہوئے کچھ بیان کرنا مناسب نہ جانا۔ آخر یزید نے نشہ کی حالت میں نظر اُٹھا کر دیکھا اور اپنے فوج والوں پر برہم ہوا کہ میں نے اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طلب کیا تھا تم ان کنیزوں کو میرے سامنے کیوں لائے ہو؟ شمر ملعون نے بڑھ کر کہا اے امیر یہ کنیزیں نہیں ہیں سب کی سب ناموس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دختران علی علیہ السلام و فاطمہ سلام اللہ علیہا ہیں۔

هٰذِهٖ زَيْنَبُ وَ هٰذِهٖ اُمُّ كُلْثُوْمٍ

"یہ حسین علیہ السلام کی بہنیں زینب سلام اللہ علیہا و ام کلثوم سلام اللہ علیہا ہیں۔" جنہیں وہ بہت عزیز

رکھتے تھے یہی زینب علیہا السلام در خیمہ پر کھڑی پیٹتی تھی اسی کے سامنے اس کے بھائی کا سر میں نے بدن سے جُدا کیا ہے۔

وَ هٰذِهٖ سُكَيْنَةُ علیہا السلام بِنْتُ الْحُسَيْنِ علیہ السلام

اور وہ لاڈلی بیٹی سکینہ علیہا السلام جسے حسین علیہ السلام اپنے سینہ پر سُلاتے تھے اس وقت گردن میں رسی بندھی ہوئی ہاتھ گلے پر رکھے ہوئے تیرے سامنے کھڑی ہے۔ یہ سُن کے غصہ اُس کا فرو ہوا اور جناب سکینہ علیہا السلام سے پوچھنے لگا گلے پر ہاتھ کیوں رکھے ہوئے ہے؟ اُس بچی نے بہ آواز نحیف کہا تیرے فوج کے لوگوں نے اس طرح کس کے رسی گردن میں باندھی ہے کہ سانس لینا بھی دُشوار ہے ہر مرتبہ تنفس کی آمد و شد میں ایسا درد پیدا ہوتا ہے کہ بے اختیار ہاتھ گلے پر رکھے ہوئے ہوں۔ یہ سُن کے یزید بے رحم کو باوجود سنگ دلی کے اُس صاحبزادی کے چھوٹے سے سن میں اتنی بڑی تکلیف اُٹھانے پر رحم آ گیا اور حاضرین میں سے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا کہ اس لڑکی کا گلا کھول دو۔ اُس نے چاہا بڑھ کے رسی کھولے۔ جناب سکینہ علیہا السلام نے کہا ہم خاندانِ نبوت سے ہیں ہر حال میں بزرگوں کا ادب کرتے ہیں کیسی ہی تکلیف میں ہوں اپنی راحت کو مقدم نہیں کرتے اگر تجھے رحم آیا ہے تو پہلے میری پھپیوں کے شانوں سے رسی کھولنے کا حکم دے۔ اُس شقی نے بکراہت کہا اچھا ان عورتوں کی بھی رسی کھول دو۔ ایک شخص آگے بڑھا جناب زینب علیہا السلام نے جھڑک دیا اور یزید سے کہا کبھی ایسا نہیں ہوسکتا کہ غیر شخص ہمارے ہاتھ کی رسی کھولے اگر تجھے ہمارے شانوں کی رسی کھلوانا منظور ہے تو پہلے میرے فرزند زین العابدین علیہ السلام کے ہاتھوں کو کھلوا دے کہ وہ اپنے ہاتھ سے میری رسی کھول دیں گے۔ یزید سُن کے خاموش ہو رہا دیر کے بعد کچھ سوچ کے اجازت دی کہ خیر اس بیمار ہی کے ہاتھ کھول دو۔ راوی کہتا ہے جب امام علیہ السلام کے ہاتھ کُھل گئے اور آپ نے چاہا اسیران اہلبیت علیہم السلام کی رسی کھولیں تو آہ آہ اس زور سے بندھی تھی کہ کھل نہ سکی آخر اُن قیدیوں کے شانہ سے گلے سے کاٹ کاٹ کے رسی کو علیحدہ کیا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ٥

مجلس نمبر 95

- آیت مال و اولاد سے درجہ تقرب حاصل نہیں ہوتا ہے۔
- جناب رسولؐ خدا کا پانچ سجدے کرنا۔
- خواب مرد صالح اور حکایت عبداللہ خان اُوزبک۔
- داخلہ اہل بیتؑ دربار یزید میں اور دو مرتبہ شمر کو رحم آنا۔

مجلس نمبر 95

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ مَاۤ اَمْوَالُکُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُکُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُکُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ز فَاُولٰٓئِکَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَ هُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ٥

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۃ سبا میں ارشاد فرماتا ہے یعنی تمہارے اموال اور اولاد تمہاری ایسی چیزیں نہیں ہیں کہ درجہ تقریب میں ہمارے پاس تم کو پہنچائیں مقرب وہ شخص ہے جس نے ایمان اختیار کیا اور اعمال نیک کیے یعنی مال کو راہ خدا میں صرف کیا اور اولاد کو علم دین سکھایا پس ایسے لوگوں کے واسطے بمقابلہ اُن کے اعمال کے دو چند جزا ہے اور یہ لوگ غرف ہائے بہشت میں امن وامان سے رہیں گے۔''

جناب رسولِ خدا ﷺ کا پانچ سجدے کرنا:۔

مومنین! اولاد کو جو علم دین تعلیم کرنا چاہئے وہ کیا ہے وحدانیت حق تعالیٰ اور نبوت انبیا علیہم السلام کے بعد امامت ہے۔ یعنی اس اعتقاد کا تعلیم کرنا کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام یکے بعد دیگرے جانشین اور اوصیائے برحق ہیں۔ ان کی مخالفت میں خدا اور رسول ﷺ کی بیزاری اور محبت و متابعت میں نجات و رستگاری ہے۔

قَالَ اَبُوا الْقَاسِمِ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سَجَدَ یَوْمًا

خمس سجدات بلا رکوع

''روایت کی ہے ابو القاسم نے کہ علمائے اہلسنت سے ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا ﷺ محراب عبادت میں بلا قیام و بلا رکوع پانچ سجدے برابر بجالائے۔ اصحاب نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ کیسے سجدے تھے کہ جن کے ساتھ قیام ورکوع نہیں۔ فرمایا یہ شکر کے سجدے تھے۔ اُنہوں نے عرض کی شکر خدا تو ہر وقت بہتر ہے لیکن اس گھڑی شکر کے اتنے سجدے پے در پے بجالانے کا کیا سبب ہے؟ ارشاد کیا:

اِنَّ جِبْرَائِیْلَ اَتَانِیْ وَ قَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ عَلِیًّا فَسَجَدْتُ

''بہ تحقیق جبرائیل امین علیہ السلام نے مجھے خبر دی کہ حق تعالیٰ بعد تحفہ درود سلام فرماتا ہے اے رسول آگاہ ہو کہ میں تمہارے بھائی علی علیہ السلام بن ابی طالب علیہ السلام کو دوست رکھتا ہوں۔ یہ خوشخبری سُن کے میں نے شکر کا سجدہ کیا۔'' سر اُٹھاتے ہوئے یہ بھی فرمایا ہے کہ تمہاری بیٹی فاطمہ علیہا السلام کو بھی میں دوست رکھتا ہوں سُن کے میں نے دوسرا سجدہ کیا۔

فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْحَسَنَ علیہ السلام وَ الْحُسَیْنَ علیہ السلام فَسَجَدْتُّ

''پھر خبر دی ہے کہ میں تمہارے دونوں نواسوں کو یعنی حسن علیہ السلام وحسین علیہ السلام کو بھی دوست رکھتا ہوں سنتے ہی میں سجدہ میں گیا۔''

فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ مَنْ یُّحِبُّھُمْ فَسَجَدْتُّ

''اس سجدہ کے بعد امین خدا نے کہا خوش ہو جائیے جناب احدیث سے یہ بھی ارشاد ہے کہ جو میرے ان خاص بندوں کو دوست رکھے گا۔ اُس کو بھی دوست رکھوں گا پھر میں بے ساختہ چوتھا سجدہ بجالایا۔'' سر اُٹھایا تھا۔

فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ مَنْ اَحَبَّ مُحِبِّیْھِمْ فَسَجَدْتُّ

''کہ جبرائیل علیہ السلام بولے اور زیادہ بشارت ہو خداوند کریم نے کہا ہے جو ہمارے ان خاص بندوں کے دوستوں کا دوست ہوگا ہم اُس کو بھی دوست رکھتے ہیں فوراً میں پانچواں سجدۂ شکر بجا لایا۔'' مومنین! ان حضرات کے دوست ہونے کا بڑا درجہ ہے کاش خداوند عالم ہم کو ان کے دوستوں کے دوستوں میں شمار کرے جب بھی ہم گناہگاروں کی نجات کیلئے بڑا وسیلہ ہے۔

خواب مرد صالح:۔

صاحب منہج الصادقین لکھتے ہیں ایک مرد صالح نے خواب میں دیکھا قیامت قائم ہے خلائق کو ملائکہ مواقف حساب و کتاب میں لائے ہیں۔ یہ دیندار جس جا کھڑا تھا وہاں ایک فرشتہ ایک صحیفہ ہاتھ میں لئے ہوئے آیا۔ اس نے پوچھا یہ صحیفہ کیسا ہے۔ اس میں کیا لکھا ہے؟ اُس نے جواب دیا یہ وہ صحیفہ ہے جس میں امیر المؤمنین علیہ السلام علی علیہ السلام بن ابی طالب علیہ السلام اور اُن کی اولاد طاہرین کے دوستوں کے نام مندرج ہیں۔ اس نے کہا اگر ان حضرات کے دوستوں کے نام اس میں لکھے ہیں تو میرا نام بھی ضرور ہوگا۔ اُس فرشتہ نے وہ صحیفہ ہاتھ میں دے دیا کہ خود دیکھ لو اس مرد خوش اعتقاد نے ابتدا سے انتہا تک دیکھا کہیں اپنا نام نہ پایا۔ کہنے لگا اس میں تو میرا نام نہیں ہے البتہ ایسا رتبہ کہاں رکھتا ہوں کہ اُن کے ساتھ شمار کیا جاؤں لیکن اے فرشتہ باری ان سب ناموں کے بعد آخر میں میرا نام بھی مندرج کر دے کہ اگرچہ اُن حضرات کے دوستوں میں نہ گنا جاؤں مگر اُن کے دوستوں کا تو بے شک دوست دار ہوں۔ فوراً جناب الٰہی سے ندا آئی اے فرشتہ اس مرد صالح نے نہایت خضوع و عاجزی سے عرض کی ہے اب تو اس کا نام سب ناموں کی ابتدا میں لکھ لے۔ سبحان اللہ! دوستی علی علیہ السلام بن ابی طالب علیہ السلام میں دین و دنیا کے کیا کیا فائدے ہیں۔

عبداللہ خان اوزبک کی حکایت:۔

کتاب مظہر الاعجاز میں عبدالمومن خراسانی سے منقول ہے وہ کہتا ہے ایک دفعہ

میرا باپ ایسے شہر میں پہنچا جہاں کل قوم ازبکی تھے۔ جب نماز ظہرین کا وقت آیا میرا باپ اس فکر میں ہوا کہ اگر کوئی جگہ تنہا پائے تو نماز پڑھے۔ ایک جوان ازبک فراست سے سمجھ گیا اور میرے باپ سے کہا تو ہمارے مکان پر جا کے نماز ادا کر وہاں سب کچھ موجود ہے۔ وہ بہت ڈرا مگر کیا کرتا اُس کے مکان پر کہ لشکر سے باہر ایک کنارہ پر تھا گیا وہاں دیکھا کہ سجدہ گاہ و تسبیح خاک شفا کی رکھی ہے وہ سمجھا کہ یہ اوزبک کسی ایرانی کا مال لوٹ کے لایا ہے۔ اُس میں تسبیح و سجدہ گاہ بھی ہوگی تقیہ کی بناء پر اُسے چھوڑ کے علیحدہ ہو کے نماز پڑھنے لگا اتنے میں وہ اُوزبک بھی آ گیا اور مہر و تسبیح الگ رکھی دیکھ کے مسکرایا اور کہنے لگا اے بھائی اتنا لحاظ کیوں کرتا ہے خدا حق کا نگہبان ہے۔ یہ کہہ کے امامیہ طریق سے وضو کیا اور جانماز پر سجدہ گاہ رکھ کر بطور اہل تشیع نماز پڑھی۔ اُس وقت میں نے جرأت کر کے استفسار حال کیا وہ براہ موفیت اپنی حقیقت یوں بیان کرنے لگا اے برادر میں وراء او النہر کا رہنے والا ہوں اور جوانی میں مجھے اپنی قوت و طاقت پر غرور تھا جس وقت عبداللہ خان اُوزبک نے ایران پر لشکر کشی کی میں بھی اس ارادہ سے ساتھ ہو لیا کہ کسی رافضی کو قتل کر کے حج اکبر کا ثواب حاصل کروں پس اُس لشکر شقاوت اثر نے نواح خراسان میں اس قدر خونریزی کی کہ جس کا حد حساب نہیں یہاں تک کہ روضہ مقدسہ کے خدام کو اور جن شیعوں نے کہ بھاگ کے وہاں پناہ لی تھی اُن لوگوں کو عین صحن مبارک میں قتل کر کے خون کا دریا بہا دیا۔ لیکن مجھ کو باوجود تلاش ایک آدمی بھی نہ ملا کہ اپنے دل کا حوصلہ نکالتا اسی جستجو میں حسب اتفاق ایک روز ایک مرد پیر کو دیکھا کہ برہنہ بیٹھا کچھ کام کر رہا ہے اُس کو اپنا شکار جان کے دوڑا اور بہ قوت تمام ایک تلوار لگائی۔ اُس نے شمشیر کی چمک دیکھتے ہی کہا یا علی مدد علیہ السلام میں جو دیکھتا ہوں تو باوجود آبداری تیغ اور اپنے زور بازو کے اُس کے بدن پر خط تک نہ پڑا۔ تب تو میں نے شرمندہ ہو کے پے در پے چند ضربتیں لگائیں اور ہر ضرب پر وہ بوڑھا یا علی علیہ السلام مدد کہتا گیا پھر خیال جو کرتا ہوں تو ایک موئے بدن بھی اُس کا نہ کٹا تھا۔ اُس وقت منفعل ہو کے اور جھنجلا کے تلوار پھینک دی اور بغدا کمر سے نکال کے پیہم و متواتر چند وار کئے اُس سے بھی خط تک نہ پڑا تب مجھ کو یقین

ہوا کہ یہ ساحر ہے۔ یہ سمجھ کر میں نے کہا او پیر فرتوت شاید تو جادو جانتا ہے کہ میرا کوئی ہتھیار تجھ پر کارگر نہیں ہوتا۔ اُس وقت اُس نے کہا او جاہل و بے خبر تو نہیں سنتا کہ میں کس بزرگ کا نام لیتا ہوں ہنوز پنبہ غفلت کی روئی کانوں سے نہیں نکالتا اور دیدۂ باطن بینا نہیں ہوتا۔ دفعتہ اُس کے کلام پند آمیز نے میرے قلب پر اثر کیا اور محبت جناب امیر علیہ السلام کی دل میں پیدا ہوئی۔ اُسی وقت اُن بے دینوں کے طریقہ وملت سے بیزار ہوا اور افعال قبیحہ اور اعمال گذشتہ سے توبہ کی اور اپنے سوءِ فہم پر نفریں کر کے شیعہ ہو گیا۔ مگر کیا کروں طوعاً و کرہاً انہیں دشمنانِ دین کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہوں۔

تمہید:۔

مومنین! ظاہر ہے کہ مظہر العجائب جناب علی بن ابی طالب علیہ السلام نے ایک مومن خراسانی کی مدد کس طرح کی کہ فقط نام لینے پر تلوار کا وار کارگر نہ ہوا فی الواقع وہ جناب اور سب ائمہ علیہم السلام اطہار اپنے موالیان خاص کا کسی سختی میں مبتلا ہونا گوارا نہیں کر سکتے۔ دونوں جہان میں امداد کرتے ہیں اُن حضرت نے انہیں کی نجات کے واسطے جو کچھ مصیبتیں گذریں سب کو صبر و شکر کر کے اختیار کیا یہاں جناب امیر علیہ السلام نے ایک دوست کے بدن پر تلوار کا خط بھی پڑنے نہ دیا۔ مسجد کوفہ میں خود فرق مبارک آپ کا ابن ملجم کی تیغ زہر آلود سے شگافتہ ہوا۔ مدینہ میں اُنہیں کے لخت دل حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے کلیجے کے ٹکڑے اثر زہر سے کٹ کٹ کے لگن میں گرے۔ کربلا میں اُنہیں کے پارۂ جگر سید الشہداء علیہ السلام کے بہتر عزیز و اقارب و رفقا جنہیں دل وجگر سے زیادہ عزیز رکھتے تھے آنکھوں کے سامنے دوپہر میں تلواروں سے نیزوں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ امام مظلوم علیہ السلام کا سارا بدن حربوں کے وار پتھروں کے صدمہ سے چور ہو گیا۔ فرق مطہر تن اطہر سے جُدا ہو کے کتنے دنوں کہاں کہاں کس کس مصیبت میں مبتلا رہا یہاں تک کہ محفل جشن میں تخت یزید کے سامنے طشت میں رکھا گیا۔

دربارِ یزید میں اہل بیتؑ کا داخلہ:-

منقول ہے کہ اشقیائے اُمت جب اہلبیت طاہرین علیہم السلام کو صبح سے دوپہر تک بازار شام میں بلوائے عام میں کوچہ بکوچہ پھرا چکے تو چاہا کہ اُن بے وارثوں کو مع سرہائے شہداء اُس دربار میں لے جائیں جہاں سات سو کرسی نشین بیٹھے تھے۔ آہ آہ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں ہم بارہ افراد کو ایک رسن میں باندھ کر اس طرح کشاں کشاں دربار کی طرف لئے جاتے تھے جس طرح قصاب ایک رسی میں گوسفندوں کو باندھ کر قربان گاہ کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور صاحب الامر علیہ السلام فرماتے ہیں:

أَيْدِيهِمْ مَغْلُولَةٌ إِلَى الْأَعْنَاقِ

"یعنی ہاتھ اُن بے کسوں کے اُن کی گردنوں سے بندھے تھے۔" لکھا ہے جب وہ بیبیاں اور بچے رسن بستہ گناہ گاروں کی طرح دربار میں کھڑے کیے گئے اُس وقت امام مظلوم علیہ السلام کا فرق بُریدہ ایک طشت طلا میں اہلبیت علیہم السلام کے سامنے تخت کے نیچے رکھا تھا اور یزید پلید مسند حکومت پر بیٹھا شراب پی رہا تھا اللہ اللہ۔

سر حسین علیہ السلام کجا مجلس شراب کجا
ہجوم عام کجا آلِ بو تراب علیہ السلام کجا

غرض اُس بے حیا نے سر نجس اپنا اُٹھا کر پوچھا

مَنْ هٰذِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ

"وہ بی بی کون ہے وہ بی بی کون ہے۔" وہ ملاعین کہتے تھے:

هٰذِهٖ زَيْنَبُ علیہا السلام وَهٰذِهٖ اُمُّ كُلْثُوْمٍ علیہا السلام

شمر کا دو مقام پر رحم آنا:-

المختصر جب یزید اُن اسیروں کے جائزوں سے فارغ ہوا اور واقعہ کربلا سے اُس روز تک کا مفصل حال سُن چکا شمر سے کہنے لگا تو نے وہ کام کیا جو لاکھوں میں کسی سے ممکن نہ

ہوا اور اہلبیت رسالت علیہم السلام کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا یہ تو بتا اتنے ظلموں میں کبھی تجھے رحم بھی آیا تھا۔ یا نہیں اُس بے رحم نے کہا اے امیر میں نے تیری فرماں برداری میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت سے ہاتھ اُٹھایا دنیا کے واسطے دین کو برباد کیا۔ کسی حال میں کسی جگہ کسی پر رحم نہ کھایا مگر دو وقتوں میں البتہ فی الجملہ دل میرا افسردہ ہوا ایک تو اس وقت جب اُس شقی نے چاہا حسین علیہ السلام کے پیاسے گلے پر خنجر پھیرے دیکھا کہ اُن کے سوکھے ہونٹ ہل رہے ہیں۔ سمجھا حضرت نفرین کرتے ہیں مگر جب اپنے کانوں کو قریب لے گیا سُنا وہ جناب درگاہ خدا میں مناجات کرتے ہیں:

يَا سَيِّدِىْ وَ مَوْلَاىَ اِنَّ عَبْدَكَ هٰذَا قَدْ وَفٰى عَلٰى عَهْدِهٖ وَ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ

''خداوندا میں نے تو اپنے وعدۂ طفلی کو وفا کیا اب تیری وعدہ وفائی تیرے ہی ہاتھ ہے۔'' اُمیدوار ہوں روز قیامت میرے نانا کی اُمت سے جو گنہگار ہوں اُنہیں بخش دینا۔ اس کے بعد کہنے لگے اے شمر العطش العطش اے شمر بہت پیاسا ہوں تھوڑا پانی پلا دے۔ پس اے یزید اُس وقت اُن کی مظلومی اور پیاس پر بے ساختہ میرا دل بھر آیا۔ دوسری مرتبہ یہ بی بی جو تیرے سامنے رسن بستہ کھڑی ہے اپنے بھائی کی عاشق زینب خاتون علیہا السلام یہی ہے جب فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ شقی ذبح کرتا تھا یہ خاتون سامنے کھڑی پیٹ رہی تھی کس طرح بے قرار ہو ہو کے کہتی تھی اے شمر اتنا صبر کر کہ میں اپنے بھائی کو قبلہ رُو لٹا لوں۔ اے شمر اتنی اجازت دے کہ میں بھائی پر دھوپ میں اپنی چادر کا سایہ کرلوں۔ اے امیر اُس وقت اس کے بین اور اضطراب پر دل میرا پگھل گیا مگر محض تیری خوشنودی کے خیال سے بالکل رحم نہ کیا اس کے سامنے اس کے بھائی کا سر بدن سے جُدا کیا۔ راوی کہتا ہے جب یزید نے یہ سنا باوجود یہ کہ جشن میں مصروف تھا گردن جھکا کر دیر تک روتا رہا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر96

- آیت مودّت۔
- حدیث اس بیان میں کہ پیغمبرؐ کے اہل قرابت کون لوگ ہیں اور حدیث کساء۔
- اہلبیتؑ کا حال خراب سے دربار یزید میں داخل ہونا۔
- جاثلیق کی روایت۔

مجلس نمبر 96

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی قُلْ لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی ○

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ شوریٰ میں ارشاد فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ کہو اپنی اُمت سے کہ تم لوگوں سے تبلیغ رسالت کا کوئی بدلا اور اجر نہیں چاہتا ہوں لیکن دوستی اپنے اہل قرابت کی یعنی اپنے اہلبیت علیہم السلام کی۔'' ثعلبی نے قتادہ سے نقل کی ہے کہ چند مشرکین اپنی صحبت میں بیٹھے آپس میں یہ کہتے تھے کہ تم لوگوں کو کچھ معلوم ہے کہ محمد ﷺ جو دعوت اسلام کرتے ہیں آیا اس کام کے عوض میں کوئی مزدوری واجر بھی چاہتے ہیں یا نہیں۔ پس یہ آیہ نازل ہوا صاحب کشاف اور احمد بن حنبل کہ علمائے اہلسنت سے ہیں کہتے ہیں کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو اصحاب نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ

مَنْ قَرَابَتُکَ ھٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ اَمَرَنَا اللّٰہُ مَوَدَّتَھُمْ

''یا حضرت ﷺ وہ اقارب آپ کے کون لوگ ہیں جن کی محبت ومودّت کو حق تعالیٰ نے ہم لوگوں پر واجب کیا ہے۔''

حدیث اس بیان میں کہ پیغمبر کے اہل قرابت کون لوگ ہیں:۔

حضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ عزیز میرے علی علیہ السلام بن ابی طالب علیہ السلام اور فاطمہ علیہا السلام اور حسن علیہ السلام وحسین علیہ السلام ہیں اور کشاف میں منقول ہے کہ جناب رسول خدا

ﷺ نے فرمایا:

حُرِّمَتِ الْجَنَّةُ عَلٰى مَنْ ظَلَمَ اَهْلَ بَيْتِىْ وَ اٰذَانِىْ فِىْ عِتْرَتِىْ وَ مَنِ اصْطَنَعَ صَنِيْعَةً اِلٰى اَحَدٍ مِنْ وُلْدِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَ لَمْ يُجَازَهُ عَلَيْهَا فَاَنَا اُجَازِيْهِ عَلَيْهَا غَدًا اِذَا لَقِيَنِىْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

''یعنی خدا نے بہشت کو حرام کیا ہے اُس شخص پر جس نے میرے اہلبیت علیہم السلام پر ظلم کیا ہے اور میرے عترت کو ستا کے مجھے رنج پہنچایا ہے اور جس نے کچھ بھی نیکی وسلوک کیا کسی اولاد عبد المطلب علیہ السلام کے ساتھ اور دار دنیا میں اُس نے اُس کا بدلا نہ پایا تو قیامت کے دن جب وہ شخص مجھ سے ملاقات کرے گا اُس روز میں اُس کے احسان و نیکی کا عوض دوں گا۔''

حدیث فضائل اہل بیتؑ میں:-

ثعلبی نے جو مشاہیر علمائے اہلسنت سے ہے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ محبت و موّدت اہلبیت علیہم السلام کی جملہ اصول دین وارکان اسلام سے ہے اور اس کا منکر اسلام سے خارج وناصبی وکافر ہے اور اس کے بعد حق تعالیٰ اسی آیت میں فرماتا ہے۔

وَ مَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ط

''اور جو شخص کہ کار نیک کرتا ہے ہم زیادہ کرتے ہیں اُس کے لئے اُس کار خیر میں نیکی وخوبی کو۔''

حدیث کساء:-

ابی حمزہ ثمالی نے سُدّی سے نقل کی ہے اقتراف حسنہ سے مراد اہلبیت علیہم السلام کی محبت ہے۔ مومنین! اہلبیت علیہم السلام سے مراد وہ حضرات ہیں جنہیں آل عبا وآل کسا کہتے ہیں

اور حدیث کسا اس طور پر ہے:

رُوِیَ عَنْ فَاطِمَةَ الزَّهْرَآءِ علیہا السلام قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ اَبِیْ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِیْ بَعْضِ الْاَیَّامِ فَقَالَ یَا فَاطِمَةُ
اِنِّیْ لَاَجِدُ فِیْ بَدَنِیْ ضُعْفًا

"سیدۃ النساء جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام سے منقول ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک روز میرے پدر بزرگوار جناب رسول مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر تشریف لائے اور فرمایا اے فاطمہ علیہا السلام آج میں اپنے بدن میں کسی قدر ضعف پاتا ہوں۔" میں نے عرض کی خدا آپ کو محفوظ رکھے۔ ارشاد کیا کہ کساء یمانی لا کر مجھے اوڑھا دو میں نے وہ چادر لا کر اوڑھا دی اور دیکھتی رہی چہرۂ مبارک اس طرح چمک رہا تھا جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے اتنے میں حسن مجتبیٰ علیہ السلام آئے اور بعد سلام کے کہنے لگے:

یَا اُمَّاهُ اِنِّیْ اَشَمُّ عِنْدَكِ رَائِحَةً طَیِّبَةً كَاَنَّهَا رَائِحَةُ
جَدِّیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَقُلْتُ لَهٗ اِنَّ جَدَّكَ نَائِمٌ
تَحْتَ الْكِسَاءِ

"اے اماں جان یہاں ایسی خوشبو ہے جیسے میرے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو ہو میں نے کہا ہاں دیکھو یہی چادر اوڑھے آرام کرتے ہیں۔ یہ سن کے وہ نزدیک گئے اور کہنے لگے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا جَدَّاهُ اَتَاْذَنُ لِیْ اَنْ اَدْخُلَ مَعَكَ
تَحْتَ هٰذَا الْكِسَاءِ فَقَالَ قَدْ اَذِنْتُ لَكَ فَدَخَلَ مَعَهٗ

"السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیا اجازت ہے کہ آپ کے ساتھ میں بھی اس گلیم میں داخل ہوں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی اور وہ اُس کملی میں داخل ہوئے۔" دیر نہ گذری تھی کہ امام حسین علیہ السلام بھی آئے اور بعد تسلیم بولے اے مادر گرامی یہاں اپنے

نانا رسول خدا ﷺ کی خوشبو پاتا ہوں۔ جناب سیدہ ؑ فرماتی ہیں میں نے اُن سے بھی کہا ہاں اے فرزند تمہارے نانا اور بھائی دونوں اس چادر میں ہیں پس حسین علیہ السلام بھی قریب گئے اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ اجازت ہو تو میں بھی اس چادر میں آرہوں اجازت پا کے وہ بھی اُس کساء کے اندر گئے۔

قَالَتْ فَاطِمَةُ فَاَقْبَلَ عِنْدَ ذٰلِكَ اَبُوا الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ

اس اثناء میں ابوالحسن علیہ السلام بھی آئے اور اُسی طرح کہنے لگے اس مکان میں اپنے ابن عم رسول خدا ﷺ کی سی خوشبو پاتا ہوں۔ میں نے کہا تمہارے فرزندوں کے ساتھ گلیم اوڑھے آرام کر رہے ہیں یہ سُن کے ابوالحسن علیہ السلام بھی قریب گئے اور عرض کی:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لِيْ اَنْ اَدْخُلَ مَعَكُمْ تَحْتَ هٰذَا الْكِسَآءِ

''اگر اجازت ہو تو میں بھی عبا کے اندر آؤں۔'' آپ نے اُنہیں بھی اجازت دی اور عبا میں ساتھ لے لیا سب کے بعد سیدہ ؑ بھی نزدیک گئیں اور اُسی طرح سلام کر کے اجازت چاہی اور اذن پا کے اُسی چادر یمانی میں داخل ہوئیں۔ جب پنج تن ایک جگہ جمع ہو چکے تو اُس وقت پروردگار عالم نے فرمایا اے ملائکہ میں نے نہ کسی آسمان کو بنایا نہ زمین کو بچھایا نہ آفتاب نہ ماہتاب کو روشن کیا نہ آسمان پھرتے ہیں نہ دریا جاری ہوتے ہیں نہ کشتیاں چلتی ہیں مگر انہیں پنج تن کے طفیل و خاطر سے جو اس وقت اس کساء میں ایک جگہ ہیں۔ جبرائیل امین علیہ السلام نے درگاہ رب العالمین میں عرض کی خداوندا اس عبا میں کون لوگ ہیں؟ ارشاد ہوا یہ اہلبیت طاہرین ؑ محمد مصطفیٰ ﷺ و علی مرتضیٰ علیہ السلام و فاطمہ زہرا ؑ و حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام ہیں۔

فَقَالَ جِبْرَائِيْلُ يَا رَبِّ اَتَاْذَنُ لِيْ اَنْ اَهْبِطَ اِلَى

ہوئی چلتی ہیں۔ اُس بیمار کے قریب گیا جو اُس رسن میں سب کے آگے بندھا تھا اور پوچھا اے بیمار یہ بیبیاں کچھ خمیدہ پُشت ہیں یا کسی ضرب شدید سے مجروح ہیں کہ راست ہو کر نہیں چلتی ہیں۔ اُس علیل نے رُو کر فرمایا آہ آہ اے عبداللہ یہ بیبیاں کیونکر سیدھی ہو کر راستہ چلیں کہ ذرا ذرا سے اطفال کوتاہ قامت ان کے پہلو میں ایک ہی رسن کوتاہ میں بندھے ہیں اگر سیدھی ہو کر چلیں تو اطفال کی گردنیں چھل جائیں گی اور پاؤں زمین سے بلند ہو جائیں گے۔ بلکہ گلے گھٹ کر ہلاک ہو جائیں گے۔

اہل بیتؑ کا حال خراب سے دربار یزید میں جانا:-

دوسرا راوی کہتا ہے کہ اہلبیت حسین مظلوم علیہ السلام ایسی مظلومانہ حالت سے پیش یزید کھڑے کیے گئے کہ اُس ملعون نے گمان کیا ابھی کنیزیں میرے سامنے آئی ہیں۔

قَالَ هٰذِهِ الْاِمَاءُ قَدْ اَتَيْتُمْ فَاَيْنَ بَنَاتُ عَلِيٍّ علیہ السلام وَ فَاطِمَةَ علیہا السلام ○

کہنے لگا تم کنیزوں کو تو لائے دُختران علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام کہاں ہیں۔ انہیں میرے سامنے کیوں نہیں لاتے۔ آہ آہ وہ ملاعین بولے اے امیر یہ کنیزیں نہیں بلکہ یہ سب دختران علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام ہیں مسافت راہ سے ان کا یہ حال ہو گیا ہے۔ حضرات! اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حال خراب سے داخل دربار ہوئے تھے کہ راہوں کے منزلوں کے گرد و غبار سے تمام کپڑے اَٹے تھے۔ جناب سکینہ علیہا السلام کے کانوں سے نازک گلے سے اہلبیت علیہم السلام کے شانوں سے کلائیوں سے جناب سید الساجدین علیہ السلام کی گردن سے سوجے ہوئے پاؤں سے خون جاری تھا۔ بیبیوں کے یتیموں کے ملبوس دامن آستین سے جابجا پھٹے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ جس دیار میں وہ لُٹا ہوا قافلہ پہنچتا تھا وہاں کے باشندے ملازمان یزید سے پوچھتے تھے کہ ان بی بیوں کے بچوں کے نام کیا ہیں؟ تو وہ ملاعین کنکر اور پتھر جو چیز پاتے تھے پھینک پھینک کر بتاتے تھے۔

هٰذِهٖ زَيْنَبُ علیہا السلام وَ هٰذِهٖ اُمُّ كُلْثُوْمٍ علیہا السلام وَ هٰذِهٖ سَكِيْنَةُ علیہا السلام وَ هٰذِهٖ رُقَيَّةُ علیہا السلام

اور یزید ملعون نے قتل امام حسین علیہ السلام کی خوشی میں حکم دیا تھا دربار میں سامان جشن مہیا ہو اور سب مکان آراستہ ہوں۔ پس تمام دربار میں کرسی ہائے طلا ونقرہ جانب یمین ویسار رکھی گئیں اور سامان شراب خواری بھی مہیا ہوا اور امام حسین علیہ السلام کا سر اقدس طشت طلا میں زیر تخت رکھوا دیا اللہ اللہ۔

اور اُس شقی کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اُس سے لب و دندان اُس مظلوم کے کھولتا تھا اور کلمات بے ادبانہ بک رہا تھا۔

روایت جاثلیق:۔

راوی کہتا ہے اُس وقت ایک پیر جاثلیق علمائے نصاریٰ سے حاضر مجلس تھا یہ بے ادبی دیکھ کر متعجب ہوا اور یزید سے کہنے لگا یہ کس کا سر ہے؟ مُردوں سے تو کوئی قصاص نہیں لیتا اس نے کیا گناہ کیا تھا کہ تو اب تک اس کے سر بریدہ سے چھڑی لگا کر بدلا لیتا ہے تیرے دین پر تھا یا غیر ملت تھا۔

قَالَ هٰذَا رَاسُ حُسَيْنُ علیہ السلام بْنِ عَلِيٍّ علیہ السلام وَ فَاطِمَةَ علیہا السلام بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

اُس نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے فاطمہ علیہا السلام کے بیٹے حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام کا سر ہے۔ وہ پیر بولا۔۔

آن لب کہ بوسہ داد بر او بار ہا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سویش بہ چوب کردن اشارت کجا رواست
آن سر کہ درکنار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داشتے وطن
در طشت زر نہادہ بہ پیشت کجا رواست

''اے یزید اس سر کو اپنے سامنے سے اُٹھا دے ایسا نہ ہو کہ خدا تجھے ہلاک کرے ابھی میں اپنے معبد میں سوتا تھا۔ دفعتۃً عالم رویا میں ایک صدائے عظیم سُنی آسمان کی طرف جو میں نے سر اٹھایا دیکھا کہ ایک مرد نورانی صورت گیسوؤں پر خاک پڑی چہرہ پر خون ملے بہت سے لوگوں کو ساتھ لئے زمین پر نازل ہوئے کسی سے میں نے پوچھا یہ حضرت کون ہیں اُس نے کہا یہ محمد مصطفیٰ ﷺ اپنے فرزند حسین علیہ السلام کا لہو اپنے چہرہ پر ملے ہیں اور یہ ملائکہ اُن کے ساتھ تعزیت کو جاتے ہیں یزید نے غضب ناک ہو کر کہا وائے ہو تجھ پر کہ تو خواب شیطانی کو حق سمجھتا ہے پھر حکم دیا اسے تازیانہ لگاؤ لوگوں نے جاثلیق کو زمین پر گرا دیا اور کشاں کشاں قریب تخت لا کر بہت کوڑے لگائے۔ اُس نصرانی نے مظلوم کربلا علیہ السلام کے سر بریدہ کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کہا یا ابا عبداللہ آپ گواہ رہیں کہ میں صدق دل سے مسلمان ہوتا ہوں۔ یہ کہہ کر کلمہ زبان پر جاری کیا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

پھر یزید سے مخاطب ہو کر بولا جس قدر چاہے آزار دے خاتم الانبیاء ﷺ میرے سامنے کھڑے ہیں۔ ایک تاج مرصع اور ایک پیراہن نورانی ہاتھ میں لئے ارشاد فرماتے ہیں اے جاثلیق جلد آ کہ یہ نعمت تیرے لئے موجود ہے حسین علیہ السلام کی محبت کی وجہ سے اب تو فردوس اعلیٰ میں میرا رفیق ہوگا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ؕ

مجلس نمبر97

- آیت زندگی وموت مشرک اور مومن کی برابر نہیں ہے اور توجیہات اسی آیت کی۔
- نقرہ فضیل بن عیاض۔
- حکایت اُس جوان کے نجات کی جس کی عیادت کو کوئی نہ آیا تھا۔
- وکیل روم کی روایت۔

مجلس نمبر 97

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَھُمْ کَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاھُمْ وَ مَمَاتُھُمْ سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ ؕ

"حق سبحانہ وتعالیٰ سورۃ جاثیہ میں ارشاد فرماتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کیا جانتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے معصیتیں اور بُرائیاں کی ہیں کہ ہم اُن کو حیات اور موت میں اُن لوگوں کے برابر کر دیں گے جو لوگ خدا اور رسول پر ایمان لائے ہیں اور اعمال نیک کرتے رہے۔" یہ حکم اور گمان اُن کا بُرا اور باطل ہے یعنی ہرگز مشرک مومنوں کے مرتبہ کو نہ پہنچیں گے اور ایک معنی یہ بھی ہے آیا جانتے ہیں اہل معصیّت وگنہ گار کہ ہم نے ان کی حیات وممات یکساں کی ہے یعنی ایسا نہیں ہے کہ زندگی اور موت اُن کی مساوی ہو کیونکہ دنیا میں اُن کو صحت بدنی بھی ہے اور وسعتِ رزق بھی ہے مگر آخرت میں اُن کے واسطے انواع عقاب و عذاب ہیں اور نزدیک ایک جماعت کے سَوَآءً مَّحْیَاھُمْ وَ مَمَاتُھُمْ سے یہ مراد ہے کہ زندگانی وموت گنہگاروں اور کافروں کی یکساں اور حیات وممات نیکوکاروں اور مومنوں کی مساوی ہے۔ یعنی جو کفر پر مرے گا وہ کفر ہی میں مبعوث بھی ہوگا اور جو ایمان پر وفات کرے گا وہ ایمان ہی پر زندہ بھی ہوگا اور بعضوں نے فقط کفار سے مراد لی ہے۔ اُس وقت یہ معنی ہوتے ہیں چونکہ کفار عالم حیات میں طاعت وعبادت نہیں کرتے ہیں پس زندگی ان کی مرنے ہی کے برابر ہے۔ اس لئے کہ مقصود حیات سے خدا کی فرماں برداری ہے اور وہ ان

لوگوں سے مقصود ومسلوب ہے اور حفص یہ معنی کہتا ہے یعنی نہیں گردانتا ہے ہم نے کفار کو مانند مومنوں کے درحالیکہ مساوی ہے اُن کی حیات وممات یعنی عمل اُن کا حالت زندگی میں کہ فرمان برداری ہے مماثل جزاان لوگوں کا ہے مرنے کے وقت کہ وہ ثواب ہے اور پہنچنا درجہ اعلیٰ پر اور کفار دنیا میں مشغول بہ معصیت ہیں اور عقبیٰ میں بانواع عذاب معذب ہوں گے۔ پس کیونکر ان کو حیات وممات میں مثل مومنوں کے کریں گے اور بعضوں نے یہ معنی کہے ہیں کہ مشرک ومومن حیات میں مساوی ہیں یعنی حصول رزق اور صحت جسم میں مگر مرتبہ میں برابر نہیں ہیں۔ اس لئے کہ مشرک مستوجب عذاب اور مومن مستحق ثواب ہے۔

فقرہ فضیل بن عیاض:۔

منقول ہے کہ ربیع خثیم یا تمیم واری ایک شب مقام ابراہیم علیہ السلام میں نماز پڑھتا تھا جب اس آیت پر پہنچا تو رونے لگا اور برابر اس آیت کی تکرار کرتا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور ایک روایت میں ہے کہ فضیل بن عیاض جب اس آیت پر پہنچا تو برابر اُس کو پڑھتا تھا اور رُو رُو کے کہتا تھا اے فضیل کاش یہ معلوم ہوتا کہ تو ان دو گروہ میں سے کس گروہ میں داخل ہوگا۔ فی الواقع حضرات! کوئی اپنے انجام کو نہیں جانتا کہ مرنے کے بعد اُس پر کیا گذرے گی بہت سے عبادت گذار دنیا میں ایسے ہوئے ہیں کہ اُن کی کُل عبادت کسی وجہ سے درگاہ الٰہی میں قبول نہیں ہوئی اور کتنے بندگانِ گنہگار ایسے گذرے ہیں کہ خداوند غفار نے کسی ایک عمل نیک کو اُن کے پسند کر کے جتنی معصیتیں اُن سے عالم حیات میں سرزد ہوئیں سب کو بخش دیا۔ چنانچہ

فِی الْاَنوارِ اَنَّ شَابًّا کَانَ یَتَعَاطَی الْفَوَاحِشَ فَلَمْ یَدَعْ شَیْئًا اِلَّا فَعَلَهُ فَمَرِضَ فَلَمْ یَعُدْهُ جِیْرَانُهُ

اُس جوان کی نجات کی حکایت جس کی عیادت کو کوئی نہ آیا تھا:۔

"انوار نعمانیہ میں منقول ہے کہ ایک مرد جوان ایسا فاسق وفاجر تھا کہ دنیا کے گناہوں میں سے شاید بعض گناہ کا مرتکب نہ ہوا ورنہ کل معصیتیں اُس سے سرزد ہوئی تھیں۔

ایک مرتبہ وہ ایسے عارضہ سخت میں مبتلا ہوا کہ جس سے اُس کو اپنی زندگی سے یاس ہو گئی چونکہ لوگ اُس کے افعال سے بہت ناراض و متنفر تھے کوئی اُس کی عیادت تک کو نہ آیا یہاں تک کہ اُسے ہمسایہ سے بھی کسی نے نہ پوچھا۔ جب اُس غریب کی حالت خراب ہوئی اپنے ایک عزیز سے یہ وصیّت کی کہ میرے ہمسایہ کے لوگ میری زندگی میں مجھ سے اذیت پاتے رہے یقین ہے کہ گورستان میں ہمسایہ کے مُردے بھی میرے معذب ہونے کی وجہ سے تکلیف اُٹھائیں مناسب ہے کہ میری میت کو میرے مکان ہی میں دفن کر دینا کہ بعد مرگ مجھ سے کسی بندۂ خدا کو آزار نہ پہنچے۔ الغرض جب اُس نے رحلت کی وارثوں نے اُس کی وصیّت کے مطابق اُسی کے مکان میں دفن کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد ایک شخص نے اُس کو اچھی صورت سے خواب میں دیکھا اور بہت خوشحال پایا تعجب کر کے پوچھا تو نے یہ مرتبہ کیونکر پایا حالانکہ تو فاسق اور ستم گار مرد تھا۔

فَقَالَ لِیْ عَبِیْدِیْ ضَیَّعُوْکَ وَ اَعْرَضُوْا عَنْکَ وَ اَمَّا اِنِّیْ
لَا اُضَیِّعُکَ وَ لَا اُعْرِضُ عَنْکَ رَحْمَتِیْ

"اُس نے جواب دیا اے شخص مجھے خود اپنی نجات کی اُمید نہ تھی لیکن آگاہ ہو کہ ہر چند زندوں کو میں نے ستایا تھا مگر مُردوں پر میرا رحم کرنا خدا کو پسند آیا سب گناہ بخش دیئے اور ارشاد ہوا ہر چند میرے بندوں نے تجھے حقیر سمجھا اور تجھ سے منہ پھیر لیا کوئی نہ تیری عیادت کو آیا نہ تیری میت پر حاضر ہوا مگر تو ان سب کا بندہ نہ تھا میں تو تیرا پروردگار ہوں اور تو میرا بندہ ہے میں تجھے کیونکر ضائع و برباد ہونے دوں۔ ہرگز ضائع ہونے نہ دوں گا اور اپنی رحمت سے محروم نہ کروں گا میں نے تیرے تمام گناہوں کو بخش دیا اور تجھے اہل بہشت سے گردانا۔"

تمہید:۔

اللہ اکبر خداوند عالم کی رحمت کس قدر وسیع ہے اور کس درجہ اپنے بندوں پر نظر لطف و عنایت رکھتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ کسی حال میں اپنے خالق کی رحمت سے نا اُمید

مایوس نہ ہو اور نہ کبھی اپنے اعمال شائستہ پر نازاں و مغرور ہو۔ چنانچہ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں

وَ کَمْ مِنْ عَاکِفٍ عَلٰی ذَنْبٍ خُتِمَ لَہٗ بِخَیْرٍ وَ کَمْ مِنْ مُقْبِلٍ عَلٰی عِبَادَۃٍ اَفْسَدَ اٰخِرَ عُمْرِہٖ

''بہت سے ایسے گنہگار ہیں کہ تمام زندگی اپنی معصیت خدا میں بسر کی لیکن آخر عمر میں ایسا فعل پسندیدہ اُن سے وقوع میں آیا کہ خاتمہ بخیر ہو گیا اور کتنے ایسے عبادت گذار ہیں کہ اپنی حیات میں برابر عبادت کرتے رہے مگر قریب موت اُن سے وہ عمل بد سرزد ہوا کہ ساری نیکیاں محو وحبط ہو گئیں۔ المختصر حضرات اس روایت میں ایک نکتہ قابل غور ہے یعنی پروردگار عالم کو اُس مرد گنہگار کا مُردوں پر رحم کرنا پسند آ گیا فقط اسی بات پر اُس کے کُل گناہوں کو بخش دیا۔ کیسا عذاب سخت ہو گا اُن ظالموں پر جنھوں نے نہ زندوں پر رحم کیا نہ مُردوں پر ترس کھایا سب کو معلوم ہے کہ معرکہ کربلا میں اشقیائے اُمت نے زندوں میں سے بوڑھوں کو جوانوں کو اطفالِ خردسال کو کسی کو باقی نہ رکھا سب کو قتل کر ڈالا حتیٰ کہ بچہ شش ماہہ علی اصغر علیہ السلام کو بھی شہید کیا۔ اس کے بعد مُردوں پر یہ ظلم کیا کہ سب شہیدوں کے سر تنوں سے جُدا کیے اور لاشوں کو پامال کر ڈالا اور مدتوں مظلوم کربلا کے فرق بریدہ پر انواع ظلم وستم کرتے رہے یہاں تک کہ اُس سر مبارک کو یزید کے دربار میں لائے۔

وکیل روم کی روایت:۔

صاحب خلاصۃ المصائب بحار الانوار سے روایت کرتے ہیں کہ جناب سید الساجدین علیہ السلام نے فرمایا جب مظلوم کربلا علیہ السلام کا سر طشت طلا میں یزید کے سامنے زیر تخت رکھا گیا۔ اُس وقت سلطانِ روم کا ایک وکیل کہ اپنے قبیلہ میں صاحب عزت تھا اُس مجلس میں آیا۔ یزید کو مسرور پا کر پوچھنے لگا یہ کس کا سر ہے جسے تو دیکھ کر اتنا خوش ہے؟ وہ بولا تجھے کیا کام ہے۔ وکیل نے کہا جب میں اپنے شہر کو جاتا ہوں تو بادشاہ شہروں کے حالات

پوچھتا ہے۔ چاہتا ہوں اس شہر کی کیفیت سے مُطلع ہوں کہ میں بھی اور میرا بادشاہ بھی تیری خوشی میں شریک ہو۔ اُس ملعون نے کہا کہ رسولِ خدا ﷺ کے نواسے فاطمہ علیہا السلام کے فرزند علی علیہ السلام کے بیٹے حسین علیہ السلام کا سر ہے۔ نصرانی بولا تجھ پر اور تیرے دین پر تف ہے ایسے دین سے تو میرا دین بہتر ہے خیال کر کہ مجھ میں اور حضرت داؤد علیہ السلام میں بہت پشتوں کا فاصلہ ہے مگر چونکہ میں اُن کی نسل سے ہوں سب نصاریٰ میری تعظیم کرتے ہیں اور میرے قدم کی خاک تبرک سمجھ کر لے جاتے ہیں۔ وائے تم پر کہ تم نے اپنے نبی ﷺ کے نواسہ کو قتل کیا حالانکہ اُس میں اور اُس کے نانا میں ایک ماں کے سوا دوسری پشت کا فاصلہ نہیں۔

اے یزید اگر تو متوجہ ہو کے سُنے تو کنبہ حافر کی حکایت بیان کروں ملک روم میں دو شہروں کے درمیان دریا واقع ہے کہ اُس کا طول بقدر ایک سالہ راہ کے ہے۔ اُس میں ایک شہر ایسا ہے کہ مسافت اُس کی ہشتاد و ہشتاد فرسخ ہے عود و کافور و یاقوت وہیں سے آتا ہے۔ نصاریٰ کے سوا دوسری قوم کا قبضہ کبھی اُس پر نہ ہوا۔ نصرانیوں کی پرستش کی جگہ وہاں بہت ہے۔ اُن عبادت گاہوں میں سب سے بزرگ کنیسہ حاضر ہے وہاں ایک حقہ طلا انواع جواہرات سے مرصع پارچہ ہائے بیش قیمت میں لپٹا محراب میں لٹکتا ہے۔ اُس میں ایک سُم ہے لوگ کہتے ہیں وہ سُم جناب عیسیٰ علیہ السلام کے خچر کا ہے ہر سال خلقت کثیر قوم نصرانی سے وہاں جمع ہوتی ہے اور گرد اُس حقہ کے لوگ طواف کرتے ہیں بُوسہ دیتے ہیں اور اُس سُم کے وسیلہ سے اپنی حاجتیں خدا سے چاہتے ہیں۔ یہ پاسِ ادب اُن کا فقط اس گمان سے ہے کہ یہ سُم اُس خچر کا ہے کہ جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سوار ہوتے تھے۔

وَ اَنْتُمْ تَقْتُلُوْنَ ابْنَ بِنْتِ نَبِيِّكُمْ

اور تم لوگ کیسی اُمت ہو کہ اپنے نبی ﷺ کے اُس لاڈلے نواسے کے قتل کے درپے ہوئے جس کو خوب جانتے تھے کہ اپنے نانا کے کاندھے پر بارہا سوار ہوتا تھا۔ یزید نے حکم دیا کہ اس وکیل کو قتل کرو ایسا نہ ہو کہ اپنے شہر میں جا کر مجھے رُسوا کرے۔ نصرانی نے

اپنے قتل کا حکم سن کر کہا کہ میں نے رات کو خواب میں دیکھا تھا کہ خاتم الانبیاء ﷺ مجھے فرماتے ہیں تو اہل جنت سے ہے۔ جب میں بیدار ہوا حیرت تھی میرے جنتی ہونے کا کیا سبب اب ثابت ہوا کہ میرا خواب سچ تھا۔ وہ پیغمبر ﷺ اور اُن کا دین بے شک برحق ہے۔ اے حاضرین مجلس تم لوگ گواہ رہو کہ میں بصدق دل مسلمان ہوتا ہوں پھر کلمہ طیبہ زبان پر جاری کیا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ وَ ثَبَ اِلٰی رَاْسِ الْحُسَیْنِ علیہ السلام

پھر دوڑ کر امام علیہ السلام کے سر بریدہ کو اُٹھالیا اور سینہ سے لگا کر کبھی سوکھے ہونٹوں کے کبھی زخمی پیشانی کے بُوسے لینے لگا۔ یہاں تک کہ اعداء نے اُس کا بھی سر کاٹ کر امام علیہ السلام کے فرق بریدہ کے ساتھ رکھ دیا۔ مومنین! غیر مذہب کے لوگ تو یہ پاسداری کریں کہ اپنی جان تک نثار کریں اور امت کلمہ گو اپنے نبی ﷺ کے نواسے کی جان کے مال کے عزت کے دشمن ہوں۔ مردوں کو تو قتل کریں عورتوں کو اس طرح لوٹیں کہ مُنہ چھپانے کو چادر تک باقی نہ رہے۔ ترک و روم کی کنیزوں کی طرح قید کر کے کوچوں میں بازاروں میں پھرا کر درباروں میں لے جائیں۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

مجلس نمبر 98

- آیت والنجم کے بیان میں اور خانۂ جناب امیرؑ میں ستارہ کا نازل ہونا۔
- حدیث حضرت امیر المومنینؑ کے فضائل میں۔
- روایت عصفورا۔
- جناب سکینہؑ کا زندانِ شام میں گریہ کرنا۔

مجلس نمبر 98

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰی

''سورۂ نجم میں حق تعالیٰ فرماتا ہے قسم ہے ستارہ کی جس وقت نازل ہوا۔''
صاحب خلاصۃ المنہج اس آیہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں ایک دن سلمان فارسی رضی اللہ عنہ وغیرہ خدمت با سعادت جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے بعد ہمارا امام اور آپ کا جانشین کون ہے؟ فرمایا جس کے گھر میں آج شب کو آسمان سے ستارہ نازل ہو وہ ہی میرا خلیفہ ہے۔ لکھا ہے اُس رات کو اہل مکہ سب کے سب اپنے کوٹھوں پر چڑھ کے منتظر رہے ہر شخص کو یہ آرزو تھی کہ وہ ستارہ میرے گھر میں نزول کرے مگر جناب امیر علیہ السلام اور جناب سیدہ علیہا السلام کہ یہ دو بزرگوار بالا خانہ پر نہ گئے بلکہ حسب معمول محراب عبادت میں تشریف لے گئے اور کہا اگر وہ ستارہ میرے گھر میں آئے گا تو ہم قبل اُس کے نزول کے شکر الٰہی بجالاتے ہیں اور اگر ہمارے گھر میں نازل نہ ہوگا تو بھی ہمارا کچھ حرج نہیں۔ یہ کہہ کے مصروف عبادت ہوئے تا اینکہ ایک ستارہ روشن جس کا نام بعضوں نے زُہرہ لکھا ہے۔ قطب آسمان سے زمین کی طرف چلا اور خانۂ جناب امیر علیہ السلام میں آکے قائم ہوگیا منافقین کہنے لگے:

اِلَا اِنَّ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَدْ ضَلَّ عَلٰی عَلِیٍّ علیہ السلام

فضائل جناب امیرؑ:۔

''یعنی علی علیہ السلام کی محبت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گمراہ ہوگئے۔'' (نعوذ باللہ) اور صاحب

ریاض الشہادۃ وغیرہ لکھتے ہیں وہ ستارہ اُسی طرح خانہ جناب امیر علیہ السلام میں قائم رہا طلوع آفتاب کے بعد سب نے دیکھا آسمان پر چلا گیا اور ایک روایت میں ہے جب وہ ستارہ نازل ہوا وقت نزول جناب سیدہ علیہا السلام نے چونتیس مرتبہ اللہ اکبر فرمایا اور جب خانہ جناب امیر المومنین علیہ السلام میں نازل ہوا تو تینتیس مرتبہ اُن معصومہ نے الحمد للہ کہا پھر جب وہ ستارہ آسمان کی طرف جانے لگا اُس وقت آپ نے تینتیس مرتبہ سبحان اللہ زبان پر جاری کیا۔ اُسی دن سے بعد نماز کے تسبیح فاطمہ علیہا السلام کا پڑھنا مستحب ہوا۔ بہر کیف جب وہ ستارہ آسمان پر جا چکا اور منافقوں نے کلمات طعن و تشنیع شروع کیے اُس وقت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کے نازل ہوئے

وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى ۚ
وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۗ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ

''یعنی اُس ستارہ کی قسم جو آسمان سے نازل ہوا تمہارا صاحب و سردار یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت علی علیہ السلام میں گمراہ نہیں ہوا اور میرا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی امر اپنی خواہشِ نفس سے نہیں کہتا بلکہ اُسے جو وحی ہوتی ہے وہی بیان کرتا ہے۔'' حضرات! وائے اُن لوگوں پر جو ایسے دلائل واضح اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کرتے تھے اس کے باوجود جناب امیر علیہ السلام سے بُغض و عناد رکھتے تھے اور خوشا حال اُن کا جو ولائے حیدر کرار علیہ السلام میں سرشار ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حُبُّ عَلِيٍّ يَاكُلُ الذُّنُوْبَ
كَمَا تَاكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ

''یعنی علی علیہ السلام کی دوستی اس طرح گناہوں کو کھا جاتی ہے جس طرح لکڑی کو آگ کھا جاتی ہے۔'' شاعر کہتا ہے:

لَا تُقْبَلُ تَوْبَةٌ مِنْ تَائِبٍ
اِلَّا بِحُبِّ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ علیہ السلام

''یعنی روز قیامت کسی توبہ کرنے والے کی توبہ قبول نہ ہوگی مگر محبت علی علیہ السلام بن ابی طالب کے سبب سے۔'' پس مومنین! اُس امام کی دوستی میں عمر بسر کیجیے جس کی دوستی قیامت میں کام آئے گی۔ وہ قیامت جس کا ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ اُس دن ایک طرف آتش قہر الٰہی شعلہ ور ہوگی ایک جانب دریائے رحمت موج زن ہوگا۔ عادل حقیقی عدل و انصاف کرے گا تمام مخلوقات موقف حساب و کتاب میں کھڑے ہوں گے انسان و جنات بلکہ حیوانات وغیرہ سب کی دادسی کا وقت ہوگا۔

رُوِیَ اَنَّ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَاْتِیْ عُصْفُوْرٌ وَ یَسْتَغِیْثُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی بِاَنَّھُمْ ذَبَحُوْنِیْ وَ مِنْ شُرْبِ الْمَآءِ مَنَعُوْنِیْ وَ لَمْ یَسْقُوْنِیْ الْمَآءَ

''حضرات! روز قیامت جب عادل حقیقی بر سر عدل وادد ہوگا تو ہر جز و کل سے جو کوئی جس کا مظلوم ہوگا اُس کا انصاف پروردگار عالم سے چاہے گا۔ منقول ہے اُس روز ایک کنجشک عرض کرے گی خداوندا دنیا میں پانی پینے کے قصد سے لب دریا گئی تھی کہ صیاد نے گرفتار کر لیا اور پیاسا ہی مجھ کو ذبح کیا۔'' پس منادی ندا کرے گا مظلوموں کو حاضر کرو سنتے ہی ملائکہ پہلے شہدائے کربلا کے گھوڑوں کو لائیں گے ایک طرف ذوالجناح امام حسین علیہ السلام اور عقاب علی اکبر علیہ السلام اس ہیئت سے آئے گا کہ زین ڈھلا ہوا باگیں کٹی ہوئیں پیشانی خون سے رنگین جا بجا تیروں کے تلواروں کے بدن پر زخم ایک جانب رہوار جناب عباس علیہ السلام اپنے سوار کے خون میں نہائے ایک چھوٹی سی مشک تیر سے چھدی قربوس زین پر رکھے سر جھکائے کھڑا ہوگا۔ سب کی زبانیں پیاس سے باہر نکلی ہوئی ہوں گی۔

تمہید:۔

کیوں مومنین! جائے غور ہے ایک کنجشک بے زبان کی تسلی و تسکینِ خاطر کے واسطے تو حق تعالیٰ ان مظلوم حیوانوں کو میدان حشر میں طلب فرمائے گا کہ اپنے سے زیادہ

اُن کو مظلوم و پیاسا دیکھ کر اپنی مصیبت بھول جائے۔ آہ آہ اہلبیتِ رسول ﷺ کی تسکین کے واسطے کس کو پروردگار عالم بلائے گا آلِ رسول ﷺ سے زیادہ کس قوم پر ظلم ہوا ہے؟ امام حسین علیہ السلام کی طرح کونسا مسافر یکہ و تنہا تین دن کا بھوکا پیاسا قریب دریا سجدہ خدا میں ذبح کیا گیا۔ کس پر یہ مصیبتیں گذریں کہ سر بدن سے کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا گیا' شاخ درخت پر لٹکایا گیا اور فتراک اسپ میں باندھا گیا' تنور میں رکھا گیا' لاش بے سر جلتی ریت پر پڑی رہی کئی شبانہ روزوں کی دھوپ رات کی اوس کے سوا قبر بھی میسر نہ ہوئی۔ بعد شہادت کس کے ناموس سر برہنہ رسن بستہ شتران بے کجاوہ پر سوار شہر بشہر دیار بدیار پھرائے گئے۔ ان سب مصیبتوں کا خاتمہ فقط امام حسین علیہ السلام پر ہوا۔ حضرات! امام حسین علیہ السلام اور اُن کی ذرّیت اطہار پر وہ مصیبتیں پڑیں ہیں جن کا بیان آنکھوں کو اور خیال دلوں کو رُلاتا ہے۔ دریا کے کنارے تین دن کا بھوکا پیاسا رہنا' دوپہر میں گھر کا گھر برباد ہو جانا' دل پر عزیزوں کا دوستوں کا اکہتر داغ اُٹھانا بدن پر تلواروں کا نیزوں کا تیروں کا اُنیس سَو اکاون زخم کھانا' سجدہ خالق میں سر کٹانا بچوں کا داغ یتیمی اُٹھانا۔ وارثوں کا چھٹ جانا بیبیوں کا لٹ جانا۔ ماں بہنوں کو ساتھ لیئے امام زین العابدین علیہ السلام کا در بدر پھرنا۔ دربار میں کئی ساعت تخت یزید کے سامنے کھڑے رہنا مدت تک زندانِ تیرہ و تار میں مقید رہنا ان سب مصیبتوں پر جی بھر کے رونے نہ پانا۔ خیال کیجیے عورت اور اطفال کے دل تو رقیق ہوتے ہیں کیونکر بیبیوں سے ممکن تھا کہ ایسے مصائب سخت اُٹھائیں اور فریاد نہ کریں۔ ننھے ننھے بچے اپنے باپ سے بھائیوں سے چھٹ کر طمانچے کھائیں' کانوں سے گوشوارے چھین کر لہو بہے اور نہ روئیں۔

جناب سکینہؑ کا زندانِ شام میں رونا:-

منقول ہے ایک شب قید مصیبت میں وہ صاحبزادی جو راتوں کو اپنے باپ کے سینہ پر سویا کرتی تھی فرش خواب پر بیٹھی چلا چلا کر روتی تھی آواز گریہ سُن کر یزید پلید خواب سے چونک اُٹھا اور پوچھا کون روتا ہے؟ کسی نے کہا دُختر حسین علیہ السلام کے رونے کی آواز ہے

اُس شقی نے شمر کو بُلایا اور کہا اس لڑکی کو کہیں علیحدہ لے جا کے قید کر کہ اس کے رونے سے میں سو نہیں سکتا شمر قید خانے میں آیا۔ جب جناب سکینہ ؑ کو معلوم ہوا کہ یہ ملعون اس ارادہ سے آیا ہے کہ مجھے لے جا کر جُدا قید کرے۔ دوڑ کر جناب زینب ؑ سے لپٹ گئیں اور کہنے لگیں میں صحرائے کربلا میں اپنے باپ سے چچا سے بھائیوں سے تو چھٹ چکی ہوں کیوں پھوپھی اس قید میں آپ سے ماں بہنوں سے بھی چھٹ جاؤں گی۔ جناب زینب ؑ سے کیا ہوسکتا تھا رونے لگیں اور شمر سے فرمایا اب میں اس بچی کو چلا کر رونے نہ دوں گی اسے یہیں رہنے دے ہم لوگوں سے چھٹ کر اکیلی کیونکر رہے گی تنہائی میں گھٹ کر مر جائے گی۔ اگرچہ شمر کی سنگ دلی مشہور ہے مگر اُس وقت کچھ رحم کھا کر پھر گیا تھوڑی دیر تو وہ صاحبزادی چُپ رہی اُس کے بعد پھر بے تاب ہو کر رونے لگیں۔ جناب زینب ؑ نے فرمایا چُپ رہو ایسا نہ ہو شمر پھر آ کر تم کو لے جائے۔ عجب کلمہ جواب میں کہا ہر چند میں اپنے دل کو روکتی ہوں مگر رہ رہ کر کان کے زخم میں ایسا درد ہوتا ہے کہ قابو نہیں رہتا۔ کیا بے پدر لڑکیاں زمانہ میں اسی طرح ستائی جاتی ہیں کہ اتنی مصیبت پر رونے بھی نہیں پاتے؟ غرض مومنین جن مصیبتوں کو سُن کے ہم صبر نہیں کر سکتے وہ مصیبتیں اہلبیت ؑ پر گذر گئیں اور اُنہوں نے صبر کیا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر99

- آیت جزائے متقین میں اور مذمت دنیا میں
- لذاتِ دنیا چھ چیزیں ہیں۔
- ابوالبقا خادم نجف کی حکایت۔
- اہل بیتؑ کا دربار یزید میں داخلہ۔
- زندان میں زوجہ عبداللہ حلبی کا آنا۔

مجلس نمبر 99

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا ۙ۝ حَدَآئِقَ وَ اَعْنَابًا ۙ۝ وَّ کَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۙ۝ وَّ کَاْسًا دِھَاقًا ۝

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۃ النبا میں ارشاد فرماتا ہے بدرستیکہ متقی لوگ اپنی مراد کو پہنچنے والے ہیں اور اُن کے واسطے باغ ہائے جنت ہیں اور درخت ہائے انگور اور جوان عورتیں ہیں جو سن و سال میں ایک دوسرے کی ہم عمر ہیں اور اُن کے واسطے کاسہ ہائے شراب بھرے ہوئے ہیں۔''

مذمت دنیا:۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ متقین سے علی بن ابی طالب علیہ السلام مراد ہیں۔

وَ اللّٰہِ ھُوَ سَیِّدُ مَنِ اتَّقَی اللّٰہَ وَ خَافَہٗ

''قسم بخدا کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام متقیوں کے پیشوا اور سردار ہیں۔ اُن لوگوں کے جو خدا سے ڈرتے ہیں۔'' حضرات! خوشا حال اُن لوگوں کا جو اپنی عمر کو زہد و پرہیزگاری میں بسر کرتے ہیں اور اس دنیا کو گذرگاہ اور مقامِ فنا جانتے ہیں۔

لذت دنیا چھ چیزیں ہیں:۔

صاحب تفسیر منہج الصادقین لکھتے ہیں کہ کسی شخص نے جناب امیر علیہ السلام سے عرض کی یا حضرت کچھ دنیا کی صفت ارشاد ہو۔ آپ نے فرمایا:

اَلدُّنیَا اَوَّلُھَا بُکَآءٌ وَ اَوْسَطُھَا عِنَآءٌ وَ اٰخِرُھَا فَنَآءٌ

''اول دنیا رونا ہے یعنی جب انسان پیدا ہوتا ہے تو وقت ولادت روتا ہے اور اوسط دنیا غم واندوہ ہے یعنی جب آدمی جوان ہوتا ہے تو تحصیل معاش اور فکر عیال میں تکلیف وزحمت اُٹھاتا ہے اور انجام کار فنا ہے یعنی آخر مر جاتا ہے۔'' ایک روز جناب امیر علیہ السلام نے عمار یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے عمار دنیا کے واسطے کچھ غم نہ کھا اس لئے کہ جملہ لذات دنیا چھ چیزوں میں منحصر ہیں مطعومات یعنی کھانے کی چیزیں، مشروبات یعنی پینے کی چیزیں ملبوسات یعنی پہننے کی چیزیں، مرکوبات یعنی سوار ہونے کی چیزیں، مشمومات یعنی سونگھنے کی چیزیں، منکوحات یعنی عورتیں پس لذیذ ترین مطعومات شہد ہے کہ وہ مکھی کا لعاب دہن ہے اور شیریں ترین مشروبات پانی ہے کہ اس کے پینے میں کل حیوانات مساوی ہیں اور نفیس ترین ملبوسات ریشمی کپڑا ہے کہ وہ ایک کیڑے کے پیٹ سے نکلا ہے اور پسندیدہ ترین مرکوبات گھوڑا ہے اور سوار اُس کا ہمیشہ معرض ہلاکت میں ہے اور خوشبوترین مشمومات مشک ہے کہ وہ ہرن کا خون منجمد ہے اور عمدہ ترین فوائد منکوحات مباشرت ہے اور وہ آلہ بول کا مخرج بول میں داخل کرنا ہے۔ مومنین! اس ارشاد حضرت کا نتیجہ یہ ہے کہ جب دنیا کی عمدہ عمدہ چیزوں کو انسان خیال کرے تو فی الحقیقت اُن کو بے قدر و بے حقیقت سمجھے گا اور جب عمدہ چیزوں کی وقعت کچھ نہیں تو اور چیزوں کو بدرجہ اولیٰ حقیر جانے گا۔ غرض ساری دنیا اُس کے نزدیک ذلیل و بے قدر ہو جائے گی پس آدمی کو لازم ہے کہ دنیا کی عشرت سے مسرور اور عسرت سے رنجور نہ ہو۔ جن کو ترک دنیا کی لذات مل گئی وہ ہمیشہ خوان قناعت پر بیٹھے رہتے ہیں اگر کوئی کسی وجہ سے کبھی مضطر ہو جائے تو چاہیے کہ خدا پر توکل کرے اور آئمہ سے توسّل کرنا چاہیے کچھ نہ کچھ سامان ہو ہی جائے گا۔

مردی از غیب برون آید و کارے بکند

ابوالبقا کی حکایت:-

صاحب کتاب کلمۂ طیب لکھتے ہیں کہ سید جلیل غیاث الدین عبدالکریم بن احمد بن طاؤس نے کتاب فرحۃ الغری میں لکھا ہے کہ سن پانچ سوایک ہجری میں نجف اشرف میں ایسی گرانی ہوئی کہ اکثر اہل شہر دوسرے قریوں میں چلے گئے۔ شہر آدمیوں سے خالی ہو گیا یہاں تک کہ روضہ اقدس کے سب خدام بھی نجف سے نکل گئے فقط ایک خادم ابوالبقا بن سویقہ جن کی عمر ایک سوبیس برس کی تھی روضہ میں باقی رہ گئے۔ جب ان پر بھی اکثر فاقے گذرنے لگے ان کی بی بی اور لڑکیوں نے کہا ہم لوگ بھوک سے مرجائیں گے مناسب ہے کہ تم بھی کسی طرف جاؤ شاید رزاق مطلق کہیں کوئی صورت رزق کی پیدا کر دے۔ الغرض ابو البقا آمادہ سفر ہو کے روضہ منورہ میں رخصت ہونے گئے اور بعد فراغ زیارت و نماز بالیں سر حضرت کے بیٹھ کر عرض کرنے لگے یا امیر المومنین علیہ السلام سو برس سے یہ غلام آپ کی خدمت میں حاضر تھا اس عرصہ میں کبھی روضہ مطہر سے جُدا نہ ہوا شہر حلہ تک کو نہ دیکھا کہ کیسا ہے مگر اب بچوں کی فاقہ کشی دیکھی نہیں جاتی ہر چند آپ کی مفارقت مجھ پر بہت شاق ہے مگر کیا کروں اب بلا جُدا ہوئے چارۂ کار نظر نہیں آتا۔ آپ سے وداع ہونے آیا ہوں الحاصل ابو البقا ہیان مسلمی وابوگردان اور ایک جماعت مکاری کے ساتھ شب کے وقت نجف اشرف سے روانہ ہوئے اور کچھ دن باقی رہے ایک قریہ میں پہنچے شب کو جو تھا کھا پی کے سُو رہے۔ ابو البقا نے جناب امیر المومنین علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کیوں ابوالبقا اتنے دنوں میرے پاس رہ کے تو نے میری جُدائی اختیار کی کس لئے سفر کی صعوبت اُٹھاتا ہے جہاں تھا وہیں چلا آ۔ آقا سے کلماتِ شفقت و عنایت سنتے ہی ابوالبقا کا دل بھر آیا بے اختیار ہو کر ایسا روئے کہ اُسی عالم گریہ میں آنکھ کھل گئی۔ ساتھیوں نے رونے کا سبب پوچھا اُنہوں نے کیفیت بیان کی اور اسی وقت نجف اشرف واپس آئے جب ان کی بی بی اور لڑکیوں نے دیکھا ملامت کرنے لگیں۔ انہوں نے خواب کی حقیقت ظاہر کی اور ابی عبداللہ

بن شہر یار قمی کے یہاں جو علمائے نجف سے تھے اور انہیں کے پاس روضۂ انور کی کنجی رہتی تھی جا کے کنجی لی اور روضۂ اطہر کی خدمت میں مشغول ہوئے۔ تین روز کے بعد ایک شخص ایک خورجین پشت پر رکھے مسافروں کی صورت پیادہ پا آیا اور غسل کر کے اُسی خرجین سے کپڑے نکالے اور لباس بدل کے روضۂ منورہ میں آیا اور نماز پڑھ کے ابوالبقا کو ایک اشرفی دی اور کہا میرے واسطے کچھ کھانے کو لاؤ۔ وہ کچھ روٹیاں اور پنیر و لسی و سبزی بازار سے لے آئے۔ مسافر نے کہا یہ چیزیں میں نہیں کھاتا اسے تم لے جاؤ اور اپنے اہل و عیال میں صرف کرو اور یہ دوسری اشرفی لو کچھ روٹیاں اور مرغ کا گوشت و کباب تیار کر کے میرے واسطے لے آؤ۔ الغرض نماز پڑھ کے اُس مسافر نے ابوالبقا کو ساتھ لے کے کھانا کھایا بعد فراغ طعام ابوالبقا سے کہا سونا چاندی تولنے کے سنگ وزن تمہیں جس قدر مل سکیں لے آؤ الغرض زید بن واقفہ زرگر کے یہاں سے جو ابن اُسامہ علوی کے گھر میں رہتا تھا جتنے سنگ وزن ملے ایک کشتی میں رکھ کے حاضر کیا۔ اُس مسافر نے ایک کیسہ پُر از زر طلا اپنی خرجیں سے نکالا اور اُن سب سنگ وزنوں کے برابر سونا تول کے ابوالبقا کے دامن میں ڈال دیا اور باقی سونا اپنی خرجین میں رکھ کے کفش پہنی اور چلنے پر آمادہ ہوا۔ اُس وقت ابوالبقا نے عرض کی اے سردار تیرے اس طلا کو میں کیا کروں فرمایا یہ تیرا مال ہے۔ اس نے پھر عرض کی یا حضرت آپ کون بزرگوار ہیں؟ ارشاد کیا میں وہی شخص ہوں جس نے تجھے خواب میں حکم دیا کہ اپنے مقام پر پھر جا اے ابوالبقا اگر اس سے زیادہ تو سنگ وزن لاتا تو اُسی قدر زیادہ پاتا۔ یہ سنتے ہی ابوالبقا بے ہوش ہو کے گر پڑا اور وہ بزرگوار نظروں سے غائب ہو گئے۔ پس اس دیندار نے اُسی دولت کی بدولت بہت اچھی طرح اپنی بیٹیوں کی شادی کی مکان بنایا اور تمام عمر فارغ البال رہا۔

تمہید:۔

مومنین! مقام تصور اور جگہ خاک اُڑانے کی ہے جس بزرگوار کو اپنے ایک خادم

تک کا اتنا لحاظ و پاس ہو کہ اُس کی در بدری اور اُس کے عیال کی فاقہ کشی گوارہ نہ ہو فکر و اندوہ سے خلاصی بخشے، مال دنیا سے مستغنی کر دے۔ اُسی بزرگوار کے عیال کے ساتھ اس اُمت جفا کار نے کیا کیا سلوک کیے، گھر سے بے گھر کیا کوفہ سے شام تک در بدر پھرایا کبھی اتنا آب و طعام نہ دیا کہ وہ آوارہ وطن و مصیبت زدہ سیر ہو کے کھاتے پیتے۔ اکثر فاقوں ہی میں بسر کرتے تھے مال دنیا نذر دنیا کیا انہیں کے بیت الشرف میں جو کچھ پایا لوٹ لیا۔ فکر و اندوہ میں دلداری و دلجوئی کہاں تک کرتے کہ برابر دل دکھانے ہی کی باتیں کرتے تھے۔

داخلہ اہل بیتؑ دربار یزید میں:۔

ابو البقا نے تو جناب امیر علیہ السلام کی بدولت بیٹیوں کی شادی کر کے فکر و زحمت سے نجات پائی مکان رہنے کو بنایا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں نے اپنے وارثوں کی شہادت کے بعد بھی آرام نہ پایا۔ بے وارث بیبیاں یتیم بچے کبھی دربار میں بلائے گئے کبھی زندانِ ستم میں مقید ہوئے۔ چنانچہ منقول ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسیاں علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام کی بیٹیاں صبح سے دوپہر تک دمشق کے کوچوں میں بازاروں میں پھرا کر اُس دربار میں جہاں سات سو کرسی نشین بیٹھے تھے یزید کے سامنے گنہگاروں کی طرح کھڑی کی گئیں تو وہ شقی ایک ایک بی بی کو پوچھنے لگا۔

مَنْ هٰذِهٖ وَ مَنْ تَكُوْنُ

''یہ عورت کون ہے اور وہ خاتون کون ہے۔'' کسی نے کہا:

هٰذِهٖ زَيْنَبُ علیہا السلام وَ هٰذِهٖ اُمُّ كُلْثُوْمُ علیہا السلام

''یہ زینب علیہا السلام و ام کلثوم علیہا السلام حسین علیہ السلام کی بہنیں اور یہ سکینہ علیہا السلام و رقیہ علیہا السلام حسین علیہ السلام کی بیٹیاں ہیں۔'' منقول ہے کہ یزید اُس وقت شراب خواری میں مشغول تھا بادۂ نخوت سے اور بھی مست ہو گیا۔ بیمار کربلا علیہ السلام کی طرف مخاطب ہو کر جناب سید الشہداء علیہ السلام کی شان میں کچھ کلمات نامناسب کہے آپ تو گرانی طوق سے بول نہ سکتے

تھے۔ جناب زینب ؑ نے آیات قرآنی سے ایسا استدلال فرمایا کہ جواب دے نہ سکا
خاموش ہو گیا اور غیظ میں آ کر حکم دیا اس جوان علیل کو کیوں میرے سامنے زندہ لائے ہو سر
کاٹ کر اس کے باپ کے سر بریدہ کے ساتھ لگن میں رکھ دو۔ جونہی جلاد نے قتل کا ارادہ کیا
سید الساجدین علیہ السلام نے گردن جھکا دی۔ جناب زینب ؑ نے جو دیکھا میرے بھائی کی
ایک نشانی رہ گئی تھی وہ بھی مٹنا چاہتی ہے تاب ضبط نہ رہی اُس عالم بے کسی میں اور تو کیا ہو
سکتا تھا دوڑ کر اپنے بھتیجے سے لپٹ گئیں اور گردن طوق دار پر اپنا گلا رکھ کر کہنے لگیں نہیں ہو
سکتا کہ یہ فرزند بھی شہید ہو اور میں جیتی رہوں پہلے مجھے قتل کر لے پھر جو ظلم چاہنا کر لینا۔
غرض اُس مظلومہ کے اضطراب پر تمام دربار رُو دِیا اُٹھا یزید کو بھی کچھ بن نہ آئی اپنے حکم سے
باز رہا اور کہا ان قیدیوں کو زندان میں لے جاؤ۔ پس ملازمانِ یزید نے بروایت سرور
المومنین اُن اسیران محترم کو اُس خرابہ میں بند کیا جس میں اُسرائے کفار ترک و دیلم محبوس ہو
کر بکتے تھے۔ جب یہ خبر تمام شہر میں عام ہوئی لوگ بنظر خریداری اپنے گھروں سے
محبس کی طرف چلے۔

زندان میں زوجہ عبداللہ حلبی کا آنا:-

چنانچہ اُن میں عبداللہ نامی ایک مرد حلبی نے قریب قید خانہ کے جا کر ایک دختر
صغیرہ کو پسند کیا اور گھر جا کر اپنی زوجہ سے کہا چند کنیزیں کہیں کی ایسی قید ہو کر آئی ہیں کہ کبھی
ایسے اسیر نورانی صورت نہ دیکھے تھے باوجودیکہ ابتر حال میں ہیں لیکن عجب شان و شوکت
اُن کے چہرہ ہائے نورانی سے ہویدا ہے معلوم ہوتا ہے کہ خاندان سلاطین یا مقربین خدا سے
ہیں۔ اُن میں ایک لڑکی کو میں نے دیکھا کہ سر و پا برہنہ بالوں سے منہ چھپائے ایک میلا کرتا
پہنے ہے اُس کا بھی گریبان پھٹا دامن چاک چاک ہے خاک پر بیٹھی ہے تو چل کر اگر اُس کو
پسند کرے جس قیمت تک ممکن ہوگی ضرور خرید کر مثل فرزند کے پرورش کروں گا۔ زوجہ اپنے
شوہر کے ساتھ اُس خرابہ تک گئی وہ باہر کھڑا رہا یہ اندر داخل ہوئی کیا دیکھتی ہے ایک مکان تیرہ

وتار میں چند بیبیاں برہنہ سر بال بکھرائے منہ پر خاک لگائے بسترِ خاک پر بیٹھی چپکے چپکے رو رہی ہیں۔ وہ عورت جناب زینب علیہا السلام کے قریب جا کر کہنے لگی اے بی بی اگر دشوار و ناگوار خاطر نہ ہو تو کچھ اپنا مطلب دلی کا اظہار کروں۔ حضرت نے فرمایا اے نیک بخت وہ کونسا تیرا مطلب ہے جو مجھ بلا نصیب وغمزدہ سے بر آئے گا۔ اُس مومنہ نے عرض کی مجھے مدت سے ایک لڑکی کی خواہش ہے سُنا ہے کہ ایک دُخترِ چار سالہ صاحب جمال تم لوگوں میں اسیر ہو کر آئی ہے۔ کہاں ہے پہلے اُسے دیکھ لوں تو پھر قیمت کے بارے میں گفتگو کروں گی؟ راوی کہتا ہے یہ کلام سُن کر جناب سکینہ علیہا السلام کو گمان ہوا کہ شاید یزید کے اشارہ سے یہ عورت مجھے خریدنے آئی ہے اور ماں بہنوں اور پھوپھیوں سے چھڑا کر لے جائے گی۔ ایسا صدمہ ہوا کہ قریب تھا روح جسم ناز میں سے مفارقت کر جائے اور تو کیا کرتیں جس نیزہ پر اُن کے باپ کا سر تھا روتی ہوئی اُسی طرف دوڑیں قریب جا کے زمین پر پچھاڑیں کھا کھا کے فریاد کرنے لگیں:

يَا اَبَتَاهُ الْاٰنَ هٰكَذَا انْقَلَبَتْ اَحْوَالُنَا مِنْ جَوْرِ السَّمَآءِ
اِنَّ بَنَاتِكَ يُبَعْنَ كَاِمَاءِ التُّرْكِ وَ الدَّيْلَمِ بِاَيْدِىْ
اَهْلِ الْجَفَآءِ

"اے بابا انقلاب زمانہ سے اب یہ نوبت پہنچی کہ آپ کی بیٹیوں کو اہلِ شام اسیران ترک و روم سمجھ کر خرید کرنے آتی ہیں۔ وہ عورت بولی میری کوئی اولاد نہیں اے صاحبزادی آپ پریشان نہ ہوں میں فرزندوں کی طرح پالوں گی۔"

لَمَّا سَمِعَتْ زَيْنَبُ كَلِمَهَا قَالَتِ كَلَامَهَا اسْكِتِىْ يَا
قَلِيْلَةَ الْعَقْلِ لَا يُبَعْنَ بَنَاتُ الْاَنْبِيَاءِ

"راوی کہتا ہے یہ سنتے ہی جناب زینب علیہا السلام کو تاب ضبط نہ رہی فرمایا اے غافل خاموش ہو خدا کے غضب سے ڈر یتیموں کا دل نہ دکھا کیا نہیں جانتی کہ اولادِ انبیاء کسی کی

کنیزی میں جانہیں سکتیں۔" وہ مومنہ متوحش ہوگئی اور کہنے لگی اے بی بی آپ یہ کیا فرماتی ہیں کیسی یتیمی اور کیسی دختر نبی ﷺ میں تو آپ کو اسیران ترک وروم سے سمجھ کر آئی تھی مگر اب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نبی ﷺ کی ذریت ہیں۔ دل کو کھٹکا ہوتا ہے خدا کے واسطے جلد بتایئے کون ہیں۔ کس پیغمبر ﷺ کی اولاد سے ہیں؟ جناب زینب علیہا السلام نے بے ساختہ ایک آہ کھینچی اور کہا کس منہ سے کہوں میں کس خاندانِ عالی سے ہوں اب تو قیدی ہو کر شام میں آئی ہوں۔

نَحْنُ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ مِنْ اَهْلِ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

"اے ضعیفہ ہم لوگ رسول ﷺ زادیاں، احمد ﷺ کی نواسیاں، دخترانِ فاطمہ زہرا علیہا السلام ہیں۔"

وَ هٰذِهٖ سَكِیْنَةُ علیہا السلام بِنْتُ الْحُسَیْنِ علیہ السلام

"اور یہ بچی جس کے خریدنے کا تو نے ارادہ کیا ہے اپنے باپ کی لاڈلی بیٹی سکینہ علیہا السلام ہے جو خاتونِ جنت علیہا السلام کی پوتی ہے۔" اس کے مظلوم باپ حسین علیہ السلام کو تیرے شہر کے حاکم نے تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کیا اور ہم کو اس ذلت وخواری سے اس حالت میں قید کیا ہے۔ وہ مومنہ سنتے ہی اپنا منہ پیٹ کر جناب زینب علیہا السلام کے قدموں پر گر پڑی اور عرض کرنے لگی میں ہرگز نہیں جانتی تھی کہ آپ لوگ آقازادیاں اور ہمارے نبی ﷺ کی نواسیاں ہیں۔ میری آنکھیں کور ہوں کہ آپ کو اس حال سے دیکھا اور میری زبان جلے کہ ایسے بے ادبی کے کلمات کہے۔ یہ کہہ کر سر پیٹتی اپنے شوہر کے پاس دوڑی آئی اور بولی تجھے کیا ہو گیا کہ دختر حسین علیہ السلام کے خریدنے کی خواہش کرتا ہے۔ یہ سب کی سب مدینہ کی شہزادیاں کی ہیں مدینہ تباہ ہوا نبی ﷺ کا مزار بے چراغ ہوا۔ دخترانِ علی علیہ السلام و بتول علیہا السلام کو اہل شام قید کر لائے ہیں یہ سنتے ہی وہ مرد مومن اپنی زبان قطع کر کے بیمار کربلا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور بزبان حال یوں معذرت کرنے لگا یا مولا میں نہیں جانتا تھا کہ یہ

لوگ باوجود دعوئ اسلام اپنے ہی نبی ﷺ کی اولاد سے یہ سلوک کریں گے۔ آپ کو اپنے پدر مظلوم علیہ السلام کے خون ناحق کا واسطہ میری اس خطائے نادانستہ سے درگذر کیجئے۔ حضرت نے ترحم فرما کے لعاب دہن اپنا اُس کی زبان بریدہ پر لگا دیا فوراً اچھی ہو گئی۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰالِمِيْنَ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

مجلس نمبر 100

- آیت فرشتے انسان کی حفاظت کرتے ہیں۔
- اُس جوان کی حکایت جس کے سینہ پر سانپ بیٹھا تھا۔
- فضائل گریہ اور ایک مومنہ کا زندان شام میں کھانا لانا۔

مجلس نمبر 100

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی قُلْ مَنْ یَّکْلَؤُکُمْ بِاللَّیْلِ وَ النَّھَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ۝

"حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ الانبیاء میں ارشاد فرماتا ہے اے محمد ﷺ ان لوگوں سے پوچھو کہ آفات وبلیات خدا سے شب وروز کون تمہاری نگہبانی کرتا ہے۔"

وَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَہٗ مُعَقِّبَاتٌ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَ مِنْ خَلْفِہٖ یَحْفَظُوْنَہٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ

"اور حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ رعد میں ارشاد فرماتا ہے بنی آدم کے واسطے کچھ فرشتے مقرر ہیں کہ یکے بعد دیگرے آتے ہیں اُن کے سامنے سے اور اُن کے پس پُشت سے اور بحکم خدا اُن کی حفاظت کرتے ہیں۔" کعب الاحبار کہتے ہیں کہ اگر حق تعالیٰ فرشتوں کو انسان کی حفاظت کے واسطے موکل نہ کرتا تو زمین سے آدمی کو جن اُٹھالے جاتے۔

اُس جوان کی حکایت جس کے سینہ پر سانپ بیٹھا تھا:-

صاحب تفسیر منہج الصادقین لکھتے ہیں کہ ایک فرشتہ انسان کے لب پر رہتا ہے وہ اور کوئی بات نہیں لکھتا ہے مگر درود کو جو محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ پر بھیجتے ہیں۔ حضرات! فرشتوں پر کیا موقوف انواع واقسام سے حافظ حقیقی اپنے بندوں کی حفاظت کیا کرتا ہے۔ چنانچہ کتاب خلاصۃ الاخبار وغیرہ میں ذوالنون مصری سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ ایک روز

میں دریائے نیل کے کنارے کھڑا تھا ناگاہ ایک بچھو کو دیکھا کہ نہایت تیزی کے ساتھ دریا کی طرف چلا آتا ہے جب وہ کنارے پر پہنچا دفعتہً ایک کچھوا پانی سے نکلا اور اُس بچھو کو اپنی پُشت پر بٹھا کے دوسرے کنارے کی طرف لے چلا میں بھی یہ امر عجیب وغریب دیکھ کر دریا کے اُس طرف گیا۔ کچھوا بچھو کو دوسرے کنارے پر اُتار کے پانی کے اندر چلا گیا اور وہ بچھو ایک جانب روانہ ہوا۔ میں بھی اُس کے پیچھے ہولیا تھوڑی دور جا کر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک درخت کے نیچے ایک جوان سُوتا ہے اور اُس کے سینہ پر ایک افعی سیاہ حلقہ باندھے بیٹھا چاہتا ہے کہ اُس کے مُنہ میں کاٹ لے دفعتہً اُس بچھو نے جست کر کے اُس کے کفچہ پر نیش زنی کی۔ اُدھر وہ افعی مُردہ ہو کر گرا ادھر یہ بچھو اُلٹے پاؤں پھرا اور اُسی طرح کچھوے نے دوسرے کنارے پر پہنچا دیا۔ یہ سب واقعات عجیبہ دیکھ کر میں دل میں سمجھا بے شک یہ شخص ولی اللہ سے ہے۔ جب اُس کے قریب گیا دیکھا شراب کے نشہ میں سرشار و مدہوش پڑا ہے اور زیادہ تعجب ہوا کہ ایسے شراب خوار پر یہ عنایت باری کیونکر ہوئی۔ ناگاہ آواز آئی اے ذوالنون ہر چند یہ مست و غافل سُو رہا ہے لیکن جس کا بندہ ہے وہ آقا تو جاگ رہا ہے اور وہ تو اس سے غافل نہیں یہ سُن کر میں بہت رویا اور اُس کے سرہانے اس قصد سے بیٹھ گیا کہ جب بیدار ہو یہ ماجرا بیان کروں۔ پس بروایت تفسیر منہج الصادقین ذوالنون مصری نے بہ آواز بلند یہ اشعار پڑھے:

يَا نَائِمًا وَ الْخَلِيْلُ يَحْرُسُهُ
مِنْ كُلِّ سُوْءٍ يَدُبُّ فِي الظُّلَمِ
كَيْفَ تَنَامُ الْعُيُوْنُ عَنْ مَلِكٍ
يَأْتِيْكَ مِنْهُ فَوَائِدُ النِّعَمِ

''اے غفلت کے نیند سونے والے درحالیکہ ہر موذی سے جو زمین پر چلتے ہیں خدا تیری حفاظت وحراست کرنے والا ہے۔ ایسے حافظ حقیقی سے جو ہر وقت و ہر آن میں

نگہبانی اور فائدہ رسانی کرتا ہے کیونکر غفلت و بے پروائی کرنا جائز ہے۔" یہ اشعار سُن کر وہ بیدار ہوا اور بروایت خلاصۃ الاخبار ذوالنون مصری کہتا ہے کہ جب شام کو ٹھنڈی ہوا چلی وہ جوان خود بخود ہوش میں آیا اور مجھے دیکھ کے بہت شرمندہ ہوا میں نے وہ مُردہ سانپ دکھلایا اور سارا قصہ کہہ سُنایا سنتے ہی خجالت سے گردن جھکالی اور دیر تک روتا رہا۔ اُسی عالم گریہ میں یہ کہتا جاتا تھا حیف صد حیف اُس بندہ پر جو اپنے ایسے حلیم و کریم خالق کی معصیت و نافرمانی کرے جو آقا نافرمان و گنہگار بندوں کے ساتھ اس لطف و مروت سے پیش آتا ہے وہ اپنے دوستوں و طاعت گذاروں کے ہمراہ کیا کچھ احسان و سلوک کرتا ہوگا۔ المختصر ذوالنون مصری نے پوچھا اے جوان یہ تو بتلا آج تو کونسا عمل نیک بجالایا ہے؟ اُس نے جواب دیا کوئی عمل میرا پسندیدہ نہیں لیکن جب میں اس فعل بد کا قصد کر کے چلا تھا ماں نے مجھ سے وضو کیلئے پانی مانگا تھا۔ میں نے اپنے ارادہ پر اُس کی تعمیل حکم کو مقدم جانا پانی دے کے گھر سے باہر نکلا۔ اثناء راہ میں دیکھا ایک عالم مرکب پر سوار ہونا چاہتا ہے مگر کوئی رکاب تھامنے والا نہیں میں نے دوڑ کر رکاب تھام لی۔ جب وہ گھوڑے پر سوار ہوئے اُس وقت بادہ فروش کی دکان پر جا کے میں نے شراب مول لی ابھی وہاں سے آگے نہ بڑھا تھا کہ ایک سائل نے سوال کیا میں نے نہایت خلوص و عاجزی سے ایک دینار پیش کش کیا۔ ذوالنون مصری نے کہا بے شک یہ اعمال خیر تیرے قبول ہوئے اور انہیں وجہوں سے تو اس مرتبہ کو پہنچا۔ الغرض اُس جوان خدا شناس نے اُسی وقت اپنے اعمال قبیحہ سے توبہ کی اور روتا ہوا صحرا کی جانب چلا گیا۔ لکھا ہے وہ شخص اس مرتبہ کو پہنچا کہ دس دس برس کے بیمار اُس کی دعا سے شفا پاتے تھے۔

تمہید:۔

مومنین! تفضلات حق تعالیٰ کو کس قدر وسعت ہے بندے کیسی ہی معصیت کریں مگر جب کوئی عمل خیر اُن سے ایک مرتبہ بھی واقع ہوتا ہے تو وہ ہی عمل خیر اُن کی مغفرت کیلئے بہانا ہو جاتا ہے۔ مولونا روم نے اپنی مثنوی میں لکھا ہے۔ ؎

رحمت حق بہانہ میخواہد

رحمت حق بہانا میخواہد

خیال کیجئے کہ کیا مدارج عالیہ آپ لوگوں کے ہوں گے اُس عمل خیر سے جس کو عمر بھر رات دن صبح و شام بجالاتے ہیں یعنی مظلوم کربلا علیہ السلام کی مصیبتوں پر گریہ وزاری اور نوحہ و ماتم داری کیا کرتے ہیں۔ حدیث میں وارد ہے:

كُلُّ عَيْنٍ بَاكِيَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا عَيْنٌ بَكَتْ عَلَى الْحُسَيْنِ علیہ السلام فَاِنَّهَا ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ بِنَعِيْمِ الْجَنَّةِ

"یعنی روز قیامت سب کی آنکھیں گریاں ہوں گی مگر جو شخص دنیا میں امام مظلوم علیہ السلام کی مصیبتوں پر رویا ہوگا روز محشر وہ نعمت ہائے جنت سے کامیاب ہو کر رونے کے عوض میں خوشی سے ہنستا ہوگا۔" پس حضرات! قیامت میں جس قدر زیادہ خوشی سے اپنا خنداں ہونا چاہتے ہیں اُسی قدر زیادہ حزن و ملال سے دنیا میں روئے اُس مظلوم پر جس کی لاش پر بعد شہادت اُس کے وارثوں کو رونا نصیب نہ ہوا۔ اعدائے دین نے اُنہیں سر برہنہ رسن بستہ قیدیانِ ترک و روم کی مثل کربلا سے کوفہ کوفہ سے دمشق تک پہنچایا شہر کے بازار سے دربار میں، دربار سے ایسے زندان میں لے گئے کہ جہاں دُخترانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن کو دھوپ میں جلتی تھیں اور رات کو اُس میں بھیگتی تھیں۔

حَتّٰى اقْشَعَرَّتْ وُجُوهُهُمْ

یہاں تک کہ پوست اُن بیبیوں کے چہروں سے اُڑ گئے تھے اور اس ذلت و خواری سے قید تھیں کہ دشمن تو کیا پُرسانِ حال ہوتے دوست بھی تغیر حال کے سبب سے اُن کو نہ پہچانتے تھے مگر قیدیانِ ترک و دیلم سمجھ کر بعض شخص چاہتے تھے کچھ اُن کے ساتھ سلوک کریں اور اُس کے عوض میں دُعائے خیر لیں۔

ایک مومنہ کا زندان شام میں کھانا لانا:-

ایک روایت میں آیا ہے جن دنوں اہلبیت علیہم السلام اطہار زندانِ تیرہ وتار میں مقید و گرفتار تھے ایک زن دیندار اپنے گھر سے کچھ کھانا لئے خوش خوش وہاں آئی دروازہ تک تو اُس کا دل اُسی طرح مسرور و شاد تھا مگر قید خانہ میں داخل ہوتے ہی خود بخود مضمحل وافسردہ ہو گیا۔ دیکھا چند بیبیاں دو ایک لڑکیاں جن کے نور چہرے سے اُس اندھیرے مکان میں روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ بال بکھرائے سر جھکائے فرش خاک پر جا بجا بیٹھی رو رہی ہیں۔ خیال کرنے لگی اس طرح کے قیدی تو کبھی اس زندان میں نہ آئے تھے کسی شہر کی شہزادیاں معلوم ہوتی ہیں ان عورتوں میں کون سردار ہے کس کے پاس جاؤں۔ کچھ سوچ کے جناب زینب علیہا السلام کی طرف بڑھی وہ کھانا تو سامنے رکھ دیا مگر حیرت وقلق کی وجہ سے کچھ کہہ نہ سکی۔ خود جناب زینب علیہا السلام نے کہا جب سے ہمارے وارث و والی دنیا سے سدھارے آج تک ہم کو خون جگر کھاتے بسر ہوئی اور جس وقت سے ہم یہاں قید ہو کے آئے ہیں کسی نے ہمارے حال پر غم نہ کھایا تو کون ہے کہ اس وقت رحم کھا کے ہمارے لئے کھانا لائی ہے۔ ہر چند خرابی حال میں مبتلا ہیں مگر صدقہ ہم پر حرام ہے اس کھانے کو نہیں کھا سکتے ہیں۔ مومنہ نے کہا یہ صدقہ نہیں ہے بلکہ میرے آقا کی تندرستی کی نذر کا کھانا ہے۔ آپ نے پوچھا تیرا آقا کون ہے؟ اُس نے کہا میرا آقا وہی ہے جو تمام عالم کا آقا وسردار ہے دنیا میں اب سوا اُس کے کوئی امام برحق اور کفیل اُمت نہیں۔ مدینہ میں جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ تھا میں ایک مرتبہ بیمار ہو کے قریب الموت ہو گئی حالت یاس میں بامید شفا لوگوں نے لے جا کے مجھے سامنے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاک پر ڈال دیا ناگاہ چھوٹے نواسے اُن کے کھیلتے ہوئے آگے آئے آپ نے انہیں کی طرف دعا کرنے کیلئے اشارہ فرمایا اُس شہزادی کے اعجاز اور برکت دعا سے اُسی وقت ایسی صحت ہو گئی کہ گویا میں کبھی بیمار نہ ہوئی تھی اس کے بعد جب تک مدینہ میں رہی برابر میں اُس خوزادے کی زیارت کیلئے حاضر ہوتی رہی جب سے اس شہر میں آئی

ہوں زیارت تو نصیب نہیں مگر یہ معمول کیا ہے کہ ہر ہفتہ کے پیر اور جمعہ کو کچھ کھانا اسیروں کو کھلاتی ہوں اور اُن سے اپنے آقا کی تندرستی کے واسطے دعا کرنے کو کہتی ہوں۔ آپ بھی اس تبرک سے کچھ کھائیں اور حضرت کیلئے دعا کریں۔ سُنتے ہی جناب زینب علیہا السلام کا دل خون ہوگیا کثرت قلق سے چہرہ مبارک کا رنگ اُڑ گیا بے اختیار چاہا کہ چیخ مار کر روئیں مگر بہ مشکل ضبط گریہ کر کے اتنا بولیں اب ایسی نذر سے تو ہاتھ اُٹھا اور اپنے اس معمول کو موقوف کر۔ مومنہ گھبرا کر کہنے لگی بی بی یہ کیا کہتی ہو تم کون ہو کیوں اس نذر کو منع کرتی ہو کیا فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سلامتی نہیں چاہتی ہو؟ اب جناب زینب علیہا السلام ضبط نہ کر سکیں چلاّ کے بے تابانہ رونے لگیں اور فرمایا اے مومنہ

قُتِلَ الْحُسَیْنُ علیہ السلام بِکَرْبَلَاءَ ذُبِحَ الْحُسَیْنُ علیہ السلام بِکَرْبَلَاءَ

تو کس کی نذر کا کھانا کھلائے گی حسین علیہ السلام تو کربلا میں مثل گوسفند قربانی ذبح کیے گئے جس کی تو سلامتی چاہتی ہے اُس کا یہ حال ہوا۔

اَلْجِسْمُ مِنْهُ بِکَرْبَلَاءَ مُضَرَّجًا
وَ الرَّاسُ مِنْهُ عَلَى الْقَنَاةِ یُدَارُ

”لاش پاش پاش اُن کی کربلا میں ریگ صحرا پر اپنے سر سے جُدا ہو کے آج تک خون میں غلطان پڑی ہے اور سر بریدہ اُن کا اپنے جسم سے علیحدہ ہو کر نوک نیزہ پر کہاں کہاں شہروں میں پھرایا گیا۔“ ہم اُسی حسین علیہ السلام کے ناموس اور اُسی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت علیہم السلام ہیں۔ کربلا سے یہاں تک رسن بستہ بھوک پیاس کی تکلیف اُٹھاتے آئے ہیں مہینوں سے اُس مظلوم کا سر خزانہ میں اور ہم قید خانہ میں بند ہیں۔ جس کی دعا سے تیری بیماری زائل ہوئی اُس کا فرزند بیمار طوق وزنجیر میں گرفتار پہاڑوں میں جنگلوں میں کانٹوں پر پاپیادہ منزلوں کی راہ طے کرتا ہوا اس شہر تک آیا ہے اور اسی زندان کے ایک گوشہ میں فرش خاک پر غش میں پڑا

ہے۔ آب و غذا کیسی دوا بھی نہیں ملتی دوا کیسی کوئی دلاسا بھی نہیں دیتا اتنا کہہ کے جناب زینب علیہا السلام پیٹتی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ اُن کے ساتھ سارے اہل حرم علیہم السلام نے سر و سینہ پیٹنا شروع کیا اور سب نے مل کر اس کرب و اضطراب سے وَ اسیّداہُ وَ احُسَیْنَاہُ

کہہ کے نالہ و ماتم کیا کہ قید خانہ کی دیواریں ہلنے لگیں شور گریہ سے بیمار کربلا نے زمین پر غش سے آنکھیں کھول دیں اور کثرت قلق سے وہ مومنہ غش کھا کر زمین پر گر پڑیں۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ ٥

مجلس نمبر 101

آیت اس بیان میں کہ مومن و فاسق برابر نہیں۔

فضائل جناب امیرؑ اور نجف اشرف میں
پے در پے چار معجزوں کا ہونا۔

منہال کی امام زین العابدینؑ سے ملاقات کا ہونا۔

مجلس نمبر 101

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَفَمَنْ کَانَ مُؤْمِنًا کَمَنْ کَانَ فَاسِقًاط لَا یَسْتَوٗنَ

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورہ الم سجدہ میں ارشاد فرماتا ہے آیا وہ شخص جو مومن ہو یعنی علی بن ابی طالب علیہ السلام اُس کے مثل ہے جو فاسق ہو یعنی ولید بن عقبہ ہرگز دونوں برابر نہیں ہیں۔'' ابن ابی الحدید معتزلی اور ابونعیم اصفہانی اور ابوالمؤید موفق بن احمد کہ یہ لوگ علمائے سُنت سے ہیں نقل کرتے ہیں کہ یہ آیہ علی بن ابی طالب علیہ السلام کی شان میں اور ولید بن عقبہ کے بارے میں نازل ہوا ہے۔

فضائل جناب امیرؑ:۔

تفسیر اہلبیت علیہم السلام میں قاتل المشرکین جناب امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا ایک روز خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جماعت صنادید قریش میں تشریف رکھتے تھے کہ میں حاضر ہوا جب مجھ پر نظر پڑی تھوڑی دیر تک حضرت مجھ کو دیکھتے رہے اُس کے بعد ارشاد فرمایا:

یَا عَلِیُّ علیہ السلام اِنَّمَا مَثَلُكَ فِیْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ کَمَثَلِ عِیْسٰی علیہ السلام بْنَ مَرْیَمَ علیہا السلام اَحَبَّہٗ قَوْمٌ وَاَفْرَطُوْ فِیْ حُبِّہٖ فَهَلَکُوْا وَابْغَضَہٗ قَوْمٌ وَاَفْرَطُوْا فِیْ بُغْضِہٖ فَهَلَکُوْا

وَاقْتَصَدَ فِیْهِ قَوْمٌ فَنَجَوْا

''اے علی علیہ السلام تمہاری مثال اس امت میں مثل عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہا السلام کے ہے کہ ایک قوم نے اُن کو دوست رکھا اور محبت میں اس درجہ افراط کی کہ اپنے اعتقاد میں مرتبہ الوہیت کو پہنچایا اور وہ لوگ بے دین ہو گئے اور ایک گروہ نے اُن کو دشمن رکھا اور دشمنی میں اِس قدر زیادتی کی کہ کلمات ناسزا و سخنان بے جا اُن کی شان میں کہے ایذائیں پہنچائیں اور وہ گروہ گمراہ ہو گیا اور ایک جماعت نے میانہ روی اختیار کی اور نجات پائی۔'' پس اے علی علیہ السلام تمہارا حال بھی اس اُمت میں ایسا ہی ہے کہ کچھ لوگ ساتھ الوہیت کے تمہاری اطاعت کریں گے اور ایک فرقہ تم کو دشمن رکھے گا اور تمہارے حق میں سخنانِ بے ہودہ کہے گا پہلا گروہ بہ سبب افراط اور دوسرا بہ سبب تفریط کے ہلاک ہوگا اور دوسری روایت میں ائمہ ہدیٰ علیہم السلام سے منقول ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ سلاسل میں امیر المومنین علیہ السلام کے حق میں فرمایا:

وَ اللّٰهِ لَوْلَا اَنْ اُشْفِقَ اَنْ یَقُوْلَ فِیْكَ طَوَآئِفُ مِنْ اُمَّتِیْ مَا قَالَتِ النَّصٰرٰی فِیْ مَسِیْحِ علیہ السلام بْنِ مَرْیَمَ علیہا السلام لَقُلْتُ الْیَوْمَ فِیْكَ مَقَالًا لَا تَمُرُّ بِمَلَاءٍ مِنْ اُمَّتِیْ اِلَّا اَخَذُوْا التُّرَابَ مِنْ تَحْتِ قَدَمَیْكَ وَ یَسْتَشْفُوْنَ بِهٖ○

''قسم بخدا اے علی علیہ السلام اگر مجھ کو اس کا خوف نہ ہوتا کہ ایک جماعت میری اُمت سے تمہاری شان میں وہ کلمات کہے گی کہ جو عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہا السلام کی نسبت قوم نصاریٰ کہتی ہے تو آج کے روز میں تمہارے حق میں وہ باتیں کہتا کہ کسی گروہ میں تم نہ گذرتے لیکن یہ کہ تمہارے قدم کی گرد کو وہ لوگ اُٹھا لیتے اور اُس خاک سے طلب شفا کرتے۔'' منافقین نے جب سید امام علیہ السلام سے یہ کلام سُنے تو بنظر تعریض آپس میں کہنے لگے:

مَا رَضِیَ لِابْنِ عَمِّهٖ مَثَلاً اِلَّا بِالْمَسِیْحِ بْنِ مَرْیَمَ علیہ السلام

''محمد مصطفیٰ ﷺ اپنے ابن عم کے بارے میں بجز عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہ السلام کے اور کسی سے مثال دینے پر راضی نہیں۔''

نجب اشرف میں پے در پے چار معجزوں کا ہونا:-

مومنین! حضرت کے فضائل و معجزات کی انتہا نہیں آج تک بھی کبھی دوستوں کے انجاح مطالب کبھی دشمنوں کے الزام کے واسطے برابر معجزے ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ حقیر سراپا تقصیر سُن بارہ سو نناوے ہجری میں دوسری مرتبہ بقصد زیارت عتبات عالیات بعد عشرہ محرم اپنے وطن شہر مظفر پور سے جو ہندوستان کے صوبہ بنگال میں واقع ہے روانہ ہوا تو اواسط ماہ صفر میں بعد انقضائے مدت قرنطینہ وغیرہ وارد بصرہ ہوا اور وہاں کچھ علیل ہو گیا بعد صحت جب کاظمین پہنچا بالکل معتمدین و مجتہدین و خدام و زائرین سے متواتر سُنا کہ اس ماہ صفر میں پے در پے چار معجزات مظہر العجائب والغرائب جناب علی علیہ السلام بن ابی طالب علیہ السلام سے نجف اشرف میں ظاہر ہوئے ہیں مگر بیانات میں بہ تغیر عبارات فی الجملہ اختلاف پایا گیا۔ اواسط ربیع الاول میں جب خود زیارت نجف اشرف سے مشرف ہوا تو وہاں کے ساکنین و مجتہدین سے بلا اختلاف ایک امر محقق مسموع ہوا جو یہاں لکھا جاتا ہے سب جانتے ہیں خصوصاً جو حضرات کہ زیارت دورہ سے مشرف ہو چکے ہیں اُن کو خوب معلوم ہے کہ عرب صحرائی جس خلوص و اعتقاد سے زیارت کو آتے ہیں۔ مرد عورت جوان بوڑھے سب کے سب اپنے مقام سکونت و سامان زراعت کو چھوڑ کے آٹا ستو خرما جو چیز جس کے پاس موجود رہی بطور زاد راہ ایک ایک مشکیزہ میں بھر کے اور اُس مشکیزہ کو کاندھے پر رکھ کے پیدل اور برہنہ پا منزلوں کی راہ سے جوق در جوق آیا کرتے ہیں۔ وفور اشتیاق میں نہ صعوبت سفر کا خیال نہ کسی قسم کا آداب زیارت اُسی طرح کپڑے پھٹے گرد میں اَٹے دوڑتے ہوئے روضۂ منورہ میں داخل ہو کے ضریح پر ہُو سے دیتے جاتے ہیں اور گرداگرد پھر کے گویا

اپنے کو تصدق کرتے ہیں۔ کیا اعتقاد ہے جو مال واسباب صحرا میں چھوڑ آتے ہیں اُس کا محافظ کسی کو قرار نہیں دیتے فقط حفاظت خدا اور حمایت ائمہ ہدیٰ علیہم السلام میں سپرد کر آتے ہیں اور واپس جانے کے بعد وہ سب مال اُن کو اُسی طرح ملتا ہے۔ یہاں بھی آ کے اپنے سارے مقاصد و مطالب حتیٰ کہ جو امور خانہ داری سے متعلق ہیں اُن سب کو اس طرح بیان کرتے ہیں جیسے کوئی کسی کے سامنے باتیں کرتا ہے اور اُسی روضہ میں ایوان یا رواق یا صحن اقدس میں جہاں جس نے جگہ پائی وہیں سو رہا۔ وہ سب اپنے آقا کے مہمان ہیں کسی کی مجال نہیں کہ اُن کے امور میں مزاحمت کر سکے۔ میں نے کربلا معلّٰی میں خود دیکھا ہے کہ جب وہ سب آتے ہیں اور ضریح مبارک سے لپٹتے ہیں حالت جوش میں کوئی کہتا ہے:

دَخِیْلَکَ یَا ابْنَ الزَّهْرَآءِ علیہا السلام

میں فلاں ابن فلاں ہوں۔ کوئی کہتا ہے:

دَخِیْلَکَ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ علیہ السلام

میں زیارت کے واسطے فلاں شہر سے آیا ہوں۔ کوئی کہتا ہے:

دَخِیْلَکَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مجھے خوب پہچان لو قیامت میں بھول نہ جانا۔ کوئی کہتا ہے:

دَخِیْلَکَ یَا ابْنَ فَاطِمَةَ علیہا السلام

اپنے جد کے سامنے یہ نہ کہنا فلاں شخص میری زیارت کو نہیں آیا تھا۔

معجزہ اول نجف اشرف کا اول دفعہ دروازہ کھلنا:۔

الغرض اُن کا عجب لہجہ گریہ خیز اور بیان مبکی ہوتا ہے کہ سننے والوں کے دل بھر آتے ہیں۔ بہر کیف اُنہیں صحرائیوں کا ایک قافلہ نجف اشرف میں زیارت کے واسطے آیا تھا اور بعد فراغ زیارت اُن سب نے چاہا زیارت اربعین کو دو دن باقی ہے کربلاء معلّٰی چل کر اس مخصوصی سے مشرف ہوں۔ اس خیال سے شب دہم کو وہ سب چلے شب ماہ کی وجہ سے

سمجھے تھے کہ صبح ہو گئی حالانکہ کچھ رات باقی تھی جب شہر پناہ کے قریب پہنچے دروازہ بند پایا دربانوں کو پکارے دروازہ کھول دو کسی نے کچھ اعتنا نہ کی ان سب نے غل مچایا اور جلدی کی۔ ایک دربان نے کہا کنجی قلعہ میں سردار کے پاس ہے بے طلوع آفتاب دروازہ کھل نہیں سکتا۔ ان لوگوں نے نہ مانا اور زیادہ شور و غوغا کیا پہرے والوں کو ناگوار ہوا اُٹھ کے دو ایک صحرائی کو طمانچہ مارا یہ سب خوف سردار حاکم سے اُس کا کیا کر سکتے تھے سب کے سب روضۂ جناب امیر علیہ السلام کی طرف منہ کر کے فریاد و استغاثہ کرنے لگے۔ دل میں درد منہ میں کف آنکھوں میں آنسو بھرے چلاتے تھے اے امیر خیبر علیہ السلام اے امام قلعہ کشا آپ کے فرزند مظلوم کی زیارت کو چلے تھے اُس کا یہ عوض ہوا کہ آپ ہی کے جوار میں ذلیل بھی ہوئے اور جانے کا راستہ بھی نہیں ملتا۔ اسی طرح یہ لوگ گریہ وزاری میں مصروف تھے کہ دفعتہً روضۂ انور کی طرف سے ایک نور ساطع ہو کے شہر پناہ کی سمت بڑھا اور دروازہ شہر تک آیا۔ دربانوں نے دیکھا قفل اُسی طرح بند زمین پر پڑا ہے اور دروازہ کھل گیا ہے وہ سب صحرائی۔

رُوحِی لَکَ الفِدَآءُ یَا اَمِیرَ المُؤمِنِینَ علیہ السلام

کہتے ہوئے کربلا کی جانب روانہ ہو گئے اور دروازہ پھر بند ہو گیا۔ ان سب کا شور و غوغا سُن کر سردار و حاکم چونک پڑے اور پوچھنے لگے یہ ہنگامہ کیسا ہے کہ دفعتہً اُن کو خود بخود دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی خبر پہنچی۔ دونوں دوڑے آئے اور حاکم دربانوں کو سخت و سست سُنا کے کہنے لگا یہ سب فساد و فریب تمہیں لوگوں کا ہے بے شک اُن رافضیوں سے سازش کر کے پہلے ہی سے کوئی کارستانی کی ہے۔ اُن بے گناہوں نے اپنی بے قصوری پر قسمیں کھائیں اور کہا حضرت علی علیہ السلام کا یہ معجزہ ہوا ہے۔ اُس سردار نے بھی قسم کھا کر کہا کہ حسب معمول میں نے خود اپنے ہاتھوں سے قفل لگایا تھا غرض کہ حاکم یا اُس کے رفقا میں سے کوئی اس معجزہ کا قائل نہ ہوا۔

معجزۂ دوم طفل کا شفا پانا:۔

اب حکایت تازہ سُنیے کہ اس معجزہ کی تصدیق دس دن کے بعد دوسرے معجزہ جدید وبیّن سے ایسی ہوئی کہ ہر کس وناکس دوست ودشمن معترف ہوگیا۔ اُس کی تفصیل یہ ہے کہ بغداد میں دو شخص زن وشوہر رہتے تھے اتفاقاً ان کے یہاں ایک لڑکا شل وزمین گیر اور بہرا اور گونگا پیدا ہوا۔ چونکہ وہ ہی ایک نور نظر تھا ماں باپ دونوں نے کوئی دقیقہ علاج کا اُٹھا نہیں رکھا مگر کوئی تدبیر مفید نہیں ہوئی آخر الامر باپ نے جو حنفی مذہب تھا اُس لڑکے کو دفعہ بدفعہ کر کے اُن مزاروں پر لے گیا جو بغداد میں مشہور ومعروف ہیں اور وہاں چلّہ کشی کی جب اس سے بھی فائدہ نہ ہوا شفا سے بالکل نا اُمید ہوگیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد جب لڑکا نو دس برس کا ہوا ایک روز وہ زن خوش اعتقاد جو مذہب اثنا عشری رکھتی تھی شوہر سے کہنے لگی یہ عقدۂ لاینحل سوائے مشکل کشا علیہ السلام کسی دوسرے سے نہ کُھلے گا اگر تیری رضا ہو تو یہ تدبیر آخری ہے میں اس میں کوشش کروں اور مجھ کو یقین کامل ہے کہ اپنے امام علیہ السلام کی بارگاہ سے ضرور مراد پاؤں گی۔ طالع یاور تھا فوراً اُس مرد نے قبول کر لیا اور جلد جلد تہیہ سفر کر کے یہ تینوں نجف اشرف میں پہنچے۔ پہلے عورت آداب زیارت بجالائی اس کے بعد لڑکے کے ہاتھ کو ضریح سے باندھ کر بہت روئی اور بصدق دل ورجوع قلب عرض کرنے لگی اے حلال مشکلات میں اپنے شوہر سے اس لڑکے کی شفا کا وعدہ کر کے آئی ہوں اب کنیز کی شرم آپ ہی کے ہاتھ ہے۔ دو روز بہیم الحاح وزاری میں بسر کی تیسرے روز کہ اٹھیسویں ماہ صفر کی تھی قریب زوال لڑکے کو ضریح میں بندھا چھوڑ کے ماں باپ صحن میں چلے آئے۔ ایک ساعت نہ گذری تھی کہ لڑکے نے پکارا دفعتہً ان دونوں کے دل میں شفقت فرزندی نے جوش مارا یقین ہوگیا کہ ہمارے ہی لڑکے کی آواز ہے صحن سے دوڑے، ہنوز حرم کے اندر نہ پہنچے تھے کہ دیکھا وہ لڑکا ہنستا ہوا سامنے سے چلا آتا ہے۔ دیکھتے ہی گود میں اُٹھا لیا اور حقیقت پوچھی وہ بزبان فصیح بیان کرنے لگا کہ جب تم لوگ باہر گئے میں شدت سے پیاسا ہوا کس سے پانی

طلب کرتا ادھر اُدھر دیکھنے لگا ناگاہ ایک بزرگ نورانی صورت ضریح مقدس سے باہر آئے اور میرے پاس کھڑے ہو کے کمال شفقت سے فرمایا اپنا مُنہ کھول دے جب میں نے مُنہ کھولا اپنی انگشت مبارک میرے دہن میں دی۔ معلوم ہوا کاسہ آب منہ سے مل گیا کبھی ایسا سرد خوشگوار پانی نہ پیا تھا جب سیراب ہو چکا فرمایا اُٹھ اپنے ماں باپ کے پاس چلا جا کیا۔ اثر تھا دفعتہً دل میں قوت بدن میں توانائی کانوں میں سماعت زبان میں گویائی ہو گئی ہاتھ پاؤں کُھل گئے بے ساختہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

معجزہ تیسرا نجف اشرف کا دوسری بار دروازہ کھلنا:-

الغرض اس معجزہ کی خبر پاتے ہی ہر خورد و کلاں ہر طرف سے دوڑا اور اُس طفل کے ملبوس کو تھوڑا تھوڑا کر کے تبرک لے گئے اور اکثر لوگوں نے نقد و جنس سے اُس کی اعانت کی۔ دن کو یہ معجزہ ہوا اور اُسی روز بعد غروب آفتاب ایک قافلہ زوّار کا ایران سے نجف اشرف کی زیارت کو آیا جب تک وہ پہنچے دروازہ شہر کا بند ہو گیا تھا۔ ہر چند اُن لوگوں نے شور و غوغا کیا مگر کسی نے نہ کھولا اور چونکہ دس روز قبل دربانوں پر حاکم کا عتاب ہو چکا تھا سب آزردہ ہو رہے تھے صاف جواب دیا یہ دروازہ نہ کھلے گا دیکھو اُس طرف کی کھڑکی کھلی ہو گی اُدھر جاؤ جب یہ زوار اُس جانب گئے وہ دریچہ بھی بند پایا اور وہاں کے لوگوں نے بھی براہ تمسخر یہی جواب دیا بڑے دروازہ کی طرف جاؤ۔ ایک تو جاڑے کے دن تھے دوسرے پانی برستا تھا بیرون شہر وادی السلام جہاں نہ کوئی درخت نہ کسی قسم کا سایہ تھا یہ لوگ کدھر جائیں کہاں امان پائیں عالم اضطرار میں اور تو کچھ نہ ہو سکا جن کی زیارت کو آئے تھے اُنہیں سے استغاثہ و فریاد کرنے لگے مُنہ سے کف آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور بزبان حال کہتے تھے یا علی علیہ السلام آپ کی مُروّت و مہمان نوازی تو مشہور ہے ہم سب بھی تو حضرت ہی کے یہاں مہمان آئے ہیں اور آپ ہی کے دروازہ پر سردی سے ہلاک ہوئے جاتے ہیں۔ مدینہ جا کے اس بے التفاتی کی شکایت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کریں گے اسی طرح کے کلمات درد آمیز اپنے لہجہ میں اس طور سے کہتے تھے کہ دربانوں کے دل پر بھی تاثیر ہوئی رونے لگے

مگر مجال نہ تھی کہ حاکم سے کچھ کہتے۔ ایک قہوہ چی جو در کے قریب بیٹھا تھا وہ کہتا ہے قسم بخدا تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک نور روضہ مبارک کی جانب سے ساطع ہوا اور چشم زدن میں وہاں تک پہنچا اور اس زور سے دروازہ کھل گیا کہ بیس پچیس ہاتھ پر جو مکان تھا اُس کی چھت گر پڑی اور دروازہ کی داہنی جانب کی دیوار شق ہوگئی اور قفل اُسی طرح بند ایک طرف جا پڑا از دار صحرائی علی علی علیہ السلام کہتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے۔ حاکم شہر خبر پاتے ہی چند سرداروں کو ساتھ لئے فوراً آپہنچا اُس وقت دربانوں نے دلیر ہو کے کہا اُس روز ہم لوگوں پر شبہ ہوا تھا مگر آج کا تو واقعہ طاقت بشری سے باہر ہے اُسی وقت جب معماروں نے دیوار مرمت کر کے چاہا دروازہ بند کریں بند نہ ہوسکا اور دنوں تو پانچ چھ آدمی بند کرتے تھے آج بہت سے آدمیوں نے مل کر چاہا بند کریں مگر دروازہ نے جنبش تک نہ کی۔ اُس وقت حاکم نے اور کل سرداروں نے ایک زبان ہو کر کہا بے شک علی علیہ السلام نے اپنا جلال و معجزہ ظاہر کیا صبح کو حکم عام دیا کہ تجار اور سب دوکاندار اور تمام اہل شہر کرامات کی خوشی میں اپنے اپنے مکانوں میں اور دوکانوں پر روشنی کریں جو اس حکم کے خلاف کرے گا وہ سلطان کا مجرم تصور کیا جائے گا اور الحاصل نجف اشرف و کربلائے معلیٰ میں کاظمین و سر من رائے میں مختلف تاریخوں کو چراغاں ہوا اور تین روز کے بعد وہ دروازہ بند ہوا۔ اب چوتھے معجزہ کی کیفیت سُنئے کہ چند اہل عسکر کو امتحان منظور ہوا ایک بکتاشی کو راضی کر کے اُس کے دونوں ہاتھوں کو زنجیر آہنی سے خوب کس کر باندھا اور اُس میں ایک مضبوط قفل ڈال دیا اور کہا علی علیہ السلام سے جا کر فریاد کر اگر تیرے ہاتھ کھل جائیں پھر ہم لوگوں کو حضرت کی کرامات کا انکار نہ ہوگا اور خود بھی اُن میں سے ایک شخص اُس کے ساتھ ہولیا۔ قربان معجزہ مشکل کشا علیہ السلام روضہ میں داخل ہوتے ہی بکتاشی کے ہاتھ کھل گئے اور زنجیر اُسی طرح لپٹی قفل سے بند دُور جا کر گری۔

تمہید:۔

مومنین! یہ معجزات تو آپ نے سُنے کہ پیہم جناب امیر علیہ السلام سے ظاہر ہوئے۔ نجف میں تو چند عرب صحرائی کے واسطے موسم سرما میں دو دفعہ دروازہ کھل گیا کہاں تھے۔ وہ

جناب کہ دو مرتبہ ایک دفعہ اسی نجف کی سرحد یعنی کوفہ میں دوسرے دمشق میں انہیں اہلبیت علیہم السلام مجلس تیرہ و تار میں مقید تھے۔ درِ زندان مقفل تھا ہوا کی آمد و شد کا بھی راستہ بند تھا ننھے ننھے بچے شدت گرما سے گھٹ گھٹ کر جان بلب تھے بار بار رُو کے فریاد کرتے تھے کوئی نہ تھا کہ خبر لیتا اور دروازہ کھول دیتا۔ ہوا کے آنے سے کچھ تو راحت ملتی۔ روضہ میں تو آپ نے ایک بیمار کو شفا دی اور ایک بکتاشی کے ہاتھ کھول دیئے زندان میں اُنہیں کا فرزند جو بیمار بھی تھا طوق و زنجیر میں جکڑا بھی تھا اُس کا کوئی دوا دینے والا اور قید سے چھڑانے والا نہ تھا۔ ہاتھ کھولنے کے بدلے اعداء دستِ ظلم دراز کرتے تھے۔

روایت منہال:-

انوار نعمانیہ میں منہال سے منقول ہے ایک دن میں نے شہر دمشق میں قریب قید خانہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام کو اس طرح دیکھا کہ وہ حضرت نحیف و زار چہرہ کا رنگ زرد، ناتوانی سے بدن میں رعشہ عصا پر تکیہ کیے کھڑے ہیں۔ جب میری نگاہ حضرت کے قدموں پر پڑی دیکھا پاہائے مبارک چوب خشک کی طرح سوکھ گئے ہیں اور ساقین سے برابر لہو بہتا ہے۔ تاب ضبط باقی نہ رہی دیکھتے ہی اس شدت سے رویا کہ گریہ گلوگیر ہو گیا۔ عرض کی یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا کیا حال ہے؟ حضرت بہت روئے اور آہستہ آوازِ نحیف سے فرمایا اُس شخص کا کیا حال پوچھتا ہے جو آوارہ وطن ہو کر پردیس میں باپ سے بھائیوں سے چھٹ کر ماں بہنوں کو ساتھ لئے سر برہنہ بازاروں میں درباروں میں پھر کر ایک خرابہ میں قید ہوا اور محرم کی ساتویں تاریخ سے اتنا کھانا پانی نہ ملا ہو کہ بے وارث عورتیں یتیم بچے سیر ہوتے۔ رات دن رونے میں پیٹنے میں بسر ہو۔

یَا مِنْهَالُ اَمْسَتِ الْعَرَبُ تَفْتَخِرُ عَلَى الْعَجَمِ بِاَنَّ مُحَمَّدًا مِنْهُمْ وَ اَمْسَيْنَا اَهْلُ الْبَيْتِ مَقْتُولِيْنَ مُشَرَّدِيْنَ ۝

''اے منہال عجم پر عرب اور تمام عرب پر قریش افتخار کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ ہم میں سے ہیں اور یہ اُمت جفا کار فخر کرتی ہے کہ ہم نے پیغمبر ﷺ کا گھر برباد کر دیا۔ اپنے نبی ﷺ کی اولاد سے مردوں کو قتل کیا عورتوں کو ترک وردم کے قیدیوں کی طرح اسیر کر کے در بدر پھرایا۔ اے منہال یزید کی عداوت و دشمنی اس درجہ ہے کہ جب وہ ہم کو اپنے دربار میں بلاتا ہے تو یقین ہوتا ہے کہ بُلا کر قتل ہی کرے گا۔ منہال کہتے ہیں میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ ﷺ اس وقت کہاں تشریف لے جانے کا قصد ہے؟ حضرت نے کس بے کسی سے فرمایا اس قید خانہ کے سوا اور کہاں جا سکتا ہوں۔ اے منہال اس خرابہ میں کوئی سایہ بھی نہیں اور ایسی جائے تنگ ہے کہ ہوا بھی کسی طرف سے نہیں آسکتی۔ اس بیماری میں دھوپ کی شدت گرمی کی اذیت سے جب دم گھٹنے لگتا ہے بے تاب ہو کر قید خانے سے باہر نکل آتا ہوں مگر پھر خیال ہوتا ہے کہ میرے وہاں رہنے سے عورتیں و اطفال کو فی الجملہ تسکین تھی۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی بی بی یا بچہ گھبرا کر مر جائے پھر اُنہیں لوگوں کے پاس چلا جاتا ہوں۔ منہال کہتے ہیں کہ ابھی حضرت مجھ سے باتیں کرتے تھے کہ ایک بی بی کی آواز آئی اے بھائی کی نشانی اے بے وارثوں کے وارث اے زین العابدین علیہ السلام کہاں چھوڑ کر چلے گئے مجھے اتنی بھی تمہاری جدائی گوارہ نہیں بیٹا جلد آؤ اگر دیر ہوئی تو پھر پھوپھی کو نہ پاؤ گے۔ سنتے ہی حضرت بے تاب ہو گئے مجھے چھوڑ کر روتے اُس قید خانے میں چلے گئے۔

فَعَرَفْتُ اَنَّهَا كَانَتْ زَيْنَبُ علیہا السلام بِنْتُ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ علیہ السلام

میں حیران تھا کس بی بی نے پکارا جس کی آواز سنتے ہی حضرت بے چین ہو گئے۔

''معلوم ہوا کہ آپ کی پھوپھی بھتیجے کی شیدا نبی ﷺ کی نواسی زینب خاتون علیہا السلام ہیں۔''

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر 102

- آیت خضوع وخشوع نماز میں۔
- تنِ اقدس جناب امیرؑ سے تیر نکالنا۔
- فضائل شیعہ اور معجزۂ جناب امیرؑ شہر بربر میں۔
- اہل بیتؑ کا زندان مارو کژدم میں اسیر ہونا۔

مجلس نمبر 102

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۙ

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۃ المومنون میں ارشاد فرماتا ہے بدرستیکہ رستگار ہوئے وہ مومنین جو اپنی نماز کو خضوع وخشوع سے ادا کرتے ہیں۔'' اخبار صحیحہ میں وارد ہوا ہے کہ جنگ احد میں جناب امیر علیہ السلام کے بدن مبارک پر کسی مخالف کا تیر ایسا لگا کہ پیکان اُس کا تن اقدس میں پیوست ہو گیا۔ لوگوں نے چاہا اُسے نکالیں مگر حضرت اس قدر درد سے بے چین ہوتے تھے کہ نکال نہ سکے جب جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کیفیت معلوم ہوئی فرمایا اس وقت چھوڑ دو جب علی بن ابی طالب علیہ السلام نماز میں مشغول ہوں اُس وقت کھینچ لینا اُن کو خبر بھی نہ ہوگی۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے دیکھا مُصلّے پر بہت سا خون بہا ہوا ہے۔ پوچھا یہ خون کیسا ہے؟ حاضرین نے کُل ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا قسم ہے اُس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں علی علیہ السلام کی جان ہے مجھے کچھ خبر بھی نہ ہوئی۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِنْ اُمَّتِیْ لَا حِسَابَ لَهُمْ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلٰی عَلِیٍّ علیہ السلام وَ قَالَ هُمْ شِیْعَتُكَ وَ اَنْتَ اِمَامُهُمْ

فضائل شیعہ:۔

''بروایت جواہر الاخبار سید الانبیاء جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا روز قیامت میری اُمت سے ستر ہزار آدمی بے حساب بہشت میں داخل ہوں گے اس کے بعد جناب امیر علیہ السلام کی طرف مخاطب ہو کر ارشاد کیا یا علی علیہ السلام وہ ستر ہزار جو بے حساب جنت میں جائیں گے وہ تمہارے محب و شیعہ ہوں گے اور تم اُن کے امام ہو گے جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک روز میں خدمت بابرکت جناب رسالت ﷺ میں حاضر تھا۔

اِذْ اَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ اِلٰی عَلِیٍّ علیہ السلام قَالَ اَلَا اُبَشِّرُكَ یَا اَبَا الْحَسَنِ علیہ السلام قَالَ بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

''دفعتہً پیغمبر خدا ﷺ جناب امیر علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کے فرمانے لگے اے علی علیہ السلام تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں کچھ بشارت دوں آپ نے عرض کی ہاں چاہتا ہوں۔''

قَالَ هٰذَا جِبْرَائِیْلُ یُخْبِرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَنَّهٗ اَعْطٰی شِیْعَتَكَ وَ مُحِبِّیْكَ سَبْعَ خِصَالٍ

''حضرت نے فرمایا خدا کی جانب سے اس وقت جبرائیل علیہ السلام مجھے خبر دے رہے ہیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے تمہارے شیعوں کو اور دوستوں کو سات خصلتیں عطا فرمائی ہیں۔''

اَلرِّفْقُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَ الْاُنْسُ عِنْدَ الْوَحْشَةِ وَ النُّوْرُ عِنْدَ الظُّلْمَةِ وَ الْاَمْنُ عِنْدَ الْفَزَعِ وَ الْقِسْطُ عِنْدَ الْمِیْزَانِ وَ الْجَوَازُ عِنْدَ الصِّرَاطِ وَدُخُوْلُ الْجَنَّةِ قَبْلَ سَائِرِ الْاُمَمِ بِثَمَانِیْنَ عَامًا

''وقت موت آسانی سکرات، وحشت قبر میں موانست واطمینان، تاریکی قبر میں روشنی وتابندگی، ہول قیامت سے امن وامان، اعمال تولنے کے وقت پلہ میزان کا گراں ہونا،

صراط سے بہ سہولت گذر جانا اور سب اُمتوں سے اسی برس پیشتر جنت میں داخل ہونا۔"
حضرات! کیونکر یہ خصائل سے یہ ہو کہ دین و دنیا میں بندگانِ خدا کی ہمیشہ نفع رسانی و حاجت برآری کریں نادار کو مالدار، کفار کو مومن و دیندار کر دیں۔

معجزہ جناب امیرؑ شہر بربر میں:۔

چنانچہ صاحب خلاصۃ الاخیار لکھتے ہیں کہ ایک روز مسجد میں جناب رسول خدا ﷺ مثل آفتاب رونق افروز تھے اور گرد حضرت کے اصحاب مانند تاروں کے جمع تھے۔ ایک شخص آ کے عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ﷺ میں مقروض ہو گیا ہوں کسی سبیل سے دین ادا ہو نہیں سکتا آپ کے کرم سے اُمیدوار ہوں کہ اس بارگراں سے مجھے سبکدوش فرمائیں۔ حضرت ﷺ نے اہل مجلس سے فرمایا تم میں کوئی ایسا ہے جو اس سائل کی حاجت روا کرے۔ کسی نے کچھ جواب نہ دیا مگر حلال مشکلات برآرندہ حاجات فریادرس ہر غریب و فقیر جناب امیر علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر اذن ہو تو میں اس کار خیر میں کوشش کروں۔ حضرت ﷺ نے اجازت دی وہ جناب اُس شخص کو ہمراہ لے کر بیرون شہر تشریف لائے اور سائل سے ارشاد کیا اپنی آنکھیں بند کر لے ایک لمحہ کے بعد حکم کیا کہ کھول دے۔ اُس نے جو آنکھیں بند کر کے کھولیں تو دوسرا شہر پایا وہاں پہنچ کر حضرت نے فرمایا اے شخص آگاہ ہو کہ اس شہر کا نام بربر ہے تمام اہل شہر میرے دشمن ہیں تو یہاں کے بادشاہ کے پاس مجھے لے جا کر بیان کرنا کہ یہ میرا غلام قشمشم نام ہے سو غلاموں کی قیمت پر بیچتا ہوں اور اس بندے میں یہ خوبی و ہنر ہے کہ اس کا مالک جو حکم کرتا ہے فوراً بجالاتا ہے اور اس کے آقا کے اگر لاکھ دشمن ہوں گے تو تنہا سب کو ہلاک کرے گا۔ سائل نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ تو ممکن نہیں کہ آقا کو غلام کہوں اور کافر کے ہاتھ بیچ کروں اگر کل عالم سونا ہو جائے تو آپ کے ایک موئے بدن کا عوض نہیں ہو سکتا۔ حضرت نے ارشاد کیا میں جو حکم دیتا ہوں اُس کو بجالا اس میں ایک راز خدا مخفی ہے جسے تو نہیں جانتا۔ الغرض وہ سائل

وزیر کی وساطت سے بادشاہ تک پہنچا اور جس طرح مولا علیہ السلام نے تعلیم کیا تھا اُسی طرح سلطان سے گفتگو کی اور حضرت نے بھی سائل کے قول ودعویٰ کی تصدیق کی۔ اُس نے آپ کی طرف خطاب کر کے کہا اے غلام ان دنوں میں تین حاجتیں اہم رکھتا ہوں اگر اُن میں سے ایک امر مشکل کو بھی انجام دے گا میں بلا عذر سو غلام کی قیمت دوں گا۔ پہلی حاجت یہ ہے کہ اس مملکت میں ایک ایسا چشمہ ہے کہ بارش کے ایام میں اُس کی طغیانی سے نقصان عظیم میری سلطنت میں ہوتا ہے۔ میرے سو غلام برابر اُس میں دیوار قائم کرتے ہیں لیکن جب سیلاب آتا ہے وہ ٹوٹ جاتی ہے اور کتنے شہر تہ آب ہو کر خراب ہو جاتے ہیں۔ دوسری حاجت یہ ہے کہ تھوڑے دنوں سے ایک اژدہا اس شہر میں ظاہر ہوا ہے جس کی وجہ سے آدمیوں کی راہ آمد و شد بند ہوگئی ہے جو شخص اُس طرف سے گذرتا ہے ہلاک کر دیتا ہے۔ تیسری حاجت یہ ہے کہ ایک دشمن قوی میرا شہر مدینہ میں رہتا ہے جس کا نام علی علیہ السلام بن ابی طالب علیہ السلام ہے اُس کا سر چاہتا ہوں ان تینوں اُمور مشکلہ میں سے کونسی مشکل کو تو حل کر سکتا ہے۔ حضرت نے فرمایا تیری تینوں حاجتوں کو آج ہی روا کروں گا۔ اُس کافر نے کہا اے قشمشم تیری باتیں مجنوں کی ایسی ہیں۔ آپ نے فرمایا میں دیوانہ و یا مدت گو نہیں دیکھ آج ہی سب کام تیرے کئے دیتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا کتنی مدت سے میرے سو غلام کئی ہزار رعیت کے ساتھ مل کر اُس چشمہ کے پانی کے روکنے کی تدبیریں کرتے ہیں مگر کبھی کامیاب نہیں ہوئے اور کئی دفعہ میں لشکر لے کر اُس اژدھے کے مقابلہ کو گیا مگر اُس کے دفع کرنے پر قادر نہ ہوا اور مدینہ یہاں سے ہزار فرسخ پر ہے تو کہتا ہے کہ آج ہی تینوں کاموں کو طے کر دوں گا یہ کیونکر ہوسکتا ہے اس لئے کہتا ہوں کہ تو مجنوں ہے۔ حضرت نے ارشاد کیا تعلّی کی راہ سے نہیں بلکہ میں امر واقعی کہتا ہوں کہ آج ہی سب کاموں سے فرصت کروں گا۔ اپنے غلاموں کو حکم دے کہ وہ چشمہ اور اژدہا دکھا دیں جب اُس بے دین نے مولا کو مستعد پایا۔ سو غلاموں کی قیمت سامنے رکھ دی۔ آپ نے وہ کُل مال سائل کو دے کر رخصت کر دیا اور اول اُس چشمہ پر تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک کوہ بلند کے محاذی میں واقع ہے پہلے آپ نے اُن

سب غلاموں کو جو وہاں کام کرتے تھے آزاد کر دیا اس کے بعد کوہ پر ذوالفقار اس انداز سے لگائی کہ بقدرِ حاجت پتھر کا ٹکڑا اُس سے جُدا ہو کر چشمہ میں اس ترکیب سے گرا کہ وہ پہاڑ اور سیل کی راہ ہموار اور برابر ہو گئی اس کے بعد حضرت نے چھوٹے چھوٹے ریزہ ہائے سنگ سے اُس کے رخنوں کو بند کیا۔ وہ پتھر دستِ مبارک کے اعجاز سے مثل موم گداختہ ہو کے مل جاتے تھے جب کوئی سوراخ پانی آنے کا باقی نہ رہا۔ آپ نے شاہ بربر کو آ کر خبر دی کہ میں نے چشمہ کی مہم سے فراغت پائی اب اژدھے کی فکر میں جاتا ہوں۔ سلطان جو اپنے اُمراء اور وزیروں کو ساتھ لے کر چشمہ کے قریب آیا دیکھا کہ فی الحقیقت پہاڑ نے اُس کو ایسا گھیر لیا ہے کہ ایک قطرہ بھی پانی کا اس طرف آ نہیں سکتا یہ امر عجیب دیکھ کر ایسا خائف ہوا کہ کانپنے لگا۔ بہرکیف حضرت دوسری مہم سر کرنے چلے جب اُس موذی نے جناب حیدر کرار علیہ السلام کو اپنی طرف آتے دیکھا حملہ کیا حضرت جست کر کے اُس کے قریب پہنچ گئے اور نہایت تیزی سے اُس کے کلّہ میں ہاتھوں کو دے کے ایسا جھٹکا دیا کہ دُم تک برابر دو ٹکڑے ہو گیا اور اُس کی کاکل پکڑ کر کھینچتے ہوئے شاہ بربر کے سامنے لا کر ڈال دیا تمام شہر میں تہلکہ پڑ گیا۔ بادشاہ بھی خوف سے لرزنے لگا لیکن دل تھام کے کہنے لگا اے قشمشم تو نے دو کاموں کو تو بہت آسانی سے آج ہی انجام کو پہنچایا مگر ایک دن میں ہزار فرسخ سے علی علیہ السلام کو پکڑ لانا تو کسی طرح ممکن نہیں۔ آپ نے فرمایا تردّد نہ کر ابھی یہ مطلب بھی پورا ہو جاتا ہے یہ فرما کے اپنے دستہائے مبارک کو اُس کی طرف بڑھا دیا اور ارشاد کیا اپنے آدمیوں کو حکم دے کہ میرے ہاتھوں کو خوب کس کر باندھ دیں کہ تیسرا کام بھی طے ہو جائے۔ اُن ناواقفوں نے ید اللہ کے ہاتھ زنجیروں سے مضبوط باندھ دیے اُس وقت حضرت نے فرمایا اے بادشاہِ غافل آگاہ ہو کہ میں ہی غالب کُل علی بن ابی طالب علیہ السلام ہوں اس کے بعد اپنے ہاتھوں کو اس طرح حرکت دی کہ زنجیر ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑی اور ذوالفقار علَم کر کے فرمایا اے کافر اب بغیر اسلام کے قبول کیے اس تیغ سے جان بری نہ ہو گی۔ اُس بادشاہ نے جو دیکھا کہ میرا دشمن تنہا میرے سامنے موجود ہے دل میں کہنے لگا اس وقت سے بہتر کوئی موقع ہاتھ نہ آئے گا یہ سوچ

کر لشکر کو اشارہ کیا کہ زندہ گرفتار کر لے فوج نے حکم پاتے ہی آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ حضرت نے بھی اُن بے دینوں کو زیر تیغ رکھ لیا اور کشتوں کے پشتے لگا دیئے تھوڑی دیر میں چاروں طرف سے الامان کا شور ہوا۔ اُن لوگوں کی فریاد سنتے ہی فوراً آپ نے ذوالفقار روک لی۔ غرض اُس بادشاہ نے مع کل فوج کے بہ صدق دل ایمان قبول کیا اور بہت سے خوان زر و جواہر کے حضرت پر نثار کیئے۔ مولا علیہ السلام نے وہ تمام مال وہیں کے فقراء پر تقسیم کر دیا اور خود مدینہ واپس آئے جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے معلوم ہوا کہ مولا کے آنے و جانے میں تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا۔

تمہید:۔

مومنین! بربر میں تو حضرت نے نفع عام کے واسطے پہاڑ کاٹ کے سیلاب کا راستہ بند کر دیا۔ کہاں تھے وہ جناب کہ صحرائے کربلا میں دیکھتے اعداء نے اُن کی اولاد کے ضرر خاص کیلئے فرات کی راہ فوجوں کی دیوار کھڑی کر کے بند کر دی تھی۔ یہاں تو جناب امیر علیہ السلام نے جنگ فتح کی اور ایک بادشاہ کو دولت اسلام دے کے ایک فقیر کو کیسہ زر عنایت کر کے بہرہ یاب کیا وہاں اُن بے دینوں نے جنھوں نے انہیں کے گھر سے اسلام ظاہری پایا تھا لڑائی فتح کر کے اُنہیں کے اہلبیت علیہم السلام کے خیموں سے اسباب لوٹ لیا' سروں سے ردائیں تک اُتار لیں۔ یہاں تو آپ نے لوگوں کی حفاظتِ جان کی نظر سے اژدھے کو ہلاک کیا شام میں یزید نے اُنہیں کے اہلبیت علیہم السلام کو ہلاک کرنے کی نیت سے ایسے قید خانہ میں محبوس کیا جہاں سیکڑوں سانپ اور بچھو رہتے تھے۔ راوی کہتا ہے میں ایک روز مجلس یزید میں بیٹھا تھا ناگاہ ایسی آواز نوحہ و شیون کی میرے کان میں آئی کہ دل گھبرانے لگا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ قریب بیس عورتوں کے اُس مجلس میں اس حال خراب سے آئیں جیسے ترک و روم کی کنیزیں ہوتی ہیں۔ دُھوپ کی گرمی سے چہروں کے رنگ بدلے رخساروں پر طمانچوں کے نشان حلقے پڑے ہوئے آنکھوں سے آنسو جاری تھے

اور قوم جفا کار ایک ایک کو سامنے لاتے تھے اور یزید پلید پوچھتا تھا۔

مَنْ هٰذِهٖ وَ مَنْ تَكُوْنُ

"یہ کون بی بی ہے اور وہ کون خاتون ہے۔" وہ لعین کہتے تھے:

هٰذِهٖ زَيْنَبُ عليها السلام وَ هٰذِهٖ اُمُّ كُلْثُوْمٍ عليها السلام وَ هٰذِهٖ سُكَيْنَةُ عليها السلام

"اے امیر یہ زینب علیہا السلام وہ ام کلثوم علیہا السلام دختران علی علیہ السلام ہیں اور یہ سکینہ علیہا السلام دختر حسین علیہ السلام ہے۔"

مجلس مارو کثر دم میں اہل بیتؑ کا اسیر ہونا:۔

صاحب خلاصۃ المصائب لکھتے ہیں کہ اُس وقت اشعث ملعون نے یزید سے کہا اے امیر ان قیدیوں کو ایسے مکان کہنہ و خراب میں جہاں سانپ و بچھو رہتے ہوں مقید کر کہ یہ خوف سے خود مر جائیں۔ یزید بولا میں تو بادشاہ وقت تھا جو چاہا کیا تجھے کیا ہے جو اُن کے حق میں یہ کہتا ہے۔ وہ ملعون بولا محض تیری خوشی کیلئے۔ اُس شقی نے کہا میں نے تجھے اختیار دیا اللہ اکبر اہلبیت علیہم السلام سے کیا عداوت تھی۔ وہ شقی تلاش کرنے لگا قریب شہر پناہ کے ایک مکان پایا کہ سات سو برس سے خراب پڑا تھا اور حشرات الارض سے بھرا تھا اُس میں اُن مصیبت زدوں کو قید کیا۔ منقول ہے وہ سب سانپ اور بچھو جمع ہو کے خدمت با سعادت جناب سید الساجدین علیہ السلام میں آئے اور پاؤں پر گر کے بوسے دیتے تھے آنکھیں ملتے تھے اور بے اختیار روتے تھے۔ جناب زینب علیہا السلام و ام کلثوم علیہا السلام نے فرمایا اے میرے فرزند ان کا کام کاٹنا اور ڈنگ مارنا ہے نہ کہ ہم دیکھتے ہیں یہ سب تمہارے پاؤں پر پڑے روتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا اے پھوپھی آپ انہیں سے پوچھئے جناب زینب علیہا السلام نے اُن سانپ اور بچھوں سے رونے کا سبب پوچھا۔ وہ سب قدرت خدا سے گویا ہوئے اے دختر رسول علیہا السلام ہم سات سو برس سے یہاں مقیم ہیں اور جناب عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیں پیام پروردگار پہنچایا تھا اے سانپ اور بچھو ایک وقت ایسا ہوگا کہ پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت علیہم السلام طوق و زنجیر

پہنے اس مکان میں مقید ہوں گے۔ چاہیے کہ تم سب چاروں طرف پھرنا اور اہلبیت علیہم السلام کی حرمت نگاہ رکھنا اور جو ملعون حرم سرا کا عزم کرے تم سب جمع ہو کے کاٹنا کہ تمہاری ہیبت سے اپنے ارادہ سے باز رہیں۔ جناب زینب علیہا السلام نے فرمایا خوشا حال تمہارا اے سانپ وبچھو کہ تم مصیبت اہلبیت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شریک ہوئے۔ پس جب تک اہلبیت علیہم السلام اُس مکان میں مقید رہے وہ سب ہر طرف سے محافظت کرتے تھے اور جو ملعون قصد آنے کا کرتا تھا وہ کچھے اُٹھا اُٹھا جمع ہو جاتے تھے۔ پس وہ اشقیا بھاگ جاتے تھے اور یزید سے خبر کرتے تھے وہ شقی کہتا تھا الحمدللہ میرے دشمن سزا کو پہنچے۔ مومنین! حیوانات غیر جنس کہ وہ مکلف نہیں ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہنے سے تو یہ پاسداری کریں وہ لوگ کیسے انسان تھے کہ جس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھتے تھے اُنہیں کی ذریّت کو باوجودیکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی اطاعت کی تاکید بھی کی تھی تکلیفوں پر تکلیفیں ایذاؤں پر ایذائیں دیتے تھے۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ

مجلس نمبر 103

آیت وسعت وتنگی رزق مصلحت خدا پر ہے۔

اُس مومن کی حکایت جو کسی سید کے ساتھ سلوک کرتا تھا اور خرچ میں جناب امیرؑ کے نام لکھتا تھا۔

ہند کا خواب دیکھنا اور دمشق میں اہل بیتؑ کا مجلس عزا برپا کرنا۔

سرہائے شہداء کا آنا۔

مجلس نمبر 103

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ٥

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورہ روم میں ارشاد فرماتا ہے آیا لوگ نہیں جانتے ہیں اس امر کو کہ پروردگار عالم اپنی حکمت سے جس کے واسطے چاہتا ہے روزی وسیع کرتا ہے اور اپنی مصلحت سے جس کے لئے مناسب جانتا ہے روزی میں تنگی کرتا ہے بدرستیکہ اس وسعت وتنگی رزق میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے واسطے جو حکم الٰہی کی تصدیق کرتے ہیں۔'' یعنی فراغت اور وسعت کے عالم میں شکر خدا بجالاتے ہیں اور حالت تنگی وعسرت میں صبر کرتے ہیں۔

اُس مومن کی حکایت جو کسی سید کے ساتھ سلوک کرتا تھا خرچ میں جناب امیرؑ کے نام لکھتا تھا:۔

صاحب خلاصۃ الاخبار لکھتے ہیں کہ ایک مرد تونگر وفیاض ابوجعفر نام کوفہ میں رہا کرتا تھا اکثر اشخاص اُس کے مال سے منتفع ہوتے تھے۔ محتاجوں کے ساتھ سلوک کرتا تھا ضرورت کے وقت لوگوں کو قرض دیتا تھا اور سادات کے بارے میں غلاموں کو حکم دیتا تھا کہ کسی سائل علوی کو میرے سرکار سے محروم نہ پھیرنا اور جو کچھ اُن کو دینا خرچ اُس کا امیر المومنین علیہ السلام کے نام دفتر میں یوں لکھنا کہ فلاں تاریخ کو اتنے دینار علی بن ابی طالب علیہ السلام

نے قرض لئے ہیں۔ چنانچہ کاتبانِ دفتر سادات کا خرچ جناب امیر علیہ السلام کے نام لکھا کرتے تھے اور غیر سادات کو جس قدر قرض دیتے تھے اُن لوگوں کے نام لکھتے تھے۔ جب ایک مدت کے بعد دنیا نے اُس سے روگردانی کی اور وہ مفلس ہو گیا اُس وقت اُس نے اپنے دفتر کو ملاحظہ کیا جو مقروض مر گئے تھے اُن کے ناموں پر خط معاف کھینچ دیا اور زندوں سے مطالبہ کرنا شروع کیا ایک روز ابو جعفر اپنے گھر میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص ادھر سے گذرا اور اسے دیکھ کر کہنے لگا کیوں ابو جعفر تم جو علی بن ابی طالب علیہ السلام کے نام پر سادات کو اپنا مال دیتے تھے اس عالم تکلیف میں علی علیہ السلام نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا یہ کلمہ طعن کا سُن کر اس مومن کے قلب پر کمال صدمہ گذرا اور اُسی رنج وملال میں سُو گیا خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ جناب رسول خدا حسنین علیہم السلام کو ساتھ لئے تشریف لائے ہیں اور اپنے نواسوں سے پوچھتے ہیں تمہارے پدر علی بن ابی طالب علیہ السلام کہاں ہیں دفعتہً جانب پشت سے لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کہتے ہوئے جناب امیر علیہ السلام بھی حاضر ہوئے۔ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علی علیہ السلام تم ابو جعفر کا دَین کیوں نہیں ادا کرتے؟ آپ نے عرض کی یا حضرت اس کا حق لیتا آیا ہوں یہ کہہ کر ایک تھیلی اشرفیوں سے بھری ابو جعفر کو دی اور فرمایا لے یہ دینار تیرے ہیں جو تو نے میرے نام لکھے تھے اور آئندہ بھی ہمارے فرزندوں کے ساتھ احسان وسلوک کرنے میں کوتاہی وقصور نہ کرنا حق سبحانہ وتعالیٰ تجھے کبھی محتاج وتہی دست نہ ہونے دے گا۔ جس وقت ابو جعفر بیدار ہوا وہ صرۂ دیناروں کا اپنے ہاتھ میں پایا فرط مسرت میں اپنی زوجہ کے پاس جا کر رکھ دیا اُس مومنہ نے جو کھول کر شمار کیا تو اُس میں ہزار اشرفیاں تھیں۔ اُسے شک ہوا برہم ہو کے شوہر سے کہنے لگی پروردگار سے خوف نہیں کرتا ہے تیرے فقر وعسرت نے تجھے یہ جرأت دلائی کہ کسی بندہ خدا کا مال اُٹھا لایا برائے خدا جس شخص کا یہ مال سرقہ کر کے یا فریب دے کے لایا ہو ابھی جا کر اُس کو واپس کر دے مجھے مال ناجائز لینا وخرچ کرنا منظور نہیں رزاق مطلق حامی وکفیل ہے میں اگر لوں گی تو اُسی سے لوں گی فاقوں سے مرجانا

قبول ہے مگر غیروں کا مظلمہ یا منت اُٹھانا گوارہ نہیں۔ ابوجعفر نے کہا غم نہ کھا اور مجھ پر گمان بد نہ کر یہ مال طیب وحلال حق تعالیٰ کے خزانہ کا ہے اور اپنے خواب کی کیفیت من وعن بیان کی اُس زن پاک طینت نے کہا اگر ایسا ہے تو پہلے مجھے اپنا دفتر دکھلا جس قدر دینار تو نے جناب امیر المومنین علیہ السلام کے نام لکھے ہیں اگر اُسی قدر یہ اشرفیاں ہوں گی تو میں تیرے قول کی تصدیق کروں گی۔ ابوجعفر فوراً دفتر اُٹھالایا اب خدا کی قدرت وشان کو ملاحظہ کرنا چاہیے کہ یہ دونوں زن وشوہر جو اپنے دفتر کو دیکھتے ہیں تو جس جس مقام پر حضرت کا نام لکھا تھا وہاں کے حروف بالکل محو ہو گئے تھے کاغذ سادہ رہ گیا تھا۔

تمہید:۔

مومنین! وہ کیسے لوگ تھے جو حضرت کی راہ میں اپنا زر ومال لٹاتے تھے حیف ہے اگر ہم اُس جناب کی اولاد کے مصائب پر گوہر اشک بھی نثار نہ کریں کس قدر وہ جناب اُن لوگوں سے خوش ہوتے ہوں گے جو اُن کی محبت میں اُن کے اہلبیت علیہم السلام کی مصیبت پر رونے کیلئے مجلس عزا برپا کرتے ہیں اور ایک جگہ جمع ہو کے اُن بے کسوں پر روتے ہیں جو آفت رسیدہ خود اپنی مصیبت پر رونے نہ پائے تھے۔

ہند کا خواب دیکھنا:۔

صاحب خلاصۃ المصائب روایت کرتے ہیں کہ ہند زوجہ یزید کہتی ہے میں ایک دن اُنہیں ایام میں جب اہلبیت حسین علیہ السلام شام میں قید تھے سوتی تھی خواب میں دیکھا در ہائے آسمان کھل گئے ہیں اور فوج ملائکہ امام حسین علیہ السلام کے سر اقدس کے قریب آتے ہیں اور رُور و کے کہتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

''اے ابا عبداللہ علیہ السلام اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم پر سلام ہو۔'' پھر دیکھا کہ آسمان سے ایک ابر سفید نازل ہوا اور اُس سے کئی اشخاص باہر آئے اور اُن میں ایک بزرگوار ہیں جن کا چہرہ منور مثل ماہ شب چہاردہ کے روشن ہے امام علیہ السلام کا سر بریدہ دیکھتے ہی اُنہوں نے اپنے تئیں گرا دیا اور یزید نے جن پر چھڑی رکھی تھی اُن لب و دندان کے بوسے لینے لگے اور رُو رُو کے کہنے لگے:

يَا وَلَدِيْ يَا قُرَّةَ عَيْنِيْ قَتَلُوْكَ وَ مَا عَرَفُوْكَ وَ مِنْ شُرْبِ الْمَآءِ مَنَعُوْكَ

''اے فرزند اے نور چشم افسوس کہ کسی نے تیرا مرتبہ نہ پہچانا مرتے دم تک تجھے ایک قطرہ پانی کا نہ دیا تین دن کے پیاسے گلے پر خنجر پھرایا۔''

يَا وَلَدِيْ اَنَا جَدُّكَ رَسُوْلُ اللهِ وَ هٰذَا اَبُوْكَ عَلِيُّ نِ الْمُرْتَضٰى علیہ السلام

''اے حسین علیہ السلام میں تمہارا نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں یہ تمہارے باپ علی علیہ السلام مرتضٰی وہ تمہاری ماں فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔'' اسی طرح ایک ایک عزیز کا نام لیتے تھے ناگاہ خوف سے میری آنکھ کھل گئی اور تو کسی کو نہ پایا مگر مظلوم کربلا علیہ السلام کے سر کو دیکھا کہ ماہ کامل کی طرح ایک نور اُس سے ساطع ہے۔ بہر کیف میں یزید سے اس خواب کے بیان کرنے کو چلا دیکھا کہ وہ شقی خانہ تاریک میں دیوار کی طرف منہ کیے بیٹھا روتا ہے اور کہتا ہے کیوں میں نے حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام کو ناحق قتل کیا میں نے اُس سے خواب بیان کیا۔ وہ سر جھکائے روتا رہا صبح کو دربار میں اہلبیت علیہم السلام کو بلا کر کہنے لگا خیر جو کچھ ہونے والا تھا سو ہو گیا اب میں نے تمہیں اختیار دیا ہے چاہو اس شہر میں رہو چاہو عزت و حرمت سے اپنے وطن کو جاؤ۔ جناب ام کلثوم سلام اللہ علیہا نے کہا اے یزید جب سے بھائی مارے گئے تیری فوج نے ہمیں رونے بھی نہ دیا ابھی ہم اس کے سوا کچھ نہیں چاہتے کہ ایک مکان خالی کر دے اور اتنی

اجازت دے کہ ہم اپنے غریب و بے کس تین دن کے بھوکے پیاسے بھائی کو جی بھر کے رُو لیں۔ یزید نے کہا اختیار ہے اور مکان خالی کر دیا۔ راوی کہتا ہے کہ کوئی عورت ہاشمیہ و قرشیہ ایسی باقی نہ تھی کہ اپنے گھر میں رہی ہو سب جمع ہو کر امام حسین علیہ السلام کے پُرسے کو آئیں دُختران علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام کی طرح سب نے ماتمی لباس پہنے اور فرزند زہرا علیہا السلام کی ماتم داری اور گریہ وزاری میں مشغول ہوئیں۔

مجلس عزا میں سرہائے شہدا کا آنا:-

صاحب بحر المصائب لکھتے ہیں جب مجلس عزا میں شہر کی سب عورتیں ہاشمیہ و قرشیہ آ چکیں دُختران زہرا علیہا السلام نے یزید سے کہلا بھیجا اگر تو نے عزاداری کی اجازت دی ہے تو اس وقت مظلوم بھائی کا سر بھی ہمارے پاس بھیج دے کہ دیدار آخری کر کے رخصت ہو لیں پھر کا ہے کو اس سر کی زیارت نصیب ہوگی۔ اُس شقی نے مظلوم کربلا علیہ السلام کا فرق بریدہ سرہائے شہداء کے ساتھ بھیج دیا جب اُن بیبیوں نے اپنے وارثوں کے سرہائے بریدہ آتے دیکھے منہ پر طمانچے مارے گریبان چاک کیے روتی پیٹتی استقبال کو دوڑیں۔ اُم لیلیٰ علیہا السلام نے علی اکبر علیہ السلام' اُم فروہ نے قاسم علیہ السلام کا سر اپنی گود میں اُٹھا لیا۔ جب زینب علیہا السلام نے اپنے مظلوم بھائی حسین علیہ السلام اور اُم کلثوم علیہا السلام نے عباس علیہ السلام کا سر آغوش میں لے لیا اور اس حسرت و یاس سے اُن کی صورتوں کو دیکھ دیکھ کے روتی تھیں کہ اُن کے رونے سے تمام جن و انس روتے تھے۔ حضرات! سب ماؤں نے تو اپنے فرزندوں کے سر اُٹھا کر سینہ سے لگائے مگر امام حسین علیہ السلام اور جناب عباس علیہ السلام کے سروں کو اُن کی دونوں بہنوں نے کیوں اُٹھا لیا ظاہر ہے سید الشہداء علیہ السلام کے سر کی گود میں لینے والی جناب فاطمہ علیہا السلام تو جنت البقیع میں آرام فرماتی تھیں اور عباس علیہ السلام کے سر کی سینہ سے لگانے والی اُم البنین مدینہ میں تشریف رکھتی تھیں۔ سب جانتے ہیں کہ ان دونوں بہنوں کو جو اپنے بھائیوں سے محبت تھی کسی ماں کو بھی اپنے بیٹے سے یہ الفت نہیں ہوتی۔ اب میں پوچھتا ہوں ان کے سوا امام حسین علیہ السلام و

عباس علیہ السلام کے سر کو کون اپنی گود میں لیتا؟ بہر کیف راوی کہتا ہے ہر چند اُس وقت بین سے اُن سب مخدرات کے ایک قیامت برپا تھی لیکن واللہ مجھے نہیں بھولتا تڑپنا جناب زینب علیہا السلام کا جس وقت آپ نے اپنے بھائی کا سر دیکھا اک آہ کی اور ہائے حسین علیہ السلام کہا اور غش کھا کر زمین پر گر پڑیں جب غش سے افاقہ ہوا اُس سر انور کو اپنی چھاتی سے لگا کے اس بے تابی سے روتی تھیں کہ دشمنوں کا بھی دل شق ہوتا تھا۔ منقول ہے کہ سات شبانہ روز مجلس ماتم جناب سید الشہداء علیہ السلام دمشق میں برپا رہی اور تمام شہر میں ایک قیامت عظیم برپا تھی۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر 104

- آیت یتیم و سائل کے ساتھ لطف سے پیش آنا چاہیے۔
- صدقہ دینے کا ثواب۔
- سخاوت امام نظم میں۔
- تمہید مصائب و وفات جناب سکینہؑ۔

مجلس نمبر 104

قَالَ اللّٰهُ الْاَكْبَرُ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝

''خداوند حمید نے اپنی کتاب مجید کے سورۃ الضحیٰ میں ارشاد فرمایا ہے یتیموں پر قہر و غضب مت کرو اور بلطف مدارات پیش آؤ اور سائلوں کو جھڑکیاں نہ دو اور اپنے دروازہ سے محروم نہ پھیرو۔''

صدقہ دینے کا ثواب:۔

حدیث قدسی میں آیا ہے کہ ہر عمل خیر پر میں نے ایک فرشتہ مقرر کیا ہے کہ وہ اُس پر قابض رہے مگر صدقہ دینا کہ اس عمل خیر پر کسی کو معین نہ کیا میں خود اُس کو اپنے دستِ قدرت میں رکھتا ہوں تا اینکہ اگر کوئی مومن یا مومنہ بقدر خرما یا نصف خرما کے بھی تصدق کرے تو میں اس فعل پسندیدہ کی خود پرورش کرتا ہوں اور عزیز رکھتا ہوں جیسے کوئی بچہ اسپ یا شتر پرورش کرے اور اُس کو دوست رکھے۔ بہ تحقیق کہ روز قیامت اس تصدق قلیل کی عظمت و بزرگی برابر کوہ اُحد کے ہو جائے گی۔

بیان سخاوت جناب امام حسینؑ:۔

مومنین! خوشا حال اُن کا جو کسی کا سوال رد نہیں کرتے محتاجوں کی حاجت بر لاتے ہیں کیونکہ یہ شیوہ خاص انبیاءؑ و اوصیاءؑ اور آئمہ طاہرینؑ کا ہے۔ چنانچہ منقول ہے

نہ دیتا۔ آہ آہ جو برگزیدۂ خدا ایک سائل کی آبرو ضائع نہ ہونے دے اُس کے ساتھ اعداء یہ سلوک کریں کہ بعد شہادت اُس جناب کی ہتک حرمت کے درپے ہوں۔ ناموس وعترت کو سر برہنہ رَسن بستہ بازاروں میں پھرائیں درباروں میں لے جائیں' اُس زندان تاریک میں بند کریں جہاں ترک وروم کے قیدی مقید ہوتے تھے اور وہ ظلم وستم کریں کہ ابتدائے خلقت عالم سے کسی پر نہ ہوا۔ کسی نے سُنا ہے کہ کوئی کسی کے وارثوں کو قتل کرے اور اُس کو رونے کی بھی اجازت نہ دے۔

وفات جناب سکینہ ؑ :-

منقول ہے جب اہلبیت علیہم السلام راتوں کو اپنے عزیزوں کی یاد میں فریاد کرتے تھے تو ملازمین یزید قید خانے کے در پر آ کے منع کرتے تھے اور کہتے تھے خاموش رہو یہ وقت یزید کی استراحت کا ہے ایسا نہ ہو اُس کے آرام میں فرق آئے۔ وہ بے چاریاں ایذارسانی کے خوف سے ساکت ہو جاتی تھیں۔ راوی کہتا ہے ایک شب میں چار برس کی ایک لڑکی جس کا نام سکینہ علیہا السلام تھا اپنے باپ کو خواب میں دیکھ کر چونک اُٹھی:

اَیْنَ اَبِیْ اَیْنَ اَبِیْ کہ کے رونے لگی چاروں طرف قید خانہ میں باپ کو ڈھونڈتی تھی۔ اور فریاد کرتی تھی ناگاہ آواز گریہ سے یزید اپنے محل میں خواب سے جاگ اُٹھا ملازموں کو منع کرنے کیلئے بھیجا مگر بچوں کا تو رونا مشہور ہے یہ کسی کی ممانعت کو کب مانتے ہیں۔ وہ صاحبزادی کسی طرح خاموش نہ ہوئی آخر اس نظر سے کہ باپ کا سر دیکھ کے شاید تسکین ہو یزید نے فرق بریدہ امام مظلوم علیہ السلام قید خانہ میں بھیج دیا۔ ظاہراً مجلس میں سر بھیج دینے سے اور جناب سکینہ علیہا السلام کی تسلی سے یزید کو رحم کرنا مقصود نہ تھا بلکہ محض اپنی راحت سے غرض تھی کہ کسی طرح یہ غل کم ہو اور مجھے آرام ملے یا یہ مدعا تھا اگر یہ لڑکی رونے سے باز نہیں آتی تو اس کو خوب رُلانا چاہیئے فقط ایذارسانی کے خیال سے بھیج دیا۔ چنانچہ مشہور ہے جونہی اُس بچی نے اپنے باپ کا فرق بریدہ دُور سے دیکھا دوڑ کے گود میں لے لیا اور رو رو کے کہنے لگی:

مَنْ جَزَّ رَاسَکَ یَا اَبِیْ وَ مَنِ ارْتَقٰی
مِنْ فَوْقِ صَدْرِکَ قَابِضًا لِلِمَّۃِ

"ہائے بابا کس بے رحم نے آپ کے محاسن نورانی تمام کر سر مبارک کو جُدا کیا اور کس بے درد نے آپ کے سینہ بے کینہ کو اذیت پہنچائی۔" بہر کیف وہ بچی کہاں تک صدمے اُٹھاتی اُس فرق بریدہ کے مُنہ پر مُنہ رکھ کے خاموش ہو گئی۔ اہلبیت علیہم السلام سمجھے کہ اُس صاحبزادی کو کچھ تسکین ہوئی جب بہت دیر ہوئی ماں پھوپھیوں نے کہا اے سکینہ علیہا السلام کب تک باپ کے گلے لگی رہو گی اب ہماری گود میں آؤ۔ اُس بچی نے کچھ جواب نہ دیا گھبرا کر کسی نے ہاتھ پکڑ کر چاہا اُٹھائے دیکھا کہ وہ چھوٹے چھوٹے ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے ہیں۔ اُس وقت معلوم ہوا کہ وہ بچی گذر گئی قید خانہ سے بہشت میں ماں کی گود سے باپ کے آغوش میں گئی۔ قیدیوں میں اس حادثہ سے عجب طرح کی قیامت برپا ہوئی سب کے بیچ میں اُس چھوٹی سی لاش کو لٹایا اور امام مظلوم کا سر بریدہ سرہانے رکھ کے گرد حلقہ باندھ لیا اور اس زور سے ماتم و نوحہ کیا کہ دیواریں قید خانہ کی ہلنے لگیں۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ؕ

مجلس نمبر105

- آیت زندگی شہداء میں۔
- اُس جوان کی حکایت جسے حیدر کاشغری نے قتل کیا تھا۔
- یزید کا اہل بیتؑ کو واسطے رہائی کے طلب کرنا۔
- امامؑ کے سر کا سید سجادؑ سے کلام کرنا۔

مجلس نمبر 104

قَالَ اللّٰهُ الْاَكْبَرُ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝

"خداوند حمید نے اپنی کتاب مجید کے سورۃ الضحیٰ میں ارشاد فرمایا ہے یتیموں پر قہر و غضب مت کرو اور بلطف مدارات پیش آؤ اور سائلوں کو جھڑکیاں نہ دو اور اپنے دروازہ سے محروم نہ پھیرو۔"

صدقہ دینے کا ثواب:-

حدیث قدسی میں آیا ہے کہ ہر عمل خیر پر میں نے ایک فرشتہ مقرر کیا ہے کہ وہ اُس پر قابض رہے مگر صدقہ دینا کہ اس عمل خیر پر کسی کو معین نہ کیا میں خود اُس کو اپنے دستِ قدرت میں رکھتا ہوں تا اینکہ اگر کوئی مومن یا مومنہ بقدر خرما یا نصف خرما کے بھی تصدق کرے تو میں اس فعل پسندیدہ کی خود پرورش کرتا ہوں اور عزیز رکھتا ہوں جیسے کوئی بچہ اسپ یا شتر پرورش کرے اور اُس کو دوست رکھے۔ بہ تحقیق کہ روز قیامت اس تصدق قلیل کی عظمت و بزرگی برابر کوہِ اُحد کے ہوجائے گی۔

بیان سخاوت جناب امام حسینؑ:-

مومنین! خوشا حال اُن کا جو کسی کا سوال رد نہیں کرتے محتاجوں کی حاجت بر لاتے ہیں کیونکہ یہ شیوہ خاص انبیاءؑ و اوصیاؑ اور آئمہ طاہرینؑ کا ہے۔ چنانچہ منقول ہے

ایک اعرابی بعد وفات امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے مدینہ منورہ میں آیا اور اہل شہر سے پوچھنے لگا یہاں سب سے زیادہ سخی اور کریم کون ہے؟ لوگوں نے بالاتفاق مولائے کونین امام حسین علیہ السلام کا نام بتلایا اور کہا حضرت کے برابر کوئی جواد و سخی نہیں یہ سُن کے اعرابی در دولت پر اُس جناب کے حاضر ہوا اور ایک قطعہ نظم کر کے خدمت با سعادت میں نذر دیا قطعہ

لَمْ یَبْقَ لِی شَیْءٌ بِدِرْهَمٍ
تَکْفِیْكَ حَالَةُ مَنْظَرِیْ عَنْ مُخْبِرِیْ
اِلَّا بَقِیَّةُ مَآءِ وَجْهٍ صُنْتُهَا
مِنْ اَنْ یُبَاعَ فَقَدْ وَجَدْتُكَ مُشْتَرِیْ

"اے مولائے دو جہاں میں ایسا تہی دست و نادار ہوں کہ مال دنیا سے اتنی چیز بھی باقی نہیں جسے بیچ کر ایک درہم بھی بہم پہنچاؤں۔ میری محتاجی میری صورت سے ظاہر ہے فقط ایک گوہر آبرو جسے بچا رکھا ہے وہ البتہ میرے پاس ہے۔ اب اُس کو بیچتا ہوں اور اس کا بھی مشتری بجز آپ کے دوسرے کو نہیں پاتا۔ حضرت وہ اشعار ملاحظہ فرماتے ہی بیت الشرف میں گئے اور اُس سائل کے واسطے فکر زر میں مصروف ہوئے کچھ تاخیر ہوئی تھی کہ اُس اعرابی نے گھبرا کر دوسرا قطعہ نظم کیا اور خدمت حضرت میں بھیج دیا۔

مَا ذَا اَقُوْلُ اِذَا رَجَعْتُ وَ قِیْلَ لِی
مَاذَا اَصَبْتَ مِنَ الْجَوَادِ الْمُفْضِلِ
اِنْ قُلْتُ اَتَانِیْ کَذِبْتُ وَ اِنْ
اَقُلْ بَخِلَ الْجَوَادُ بِمَا لِهٖ لَمْ یَفْعَلُ

"اے مولا جب میں اپنے وطن میں جاؤں گا اور لوگ پوچھیں گے تو نے سخی کے دربار سے کیا پایا۔ اُس وقت میں کیا جواب دوں گا اگر کہوں گا کچھ ملا تو جھوٹ ہوتا ہے اور اگر یہ بیان کروں گا کہ کچھ نہ ملا کوئی باور نہ کرے گا۔ حضرت نے جونہی یہ قطعہ ثانی ملاحظہ کیا

فی البدیہ ایک قطعہ اسی بحر و قافیہ میں نظم فرمایا اور ہزار دینار لے کے مع اُس قطعہ کے قریب در تشریف لائے اور اُس اعرابی کو بِلا کے پسِ در سے عطا کیا۔

عَجَّلْتَنَا فَعَطَاكَ عَاجِلُ بِرِّنَا
اِنْ كُنْتَ قَدْ اَمْهَلْتَنَا لَمْ يُقْلِلِ
فَخُذِ الْقَلِيْلَ وَكُنْ كَاَنَّكَ لَمْ تَسْئَلْ
وَ نَكُوْنُ نَحْنُ كَاَنَّنَا لَمْ نُسْئَلِ

''اے بندۂ خدا تو نے بہت تعجیل کی سر دست جو موجود تھا حاضر کیا اگر کچھ توقف کرتا تو میں اتنا دیتا کہ پھر تجھے احتیاج باقی نہ رہتی اس عطیہ قلیل کو قبول کر اور یہ سمجھنا گویا ہم سے سوال ہی نہ کیا۔ ہم بھی یہ خیال کریں گے جیسے کوئی ہم سے سائل ہی نہ ہوا۔'' کسی شخص نے عرض کی یا ابن رسول اللہ علیہ السلام اس کا کیا باعث ہے کہ آپ نے اُس سائل کو سامنے بلا کر نہ دیا۔ فرمایا اس لئے کہ وہ خجل اور شرمسار اور آبرو اُس کی ضائع و برباد نہ ہو۔

تمہید مصائب:۔

مومنین! جو امام علیہ السلام ایسا کریم و جواد ہو اُس کے ساتھ زمانہ یہ بخالت کرے کہ مرتے دم تک اُسے قطرہ پانی کا نہ دے۔ لکھا ہے روزِ عاشورا وہ جناب بار بار شدتِ تشنگی سے سوکھی زبان مبارک ہونٹوں پر پھیرتے تھے اور فرماتے تھے:

اَنَا ابْنُ بِنْتِ نَبِيِّكُمْ وَ عَطْشَانٌ اَنَا ابْنُ سَاقِيْ الْكَوْثَرِ
وَ عَطْشَانٌ

''اے ظالمو میں تمہارا ہی مہمان' تمہارے ہی نبی ﷺ کا نواسا ہوں اور پیاسا ہوں' فاطمہ علیہا السلام کا دلبند' ساقی کوثر کا فرزند ہوں اور دریا کے کنارے ایک قطرہ آب کیلئے ترستا ہوں۔'' اور لاکھوں آدمیوں میں کوئی سوائے نیزہ و تیر و خنجر و شمشیر لگانے کے کچھ جواب

نہ دیتا۔ آہ آہ جو برگزیدۂ خدا ایک سائل کی آبرو ضائع نہ ہونے دے اُس کے ساتھ اعداء یہ سلوک کریں کہ بعد شہادت اُس جناب کی ہتک حرمت کے درپے ہوں۔ ناموس وعترت کو سر برہنہ رَسن بستہ بازاروں میں پھرائیں درباروں میں لے جائیں' اُس زندان تاریک میں بند کریں جہاں ترک وروم کے قیدی مقید ہوتے تھے اور وہ ظلم وستم کریں کہ ابتدائے خلقت عالم سے کسی پر نہ ہوا۔ کسی نے سُنا ہے کہ کوئی کسی کے وارثوں کو قتل کرے اور اُس کو رونے کی بھی اجازت نہ دے۔

وفات جناب سکینہ ؑ :-

منقول ہے جب اہلبیت علیہم السلام راتوں کو اپنے عزیزوں کی یاد میں فریاد کرتے تھے تو ملازمین یزید قید خانے کے در پر آ کے منع کرتے تھے اور کہتے تھے خاموش رہو یہ وقت یزید کی استراحت کا ہے ایسا نہ ہو اُس کے آرام میں فرق آئے۔ وہ بے چاریاں ایذا رسانی کے خوف سے ساکت ہو جاتی تھیں۔ راوی کہتا ہے ایک شب میں چار برس کی ایک لڑکی جس کا نام سکینہ علیہا السلام تھا اپنے باپ کو خواب میں دیکھ کر چونک اُٹھی:

أَيْنَ أَبِيْ أَيْنَ أَبِيْ کہ کے رونے لگی چاروں طرف قید خانہ میں باپ کو ڈھونڈتی تھی۔ اور فریاد کرتی تھی ناگاہ آواز گریہ سے یزید اپنے محل میں خواب سے جاگ اُٹھا ملازموں کو منع کرنے کیلئے بھیجا مگر بچوں کا تو رونا مشہور ہے یہ کسی کی ممانعت کو کب مانتے ہیں۔ وہ صاحبزادی کسی طرح خاموش نہ ہوئی آخر اس نظر سے کہ باپ کا سر دیکھ کے شاید تسکین ہو یزید نے فرق بریدہ امام مظلوم علیہ السلام قید خانہ میں بھیج دیا۔ ظاہراً مجلس میں سر بھیج دینے سے اور جناب سکینہ علیہا السلام کی تسلی سے یزید کو رحم کرنا مقصود نہ تھا بلکہ محض اپنی راحت سے غرض تھی کہ کسی طرح یہ غل کم ہو اور مجھے آرام ملے یا یہ مدعا تھا اگر یہ لڑکی رونے سے باز نہیں آتی تو اس کو خوب رُلانا چاہئے فقط ایذا رسانی کے خیال سے بھیج دیا۔ چنانچہ مشہور ہے جونہی اُس بچی نے اپنے باپ کا فرق بریدہ دُور سے دیکھا دوڑ کے گود میں لے لیا اور رو رو کے کہنے لگی:

مجلس نمبر 105

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ وَ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ فَرِحِیۡنَ بِمَاۤ اٰتٰہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ○

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ آل عمران میں ارشاد فرماتا ہے اور مُردہ نہ جانو اُن لوگوں کو جو ہماری راہ میں مارے گئے ہیں بلکہ وہ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں خوشی کرتے ہیں اُس نعمت پر جو حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اُنہیں عطا کی ہے۔''

اُس جوان کی حکایت جسے حیدر کاشغری نے قتل کیا تھا:-

کتاب مظہر الاعجاز میں میر عطاء اللہ سے جو خاندان میر شمس الدین عراقی بت شکن سے ہیں۔ منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ جب شیر خان افغان ہندوستان پر مسلط ہوا اور ہمایوں بادشاہ ہندوستان سے بھاگ کے ایران میں گیا ایک امیر دولت بابریہ کا حیدر نام کا شغر کا رہنے والا جو سیالکوٹ کا حاکم تھا اُس نے کشمیر کے حاکم سے لڑائی کر کے مغلوب کیا اور خود کشمیر پر قابض ہوگیا۔ اُس کے مصاحبوں میں ایک جوان کشمیر کے رئیس زادوں سے محب خاندان رسالت ﷺ تھا اور ایک مُلّا کاشغری دشمن دودمان نبوت تھا یہ مُلّا کور باطن اُس رئیس زادہ کو تخالف مذہب کی وجہ سے ہمیشہ ستایا کرتا تھا اور جناب امیر علیہ السلام کی شان میں اکثر کلمات بے ادبی کے کہا کرتا تھا۔ یہ جوان کشمیری لہو کے گھونٹ پی کے رہ جاتا تھا کوئی

تدبیر بن نہ آتی تھی۔ قضائے کار ایک شب اُس ملحد کو اس جوان نے جائے ضرور میں بیٹھا دیکھا موقع پا کے ایک تیر ایسا مارا کہ اُسکے جگر کو توڑ کے مہرۂ پشت سے نکل گیا اور وہ اُسی بیت الخلا میں تڑپ تڑپ کے سرد ہو گیا۔ جب یہ خبر حیدر کاشغری کو پہنچی کہ مُلا کاشغری کو کسی نے تیر مار کے ہلاک کر ڈالا۔ اس شقی کو ظن غالب ہوا کہ اسی جوان کشمیری نے مارا ہے انواع مکر وحیلہ سے اُس سے پوچھا مگر اُس نے کسی طرح اقرار نہ کیا آخر ایک کاغذ پر جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کا اسم پاک لکھ کے اس کے ہاتھ میں دیا اور کہا اگر تو نے اس مُلا کو نہیں مارا تو اس نام کو آگ میں ڈال دے کہ دل میرا صاف ہو جاوے ورنہ مجھ کو یقین ہے کہ تو ہی مُلاّ کا قاتل ہے۔ جب اُس مومن نے کوئی صورت خلاصی کی نہ دیکھی آمادہ مرگ ہو کے کہنے لگا اے امیر خدا خوب جانتا ہے کہ میں نے کسی مواخذہ دنیوی کی راہ سے نہیں مارا ہے بلکہ امیر المؤمنین علیہ السلام کی شان میں یہ مردود اکثر کلمات سزا کہتا تھا مجھ سے سُنا نہ گیا قابو پا کے اُسے مار ڈالا اب تو ہی انصاف کر جس آقا کی محبت میں یہ کام میں نے کیا ہے اب اُسی کا نام پاک آگ میں ڈالوں۔ زندگانی دوروزہ کے واسطے ایمان ہاتھ سے دوں تیرا جو دل چاہے وہ کر مجھ سے ہرگز یہ بے ادبی نہ ہو گی۔ المختصر اُس بے دین نے اس دیندار کو عجب بے رحمی سے شہید کیا کہ بند بند جُدا کر کے گوشت واستخوان کو ریزہ ریزہ کیا اور مُلاّ مقتول کے مقبرہ کی مٹی میں اُن ریزوں کو ملا کے وہاں کی دیواروں پر کہگل کر دی۔ تھوڑے دنوں کے بعد حیدر کاشغری ملعون کے مزاج میں ایسا تغیر پیدا ہوا کہ وحشت زدوں کے سے افعال اس سے وقوع میں آنے لگے اطباء نے پہاڑوں کی ہوا اور دریا کی سیر اس شقی کے لئے تجویز کی حسب اتفاق ایک روز اس کی کشتی کے ملاحوں نے اُسی رئیس زادۂ مقتول کو دیکھا کہ دامن کوہ میں دریا کے اُس طرف تیر وکمان ہاتھ میں لئے سیر وشکار کر رہا ہے۔ جب ملاحوں نے اُسے پہچانا تسلی ودلاسا دے کے کشتی پر بٹھالیا اور حیدر کاشغری کے پاس لائے۔ وہ ملعون دیکھتے ہی مبہوت ہو گیا اگر اُس کے سامنے یہ مومن قتل نہ ہوا ہوتا تو اُسے یقین ہوتا کہ لوگوں نے چھوڑ دیا ہے حیرت زدہ ہو کے پوچھنے لگا اے جوان تجھ پر کیا گذری اور کیونکر سلامت رہا۔

اُس نے جواب دیا الحمدللہ میں اچھی طرح سے ہوں جب تیرے ملازموں نے میرے قتل کرنے کا قصد کیا اُسی وقت میرے آقا مشکل کشائے دو جہاں علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے اُن لوگوں کے شر سے بچا کے دریا کے اُس طرف لے جا کے فرمایا تو یہیں سیر و شکار کیا کر اب تجھے کوئی شخص گزند نہیں پہنچا سکتا اور خلعت یہ جو پہنے ہوں حضرت ہی نے عنایت کیا ہے۔ اُس روز سے میں برابر سیر و شکار میں مصروف تھا آج تیرے لوگ پھر مجھے پکڑ لائے ہیں اب مجھے اہل دنیا کی صحبت پسند نہیں آتی بے فائدہ میری عیش کو منغص کرتے ہو۔ یہ واقعہ سُن کر وہ شقی بہت حیران ہوا اور اپنے مصاحبوں سے صلاح پوچھی کہ اب اس جوان کے ساتھ کیا کرنا مناسب ہے۔ ایک ناصبی نے کہا پھر اسے قتل کرنا ضرور ہے ورنہ خلائق گمراہ ہو جائے گی۔ حیدر کاشغری نے کہا جس نے اسے ایک دفعہ زندہ کیا وہ ہزار بار زندہ کر سکتا ہے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہنوز یہ بات مشہور نہیں ہوئی ہے اسے چھوڑ دیں اور عہد لیں کہ پھر کبھی شہر میں نہ آئے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا اور اُسی کشمیر میں یہ ملعون حیدر کاشغری بھی ایک جوان کشمیری کے ہاتھ سے جہنم واصل ہوا۔

تمہید:۔

حضرات! جناب امیر علیہ السلام نے اپنے اس محب کی مصیبت کے وقت تشریف لا کے کس طرح امداد فرمائی کہ جان بھی بچائی اور آئندہ کے خوف سے مطمئن بھی کر دیا اور رہنے کیلئے جگہ بھی نہایت خوش فضا مقرر کر دی جہاں اُس کا ایسا دل بہلتا تھا کہ پھر شہر میں رہنا پسند نہ کیا۔ افسوس ہزار افسوس ایسے امام علیہ السلام رحم دل کی اولاد و عترت کیسی کیسی بلاؤں اور مصیبتوں میں مبتلا ہوئے جن مصیبتوں کو سُن کے آج تک مومنین روتے ہیں۔ معرکہ کربلا میں بھرا گھر آپ کا تین پہر میں ضائع و برباد ہو گیا۔ اطفال خورد سال تک کی جانیں نہ بچیں چند بے وارث بیبیاں اور یتیم بچے جو بچ گئے تھے وہ خوف یزید سے کسی وقت مطمئن نہ تھے ہر وقت یہی ڈر تھا کہ دیکھئے اب کونسا ظلم تازہ ہم بے کسوں پر یہ ظالم کرتا ہے اور اُن مصیبت

زدوں کو رہنے کیلئے کبھی کوفہ کا زندان جو قبر سے بھی زیادہ تنگ و تار تھا ملا کبھی شام کا قید خانہ جہاں دن کی دھوپ میں جلتے تھے رات کی شبنم میں بھیگتے تھے میسر ہوا۔ یزید نے مدت دراز تک دختران بتول علیہا السلام کو قید خانہ میں اور فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرق بریدہ کو خزانہ میں بند کر رکھا اور جب ہر طرح آزار پہنچا چکا تو ظاہر میں رحم کھا کر اور مکاری سے اپنی ندامت و پشیمانی ظاہر کر کے اُنہیں رہا کیا اور بہت اُونٹوں پر مال و اسباب لدوا کر حاضر کیا اور چند ناقے جن پر ہودج اور پردۂ زرنگار تھے منگا کر ام کلثوم علیہا السلام سے کہنے لگا یہ سب حسین علیہ السلام کا خون بہا ہے۔ چاہتا ہوں قبول کیجئے اور مجھے اپنے بھائی کے خون سے بری کیجئے۔ آپ نے اُس شقی کی بے حیائی دیکھ کر فرمایا تو نے فاطمہ علیہا السلام کی بیٹیوں کو ننگے سر دربدر پھرایا۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو بھوکا پیاسا قتل کیا اب دنیا کے اس مال قلیل کو ایسے امر عظیم کا عوض کرتا ہے قسم بخدا اگر تمام دنیا نقرہ و طلا ہو جائے تو بھی حسین علیہ السلام کے ایک سر مو کا خون بہا نہیں ہو سکتا۔ اے غافل خدا سے ڈر اپنے انجام کو سوچ جب قیامت ہوگی اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی حسین علیہ السلام کی ماں ننگے سر عرش کے نیچے فریاد کریں گی اے مظلوموں کے دادرس اے احکم الحاکمین تو میرے اور اُن کے درمیان انصاف کر جنہوں نے میری اولاد کے ساتھ بد سلوکیاں کیں حسین علیہ السلام کو گھیر کر چاروں طرف سے کوئی تلواریں کوئی نیزے مارتا تھا کوئی تیر کوئی گرز لگاتا تھا۔ اُس وقت پروردگار عادل تجھ سے اس خون ناحق کا سوال کرے گا۔ اے یزید اُس روز کے جواب پر آمادہ رہ منقول ہے وہ شقی سر جھکا کر دیر تک روتا رہا۔ اس کے بعد متوجہ ہوا امام زین العابدین علیہ السلام کی طرف اور عرض کی یا علی علیہ السلام جو کوئی حاجت آپ کو درپیش ہوا سے بیان کیجئے کہ میں بجا لاؤں۔

امامؑ کے سر کا امام زین العابدینؑ سے کلام کرنا:۔

پس بروایت لسان الواعظین وغیرہ آپ نے فرمایا چاہتا ہوں کہ میرے پدر بزرگوار کا سر مجھے دے کہ کربلا میں لے جا کر جسم بے سر کے ساتھ دفن کروں۔ اُس نے منظور

نہ کیا حضرت نے عجب کلمہ فرمایا اگر تو یہ قبول نہیں کرتا تو بابا کا سر مجھے ایک نظر دکھا دے کہ وہ مجھے میں اُن کو دیکھ کر وداع ہولوں پھر کا ہے کو زیارت نصیب ہوگی۔ وہ شقی بولا اے علی علیہ السلام اپنے باپ کا سر تو خواب میں بھی دیکھنے کی اُمید نہ رکھو۔ حضرت نے آبدیدہ ہو کر فرمایا اے یزید کیا تو جانتا ہے کہ مجھ میں اور میرے پدر بزرگوار میں جدائی ہے یہ فرما کر آپ نے اُس حجرہ کی طرف رُخ کیا جس میں امام علیہ السلام کا سر ایک طشتِ طلا میں رومال دیبا سے چھپایا رکھا تھا اور عرض کی اُس سر بریدہ پر میرا اسلام ہو جو اپنے بدن سے جُدا ہے اور اُس شہید پر سلام ہو جو اپنے بدن کے خون میں نہایا ہے۔ اے بابا یہ بیمار وعلیل مدینہ جاتا ہے آپ سے رخصت ہوتا ہے جو ارشاد ہو بجالاؤں۔ راوی کہتا ہے وہ فرق بریدہ اپنے بیٹے کی آواز سن کر ایسا تڑپا کہ رومال دیبا لگن سے جدا ہو گیا اور گردش رکھا کر اپنے فرزند کی طرف پھر گیا سوکھے ہونٹوں کو حرکت ہوئی اور زبان حال سے گویا ہوا اے زین العابدین علیہ السلام اے اسیر رنج و بلا حسین علیہ السلام کا بھی سلام تم پر پہنچے بیٹا جب مدینہ پہنچنا تو نانا سے کہنا نواسا آپ کا تین دن کا بھوکا پیاسا ذبح کیا گیا۔ اُس کا جسم کربلا کے صحرا میں جلتی ریت پر پڑا ہے سر اُس کا کبھی نیزہ پر چڑھایا گیا کبھی تنور میں رکھا گیا کبھی صندوق میں مقفل ہوا کبھی دمشق کے دروازہ پر لٹکا دیا گیا یا جدّاہ وہ سر جو کبھی آپ کے سینہ پر کبھی آپ کے دوش پر رہتا تھا اب وہ ہی سر کبھی دربار میں کبھی یزید کے خزانہ میں طشت طلا میں رکھا جاتا ہے۔ وہ ہونٹ جن کو آپ کبھی چومتے تھے کبھی شکر کی طرح چوستے تھے اُن کی یہ نوبت پہنچی کبھی ابن زیاد نے کبھی یزید نے چھڑی سے کھولا۔ منقول ہے جونہی جناب زینب علیہا السلام کی نظر اپنے بھائی کے سر اطہر پر پڑی بے اختیار رُو رُو کر اپنی مصیبتوں کی شکایت کرنے لگیں مگر امام علیہ السلام صابر کے سر سے پھر کچھ آواز نہ آئی۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر 106

- آیت شان اولیاء اللہ ہیں۔
- اُس جوان صالح کی حکایت جس نے خوفِ خدا سے جان دی۔
- روایت دفن شہداء۔

مجلس نمبر 106

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ○

''حق سبحانہ و تعالیٰ سورۂ یونس علیہ السلام میں ارشاد فرماتا ہے آگاہ ہو بدرستیکہ دوستانِ خدا کو کسی طرح کا خوف نہیں ہے اور نہ کبھی وہ مغموم و محزون ہوں گے۔''

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ

''وہ لوگ جو احکام خدا پر ایمان لائے ہیں اور محرماتِ خدا سے پرہیز کرتے ہیں اُنہیں لوگوں کے واسطے جانب خدا سے دنیا و آخرت میں مژدہ و بشارت ہے۔''

حکایت اُس جان صالح کی حکایت جس نے خوفِ خدا سے جان

مومنین! دوستانِ خدا کے بڑے مراتب ہیں ایک ولی خدا کی حکایت جو حقیر کو مُلا شیخ محمد نجفی رحمۃ اللہ علیہ سے ملی ہے بیان کرتا ہوں ابن میثم اپنے کشکول میں اور شیخ ورام اپنے مجموعہ میں ایک مرد مدنی سے روایت کرتے ہیں

قَالَ مَرَرْتُ یَوْمًا فِیْ بَعْضِ طُرُقِ مَدِیْنَۃَ

''وہ کہتا ہے ایک دن میں بازار مدینہ سے گذرا۔''

فَرَاَیْتُ شَابًا کَالشَّنِّ الْبَالِیْ وَ عَیْنَاہُ قَدْ غَارَتْ فِیْ اُمِّ

رَاْسِہٖ مَخْمُوْصَ الْحَشَا ذَابِلَ الشَّفَتَيْنِ

''ناگاہ ایک جوان کو دیکھا جو مشک خشک کی طرح نحیف و زار ہے آنکھوں میں گڑھے پڑ گئے ہیں جلد شکم پیٹ میں جا لگی ہے دونوں ہونٹ سوکھے ہوئے ہیں۔''

فَقُلْتُ مَنْ اَنْتَ يَا هٰذَا

''پوچھا اے شخص تو کون ہے کیوں ایسے حال میں مبتلا ہے۔''

فَقَالَ عَبْدٌ اٰبِقٌ مِنْ مَوْلَاهُ

''وہ جوان بہ آواز نحیف بولا ایک بندہ خطا کار اپنے آقا کا نافرمان و گنہگار ہوں۔''

فَقُلْتُ مَا تُرِيْدُ فَقَالَ اُرِيْدُ شَفِيْعًا اِلٰى مَوْلَایَ لَعَلَّهُ يَقْبَلُنِیْ

''پوچھا کیا چاہتے ہو کسے ڈھونڈتے ہو؟ کہا اُسے تلاش کرتا ہوں جو شفاعت کر کے مجھے آقا سے ملا دے۔

فَقُلْتُ الشَّفِيْعُ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ الْاَئِمَّةُ علیہم السلام الْمَعْصُوْمُوْنَ

''میں نے کہا کہ خاتم الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے اہلبیت طاہرین علیہم السلام تمام عالم کے شفیع ہیں ان حضرات سے بہتر کون شفیع ملے گا۔''

فَقَالَ الشَّفِيْعُ قَدْ مَاتَ وَ الْاَئِمَّةُ قَدْ قُتِلُوْا وَ الْوَلِیُّ فَارٌّ مِنَ الْجَوْرِ

''وہ بولا شفیع اُمت جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دنیا خالی ہو گئی اُنکے اہلبیت علیہم السلام طاہرین سے اعدائے دین نے ایک ایک کو قتل کیا اب جو امام زمانہ علیہ السلام ہیں وہ بھی دشمنوں کے ظلم و تعدی سے غائب ہیں اُن حضرت کو کہاں پاؤں کہ خدمت میں حاضر ہو کے شفاعت کیلئے التجا کروں۔''

فَقُلْتُ تَوَسَّلْ اِلَيْهِ بِهِمْ فَقَالَ اِذَا تَوَسَّلْتُ مَنْ يُخْبِرُنِیْ

بِاَنَّہٗ قَدْ قَبِلَنِیْ

''میں نے کہا اگر شرف حضوری ممکن نہیں دل ہی میں بصدق نیت اُن شفیعوں کو اپنا وسیلہ قرار دو وہ کہنے لگا بالفرض اگر میں اُنہیں اپنا وسیلہ گردانوں اور وہ شفاعت بھی کریں تو مجھے اس امر کی کون خبر دے گا کہ میرا آقا میرے گناہوں سے درگذر کر چکا۔''

اَفَقُلْتُ اِنَّہٗ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ وَ یَعْفُوْ عَنْ عِبَادِہٖ

''میں نے جواب دیا وہ آقا ایسا نہیں ہے کہ کسی کی توبہ قبول نہ کرے بڑا تواب اور رحیم ہے بندوں کے گناہوں کو معاف ہی کیا کرتا ہے۔''

فَرَفَعَ رَاْسَہٗ اِلَی السَّمَآءِ وَ قَالَ یَا قَابِلَ التَّوْبَۃِ اِقْبَلْنِیْ ثُمَّ شَہِقَ وَ مَاتَ

''میرا کلام سنتے ہی اُس خداشناس نے ایک آہ کی اور آسمان کی طرف سر اُٹھا کے کہا اے اپنے بندوں کے توبہ قبول کرنے والے میں تیرا ایک بندہ گنہگار ہوں میری بھی توبہ قبول کر لے یہ کہہ کے اس طرح تڑپا کہ فوراً جاں بحق تسلیم ہو گیا۔''

فَخَرَجَتْ عَجُوْزٌ وَ قَالَتْ مَنْ اَعَانَ الْاٰبِقَ عَلٰی نَفْسِہٖ فَحَکَیْتُ لَہَا الْقِصَّۃَ

''ناگاہ ایک ضعیفہ کبیر السن ظاہر ہوئی اور کہنے لگی اس بندہ کے مرنے کا کون شخص باعث ہوا میں نے سارا قصہ جو گذرا تھا سب بیان کر دیا۔''

ثُمَّ قُلْتُ ہَلْ اُعِیْنُکِ عَلٰی تَجْہِیْزِہٖ

''اس کے بعد میں سمجھا کہ یہ عورت اُس کی ماں ہے کہنے لگا اگر تو کہے تو اس کی تجہیز و تکفین میں جو کچھ مجھ سے ممکن ہو سکے تیری اعانت کروں۔''

فَقَالَتْ لَا دَعْہُ عَلٰی ہٰذِہِ الْحَالِ لَعَلَّ مَوْلَاہُ اِذَا رَاٰہُ غَرِیْبًا فَرِیْدًا مُلْقًا عَلَی التُّرَابِ یَرْحَمُہٗ

"سبحان اللہ کیا مومنہ پاک اعتقاد تھی بولی کچھ ضرورت نہیں اس کو اسی طرح چھوڑ دو جس کے خوف سے اس نے جان دی ہے جب وہ آقا اپنے غلام کو اس کیفیت سے دیکھے گا کہ تنہا بے معاون و مددگار خاک پر پڑا ہے کوئی پرسان حال نہیں تو کیا عجب اُس کی بے کسی پر نظر کر کے رحم فرمائے اور گناہوں کے مواخذہ سے باز آئے۔"

فَلَمْ اَنْصَرِفْ حَتّٰی جَآءَ رَجُلٌ بَهِیُّ الْمَنْظَرِ طِیْبُ الرَّآئِحِ لَیِّنُ الْعَرِیْکَةِ قَالَ خُذُوْا فِیْ تَجْهِیْزِهٖ

"راوی کہتا ہے میں اُس عورت کی باتوں کو سن کے چپ ہو رہا لیکن یہ جی نہ چاہا کہ مُردہ اسی طرح چھوڑ کے چلا جاؤں وہیں کھڑا رہا دفعتہً دیکھا کہ ایک مرد جلیل القدر خوش رُو پاکیزہ خُو نیک خُو نمودار ہوا اور کہنے لگا اس کی تجہیز کیوں نہیں کرتے آمادہ ہو کے انجام کرو۔

ثُمَّ اَخْرَجَ صُرَّةَ دَرَاهِمَ لِکَفَنِهٖ وَ حَنُوْطِهٖ وَ مَا یُحْتَاجُ اِلَیْهِ مِنْ اَمْرِهٖ فَقَالَتْ عَجُوْزٌ ذٰلِكَ اِلَیْكَ

"اس کے بعد اُس بزرگوار نے تجہیز و تکفین و ضروریات کیلئے ایک تھیلی درہموں کی نکال کے دی جب ضعیفہ نے دیکھا یہ ہر طرح تجہیز پر آمادہ ہے کہنے لگی آپ کو اختیار ہے جیسا مناسب ہو بجا لایئے۔"

فَلَمْ یَنْصَرِفْ حَتّٰی غَسَّلَهٗ وَ کَفَّنَهٗ وَ صَلّٰی عَلَیْهِ وَ دَفَنَهٗ

"میں دیکھتا رہا کہ اُس جناب نے اپنے ہاتھوں سے غسل دیا کفن پہنایا اور خود نماز پڑھ کے دفن کر دیا۔"

فَسَئَلْتَ بِالَّذِیْ حَسَّنَ خَلْقَكَ وَ خُلُقَكَ مَنْ اَنْتَ فَقَالَ اَنَا الْخِضْرُ

بعد فراغت کے میں نے پوچھا جس نے آپ کو یہ حسن صورت اور خوبی سیرت عنایت کی ہے اُسی کی قسم دیتا ہوں مجھے آگاہ فرمایئے کہ آپ کون ہیں؟ ارشاد کیا میں بھی خدا

کا ایک بندہ عاجز ہوں میرا نام خضر علیہ السلام ہے۔''

فَقُلْتُ لَهُ هَلْ قَبِلَ اللّٰهُ مِنْهُ فَقَالَ اَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهُ فِي كِتَابِهِ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ثُمَّ غَابَ

پھر میں نے پوچھا یہ تو بتایئے آیا حق تعالیٰ اپنے اس بندہ سے راضی وخوشنود بھی ہوا فرمایا کیا پروردگار عالم نے یہ ارشاد نہیں کیا ہے کہ دوستانِ خدا کو کسی قسم کا خوف نہیں اور وہ لوگ کبھی غمگین ومحزون نہ ہوں گے پس یہ کہہ کر جناب خضر علیہ السلام نظروں سے غائب ہو گئے۔

تمہید:۔

حضرات! پروردگار کو ایک صالح جوان کی لاش کا ایک دن بھی غسل وکفن و بے دفن رہنا منظور نہ ہوا فوراً ایک نبی علیہ السلام نے آکر اُس کی تجہیز وتکفین کی۔ مگر کیا مشیت ایزدی تھی جو خاتم الانبیاءؐ کے فرزند کی لاش صحرائے کربلا کی ریگ پر اپنے خون میں غلطاں بلا غسل وکفن کتنے دنوں یونہی پڑی رہی آخر بروایت کئی دن کے بعد اہلِ قریہ نے رحم کھا کے دفن کا سامان کیا۔

دفن شہداء کی روایت:۔

منقول ہے جب عمر سعد کی فوج اپنے کشتوں کو زیر خاک کر کے اور شہداء کربلا کے اجساد مطہرات کو بے دفن چھوڑ کے کوفہ کی جانب روانہ ہوگئی دو ایک دن کے بعد قبیلہ بنی اسد کی چند عورتیں فرات سے پانی لینے آئیں میں نے دیکھا قریب سولاشوں کے مثل گوسفند ان قربانی ذبح کی ہوئی بے سر خاک پر پڑی ہیں دیکھتے ہی دل پگھل گئے بے اختیار آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ دریا سے روتی ہوئی گھروں پر آئیں اپنے مردوں سے لاشوں کی کیفیت بیان کی اور پوچھا تم لوگوں کو ان کشتوں کا حال اور ان کے رئیس کا نام بھی معلوم ہے کون تھا

کہاں سے آیا تھا کس وجہ سے قتل ہوا؟ وہ لوگ رُو کے کہنے لگے کیا پوچھتی ہو مدینہ کا سردار نبی ﷺ کا نواسا حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام تھوڑے عزیزوں کو رفیقوں کو ساتھ لے کر دوسری محرم کو اس دشت میں آیا ہم لوگوں سے زمین مول لے کر یہاں کی بود و باش کا قصد کیا تھا۔ نہیں معلوم ابن زیاد کو حضرت سے کیا عداوت تھی کہ بہت سی فوجیں بھیجیں ساتویں سے پانی بند کیا دسویں محرم کو بڑی لڑائی ہوئی۔ اُدھر کئی لاکھ کا مجمع تھا اِدھر اتنے ہی لوگ تھے جتنی لاشیں تم دیکھتی آتی ہو اس پر بھی ہزاروں جوانوں کو مار کر کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ آخر ایک طرف انبوہ کثیر اور ایک جانب تھوڑے آدمی وہ بھی تین دن کے پیاسے کہاں تک لڑتے کیا کرتے دو پہر میں سب کے سب مارے گئے ان دشمنوں کو ایسا بغض و عناد تھا کہ شہداء کی لاشوں کو قابل دفن بھی نہیں سمجھے فقط اپنے ہی مُردوں کو مٹی دے کے چلے گئے۔ سنتے ہی وہ عورتیں بے اختیار رونے لگیں اور بولیں پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اپنے امام کو دفن نہیں کرتے۔ مردوں نے کہا ابن زیاد کا خوف ہے ایسا نہ ہو کہ اُس کی فوج پھر آئے ہم لوگوں کو دفن میں مشغول دیکھ کے اُن کا دوستدار سمجھے اور قتل کرے۔ اُس وقت اُن عورتوں نے اپنے سروں سے مقنعے اُتار کے مردوں کے سروں پر ڈال دیئے اور کہا خیر اگر تمہیں ابن زیاد کا ڈر ہے تو اپنے گھروں میں چادریں اوڑھ کر بیٹھو ہمیں خدا اور رسول کا خوب ہے۔ کل قیامت کے روز جب فاطمہ زہرا علیہا السلام پوچھیں گی کہ تم سب ہماری شفاعت کی اُمید و توقع رکھتی تھیں اُس پر میرے فرزند بے کس اور اپنے امام علیہ السلام کی تجہیز میں کوشش و سعی نہیں کی تو ہم کیا جواب دیں گے؟ لو ہمیں امام علیہ السلام کے دفن کرنے کو جاتے ہیں یہ کہہ کر بیلچے اُٹھا لئے اور چلنے کا قصد کیا۔ عورتوں کی ہمت دیکھ کر مردوں کو جرأت ہوئی اور بیلچے اُن کے ہاتھوں سے لے لئے اور کہنے لگے ٹھہرو اب جو کچھ ہو ہم لوگ جاتے ہیں جس طرح سے ممکن ہوگا شہداء کو دفن کریں گے۔ اُس کے بعد تم سب آ کے اُن غریبوں کی قبروں پر پانی چھڑکنا سینہ زنی کرنا اس لئے کہ اُن کی قبروں پر اُن کے وارثوں میں سے کوئی رونے والا اور ماتم کرنے والا نہیں ہے۔ الحاصل مردانِ بنی اسد قتل گاہ میں آئے اور چاہا پہلے امام علیہ السلام کو دفن کریں مگر کسی شہید کے بدن پر

سر نہ تھا کیونکر پہچانتے متحیر ہوئے ناگاہ نشیب میں ایک لاش بے سر کو دیکھا سراپا زخموں سے چور قبلہ رُو خاک پر پڑی ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ قاتل نے عین سجدہ میں سر جُدا کیا ہے اور اُس پر بہت سے پرندے سایہ کیے اپنی زبان بے زبانی میں نوحہ کر رہے ہیں۔ سمجھے بے شک یہی لاش امام علیہ السلام کی ہے چاہتے تھے کہ اُس تن اطہر کو اُٹھا کر ایک قبر کھود کے دفن کریں کہ دفعتہً ایک جانب سے رونے کی صدا اور گھوڑے کے قدم کی آواز آنے لگی۔ ٹھہر گئے ایک لحہ کے بعد دیکھا کہ ایک جوان نہایت ناتواں روتا خاک اُڑاتا چلا آتا ہے۔ اُسی لاش کے قریب آکر پہلے سلام بھیجا اُس کے بعد واابتاہ وامظلوماہ کہہ کر اُس تن چاک چاک سے لپٹ گیا اور اس دردو بے قراری سے رونے لگا کہ بنی اسد کا جگر تو انسان کا تھا کب تاب لا سکتے تھے وہاں کے جانور تک رونے لگے۔ اُس وقت بنی اسد کو معلوم ہوا کہ جوان امام زمان جناب زین العابدین علیہ السلام ہیں اپنے پدر بزرگوار کے دفن کرنے کیلئے کوفہ سے براہ اعجاز تشریف لائے ہیں۔ الغرض جس جس طرح بیمار کربلاً نے فرمایا اُسی طرح سب شہیدوں کو یکے بعد دیگرے دفن کیا بعد فراغ وہ جناب نظروں سے غائب ہو گئے۔ اُس وقت بنی اسد کی عورتوں نے فرات سے پانی لا لا کر اُن پیاسوں کی قبروں پر چھڑکا اور اس قدر گریہ و ماتم کیا کہ غش کھا کھا کے گر پڑیں۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر 107

- آیت نیکی خواہ بدی اپنے ہی واسطے ہے۔

- اُس جوان کی حکایت جو ایک میت کے دفن کرنے کی بدولت غنی ہو گیا۔

- روایت دفن امام حسینؑ۔

مجلس نمبر 107

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ قف وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَاط

حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد فرماتا ہے یعنی اگر تم لوگ نیکی کرو گے تو اپنے واسطے کرو گے یعنی جزا تمہیں پاؤ گے اور اگر بُرائی کرو گے تو اُس کا ضرر و وبال بھی تمہیں پر ہوگا۔ صاحب جواہر الاخبار ابو حمزہ ثمالی سے روایت لکھتے ہیں:

کَانَ رَجُلٌ مِّنْ اَبْنَاءِ النَّبِيِّيْنَ لَهُ ثَرْوَةٌ مِّنْ مَالٍ وَ کَانَ يُنْفِقُ عَلٰی اَهْلِ الضُّعْفِ وَ اَهْلِ الْمَسْکَنَةِ وَ اَهْلِ الْحَاجَةِ فَلَمْ يَلْبَثْ اَنْ مَاتَ

اُس جوان کی حکایت جس نے ایک میت کو دفن کیا اور غنی ہو گیا:۔

ایک شہر میں کسی پیغمبر علیہ السلام کی نسل سے ایک بزرگ دولت مند نہایت صالح و سخی وفیاض رہتے تھے اپنے مال کو فقراء و مساکین و صاحب حاجت پر خرچ کرتے تھے۔ جب اُنہوں نے رحلت کی اُن کی بی بی نے بھی وہی طریقہ خیر کا جاری رکھا چونکہ سوائے ایک طفل خردسال گھر میں کوئی منتظم نہ تھا تھوڑے دنوں میں کل مال صرف ہو گیا۔ جب اُن کا لڑکا سن تمیز کو پہنچا اکثر بازاروں میں سُنا کہ اُس کے باپ کو ہر شخص خیر کے ساتھ یاد کرتا ہے۔ ایک روز اپنی ماں سے کہنے لگا کہ میرے پدر مرحوم کا کیا طریق و شعار تھا کہ جس بازار سے گذرتا

ہوں لوگ اُن کا ذکر خیر کرتے ہیں۔

فَقَالَتْ اِنَّ اَبَاکَ کَانَ رَجُلاً صَالِحًا وَ کَانَ لَهٗ مَالٌ کَثِیْرٌ فَکَانَ یُنْفِقُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَمَّا اَنْ مَاتَ قُمْتُ فِیْ مَالِهٖ کَقِیَامِهٖ فَلَمْ یَلْبَثِ الْمَالُ اَنْ نَفِدَ

''اُس کی ماں نے کہا اے فرزند تیرا باپ نہایت مرد صالح و تونگر تھا ہمیشہ اپنا مال راہِ خدا میں صرف کیا کرتا تھا اُس کی وفات کے بعد میں نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا یہاں تک کہ تیرے باپ کا زر اندوختہ خرچ ہو گیا۔ لڑکے نے کہا اے مادر گرامی قدر میرا پدر مرحوم اپنی فیاضی میں مثاب ہوا اور تم اپنی سخاوت میں گنہگار ہوئیں کیونکہ اُس نے اپنا مال صرف کیا اور تم نے میرا حق بھی خرچ کر ڈالا مگر میں نے اپنے حق کو معاف کیا اب تمہارے پاس کچھ بھی نقد و جنس سے اگر باقی ہو تو میرے حوالہ کرو شاید رزاق مطلق اُسی میں کچھ برکت دے۔

قَالَتْ عِنْدِیْ مِائَةُ دِرْهَمٍ

''اُس ضعیفہ نے کہا میرے پاس فقط سو درہم باقی رہ گئے ہیں۔'' لڑکے نے کہا اگر خدا چاہے گا تو اسی مقدار قلیل میں مجھے برکت کثیر عنایت کرے گا الغرض وہ جوان سو درہم اپنی ماں سے لے کر بقصد تجارت گھر سے باہر نکلا۔

فَمَرَّ بِرَجُلٍ مَیِّتٍ عَلٰی ظَهْرِ الطَّرِیْقِ

راستہ میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک مرد شاہ راہ پر بلا غسل و کفن مُردہ پڑا ہے چونکہ یہ جوان خاندان عالی سے اور ایک فیاض شخص کا بیٹا تھا اس میت کا دفن کرنا تجارت پر مقدم سمجھا اور اس کار خیر میں اَسّی درہم خرچ کر کے بہت اچھی طرح سے غسل و کفن دیا اور نماز پڑھ کے دفن کر دیا۔ باقی بیس درہم لے کے اور حق تعالٰی کے فضل و کرم پر توکل کر کے آگے بڑھا اثناء راہ میں ایک شخص نہایت وجیہ و خوبصورت کو دیکھا کہ کھڑا ہے۔ جب ملاقات ہوئی اُس نے

استفسار کیا اے جوان کہاں جاتا ہے اور کیا ارادہ رکھتا ہے؟ کہنے لگا بہ نیت تجارت گھر سے نکلا ہوں۔ پوچھا کس قدر مال تیرے پاس ہے؟ جواب دیا بیس درہم وہ بولا اس مقدار قلیل میں کیا ہو سکتا ہے۔ جوان نے کہا اگر خدا چاہے گا تو اسی بضاعت قلیل میں دولت کثیر عطا کرے گا۔ اُس مرد حسین نے کہا اگر تو مجھے بھی اپنی تجارت میں شریک کرے تو میں تجھے ایک تدبیر معقول بتاؤں کہ جس میں نفع عظیم حاصل ہو۔ اُس نے قبول کیا اُس وقت اُس شخص نے کہا یہ مکان جو سامنے نظر آتا ہے اس کا مالک بڑا مہمان دوست ہے تجھ کو دیکھ کر ضرور مدعو کرے گا اُس کی دعوت قبول کر کے گھر میں جانا وہاں اُس کے خادم کے ہمراہ ایک سیاہ بلی دکھلائی دے گی جس جس طرف وہ جائے گا اُس کے ساتھ ساتھ یہ بھی پھرتی ہوگی جس طرح ہو سکے اُس بلی کو خرید لینا اور بعد فراغت دعوت میرے پاس آنا۔ المختصر اُس جوان نے اُسی بیس درہم میں وہ بلی خرید کی اور اُس شخص کے پاس آیا اُس وقت اُس نے یہ تدبیر تعلیم کی کہ اس بلی کو ذبح کر کے اس کے سر کو جلا ڈال اور مغز سر کو اپنے پاس احتیاط سے رکھ لے اور فلاں شہر میں جا کر یہ بیان کر کہ میں اندھوں کا علاج خوب کرتا ہوں۔ وہاں کا بادشاہ نابینا ہو گیا ہے لوگ تجھے اُس سلطان کے پاس لے جائیں گے اور اُس بادشاہ نے یہ قرار دیا ہے کہ جب علاج سے اُس کو فائدہ نہیں ہوتا تو معالج کو قتل کر ڈالتا ہے بہت سے طبیب اس شرط پر راضی ہو کر اُس تک پہنچے اور قتل کیے گئے ہیں اب جان کے خوف سے کوئی نہیں جاتا تو کچھ اندیشہ نہ کرنا اور یہ شرط قبول کر کے اُس کے علاج میں مشغول ہونا اور ہر روز ایک مرتبہ اس مغز سوختہ کو اُس کی آنکھوں میں لگانا۔ وہ دوبارہ لگانے کے واسطے بہت اصرار کرے گا مگر ہرگز قبول نہ کرنا تین روز کے بعد اُس کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔ شفا پانے کے بعد جو کچھ وہ بادشاہ سلوک کرے اُس میں نصف تیرا اور نصف میرا حق ہے یہ کہہ کر وہ مرد خوش رو نظروں سے غائب ہو گیا۔ الغرض اس جوان نے اسی تدبیر سے اُس بادشاہ کو اچھا کیا۔ جب اُس سلطان کی آنکھیں روشن ہو گئیں کہنے لگا اے جوان میں نے تیری بدولت سلطنت کا دوبارہ لطف اُٹھایا اُس کے عوض میں تجھ کو اپنی بیٹی سے منعقد کرتا ہوں۔ اُس نے عذر کیا کہ میری ماں تنہا

ہے اُسے چھوڑ کر کہیں رہ نہیں سکتا۔ بادشاہ نے کہا جب تک تیری خوشی ہو یہاں رہنا جب چاہنا چلے جانا۔ جوان نے قبول کیا اور ایک سال تک وہاں توقف کیا اس کے بعد رخصت چاہی بادشاہ نے بہت کچھ مال و متاع دے کر رخصت کیا جب یہ جوان اُس جگہ پہنچا جہاں یہ علاج تعلیم پایا تھا دیکھا کہ وہی مرد و جیہ اُسی طرح اُسی مقام پر کھڑا ہے۔ جوان نے کل نقد وجنس کے دو حصے برابر کیے اور اُس شخص سے کہا اے بھائی ان دونوں میں سے ایک حصہ لے لے۔ اُس نے کہا اس عورت میں بھی نصف میرا حق ہے۔ جوان نے کہا میرے حصہ کا بھی مال اس کے عوض میں لے لے اور عورت کے دعویٰ سے باز آ۔ اُس نے قبول نہ کیا جوان نے مجبور ہو کر عورت کے سر پر آری رکھ کے چاہا کہ دو حصہ کرے۔ اُس وقت اُس شخص نے کہا اے جوان شاباش و مرحبا تجھ پر کہ تو نے اپنے وعدہ کو وفا کیا یہ کُل مال اور عورت تجھی کو مبارک ہو۔

وَ اِنَّمَا بَعَثَنِیَ اللّٰهُ لِاُکَافِیَكَ عَنِ الْمَیِّتِ الَّذِیْ کَانَ عَلَی الطَّرِیْقِ فَهٰذَا مُکَافَاتُكَ عَلَیْهِ

''آگاہ ہو کہ میں ایک فرشتہ ہوں حق تعالیٰ نے مجھے بھیجا تھا کہ تیرے اُس عمل خیر کی جزا دوں جو تو نے اُس میت کے ساتھ سلوک کیا تھا اور یہ دولت اُسی نیکی کی بدولت تجھے خدا نے عطا کی ہے۔'' مومنین! ایک میت کے دفن کرنے سے حق تعالیٰ کس قدر راضی ہوا کہ فقیر کو غنی کر دیا۔ اب خیال کیجئے کس قدر غضب ناک ہوا ہوگا اُن لوگوں پر جنہوں نے بہتر تنوں کو نیزہ و شمشیر سے ٹکڑے ٹکڑے کیا اور بعد شہادت بے دفن چھوڑ دیا۔ منقول ہے جناب امیر علیہ السلام نے جب چاہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفن پہنائیں پہلوئے مبارک پر بوریے کا نشان دیکھا بہت روئے اور جب جناب سیدہ علیہا السلام کو کفن پہنانے لگے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غم و ماتم کا یہ اثر پایا دیکھا کہ اُس معصومہ کا تمام بدن گھل گیا ہے پوست و استخوان رہ گیا ہے فرط محبت سے دیر تک روتے رہے اور جب امام حسن علیہ السلام نے چاہا کہ

اپنے پدر بزرگوار جناب امیر علیہ السلام کو کفن دیں۔ شمشیر زہر آلود کی تاثیر سے دیکھا تمام ہاتھ اور پاؤں کے ناخن نیلے ہوگئے ہیں اس قدر روئے کہ قریب تھا بے ہوش ہوجائیں اور جب امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی امام حسن علیہ السلام کو چاہا کفن پہنائیں دیکھا کہ وہ زہر جس نے کلیجے کے بہتر ٹکڑے کیے تھے اُسی کے اثر سے سارے بدن کا رنگ سبز ہوگیا ہے۔ بے اختیار دھاڑیں مار کر رونے لگے۔ مومنین! یہ بزرگوار تو بعد وفات اُسی وقت دفن ہوئے اور اہلبیت علیہم السلام نے دفن کیا مگر پنج تن علیہم السلام میں کوئی مظلوم ایسا بھی تھا کہ جسے بعد شہادت کئی شبانہ روز گور و کفن میسّر نہ آیا وہ کون تھا؟ ۔

خورشید آسمان و زمین نور مشرقین

پروردہٴ کنار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسین علیہ السلام

آہ آہ کفن کیسا بدن پر لباس تک باقی نہ تھا۔ دفن کیسا لاش پر کوئی رونے والا بھی نہ تھا آخر کچھ دن کے بعد جب اہل قریہ رحم کھا کے دفن پر آمادہ ہوئے۔

دفن امام حسین علیہ السلام:۔

دفعتہً کوفہ کی جانب سے ایک غبار اُٹھا جب وہ غبار فرو ہوا دیکھا ایک جوان رنگ زرد گیسوؤں پر گرد واابتاہ وامظلوماہ کہتا آنکھوں سے آنسو بہاتا اس طرح چلا آتا ہے کہ نہ سر پر عمامہ ہے نہ پاؤں میں نعلین ہے ایسا لاغر ہے کہ سارا بدن چوب بید کی طرح خشک ہو رہا ہے اس حال خراب سے قریب لاش آکے بکمال ادب کھڑا ہوا اور آواز دی:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ کہہ کے بے ساختہ اپنے تئیں اُس تن بے سر پر گرا دیا اور گلوئے بریدہ پر منہ رکھ کے دیر تک اس کرب وقلق سے رویا کہ سننے والوں کا کلیجہ شق ہونے لگا۔ اُس وقت بنی اسد کو معلوم ہوا کہ امام زین العابدین علیہ السلام کوفہ سے براہ اعجاز اپنے باپ کو دفن کرنے کے

واسطے تشریف لائے ہیں۔ اب مومنین خیال کریں بیمار کربلا نے اپنے پدر بزرگوار کو کس حال سے دیکھا تمام بدن تیروں سے مشبک تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے پایا جا بجا گھوڑوں کی ٹاپوں کے نشان دیکھے اُن نشانوں کے علاوہ منقول ہے لوگوں نے امام مظلوم علیہ السلام کی پشت مبارک پر ایک گٹھہ دیکھا۔ جناب سید الساجدین علیہ السلام سے پوچھا فرمایا اکثر میرے پدر بزرگوار روٹیوں کا انبار اپنی پشت پر بار کر کے تہہ راتوں کو اطراف مدینہ میں جاتے تھے اور بیوہ عورتیں یتیم بچے جن کا کوئی وارث نہ تھا انہیں کھلاتے تھے۔ آہ آہ یہاں تک روٹیوں کا بوجھ اُٹھایا کہ پیٹھ پر گھٹہ پڑ گیا۔ حضرات قاعدہ ہے جب میت کو دفن کرتے ہیں اُس کے ہاتھ پہلوؤں میں رکھ دیتے ہیں یہاں ہاتھ کہاں تھے جمال ملعون نے پہلے ہی قطع کر ڈالے تھے۔ بیمار کربلا علیہ السلام اُن دستہائے بریدہ کو ہر طرف مقتل میں ڈھونڈنے لگے دیر کے بعد ہاتھوں کو پایا تو دیکھا کہ ایک ہاتھ کے پنجے سے اُنگلیاں بھی جدا ہیں جن کو بجدل بن سلیم نے ایک انگوٹھی کے واسطے قلم کر ڈالا تھا انہیں بھی تلاش کر کے لائے اُنگلیوں کو پنجے سے اور ہاتھوں کو بند دست سے ملایا۔ اللہ اللہ یہ سب اعضائے پارہ پارہ تو آ کر اس طرح ملے مگر وہ سر جسے امام حسین علیہ السلام نے راہ خدا میں فدا کر دیا تھا۔ اُس فرق بریدہ کو پھر اپنی گردن سے آ کر ملنا نصیب نہ ہوا۔ بہر کیف بیمار کربلا علیہ السلام نے چاہا تن بے سر کو اُٹھا کر قبر تک لے جائیں پہلے کمر میں ہاتھ دے کر اُٹھا لینے کا قصد کیا لیکن پشت و پہلو کی ہڈیاں ایسی ریزہ ریزہ ہو گئیں تھیں کہ کسی طرح اُٹھانا ممکن نہ ہوا اسی طرح تمام بدن میں کسی جگہ زخموں کی کثرت سے ہاتھ لگا نہ سکتے تھے اور حدیث میں آیا ہے میت کو بہ آسانی اُٹھاؤ کہ صدمہ نہ پہنچے آخر بیمار کربلا علیہ السلام کیا کرتے۔ مجبور ہو کے بنی اسد سے بوریہ منگایا اُسی بوریے پر اپنے باپ کے تن پاش پاش کو رکھ کے قبر تک پہنچایا اور اُس نور خدا کو خاک میں چھپا کے باقی شہیدوں کو بھی دفن کیا اس کے بعد نظروں سے غائب ہو گئے۔ بنی اسد نے اپنے گھروں میں آ کے عورتوں سے کہا ہم سب شہیدوں کو دفن کر آئے تم جا کے قبروں پر گریہ و بکا کرو۔ روز قیامت خاتونِ قیامت علیہا السلام کو کیا منہ دکھاؤ گی کہ اُن کی اولاد پر یہ

مصیبتیں گذریں اور تمہارے ہوتے ہوئے اُن کی قبروں پر کوئی رونے کو بھی نہ جائے۔

سنتے ہی سب عورتیں سر و سینہ پیٹتی

وا حُسَیْنَاہُ وا اِمَامَاہُ

کہتی مقتل کی طرف دوڑیں اور اُن بے کسوں کی قبروں پر حلقہ باندھ کے اس زور سے ماتم کیا کہ قتل گاہ کی زمین ہلنے لگی۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ o

مجلس نمبر108

- آیت اجر مومنین میں۔
- سفیان ثوری سے فضائل درود۔
- ہارون کے چہرے کا سیاہ ہو جانا۔
- روایت ابراہیم دیزج اور پیوند مصائب۔

مجلس نمبر 108

قَالَ اللّٰہُ تعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُ الزَّکٰوۃَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۃ البقرہ میں ارشاد فرماتا ہے بہ تحقیق کہ وہ لوگ جو خدا و رسول ﷺ پر ایمان لائے ہیں اور اعمال شائستہ کیے ہیں اور جنہوں نے نماز قائم رکھی ہے اور زکوۃ ادا کی ہے قیامت کے روز ان لوگوں کا اجر خدا پر ہے نہ اُن کو کسی طرح کا خوف ہے اور نہ یہ لوگ کبھی محزون و مغموم ہوں گے۔''

تمہید:۔

حضرات بعد لفظ اٰمَنُوْا کے اکثر آیات میں حق تعالیٰ نے

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

ارشاد فرمایا ہے۔ گویا اشارہ ہے کہ ایمان کے ساتھ اعمال پسندیدہ بھی ہونا چاہیے اور یہ امر تو اپنے مقام پر ثابت ہے کہ کوئی عمل صالح بغیر ایمان کے قبول وصحیح نہیں ہے۔ پس ایمان کیلئے عمل صالح اور عمل صالح کیلئے ایمان کا ہونا لازم ہے اور ہر چند ہر عمل نیک کے بجا لانے سے صاحب عمل کا ایمان معلوم ہوتا ہے۔ اس طرح کہ اگر وہ شخص مومن نہ ہوتا تو یہ عمل موافق ارشاد الٰہی کیوں بجا لاتا لیکن جو عمل ایسا ہو کہ خود اُس عمل سے ایمان قلبی کی تکمیل اور

اقرار زبانی ثابت ہو وہ عمدہ ترین عمل ہوگا۔ ایسے اعمال میں سہل ترین عمل پیغمبر ﷺ اور اُن کی آل علیہ السلام پر درود بھیجنا ہے یعنی جب اُس نے کہا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

سے ظاہر ہے کہ پہلے اُس نے دعا میں خدا کی طرف رجوع کیا جس کا قائل جو شخص نہ ہوگا اُس کی طرف کیوں رجوع لائے گا۔ اس سے ایمان باللہ ثابت ہوا اس کے جب جب اُس نے پیغمبر ﷺ پر درود بھیجا اُن کی نبوت کا اجمالاً قائل ہوا اس کے بعد جب آل علیہ السلام پر درود بھیجا کہ اُن سے مراد بارہ ائمہ علیہم السلام ہیں اُن ائمہ کرام علیہم السلام کا بھی قائل ہوا گویا وحدانیت حق تعالیٰ اور نبوت خاتم الانبیاء علیہم السلام اور امامت ائمہ ہدیٰ علیہم السلام پر ایمان لایا اور یہ ایمان فی الواقع جب ہے کہ جو کچھ پیغمبر ﷺ اور اُن کی آل علیہم السلام نے فرمایا ہے اُس کی تصدیق کرے۔ ایسی حالت میں اس درود بھیجنے والے کا کامل الایمان ہونا اُس کی زبان سے ظاہر ہو جاتا ہے اور جو کچھ ثواب درود بھیجنے کا ہے اُس کو انسان کہاں تک لکھ سکے گا۔

فضیلت درود سفیان ثوری سے:-

یہاں پر ایک روایت لکھتا ہوں کتاب جواہر الاخبار و معارج النبوۃ وغیرہ میں سفیان ثوری سے منقول ہے وہ کہتا ہے:

خَرَجْتُ حَاجًّا فَرَاَیْتُ شَابًّا مُتَعَلِّقًا بِاَسْتَارِ الْکَعْبَۃِ یُکْثِرُ الصَّلَوَاتِ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ

"ایک سال جو میں حج کو گیا اور حرم محترم میں داخل ہوا ایک جوان خداشناس کو دیکھا پردۂ کعبہ کو ہاتھ سے تھامے برابر درود پڑھتا ہے۔"

فَقُلْتُ ھٰذَا بَیْتُ الْحَرَامِ وَ لِکُلِّ مَوْضِعٍ بِالدُّعَاءُ وَ مَا اَسْمَعُ مِنْکَ اِلَّا الصَّلَوَاتِ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ فَمَا سِرُّہٗ

''میں نے کہا اے جوان یہ خانۂ خدا ہے یہاں ہر مقام کیلئے ایک دعائے مخصوص اور نماز معین ہے تو یہ سب اعمال کچھ بجا نہیں لاتا فقط درود ہی پڑھے جاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔''

قَالَ اَنَا خَرَجْتُ وَ وَالِدِیْ حَآجِیْنِ فَنَزَلْنَا بَعْضَ الطُّرُقِ فَمَرِضَ وَالِدِیْ وَ مَاتَ اَسْوَدُّوَجْهُهٗ وَ اَزْرَقَتْ عَیْنَاهُ وَ صَارَ رَاْسُهٗ کَرَاْسِ الْخِنْزِیْرِ

''وہ کہنے لگا میرا عجب ماجرا ہے ایک سال اپنے باپ کے ساتھ بقصد حج گھر سے چلا۔ راہ میں میرا باپ بیمار ہو کر مر گیا مرنے کے بعد میں نے دیکھا کہ منہ اُس کا سیاہ ہو گیا ہے آنکھیں کبود ہو گئی ہیں چہرہ اُس کا چہرۂ خوک کی طرح ہو گیا ہے۔''

فَقُلْتُ لِیْ ثَلَاثُ مَصَائِبَ مَوْتُ اَبِیْ وَاسْوِدَادُ وَجْهِهٖ وَ لَوْ اَخْبَرْتُ النَّاسَ یَعِیْبُوْنِیْ فَقُلْتُ فِیْ نَفْسِیْ اِنَّ اَبِیْ کَانَ مُنَافِقًا

''یہ حال دیکھ کر میں بہت پریشان ہوا دل میں کہنے لگا اس وقت مجھ پر تین مصیبتیں ہیں ایک یہ کہ اس عالم مسافرت اور تنہائی میں باپ نے بھی ساتھ چھوڑا۔ دوسرے یہ کہ مرنے پر یہ کیفیت باپ کی اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ تیسرے یہ کہ اگر لوگوں سے اس واقعہ کو بیان کروں تو وہ ملامت کریں گے اور بنظر حقارت مجھ کو دیکھیں گے کہ اس کا باپ ایسا تھا اس کے بعد مجھے یقین ہوا کہ میرا باپ بے شک منافقوں سے تھا۔''

فَغَلَبَ عَلَیَّ النَّوْمُ فَرَاَیْتُ فِی الْمَنَامِ شَابًّا مُتَوَسِّطَ الْقَامَةِ اَدْعَجَ الْعَیْنَیْنِ اَقْرَنَ الْحَاجِبَیْنِ جَلَسَ عِنْدَ رَاْسِهٖ وَ اَمَرَّ یَدَهُ الْمُبَارَکَةَ عَلٰی وَجْهِهٖ

''اسی رنج و ملال میں نیند نے مجھ پر غلبہ کیا سو گیا عالم رویا میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جوان متوسط القامت آفتاب طلعت کشادہ چشم پیوستہ ابرو تشریف لائے بالیں میت

بیٹھ گئے دست مبارک اپنا مردہ کے مُنہ پر پھیرا۔"

فَصَارَ سَوَادُہُ بَیَاضًا وَ صَحَّ رَاسُہُ کَمَا کَانَ اَوَّلًا

"ہاتھ پھیرتے ہی نہ وہ روسیاہی باقی تھی نہ وہ کبودی چشم تھی رنگ رخ نورانی ہو گیا اور چہرہ بہ ہیئت انسانی جیسا پہلے تھا ہو گیا۔"

ثُمَّ اَرَادَ اَنْ یَّرْجِعَ فَقُلْتُ لَہٗ مَنْ اَنْتَ رَحِمَكَ اللّٰہُ

"اس کے بعد اُس مردِ مقدس نے چاہا تشریف لے جائیں میں دوڑ کے قریب گیا اور بکمال ادب استفسار کیا آپ کون بزرگوار ہیں کہ ایسے وقت مصیبت میں اس طرح کام آئے۔"

قَالَ اَمَا تَعْرِفُنِیْ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ علیہ السلام اَنَا مُحَمَّدُ نِالْمُصْطَفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

"ارشاد فرمایا تو مجھے نہیں پہچانتا میں سید البشر تیرا پیغمبر خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔"

اِعْلَمْ اَیُّھَا الشَّابُّ لَمَّا نَزَلَتْ بِاَبِیْكَ مَلَآئِکَۃُ الْعَذَابِ اَتَانِیْ مَلَآئِکَۃُ صَلَوَاتِیْ فَاَخْبَرُوْنِیْ مَانَزَلَ بِہٖ فَاَتَیْتُ وَ کَشَفْتُ مَا نَزَلَ

"پھر ارشاد کیا اے جوان آگاہ ہو جب تیرے باپ پر ملائکہ عذاب نازل ہوئے فوراً فرشتگان درود نے مجھے اس واقعہ کی خبر دی میں یہاں آیا اور جیسا تو نے دیکھا اس عذاب کو تیرے باپ پر سے دفع کیا۔"

فَاِنَّہٗ کَانَ یُصَلِّیْ عَلَیَّ کَثِیْرًا وَ کَانَ شِرِّیْبًا اَیْ مُوْلِعًا بِشُرْبِ الْخَمْرِ

"اور اس کی یہ وجہ ہے کہ اگرچہ تیرا باپ شراب خوار بلکہ دائم الخمر تھا لیکن مجھ پر اور

میری آل علیہ السلام پر بہت درود بھیجا کرتا تھا اُس کی جزا میں مجھے گوارا نہ ہوا کہ وہ مبتلائے عذاب رہے۔"

ثُمَّ قَالَ الشَّابُّ فَانْتَبَهْتُ وَ كَشَفْتُ وَجْهَهُ فَإِذَا يَتَلَأْلَأُ

"یہ خواب دیکھ کے جونہی میں بیدار ہوا باپ کے چہرہ سے چادر اُٹھائی دیکھا کہ سارا چہرہ روشن ہو رہا ہے۔ اُس وقت سے آج تک میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کی آل پر درود بھیجنا کسی حال میں ترک نہیں کیا سمجھتا ہوں کہ اس سے بہتر کوئی عمل نہیں۔"

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

مومنین! رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کے ثواب و جزا کو تو آپ لوگوں نے سنا کہ اس کی عادت کرنے کی وجہ سے کیسے وقت صعب و مصیبت میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مومن شراب خوار کی مدد فرمائی اور مشکل آسان کی اور حضرت کی برکت دعا سے اُس کی سیاہی مُنہ کی رفع ہوگئی۔

ہارون کے سیاہ رو ہونے کی روایت:۔

اب ایسے ایک شخص کی رویت بیان کرتا ہوں جس کا چہرہ آپ کی بد دعا سے ایسا کالا ہو گیا تھا کہ مرتے دم تک وہ سیاہی نہ گئی اور قیامت تک نہ جائے گی۔ صاحب مخزن البکا ابی عبداللہ بانطانی سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ متوکل کے امرا میں سے ایک امیر ہارون نام تھا جس کا تمام بدن نہایت سرخ و سفید مگر مُنہ گردن تک قبر سے بھی زیادہ کالا تھا اور رخسارے کئی جگہ سے پھٹے تھے اور اُس سے کچھ رطوبت بطور ریم بدبو نکلتی تھی۔ چونکہ مجھ کو اُس سے بہت ارتباط ہو گیا تھا کئی مرتبہ چہرہ کی سیاہی کا سبب پوچھا مگر اُس نے بیان نہ کیا یہاں تک کہ مرض موت میں مبتلا ہوا۔ اُس وقت میں نے بہت اصرار کیا کہ اپنے مُنہ کی سیاہی کی علت تو ظاہر کر کہ کس عارضہ سے یہ تیرگی فقط چہرہ پر آ گئی ہے کیونکہ تمام بدن تیرا مثل برف کے سفید ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سفید رو نوجوان تھا اور مطمئن رہنا کہ

افشائے راز نہ کروں گا۔ یہ سن کر کہنے لگا کیا حال پوچھتا ہے متوکل نے مجھ کو دیزج کے ساتھ کربلا جانے کا حکم دیا تا کہ حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام کی قبر کھود کے نشان مٹا دوں اور فرات سے نہر نکال کے اس طرح پانی جاری کر دوں کہ تربت کا پتا بھی باقی نہ رہے۔ جب میں جانے پر مستعد ہوا جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ ارشاد کرتے ہیں خبردار دیزج کے ہمراہ کربلا نہ جانا اور میرے حسین علیہ السلام کی قبر کے ساتھ بے ادبی نہ کرنا۔ میں نے نفس امارہ کے اغوا سے حضرت کا تو امتثال امر نہ کیا اور کربلا جا کے متوکل کا حکم بجا لایا۔ اُس وقت پھر حضرتؐ کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ فرماتے ہیں او ملعون میں نے تجھ کو منع نہ کیا تھا کہ کربلا کا قصد اور حسین علیہ السلام پر ظلم نہ کرنا یہ کہہ کے ایک طمانچہ مارا اور مُنہ پر تھوک دیا۔ اُس روز سے جیسا تو دیکھتا ہے مُنہ کالا ہو گیا ہے۔

شقاوت متوکل :۔

حضرات! متوکل ملعون کو اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے محبوں سے عجب بغض و عناد تھا کہ جہاں کسی سید یا شیعہ کو پاتا تھا قتل کر ڈالتا تھا اور امام علی علیہ السلام نقی کو بیس برس تک قید رکھا آخر آپ ہی کی بددعا سے جہنم واصل ہوا اور جناب سید الشہداء علیہ السلام اور آپ کے زوار سے تو اس شقی کو قاطبۂ عداوت تھی بڑی کوشش اور بہت تدبیریں کیں کہ جس میں مظلوم کربلا علیہ السلام کی زیارت کو کوئی شخص نہ جائے مگر جو لوگ حضرت کے عاشق صادق تھے کسی حال میں زیارت سے باز نہ رہے۔ دو سو سینتیس ہجری میں جب متوکل کو معلوم ہوا کہ جوق در جوق مومنین عراق زیارت کو کربلا جاتے ہیں تو ایک سردار کو لشکر کے ساتھ بھیجا اُس نے کربلا جا کے منادی کی کہ جو شخص حسین علیہ السلام کی زیارت کو آئے گا وہ سلطان کا مجرم ہوگا۔ پس اُس گرد و نواح میں جتنے لوگ تھے سب نے جمع ہو کے کہا اے سردار ہم لوگ شب و روز برابر قبر مطہر سے معجزات مشاہدہ کرتے ہیں اگر متوکل ہم سب کو قتل بھی کر ڈالے گا تب بھی اس مظلوم کی زیارت سے باز نہ آئیں گے۔ جب متوکل کو اہل عراق کے حُسن عقیدہ کا حال

معلوم ہوا اور یقین ہوا کہ یہ لوگ جان دینا گوارہ کریں گے مگر زیارت سے باز نہ آئیں گے مجبور ہو کے اُس وقت مصلحتاً ایذا رسانی سے باز آیا اور اُس سردار کو بُلا لیا۔ دس برس کے بعد دو سو سینتالیس ہجری میں اُسے خبر پہنچی کہ حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام کی تربت پر اب بہت لوگ جمع ہوتے ہیں اور زوّار و تجار کا ازدحام ہوتا ہے پھر رگِ عداوت حرکت میں آئی۔ اس دفعہ اُس شقی نے زیادہ اہتمام کیا اور چُن کے ایک سردار کو لشکر گراں کے ساتھ روانہ کیا اور تاکید کی کربلا پہنچ کے منادی کر دے کہ جو حسین علیہ السلام کی زیارت کو آئے گا وہ خلیفہ کے حکم و امان سے باہر ہے اور حضرت کی قبر کو کھود کے وہاں پر زراعت کر دے۔

روایت ابراہیم دیزج:۔

بروایت امالی ابراہیم دیزج کہتا ہے کہ مجھ کو متوکل نے کربلا بھیجا تا کہ حسین علیہ السلام کی لاش قبر سے نکال کے دوسری جگہ پوشیدہ کر دوں اور تربت سابق کا اثر و نشان تک مٹا دوں اور قاضی جعفر عمار کو بھی مجھ پر متعین کیا تا کہ وہ نگران حال رہے کہ خلیفہ کا حکم بجا لاتا ہوں یا نہیں۔ قاضی نے وہ خط دکھلا کے خلیفہ کے تعمیل حکم کیلئے مجھے بہت تاکید کی اور میں نے بھی بموجب اُس کی ہدایت کے سب کام کیے اور بعد مراجعت قاضی کو خبر دی کہ حسین علیہ السلام کی قبر کو کھودا مگر کچھ نہ پایا وہاں پر زراعت کر دی قاضی نے کہا شاید تو نے قبر گہری نہ کھودی ہو گی میں نے کہا بہت عمیق کھودی تھی مگر کچھ نہ پایا۔ ابو علی عمار کہتا ہے ایک روز میں نے ابراہیم دیزج سے تنہائی میں حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام کی قبر کھودنے کی کیفیت پوچھی اُس نے بیان کیا جس وقت میں حسین علیہ السلام شہید کی قبر کھودنے چلا تو فقط اپنے خاص غلاموں کو ساتھ لیا کسی بے گانہ کو آنے نہ دیا اور جب اُس مظلوم علیہ السلام کی لحد کھودی تو دیکھا جس طرح بنی اسد نے اُس غریب کی لاش پاش پاش ایک بورئے پر رکھ دی تھی اُسی طرح جسد مطہر رکھا ہے اور بوریا بھی تر و تازہ ہے۔ اے ابو علی قسم بخدا حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام مُردہ معلوم نہ ہوتے تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گہری نیند

سے سُو رہے ہیں اور جسد پاک سے مشک وعنبر کی بو اس طرح آتی تھی کہ سارا دماغ معطر ہوا جاتا تھا۔ یہ دیکھ کر کسی طرح دل نے گوارہ نہ کیا کہ ایسے غریب و بے کس کی لاش کو اذیت پہنچاؤں اور ایک جگہ سے دوسرے مقام پر منتقل کروں اُسی حالت پر اُسی جگہ چھوڑ کے قبر بند کر دی اور حسب خواہش متوکل کے حکم دیا کہ قبر پر فرات کا پانی جاری کر کے زراعت کر دی جائے۔ خادموں نے بہت کوششیں کیں کسی طرح زراعت کرنا ممکن نہ ہوا قریب جا کے بیل پھر آتے تھے ہر چند ہم چاہتے تھے آگے لے جائیں مگر وہ کسی حال سے نہ بڑھتے تھے۔ گویا زمین سموں کو تھام لیتی تھی کتنے بیلوں کو مارتے مارتے مار ڈالا مگر کسی طرح حد سے آگے نہ بڑھے اور جب دریا کاٹ کے پانی لائے تو آب فرات بھی وہیں تک رک گیا آگے نہ بڑھا جس قدر پانی آتا تھا اُسی حد پر آ کے قبر سے علیحدہ علیحدہ چاروں طرف بلند ہو جاتا تھا' یہاں تک کہ پانی کی ایک دیوار معلوم ہونے لگی۔ پس میں نے اپنے غلاموں کو بہت تاکید کی کہ اس واقعہ کو کسی پر ظاہر نہ کرنا اگر افشائے راز ہوگا تو سب کو قتل کر ڈالوں گا۔ مومنین! جس حد سے پانی آگے نہ بڑھا اُتنے مقام کو حائر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ پانی وہاں آ کے متحیر ہو گیا پاس ادب سے آگے نہ بڑھ سکا اور یہ بھی احتمال ہے کہ فرزند ساقی کوثر علیہ السلام کے قریب جاتے ہوئے پانی کو شرم آئی اس سبب سے کہ اُسی دریا کے کنارے حضرت تین دن پیاسے رہے دم آخر بھی سوکھے ہونٹوں تک ایک قطرہ نہ پہنچا۔ چنانچہ منقول ہے جب دوشِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سوار پشتِ زین سے زمین پر آیا اور قاتل اس ارادہ سے قریب پہنچا کہ پنج تنؑ کا خاتمہ کر دے۔

فَفَتَحَ عَيْنَيْهِ وَ قَالَ مَنْ اَنْتَ يَا هٰذَا

"آپ نے غش سے آنکھیں کھول دیں اور فرمایا اے شخص تو کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔"

قَالَ اَنَا شِمْرٌ اَتَيْتُ لِقَتْلِكَ

"اُس شقی نے اپنا نام شمر بتایا اور کہا بہ ارادہ قتل آیا ہوں۔"

قَالَ اِنْ کَانَ لَا بُدَّ لَکَ مِنْ قَتْلِیْ فَاسْقِنِیْ شَرْبَۃً مِّنَ الْمَآءِ

امام تشنہ کام نے ارشاد کیا اے شقی اگر تجھے میرا قتل ہی منظور ہے تو پہلے ایک گھونٹ پانی پلا دے کہ اب تو میں لڑنے کے قابل بھی نہ رہا اور ایک جرعہ آب دینے سے دریا خشک نہ ہو جائے گا۔ وہ ملعون کیا سنگ دل تھا بولا اے حسین علیہ السلام اگر تمام روئے زمین پانی ہو جائے جب بھی ایک قطرہ تمہیں نہ دوں گا پیاسا ہی ذبح کروں گا یہ کہہ کر سوکھے حلق پر خنجر بے آب رکھ دیا آہ آہ ؎

حلقوم تو خشک اور خنجر بے آب
دونوں میں دم ذبح کوئی تر نہ ہوا

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

مجلس نمبر 109

- آیت کون لوگ اصحاب جنت سے ہیں۔
- اشعار جناب امیرؑ اور حکایت منصور عمار۔
- رہائی اہل بیتؑ کی اور مدینہ میں داخل ہونا۔

مجلس نمبر 109

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ۚ

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ احقاف میں ارشاد فرماتا ہے بے شک جن لوگوں نے کہا اور اقرار کیا کہ میرا پروردگار خدائے برحق ہے اور اس بات پر تا ہنگام موت قائم وثابت رہے پس اُن لوگوں پر عالم آخرت میں کسی طرح کا خوف نہیں ہے اور نہ کبھی محزون اور غمگین ہوں گے اور یہ گروہ ثابت قدم اور اہل بہشت سے ہے اور وہ لوگ ہمیشہ اُسی میں رہیں گے۔''

تمہید:۔

مومنین ہر شخص کو لازم ہے کہ بہشت کی تمنا اور دنیا سے قطع تعلق رکھے اور ہر وقت اسی کا خیال کرتا رہے کہ زندگی کم ہو یا زیادہ ہر طرح گذر ہی جائے گی۔ قصر رفیع میں عمر تمام ہوئی تو کیا خاک ندامت پر بسر ہوئی تو کیا سب کا آخر کار موت ہے۔

چو آہنگ رفتن کند جان پاک
چہ بر تخت مردن چہ برروی خاک
اَلَا یَا سَاکِنَ الْقَصْرِ الْمُعَلّٰی
سَتُدْفَنُ عَنْ قَرِیْبٍ فِی التُّرَابِ

لَہٗ مَلَكٌ يُنَادِيْ كُلَّ يَوْمٍ
لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَ ابْنُوْا لِلْخَرَابِ

قبلہ دنیا و دین قاتل المشرکین جناب امیر المومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں آگاہ ہوا ے عمارت ہائے عالی اور قصر ہائے بلند کے رہنے والو کہ عنقریب تم پیوند خاک ہو جاؤ گے اور زیر زمین دفن کیے جاؤ گے اور آگاہ و خبر دار ہو کہ ایک ملک جانب خداوند عالم سے ہر روز اہل زمین کو ندا دیتا ہے اور یہ سُناتا ہے کہ اے غافلو کیا غفلت میں پڑے ہو اور کس لئے تعمیر عمارت میں مصروف ہو۔ محض تضیع اوقات کرتے ہو اس لئے کہ تم نہیں پیدا ہوئے ہو الّا مرنے کے واسطے اور یہ عمارتیں تمہاری خراب و ویران ہو جائیں گی۔

حکایت منور عمار:-

کتاب خلاصۃ الاخبار میں منقول ہے منصور عمار کہتا ہے ایک شب میں اپنے گھر سے نکل کر کوچہ ہائے کوفہ میں پھرتا تھا ناگاہ ایک گھر سے آواز سُنی کوئی شخص رُو رُو کر بہ آواز حزین اس طرح مناجات میں مشغول تھا کہ خداوندا کسی کا رازِ دل تجھ سے پوشیدہ نہیں خوب جانتا ہے میں نے جو معصیتیں کی ہیں اُس سے تیری نافرمانی مقصود نہ تھی۔ نفس امارہ غالب آیا شیطان کا فریب کھایا اس وجہ سے گناہان بے حساب سرزد ہوئے۔ میری کثرتِ خطا پر نگاہ نہ کر اپنی رحمت بے انتہا پر لحاظ کر کے اُس سب سے درگذر کر۔ یہ آواز دردناک سُن کر عجب طرح کی تاثیر دل پر پیدا ہوئی بے چین ہو کر اُسی طرف چلا قریب جا کر سوچا دیکھنا چاہئے اس کے دل پر کس قدر خوف خدا کا اثر ہے۔ شگاف در سے منہ ملا کر یہ آیت قرآنی پڑھی

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ

''اے اہل ایمان اپنے نفس کو اور اپنے عیال کو اُس آگ سے بچاؤ جو آدمیوں سے اور پتھروں سے روشن کی جائے گی۔'' یہ آیت سنتے ہی وہ مرد باخدا مضطرب ہو کر تڑپنے

لگا اور دیر تک بے تابانہ نالے کرتا رہا پھر دفعتہً خاموش ہو گیا۔ رات اندھیری تھی میں نے
اُس دروازہ پر کچھ نشان کر دیا اور اپنے گھر چلا آیا۔ صبح کو اُسی نشان پر گیا دیکھا اُسی دروازہ پر
ایک جنازہ رکھا ہے اور ایک ضعیفہ بے اختیار رو رہی ہے گھبرا گھبرا کے کبھی مکان کے اندر جاتی
ہے کبھی باہر نکل آتی ہے۔ میں نے پوچھا کیا حال ہے تو کون ہے یہ جنازہ کس کا ہے؟ اُس
نے کہا کیا بتاؤں میں پسر مُردہ ایک ضعیفہ ہوں یہ میرے فرزند کا جنازہ ہے ہر شب معمول تھا
عذاب خدا کے خوف سے یہ رویا کرتا تھا۔ آج کی شب عجیب واقعہ ہوا کہ اُسی عالم میں جب
یادالٰہی میں یہ محو تھا کوئی شخص اس راہ سے گذرا اور اس نے آیت عذاب اس کو سُنا کر پڑھ
دی۔ اس آیت کے سنتے ہی بے قراری اس فرزند کی اور بھی زیادہ ہو گئی یہاں تک کہ عذاب
خدا کے خوف سے جوار رحمت میں اُس کے جا ملا۔ منصور کہتا ہے یہ ماجرا سُن کے مجھے رات
کی سرگذشت یاد آ گئی سمجھا کہ یہ جوان میری ہی وجہ سے ہلاک ہوا ہے کچھ خدمت کر کے
شریک ثواب ہونا چاہئے۔ ضعیفہ سے کہا اگر تو اجازت دے تو میں اس کو غسل دوں۔ اُس نے
کہا اختیار ہے جب میں اُس میت کے پاس گیا دیکھا کہ بطریق اہل عبادت سیاہ کمل کا
ایک کُرتا بدن میں اور ایک زنجیر آہنی گردن میں ہے۔ جب وہ زنجیر اور وہ کُرتا اُس کے گلے
سے جُدا کیا اور چاہا کہ غسل دوں دیکھا بخط سبز سینہ پر لکھا ہے کہ یہ مرد جانباز پہلے ہی آب و
غسل پا چکا ہے دوسرے غسل کی کیا حاجت ہے۔ میں نے دل میں کہا شرع میں جائز نہیں
کہ بلا غسل و کفن کے یوں ہی دفن کر دیں۔ غرض میں نے غسل دیا اور چاہا کہ اُسی کمل کا کفن
دوں ناگاہ دیکھا کہ ایک کفن پاکیزہ سلا ہوا خود بخود اُس تخت پر رکھا ہے ہر چند تفحص کیا کہ
دفعتہً یہ کفن کہاں سے آ گیا۔ کچھ معلوم نہ ہوا سمجھا غیب سے خدا نے بھیجا ہے آخر وہی کفن پہنا
کر دفن کر دیا۔ کیا خوب شاعر نے کہا ہے: ۔

بیا کہ توشۂ این راہ نالہ و آہ ست
بنال بر در او کو بنالہ آگاہ است

اگرچہ غرق گناہی از و مشو نومید
بیا بیا کہ ہنوزت بسوی او راہ ست

تمہید:۔

حضرات! ایک یہ مرد دیندار خداشناس تھا کہ قرآن کی ایک آیت عذاب دوسرے سے سُن کر خوف خدا سے ہلاک ہوگیا ایک وہ قوم بے دین ناخداترس تھی جس نے معرکہ کربلا میں خود مصحف ناطق کی زبان سے کتنے آیات عذاب سنے مگر کچھ اثر نہ ہوا کیسے کیسے خاصانِ خدا کو بے جرم وخطا قتل وہلاک کر ڈالا۔ یہاں اس بندہ کا کل سامان تجہیز وتکفین کار خانہ خدا سے مہیا ہوگیا میدان نینوا میں نہ معلوم کیا مصلحت ایزدی تھی کہ برگزیدگانِ باری کی لاشیں کئی روز تک بے گور وکفن ریگ صحرا پر پڑی رہیں۔ یہاں اس مومن کی فقط مادر ضعیفہ تھی جس نے اُس کی میت پر گریہ وزاری کی زمین ماریہ پر تو سید الشہداؑ کی بہنیں اور بیٹیاں اور بیویاں سب موجود تھیں مگر کسی کو مظلوم کربلا علیہ السلام کی لاش پر رونا نصیب نہ ہوا۔ اشقیا اُن سب کو اسیر کر کے کربلا سے کوفہ کوفہ سے دمشق لے گئے تھے وہاں بھی اہلبیت علیہم السلام مدتوں زندان بلا میں مقید رہے۔

رہائی اہل بیتؑ:۔

منقول ہے جب اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یزید خوب آزار پہنچا چکا تو ظاہر میں رحم کھا کر اور مکاری سے اپنی ندامت وپشیمانی ظاہر کر کے انھیں رہا کیا اور بہت سے اونٹوں پر مال واسباب لدوا کر حاضر کیا اور چند ناقے جن پر ہودج اور زرنگار تھے منگا کر جناب ام کلثوم سلام اللہ علیہا سے کہنے لگا یہ سب حسین علیہ السلام کا خون بہا ہے۔ چاہتا ہوں قبول کیجئے اور مجھے اپنے بھائی کے خون سے بری کیجئے۔ آپ نے اُس شقی کی بے حیائی دیکھ کر فرمایا تو نے فاطمہ سلام اللہ علیہا کی بیٹیوں کو ننگے سر در بدر پھرایا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو بھوکا پیاسا قتل کیا۔ دنیا کے اس مال قلیل کو ایسے امر عظیم کا عوض کرتا ہے۔ قسم بخدا اگر تمام دنیا نقرہ وطلا ہو جائے تو

بھی حسین علیہ السلام کے ایک سر مو کا خون بہا نہیں ہو سکتا۔ اے غافل خدا سے ڈر اپنے انجام کو سوچ جب قیامت ہوگی اور رسول ﷺ کی بیٹی اور حسین علیہ السلام کی ماں ننگے سر عرش کے نیچے فریاد کریں گی۔

تَقُوْلُ یَا اَعْدَلُ اَحْکُمْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ مَنْ
تَعَدّیٰ عَلَی ابْنِیْ بَعْدَ قَھْرٍ وَ قَسْرَۃٍ

وہ اور کہیں گی اے مظلوموں کے دادرس اے احکم الحاکمین تو میرے اور اُن کے درمیان انصاف کر جنہوں نے میری اولاد کے ساتھ بدسلوکیاں کیں۔"

اَجَالُوْا عَلَیْہِ بِالصَّوَارِمِ وَ الْقَنَا
وَ لَمْ جَالَ فِیْھِمْ مِنْ سِنَانٍ وَ شُقْرَۃٍ

"حسین علیہ السلام کو گھیر کر چاروں طرف سے کوئی تلواریں کوئی نیزے مارتا تھا کوئی نیزہ اور کوئی گرز لگاتا تھا۔ اُس وقت پروردگار عادل تجھ سے اس خون ناحق کا سوال کرے گا۔ اے یزید اُس روز کے جواب پر آمادہ رہ وہ شقی سر جھکا کر دیر تک روتا رہا المختصر اُس ملعون نے بشیر بن نعمان کے ساتھ اہلبیت طاہرین علیہم السلام کو مدینہ روانہ کیا اور بروایت امام حسین علیہ السلام کا سر بھی مع سرہائے شہداء امام زین العابدین علیہ السلام کے حوالہ کیا۔ جب بشیر بن نعمان اہلبیت علیہم السلام کو لئے داخل یثرب ہوا اور اُس لٹے ہوئے قافلہ کے داخلہ کی خبر مدینہ میں عام ہوئی اُس وقت سب عورت و مرد چھوٹے بڑے زیارت کے اشتیاق میں استقبال کو دوڑے۔ امام زین العابدین علیہ السلام اور اہلبیت طاہرین علیہم السلام کو عجب حال سے دیکھا کہ سینوں میں کلیجے شق ہونے لگے۔ لڑکوں کی جوانوں کی صورتیں نظروں میں پھرنے لگیں۔ جناب زینبؑ کی سواری کی شان و شوکت یاد آگئی۔ لکھا ہے اُس وقت جناب ام کلثوم علیہا السلام مدینہ سے مخاطب ہو کر وہ مرثیہ جس کے سننے سے پہاڑ ٹکڑے ہوں پڑھنے لگیں۔

مَدِينَةَ جَدِّنَا لَا تَقْبَلِينَا
فَبِالْحَسَرَاتِ وَ الْاَحْزَانِ جِيْنَا
خَرَجْنَا مِنْكِ بِالْاَهْلِيْنَ جَمْعًا
رَجَعْنَا لَا رِجَالَ وَ لَا بَنِيْنَا

''اے ہمارے نانا کے شہر اب ہم اس حسرت واندوہ سے تجھ میں آتے ہیں کہ اس قابل نہیں رہے کہ تجھ میں آئیں اور تو ہمیں قبول کرے ہم کیونکر آئیں جب تجھ سے رخصت ہو کر گئے تھے تو سب عزیز ہمارے ساتھ تھے اور اب اس بے کسی سے داخل ہوتے ہیں کہ سروں سے وارثوں کا سایہ اُٹھ گیا ہے بچوں سے گودیاں خالی ہو گئیں ہیں۔''

وَ مَوْلَانَا الْحُسَيْنُ لَنَا اَنِيْسٌ
رَجَعْنَا وَ الْحُسَيْنُ بِهٖ رَهِيْنَا
اَلَا اَخْبِرْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنَّا
بِاَنَّا قَدْ فُجِعْنَا فِيْ اَخِيْنَا

''اے مدینہ حسین علیہ السلام سا آقا جو ہم بے وارثوں کا وارث اور یتیم بچوں کا سرپرست تھا وہ تو نہ آیا ہے اُس کے بغیر ہم کیونکر آئیں۔ اے مدینہ تو ہماری طرف سے رسول خدا ﷺ کو خبر کردے کہ ہم لوگ آپ کے نواسہ کو کربلا کے صحرا میں کھو کر روتے پیٹتے یہاں آئے ہیں۔''

وَ لَقَدْ ذَبَحُوا الْحُسَيْنَ علیہ السلام وَ لَمْ يُرَاعُوْا
جَنَابَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْنَا
وَ رَهْطَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَضْحَوْا
عُرَايَا بِالطُّفُوْفِ مُسَلَّبِيْنَا

''اے مدینہ ہمارے نانا سے کہہ دے کہ آپ کی اُمت نے ہم پر بڑے ظلم کیے

اور کچھ آپ کے حق کی رعایت ہمارے باب میں نہ کی۔ حسین علیہ السلام کو بھوکا پیاسا گوسفند قربانی کی طرح ذبح کیا اور ہمارے سروں سے چادریں چھین کر بے مقنعہ و بے ردا در بدر پھرایا۔" بہرکیف جناب ام کلثوم علیہا السلام کے نوحہ نے دل سب کا پانی پانی کر دیا آنکھوں سے آنسوؤں سے نالے نکلنے لگے۔ یکایک امام حسین علیہ السلام کا فرق بریدہ سب کو نظر پڑا پھر تو کسی میں تاب ضبط باقی نہ رہی کوئی

وَا اِمَامَاہُ وَا مَظْلُوْمَاہُ

کہہ کے سر و سینہ پیٹنے لگے کوئی

وَا سَیِّدَاہُ وَا حُسَیْنَاہُ

کی فریاد کر کے خاک پر پچھاڑیں کھانے لگے۔ خصوصاً جناب ام سلمہ علیہا السلام نے سید الشہداء علیہ السلام کا سر جو دیکھا آغوش میں لے کر اس بے تابی سے نوحہ کیا کہ ذاکر کو بیان کی طاقت نہیں غرض اُسی طرح جناب ام سلمہؓ ذریت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و دختران بتول علیہا السلام اور سر حسین مظلوم علیہ السلام کو لئے قبر مطہر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تشریف لائیں اور اُس سر بریدہ کو تعویذ لحد پر رکھ کر فریاد کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دکھیاریاں آفت کی ماریاں حضرت کی نواسیاں آپ کے پیارے حسین علیہ السلام کو جس کو آپ اپنے سینہ اقدس پر سُلاتے تھے کربلا کے صحرا میں تین روز کا بھوکا پیاسا کھو کر آئے ہیں اور تن بے سر کربلا کی زمین کو سونپ کے فقط خالی سر آپ کے لخت جگر کا لائے ہیں۔ حضرات! اُس وقت جناب فاطمہ صغرا علیہا السلام کا یہ عالم تھا کبھی اپنی ماں سے لپٹ کر علی اصغر علیہ السلام کے غم میں سر پٹکتی تھیں کبھی اپنی پھوپھی جناب زینب علیہا السلام سے علی اکبر علیہ السلام کا حال پوچھ کر بلک بلک کر روتی تھیں کبھی قبر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لپٹ کے اپنے باپ کی یاد میں روتے روتے بے ہوش ہو جاتی تھیں۔ غرض کہ فاطمہ صغرا علیہا السلام کی بے تابی سے قیامت کبریٰ برپا تھی آسمان ہلتے تھے زمین کانپتی تھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر تھراتی تھی بس بروایت ذکر الشہادتین جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے پدر مظلوم کے سر کو جنت البقیع میں دفن کر دیا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر 110

- آیت آسمان وزمین بے فائدہ نہیں پیدا ہوئے ہیں۔
- حدیث بلانوشتہ جناب امیرؑ کوئی شخص جہنم سے مطمئن نہ گذرے گا۔
- حدیث فضیلت مجلس میں۔
- حکایت عبداللہ بن مبارک وگریہ بیمار کربلاؑ۔
- نعمان بن منذر کی روایت۔

مجلس نمبر 110

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَہُمَا لٰعِبِیْنَ مَا خَلَقْنٰہُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لٰکِنَّ اَکْثَرَہُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۵

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ دخان میں ارشاد فرماتا ہے ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور جو کچھ درمیان ان دونوں کے ہے بے فائدہ نہیں پیدا کیا ہے بلکہ ان سب کو ہم نے حق کے ساتھ مخلوق کیا ہے لیکن اکثر آدمی ہماری مصلحتوں کو نہیں جانتے ہیں۔''
حضرات! یہ سب چیزیں جب خدا نے بے کار نہیں پیدا کیں تو اب خیال کرنا چاہیے وہ حضرات جن کے واسطے آسمان و زمین کو پیدا کیا یعنی سید لولاک محمد مصطفیٰ ﷺ اور اُن کی ذریت پاک ائمہ ہدیٰ علیہم السلام انہیں کیونکر عبث خلق کیا ہوگا۔ ان کی پیدائش میں ضرور مصالح و منافع کثیر ہیں ہر چند کوئی شخص موافق مقصود باری تعالیٰ کی مصلحت کو سمجھ نہیں سکتا لیکن ان حضرات کے وجود ذی جود میں فہم انسانی کے موافق جو مصلحتیں ہیں وہ ظاہر ہیں کہ اہل دنیا کو ہدایت کریں، راہ ضلالت سے بچائیں اور ہم لوگ دنیا و آخرت میں ان کے ذریعہ سے کامیاب ہوں اور ان کی محبت اور ولا کے وسیلہ سے نجات پائیں اور یہ امر پیغمبر علیہ السلام اور اُن کے تمام اوصیا علیہم السلام کے ساتھ ہے اگر ایک امام علیہ السلام کی بھی کوئی مخالفت کرے گا تو آخرت میں وہ ہرگز رستگار نہ ہوگا۔ چنانچہ ابوالحسن علی بن محمد الخطیب الشافعی مشہور بہ ابن مغازلی نے جو علمائے اہلسنت سے ہے کتاب مناقب امیر المومنین

" میں لکھتا ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ وَ نُصِبَ الْمِيْزَانُ عَلٰى شَفِيْرِ جَهَنَّمَ لَمْ يَجُزْ عَلَيْهِ اِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ كِتَابُ وِلَايَةِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ

جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا جب قیامت برپا ہوگی اور کنارۂ جہنم پر میزان عدل کھڑی کی جائے گی۔ اُس روز مطمئن نہ گذرے گا اُس جگہ سے مگر وہ شخص جس کے پاس دوستی علی بن ابی طالب علیہ السلام کا نوشتہ ہوگا۔ حضرات! بے شک محبت وولا اُس جناب کی اور جمع معصومین علیہم السلام کی ہم گنہگاروں کے لئے باعث نجات ورستگاری ہے اور علامت محبت وولا کی یہ ہے کہ ہر وقت ہر حال میں تنہائی میں، مجلس میں جس طرح ہو سکے اُن حضرات کا ذکر کرے۔

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَا مِنْ قَوْمٍ اِجْتَمَعُوْا مَجْلِسٍ يَتْلُوْنَ فَضْلَنَا اَهْلِ الْبَيْتِ علیہم السلام اِلَّا حَفَّتْ بِهِمُ الْمَلَائِكَةُ

"شفیع روز جزا جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا جس مجلس میں ہمارے اہلبیت علیہم السلام کے فضائل یا مصائب بیان ہوں اور مومن اُن کے سُننے کو جمع ہوں تو ملائکہ اُن کو احاطہ کر لیتے ہیں۔"

وَ غَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

"اور جب تک وہ لوگ اُس مجلس میں بیٹھے رہتے ہیں رحمتِ خدا اُن کے شامل حال رہتی ہے۔"

وَ اسْتَغْفَرَتْ لَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِلٰى اَنْ يَتَفَرَّقُوْا

"اور فرشتے اُس کیلئے طلب مغفرت خدا سے کرتے ہیں جب تک وہ مجلس اتمام کو پہنچے۔"

وَ یُبَاهِیْ بِهِمُ اللّٰهُ فِی الْمَلَاءِ الْاَعْلٰی

''اور خداوند عالم ملاء اعلیٰ میں اُن کے اس افعال پسندیدہ پر مباہات کرتا ہے۔''

روایت عبداللہ بن مبارک:-

صاحب تفسیر منہج الصادقین عبداللہ بن مبارک سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ ایک سال میں حج کو چلا حسب اتفاق اثناء راہ میں قافلہ سے چھوٹ گیا تنہا اونٹ پر چلا جاتا تھا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک جوان کم سن لباس کہنہ پہنے چلا آتا ہے اُس کے پاس نہ راحلہ ہے نہ زادِ راہ جب میرے شتر کے برابر پہنچا۔ میں نے کہا اے جوان اپنے حال پر رحم نہیں کرتا جو ایسے صحرائے خوفناک میں تنہا و پیادہ سفر کیا ہے معلوم ہوتا ہے اپنے قافلہ سے چھوٹ گیا ہے۔ اُس نے کہا ایسا نہیں بلکہ میں اسی طریق سے جنگلوں کی پہاڑوں کی راہیں طے کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا راہ میں کیا کھاتے پیتے ہو توشہ کہاں ہے؟ اُس نے آسمان کی جانب اشارہ کیا میں نے چاہا کہ اُس کا امتحان کروں پس آزمائش کی راہ سے کہا اس وقت بہت پیاسا ہوں اگر ایک جرعہ آب ہوتا تو اپنی رفع تشنگی کرتا۔ میرا یہ کلام سنتے ہی اُس جوان نے ہوا کی طرف ہاتھ بڑھایا فوراً ایک ظرف پانی کا ہاتھ پر آ گیا۔ دوسرا ہاتھ بڑھایا ایک ٹکڑا برف کا موجود ہو گیا برف پانی میں ڈال کے میرے حوالہ کیا۔ میں نہایت متعجب ہوا اور پوچھا اے جوان تو نے یہ مرتبہ کہاں سے پایا ہے اور کیونکر پایا؟ فرمایا:

اُذْكُرُهٗ فِی الْخَلَوَاتِ يَذْكُرُنِیْ فِی الْفَلَوَاتِ

''میں حق تعالیٰ کو خلوت میں جہاں کوئی نہیں ہوتا یاد کرتا ہوں وہ مجھے صحرا میں جہاں کوئی خبر لینے والا نہیں ہوتا یاد رکھتا ہے۔ یہ کہہ کے وہ جوان میری نظروں سے غائب ہو گیا جب میں مکہ معظمہ پہنچا اُسی جوان کو دیکھا کہ ایک مقام پر تشریف رکھتا ہے اور بہت سے لوگ اُس کو گھیرے حلال و حرام کے مسائل دریافت کر رہے ہیں۔ ایک شخص سے پوچھا یہ جوان کون ہے؟ اُن لوگوں نے کہا اے شخص تعجب ہے کہ تو اس بزرگوار سے واقف نہیں یہ وہ

برگزیدہ باری ہیں جسے ہر سنگ ریزہ مکہ کا پہچانتا ہے۔ اے غافل یہ جوان آدم آل عبا علی علیہ السلام بن الحسین علیہ السلام جناب زین العابدین علیہ السلام ہیں۔ یہ سنتے ہی میں دوڑ کر حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور اپنی لاعلمی کا عذر کرنے لگا۔

تمہید:۔

حضرات! جناب امام زین العابدین علیہ السلام کو آدم آل عبا علیہ السلام کیوں کہتے ہیں؟ سب جانتے ہیں کہ خاندانِ نبوت علیہم السلام معرکہ کربلا میں ایسا تباہ و برباد ہوا کہ بجز امام زین العابدین علیہ السلام کوئی مردوں میں باقی نہ رہا تھا ہر چند یزید ملعون نے کئی مرتبہ قصد کیا تھا کہ آپ کو بھی شہید کر ڈالے مگر حق سبحانہ وتعالیٰ کو منظور تھا کہ سید الساجدین علیہ السلام سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل قائم رکھے اس لئے آپ کی حفاظت کی۔

گریہ بیمار کربلاؑ:۔

اب مومنین خیال کریں کہ بیمار کربلا علیہ السلام قتل سے تو محفوظ رہے لیکن اپنے پدر بزرگوار اور عزیزوں کو آنکھوں کے سامنے شہید ہوتے دیکھ چکے تھے اور کربلا سے شام تک برابر مصیبت بھی اُٹھا چکے تھے جس کی ایک جان پر اتنے صدمے گذرے ہوں اُس کو زندگانی کا مزا کیا باقی ہوگا جب تک جیتے رہے زندہ در گور رہے اور تمام عمر دہ جناب شہدائے کربلا کے غم والم میں رویا ہی کیے۔ منقول ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام مصیبت پر اپنے پدر بزرگوار کے چالیس برس کامل روئے ہیں اور جس وقت کھانا یا پانی سامنے اُن حضرت کے آتا تھا تو اس کرب سے نوحہ و بکا کرتے تھے کہ دل ہر ایک دوست و دشمن کا شق ہوتا تھا اور وہ کھانا اور پانی اشک چشم سے مخلوط ہو جاتا تھا۔ جب کوئی کہتا تھا مولا کہاں تک روئیے گا کہ روتے روتے بدن آپ کا گھل گیا ہے۔

فَيَقُوْلُ يَا قَوْمُ اِنَّ يَعْقُوْبَ فَقَدَهٗ سِبْطٌ مِّنْ اَوْلَادِهٖ

الْاِثْنَیْ عَشَرَ فَبَکٰی عَلَیْہِ حَتّٰی ابْیَضَّتْ عَیْنَاہُ مِنَ الْحُزْنِ

''تو حضرت فرماتے تھے اے شخص حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں سے ایک بیٹا گم ہوا تھا اس قدر روئے کہ آنکھیں سفید ہو گئیں۔''

وَ ھُوَ حَیٌّ فِیْ دَارِ الدُّنْیَا

''حالانکہ یوسف علیہ السلام زندہ تھے۔''

وَ اَنَا قَدْ نَظَرْتُ بِعَیْنِیْ اَنَّ السَّبْعَۃَ عَشَرَ مِنْ اَھْلِبَیْتِیْ لَیْسَ لَھُمْ شَبِیْہٌ فِی الْاَرْضِ قُتِلُوْا فِیْ سَاعَۃٍ وَاحِدَۃٍ

''اور میں نے تو اپنی آنکھوں سے دیکھا سترہ اہلبیت علیہم السلام جو اپنا شبیہ ونظیر روئے زمین پر نہ رکھتے تھے ایک ساعت میں مثل بکریوں کے ذبح کیے گئے۔''

وَ مَا اَکَلَ لَحْمَ رَاْسِ ضَاْنٍ اَبَدًا

''جناب صادق علیہ السلام فرماتے ہیں جب تک جد بزرگوار میرے بقید حیات رہے کبھی کلہ گوسفند نوش نہ فرمایا۔'' اور بعض روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ اکثر وہ جناب اُن مصائب کو جو شہر شام میں آپ پر اور اہلبیت طاہرین علیہم السلام پر گذرے تھے یاد کر کے اس شدت سے روتے تھے کہ روتے روتے غش کر جاتے تھے۔

نعمان بن منذر کی روایت:۔

چنانچہ نعمان بن منذر کہتا ہے واقعہ کربلا کے تین سال بعد مدینہ میں زیارت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کے واسطے میں داخل روضہ ہوا دیکھا کہ جناب سید الساجدین علیہ السلام ضریح مبارک کے شب کو ہاتھ دیئے اپنے نانا سے یوں فریاد کرتے ہیں یا جداہ آپ کی اُمت ہم سے پھر گئی یہ نہ سمجھے کہ ہم آپ کی عترت سے ہیں مردوں کو ہمارے قتل کیا بچوں کو کسی کو گود

میں کسی کو نہا لچہ پر ذبح کیا۔ آپؑ کے حسین علیہ السلام کو جو اہلبیت علیہم السلام وحی و تنزیل واصل ایمان و تاج عزت تھا تین دن کا بھوکا پیاسا کنارۂ دریا شہید کر ڈالا اور سر بریدہ اُس کا نوک نیزہ پر چڑھا کر شہر بشہر پھرایا عورتیں ہماری اہل ترک و روم کی طرح قید ہو گئیں شانوں میں گردنوں میں رسیاں بندھیں بازاروں میں درباروں میں برہنہ سر گئیں۔ یہ کہہ کر ایک چیخ ماری اور غش کر گئے۔ اصحاب نے غلاموں نے اُٹھا کر حضرت کو بیت الشرف میں پہنچایا میں بھی ساتھ تھا دیر کے بعد جو آپ کو افاقہ ہوا۔ میں نے عرض کی یا مولا اپنے پدر بزرگوار کی شہادت کے بعد تو آپ نے بڑے بڑے مصائب اُٹھائے مگر سب میں سخت تر کون سی مصیبت تھی۔ سنتے ہی حضرت نے آہ سرد کھینچی اور فرمایا اے نعمان دمشق میں ہم پر وہ مصیبتیں گذریں کہ زمانہ اسیری سے ورود شام تک ایسی سختیاں نہ اُٹھائی تھیں۔ اے نعمان جس بازار میں لونڈی و غلام اور ترک و حبش کے قیدی آ کر بیچنے کے واسطے کھڑے کیے جاتے تھے اُسی جگہ ہم اہلبیت علیہم السلام کو بھی اُسی ارادہ سے لے جا کر ایستادہ کیا مگر فرق یہ تھا کہ کوئی اپنی لونڈی و غلام کو بھی اس ذلت و خواری سے اُس جگہ نہیں لے جاتا۔ بیبیوں کے سروں پر چادریں تک نہ تھیں بال کھلے، ہاتھ بندھے بچوں کے گرتے پھٹے کانوں سے لہو جاری تھا۔ ہمارے ہاتھوں میں پاؤں میں زنجیریں پڑی تھیں تازیانوں سے پُشت فگار تھی کیا کرتے اُس حال خراب سے جب تک اُن اشقیا نے چاہا کھڑے رہے۔ آہ آہ جو خریدار اُدھر سے گذرتا تھا اعداء ہماری طرف اشارہ کرتے چاہتے تھے کہ خرید کریں مگر حق تعالیٰ نے یہ آرزو اُن کی پوری نہ ہونے دی اور سب ظلموں کے بعد یہ غضب ہوا کہ جب اُس دربار عام میں بھی جہاں سات سو کرسی نشین بیٹھے تھے ہم جا چکے تو یزید نے ہم کو ایسے قید خانہ میں رہنے کا حکم دیا کہ راتوں کی شبنم سے لباس بوسیدہ ہو ہو گئے اور دنوں کی دھوپ سے پوست بدن اُڑ اُڑ گئے اور اُس قید خانے میں ہم کو بند کیا جہاں ملک کفار کے اسیر آ کر بند ہوتے تھے اور لوگ اُن کو خرید کرتے تھے۔ گویا ہم اُن کے نزدیک اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو کا ہے کو مسلمان بھی نہ تھے نہ سیر ہو کے کھانا ملتا تھا نہ پانی پاتے تھے شب بھر اس خوف سے نیند نہ آتی تھی کہ صبح کو یزید بلوا کر ہمیں قتل کا حکم نہ

دے۔ یہ فرما کر اس شدت سے روئے کہ پھر غش کر گئے۔ آہ آہ مومنین۔

عابد علیہ السلام سے غم شاہ میں سونا چھوٹا
سوئے بھی تو خاک پر بچھونا چھوٹا
کھانا پانی نشاط و عیش و آرام
سب چھوٹ گئے مگر نہ رونا چھوٹا

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

مجلس نمبر 111

- آیت زندگانی دنیا کھیل و تماشا ہے۔
- روایت سگ یہودی۔
- جوان بلخی کی حکایت جس نے قید سے رہائی پائی۔
- شہادت امام حسینؑ کے بعد جناب زینبؑ کے ساتھ عبداللہ کی ملاقات ہونا۔

مجلس نمبر 111

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ مَا ھٰذِہِ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا لَھْوٌ وَ لَعِبٌ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۵

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ عنکبوت میں ارشاد فرماتا ہے اور نہیں ہے یہ زندگانی دنیا مگر تماشائے لاطائل اور بازی بے حاصل۔'' بقول۔

بازیچہ است طفل فریب این متاع دہر
بے عقل مر دمان کہ ابدو مبتلا شدند

اور یقیناً دار آخرت حیات ابدی کا مقام ہے اگر لوگ سمجھیں۔

یعنی اگر لوگ سمجھیں تو زندگانی دنیا کو کہ انجام اُس کا فنا ہے سرائے جاودانی پر اختیار نہ کریں حضرات! خوشا حال اُن لوگوں کا جو دنیا کو فانی اور امور دنیا کو بے ثبات سمجھ کر ہمیشہ کار آخرت میں مصروف رہتے ہیں۔ اپنے اعتقاد کو کامل اور ایمان کو خالص کر کے دوستی اہل بیت علیہم السلام میں زندگی بسر کرتے ہیں بہ تحقیق کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام کی محبت وولا ہر انسان و حیوان بلکہ تمام مخلوقات پر واجب ولازم ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْاَنْصَارِیْ قَالَ بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذَاتَ یَوْمٍ جَالِسٌ فِی الْمَسْجِدِ وَ نَحْنُ حَوْلَہٗ

جابر بن عبد اللہ انصاریؓ کہتے ہیں ایک روز میں خدمت بابرکت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر تھا اور اصحاب حضرت کو گھیرے بیٹھے تھے۔''

سگ یہودی کی روایت:-

ناگاہ ایک شخص آیا اور اُس نے عرض کی:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ كَلْبَ فُلَانِ الذِّمِّيِّ خَرَقَ ثَوْبِيْ وَ خَدَشَ سَاقِيْ فَمُنِعْتُ مِنَ الصَّلٰوةِ مَعَكَ

"یا رسول اللہ ﷺ فلاں یہودی کے کتے نے میرے کپڑے پھاڑے اور میرے پاؤں میں کاٹ لیا اس وجہ سے آج میں نماز جماعت کیلئے حاضر نہ ہو سکا۔" حضرت نے کچھ جواب نہ دیا سکوت فرمایا دوسرے روز پھر ایک شخص نے آ کر یہی شکایت کی

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا كَانَ الْكَلْبُ عَقُوْرًا وَجَبَ عَلَيْنَا قَتْلُهٗ

"حضرتؐ نے فرمایا اگر وہ سگ مردم آزار ہے تو ہم پر اُس کا قتل ضرور ہے۔"

یہ کہہ کے حضرت ﷺ مع اصحاب مسجد سے روانہ ہوئے۔ انس بن مالک نے آگے بڑھ کر دق الباب کیا جب اُس کا مالک باہر آیا۔ انس نے کہا رسول خدا ﷺ تجھے بلاتے ہیں۔ وہ یہودی حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا اپنے کتے کو جلد سامنے لا کہ وہ درندہ اور مردم آزار ہے قتل کرنا اُس کا ضروری ہے۔ وہ یہودی اُس کتے کو ایک رسی میں باندھ کر حضرت کی خدمت میں کھینچتا ہوا لایا۔ جب وہ کتا سامنے آیا اپنے تئیں حضرت کے پاؤں پر گرا دیا اور بزبان فصیح بولا

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

کس واسطے آپ نے طلب فرمایا ہے۔ حضرتؐ نے کہا کل تو نے فلاں شخص کے کپڑے پھاڑے اور اُس کے پاؤں میں کاٹا اور آج بھی ایک شخص کو آزار پہنچایا۔

فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَ اللّٰهُ مَا فَعَلْتُ بِهِمْ هٰذَا اِلَّا

اَنَّهُمْ مَرُّوْا وَ هُمْ يَتَغَامَزُوْنَ وَ يَسُبُّوْنَ عَلِيَّ ابْنَ اَبِي طَالِبٍ فَاَخَذَنِي الْحَمِيَّةُ الْعَرَبِيَّةُ فَفَعَلْتُ بِهِمْ مَا فَعَلْتُ

اُس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ قسم ہے خدا کی میں نے اُسے خود ایذا نہ دی مگر اس واسطے کہ وہ دونوں ادھر سے گذرے اور علی بن ابی طالب علیہ السلام کو بُرا کہتے جاتے تھے مجھے تاب نہ آئی دونوں پر حملہ کر کے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ یہ سُن کے حضرت اس قدر روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی پھر حضرت نے اُس یہودی سے سفارش کی اور فرمایا:

عَلَيْكَ بِالشَّفَقَةِ عَلٰى كَلْبِكَ

اس کتے کے گلے سے جلد رسی کھول دے اور ہمیشہ بہ شفقت اس کتے سے پیش آنا آب وطعام وقت پر پہنچانا۔ یہودی نے یہ معجزہ دیکھ کے عرض کیا حیوان نے تو آپ کی نبوت کا اقرار کیا تعجب ہے کہ میں انسان ہو کے نعمت ایمان سے محروم رہوں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّكَ مُحَمَّدٌ ﷺ رَسُوْلُ اللّٰهِ

پس وہ یہودی مع خویش واقارب کے مسلمان ہوگیا۔ حضرات جو شیرِ خدا ایسا ہو کہ جس کی محبت سے حیوانات وادنی مخلوقات قید غم سے رہائی پائیں وہ حلال مشکلات کیونکر اشرف المخلوقات یعنی انسان کو زندان مصیبت سے نجات نہ دیں گے۔

حکایت جوان بلخی کی جس نے قید سے رہائی پائی:۔

صاحب مظہر الاعجاز عبداللہ بلخی سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا ہے چونکہ میرا باپ تاجر تھا اور ایام طفولیت میں اُس کے ہمراہ کئی دفعہ ایران جانے کا اتفاق ہوا اس لئے مجھ کو بہت اشعار فارسی یاد ہو گئے تھے۔ ایک روز بلخ کے بازار میں سیر کو نکلا وہاں کے اوباش دوستوں نے مجھے نشہ پلایا جب سکر ہوا بے اختیار میری زبان پر یہ شعر جاری ہوا۔

مَن علی علیہ السلام را دوست دارم رافضی خوانی مرا
پس خدا و جبرئیلؑ و مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم رافضی ست

اُس وقت چوک میں خلائق کی کثرت تھی چاروں طرف سے لوگوں نے دوڑ کے باندھ لیا اور رفض کی تہمت لگا کے مارتے ہوئے عبداللہ خان اُوزبک کے پاس لے گئے۔ اُن دنوں وہ ہی توران کا بادشاہ تھا ماوراء النہر کو دارالسلطنت قرار دیا تھا۔ اُس نے کہا اگر یہ شعر اس کا ہے تو واجب القتل ہے اگر دوسرے کا ہے نقل کفر کفر نباشد۔ میں نے عرض کی میں فن شاعری میں کچھ نہیں جانتا ایران میں سُنا تھا۔ اس وقت حالت بدحواسی میں میری زبان سے نکل گیا اور میں اسی شہر کا رہنے والا اور بادشاہ کا دین رکھتا ہوں۔ اُس نے کہا اگر ایک ہفتہ کے عرصہ میں تو گواہ لایا کہ یہ شعر دوسرے کا ہے تو رہائی پائے گا ورنہ قتل ہوگا۔ بہر کیف ارباب عدالت کے حکم سے مجھے طوق و زنجیر پہنا کے زندان میں محبوس کیا۔ وہ زندان ہفت جوش کا زمین سے چالیس گز بلند تھا چھت پر چھوٹی سی کھڑکی تھی اُسی راہ سے مجرم کو اندر اُتارتے تھے اور ایک جانب دیوار میں سوراخ تھا کہ اُس رخنۂ تنگ سے مقید کو آب و دانہ دیتے تھے جب سات روز اُس قید خانہ تنگ و تاریک میں مجھ پر گذر گئے۔ اُس وقت زندگی سے نا اُمید ہو کے مشکل کشا علی علیہ السلام سے یوں فریاد کرنے لگا یا حضرت ہر چند آج تک میں آپ کا معتقد نہ تھا لیکن اگر امداد غیبی آپ کے محبوں کے ساتھ نہیں ہوتی ہے تو کیونکر یہ لوگ اتنے دشمنوں میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ آپ کو واسطہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ اس وقت آخیر میں مجھے ہدایت کیجئے تا کہ میری آخرت خراب نہ ہو۔ دین حق اختیار کر کے رحلت اختیار کروں اور اُس وقت عجب رقت طاری ہوئی۔ اُسی عالم گریہ میں دیکھا کہ ایک بزرگوار نورانی صورت خورشید طلعت عصا ہاتھ میں لیے نمودار ہوئے۔ نور جمال سے وہ محبس تیرہ و تار روشن ہو گیا اور اپنے عصائے مبارک سے اشارہ کیا اُٹھ جلد شہر سے نکل جا اور اپنے عہد کو نہ بھولنا۔ یہ فرما کے اُدھر وہ جناب نظروں سے پنہاں ہو گئے اِدھر میرے ہاتھ کی زنجیریں خود بخود گر پڑیں اور وہ ہی سوراخ تنگ ایسا کشادہ ہو گیا کہ اُسی راہ سے میں نکل کر اپنے مکان پر

چلا آیا اور اصطبل کے دروازہ پر اپنے غلام کو جو میرا برادر رضاعی تھا سوتا پایا۔ جگا کر کہا اگر تجھے میری رفاقت منظور ہو تو جلد دو گھوڑے تیار کر اور میرے ہتھیار لے آ۔ الغرض ہم دونوں آدمی ہتھیار لگا کر گھوڑوں پر سوار ہوئے اور شبا شب تیز چلے گئے۔ دن کو ایک چشمہ ملا گھوڑوں کو اُس میں ڈال دیا پانی بہت نہ تھا چشمہ کے اُس طرف پہنچ کے جلد جلد ضرورت سے فراغت کی۔ اب جو گھوڑوں کو چاہتے ہیں کہ چلیں دیکھا کہ زمین گیر ہو گئے ہیں۔ غلام نے کہا بلخ سے پچیس فرسخ آئے ہیں کہ ہندوستان کا پتھر کوس ہوا گھوڑے پسینے میں ڈوبے ہوئے چشمہ میں اُترے جکڑ گئے ہیں۔ مجبور ہو کے گھوڑوں کو وہیں چھوڑ دیا اور پیادہ پا چلنے لگے یہاں تک کہ شہر ہزارہ جات میں پہنچ کر دم لیا اور دشمنوں کے خوف سے نجات پائی۔ وہاں کے لوگ چونکہ ہمسایہ ایران کا تھا اکثر شیعہ و محب خاندان رسالت ﷺ تھے ہماری خلاصی کا معجزہ سن کر ہر ایک نے دعوت کی اور حد سے زیادہ خاطر داری کرنے لگے۔ اُن کے حسن سلوک کی وجہ سے نو برس تک اسی شہر میں قیام کیا۔ پس امتداد زمانہ کے باعث اُزبکوں کا ظلم دل سے فراموش ہو گیا۔ وطن یاد آیا ماں باپ عزیز و اقارب کے دیکھنے کا مشتاق ہوا اُسی ولولہ میں بلخ آیا آتے ہی دشمنوں نے پہچان کے پھر پکڑ لیا اور اُسی عبداللہ خان اُزبک کے پاس لے گئے اور بیان کیا یہ وہی واجب القتل ہے جو قید خانہ گنبد اعلام سے بھاگ گیا تھا۔ اقبال شاہی و بزرگان دین کی کرامت سے پھر ہاتھ آیا ہے عبداللہ دیر تک سر نیچا کیے خاموش بیٹھا رہا بہت تامل کے بعد بولا اگر گنبد سے خلاصی پانے کا احوال راست راست بے کم و کاست کہہ دے گا تو عہد کرتا ہوں کہ چھوڑ دوں گا ورنہ بدترین عذاب سے ہلاک کروں گا۔ اُس وقت میں نے بے خوف ہو کے عرض کی اے امیر جس حالت میں اپنی موت کو آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا ہوں پس اس وقت آخیر میں کس اُمید پر جھوٹ بول کے عاقبت خراب کروں گا یہ کہہ کے مفصل کیفیت اپنی رہائی کی بیان کر دی۔ سنتے ہی خان کو اور کُل حاضرین دربار کو یقین ہوا کہ واقعی اس طور کا اسیر و مقید ایسے گنبد مستحکم سے بدوں امداد غیبی کے باہر نکل نہیں سکتا۔ الغرض میرے قول کی تصدیق کی اور پوچھا تو نوکری کرے گا۔

میں نے کہامدت سے اس خدمت کا آرزومند ہوں پس دس شاہی ماہواری کے حساب سے ایک سال کی تنخواہ اور اُسی قدر بوجہ انعام مجھ کوعنایت کیا اور حکم دیا کہ شہر میں منادی کی جائے کہ آج سے کسی کو بہ تہمت رفض اذیت نہ پہنچائیں۔ حضرات! اس مومن کوتو جناب امیر علیہ السلام نے اس طرح قید خانہ سے رہا کر دیا اور اُس نے پھر نو برس کے بعد اپنے وطن میں آ کے تمام عمر عیش و راحت میں بسر کی۔ کہاں تھے جناب امیر علیہ السلام جب اُن کے اہلبیت علیہم السلام واطفال صغیرہ زندان تیرہ و تار میں کتنے دنوں محبوس رہے۔ کوئی خبر لینے والا نہ تھا مدتوں کے بعد کسی طرح رہا ہو کر وطن میں بھی آئے تو تمام زندگی وارثوان کے غم میں روتے گذری۔

جناب زینبؑ کی عبداللہ کے ساتھ ملاقات ہوئی:۔

صاحب جواہر الاحزان لکھتے ہیں کہ جب وہ لُٹا ہوا قافلہ بے وارث و والی ہو کر مدینہ میں داخل ہوا ہر بی بی کوسوائے گریہ وزاری کے کوئی کام نہ تھا۔ خصوصاً جناب زینب علیہا السلام راتوں کودنوں کو جاگتے سوتے اُٹھتے بیٹھتے ہر وقت اپنے بھائی کو یاد کر کے رویا کرتی تھیں۔ ہر جگہ کی آمد و رفت لوگوں سے ملاقات بالکل ترک کر دی تھی۔ ایک دن عبداللہ شوہر جناب زینب علیہا السلام اپنے بھتیجے امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے اے بقیہ اہلبیت علیہم السلام و یادگار برادر جب سے تمہاری پھوپھی وطن میں آئی ہیں کبھی میرے یہاں عیادت کو بھی نہ آئیں۔ بیمار کربلا علیہ السلام خاموش ہو رہے جب بیت الشرف میں تشریف لائے اپنی پھوپھی سے کہا آپ شوہر کی اطاعت اور ثواب عیادت سے خوب واقف ہیں جائیے اور رسم بیمار داری بجا لائیے۔ غرض وہ مخدومہ اپنے شوہر کے گھر آئیں جب مزاج پُرسی سے فرصت ہوئی۔ عبداللہ نے کہا اے دُخترِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنے دنوں میں جو مصیبتیں تم پر گذری ہیں بیان کرو۔

فَلَمَّا سَمِعَتْ بَكَتْ وَ قَالَتْ

سنتے ہی جناب زینب علیہا السلام زار زار رونے اور کہنے لگیں آہ آہ کس حال کو پوچھتے ہو

وارثوں سے چھوٹ جانا یا اپنا لُٹ جانا بیان کروں۔ راہ کی مصیبت کہوں یا قید کی اذیت کا اظہار کروں یا ابن عم کربلا میں موت نے دوپہر میں بھرا گھر ہمارا خالی کر دیا گودیوں کے کھلائے بچے آنکھوں کے سامنے ایڑیاں رگڑ رگڑ کے مر گئے اور میں سخت جان دیکھتی رہی۔ پہلے رفیق و انصار مارے گئے پھر عزیزوں کی باری آئی یہاں تک کہ تمہارے فرزند بھی ماموں کے قدموں پر نثار ہو گئے۔ یہ سب کچھ ہو گیا لیکن میرا قدم جادۂ صبر سے باہر نہ نکلا مگر جب اٹھارہ برس کی ریاضت خاک میں مل گئی یعنی علی اکبر علیہ السلام نے برچھی کھائی اور آواز دی

يَا اَبَتَاهُ اَدْرِكْنِي

"اے پدر بزرگوار خبر لیجئے فدوی نے اپنی جان آپ پر نثار کی۔" سنتے ہی بھائی کا یہ حال ہوا کہ دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھام کے زمین پر گر پڑے اور غش کر گئے۔

فَخَرَجْنَ النِّسَاءُ نَاشِرَاتِ الشُّعُوْرِ لَاطِمَاتِ الْخُدُوْدِ

یہ سب بیبیاں سر کے بال بکھرائے منہ پر طمانچے مارتی بے تابانہ خیموں سے باہر نکل پڑیں سب کے آگے اُم لیلیٰ روتی پیٹتی قتل گاہ تک گئیں۔ اے پسرِ عم اُس وقت میرے بھی ہوش و حواس جاتے رہے تاب صبر باقی نہ رہی میں بھی مضطرب ہو کر اس طرح باہر نکل پڑی کہ سر پر چادر کا بھی ہوش نہ رہا۔ گوشۂ رداز مین پر لٹکتا جاتا تھا میں بار بار اُلجھ اُلجھ کر گر پڑتی تھی اور پھر سنبھل کے آگے بڑھتی تھی۔ یہاں تک کہ مقتل میں پہنچی اور وہ حال دیکھا کہ خدا کسی پالنے والی کو فرزند جوان کا یہ حال نہ دکھلائے۔ وہ شیر زخموں سے چور دونوں ہاتھ سینہ پر رکھے پاؤں پھیلائے جلتی خاک پر پڑا تھا۔ تمام بدن سے خون بہہ کے ریگِ صحرا میں پیوست ہوتا جاتا تھا۔ دیکھتے ہی میں لپٹ گئی اور بے تاب ہو ہو کے رونا شروع کیا۔ اسی عرصہ میں بھائی گرتے پڑتے قریب پہنچے فرزند نامراد کے منہ پر منہ رکھ کے کہنے لگے:

يَا بُنَيَّ عَلَى الدُّنْيَا بَعْدَكَ الْعَفَا

"ہائے بیٹا ہائے علی اکبر علیہ السلام تمہارے بعد اس دنیا اور زندگانی پر خاک ہے۔"

اور چاہا لاش اُٹھا کر خیمہ میں لے چلیں

فَنَظَرَ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ بِنَظَرٍ خَفِیٍّ اِلٰی اَبِیْهِ وَ قَالَ

''اُس وقت علی اکبر علیہ السلام نے آنکھ کھول کے باپ کی طرف نگاہ کی ساتھ ہی اُس نے مجھے اور امِّ لیلیٰ کو سر برہنہ روتے دیکھا'' قربان علی اکبر علیہ السلام مرتے دم بھی یہ غیرت تھی بولنے کی طاقت تو کہاں تھی اشاروں میں باپ سے کہنے لگے میری لاش کو جب چاہے اُٹھایئے گا۔ اس وقت میری ماں پھوپھی کو جلد کسی طرح خیمہ میں لے جایئے۔ غرض میرے بھائی مجھے اور امِ لیلیٰ کو سمجھا بجھا کے ہاتھ پکڑے ہوئے خیمہ میں لائے پھر قتل گاہ میں جا کے جوان بیٹے کا لاشہ بھی اُٹھا لائے اور چاہا کہ زمین گرم پر لٹائیں اُس گھڑی میں نے کہا ذرا ٹھہر جایئے اپنی چادر زمین پر بچھالوں تب لٹایئے گا۔ اب ابن عم اس وقت تو میں نے اپنی چادر بچھائی مگر تھوڑی دیر کے بعد جب میرا بھائی ماں جایا زخموں میں چور ہو کے پشتِ زین سے زمین پر آیا۔ اُس وقت مجھے اتنی مہلت بھی نہ ملی کہ اپنی چادر زمین پر بچھاتی اور بھائی کو لٹاتی اہل فوج کی کثرت سے قریب جانا بھی ممکن نہ ہوا دور سے میں بھائی کو دیکھتی رہی اور بھائی مجھے دیکھتے رہے دیکھتے ہی دیکھتے بدن سے سر جدا ہو گیا۔

فَلَمَّا سَمِعَ بَعْلُهَا بَکٰی بُکَآءً شَدِیْدًا وَ غُشِیَ عَلَیْهِ

''حضرت عبداللہؑ نے یہاں تک سُنا تھا کہ بے چین ہو گئے شدت سے رونے لگے اور روتے روتے غش کر گئے۔'' مومنین! فقط عبداللہؑ نے اتنا حال سُنا تھا اُس پر یہ صدمہ ہوا حالانکہ جناب زینب علیہا السلام نے اپنی در بدری برہنہ سری بازاروں میں رسن بستہ پھرنا' درباروں میں جانا بیان نہ کیا تھا' اگر یہ کہتیں کہ مجھے ہاتھوں میں رسی باندھ کے کوچہ ہائے شام میں بلوائے عام میں کنیزیاں ترک و روم کی طرح شتر بے کجاوہ پر پھرایا تماشائیوں کی یہ کثرت تھی کہ اونٹ کے قدم نہ اُٹھ سکتے تھے۔ اُس وقت یقین تھا کہ شدتِ قلق سے تڑپ کر ہلاک ہو جاتے۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

مجلس نمبر 112

- آیت واحادیث اس بیان میں کہ حق تعالیٰ روزِ قیامت اتنے گنہگاروں کو بخشے گا کہ جنابِ رسالت مآبؐ راضی ہو جائیں گے۔
- حال مومن وقتِ دفن اور کیفیت مومن کی قبر میں۔
- حق تعالیٰ کی مومن پر قیامت میں نوازش۔
- روایت تین بزرگواروں کی جنہوں نے تاحیات زینت وراحت کی طرف التفات نہ کی۔
- وفات جناب ربابؑ۔

مجلس نمبر 112

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ۝

حدیث اس بیان میں کہ حق تعالیٰ روز قیامت اتنے گنہگاروں کو بخشے گا کہ جناب رسالت مآبؐ راضی ہوجائیں گے:-

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۃ الضحیٰ میں ارشاد فرماتا ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرا خالق تجھ کو اس قدر نعمتیں عطا فرمائے گا کہ تو راضی وخوشنود ہوگا۔'' عبداللہ بن عمر کہتا ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیہ

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

تلاوت فرمایا جو خبر دیتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ترحم کی اُمت کے حال پر یعنی آپ نے فرمایا بارالٰہی میری اُمت میں سے جس نے میری متابعت واطاعت کی وہ تو مجھ سے ہے اور جس نے میری مخالفت ونافرمانی کی پس تو بخشنے والا اور مہربان ہے۔ پس اُس کے بعد محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۝ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

جس آیت سے جناب عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی اُمت گنہگار پر ترحم ظاہر ہوتا ہے یعنی آپ نے عرض کی پروردگار اگر عذاب کرے تو اپنے بندوں پر از راہ عدل کے پس وہ

تیرے ہی بندے ہیں اور اگر از راہ تفضل گناہوں سے اُن کے درگذرے اور بخش دے پس تو رب العزت اور صاحب حکمت ہے۔ اس کے بعد پیغمبر خدا ﷺ نے دست دعا بلند کیا اور عرض کی:

رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ

خداوندا میری اُمت پر رحم فرما فوراً جبرائیل علیہ السلام بحکم خداوند جلیل نازل ہوئے اور عرض کی اے حبیبؐ خدا حق سبحانہ وتعالیٰ بعد سلام فرماتا ہے کہ تمہارا درجہ ومرتبہ اور قرب ہماری بارگاہ میں سب پیغمبروں علیہ السلام سے زیادہ ہے۔ اپنی اُمت کا غم کیوں کھاتے ہو حضرت نے فرمایا چونکہ میری اُمت میں بہت لوگ گنہگار و عاصی ہیں اس لئے ان کے غم میں ہمیشہ محزون و مغموم رہتا ہوں۔ اُس وقت جبرائیل علیہ السلام یہ آیہ لائے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

''یعنی اے میرے رسول ﷺ کچھ اندیشہ و غم نہ کرو تمہاری امت سے اس قدر لوگوں کو بخشوں گا کہ جس میں تم راضی وخوشنود ہو جاؤ گے۔'' اُس وقت حضرتؐ نے خوشحال و بشاش ہو کے فرمایا:

اِذًا لَا اَرْضٰى وَ وَاحِدٌ مِنْ اُمَّتِىْ فِى النَّارِ

''اے جبرائیل علیہ السلام اگر حق تعالیٰ کی میرے حال پر یہ عنایت ہے تو جس وقت تک ایک شخص بھی میری اُمت سے جہنم میں رہے گا میں راضی نہ ہوں گا۔'' اس کے بعد صاحب تفسیر منہج الصادقین لکھتے ہیں کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا روز قیامت حق سبحانہ وتعالیٰ اس قدر لوگوں کے حق میں میری شفاعت قبول کرے گا کہ میں عرض کروں گا:

حَسْبِىْ حَسْبِىْ رَضِيْتُ

''یعنی اے پروردگار کافی ہے مجھے اور میں راضی وخوشنود ہوا۔'' اور

دوسری حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب رسول خداﷺ جب یہ کلمہ فرمائیں گے اُس وقت حق تعالیٰ آپ کو اُس گروہ تک پہنچائے گا جو آتش جہنم میں معذب ہوں گے اور وہ لوگ حضرت کو دیکھتے ہی فریاد کریں گے بار خدایا تیرے رسولﷺ کی شفاعت کا اثر ہم لوگوں تک نہیں پہنچا ہے۔ اب مومنین حق تعالیٰ کی وسعت رحمت کو خیال کریں کہ اپنے بندوں پر کس قدر مہربان ہے ان لوگوں کا استغاثہ سُن کر ارشاد فرمائے گا اے میرے بندے اگر میرے حبیبﷺ کی شفاعت تم تک نہیں پہنچی تو کیا ہوا میری رحمت تو وسیع اور ہر شخص پر پہنچنے والی ہے پس ملائکہ کو حکم فرمائے گا اہل توحید سے جتنے لوگ ہوں سب کو دوزخ سے نکال کر بہشت میں داخل کرو۔ سبحان اللہ کیا خدا کی رحمت اور پیغمبرﷺ کی شفاعت اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی حمایت ہے کہ کوئی مومن دنیا یا آخرت میں ہو مبتلائے شدائد نہ رہے گا دنیا سے جانے کے وقت پہلے سختی موت کی ہے کہ انہیں ہادیوں کے وسیلہ سے آسان ہو جاتی ہے خود وہ حضرات تشریف لاتے ہیں اور مومن کے لئے تکلیف جان کنی کو سہل کر دیتے ہیں بلکہ مومن کیا کافر کے بھی وقت مرگ آپ آتے ہیں جیسا کسی نے نظم کیا ہے۔

یَا حَارَ هَمْدَانٍ مَنْ يَمُتْ يَرَنِي

مِنْ مُؤْمِنٍ أَوْ مُنَافِقٍ قُبُلًا

سید الوصیین جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا اے حارث ہمدانی جو بندہ مرتا ہے مومن ہو خواہ منافق وقت مرگ مجھ کو ضرور دیکھتا ہے اور جناب امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اہلبیت علیہم السلام کا کوئی دوست یا دشمن نہیں مرتا ہے مگر یہ کہ اُس کی موت کے وقت جناب رسول خداﷺ و علی مرتضیٰ علیہ السلام اور حسنین علیہما السلام تشریف لاتے ہیں مومن کو جنت النعیم کی بشارت دیتے ہیں اور منافق کو عذاب خدا سے ڈراتے ہیں۔

حال مومن بعد دفن :۔

بروایت مجالس المتقین حدیث میں وارد ہوا ہے جب مومن انتقال کرتا ہے اور

اُس کا بدن ضعیف ونحیف جو صعوبات وصدمات موت اُٹھا کے لحد تنگ وقبر تاریک میں رکھا گیا ہے خاک سے چھپا دیا جاتا ہے اور وہ بندہ زیر خاک تنہا و بے کس رہ جاتا ہے۔ اُس وقت رب العزت کے حکم سے قبر مشبک ہو جاتی ہے اس طرح کہ وہ مومن دیکھتا ہے جو لوگ مشایعت جنازہ کو آئے تھے اُس کو تنہا چھوڑے چلے جاتے ہیں۔ پس مایوس ہو کے عالم بے کسی میں سر خاک پر رکھ دیتا ہے اور سب اہل وعیال و اقارب و احباب کی طرف سے دل افسردہ و مایوس ہو جاتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب یہ رباعی کہی ہے:

انسان جو سوئے ملک عدم جاتے ہیں
تا قبر سب احباب بہم جاتے ہیں
جب دفن کیا وداع کرنا کیسا
یہ بھی نہیں کہتے ہیں کہ ہم جاتے ہیں

الغرض اُس عالم غربت و بے کسی میں جناب اقدس الٰہی اُس بندہ کی جانب نظر مرحمت کر کے ملائکہ سے فرماتا ہے دیکھو میرے بندہ کو کہ سب عزیز و اقارب سے قطع اُمید کر کے کس طرح خاک لحد میں تنہا پڑا ہے۔ اے ملائکہ قسم ہے مجھ کو اپنے عزت و جاہ وجلال کی کہ میں اُس کے حال پر اس کی ماں سے زیادہ مہربانی کروں گا۔ یہ عنایت باری دیکھ کے جبرائیل علیہ السلام عرض کرتے ہیں بار الٰہی اگر حکم ہو تو اپنی عبادت گاہ کو چھوڑ کے اس کی خدمت گذاری کو جاؤں۔ خطاب ہوتا ہے جبرائیل (علیہ السلام) مجھے تیری احتیاج نہیں تو اپنے سجادہ پر میری عبادت میں مصروف رہ کہ اس وقت اس بندہ کا سوائے میرے اور کوئی شفیع نہیں ہے۔ اس کے بعد میکائیل (علیہ السلام) بہ تضرع استدعا کرتے ہیں خداوندا اگر مجھے اجازت ہو تو میں اس غریب کا مونس ہوں۔ وہی جواب ملتا ہے۔ پھر اسرافیلؑ مستدعی ہوتے ہیں اور وہی جواب پاتے ہیں۔ آخر میں رضوان خازن بہشت عرض کرتا ہے بار خدا اگر اذن ہو تو ایک دروازہ بہشت کا اس کی قبر میں کھول دوں اور ریاحین جنت اور عطریات بہشت اس کی لحد میں چھڑک دوں۔ ارشاد ہوتا ہے اے ملائکہ یہ بندہ جب تک زندہ رہا اُنس اس کا سوا

میرے اور کسی سے نہ تھا۔ تم سب اپنے مقاموں پر رہو کہ میں خود اس کا تا قیامت مونس رہوں گا اسی طرف صحیفہ سجادیہ میں اشارہ ہے

يَا اُنِسَ كُلِّ مُسْتَوْحِشٍ

کیفیت مومن در قبر:۔

تفسیر منہج الصادقین میں یہ حدیث منقول ہے کہ جب بندۂ مومن کو قبر میں رکھ کے اُوپر سے مٹی ڈال دیتے ہیں اور عزیز و اقربا اور دوست و احباب اُس کو لحد تنگ و تاریک میں تنہا چھوڑ کے چلے جاتے ہیں اُس وقت حق سبحانہ و تعالیٰ از راہ بندہ نوازی کمال لطف و شفقت سے خطاب فرماتا ہے:

عَبْدِیْ بَقِیْتَ فَرِیْدًا وَحِیْدًا

"اے میرے بندہ تو اپنے عزیز و احباب سے جُدا ہو گیا اور وہ رفیق و دوست تیرے جن کے لئے معصیت کا مرتکب ہوتا تھا اور جن کی خوشنودی کو میری رضا پر مقدم کرتا تھا اس وقت تجھ کو کنج لحد میں تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔"

فَاَنَا اَرْحَمُكَ الْيَوْمَ رَحْمَةً تَتَعَجَّبُ الْخَلَائِقُ مِنْهَا

پس اے بندہ میرے سب بندوں نے تو رشتہ محبت تجھ سے قطع کیا لیکن میں اپنی رحمت سے تجھے محروم نہ رکھوں گا اور ایسی نوازش تیرے حال پر کروں گا کہ خلائق اُس سے تعجب کرے گی۔ پس ملائکہ سے ارشاد کرتا ہے اے فرشتو یہ غریب بے کس و بے یار اپنے وطن سے دیار سے جُدا اور جلیس و انیس سے علیحدہ ہو کے اس کنج لحد میں میرا مہمان ہوا ہے۔ تم سے جہاں تک ہو سکے اس کے ساتھ کرم و احسان سے پیش آؤ اور اس کی قبر کو وسیع و منور کر کے ایک دروازہ بہشت کا کھول دو اور انواع و اقسام کے گل و ریاحین اور میوے اس کے سامنے حاضر کرو۔ ان سب خدمات کے بعد میرے بندہ کو مجھ پر چھوڑ دو کہ میں خود قیامت تک مونس و ہم نشین رہوں گا۔ حضرات! یہ اُس رحمت کا ذکر کیا گیا جو حق تعالیٰ قبر میں

مومنوں کے حال پر مبذول فرماتا ہے۔ اب شمہ اُس نوازش کا بیان کرتا ہوں جو قیامت میں اپنے بندگان عاصی کے ساتھ کرے گا۔

نوازش حق تعالیٰ ہر مومن بروزِ قیامت:۔

شفیع روز جزا جناب رسول خدا ﷺ سے منقول ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی میدان حشر میں ایک شخص کو حاضر کریں گے۔ بارگاہ ارحم الراحمین سے حکم ہوگا کہ ایک قبہ نصب کر کے میرے بندہ کو اُس میں بٹھاؤ بعد اس کے حق سبحانہ وتعالیٰ اُس سے خطاب کرے گا اے میرے بندہ تو نے میری نعمتوں کو اپنی معصیت کا سرمایہ گردانا اور جس قدر میں نے تجھ پر اپنی نعمت زیادہ کی اُسی قدر تو نے عصیان و سرکشی میں زیادتی کی۔ وہ گنہگار کمال شرمندگی سے سر جھکا لے گا۔ پھر خطاب ہوگا اے میرے بندے گردن کیوں جھکا لی سر کو بلند کر جس گھڑی تو نے میری معصیت و نافرمانی کی تھی اُسی ساعت میں نے تجھے بخشا تھا اور قلم عفو اُس جرم پر کھینچ دیا تھا۔ اس کے بعد دوسرے بندہ کو لائیں گے اور جناب باری اُسی طرح کے عتاب و خطاب سے سرزنش کرے گا۔ یہ خطا کار شدت خجالت سے رونے لگے گا۔ خداوند عالم ارشاد فرمائے گا اے میرے بندہ جن ایام میں تو گناہ کرتا تھا اور ہنستا تھا میں نے تجھ کو شرمندہ نہ کیا۔ آج کے روز کہ تو معصیت نہیں کرتا ہے اور روتا ہے کیونکر تجھ کو رُسوا و مبتلا عذاب کروں گا' جا تیرے گناہوں کو بخش دیا اور دخول بہشت کی اجازت دی۔

تمہید:۔

حضرات! یہ فضائل جو آپ نے سُنے مومن کیلئے ہیں۔ اب جاننا ہے کہ مومن وہ لوگ ہیں جو خدا اور رسول ﷺ کی تصدیق جان و دل سے کرتے ہیں اور یہ تصدیق بھی ناتمام ہے جب تک ائمہ ہدیٰ علیہ السلام کی دوستی اور محبت نہ ہو اور محبت کی علامت یہ ہے کہ اُن کی خوشی اور سرور پر مبتہج و مسرور اور رنج و مصیبت پر محزون و رنجور ہوں۔ پس روئیے اُس امام مظلوم علیہ السلام کی مصیبت پر جس کی شہادت کی وجہ سے ساری خوشیاں خاندان رسالت ﷺ

سے اُٹھ گئیں اور جس کے اہلبیت علیہم السلام تمام عمر ماتم داری اور سوگواری میں رہے۔ منقول ہے بعد سانحہ کربلا محلہ بنی ہاشم میں کسی عورت نے کسی طرح کی کبھی زینت نہ کی' بالوں میں تیل' آنکھوں میں سرمہ نہ دیا۔ ہاتھوں میں پاؤں میں مہندی نہ لگائی جب تک عبید اللہ بن زیاد کا سر مدینہ میں نہ آیا۔ مگر تین بزرگواروں نے اُس وقت بھی بلکہ جب تک زندہ رہے زیب زینت کیسی کبھی راحت و آرام کی طرف متوجہ نہ ہوئے مرتے دم تک روتے روتے بسر ہوئی۔ ایک وہ بہن جس نے اپنے بھائی کو آنکھوں کے سامنے ذبح ہوتے دیکھا' بعد بھائی کے بے وارث کی آفت' دربار کی مصیبت' قید کی اذیت اُٹھائی یعنی جناب زینب علیہا السلام کہ زندگی بھر کبھی کسی کے یہاں خانہ شادی میں بھی نہ گئیں۔ کسی سے ملاقات بھی نہ کی ہر گھڑی رونے سے کام تھا یہاں تک کہ دنیا سے گذر گئیں۔ دوسرے وہ بیمار و ناتواں جو تپ کی شدت اور ضعف کی کثرت میں دوہری بیڑیاں پہنے کربلا سے شام تک پیادہ پا گیا۔ دربار یزید میں چند زنانِ بے وارث اور یتیمانِ خرد سال کو سر برہنہ رسن بستہ ساتھ لئے چار گھڑی تک گنہگاروں کی طرح کھڑا رہا یعنی امام زین العابدینؑ کہ جس نے اپنے پدر بزرگوار کا فرق بریدہ طشت میں پیش یزید دیکھا تھا تا زندگی کبھی کلہ گوسفند نوش نہ فرمایا بلکہ اگر کبھی کلہ گوسفند دیکھ لیتے تھے تو اس قدر روتے تھے کہ روتے روتے غش کر جاتے تھے۔ لکھا ہے جب وہ حضرت بازار قصاب سے گذرتے تھے تو قصاب کلہ ہائے گوسفند پر کپڑے ڈال دیتے تھے اور چھپا دیتے تھے کہ ایسا نہ ہو وہ جناب دیکھ لیں۔ غرض چالیس برس اس طرح زندگی بسر کی کہ ہر وقت روتے رہے روتے ہی روتے رحلت فرمائی۔ تیسری وہ مظلومہ آفت رسیدہ جس کی گود سے کربلا میں چھ مہینہ کا بچہ جدا ہو گیا۔ زندان شام میں جس کی چار برس کی بچی یتیمی کا صدمہ قید کی مصیبت اُٹھاتے اُٹھاتے دنیا سے گذر گئی یعنی جناب ربابؑ کہ مرتے دم تک سوائے رونے کے کچھ کام نہ تھا خواب و خور حرام ہو گیا تھا۔ روایت میں آیا ہے جب سے امام حسین علیہ السلام کا سایہ ربابؑ کے سر سے اُٹھ گیا اور اپنے آقا کی لاش بے سر کو عریاں خاک و خون میں غلطاں کربلا کی جلتی ریت پر دھوپ میں دیکھا اُس وقت سے جب تک زندہ رہیں

دنوں کو راتوں کو دُھوپ میں شبنم میں بسر کی کبھی سایہ میں نہ بیٹھیں۔ ایک دن ابر چاروں طرف سے گھر آیا پانی برسنے لگا اور آپ اُسی طرح صحن خانہ میں رو رہی تھیں جناب زینب علیہا السلام سے دیکھا نہ گیا قریب آ بیٹھیں اور بانہیں گلے میں ڈال کے کہنے لگیں اب تو گھر میں چلو کہ پانی برس رہا ہے۔ حضرات! تمام اہلبیت علیہم السلام میں جناب زینب علیہا السلام نے جو آپ کے گھر میں چلنے کے واسطے کہا اس کی کیا وجہ تھی؟ ظاہراً یہ سبب تھا کہ امام حسین علیہ السلام سب سے زیادہ جناب زینب علیہا السلام کو عزیز رکھتے تھے اور اُن کا کہنا مانتے تھے۔ حضرت زینب علیہا السلام سمجھیں کہ جناب ربابؑ اور کسی کا کہنا تو کاہے کو مانے گی شاید میرے کہنے کو قبول کر لیں۔ اب میں کہتا ہوں جناب ربابؑ کیونکر دُخترِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہنے کو ٹالیں انکار صریح تو کر نہ سکیں مگر عجب طرح کا کلمہ جواب میں عرض کیا:

اَتُنسیٰ حُسَیْنًا لِلسِّھَامِ سَرْمِیَةً
وَ عَلَیْهِ خُیُوْلُ الظّالِمِیْنَ تَجُوْلُ

"مجھے آپ اِس وقت بارش آب سے بچاتی ہیں کیا وہ وقت یاد نہیں کہ میرے آقا پر کربلا کے میدان میں چاروں طرف سے تیروں کا مینہ برستا تھا اور بعد شہادت وہ جسم بے سر جو سراپا تیروں سے مشبک تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہوتا تھا اور کوئی بچانے والا نہ تھا۔" یہ کہتے کہتے ایسا صدمہ دل پر پہنچا کہ تاب نہ لاسکیں اُسی مقام پر بے ہوش ہو کے گر پڑیں۔ جناب زینب علیہا السلام نے جو چاہا کہ بازو پکڑ کے اُٹھائیں دیکھا کہ وہ غمدیدہ سب اہلبیت علیہم السلام کو چھوڑ کے تنہا بہشت میں اپنے آقا کے پاس پہنچ گئیں ہیں۔ اُس وقت عترت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عجب طرح کا کہرام برپا ہوا گویا معرکہ کربلا تازہ ہوا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

مجلس نمبر 113

- آیت حق تعالیٰ نیکوکاروں کو اپنی راہ دکھاتا ہے۔

- جناب فضہؓ کا آیاتِ قرآن میں کلام کرنا۔

- وفات جناب زینب سلام اللہ علیہا۔

مجلس نمبر 113

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ الَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَاط وَ اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝

''حق سبحانہ وتعالٰی سورۂ عنکبوت میں ارشاد فرماتا ہے وہ لوگ جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش ومحنت کی ہے البتہ اُن کو ہم اپنی راہیں دکھائیں گے اور یقیناً حق تعالٰی نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔''

قَالَ الرَّاوِیْ اِنْقَطَعْتُ فِی الْبَادِیَۃِ عَنِ الْقَافِلَۃِ

جناب فضہ کا آیات قرآنی میں کلام کرنا:-

''بحارالانوار میں منقول ہے راوی کہتا ہے میں ایک سفر میں قافلہ سے پیچھے رہ گیا تھا۔''

فَوَجَدْتُ اِمْرَاَۃً فِی الصَّحْرَآءِ

''مابین راہ ایک صحرا میں ایک عورت کو تنہا دیکھا''

فَقُلْتُ لَھَا مَنْ اَنْتِ

''میں نے اُس سے پوچھا اے نیک بخت تو کون ہے؟'' اُس نے جواب میں یہ آیت قرآنی پڑھی:

وَ قُلْ سَلَامٌ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ

''یعنی کہہ تو سلام پس عنقریب وہ لوگ جانیں گے۔'' میں سمجھا اس آیت کے

پڑھنے سے اس عورت کا یہ مطلب ہے کہ پہلے انسان کو مناسب ہے سلام کرے اُس کے بعد مستفسر حال ہو۔ پس میں نے سلام کر کے پوچھا اے نیک نہاد تو اس صحرا میں تنہا کیا کرتی ہے اور پیادہ پا قافلہ تک کیونکر پہنچے گی؟ اُس نے یہ آیت پڑھی:

وَمَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ

''یعنی جس کا خدا راہ نما ہوتا ہے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔'' پس میں نے کہا اے عورت تو فرقہ انسان سے ہے یا قوم جن سے؟ اُس نے یہ آیت پڑھی:

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ

''اے بنی آدم اپنی زینت کرو۔'' میں سمجھا کہ یہ کہتی ہے میں قوم جن سے نہیں بلکہ بنی آدمؑ سے ہوں۔ میں نے پوچھا اے ضعیفہ تو کہاں سے آئی ہے اُس نے یہ آیت پڑھی:

یُنَادَوْنَ مِنْ مَّکَانٍۭ بَعِیْدٍ

''پکارے جاتے ہیں دُور سے۔'' یعنی میرا دُور سے آنا ہوا ہے۔ میں نے کہا کہاں جانے کا ارادہ رکھتی ہو؟ اُس نے یہ آیت پڑھی:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ

''اور خدا کا حق ہے آدمیوں پر حج خانہ کعبہ کا۔'' یعنی خانہ کعبہ کا قصد رکھتی ہوں حج کو جاتی ہوں۔ میں نے پوچھا کتنے دن ہوئے کہ تم نے سفر کیا ہے؟ اُس نے یہ آیت پڑھی:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ

''اور بے شک ہم نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ اُنؑ کے درمیان ہے چھ روز میں۔ اس سے معلوم ہوا کہ چھ دن ہوئے ہیں کہ اُس نے سفر کیا ہے۔ اس کے بعد میں نے پوچھا اے نیک نہاد تو نے کچھ کھایا بھی ہے یا نہیں؟ اُس نے کہا:

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا یَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ

''اور ہم نے پیغمبروں کا بدن ایسا نہیں خلق کیا ہے کہ کھانا نہ کھائیں۔'' میں سمجھا یہ

عورت بھوکی ہے اور خواہش طعام رکھتی ہے میرے پاس جو کچھ قسم طعام سے موجود تھا اُس کے سامنے رکھ دیا۔ اُس نے کچھ کھا کے ہاتھ کھینچا میں نے کہا اے ضعیفہ خوب سیر ہو کے کھا لے اُس نے یہ آیت پڑھی:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا

''حق سبحانہ تعالیٰ نہیں تکلیف دیتا ہے کسی کو مگر موافق اُس کی طاقت کے۔'' یعنی تکلیف بقدر طاقت ہے زیادہ اصرار نہ کر۔ میں نے کہا پیادہ پا کہاں تک جائے گی میرے مرکب پر میرے ساتھ سوار ہو لے۔ اُس نے یہ آیت پڑھی:

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا

''اگر ہوتے درمیان آسمان و زمین کے کئی معبود سوا خدا کے تو ہر آئنہ آسمان و زمین تباہ و برباد ہو جاتے۔'' میں سمجھا وہ کہتی ہے ایک مرکب پر عورت مرد کا ساتھ ہوار ہونا موجب عیب و فساد ہے۔ پس میں گھوڑے سے اُتر پڑا اور اُس سے کہا تو سوار ہو لے۔ اُس وقت اُس نے یہ آیت پڑھی:

سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا

''یعنی پاک ہے وہ خدا جس نے ہمارے لئے اس مرکب کو مسخر کیا۔'' غرض میں پیادہ چلتا تھا اور اُس ضعیفہ کو گھوڑے پر بٹھا لیا تھا یہاں تک کہ قافلہ سے مل گئے۔ اُس وقت میں نے اُس عورت سے پوچھا اس قافلہ میں کوئی تیرا وارث یا رفیق بھی ہے؟ اُس نے قرآن سے یہ چار جملے پڑھے:

يَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْاَرْضِ ○

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ○

يَا يَحْيٰى خُذِ الْكِتَابَ ○

يَا مُوسٰى اِنِّيْ اَنَا اللّٰهُ ○

میں سمجھ گیا کہ اس کے چار وارث ہیں جن کے نام داؤد و محمد و یحییٰ اور موسیٰ ہیں۔ پس انہیں ناموں سے اُس ضعیفہ نے قافلہ میں پکارا ناگاہ چار جوان اُس کی طرف متوجہ ہوئے۔ میں نے پوچھا یہ چاروں تیرے کون ہیں اُس نے یہ آیہ پڑھا:

اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا

''مال اور اولاد دنیا کی رونق ہے۔'' اس سے کنایہ یہ تھا کہ یہ میرے چاروں بیٹے ہیں۔ غرض جب وہ چاروں جوان اس کے پاس حاضر ہوئے اس نے یہ آیت پڑھی:

یَا اَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ ○

''اے پدر اپنی مزدوری میں رکھ اس کو تحقیق کہ بہتر مزدور جس کو تو رکھنا چاہے وہ ہے جو قوی و امانت دار ہو۔'' یعنی اشارا کیا اس کا کہ یہ شخص مجھے سوار کر کے لایا ہے اسے کچھ مزدوری و اجرت دینی چاہیے۔ اُن نوجوانوں نے مجھے بہت کچھ دیا وہ ضعیفہ پھر اُن کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے:

وَ اللّٰهُ یُضَاعِفُ مَنْ یَّشَآءُ

''خدا جسے چاہتا ہے دو چند دیتا ہے۔'' یعنی تم بھی اسے دو چند دو اُنہوں نے پہلے سے بھی زیادہ مجھے دیا۔ اُس وقت میں نے اُن سے پوچھا اے جوانو یہ خاتون کس قوم و قبیلہ سے ہے کہ ایسی بی بی باعفت و حافظ کلام خدا اور حاضر جواب میں نے آج تک نہیں دیکھی۔ اُنہوں نے کہا:

هٰذِهٖ اُمُّنَا فِضَّةُ جَارِیَةُ الزَّهْرَآءِ علیہا السلام

''یہ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کی کنیز اور ہماری والدہ فضہؓ ہیں۔

مَا تَكَلَّمَتْ مُنْذُ عِشْرِیْنَ سَنَةً اِلَّا بِالْقُرْاٰنِ

تمہید:۔

''اور اے شخص بیس برس سے انہوں نے کوئی بات نہیں کی ہے الّا ساتھ آیات قرآن مجید کے۔ حضرات جناب فضہؑ کے مراتب سے تو آپ لوگ خوب واقف ہیں۔ یہ وہ بی بی تھیں کہ جب انہوں نے جناب رسول خداﷺ کی دعوت کی تھی تو ان کی دعا سے مائدہ یعنی بہشت کا کھانا آسمان سے اُترا تھا اور یہ اس مرتبہ اور درجہ کی خاتون تھیں کہ جن پر امام حسین علیہ السلام نے وداع کے وقت سلام بھیجا ہے اور انہوں نے مدتوں پنج تن پاک علیہم السلام اور اہلبیت علیہم السلام کی خدمت کی ہے۔ ایک دفعہ بعد شہادت امام حسین علیہ السلام اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ قید ہو کر شام تک گئیں دوسری مرتبہ پھر امام زین العابدین علیہ السلام اور جناب زینب علیہا السلام کے ہمراہ شام کی طرف جاتی تھیں کہ اثنائے راہ میں جناب زینب علیہا السلام نے انتقال فرمایا۔

وفات جناب زینبؑ:۔

صاحب لسان الواعظین لکھتے ہیں کہ واقعہ کربلا کے چند سال کے بعد مروان حکم نے یزید کو لکھا ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ علیؑ بن الحسین علیہ السلام فوج جمع کر کے عنقریب تجھ سے اپنے باپ بھائیوں کے خون کا بدلا لیں گے اور اپنی ماں بہنوں کی طرح تیرے ناموس کو بھی دربدر پھرائیں گے۔ پس بروایت یزید نے مسلم بن عقبہ کو لشکر گراں کا سردار کر کے امام زین العابدین علیہ السلام کی گرفتاری کے واسطے مدینہ روانہ کیا۔ اُس شقی نے جا کر اس قدر کشت وخون کیا کہ مدینہ کے کوچوں میں خون کا دریا بہنے لگا اور ایک روایت میں ہے کہ یزید نے افسران فوج کو جمع کر کے کہا تم میں کون ایسا ہے کہ پھر اہلبیت علیہم السلام رسول ﷺ کو مقید کر کے میرے دربار میں لائے۔ کسی نے کچھ جواب نہ دیا مگر شمر ملعون کہنے لگا اگر چالیس ہزار سوار آزمودہ کار میرے ساتھ ہوں تو البتہ میں اس مہم کو سر کر سکتا ہوں۔ غرض شمر مع چالیس ہزار سوار کے داخل مدینہ ہوا اور بیمار کربلا علیہ السلام سے کہنے لگا یزید کا حکم ہے کہ پھر آپ کو طوق وزنجیر میں گرفتار کر کے مع اہلبیت اطہار علیہم السلام شام میں پہنچاؤں۔ جناب زینب علیہا السلام نے جو یہ حال سُنا

بازار شام میں بلوائے عام میں سر برہنہ پھرنا یاد آ گیا نہایت مضطر ہوئیں۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے عرض کی پریشان نہ ہوئے انشاء اللہ آپ دوبارہ شام تک نہ جائیں گی۔ یہ کہہ کے خود روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گئے اور عرض کی یا جدا ابھی تک یزید ہماری ایذا رسانی سے باز نہیں آیا دیکھیے پھر اشقیا ہمیں آپ کے روضہ سے چھڑاتے ہیں اور طوق و زنجیر میں گرفتار کر کے لئے جاتے ہیں۔ غرض آپ مرقد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رخصت ہو کے مع اہلبیت علیہم السلام شام کی طرف روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں جناب زینب علیہا السلام کو تپ آ گئی جب تھوڑی دور شام باقی رہ گیا عارضہ نے شدت کی غش پر غش آنے لگے۔ بیمار کربلا علیہ السلام نے مصلحتاً توقف کیا اور شمر وہیں اسیروں کو مع لشکر چھوڑ کے خود شام میں گرفتاری اہلبیت علیہم السلام کو جمع کر کے وداع کیا اور وصیّت بہ صبر فرمائی اور بعض مقاتل میں مرقوم ہے کہ جناب زینب علیہا السلام نے فرمایا اس شب میں نے اپنے بھائی حسین علیہ السلام کو خواب میں دیکھا ہے کہ وہ جناب سر جھکائے خاک پر بیٹھے ہیں اور میری طرف نہ دیکھتے ہیں نہ بات کرتے ہیں۔ میں حیران ہوئی کہ مجھ سے کیا خطا ہوئی جو حضرت میری طرف متوجہ نہیں ہوتے بے تاب ہو کے عرض کی اے بھائی آپ کیوں خفا ہیں میری طرف دیکھتے بھی نہیں میں نے تو آپ کے بعد سکینہ علیہا السلام و رقیہ علیہا السلام کی پرستاری میں کبھی کوتاہی نہ کی خود برابر اعداء کے ظلم اُٹھاتی رہی مگر حتیٰ الامکان آپ کے اطفال سے غافل نہ ہوئی۔ یہ سُن کر حضرت کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوئے اور فرمایا اے بہن میں تم سے آزردہ نہیں بلکہ شرمندہ ہوں کیسے آنکھیں چار کروں میں نے تمہیں دشمنوں میں اکیلا چھوڑ دیا اور تم نے میری وجہ سے بڑی بڑی مصیبتیں اُٹھائیں۔ بازار شام میں بلوائے عام میں پھرائی گئیں قید خانہ میں رہیں اب بھی میرے ہی فرزند کی محبت میں سفر کی صعوبتیں بیماری کی اذیتیں اُٹھاتی یہاں تک نظر بند ہو کر آئی ہو ناگاہ پہلو سے میری ماں فاطمہ زہرا علیہا السلام کی آواز آئی اے زینب علیہا السلام نہ گھبرا سختیوں کے دن گذر گئے آج کی رات تو میرے پاس ہوگی۔ غرض جناب زینب علیہا السلام نے ام کلثوم علیہا السلام سے فرمایا اے بہن جب میں دنیا سے گذر جاؤں تو اس وقت میری آنکھیں بند کر دینا اور

گوشۂ چادر سے سر میرا چھپا کر قبلہ کی جانب پاؤں پھیلا دینا اور اے ام کلثوم علیہا السلام جس طرح میں اپنے بھائی کے بچوں کی خدمت گذاری کرتی رہی تم بھی اطفال حسین علیہ السلام سے غافل نہ ہونا اور جب بھائی حسین علیہ السلام کی مجلس برپا کرنا تو زینب علیہا السلام کو بھی یاد کر لینا۔ اس کے بعد جناب زینب علیہا السلام نے سب سے فرمایا اس وقت مجھے اکیلا چھوڑ دو کہ اپنی ماں کی طرح وقت آخر خدا سے کچھ راز و نیاز کی باتیں کر لوں۔ جناب ام کلثوم علیہا السلام فرماتی ہیں حسب وصیت میں نے اپنی بہن کو تنہا ایک خیمہ میں چھوڑ دیا اور بیرون در ایک کنیز کو بٹھا دیا۔ وہ کنیز کہتی ہے کہ میں نے سُنا کہ نزع کے وقت میری بی بی دعا کرتی ہیں بار الٰہی زینب علیہا السلام کو اسیری کی تاب نہیں اور اس سے زیادہ بھائی حسین علیہ السلام کی جُدائی کا تحمل نہیں تیری رحمت سے اُمیدوار ہوں کہ مجھے میرے آباؤ اجداد سے ملحق کر پھر کلمہ شہادتین زبان پر جاری کیا اور طائر روح گلشن جنت کو پرواز کر گیا۔ جب اہلبیت علیہم السلام کو معلوم ہوا کہ جناب زینب علیہا السلام نے قضا کی بیبیوں نے بچوں نے گریبان اپنے پھاڑ ڈالے چادریں سروں سے پھینک دیں۔

جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے روتے روتے اپنی عجیب حالت بنائی بار بار فرماتے تھے آہ آہ اپنے برادر مظلوم کے بچوں کی چاہنے والی یتیموں کی پرستاری کرنے والی دنیا سے گذر گئی۔ الغرض حضرت سجاد علیہ السلام نے اُس قریہ سے جہاں فرود تھے زنان شیعہ کو بلوایا اور اپنی پھوپھی کی تجہیز و تکفین کا سامان کیا۔ لکھا ہے جب ملبوس جناب زینب علیہا السلام کا غسل کے وقت اُتارا گیا تو بجز پوست واستخوان کچھ نظر نہ آتا تھا مگر البتہ کئی مقام پر بدن پر نیلے داغ دکھائی دیتے تھے شانوں پر گردن میں رسیوں کے نشان تھے۔ پشت پر نیزوں کے تازیانوں کے داغ معلوم ہوتے تھے۔ الغرض اہلبیت علیہم السلام نے اُسی مقام پر جناب زینب علیہا السلام کو دفن کر دیا۔ چنانچہ دو فرسخ پر شام سے آپ کا روضہ اقدس بنا ہوا ہے زوّار جاتے ہیں اور شرف زیارت سے فیض یاب ہوتے ہیں اور صاحب خلاصۃ المصائب نے جو روایت آپ کی وفات کی لکھی ہے اُس میں لکھا ہے کہ آپ راہ شام میں جس درخت تغر کی شاخ سے ملا کے جناب امام حسین علیہ السلام کا سر بریدہ رکھا گیا تھا اُسی شاخ سے جناب زینبؑ لپٹی اپنے بھائی

کے غم میں روتی تھیں۔ زہیر بن تمیم ملعون کو کہ اُس باغ کا باغبان تھا یہ معلوم ہوا کہ جناب زینب علیہا السلام خواہر امام حسین علیہ السلام درخت سے لپٹی روتی ہیں۔ اُس شقی نے پس پشت سے آ کے ایک بیلچہ اس زور سے جناب زینب علیہا السلام کی پشت مبارک پر مارا کہ وہیں آپ کی روح مطہر جنت کو پرواز کر گئی اور اُسی سرزمین پر جناب زین العابدین علیہ السلام نے اپنی پھوپھی کو دفن کیا اور وہیں سے حضرت مدینہ کو تشریف لے گئے مگر فضہؓ نے اپنی خاتون کی قبر منور سے مفارقت نہ کی اور کئی برس کے بعد انتقال کیا اور جناب زینب علیہا السلام کے پائیں پا دفن ہوئیں۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ؕ

مجلس نمبر 114

- آیت مومنین بہشت میں رہیں گے۔
- کسی مومن کے دل کو سرور کرنے کا ثواب۔
- رہائی کے بعد اہل بیتؑ کا مدینہ میں پہنچنا اور محمد حنفیہؒ کی بیمار کربلاؑ سے ملاقات ہونا۔
- جناب زینبؑ کے ہاتھوں پر نشانِ رسن پانا۔

مجلس نمبر 114

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ لَھُمْ جَنّٰتُ النَّعِیْمِ ۙ خَالِدِیْنَ فِیْھَاط

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ لقمان میں ارشاد فرماتا ہے یعنی تحقیق کہ جن لوگوں نے ایمان اختیار کیا اور اعمال صالح کئے اُنہیں کے واسطے بہشت اور نعمت ہائے بہشت مقرر ہے کہ وہ لوگ ہمیشہ اُس بہشت میں مقیم رہیں گے۔'' حضرات! اس آیہ میں جو فقرہ

وَ عَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ

کا وارد ہے اس میں کلمہ

صَالحاتِ

جمع کا صیغہ ہے ظاہر لفظ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جب بہت سے اعمال صالح بجا لائے گا اُس وقت مستحق جنت ہوگا یہ ارشاد بطور اجمال ہے تفصیل احادیث سے مستفاد ہوتی ہے کہ ایک عمل صالح کیلئے اجر وثواب بے حد وحساب مقرر کیے ہیں۔ بعض عمل صالح کا عوض جو بعض حدیث میں مذکور ہے بیان ذکر کرتا ہوں۔

قَالَ الصَّادِقُ علیہ السلام مَنْ اَدْخَلَ عَلٰی مُؤْمِنٍ سُرُوْرًا خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ ذٰلِكَ السُّرُوْرِ خَلْقًا فَیَلْقَاہُ عِنْدَ مَوْتِہٖ فَیَقُوْلُ اَبْشِرْ یَا وَلِیَّ اللّٰہِ بِکَرَامَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضْوَانٍ

ثواب ادخال سرور دل مومن ہیں:۔

صاحب جواہر الاخبار کتاب کافی سے لکھتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام علیہ السلام نے فرمایا جو شخص کسی مومن کو شاد و خرم کرتا ہے اور اُس کے قلب میں سرور پہنچاتا ہے تو حق سبحانہ و تعالیٰ اُس سرور کو ایک پاکیزہ صورت سے متشکل کرتا ہے پس وہ شکلِ زیبا اُس شخص کی موت کے وقت آ کر کہتی ہے اے ولی خدا خوش و مسرور ہو حق تعالیٰ تجھ سے راضی و خوشنود ہے۔

ثُمَّ لَا یَزَالُ مَعَہُ حَتّٰی یَدْخُلَ قَبْرَہُ فَیَقُوْلُ لَہُ مِثْلَ ذٰلِكَ

''اُس کے بعد وہ صورت برابر اُس کے ساتھ رہتی ہے یہاں تک کہ اُس شخص کی میت کو قبر میں رکھتے ہیں پس اُس عالم تنہائی اور وحشت قبر میں بھی وہ صورت اُسی طرح خدا کی کرامت و خوشنودی کی بشارت دیتی ہے۔''

فَاِذَا بُعِثَ یَلْقَاہُ فَیَقُوْلُ مِثْلَ ذٰلِكَ

جب روز قیامت وہ شخص اپنی قبر سے اُٹھے گا اور اپنے کسی عزیز و رفیق کو اپنے پاس نہ دیکھے گا نہایت مضطر و پریشان ہوگا اُس وقت پھر یہی صورت حاضر ہوگی دلاسا و تسکین دے گی اور رضائے خدا کی بشارت سُنائے گی۔

ثُمَّ لَا یَزَالُ مَعَہُ عِنْدَ کُلِّ ھَوْلٍ یُبَشِّرُہُ وَ یَقُوْلُ مِثْلَ ذٰلِكَ

''اس کے بعد ہر عالم اضطرار و ہنگام خوف میں صراط پر گذرنے کے وقت نامہ اعمال لینے کے وقت حساب دینے کے وقت برابر ساتھ رہے گی۔'' غرض کل مقامات سخت و مشکل میں اس شخص کی دلجوئی کرتی رہے گی اور تشفی و تسلی کے کلمات کہتی رہے گی یہاں تک کہ ہر آفتوں سے بچا کے اور ہر عقبات سے نجات دلا کے بہشت تک پہنچائے گی جب یہ شخص کُل ہول قیامت سے مطمئن ہو کے بہشت میں پہنچ جائے گا اور وہاں سے وہ صورت زیبا اُس سے جُدا ہونا چاہے گی۔

فَيَقُوْلُ لَهٗ مَنْ اَنْتَ

اُس وقت یہ مومن مخاطب ہو کر کہے گا اے جوان معاف کرنا ہول قیامت نے تیری احوال پُرسی کی مہلت نہ دی اب بتلا تو کون ہے اور کس احسان کے عوض میں تو نے ہر مقام خوف میں میری اعانت وامداد کی خدا تجھے جزائے خیر دے۔

فَيَقُوْلُ اَنَا السُّرُوْرُ الَّذِىْ اَدْخَلْتَهٗ عَلٰى فُلَانٍ

وہ مردخوش رُوجواب میں کہے گا اے بندہ خدا میں وہی سرور ہوں جو تو نے دار دنیا میں فلاں بندہ مومن کے قلب میں پہنچایا تھا'' کیوں حضرات! مومن کے قلب میں سرور پہنچانے کے ثواب کو تو سُنا۔

رہائی اہل بیتؑ :۔

اب خیال کیجئے جو لوگ کسی مومن کو رنج وایذ ادیتے ہوں گے اِن مقامات شدائد میں اُن کا کیا حال ہوگا اور جنھوں نے رسول خداﷺ کے دل کو دُکھایا اُن کے پارۂ جگر کو ستایا فاطمہ زہراؑ کی روح کو تکلیف دی اُن کی بہو بیٹیوں کو سر کھلے بازاروں میں پھرایا درباروں میں لے گئے زندان ستم میں قید کیا اُن ظالموں پر جو کچھ عذاب نہ ہو وہ کم ہے۔ منقول ہے جب اہلبیتؑ رسولﷺ کو زندان دمشق میں ایک مدت گذر گئی اور اہل شہر نے یزید کو طعنے دیئے اُس شقی نے نادم ہو کر اُن مصیبت زدوں کی رہائی کا حکم دیا۔ بشیر بن نعمان کالی عماریوں کو لے کر حاضر ہوا بیبیاں بچے سوار ہونے لگے۔ آہ آہ جب جناب زینبؑ کی نوبت پہنچی اپنے ناقہ کے قریب آئیں اور کچھ یاد کر کے بے ساختہ رونے لگیں پھر کربلا کی طرف مُنہ کر کے یوں فریاد کرنے لگیں۔ بھائی عباس علیہ السلام کہاں چلے گئے تم تو میری پردہ داری کا اہتمام کرتے تھے اس وقت بہن سوار ہوتی ہے اور خبر بھی نہیں لیتے۔ بیٹا علی اکبر علیہ السلام کس جنگل میں سوتے ہو پالنے والی کو کیا بھول گئے مدینہ سے جب میں چلی تھی تم نے ہاتھ پکڑ کر سوار کیا تھا اب پھوپھی پھر مدینہ جاتی ہے اور تم پوچھتے بھی نہیں ہو۔

غرض بیمار کربلا علیہ السلام آگے آگے گھوڑے پر سوار اور پیچھے پیچھے بیوہ عورتوں کا قافلہ سب کے سب روتے پیٹتے روانہ ہوئے اور کربلا میں دو ایک روز گریہ وزاری کر کے مدینہ منورہ پہنچے۔

محمد حنفیہ کی بیمار کربلاؑ سے ملاقات کا ہونا:-

کتاب مہیج الاحزان میں منقول ہے جب محمد حنفیہؒ نے سُنا کہ ذریت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وارد مدینہ ہوئے تو دل میں کہنے لگے کیا سبب ہے کہ بھائی امام حسین علیہ السلام میری ملاقات کو تشریف نہ لائے اُسی عالم بیماری میں اپنے غلاموں کو ارشاد کیا کہ مجھ کو جلد بھائی حسین علیہ السلام کی خدمت میں لے چلو کہ میں بقیہ نشانی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے شرف حاصل کروں پس آپ کو غلاموں نے راہوار پر سوار کیا اور دو آدمی جانبین سے بغلوں میں ہاتھ دیے آہستہ آہستہ ساتھ چلے ناگاہ کچھ علَم سیاہ دکھائی دیئے بے ساختہ ایک آہ سرد کھینچ کر فرمایا ہمارے بھائی حسین علیہ السلام کا تو نشان سبز ہے یہ کالے نشان کیسے ہیں۔

وَ اللّٰهِ قُتِلَ اَخِیَ الْحُسَیْنُ علیہ السلام

''واللہ میرے بھائی حسین علیہ السلام قتل ہوئے۔'' یہ فرما کر گھوڑے سے زمین پر گر پڑے اور غش کر گئے۔ لوگوں نے جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے عرض کی اپنے چچا کی خبر لیجئے کہ نزدیک بہ ہلاکت پہنچے ہیں۔'' سنتے ہی حضرت خیمہ سے روتے ہوئے دوڑے اور اپنے عم بزرگوار کا سر آغوش مطہر میں لے کر زار زار رونے لگے۔ محمد حنیفہؒ ہوش میں آئے جب بھتیجے کے چہرہ پر نظر پڑی بے ساختہ رُو کے کہنے لگے:

اَیْنَ اَخِیْ اَیْنَ اَخِیْ اَیْنَ قُرَّةُ عَیْنِیْ اَیْنَ ثَمَرَةُ فُؤَادِیْ
اَیْنَ خَلِیْفَةُ اَبِیْ اَیْنَ الْحُسَیْنُ اَخِیْ

''اے نور نظر اے پارۂ جگر میرا حسین علیہ السلام برادر، غمخوار فرزند رسول مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانشین حیدر کرار علیہ السلام کہاں ہے۔''

قَالَ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ یَا عَمَّاهُ اَتَیْتُكَ یَتِیْمًا قُتِلَ وَ

اللّٰهِ اَبُوا عَبْدِ اللّٰهِ وَ سُبِيَتْ حَرِيْمُهٗ وَ نُهِبَتْ خِيَامُهٗ وَ
ذُبِحَتْ اَطْفَالُهٗ وَ اُخِذَتْ اَمْوَالُهٗ

"آپؑ نے فرمایا اے عم نامدار کیا پوچھتے ہیں احوال میرے پدر بزرگوار کا مجھ کو اشقیا نے یتیم کیا۔ میں اپنے بابا کو صحرائے کربلا میں کھو آیا اے چچا ظالموں نے ہمارے مردوں کو شہید کیا عورتوں کو اسیر کر کے در بدر بے مقنعہ و چادر پھرایا۔ ہمارے خیموں میں آگ لگا دی اسباب ہمارا لوٹ لیا۔" محمد حنفیہؓ سنتے ہی بے ہوش ہو گئے اور اہلبیت علیہم السلام میں شور واحسیناہ علیہ السلام وامقتولاہ کا بلند ہوا۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو کچھ نشان زخموں کے اپنے بھتیجے کی گردن پر مشاہدہ کیے پوچھا اے فرزند یہ کیسے نشان ہیں؟ حضرت نے فرمایا اے چچا یہ نشان اُس طوق خار دار کا ہے جو میری گردن میں پہنایا تھا اور اُس کی سنگینی سے میرا گلا چھل گیا۔ محمد حنفیہ علیہ السلام نے یہ حال سن کر اس قدر سر و سینہ پیٹا کہ مکرر اُس جناب پر غشی طاری ہوئی اور بروایت سرور المومنین ایسا معلوم ہوتا ہے جب محمد حنفیہ علیہ السلام نے چاہا کہ جناب سید الساجدین علیہ السلام کو گلے سے لگائیں۔ اُس وقت آپ نے فرمایا اے چچا مجھے آہستہ گلے لگانا کہ ہنوز گلا میرا طوق خار دار سے مجروح ہو رہا ہے۔ کیوں حضرات! مقام تصور ہے کہ محمد حنفیہؓ فقط امام زین العابدین علیہ السلام کے گلے کا نشان دیکھ کر غش کر گئے۔ کیا حال ہوتا جب دیکھتے کہ اشقیاء اُسی جناب کو بیماری کی شدت میں گلے میں طوق پاؤں میں زنجیر پہنا کر پیادہ پا منزلوں کانٹوں پر دوڑاتے لئے جاتے ہیں اور کیا صدمہ گذرتا جب اپنے بھائی کے سر بریدہ کو طشت طلا میں زیر تخت اس طرح دیکھتے کہ یزید پلید خوش ہو ہو کر دندان مبارک پر چھڑی لگاتا ہے اور کہتا ہے اے حسین علیہ السلام تمہارے دانت کیا خوب ہیں اور تم بہت جلد ضعیف ہو گئے۔

جناب زینبؑ کے ہاتھوں پر نشان رسی کا پانا:-

آہ آہ مومنین عجب مضمون یاد آیا ایک روایت میں وارد ہوا ہے جب اہلبیت علیہم السلام

عصمت وطہارت قید غربت ومصیبت سے رہائی پا کر وارد مدینہ طیبہ ہوئے اور زنان شہر مطلع ہوئیں کہ نور دیدۂ رسول ﷺ وراحت جان علی علیہ السلام و بتول ؑ خواہر امام تشنہ لب جناب زینب ؑ تشریف لائی ہیں۔ جس عورت نے جہاں سے سُنا جس حالت میں تھی چھوڑ کر فوراً دولت سرائے جناب رسالت میں حاضر ہوئی اور بہ اشتیاق تمام خدمت جناب زینب ؑ و ام کلثوم ؑ میں حاضر ہو کر آداب خدمت بجالائی۔ کسی نے سر تسلیم خم کیا کسی نے قدم بوسی کی کسی نے دستِ حق پرست کو آنکھوں سے لگانے کا قصد کیا۔ راوی کہتا ہے کہ جب عورات مدینہ نے چاہا کہ جناب زینب ؑ کے ہاتھوں کو بوسہ دیں اُس وقت اُس مخدومہ نے اپنے دست مبارک کو زیر چادر چُھپا لیا اور رو کے فرمایا اب میں اس قابل نہ رہی کہ تم لوگ دست بوسی کرو۔ فاطمہ صغریٰ ؑ فرماتی ہیں میں نے بہ لجاجت تمام دست مبارک اپنی پھوپھی کے آنکھوں سے لگائے دیکھا دونوں ہاتھ میری پھوپھی کے نیلے ہیں اور ریسمانِ ظلم کا نشان نمایاں ہے اُس وقت سمجھی کہ میری پھوپھی عالی مقدار نے اسی وجہ سے اپنے ہاتھ زنانِ مدینہ سے پوشیدہ کیے تھے۔

أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

مجلس نمبر 115

- آیت الکرسیٰ۔
- ایک جوان یہودی کا ایمان لانا۔
- معجزہ احمد آباد گجرات۔
- آسمان وزمین وغیرہ کا غم امام حسینؑ میں رونا۔
- قبر رسولؐ پر امام مظلومؑ کا سر رکھنا۔

مجلس نمبر 115

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ ط وَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَوْلِیَآءُ ھُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَھُمْ مِنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمَاتِ ط اُوْلٰٓئِکَ اَصْحَابُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خَالِدُوْنَ ہ

''حق سبحانہ وتعالیٰ سورہ بقر میں ارشاد فرماتا ہے خدا ناصر و مددگار ہے اُن لوگوں کا جو ایمان لائے ہیں اور تاریکی کفر و شک سے اُنہیں نکال کے نور ایمان و یقین کی طرف ہدایت کرتا ہے اور جو لوگ منکر خدا ہیں اور حق کو چھپاتے ہیں اُن کے دوست اور محبوب بت و شیاطین ہیں کہ وہ اُن کو نور ایمان سے نکال کے تاریکی کفر و شک میں ڈالتے ہیں یہ کفار اصحاب جہنم ہیں کہ ہمیشہ آتش جہنم میں معذب رہیں گے۔''

ایک جوان یہودی کا ایمان لانا:-

منقول ہے کہ ایک جوان یہودی کبھی کبھی جناب رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں آیا کرتا تھا کچھ دنوں جو حاضر نہ ہوا۔ حضرت نے اُس کا حال پوچھا لوگوں نے کہا وہ بیمار ہے۔ حضرت بمودائے خلق عظیم اُس کی عیادت کے واسطے تشریف لے گئے اُس کو حالت نزع میں پایا آپ نے فرمایا اے جوان کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ تاکہ تو بہشت میں جائے۔ وہ چاہتا تھا کلمہ پڑھے لہٰذا اُس کا باپ آگیا یہ اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگا۔ اُس نے کہا کچھ مضائقہ نہیں اگر تیرا دل چاہے تو محمدؐ کے ارشاد کو قبول کر یہ سنتے ہی اُس خوش انجام نے کلمہ

شہادتین زبان پر جاری کیا اور فوراً مر گیا۔ جب اُس کو دفن کرنے لے چلے تو حضرت بھی ساتھ ساتھ پنجوں کے بل تشریف لئے جاتے تھے کسی نے عرض کی یا حضرت آپ اس طرح کیوں چلتے ہیں۔ ارشاد کیا اس کے جنازہ کے ساتھ فرشتوں کی اتنی کثرت ہے کہ مجھے پورا قدم رکھنے کی جگہ نہیں ملتی ہے۔ راوی نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ اس نے یہ مرتبہ کس سبب سے پایا فرمایا چونکہ آخر کلمہ اس کا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تھا۔

احمد آباد گجرات کا معجزہ:۔

حضرات! ہم لوگوں کو ضرور لازم ہے کہ ہمیشہ خدا سے اپنی عاقبت بخیر ہونے کی دعا کرتے رہیں کیونکہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ مسلمان کافر اور کافر مسلمان ہو گئے ہیں چنانچہ جناب مفتی سید عباس صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ نے جو مجتہد ہندوستان تھے کتاب صحن چمن میں ارشاد فرمایا ہے کہ ایک قریہ میں جو قریب احمد آباد گجرات کے ہے ایک زرگر کی زن کافرہ نہایت جمیلہ وحسینہ رہتی تھی۔ اُس کا شوہر بھی قوم ہنود سے تھا اور وہ کسی دوسرے قریہ کا رہنے والا تھا۔ ایک دفعہ اپنے شوہر کے ساتھ کہیں جاتی تھی کہ راہ میں ایک افغان نے اُسے دیکھ لیا دیکھتے ہی عاشق و فریفتہ ہو گیا۔ کچھ دنوں کے بعد جب عشق میں بے تاب ہوا تو ایک روز اُس عورت کے پاس پیام بھیجا اور اپنا عشق ظاہر کیا۔ یہ سُن کر وہ عورت گھبرائی اور اپنے ماں باپ سے ساری کیفیت بیان کر کے کہا اب یہاں رہنے کا موقع نہیں شوہر کے ساتھ جاتی ہوں اُسی کے مکان پر رہوں گی۔ الغرض مادر و پدر سے رخصت ہو کر شوہر کے گھر چلی جب اُس بدبخت افغان کو خبر ملی کہ وہ عورت اپنے شوہر کے ساتھ آج چلی گئی۔ اپنے ایک رفیق کے ساتھ تعاقب میں وہ بھی روانہ ہوا۔ وہ زن و شوہر اثنائے راہ میں ایک باغ میں بیٹھے تھے کہ عورت نے دیکھا وہی افغان ایک دوسرے آدمی کو ساتھ لئے چلا آتا ہے۔ دیکھتے ہی خائف ہوئی اور شوہر سے کہنے لگی اس سفاک سے نجات کی اُمید نہیں بہتر ہے کہ تم کہیں چھپ جاؤ۔ وہ بے چارہ درختوں کی آڑ میں جا کے پوشیدہ ہو گیا۔ جناب مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ دوسرا خط جو مقبول حسین نے حیدر آباد دکن سے خوب تحقیق کے ساتھ اپنے کسی دوست

کولکھا تھا اُس میں یوں مندرج تھا کہ ایک نصرانی نے جس کا نام بتیس تھا یوں بیان کیا کہ جب افغان اُس باغ میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ عورت تنہا بیٹھی ہے۔ پوچھنے لگا تیرا شوہر کہاں ہے؟ اُس نے کہا شوہر میرے ساتھ نہیں آیا ہے وہ فاسق اور اُس کا رفیق بھی بولا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ تیرا شوہر تیرے ساتھ تھا سچ بتا کہاں ہے کدھر ہے۔ جب حد سے زیادہ مبالغہ کیا اُس وقت مضطر ہو کے وہ عورت کہنے لگی میں ہرگز نہ بتاؤں گی کہ مجھ کو تم سے خوف آتا ہے اُس نے کہا کچھ خوف نہ کر کسی طرح کی اذیت نہ دوں گا۔ اُس نے کہا اگر کسی کو ضامن دو تو البتہ اطمینان ہو۔ اُن دونوں نے کہا تو جسے کہے اُسے ضامن دوں۔ اُس نے کہا یہ مہینہ محرم کا ہے تم مسلمانوں میں ہر جگہ عزاداری برپا ہے ہر شخص حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام کا ماتم کرتا ہے اگر تمہارا دل صاف ہے تو اُنہیں حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام کو ضامن دو۔ اُن بد انجاموں نے کہا اچھا اُنہیں کو ضامن دیتے ہیں کہ کسی طرح کا دغا نہ کریں گے کوئی اذیت نہ پہنچائیں گے۔ اُس وقت اُس عورت نے بلا تامل اپنے شوہر کا نشان بتا دیا۔ سنتے ہی دونوں مکار اُس طرف گئے اور زرگر کو پکڑ لائے اور اُس عورت کے سامنے قتل کیا۔ اُس کے بعد دونوں سفاک اُس عورت کو ساتھ لے کے اپنے قریہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بے چاری مصیبت کی ماری زار زار روتی اور ہر طرف پھر پھر کے دیکھتی جاتی تھی اور کہتی جاتی تھی اے مصیبت زدوں کے مددگار اے بے کسوں کے ضامن اے حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام آپ کہاں ہیں جلد میری فریاد کو پہنچئے۔ آپ پر خوب ظاہر ہے کہ ان ظالموں نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا شوہر کو قتل کیا اب میری آبروریزی کی فکر میں ہیں۔ میں نے آپ کی ضمانت پر اعتماد کیا ہے اب آپ اِن بے دینوں کے پنجہ سے نجات دیجئے۔ الغرض وہ دونوں ستم گار خوش خوش ہنستے اور کلمات طعن کہتے جاتے تھے کہ تو نے تو اپنے ضامن کو بہت پکارا مگر وہ ابھی تک نہ آئے۔ ناگاہ دو سوار نقاب پوش جن کے نور سے وہ دشت وادی ایمن ہو گیا نمودار ہوئے اور ان لوگوں کو گھیر کے پھر اُسی باغ کی طرف لے چلے جہاں زرگر قتل ہوا تھا۔ اثناء راہ میں ایک درخت عظیم الشان برگد کا ملا وہاں پر ٹھہر کے اُن نقاب پوشوں نے عورت سے پوچھا تجھ پر کیا مصیبت پڑی ہے جو اس طرح روتی ہے اور فریاد کرتی ہے۔ اُس نے کُل حقیقت بیان کی اُس افغان نے زرگر کے قتل

سے انکار کیا ناگاہ درخت کے دوریشے بڑھے اور افغان اور اُس کے رفیق کی گردنوں میں مثل ریسمان لپٹ کے بلند ہو گئے اور یہ دونوں ظالم اُس میں لٹک کے مر گئے اور بروایت دیگر اُن سواروں نے درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان ستم گاروں کو پکڑ لے فوراً ریشے درخت سے بڑھے اور ان کی گردنوں میں لپٹ گے اور بعض کا بیان ہے کہ دونوں ہوا پر معلق ہو کے مر گئے اور ان کی لاشوں میں بدبو نہ تھی تا کہ لوگ آ کے دیکھیں اور عبرت پذیر ہوں۔ الحاصل اس کے بعد اُن سواروں نے عورت سے کہا بتا تیرے شوہر کی لاش کہاں ہے اُس نے بتا دیا جب وہ بزرگوار اُس کی میت پر پہنچے ایک نے سر کو تن سے ملا کے کچھ کلمات ایسے کہے جو سمجھ میں نہیں آتے تھے یکایک اس کی لاش کو جنبش ہوئی اور خاک جھاڑ تا وہ زرگر اُٹھ کھڑا ہوا اور تعجب سے ادھر اُدھر دیکھنے لگا اور تعجب کرتا تھا کہ میں مُردہ تھا پھر زندہ کیوں کر ہوا۔ کبھی آنکھیں ملتا تھا کہ خواب میں ہوں یا جاگتا ہوں کبھی زوجہ کو حیران ہو کے دیکھتا تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے جب حواس کچھ درست ہوئے وہ مرد اور عورت دونوں دست ادب جوڑ کر اُن بزرگواروں سے عرض کرنے لگے آپ لوگ کون ہیں جو ہماری مدد کو پہنچے اور ایسے وقت بے کسی میں کام آئے۔ بتیس نصرانی کا بیان ہے کہ اُنہوں نے اپنا نام ونشان کچھ نہ بتایا نظروں سے غائب ہو گئے مگر جو فرنگی وہاں کا افسر تھا اُس کا داماد کہتا ہے کہ جب اُن لوگوں نے نام ونسب پوچھا تو سواروں نے فرمایا ہم تیرے ضامن حسن علیہ السلام وحسین علیہ السلام ہیں۔ یہ سنتے ہی دونوں مرد وعورت مسلمان اور دولت ایمان سے کامیاب ہوئے اُس کے بعد عرض کی میرے قریہ میں کل کفار رہتے ہیں اگر ارشاد ہو تو میں عزیز واقربا کو بھی لے آؤں کہ آپ کی زیارت اور دولت ایمان سے شرف یاب ہوں۔ آپ نے اجازت دی یہ دونوں زن وشوہر اپنے قریہ کی طرف گئے اور سب کیفیت بیان کی۔ فوراً وہ لوگ اُس مقام پر حاضر ہوئے اور اسلام سے مشرف ہوئے اُس کے بعد وہ دونوں حضرات نظروں سے غائب ہو گئے۔ اب بتیس نصرانی یوں لکھتا ہے کہ جب اُس فرنگی کو جو اُس قریہ کا حاکم تھا یہ خبر پہنچی اُس نے ان دونوں مرد وعورت کو محکمہ فوجداری میں بلوا کے ماجرا سُنا۔ زرگر نے کہا میں کچھ واقف نہیں جو کچھ واقعہ گذرا ہے عورت جانتی ہے عورت نے اپنے اظہار میں کل کیفیت جو گذری تھی بیان کی نصرانی چونکہ کافر تھا کہنے لگا یہ سب جھوٹ

ہے معلوم ہوتا ہے کہ تم ہی دونوں نے اُن کو مار کے درخت میں لٹکا دیا ہے اور اپنی مخلصی کے واسطے یہ باتیں بنائی ہیں جن کو کبھی عقل قبول نہیں کر سکتی۔ الغرض اُس حاکم نے ان دونوں کو قید خانے میں بھیج دیا اور اُن لاشوں کو درخت سے اُتروا کے اپنی کچہری میں رکھوایا اور اُس پر نگہبان مقرر کیے۔ اُس روز مقدمہ ملتوی رہا شب کو وہ لاشیں غائب ہو گئیں۔ صبح کو جو تلاش کیا دیکھا اُسی طرح اُسی درخت میں لٹکی ہیں حاکم کو جب یہ حال معلوم ہوا کہنے لگا بے شک پہرے کے سپاہی بھی ان سے مل گئے ہیں چونکہ یہ بھی مسلمان ہیں پاس اسلام سے اُنہوں نے یہ حرکت کی ہے اور آپس میں مل کر یہ قرار دیا ہے نہیں تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ میت خود بخود جا کے درخت میں لٹک جائے۔ غرض کہ اُس حاکم انگریز نے پھر اُن لاشوں کو منگا کے اپنے محکمہ میں رکھوایا اور خود بیچ میں کرسی پر بیٹھا اور گرد اُس کے چند سپاہیوں کو کھڑا کیا چند ساعت شب کی گذری تھی کہ پھر دونوں نور خدا یعنی امام حسن علیہ السلام و امام حسین علیہ السلام گھوڑوں پر سوار نقاب چہروں پر ڈالے ہاتھوں میں نیزے لئے ظاہر ہوئے اور محکمہ کے اندر جا کے نوک نیزہ سے اشارہ کیا فوراً وہ دونوں لاشیں بلند ہو کے چلیں اور اُسی درخت میں جا کے لٹک گئیں اور دونوں آفتاب امامت تھوڑی دُور جا کے نظروں سے غائب ہو گئے۔ اُس وقت اُس فرنگی نے کہا بے شک یہ کام اس زرگر کا نہیں ہے اس کو ایسے شخصوں نے مارا ہے جن کا تدارک ہم کچھ نہیں کر سکتے صبح کو لوگوں نے جا کے دیکھا وہ لاشیں اُسی طرح درخت میں لٹک رہی ہیں۔ ان لوگوں نے امتحان کی راہ سے چاہا اُن ریشوں کو جس میں یہ دونوں لٹکتے تھے پکڑ لیں فوراً لاشیں بلند ہو گئیں جب لوگ ہٹ گئے پھر وہ مُردے نیچے آتے رہے لکھا ہے کہ اس معجزہ کو گجرات میں شاعروں نے نظم کیا ہے اور فقراء شہروں کی گلیوں میں کوچوں میں پڑھا کرتے ہیں کیوں حضرات مقام تامل اور جگہ خاک اُڑانے کی ہے کہ جن حلال مشکلات کا یہ معجزہ بیان کیا گیا خود ان خاصانِ خدا پر زندگی میں کیا کیا مصائب گذرے اور بعد شہادت کیسی کیسی مصیبتیں پڑیں حیات میں تو کبھی چین سے رہنے نہ پائے اور بعد شہادت امام حسن علیہ السلام پر یہ مصیبت کیا کم تھی کہ اپنے نانا کے روضہ منورہ میں دفن ہونے نہ پائے۔ اُس پر ظلم ہوا کہ آپ کے جنازہ پر اتنے تیر دشمنوں نے مارے کہ سات تیر تابوت توڑ کر جسد اطہر میں مشبک ہو گئے تھے اور امام

حسین علیہ السلام پر تو قتل شہادت اور بعد شہادت ایسی مصیبتیں پڑیں کہ کل مخلوقات اس غم میں روئے ہیں اور تا قیامت جن وانس اس ماتم میں روئیں گے۔

آسمان وزمین وغیرہ کا غمِ امام میں رونا:۔

جناب امام جعفر صادقؑ نے زرارہ سے فرمایا:

زُرَارَةُ اِنَّ السَّمَآءَ بَکَتْ عَلَی الْحُسَیْنِ علیہ السلام اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا بِالدَّمِ

''اے زرارہ تحقیق کہ میرے جد بزرگوار جناب سید الشہداء علیہ السلام کی مصیبت پر چالیس روز آسمان لہو کے آنسوؤں سے رویا۔''

وَاِنَّ الْاَرْضَ بَکَتْ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا بِالسَّوَادِ

''اور زمین چالیس دن اس طرح روئی کہ دنیا تیرہ وتار ہوگئی۔''

وَاِنَّ الشَّمْسَ بَکَتْ عَلَیْهِ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا بِالْکُسُوْفِ وَالْحُمْرَةِ

''اور آفتاب اُس غریب پر اس طرح رویا کہ خونی رنگ ہوگیا اور چالیس دن تک گہن لگا رہا۔''

وَاِنَّ الْجِبَالَ تَقَطَّعَتْ وَاِنَّ الْبِحَارَ تَفَجَّرَتْ وَاِنَّ الْمَلَآئِکَةَ بَکَوْا اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا عَلَی الْحُسَیْنِ علیہ السلام

''اور پہاڑ اس غم میں ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے دریا جوش وخروش میں آئے۔ فرشتے چالیس دن برابر روتے رہے۔'' اے زرارہ جب کے جد بزرگوار شہید ہوئے تو عورات ہاشمیہ سے کسی نے نہ ہاتھ پاؤں میں مہندی لگائی نہ سروں میں تیل ڈالا نہ بالوں میں کنگھی کی نہ آنکھوں میں سُرمہ دیا جب تک عبد اللہ ابن زیاد کا سر کاٹ کر ہمارے پاس نہ آیا۔ اے زرارہ ہم سب امام حسین علیہ السلام کے غم میں رویا کرتے ہیں۔

قبر رسول ﷺ پر امام حسینؑ کا سر رکھنا:-

منقول ہے کہ چوبیس دن کے بعد خبر شہادت جناب امام حسین علیہ السلام کی مدینہ میں پہنچی۔ راوی کہتا ہے میں مدینہ میں اپنے گھر میں بیٹھا تھا ناگاہ ایسا شور نالہ بلند ہوا اور آواز نوحہ کی ہر طرف سے آنے لگی کہ اس طرح کا نوحہ کبھی میں نے نہ سنا تھا۔ میں روتا ہوا گھر سے باہر نکلا دیکھا کہ ایک سوار امام حسین علیہ السلام کے سر کو نیزہ پر رکھے چلا آتا ہے میں اُس کے ہمراہ ہوا کہ دیکھوں یہ سر کہاں لئے جاتا ہے۔ اس سوار نے اُس سر مطہر کو جو دوش رسول خدا ﷺ پر اور کنار فاطمہ زہرا علیہا السلام میں کس ناز و نعمت سے پلا تھا تمام بازار مدینہ میں محلہ بہ محلہ کوچہ بکوچہ تشہیر کرنا شروع کیا اور ان کلمات سے ندا کرتا تھا:

اَلَا قُتِلَ الْحُسَیْنُ بِکَرْبَلَاءِ وَ هٰذَا رَأْسُهٗ

اے اہل مدینہ آگاہ ہو کہ حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام مع اپنے عزیز و انصار تین دن کے بھوکے پیاسے صحرا کربلا میں روز عاشوراء مارے گئے اور معاذ اللہ یہ سر اُسی حسین علیہ السلام باغی کا ہے امیر شام نے عبرت کے واسطے یہاں بھیجا ہے اور یہ سزا اُس شخص کی ہے جو اپنے حاکم پر خروج کرے۔ راوی کہتا ہے جب وہ آدمی محلہ بنی ہاشم میں پہنچا میں نے دیکھا کہ دو بیبیاں روتی ہوئی سر و پا برہنہ بال کھولے مُنہ پر طمانچے مارتی اپنے گھروں سے نکلیں اور اس طرح کے بین جگر پاش کرتی تھیں

یَا بُنَیَّ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ قَتَلَکَ

افسوس اے فرزند زہرا علیہا السلام تو قتل ہوا.......... اُس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جس نے تجھے قتل کیا۔ اور اُن سب کے ساتھ ایک بیمار لڑکی ہے کہ اُس کا چہرہ نورانی زرد ہو گیا ہے دھاڑیں مار کر روتی ہے اور اس طرح بَین کرتی ہے

یَا اَبَتَاهُ فِدَاکَ بِنْتُکَ مَا ذَا حَالُکَ

ہزار حیف اے بابا تمہارا یہاں سے جا کر کیا حال ہوا تم پر تمہاری یہ بیٹی قربان ہو آپ

نے یہ اپنی کیسی صورت بنائی ہے، خون سے یہ ریش مبارک رنگین ہے اور یہ پیشانی نورانی کیونکر زخمی ہوئی اور کیوں آپ کا سر کس ظالم نے بدن سے جُدا کیا ہے؟ اس اثنا میں اور خواتین جمع ہو گئیں اور نوحہ و شیون کرنے لگیں۔ کوئی بی بی اُن میں سے کہتی تھی ہائے حسینؑ ہائے میرے شہید فرزند۔

وَمِنْهُنَّ مَنْ تَقُوْلُ وَا قُرَّةَ عَيْنَاهُ وَا ثَمَرَةَ فُؤَادَا وَ مِنَ الْمَاءِ مَنَعُوْكَ

اور کوئی بی بی اُن میں سے یہ فریاد کرتی تھی ہائے اے روشنی چشم، ہائے میوہ دل میں افسوس ہزار افسوس کہ تجھے ظالموں نے شہید کیا اور تا شہادت ایک قطرہ پانی کا نہ دیا۔ غرض اسی طرح وہ سب بیبیاں روتی پیٹتی تھیں۔ میں بھی روتا تھا یہاں تک کہ وہ سوار اور ہم لوگ روضہ رسول خداؐ پر پہنچے پس وہ سوار نابکار گھوڑے سے اُترا اور روضہ مقدس میں داخل ہوا اور اُس سر بریدہ کو نیزہ سے اُتار کے اُن کے جد بزرگوار کی قبر مطہر پر اس بے ادبی سے رکھ دیا کہ ذاکر کس زبان سے بیان کرے اور گستاخانہ یہ کلمہ کہا

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

یہ عوض ہے اُس کا جو آپ نے جنگ بدر و حنین میں شیوخ بنی امیہ کو قتل کیا تھا راوی کہتا ہے اُس وقت میں نے دیکھا کہ در و دیوار سے روضۂ جناب رسول خداؐ کی آواز رونے اور ماتم کی بلند ہوئی اور حضرتؐ کی قبر مطہر اس طرح تھرّانے لگی کہ ہم لوگوں نے گمان کیا کہ مدینہ میں زلزلہ عظیم واقع ہوا اور زنان بنی ہاشم نے اس طرح نوحہ و ماتم و سینہ زنی کی کہ ایسا کہرام میں نے مدینہ میں کبھی دیکھا نہ سنا تھا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ○